ا س

رجسٹر نمبر ایل ۱۴۴۵

قال اللہ تعالیٰ وقرآناً فرقناہ لتقرأہ علی الناس علی مکث ونزلناہ تنزیلا[1]

چوں آیت موصوفہ دال ست بنافعیت تعلیم تدریجی برائے
عامۂ ناس حاضر باشد یا بادی و نیز بر ضرورت تعلیم علوم قرآنیہ یعنی دینیہ مشتمل ست
بر مقاصد مبادی پس اتباعاً للنص المزبور صحیفۂ شہریہ کہ متدرج ست بتدریج مشہور
مسمیٰ بہ

الہادی

جلد (۶) | بابت ماہ جمادی الاول ۱۳۴۸ھ | نمبر (۱)

کہ جامع ست انواع علوم دینیہ را برائے ہر طالب ہادی مذکر ست در ہر مجلس و نادی
و مسکن ست برائے ہر جائع و صادی بصورت تجرید رسالۃ الانوار المحمدی و تسہیل المواعظ
و حل انتباہات کلید مثنوی و تشرف و حیوۃ المسلمین و ملفوظات و سیرۃ الصدیق کہ اکثر ازاں مستفاد ست
از درگاہ ارشادی یعنی خانقاہ اشرفی امدادی و بادارۂ محمد عثمان عامی در راہ اسلامی
در محبوب المطابع دہلی مطبوع گردید

از کتبخانۂ اشرفیہ دریبہ کلاں دہلی بزندا نزد بر صدور میگردد

[1] ہذا التفسیر العام ماخوذ من حدیث اقض بیننا بکتاب اللہ قضی بالرجم ۱۲

فہرست مضامین

رسالہ الہادی بابت ماہ جمادی الاول سنہ ۱۳۴۴ ہجری نبوی

جو بہ برکت دعا حکیم الامۃ محی السنۃ حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب مد ظلہ العالی

کتب خانہ اشرفیہ دریبہ کلاں دہلی سے شائع ہوتا ہے

نمبر شمار	مضمون	فن	صاحب مضمون	صفحات
۱	الانوار المحمدیہ	حدیث	مولانا مولوی حافظ ظفر احمد صاحب سلمہ	۳–۶
۲	تسہیل المواعظ	وعظ	حکیم الامۃ حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب مد ظلہ	۷–۱۰
۳	حیوۃ المسلمین	مضامین مختلفہ	” ” ”	۱۱–۲۶
۴	کلید مثنوی	تصوف	” ” ”	۲۷–۳۴
۵	ملفوظات مزید المجید	ملفوظات	” ” ”	۳۵–۳۸
۶	حل الاشتباہات	کلام	مولانا مولوی حکیم محمد مصطفےٰ صاحب سلمہ	۳۹–۴۲
۷	سیرۃ الصدیق	سیر	مولوی محمد صابر صاحب۔	۴۳–۴۶

مقاصد وضوابط ”رسالہ الہادی“

(۱) اس رسالہ کو شرعی مباحث کے سوا سیاسیات سے کوئی تعلق نہیں۔

(۲) رسالہ ہذا کا مقصود مسلمانوں کے ظاہر و باطن کی اصلاح ہے۔

(۳) ہر قمری مہینہ کی تیس تاریخ کو رسالہ روانہ ہو جاتا ہے اگر کسی صاحب کے پاس رسالہ نہ پہونچے تو فوراً طلب فرمائیں۔ اطلاع پہنچتے ہی دوبارہ روانہ کر دیا جاتا ہے۔

(۴) رسالہ ہذا کی سالانہ قیمت ۲/۸ ہے مع محصول ڈاک علاوہ ان حضرات کے جو قیمت پیشگی ارسال فرمائیں سب حضرات کی خدمت میں رسالہ وی۔پی۔ کیا جاتا ہے۔ اور وی۔پی۔ کی صورت میں بہ خرچ رجسٹری فیس منی آرڈر اضافہ کرکے ۲/۸ کا ویلیو ایبل روانہ کیا جاتا ہے اور ممالک غیر سے قیمت مع محصول چار شلنگ چھ پنس مقرر ہے جو ہر حالت میں پیشگی لیجاتی ہے۔

(۵) ہر خریدار کو ابتداء سال سے خریدار ہونا ضروری ہے اور رسالہ کا سال جمادی الاول سے شروع ہوتا ہے۔

(۶) رسالہ ہذا میں بجز اپنے کتب خانہ کی کتب کے کسی صاحب کا اشتہار یا کسی کتاب کا ریویو وغیرہ شائع نہیں کیا جاتا۔

(۷) رسالہ ہذا کی پرانی جلدیں بھی موجود رہتی ہیں۔ مگر ان کی قیمت میں اضافہ ہو جاتا ہے بجائے ۲/۸ کے مع محصول کے (۳ روپے) علاوہ محصول ڈاک مقرر ہے

الراقم

محمد عثمان۔ مدیر رسالہ ”الہادی“ دریبہ کلاں دہلی

اور یہ فائدہ دعا میں مزید ہی حاصل ہو جاتا ہے۔ پھر اس میں کوتاہی کرنا بڑی غلطی ہے حدیث میں ہے
من یھلک مع الدعاء احد کہ دعا کے ساتھ کوئی بھی برباد نہیں ہو سکتا پس پریشانی اور
مصیبت کے وقت دعا سے ہرگز غافل نہ ہونا چاہیئے اور اجابت وقبول کا یقین کرکے دعا
کرنا چاہیئے انشاء اللہ پریشانی ضرور دور ہو جائے گی خواہ مطلوب حاصل ہو یا نہ ہو مگر دل کو
سکون واطمینان ضرور میسر ہوگا جسکو شک ہو وہ تجربہ کرکے دیکھ لے۔ دعا میں سب طاعات
سے زیادہ ایک بات یہ ہے کہ اور عبادات میں دنیوی غرض شامل ہو جائے تو ان میں ثواب
کچھ نہیں ہوتا بخلاف دعا کے کہ وہ ہر حالت میں عبادت اور موجب ثواب ہے خواہ دین کے
لیے دعا ہو یا دنیا کے لیے چونکہ آجکل مسلمان ہر طرف پریشان نظر آتے ہیں اور اس کا سب سے
بڑا علاج دعا ہے جسمیں شیطان کے دہوکے کیوجہ سے کوتاہی ہو رہی ہے اس لیے میں نے
اس دہوکے کو دور کرنا چاہا اور حدیث کے الفاظ ہی سے حقیقت کو واضح کر دیا اور بتلا دیا
کہ دعا یقیناً قبول ہوتی ہے پس اب مسلمانوں کو چاہیئے کہ دوسری تدابیر کے ساتھ یہ تدبیر
۴۵ بھی ضرور کیا کریں یعنے پریشانی کے وقت دعا سے غفلت نہ کریں اور دعا دل سے کیا کریں
محض آموختہ سا نہ پڑھا کریں۔ بلکہ جس طرح حکام وسلاطین کے سامنے توجہ اور عاجزی کیساتھ
بات کیجاتی ہے اسیطرح دعا توجہ اور خشوع کے ساتھ کرنا چاہیئے۔ ۱۲ مترجم۔

(۲۰) ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
ارشاد فرمایا کہ ماہ رمضان میری امت کا خاص مہینہ ہے انمیں سے کوئی بیمار ہوتا ہے تو سب
اسکی عیادت کرتے ہیں (یعنی ایسا کرنا چاہیئے) اور جب کوئی مسلمان اس طرح روزہ رکھے کہ
نہ جھوٹ بولے نہ غیبت کرے اور پاکیزہ (حلال) مال سے افطار کرے اور رات کی اندھیریوں
میں (نماز کے لیے مسجدوں میں جانے کی) کوشش کرے اور رمضان کے سب فرائض کی
نگہبانی کرے وہ اپنے گناہوں سے ایسا نکل جائے گا جیسا سانپ کیچلی سے نکل جاتا ہے
اسکو بھی ابو الشیخ نے روایت کیا ہے۔

ف روزہ دار کو زبان اور نگاہ کی بہت حفاظت کرنی چاہیئے تاکہ روزہ کا پورا
ثواب ملے نیز اسکی بھی کوشش کرنی چاہیئے کہ رمضان میں حرام مال سے افطار نہ کیا جائے

بلکہ حلال غذا حاصل کی جائے جس کے پاس مشتبہ مال ہو اسکو کسی ہندو سے روپیہ قرض لیکر رمضان کا سامان خرید لینا چاہیے پھر اس قرض کو اپنے مشتبہ مال سے ادا کرے اس صورت کیا اکل حرام سے بچ جائے گا ہاں کسب حرام کا گنہگار تو ہے ہی ۱۲ مترجم۔

(۲۱) ابو مسعود غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ رمضان کا چاند نکلا تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اگر لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ رمضان کیا چیز ہے تو میری امت یہ تمنا کرے کہ سارا سال رمضان ہی ہو جائے قبیلۂ خزاعہ کے ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ (فضائل رمضان کی تفصیل) بیان فرمایئے حضور نے ارشاد فرمایا کہ رمضان (کی آمد) کے لیے سال بھر تک جنت کو سنوارا جاتا ہو جب رمضان کی پہلی تاریخ آتی ہے تو عرش کے نیچے سے ایک ہوا چلتی ہے جس سے جنت کے درختوں کے پتے بجنے لگتے ہیں حوریں اسکو دیکھ کر کہتی ہیں کہ اے پروردگار اس مہینہ میں اپنے بندوں میں سے ہمارے لیے ایسے جوڑے بنا دیجئے جن سے ہماری آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور ان کی آنکھیں ہم سے ٹھنڈی ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص رمضان کا روزہ رکھتا ہے ہر روزہ کے بدلہ اسکو ایک حور ملتی ہے جو موتی کے خیمہ میں رہے گی جیسا اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے حور مقصورات فی الخیام ہر حور کے بدن پر ستر جوڑے ہونگے ہر جوڑے کا رنگ دوسرے سے الگ ہوگا اور اسکو ستر قسم کی خوشبو ملے گی ہر ایک کی خوشبو دوسرے سے الگ ہوگی ان میں سے ہر عورت کی خدمت کے لیے ستر ہزار باندیاں اور ستر ہزار غلمان ہوں گے ہر غلام کے پاس سونے کی ایک رکابی ہوگی جس میں ایک قسم کا کھانا ہوگا (مگر) اس کے آخری لقمہ سے ایسی لذت حاصل ہوگی جو پہلے لقمہ سے حاصل نہوئی تھی نیز ہر حور کے لیے سرخ یاقوت کے ستر تخت ہوں گے ہر تخت پر ستر بستر ہوں گے جن کا استر ریشمی ہوگا ہر بستر پر ستر چھپر کھٹ[1] ہوں گے اور ان کے مرد کو بھی اسیقدر سامان ۴۶

[1] قال المنذری رح الاریکۃ اسم لسریر علیہ فراش وشبخانۃ وقال ابو اسحق الارائک الفرش فی الحجال یعنی الشبخانات وفی الحدیث ما یفہم ان الاریکۃ اسم للشبخانۃ فوق الفراش والسریر واللہ اعلم ۱۲ منہ

دیا جائے گا وہ سرخ یاقوت کے تخت پر بیٹھے گا جس پر موتیوں کا جڑاؤ ہوگا اور اس کے ہاتھ میں سونے کے دو کنگن ہوں گے یہ سامان تو اسکو رمضان کے ہر روزہ کے عوض ملیگا اس کے سوا جو اور نیک کام کرے گا وہ علیحدہ رہے۔ اس حدیث کو ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں اور بیہقی نے (سنن میں) ابن خزیمہ کے وسطہ سے اور ابو الشیخ نے کتاب الثواب میں روایت کیا ہے۔ ابن خزیمہ کہتے ہیں کہ (اس حدیث کے متعلق ایک راوی) جریر بن ایوب کی وجہ سے میرے دل میں کچھہ (خلش) ہے حافظ (منذری) فرماتے ہیں کہ جریر بن ایوب بہت کمزور ہے واللہ اعلم

(۲۲) ابو امامہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ افطار کے وقت بہت لوگوں کو جہنم سے آزاد کرتے ہیں۔ اسکو امام احمد نے ایسی سند سے روایت کیا ہے جسمیں کچھہ بات نہیں اور طبرانی اور بیہقی نے بھی روایت کیا ہے بیہقی کہتے ہیں کہ یہ حدیث غریب ہے (فی روایۃ الاکابر عن
۴۷ الاصاغر وھو روایۃ الاعمش عن الحسین بن واقد)

(۲۳) ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تبارک وتعالیٰ ہر دن رات میں یعنی رمضان کے اندر بہت لوگوں کو جہنم سے آزاد فرماتے ہیں۔ اور (رمضان کے) ہر دن رات میں ہر مسلمان کی ایک دعا (ضرور) قبول ہوتی ہے اسکو بزار نے روایت کیا ہے۔

(۲۴) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین شخصوں کی دعا رد نہیں ہوتی۔ ایک روزہ دار۔ یہاں تک کہ افطار کرے دوسرے امام عادل تیسرے مظلوم کہ اسکی دعا کو تو اللہ تعالیٰ بادلوں کے اوپر اوٹھا لیتے ہیں اور اس کے لیے آسمان کے دروازے کہولدیئے جاتے ہیں اور (اسکو شکر) اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں قسم میری عزت کی میں ضرور تیری مدد کروں گا گو کچھہ دیر کے بعد ہی۔ اسکو احمد نے ایک حدیث کے ضمن میں روایت کیا ہے اور ترمذی نے بہی روایت کیا اور اسکی تحسین کی ہے۔ اور ابن خزیمہ و ابن حبان نے اپنی اپنی صحیح میں روایت کیا ہے اور بزار نے

ان لفظوں سے روایت کیا ہے کہ تین شخصوں کا اللہ تعالیٰ کے ذمہ حق ہے کہ انکی دعا رد نہ کیجائے ایک روزہ دار جبتک افطار نہ کرے دوسرے مظلوم جبتک انتقام نہ لے تیسرے مسافر جبتک اپنے گھر میں واپس نہ آئے

(۲۵) حسن بصری رضہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ رمضان کی رات میں چھ لاکھ آدمیوں کو جہنم سے آزاد فرماتے ہیں۔ اور جب اخیر رات آتی ہے تو گذشتہ شمار کے برابر آدمیوں کو آزاد کرتے ہیں اسکو بیہقی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث مرسل ہی وارد ہوئی ہے۔

(۲۶) عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب رمضان کی پہلی رات آتی ہے جنت کے دروازے کھولدیئے جاتے ہیں پھر مہینہ بھر انمیں سے کوئی دروازہ بند نہیں ہوتا اور جہنم کے دروازے بند کردیئے جاتے ہیں پھر مہینہ بھر ان میں سے کوئی دروازہ نہیں کھلتا اور سرکش جنات قید کردیئے جاتے ہیں اور آسمان سے ایک پکارنیوالا ہر رات صبح کے طلوع ہونے تک پکارتا ہے اے خیر کے طالب ارادہ کرلے اور خوشخبری حاصل کر اور اے بدی کے طالب بس کر اور آنکھیں کھول۔ کیا کوئی مغفرت چاہنے والا ہے؟ جسکی مغفرت کی جائے کیا کوئی توبہ کرنے والا ہے جسکی توبہ قبول کیجائے۔ کیا کوئی دعا کرنے والا ہے جس کی دعا قبول کی جائے کیا کوئی مانگنے والا ہے جس کا سوال پورا کیا جائے اللہ عزوجل رمضان کے مہینہ میں ہر رات افطار کے وقت ساٹھ ہزار آدمیوں کو جہنم سے آزاد کرتے ہیں اور جب عید الفطر کا دن آتا ہے تو اللہ تعالیٰ تیس دن کے آزاد شدہ آدمیوں کے برابر لوگوں کو جہنم سے آزاد کرتے ہیں اسکو بیہقی نے روایت کیا ہے اور کہا یہ حدیث حسن ہے متابعات میں اس کے ذکر کا مضائقہ نہیں اسکی سند میں ناشب بن عمرو شیبانی ہے جسکی بعض نے توثیق کی ہے اور دارقطنی نے اسمیں کلام کیا ہے۔ ۴۸

(۲۷) حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رمضان میں اللہ کی یاد کرنے والا بخشا جاتا ہے اور اللہ سے مانگنے والا ناکام نہیں کیا جاتا اسکو طبرانی نے اوسط میں اور بیہقی و اصبہانی نے روایت کیا ہے۔

(۲۸) حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار فرمایا

(باقی آئندہ)

کر تقسیم کرنی پڑے گی اور قبضہ سے نکل جاوے گی غرض لینے کے لیے نکلواتے ہیں دینے کے لیے کوئی نہیں نکلواتا ایسا ہزاروں میں ایک ہی ہوگا جو دینے کے لیے فرائض نکلوائے تمام عمر میں ایک شخص ایسے آئے جو بڑے رئیس تھے اور تمام ریاست ان کے قبضہ میں تھی انہوں نے فرائض لکھوائی تھی تاکہ جائداد شرع شریف کے موافق تقسیم کر دیں۔ وہ گوڑگانوہ کے رہنے والے تھے میرے پاس کئی بار آئے اور گئے جو ضروری بات اسمیں کوئی رہ جاتی تھی اس کے دریافت کرنے کے لیے بار بار آتے اور جاتے تھے اور ان کے سوا جو کوئی آتا ہے ایسا ہی آتا ہے جو لینا چاہتا ہے اور دینا نہیں چاہتا۔ ایک بار ایسے ہی شخص آئے اور انہوں نے مسئلہ پوچھا کہ ہماری بہن بے اولاد مرگئی ہے اور اس کا خاوند شیعہ ہے کیا اسکو بھی عورت کے ترکہ میں سے کچھ ملیگا میں نے جواب دیا کہ کیوں نہیں ملیگا اسمیں سے آدھا مال اس کا ہے تو وہ بھائی یہ چاہتے تھے کہ خاوند کو کچھ نہ ملے کیونکہ مال بہت تھا انھوں نے کہیں یہ سن لیا تھا کہ شیعہ پر کفر کا فتوے ہے تو اس لیے چاہتے تھے کہ اس حیلے سے اس کے خاوند کو کچھ نہ ملے سب مال ہمارے قبضہ میں آوے چنانچہ وہ کہنے لگے کہ شیعہ تو کافر ہیں اس لیے سنی عورت کا شیعہ سے نکاح ہی نہیں ہوسکتا پھر وہ خاوند ہی کب ہے میں نے کہا کہ تم کو کچھ خدا کا خوف بھی ہے کہ دوسرے کا حق رکھنا چاہتے ہو اور اگر خدا کا خوف نہیں تو اچھا غیرت کہاں اڑ گئی کہ تھوڑے سے دنیا کے لیے یہ ثابت کرنا چاہتے ہو کہ تمہاری بہن تمام عمر حرام کاری میں مبتلا رہی اور دوسرے یہ تو بتلائیے کہ آپ نے نکاح کے وقت کیوں نہ پوچھا کہ یہ خاوند شیعہ ہے اس سے نکاح جائز ہے یا نہیں اور تیسرے یہ کہ سچ سچ کہنا کہ اگر یہ مال خاوند کے قبضہ میں ہوتا اور وہ مرتا اور تمہاری بہن کو ملنے کے بعد پھر تمہارے پاس پہونچنے کی امید ہوتی تو کیا اسوقت بھی تم اس نکاح کے صحیح ہونے کے کوشش کرتے میرے پاس کثرت سے ایسے سوال آتے ہیں کہ کوئی بات نکالدو چنانچہ ابھی ایک مسئلہ آیا ہے کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاق دے دیں اور اسکی درخواست تھی کہ کوئی ایسی صورت نکالدو کہ حلالہ نہ کرنا پڑے یہ تو عام لوگوں کی کیفیت ہے جو بیان ہوئی کہ ہر کام میں نفسانی خواہش پر عمل کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ شریعت کے مسئلوں میں بھی مولویوں سے فرمایش کرتے ہیں کہ ہماری مرضی

کے موافق فتویٰ دیدیں رہے مولوی انکو تو کسی کے کہنے سننے ہی کی ضرورت نہیں مسئلوں کی
کتابیں ان کے سامنے ہیں جس طرح چاہیں عمل کریں اور میں سب مولویوں کو نہیں کہتا بلکہ
صرف ان کو جو مال اور عزت کی محبت میں پھنسے ہوئے ہیں سو ایسے مولویوں کا فتویٰ
بھی معتبر نہیں جسکو دنیا کی محبت اور لالچ ہو اور ہمیشہ گمراہی ایسے ہی لوگوں سے
پھیلی ہے پہلے زمانہ میں جو رسم تھی کہ مولوی بننے کی اجازت تھی اس میں بڑی مصلحت تھی

حرص والے کو مولوی نہ بنانا چاہیے

مگر اس میں اتنی کمی تھی کہ جس شناخت سے لوگوں کو علم دین پڑھانے کے لیے چھانٹتے
تھے وہ شناخت غلط تھی کہ انہوں نے خاص خاص قوموں کو اسکے لیے چھانٹ رکھا
تھا انہی کو علم دین پڑھنے کی اجازت تھی تو یہ طریقہ غلط تھا کیونکہ خاص قوموں کے اندر
بھی سب برابر نہیں ہوتے اور بعضے انمیں بھی لالچی اور نکمے ہوتے ہیں بلکہ اس شناخت
سے چھانٹنا چاہیے کہ طالب علمی کے زمانہ میں استاد اس بات کا اندازہ کیا کریں کہ
کس شخص میں دنیا کی حرص غالب ہے اور کس شخص میں نہیں ہے۔ جس میں دنیا کی حرص غالب
دیکھیں اوسکو رخصت کریں اور مدرسے نکال باہر کریں اور جس میں دنیا کی حرص نہو اسکو 10
مولوی اور دین کا مقتدا بنائیں۔

مدرسہ نظامیہ کے بنانے کا مقصد

بغداد میں ایک مدرسہ نظامیہ تھا جس سے بڑے بڑے مولوی جیسے امام غزالیؒ
اور شیخ سعدیؒ پڑھکر نکلے اور وجہ اس مدرسہ کی بنانے کی یہ ہوئی تھی کہ اس زمانہ میں قاضی
اور مفتی مولویوں ہی کو بنایا جاتا تھا اور بڑے بڑے عہدے بھی مولویوں ہی کو دیئے
جاتے تھے تو جس کا باپ قاضی ہوتا تھا وہ کوشش اور دعویٰ کرتا تھا کہ مجھکو ہی قاضی کا
عہدہ ملجاوے خواہ وہ اس کا اہل ہو یا نہ ہو تو اوسوقت کے بادشاہ نے وزیروں اور
امیروں کے مشورہ سے یہ مدرسہ اس لیے بنایا کہ جو اس مدرسہ میں پاس حاصل کرے اسکو
یہ عہدے دیئے جائیں گے تاکہ نا اہلوں اور جاہلوں کو حوصلہ ایسے عہدوں کی درخواست
کا نہو تو جس روز اس مدرسہ کی بنیاد رکھی گئی اس روز بخارا کے مولویوں میں ماتم ہوا تھا
کہ آج کی تاریخ سے علم دین دنیا کے لیے پڑھایا جائے گا۔ لیکن پھر بھی ایسے مولوی
اسمیں سے پڑھکر نکلے جو مولویوں کے لیے فخر اور عزت کا سبب ہوئے اور فضائل

اُسوقت زمین کے پردہ پر نہ تھا۔

ایک روز بادشاہ اس مدرسے کے دیکھنے کیلیے تشریف لائے اور بھیس بدل کر طالبعلموں کے خیالات کی آزمایش کی کہ دیکھیں علم پڑھنے سے انکی کیا غرض ہے چنانچہ ایک طالب علم سے پوچھا کہ آپ کس لیے پڑھتے ہیں۔ اس نے کہا میں اس لیے پڑھتا ہوں کہ میرا باپ قاضی ہے میں اگر مولوی ہوجاؤں گا تو میں بھی قاضی ہوجاؤں گا اس کے بعد دوسرے سے پوچھا اس نے بھی دنیا ہی کی کوئی غرض بتلائی بادشاہ کو بہت غصہ آیا کہ افسوس ہے کہ دین کا علم دنیا کے لیے پڑھا جارہا ہے اور ہزاروں روپیہ مفت میں برباد ہو رہا ہے۔ ایک کونے میں امام غزالی بھی ٹوٹی پھوٹی حالت میں بیٹھے ہوئے کتاب دیکھ رہے تھے اُسوقت یہ طالب علم تھے نہ ان کو کوئی جانتا تھا نہ ان کی شہرت تھی بادشاہ نے ان سے دریافت کیا کہ تم کیوں پڑھتے ہو انھوں نے کہا کہ میں نے عقل سے اور رسول کی خبر سے معلوم کیا ہے کہ ہمارا ایک اصلی مالک ہے جو آسمان زمین کا بھی مالک ہے اور مالک کی تابعداری

11 ضرور ہوتی ہے کہ جن کاموں سے وہ خوش ہو انپر عمل کرے اور جن سے ناراض ہو انسے بچے سو میں اس کے معلوم کرنے کے لیے علم دین پڑھتا ہوں کہ کون سے کاموں سے وہ خوش ہوتے ہیں اور کونسے کاموں سے ناراض ہوتے ہیں۔ بادشاہ یہ سنکر بہت خوش ہوا اور اب سب پر ظاہر کر دیا کہ میں بادشاہ ہوں کہ میں نے ارادہ کر لیا تھا کہ اس مدرسہ کو توڑ دوں مگر تمھاری وجہ سے یہ مدرسہ رہ گیا پس علم اس غرض سے حاصل کرنا چاہیئے جو امام غزالی نے ظاہر کی اور جس شخص کی غرض علم دین سے دنیا کمانا ہو اس کے علم سے کچھ نفع نہ ہوگا اور یہ امتحان پہلے بزرگ بھی لیا کرتے تھے کہ پڑھنے والوں میں دنیا کی محبت ہے یا نہیں چنانچہ اس زمانہ کے استاد اس کا خیال رکھتے تھے کہ طالب علموں میں کون ایسا ہے جو بادشاہوں اور حاکموں سے رغبت رکھتا ہے اور کون نہیں ہے جو بادشاہوں اور حاکموں کی طرف رغبت رکھتا اُسکو اپنے حلقہ میں آنیسے روک دیتے تھے کیونکہ بادشاہوں اور حاکموں کے پاس سوائے دنیا کے کیا ہے پس جو حاکموں سے میل جول رکھتا ہوگا معلوم ہوتا ہے کہ اس کا مقصود دنیا ہے چنانچہ بادشاہوں اور امیروں کے دربار میں

امیروں کے یہاں جاکر حق بات کہنا بڑی ہمت کا کام ہے

جو مولوی ہوتے ہیں وہ انکی ہاں میں ہاں ملایا کرتے ہیں خواہ حق ہو یا ناحق ہو۔ ہاں جو
مولوی حق بات کہتا ہو اور کسی سے دبتا نہو وہ اگر بادشاہوں اور امیروں کے یہاں جاوے
اور حق بات کہے تو یہ بڑی ہمت کا کام ہے۔

ایک بزرگ کی حکایت

ایک شخص ایک بزرگ کی ملاقات کے لیے سفر کر کے گئے وہاں جاکر معلوم ہوا کہ وہ بزرگ
بادشاہ کی ملاقات کے واسطے گئے ہیں شخص بہت شرمندہ ہوا اور پچھتایا کہ ہم تو بزرگ سنکر
آئے تھے یہ تو دنیا دار نکلے غرض یہ وہاں سے واپس ہو کر جارہا تھا کہ اس بادشاہ کے
لوگوں نے انکو جاسوس سمجھکر پکڑ لیا اور بادشاہ کے دربار میں حاضر کر دیا وہ بزرگ اس وقت
وہاں تشریف رکھتے تھے انہوں نے بادشاہ سے فرمایا کہ یہ جاسوس نہیں ہے ہمارا مہمان ہے
اسپر یہ چھوڑ دیے گئے اس کے بعد وہ بزرگ بھی وہاں سے چلے اور راستہ میں اس شخص
سے کہا کہ میں اس لیے بادشاہ کے یہاں آیا ہوں کہ جو لوگ بے خطا پھنس جاویں انہیں
چھڑا دوں اور حق بات سنا دیا کروں مگر ایسے سو میں ایک بھی نہیں ہماری اور امیروں کی
مثال تو چھری اور خربوزہ کی سی ہے خربوزہ کی سلامتی چھری سے الگ ہی رہنے ۱۲
میں ہے خواہ خود ان کے پاس جاؤ یا وہ تمہارے پاس آویں اور ان کے آنے سے
تم پر اثر پڑے دونوں صورتیں برابر ہیں امیروں سے ملنا اور حق پر جما رہنا بڑے

حضرت ابوالحسن نوری رحمۃ اللہ علیہ کی حکایت

پکے آدمی کا کام ہے جس کی شان حضرت ابوالحسن نوری رحمۃ اللہ کی سی ہو ان کی
حکایت ہے کہ ایک بار ایک موقع پر چلے جارہے تھے چلتے چلتے دجلہ کے کنارے پر
پہونچے دیکھا کہ شراب کے مٹکے کشتیوں سے اتر رہے ہیں پوچھا کہ انمیں کیا ہے کشتی
والے نے کہا شراب ہے بادشاہ کے لیے آئی ہے اور وہ دس مٹکے تھے شیخ کو غصہ
آیا اور کشتی والے کی لکڑی مانگ کر انہوں نے لگاتار نو مٹکے توڑ ڈالے اور ایک
مٹکا چھوڑ دیا چونکہ یہ شراب بادشاہ کے لیے لائی گئی تھی اس لیے سیدھا بادشاہ
کے یہاں ان کا چالان کر دیا گیا وہ بادشاہ نہایت ڈراؤنی صورت میں بیٹھکر دربار
کیا کرتا تھا لوہے کی ٹوپی اوڑھتا تھا اور لوہے کی زرہ لوہے کا گرز ہاتھ میں ہوتا تھا۔
اور لوہے کی کرسی پر بیٹھتا تھا جب انکو دربار میں لایا گیا تو بادشاہ نے نہایت کڑک کر

(باقی آئندہ)

روح بست و سوم صبر کرنا اور شکر کرنا۔ انسان کو جو حالتیں پیش آتی ہیں خواہ اختیاری ہیں خواہ غیر اختیاری وہ دو طرح کی ہوتی ہیں یا تو طبیعت کے موافق ہوتی ہیں ایسی حالت کو دل سے خدا تعالیٰ کی نعمت سمجھنا اور اُس پر خوش ہونا اور اپنی حیثیت سے اسکو زیادہ سمجھنا اور زبان سے خدا تعالیٰ کی تعریف کرنا اور اُس نعمت کا گناہوں میں استعمال نکرنا یہ شکر ہے اور یا وہ حالتیں طبیعت کی موافق نہیں ہوتیں بلکہ نفس کو اُن سے گرانی اور ناگواری ہوتی ہے ایسی حالت کو یہ سمجھنا کہ اللہ تعالیٰ نے اسمیں میری کوئی مصلحت رکھی ہے اور شکایت نکرنا اور اگر وہ کوئی حکم ہو تو اسپر مضبوطی سے قایم رہنا اور اگر وہ کوئی مصیبت ہے تو مضبوطی سے اسکی سہار کرنا اور پریشان نہونا یہ صبر ہے اور چونکہ صبر زیادہ مشکل ہے اسلئے اسکا بیان شکر سے پہلے بھی کرتا ہوں اور زیادہ بھی کرتا ہوں اول اسکے کثرت سے پیش آنے والے موقعے بطور مثال کے بتلاتا ہوں پھر اسکے متعلق آیتیں اور حدیثیں لکھتا ہوں وہ مثالیں یہ ہیں مثلاً نفس دین کے کاموں سے گھبراتا ہے اور بھاگتا ہے یا گناہ کے کاموں کا تقاضا کرتا ہے خواہ نماز روزہ سے جی چراتا ہے یا حرام آمدنی کو چھوڑنے سے یا کسی کا حق دینے سے ہچکچاتا ہے ایسے وقت ہمت کرکے دین کے کام کو بجا لاوے اور گناہ سے رکے اگرچہ دونوں جگہ کسیقدر تکلیف ہی ہو۔ کیونکہ بہت جلدی اس تکلیف سے زیادہ آرام اور مزہ دیکھیگا اور مثلاً اسپر کوئی مصیبت پڑ گئی خواہ فقر فاقہ کی خواہ بیماری کی خواہ کسی کے مرنیکی خواہ کسی دشمن کے ستانے کی خواہ مال کے نقصان ہو جانیکی ایسے وقت میں مصیبت کی مصلحتوں کو یاد کرے اور سب سے بڑی مصلحت ثواب ہے جسکا مصیبت پر وعدہ کیا گیا ہے اور اس مصیبت کا بلا ضرورت اظہار نکرے اور دل میں بہت اسکی سوچ بچار نکرے اس سے ایک خاص سکون پیدا ہو جاتا ہے البتہ اگر اُس مصیبت کی کوئی تدبیر ہو جیسے حلال مال کا حاصل کرنا یا بیماری کا علاج کرنا یا کسی صاحب قدرت سے مدد لینا یا شریعت سے تحقیق کرکے بدلا لے لینا یا دعا کرنا اسکا کچھ مضائقہ نہیں اور مثلاً دین کے کام میں کوئی ظالم روک ٹوک کرے یا دین کو ذلیل کرے وہاں جان کو جان نہ سمجھے مگر قانون عقلی اور قانون شرعی کے خلاف نکرے یہ صبر کی ضروری مثالیں ہیں آگے آیتیں اور حدیثیں ہیں (ع۱) فرمایا اللہ تعالیٰ نے اور (اگر تمکو حب مال و جاہ کے غلبہ سے ایمان لانا دشوار ہو تو) تم مدد لو صبر اور نماز سے (بقرہ) ف یہاں صبر کی صورت شہوات خلاف شرع کا ترک کرنا ہے (ع۲) فرمایا اللہ تعالیٰ نے اور ہم تمہارا امتحان کرینگے کسیقدر خوف سے (جو دشمنوں کے ہجوم یا حوادث کے نزول سے پیش آوے) اور کسیقدر فقر و فاقہ سے اور کسیقدر مال اور جان اور پھلوں کی کمی سے (مثلاً مواشی مر گئے یا کوئی آدمی مر گیا یا بیمار ہو گیا یا پھل اور کھیتی کی پیداوار تلف ہو گئی) اور آپ ۹۳

(ان موقعوں میں) صبر کرنیوالوں کو بشارت سنا دیجئے الخ (بقرہ) (ع۳) (یعنی نبیوں کے مخلصین کے باب میں)
اللہ تعالیٰ نے فرمایا سو نہ ہمت ہاری انہوں نے ان مصائب کی وجہ سے جو ان پر اللہ کی راہ میں واقع ہوئیں
اور نہ ان کے قلب یا بدن کا زور گھٹا اور نہ وہ (دشمن کے سامنے) دبے (کہ ان سے عاجزی یعنی خوشامد کی باتیں
کرنے لگے ہوں) اور اللہ تعالیٰ کو ایسے صابرین (یعنی مستقل مزاجوں) سے محبت ہے (جو دین کے کام میں ایسے ثابت
رہیں (آل عمران) (ع۴) فرمایا اللہ تعالیٰ نے اور جو لوگ (احکام دین پر) صابر (ثابت قدم) رہیں ہم انکے
اچھے کاموں کے عوض میں انکا اجر انکو ضرور دینگے (نحل) (ع۵) اللہ تعالیٰ نے (ایک طویل آیت میں دوسرے
اعمال کے ساتھ یہ بھی) فرمایا اور صبر کرنیوالے مرد اور صبر کرنیوالی عورتیں (پھر اخیر میں فرمایا) ان سب کے لئے
اللہ تعالیٰ نے مغفرت اور اجر عظیم تیار کر رکھا ہے (احزاب) ف آیتوں میں سب قسمیں صبر کی آگئیں صبر طاعات
پر اور صبر معاصی سے اور صبر مصائب پر (ع۶) ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
کیا میں تمکو ایسی چیزیں نہ بتلاؤں جن سے اللہ تعالیٰ گناہوں کو مٹاتا ہے اور درجوں کو بڑھاتا ہے لوگوں نے عرض کیا
ضرور بتلائیے یا رسول اللہ آپ نے فرمایا وضو کا کامل کرنا ناگواری کی حالت میں (کہ کسی وجہ سے وضو کرنا مشکل
معلوم ہوتا ہے مگر پھر ہمت کرتا ہے) اور بہت سے قدم ڈالنا مسجدوں کی طرف (یعنی دور سے آنا یا بار بار آنا)
۹۴ اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا الخ (مسلم و ترمذی) ف ایسے وقت وضو کرنا صبر کی ایک مثال
ہے (ع۷) ابوالدرداءؓ سے روایت ہے کہ مجھکو میرے ولی محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت فرمائی کہ اللہ تعالیٰ
کے ساتھ کسی چیز کو شریک مت کرنا اگرچہ تیری بوٹیاں کاٹ دیجاویں اور تجھکو (آگ میں) جلا دیا جاوے الخ
(ابن ماجہ) ف ایسے وقت ایمان پر قایم رہنا صبر کی ایک مثال ہے اور کسی ظالم کی زبردستی کے وقت جو ایسی
بات یا ایسا کام شرع سے معاف ہے وہ شرک کفر میں داخل نہیں کیونکہ دل تو ایمان سے بھرا ہے (ع۸) ابن
عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوموسیٰ کو ایک لشکر پر سردار بنا کر دریا کے سفر
میں بھیجا ان لوگوں نے اسی حالت میں اندھیری رات میں کشتی کا بادبان کھول رکھا تھا (اور کشتی چل رہی
تھی) اچانک ان کے اوپر سے کسی پکارنیوالے نے پکارا اے کشتی والو ٹھہرو میں تمکو خدا تعالیٰ کے ایک حکم کی خبر
دیتا ہوں جو اس نے اپنی ذات پر مقرر کر رکھا ہے ابوموسیٰ نے کہا اگر تمکو خبر دینا ہے تو ہمکو خبر دو اس
پکارنیوالے نے کہا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنی ذات پر یہ بات مقرر کرلی ہے کہ جو شخص گرمی کے دن
میں (روزہ رکھکر) اپنے کو پیاسا رکھیگا اللہ تعالیٰ اسکو پیاس کے دن (یعنی قیامت میں جب پیاس
کی شدت ہوگی) سیراب فرماویگا (عین ترغیب از بزار) ف یہ بھی صبر کی ایک مثال ہے (ع۹) حضرت
عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص قرآن پڑھتا ہو اور اسمیں اٹکتا ہو

اور وہ اسکو مشکل لگتا ہو اسکو دو ثواب ملیں گے (بخاری ومسلم) **ف** یہ بھی صبر کی ایک مثال ہے اور یہ پوری
حدیث روح سوم ۳۴ میں گذر چکی ہے (۱۰) حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا سب میں زیادہ پیارا عمل وہ ہے جو ہمیشہ ہو اگرچہ تھوڑا ہی ہو (بخاری ومسلم) **ف** ظاہر ہے کہ اسطرح ہمیشہ
نباہنے میں ضرور کسی نہ کسی وقت نفس کو دشواری ہوتی ہے اسلئے یہ بھی صبر کی ایک مثال ہے (۱۱) ابوہریرہؓ سے
روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دوزخ گھیری ہوئی ہے (حرام) خواہشوں کیساتھ اور جنت گھیری
ہوئی ہے ناگوار چیزوں کیساتھ (مسلم) **ف** جو عبادتیں نفس پر دشوار ہیں اور جن گناہوں سے بچنا دشوار ہے
اسمیں سب آگئے (۱۲) ابوہریرہ وابوسعیدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی مسلمان کو
کوئی مصیبت یا کوئی مرض یا کوئی فکر یا کوئی رنج یا کوئی تکلیف یا کوئی غم نہیں پہونچتا یہانتک کہ
کانٹا جو چبھ جاوے مگر اللہ تعالیٰ ان چیزوں سے اسکے گناہ معاف فرماتا ہے (بخاری ومسلم) (۱۳) حضرت عائشہؓ
سے (ایک لانبی حدیث میں) روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی ایسا شخص نہیں جو طاعون
واقع ہونیکے وقت اپنی بستی میں صبر کیے ہوئے ثواب کی نیت کیے ہوئے ٹھہرا رہے اور یہ اعتقاد رکھے کہ وہی ہوگا
جو اللہ تعالیٰ نے (تقدیر میں) لکھدیا ہے مگر ایسے شخص کو شہید کی برابر ثواب ملیگا (بخاری) (اگرچہ مرے نہیں
اور مرنے میں اور بڑے درجہ کی شہادت ہے مسلم وغیرہ) **ف** لیکن گھر بدلنا یا محلہ بدلنا یا اسی بستی کے ۹۵
جنگل میں چلا جانا اکثر علماء کے نزدیک جائز ہے بشرطیکہ بیماروں اور مردوں کے حقوق ادا کرتا رہے (۱۴)
حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جب میں اپنے بندہ کو
اسکی دو پیاری چیزوں (کی مصیبت) میں مبتلا کردوں (اس سے مراد دو آنکھیں ہیں جیسا راوی نے یہی تفسیر اسی
حدیث میں کی ہے یعنی اسکی آنکھیں جاتی رہیں) پھر وہ صبر کرے ان دونوں کے عوض میں اسکو جنت
دونگا (بخاری) (۱۵) ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا
ہے میرے مومن بندہ کیلئے جبکہ میں دنیا میں رہنے والوں میں سے اسکے کسی پیارے کی جان لیلوں پھر وہ اسکو
ثواب سمجھے (اور صبر کرے تو ایسے شخص کیلئے) میرے پاس جنت کے سوا کوئی بدلا نہیں (بخاری) **ف** وہ پیارا
خواہ اولاد ہو یا بی بی ہو یا شوہر ہو یا اور کوئی رشتہ دار ہو یا دوست ہو (۱۶) ابوموسیٰ اشعری سے روایت ہے
کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کسی بندہ کا بچہ مر جاتا ہے اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرماتا ہے تم نے میرے
بندہ کے بچہ کی جان لیلی وہ کہتے ہیں ہاں پھر فرماتا ہے تم نے اسکے دل کا پھل لیلیا وہ کہتے ہیں ہاں پھر فرماتا ہے
میرے بندہ نے کیا کہا وہ کہتے ہیں آپکی حمد (وثنا) کی اور انا للہ وانا الیہ راجعون کہا پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے
میرے بندہ کیلئے جنت میں ایک گھر بناؤ اور اسکا نام بیت الحمد رکھو (احمد وترمذی) (۱۷) ابوالدرداءؓ سے

(ایک لانبی حدیث میں) روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین شخص ہیں جن سے اللہ تعالیٰ
محبت کرتا ہے اور انکی طرف متوجہ ہوکر ہنستا ہے (جیسا اسکی شان کے لائق ہے) اور انکی حالت پر خوش ہوتا ہے
(ان تین میں) ایک وہ (بھی) ہے جو اللہ تعالیٰ کیلئے جان دینے کو تیار ہوگیا (جہاں اسکی شرطیں پائی جاویں)
پھر خواہ جان جاتی رہی اور خواہ اللہ تعالیٰ نے اسکو غالب کردیا اور اسکی طرف سے کافی ہوگیا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے
میرے اس بندہ کو دیکھو میرے لئے کس طرح اپنی جان کو صابر بنا دیا (اھ مختصراً عن ترغیب الطبرانی) یہ صبر کا
بیان ہوچکا۔ اب کچھ شکر کا بیان کرتا ہوں اور یہ شکر جس طرح خود اپنی ذات میں بھی ایک عبادت ہے
اسی طرح اس میں ایک یہ بھی خاصیت ہے کہ اس سے ایک دوسری عبادت یعنی صبر آسان ہوجاتا ہے عقلی
طور سے بھی اور طبعی طور سے بھی عقلی طور سے تو اس طرح کہ جب اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے سوچنے کی اور انپر
خوش ہونیکی (جو کہ شکر میں لازم ہے) عادت پختہ ہوجائیگی تو مصیبت وغیرہ کے وقت یہ بھی سوچیگا کہ جس ذات
پاک کے اتنے احسانات ہوتے رہتے ہیں اگر اسکی طرف سے کوئی تکلیف بھی پیش آگئی اور وہ بھی ہماری ہی مصلحت
اور ثواب کے لئے (جیسا اوپر حدیثوں سے معلوم ہوا) تو اسکو خوشی سے برداشت کرنا چاہئے جیسے دنیا میں اچھے
محسنوں کی سختیاں خوشی سے گوارا کرلی جاتی ہیں خاص کر جب بعد میں انعام بھی ملتا ہو اور طبعی طور پر اس طرح
کہ نعمتوں کے سوچنے سے اللہ تعالیٰ کی محبت ہو جائیگی اور جس سے محبت ہوتی ہے اسکی سختی ناگوار نہیں ۹۶
ہوتی جیسا دنیا میں عاشق کو اپنے معشوق کی سختیوں میں خاص لطف آتا ہے آگے اس شکر کے متعلق آیتیں
اور حدیثیں آتی ہیں (۱۸) فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھکو یاد کرو میں تمکو (رحمت سے) یاد کرونگا اور میرا شکر کرو
اور میری ناشکری نہ کرو (بقرہ) (۱۹) فرمایا اللہ تعالیٰ نے اور ہم بہت جلد جزا دینگے شکر کرنیوالوں
کو (آل عمران) (۲۰) فرمایا اللہ تعالیٰ نے اگر تم (میری نعمتوں کا) شکر کروگے میں تمکو زیادہ نعمت دونگا
(خواہ دنیا میں بھی یا آخرت میں تو ضرور) اور اگر تم ناشکری کروگے تو (یہ سمجھ رکھو کہ) میرا عذاب بڑا سخت ہے
(ناشکری میں اسکا احتمال ہے) (ابراہیم) (۲۱) ابن عباس سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
چار چیزیں ایسی ہیں کہ وہ جس شخص کو مل گئیں اسکو دنیا و آخرت کی بھلائیاں مل گئیں دل شکر کرنیوالا اور زبان ذکر
کرنیوالی اور بدن جو بلا پر صابر ہو اور بی بی جو اپنی جان اور شوہر کے مال میں اسکے خیانت نہیں کرنا چاہتی
(بیہقی) خلاصہ کوئی وقت خالی نہیں کہ انسان پر کوئی نہ کوئی حالت نہ ہوتی ہو خواہ طبیعت کے موافق
خواہ طبیعت کے مخالف اول حالت پر شکر کا حکم ہے دوسری حالت پر صبر کا حکم ہے تو صبر و شکر ہر وقت کے کرنیکے
کام ہوئے مسلمانو اسکو نہ بھولنا پھر دیکھنا ہر وقت کیسی لذت و راحت میں رہوگے یہ سب حدیثیں مشکوٰۃ
سے لی ہیں اور جو دوسری کتاب سے لی ہے اسپر لفظ عن لکھدیا ہے + اشرف علی۔

ف [illegible] ۱۲

روح بست و چہارم

مشورہ کی قابل کاموں میں دیانت اور خیرخواہی سے مشورہ لینا اور آپس میں محبت اور ہمدردی اور اتفاق رکھنا اور معاملات یعنی لین دین وغیرہ میں اور معاشرت یعنی میل جول میں اسکا خیال رکھنا کہ میرے ہاتھ سے کسی کو نقصان یا میری بات سے کسی کو دھوکہ نہ ہو اور اسکا نام صفائی معاملہ ہے اور اسکا خیال رکھنا کہ میرے برتاؤ سے کسی کو ظاہری تکلیف یا باطنی تنگی یا پریشانی یا گرانی نہ ہو اور اسکا نام حسن معاشرت ہے یہ تین چیزیں ہوئیں **مشورہ، اتفاق، صفائی معاملہ، حسن معاشرت** اور یہ تینوں چیزیں مستقل طور پر بھی مقصود ہیں (یعنی ان کا الگ الگ بھی حکم ہے) جیسا آگے آنیوالی آیتوں اور حدیثوں سے معلوم ہوگا اور ایک کا دوسرے سے خاص تعلق بھی ہے مثلاً مشورہ پر اسیوقت بھروسہ ہو سکتا ہے جب مشورہ والوں میں باہم محبت و اتفاق ہو اور محبت و اتفاق اسیوقت قائم رہ سکتا ہے جب ایک کو دوسرے سے کوئی نقصان یا تکلیف ظاہری یا باطنی نہ پہونچے اسیطرح دوسری طرف سے تو کسی کو تکلیف یا نقصان سے بچانیکا خیال پوری طور سے تب ہی ہو سکتا ہے جب آپس میں محبت و ہمدردی ہو اور اتفاق و محبت کو پوری ترقی اس سے ہوتی ہے کہ ایک دوسرے کو اپنے مشورہ میں شریک رکھے اس خاص تعلق کی وجہ سے ان تینوں کو مثل ایک ہی چیز کے قرار دیکر سب کا ساتھ ہی ذکر کیا جاتا ہے اب ترتیب سے ایک ایک کا بیان کرتا ہوں مشورہ لینا دینا کا بھی فائدہ ہے کہ اس سے کاموں میں غلطی کم ہوتی ہے چنانچہ (ع۱) سہل بن سعد سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اطمینان کیساتھ کام کرنا اللہ کی طرف سے ہے اور جلدی کرنا شیطان کی طرف سے ہے (ترمذی)

ف اور ظاہر ہے کہ مشورہ میں جلدبازی کا انسداد ہے اور یہ دنیا ہی کی امور میں ہے جسمیں برکی گنجایش ہے اور دین کا بھی فائدہ ہے کہ شریعت میں اسکی فضیلت آئی ہے چنانچہ (ع۲) فرمایا اللہ تعالی نے (اے پیغمبر) ان (صحابہ) سے خاص خاص باتوں میں مشورہ لیتے رہا کیجئے پھر (مشورہ لینے کے بعد) جب آپ (ایک جانب) رائے پختہ کرلیں (خواہ وہ ان کے مشورہ کیموافق ہو یا مخالف ہو) سو خدا تعالی پر اعتماد (کرکے اسی کام کو کر ڈالا) کیجئے بیشک اللہ تعالی ایسے اعتماد کرنیوالوں سے محبت فرماتا ہے (آل عمران) **ف** خاص خاص باتوں سے مراد وہ امور ہیں جنمیں وحی نازل نہ ہوئی ہو اور مہتم بالشان بھی ہوں یعنی معمولی نہ ہوں کیونکہ وحی کے بعد اسکی گنجایش نہیں اور معمولی کاموں میں مشورہ منقول نہیں جیسے دو وقت کا کھانا وغیرہ (ع۳) فرمایا اللہ تعالی نے عام لوگوں کی سرگوشیوں میں خیر (یعنی ثواب و برکت) نہیں ہوتی ہاں مگر جو لوگ ایسے ہیں کہ (خیر) خیرات کی یا اور کسی نیک کام کی یا لوگوں میں باہم اصلاح کردینے کی ترغیب دیتے ہیں (اور اس تعلیم و ترغیب کی تکمیل و انتظام کیلئے تدبیریں اور مشورہ کرتے ہیں ان کے سرگوشی میں البتہ خیر یعنی ثواب و برکت ہے (نساء) **ف** اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بعض اوقات مشورہ خفیہ ہی مصلحت ہے (ع۴) فرمایا اللہ تعالی نے اور ان (مومنین) کا ہر کام (جو قابل مشورہ ہو جسکا بیان اوپر آچکا ہے) آپس کے

مشورہ سے ہوتا ہے (شوریٰ) ف مشورہ پر مومنین کی مدح فرمانا مشورہ کی مدح کی صاف دلیل ہے (عـ۵) انسؓ
سے (ایک لانبی حدیث میں) روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے (واقعہ بدر میں جانے کے متعلق صحابہ) سے مشورہ
فرمایا الخ (عینی مسلم) (عـ۶) میمون بن مہران سے روایت ہے کہ کسی مقدمہ میں جب حضرت ابوبکرؓ کو قرآن و حدیث
میں حکم نہ ملتا تو بڑے لوگوں کو اور نیک لوگوں کو جمع کرکے ان سے مشورہ لیتے جب انکی رائے متفق ہو جاتی
تو اسکے موافق فیصلہ فرماتے (عینی حکمت بالغہ عن ازالۃ الخفاء عن الدارمی) ف رای کا متفق ہونا عمل کی
شرط نہیں (العزم علی قتال مانعی الزکوٰۃ مع اختلاف الجماعۃ) (عـ۷) ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ کے
اہل مشورہ علماء ہوتے تھے خواہ بڑی عمر کے ہوں یا جوان ہوں (عینی بخاری) ف اخیر کی تین حدیثوں سے
معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کا معمول تھا مشورہ لینے کا۔
(عـ۸) جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص اپنے (مسلمان)
بھائی سے مشورہ لینا چاہے تو اسکو مشورہ دینا چاہیے (عینی ابن ماجہ) اب مشورہ کے کچھ آداب ذکر کئے جاتے ہیں
(عـ۹) کعب بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کسی معرکہ کا ارادہ فرماتے تو اکثر کسی دوسرے
واقعہ کا پردہ فرماتے الخ (بخاری) ف اس سے معلوم ہوا کہ جس مشورہ کا ظاہر کرنا مضر ہو اسکو ظاہر نہ کرنا چاہیے
(عـ۱۰) جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجلسیں امانت کیساتھ ہیں (یعنی کسی ۹۸
مجلس میں کسی معاملہ کے متعلق کچھ باتیں ہوں انکو باہر ذکر کرنا نہ چاہیے (اسمیں مشورہ کی مجلس بھی آگئی) مگر
تین مجلسیں الخ (ابوداؤد) ف ان تین مجلسوں کا حاصل یہ ہے کہ کسی کی جان یا مال یا آبرو لینے کا مشورہ
یا تذکرہ ہو اسکو چھپانا جائز نہیں اور جب خاص آدمی کے ضرر کے شبہ میں ظاہر کرنا گناہ ہو تو جسکے ظاہر کرنے
میں عام مسلمانوں کا ضرر ہو اسکا ظاہر کرنا تو اور زیادہ گناہ ہوگا چنانچہ (عـ۱۱) حاطب بن ابی بلتعہؓ نے بد نیتی
سے نہیں بلکہ غلط فہمی سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ایک ایسا ہی راز کفار مکہ کو پہونچا دیا تھا اسی پر سورہ
ممتحنہ کی شروع کی آیتوں میں تنبیہ کیگئی (عینی درمنثور از کتب حدیث) بلکہ جس معاملہ کا بھی تعلق عام مسلمانوں
سے ہو اگرچہ اسکے ظاہر کرنے میں کوئی نقصان بھی معلوم نہ ہوتا ہو تب بھی بجز ان لوگوں کے جو عقل اور
شرع کے موافق اس معاملہ کو ہاتھ میں لئے ہوئے ہیں عام لوگوں کو اسکا ظاہر کرنا نہ چاہیے کیونکہ ممکن ہے کہ اس کے
نقصان کی طرف اس شخص کی نگاہ نہ پہونچی ہو چنانچہ (عـ۱۲) فرمایا اللہ تعالیٰ نے اور جب ان لوگوں کو
کسی امر (جدید) کی خبر پہونچتی ہے خواہ (وہ امر موجب) امن ہو یا (موجب) خوف تو اس (خبر) کو (فوراً) مشہور
کردیتے ہیں (اسمیں ایسے اخبار اور ایسے جلسے بھی آگئے حالانکہ کبھی وہ غلط ہوتی ہے کبھی اسکا مشہور کرنا خلاف
مصلحت ہوتا ہے) اور اگر (بجائے خود مشہور کرنے کے) یہ لوگ اس (خبر) کو رسول (صلے اللہ علیہ وسلم) کی رائے (اور

اور جو اُن میں ایسے امور کو سمجھتے ہیں (یعنی اکابر صحابہ اُن کی رائے) کے اوپر حوالہ رکھتے (اور خود کچھ دخل نہ دیتے)
تو اسکو وہ حضرات پہچان لیتے جو اُن میں تحقیق کر لیا کرتے ہیں (پھر جیسا یہ حضرات عملدرامد کرتے
ویسا ہی ان خبر لانے والوں کو کرنا چاہیے تھا) (نساء) ف اور اس آیت سے اکثر اخباروں کا خلاف حدود
ہونا معلوم ہو گیا البتہ جو اخبار حدود کے اندر ہو اُسکا مفید ہونا اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے یعنی
(ع۱۲) ابن ابی ہالہ سے (ایک لانبی حدیث میں) روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب
کے حالات کی تلاش رکھتے تھے اور (خاص) لوگوں سے پوچھتے رہتے کہ (عام) لوگوں میں کیا واقعات ہو رہے
ہیں (یعنی شمائل ترمذی) **اتفاق** (ع۱۳) فرمایا اللہ تعالیٰ نے اور مضبوط پکڑے رہو اللہ تعالیٰ کے سلسلہ کو
(یعنی اللہ تعالیٰ کے دین کو) اس طور پر کہ باہم سب متفق بھی رہو اور باہم نا اتفاقی مت کرو (آل عمران) (ع۱۵)
فرمایا اللہ تعالیٰ نے اور اُن (مسلمانوں) کے دلوں میں اتفاق پیدا کر دیا (انفال) ف احسان کے موقع پر
ذکر کرنے سے معلوم ہوا کہ اتفاق بڑی نعمت ہے (ع۱۶) فرمایا اللہ تعالیٰ نے اور (تمام امور میں) اللہ اور اس کے
رسول کی اطاعت (کا لحاظ) کیا کرو (کہ کوئی کام خلاف شرع نہ ہو) اور آپس میں نزاع مت کرو ورنہ (باہمی
نا اتفاقی سے) کم ہمت ہو جاؤ گے (کیونکہ قوتیں منتشر ہو جائیں گی ایک کو دوسرے پر وثوق نہ ہو گا اور اکیلا
آدمی کیا کر سکتا ہے) اور تمہاری ہوا اُکھڑ جائیگی (مراد اس سے بدرعبی ہے کیونکہ دوسروں کو اس نا اتفاقی
کی اطلاع ہونے سے یہ امر لازمی ہے) (انفال) ف اسمیں نا اتفاقی کی برائی اور اصل چیز اللہ و رسول کی اطاعت
یعنی دین کا ہونا مذکور ہے (ع۱۷) ابو الدرداء سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا
میں تمکو ایسی چیز کی خبر دوں جو اپنے بعض آثار کے اعتبار سے روزہ اور صدقہ (زکوٰۃ) اور نماز کے درجے سے بھی افضل
ہے لوگوں نے عرض کیا ضرور خبر دیجئے آپ نے فرمایا وہ آپس کے تعلقات کو درست رکھنا ہے اور آپس کا بگاڑ (دین کو)
مونڈ دینے والی چیز ہے (ابو داؤد و ترمذی) اور جن باتوں سے اتفاق پیدا ہوتا ہے یا اتفاق قائم رہتا ہے یعنی
آپس کے حقوق کا خیال رکھنا اور جن سے نا اتفاقی ہوتی ہے یعنی آپس کے حقوق میں کوتاہی کرنا ان کا بیان
روح نہم میں ہو چکا ہے **صفائی معاملہ و حسن معاشرت** جن لوگوں کو دین کا تھوڑا سا بھی خیال ہے وہ پہلی بات کا
یعنی صفائی معاملہ کا تو کچھ خیال کرتے بھی ہیں اور اسکو دین کی بات سمجھتے ہیں اور مسائل نہ جاننے سے کچھ کوتاہی ہو جاوے
تو اور بات ہے اسکا آسان علاج یہ ہے کہ میرا رسالہ صفائی معاملات اور پانچواں حصہ بہشتی زیور کا دیکھ لیں یا سن لیں یا جو معاملہ
پیش آیا کرے اسکا حکم کسی عالم سے پوچھ لیا کریں اور اگر خود کوئی خیال نہیں کرتا تو دوسرا شخص جس کا حق ہے وہ تقاضا کر کے
اسکے کان کھول دیتا ہے اسلئے اس جگہ اسکے لکھنے کی ضرورت نہیں سمجھی لیکن دوسری چیز یعنی حسن معاشرت کا بہت سے دیندار
لوگ بھی خیال نہیں کرتے بلکہ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ محض دنیا کا ایک انتظام ہے اسکا دین سے کچھ تعلق نہیں اسلئے اسکی کچھ

پروا نہیں کرتے اسکے متعلق کچھ آیتیں اور حدیثیں لکھتا ہوں (۱۸) فرمایا اللہ تعالیٰ نے اے ایمان والو تم اپنے (خاص رہنے کی گھر) کے سوا (جنمیں کسی دوسرے کے ہونیکا احتمال ہی نہیں جیسے اپنا خاص مکان) دوسرے گھروں میں (جنمیں دوسرے لوگ رہتے ہوں خواہ مرد خواہ عورتیں خواہ محرم خواہ غیر محرم) داخل مت ہو جب تک (ان سے) اجازت حاصل نکرلو (آگے فرمایا) اور اگر (اجازت لینے کے وقت) تمسے یہ کہدیا جاوے کہ (اسوقت) لوٹ جاؤ تو تم لوٹ آیا کرو (اور یہی لوٹ آنیکا بخاری ومسلم کی حدیث میں حکم ہے جب تین بار پوچھنے پر اجازت نہ ملے) (سورۂ نور) ف یہ مسئلہ اجازت چاہنے کا زنانہ اور مردانہ سب گھروں کیلئے ہے اور اسمیں تین حکمتیں ہیں ایک یہ کہ گھر والے کسی ناجائز موقع پر نظر نہ پڑجاوے دوسرے یہ کہ کسی ایسی حالت کی خبر نہ ہو جاوے جسکی خبر ہونا اسکو ناگوار ہو تیسرے یہ بعض اوقات دل پر گرانی ہوتی ہے خواہ آرام میں خلل پڑنے سے خواہ کسی کام میں حرج ہونے سے خواہ ملنے کو جی نہیں چاہتا (۱۹) فرمایا اللہ تعالیٰ نے اے ایمان والو جب تمسے کہا جاوے (یعنی صدر مجلس کہدے) کہ مجلس میں جگہ کھولدو جسمیں آنیوالے کو بھی جگہ مل جاوے تو تم جگہ کھولدیا کرو (اور آنیوالے کو جگہ دیدیا کرو) اللہ تعالیٰ تمکو (جنت میں) کھلی جگہ دیگا اور جب کسی ضرورت سے) یہ کہا جاوے کہ (مجلس سے) اٹھ کھڑے ہو تو اٹھ کھڑے ہوا کرو (خواہ خلوت کی ضرورت سے اٹھانے یا دوسری جگہ بیٹھنے کیلئے اٹھادے) (مجادلہ) (۲۰) حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میری باری کی رات میں (اول) بستر پر لیٹ گئے پھر اتنا ہی توقف فرمایا کہ آپنے یہ سمجھا کہ میں سو گئی سو اپنا چادرہ آہستہ سے لیا اور نعل مبارک آہستہ سے پہنے اور دروازہ آہستہ سے کھولا اور باہر تشریف لیگئے پھر دروازہ آہستہ سے بند کردیا (اور بقیع میں تشریف لیگئے) اور (واپسی پر اسکی وجہ میں یہ) فرمایا کہ میں یہ سمجھا کہ تم سو گئیں اور میں نے تمہارا جگانا پسند نہیں کیا اور مجکو اندیشہ ہوا کہ (تم جاگ کر اکیلی) گھبراؤ گی الخ (یعنی مسلم) ف حدیث میں صاف مذکور ہے کہ آپنے سب کام اسلئے آہستہ کئے کہ حضرت عائشہ کو تکلیف نہ ہو خواہ جاگنے کی بھی خواہ صرف گھبرانیکی (۲۱) حضرت مقدادؓ سے ایک لانبی حدیث میں روایت ہے کہ ہم تین آدمی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے مہمان تھے اور آپ ہی کے یہاں مقیم تھے بعد عشا آکر لیٹ رہتے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم دیر میں تشریف لاتے تو چونکہ مہمانوں کے سوجانے جاگنے دونوں کا احتمال ہوتا تھا اسلئے سلام تو فرماتے کہ شاید جاگتے ہوں مگر ایسا آہستہ فرماتے کہ اگر جاگتے ہوں تو سن لیں اور اگر سوتے ہوں تو آنکھ نہ کھلے (یعنی مسلم بمحاصلہ) حسن معاشرت کا مضمون اس جگہ مختصر لکھدیا اسکی تفصیل معلوم کرنیکے لئے رسالہ آداب المعاشرت اور دسواں حصہ بہشتی زیور کا شروع سے ہنر اور پیشوں کے بیان تک ضرور دیکھ لیں یا سن لیں اور یہ سب حدیثیں مشکوٰۃ سے لیگئی ہیں مگر جو دوسری کتابوں سے لی ہیں اُن میں لفظ یعنی لکھدیا ہے ۔ کتبہٗ اشرف علی ۔

روح بست وپنجم

(امتیاز قومی یعنی اپنا لباس اپنی وضع اپنی بول چال اپنا برتاؤ وغیرہ غیر مذہب والوں سے الگ رکھنا) دوسری قوموں کی وضع وعادت بلا ضرورت اختیار کرنیکو شریعت نے منع کیا ہے پھر اُنمیں بعضی چیزیں تو ایسی ہیں کہ اگر دوسری قوموں سے اُنکی خصوصیت نہ بھی رہے تب بھی گناہ رہیں گی جیسے داڑھی منڈانا یا حد سے باہر کترانا یا گھٹنوں سے اونچا پائجامہ یا جانگیہ پہننا کہ ہر حال میں ناجائز ہے اور اگر اسکے ساتھ شرعی وضع کو حقیر سمجھے یا اُسکی برائی کرے تو پھر گناہ سے گذر کر کفر ہو جاویگا اور بعضی چیزیں ایسی ہیں کہ اگر دوسری قوموں سے اُنکی خصوصیت نہ رہے تو گناہ نہ رہیں گی اور خصوصیت نہ رہنے کی پہچان یہ ہے کہ اُن چیزوں کو دیکھنے سے عام لوگوں کے ذہن میں یہ کھٹک نہ ہو کہ یہ وضع تو فلانے لوگوں کی ہے جیسے انگرکھا یا اچکن پہننا مگر جب تک خصوصیت ہے اُس وقت تک منع کیا جاویگا جیسے ہمارے ملک میں کوٹ پتلون پہننا یا گرگابی پہننا یا دھوتی باندھنا یا عورتوں کو لہنگا پہننا پھر ایسی چیزوں میں جو چیزیں دوسری قوموں کی محض قومی وضع ہیں جیسے کوٹ پتلون وغیرہ یا قومی وضع کی طرح اُن کی عام عادت ہے جیسے میز کرسی پر یا چھری کانٹے سے کھانا اُسکے اختیار کرنیسے تو صرف گناہ ہی ہوگا کہیں کم کہیں زیادہ اور جو چیزیں دوسری قوموں کی مذہبی وضع ہیں اُن کا اختیار کرنا کفر ہوگا جیسے صلیب لٹکا لینا یا سر پر چوٹی رکھ لینا یا جنیؤ باندھ لینا یا ماتھے پر قشقہ لگانا یا جے پکارنا وغیرہ اور جو چیزیں دوسری قوموں کی نہ قومی وضع ہیں نہ مذہبی وضع ہیں گو وہ اُنکی ایجاد ہوں اور عام ضرورت کی چیزیں ہیں جیسے دیا سلائی یا گھڑی یا کوئی 101

حلال دوا یا مختلف سواریاں یا ضرورت کے بعضے نئے آلات جیسے تار برقی گراف یا ٹیلیفون یا نئے ہتھیار یا نئی درزشیں جنکا بدل ہماری قوم میں نہ ہو اُن کا برتنا جائز ہے نہ کہ گانے بجانے کی چیزیں جیسے گراموفون یا ہارمونیم وغیرہ مگر ان جائز چیزوں کی تفصیل اپنی عقل سے نہ کریں بلکہ علما سے پوچھ لیں اور مسلمانوں میں جو فاسق یا بدعتی ہیں خواہ وہ بدعتی دین کے رنگ میں ہوں خواہ دنیا کے رنگ میں تو اُن کی وضع اختیار کرنا بھی گناہ ہے گو کافروں کی وضع سے کم ہی بلکہ مرد کو عورت کی وضع اور عورت کو مرد کی وضع بنانا گناہ ہے پھر ان سب ناجائز وضعوں میں اگر پوری وضع بنائی زیادہ گناہ ہوگا اگر ادھوری بنائی اس سے کم ہوگا اور اس سے یہ بھی سمجھ میں آگیا ہوگا کہ یہ مسئلہ جس طرح شرعی ہے اسی طرح عقلی بھی ہے کیونکہ مرد کیلئے زنانہ وضع بنانیکو ہر شخص عقل سے بھی برا سمجھتا ہے حالانکہ دونوں مسلمان اور صالح ہیں تو جہاں مسلمان اور کافر کا فرق ہو یا صالح وفاسق کا فرق ہو وہاں کافر یا فاسق کی وضع بنانیکو کسکی عقل اجازت دے سکتی ہے اب کچھ آیتیں اور حدیثیں لکھتا ہوں (۱) فرمایا اللہ تعالیٰ نے اور شیطان نے یوں کہا کہ میں اُن کو (اور بھی) تعلیم دونگا جس سے وہ اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی صورت کو بگاڑا کریں گے (جیسے داڑھی منڈانا بدن گودنا وغیرہ) (نسائی) ف بعضی تبدیلی تو صورت بگاڑنا ہے اور حرام ہے جیسی اوپر مثالیں لکھی گئیں اور بعضی تبدیلی صورت کا سنوارنا ہے اور واجب ہے جیسے لبیں ترشوانا ناخن ترشوانا بغل اور زیر

ناف کے بال لینا اور بعضی تبدیلی جائز ہے جیسے مرد کو سر کے بال منڈا دینا یا کٹا دینا یا مٹھی سے زیادہ داڑھی کٹا
دینا اور اس کا فیصلہ شریعت سے ہوتا ہے نہ کہ رواج سے کیونکہ اول تو رواج کا درجہ شریعت کے برابر نہیں دوسرے ہر جگہ
کا رواج مختلف پھر وہ ہر زمانہ میں بدلتا بھی رہتا ہے (۱۵۰) فرمایا اللہ تعالیٰ نے ظالموں (یعنی نافرمانوں) کی طرف
(باعتبار دوستی یا شرکت اعمال و احوال کے) مت جھکو کبھی تمکو دوزخ کی آگ لگ جاوے الخ (ہود) ف یقینی
بات ہے کہ اپنی وضع اور طریقہ چھوڑ کر دوسرے کی وضع اور طریقہ خوشی سے تب ہی اختیار کرتا ہے جب اسکی طرف
دل جھکے اور نافرمانوں کی طرف جھکنے پر دوزخ کی وعید فرمائی ہے اس سے صاف ثابت ہوا کہ ایسی وضع اور طریقہ اختیار
کرنا گناہ ہے (۱۵۱) عبداللہ بن عمرو بن العاص سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھپر دو کپڑے
کسم کے رنگے ہوئے دیکھے فرمایا یہ کفار کے کپڑوں میں سے ہیں انکو مت پہنو (مسلم) ف ایسا کپڑا مرد کے لئے خود بھی
حرام ہے مگر آپ نے ایک وجہ یہ بھی فرمائی معلوم ہوا کہ اس وجہ میں بھی اثر ہے سو وجہ جہاں بھی پائی جاویگی یہی حکم
ہوگا (۱۵۲) رکانہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ٹوپیوں کے اوپر عماموں کا ہونا فرق
ہے ہمارا اور مشرکین کے درمیان (ترمذی) ف مرقاۃ میں ہے کہ معنی یہ ہیں کہ ہم عمامہ ٹوپیوں کے اوپر باندھتے ہیں اور
مشرکین صرف عمامہ باندھتے ہیں اھ (۱۵۳) ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص
(وضع وغیرہ میں) کسی قوم کی مشابہت اختیار کرے وہ انہی میں ہے (احمد و ابوداؤد) ف یعنی اگر کفار و فساق کی وضع ۱۰۲
بناوے گا وہ گناہ میں ان کا شریک ہوگا (۱۵۴) ابی ریحانہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے دس چیزوں
سے منع فرمایا (انمیں یہ بھی ہے یعنی) اور اس سے بھی کہ کوئی شخص اپنے کپڑوں کے نیچے حریر لگاوے مثل عجمیوں کے یا اپنے
شانوں پر حریر لگاوے مثل عجمیوں کے الخ (ابوداؤد و نسائی) ف اسمیں بھی وہی تقریر ہے جو ۱۵۳ میں گذری (۱۵۵) ابن
عباس سے روایت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ لعنت کرے ان مردوں پر جو عورتوں کی مشابہت بناتے
ہیں اور ان عورتوں پر جو مردوں کی مشابہت بناتی ہیں (بخاری) (۱۵۶) ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی
علیہ وسلم نے اس مرد پر لعنت فرمائی ہے جو عورت کی وضع کا لباس پہنے اور اس عورت پر بھی جو مرد کی وضع کا لباس پہنے
(ابوداؤد) (۱۵۷) ابن ابی ملیکہ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہؓ سے کہا گیا کہ ایک عورت (مردانہ) جوتہ پہنتی ہے
انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مردانی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے (ابوداؤد) ف آجکل عورتوں
میں اسکا بہت رواج ہوگیا اور بعضی تو انگریزی جوتہ پہنتی ہیں جس سے دو گناہ ہوتے ہیں ایک مردوں کی وضع کا
دوسرا غیر قوم کی وضع کا (۱۵۸) ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لعنت کرے اللہ تعالیٰ
بال میں بال ملانیوالی کو اور ملوانیوالی کو (جس سے غرض ہو کہ دھوکا دینا ہو کہ دیکھنے والوں کو لانبے معلوم ہوں) اور گودنے
والی کو اور گدوانے والی کو (بخاری و مسلم) ف مردوں کا بھی یہی حکم ہے (۱۵۹) حجاج بن حسان سے روایت ہے کہ ہم حضرت انس کی خدمت

[illegible]

میں کہ حجاج اسوقت بچے تھے کہتے ہیں کہ میری بہن مغیرہ نے مجھ سے قصہ بیان کیا کہ تم اسوقت بچے تھے اور تمہارے سر پر
بالوں کی دو چوٹیاں یا گچھے تھے تو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے تمہارے سر پر ہاتھ پھیرا اور برکت کی دعا کی اور فرمایا انکو مونڈ دالو دو یا کاٹ
دو کیونکہ یہ وضع یہود کی ہے (ابوداؤد) (حدیث ١٣) عامر بن سعد اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا صاف رکھو اپنے مکانوں کے سامنے کے میدانوں کو اور یہود کے مشابہت مت ہو (وہ میلے کچیلے ہوتے تھے) (ترمذی)
ف جب گھر سے باہر کے میدان کو میلا رکھنا یہود کی مشابہت کے سبب ناجائز ہے تو خود اپنے بدن کے لباس میں
مشابہت کیسے جائز ہوگی (حدیث ١٤) ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (جاہل) دیہاتی
لوگ مغرب کی نماز کے نام میں تم پر غالب آجاویں اور (یہ) دیہاتی اسکو عشا کہتے تھے (یعنی تم اسکو عشا مت کہو مغرب
کہو) اور یہ بھی فرمایا کہ (جاہل) دیہاتی لوگ عشا کی نماز کے نام میں تم پر غالب آجاویں کیونکہ وہ کتاب اللہ میں عشا ہے
(اور وہ اسکو عتمہ کہتے تھے اسلئے کہ عتمہ یعنی اندھیری میں اونٹوں کا دودھ دوہا جاتا تھا (مسلم) ف اس سے معلوم ہوا کہ بول چال میں بھی
بلا ضرورت ان لوگوں کی مشابہت نہ چاہیے جو دین سے واقف نہیں (حدیث ١٥) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں عربی کمان تھی آپ نے ایک شخص کو دیکھا جسکے ہاتھ میں فارس کی کمان تھی آپ نے فرمایا
اسکو پھینک دو اور (عربی کمان کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ) اسکو لو اور جو اسکے مشابہ ہو الخ (ابن ماجہ) ف
۱۰۳ فارسی کمان کا بدل عربی کمان تھی اسلئے اسکے استعمال سے منع فرمایا معلوم ہوا کہ برتنے کی چیزوں میں بھی غیر قوم
کی مشابہت سے بچنا چاہیے جیسے کانسی پیتل کے برتن بعضی جگہ غیر قوموں سے خصوصیت رکھتے ہیں (حدیث ١٦) حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے
روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قرآن کو عرب کے لہجہ اور آواز میں پڑھو (یعنی صحیح اور بلا تکلف) اور اہل
عشق کے لہجہ سے اور دونوں اہل کتاب (یعنی یہود و نصاریٰ) کے لہجہ سے بچاؤ الخ (بیہقی و رزین) ف معلوم ہوا کہ پڑھنے
میں بھی غیر قوموں اور بے شرع لوگوں کی مشابہت سے بچنا چاہیے (حدیث ١٧) ایک شخص روایت کرتے ہیں کہ عبداللہ بن عمرو
بن العاص نے ام سعید دختر ابی جہل کو دیکھا کہ ایک کمان لٹکائے ہوئے تھی اور مردوں کی چال سے چل رہی تھی عبداللہ نے
کہا کہ یہ کون ہے میں نے کہا ام سعید دختر ابو جہل ہے انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا ہے فرماتے تھے ایسا شخص
ہم سے الگ ہے جو عورت ہو کر مردوں کی مشابہت کرے یا مرد ہو کر عورتوں کی مشابہت کرے (الترغیب عن احمد و طبرانی و سقط اسم) (حدیث ١٨)
حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص ہماری جیسی نماز پڑھے اور ہمارے قبلہ کی طرف رخ کرے اور ہمارے ذبح
کئے ہوئے کو کھائے وہ ایسا مسلمان ہے جس کے لیے اللہ کی ذمہ داری ہے اور اس کے رسول کی سو تم لوگ اللہ
کی ذمہ داری میں خیانت مت کرو (یعنی اس کے اسلامی حقوق ضائع مت کرو) (بخاری) ف اس سے
معلوم ہوا کہ کھانے کی جن چیزوں کو مسلمانوں کے ساتھ خاص تعلق ہے ان کا کھانا بھی نماز وغیرہ
کی طرح علامت ہے اسلام کی۔ سو بعضے آدمی جو گائے کا گوشت بلا عذر کسی کی خاطر چھوڑ دیتے ہیں

اس کا ناپسند ہونا اس سے معلوم ہوا (و یؤیدہ شان نزول قولہ تعالیٰ یا ایہا الذین امنوا ادخلوا فی السلم کافۃ) غرض ہر بات میں اسلامی طریقہ اختیار کرنا چاہیئے دین کی باتوں میں بھی اور دنیا کی باتوں میں بھی چنانچہ (حدیث ۱۸) عبد اللہ بن عمرو سے (ایک لانبی حدیث میں) روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی سب فرقے دوزخ میں جاویں گے بجز ایک ملت کے لوگوں نے عرض کیا اور وہ فرقہ کونسا ہے (جو دوزخ سے نجات پاویگا) آپ نے فرمایا جس طریقہ پر میں اور میرے اصحاب ہیں (ترمذی) ف طریقہ سے مراد وہ طریقہ ہے جسکے خلاف سے دوزخ کا ڈر ہو اور آپ نے اس طریقہ میں کسی چیز کی تخصیص نہیں فرمائی تو اسمیں دین کی باتیں بھی آگئیں اور دنیا کی بھی البتہ کسی چیز کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کا طریقہ ہونا اور اس کا واجب ہونا کبھی قول سے معلوم ہوتا ہے کبھی فعل سے کبھی (نص یعنی) صاف عبارت سے کبھی (اجتہاد اور) اشارہ سے جسکو صرف عالم لوگ سمجھ سکتے ہیں عام لوگوں کو ان کے اتباع سے چارہ نہیں اور بدون ان کے اتباع کے غیر عالم لوگو کا دین نہیں بچ سکتا ❊

ختم کلام جس قسم کے اعمال کی فہرست کا دیباچہ میں ذکر ہے ان میں اسوقت
۱۰۴ جس عمل کو سوچتا ہوں وہ ان پچیس حصوں میں پاتا ہوں اجمالاً یا تفصیلاً اسلئے رسالہ کو ختم کرتا ہوں البتہ اگر ذوقاً کسی کے ذہن میں اور کوئی عمل آوے یا ان میں سے کسی حصہ کی تفصیل مصلحت معلوم ہو وہ اس کا ضمیمہ بن سکتا ہے۔

شکر انعام (حدیث ۱۹) عبد اللہ بن عمرو سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری طرف سے لوگوں کو پہنچاتے رہو اگرچہ ایک ہی آیت ہو (بخاری) (حدیث ۲۰) ابو الدرداء سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص دین کے احکام میں چالیس حدیثیں محفوظ کر کے میری امت پر پیش کر دے اللہ تعالیٰ اسکو فقیہ کر کے اٹھائیگا اور میں قیامت کے دن اس کا سفارشی اور گواہ ہونگا (بیہقی) الحمد للہ کہ ان حصوں میں تخمینے سے زائد آیتوں کی اور غیر مکرر و مرفوع تین سو چالیس سے زائد حدیثوں کی تبلیغ ہوگئی اگر کوئی ان حصوں کو چھپوا کر تقسیم کرے یہ ثواب اسکو بھی ملے گا یہ سب حدیثیں مشکوۃ کی ہیں بجز ایک کے جس میں عین لکھدیا ہے ❊

اشرف علی۔

خاتمۃ الطبع۔ اللہ تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ کتاب حیوۃ المسلمین بخیر و خوبی اختتام کو پہونچی۔ واخر دعونا ان الحمد للہ رب العلمین۔ (احقر محمد عثمان)

قال تعالیٰ

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً

جس میں مذکور و مقرر است از توقف حیوۃ طیبہ بر عقائد صحیحہ و اعمال صالحہ

مطابقۃً و از احتیاج مسلمین بآن حیات التزاماً در رسالۂ

حیوۃ المسلمین

وسنہ ۱۳۴۸ھ

کہ جزوے ست از تالیفات

رئیس المحققین نبراس المدققین جامع شریعت و طریقت سراج الملۃ

حکیم الامۃ مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب مد فیوضہم

و کافل بود بہ تبیین تہا چنیں عقائد و اعمال

بنا بر علیہ حضرت محمد عثمان تاجر کتب دریبہ کلاں دہلی باہتمام خود

در مطبع محبوب المطابع دہلی طبع کنانید

فہرست مضامین [illegible]

دیباچہ	[illegible]
روح اول۔ اسلام و ایمان کے بیان میں	[illegible]
روح دوم۔ تحصیل وتعلیم علم دین	۹
روح سوم۔ قرآن مجید کا پڑھنا پڑھانا	[illegible]
روح چہارم۔ اللہ تعالیٰ سے محبت رکھنا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھنا	[illegible]
روح پنجم۔ اعتقاد تقدیر و عمل توکل یعنی تقدیر پر یقین لانا اور خدا تعالیٰ پر بھروسہ رکھنا	۲۱
روح ششم۔ دعا مانگنا	۲۵
روح ہفتم۔ نیک لوگوں کے پاس بیٹھنا	۲۹
روح ہشتم۔ سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم	۳۳
روح نہم۔ بھائی مسلمانوں کے حقوق کا خاص خیال رکھ کر ادا کرنا	۳۷
روح دہم۔ اپنی جان کے حقوق ادا کرنا	۴۱
روح یازدہم۔ نماز کی پابندی کرنا	۴۵
روح دوازدہم۔ مسجد بنانا	۴۹
روح سیزدہم۔ کثرت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا۔	۵۳
روح چہاردہم۔ مالداروں کو زکوۃ دینا	۵۷
روح پانزدہم۔ علاوہ زکوۃ نیک کاموں میں خرچ کرنا	۶۱
روح شانزدہم۔ روزے رکھنا	۶۵
روح ہفدہم۔ حج کرنا۔	۶۹
روح ہشدہم۔ قربانی کرنا	۷۳
روح نوزدہم۔ آمدنی اور خرچ کا انتظام رکھنا	۷۷
روح بستم۔ نکاح کرنا اور نسل بڑھانا	۸۱
روح بست ویکم۔ دنیا سے دل نہ لگانا	۸۵
روح بست ودوم۔ گناہوں سے بچنا	۸۹
روح بست وسوم۔ صبر و شکر کرنا۔	۹۳
روح بست وچہارم۔ مشورہ کے قابل امور میں مشورہ لینا اور باہمی محبت ہمدردی و اتفاق رکھنا	۹۷
روح بست و پنجم۔ امتیاز قومی یعنی اپنا لباس اپنی وضع اپنی بول چال اپنا برتاؤ وغیرہ	۱۰۱

[illegible] شمائل ترمذی

[illegible] شمائل ترمذی کی سلیس ترجمانی
[illegible] ان کے سامنے معاشرت کی عظمت
[illegible] ل ترمذی ایسے خاص رنگ میں ڈالی جائے ہر مسلم ہستی ان
[illegible] سے عام اسلام عموماً اور مشتاقان حدیث پر
[illegible] تمام مطالب کا اظہار بس مختصر اشتہار میں ناممکن ہے
[illegible] کتاب ہے بلکہ جا بجا مفید دلچسپ اور علمی تحقیقات
[illegible] احادیث میں تعارض و تزاحم معلوم ہوتا تھا ان میں تطبیق
[illegible] شمائل ترمذی میں لغات حل کی ہیں یا جو ترکیب نحویہ شواہد
[illegible] طلبہ کے لئے اسماء رجال کے ضروری مباحث فوائد اور
[illegible] بیان کیا گیا ہے (۵) اکثر تحقیقات و بلند پایہ مضامین
[illegible] مصنف کے بیان نور علی نور کا مصداق بنا دیا ہے (۶) ترجمۃ الباب
[illegible] کہیں کہیں اختلاف مذاہب کا بھی مختصراً ذکر کیا ہے مگر احناف
[illegible] کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ اور حسب ضرورت کہیں کہیں بنا
[illegible] غزوات و قصص کا اشارۃً ذکر کیا گیا ہے ان کو سہولت کے لئے
[illegible] جہاں تراجم الباب سے متون احادیث کی مطابقت مخفی تھی بالتصریح
[illegible] سلف صالحین کے قدم بقدم چلنے کا کافی التزام کیا گیا ہے۔
[illegible] کہ اگر آپ صحیح و جامع اخلاق نبوی کا مطالعہ چاہتے ہیں
[illegible] کوئی مضمون بغیر تحقیق نہ رہ جائے اور اس کے متعلق
[illegible] خصائل النبوی ملاحظہ فرمائیں قیمت عہ

[illegible] مدینہ کلاں دہلی

فیوض الاسلام ترجمہ جدید فتوح الشام

شائقین تاریخ اسلامی کو ہم یہ مژدہ جانفزا سناتے ہیں کہ جناب مولوی حکیم شبیر احمد صاحب انصاری نے فتوح الشام کا نہایت سلیس اور بامحاورہ ترجمہ کیا ہے قدیم ترجمہ میں جو پیچیدگی اور الجھن ہے وہ ناظرین حضرات سے پوشیدہ نہیں اس زمانہ میں چونکہ اردو زبان روز بروز شستہ ہوتی جاتی ہے اس لیے اس پرانے ترجمہ نے اہم تاریخی واقعات و اسلامی فتوحات کی واقفیت کا دروازہ بند کردیا تھا اور شائقین زمانہ حال کے موافق ایک عمدہ اور بامحاورہ ترجمہ کے منتظر رہتے تھے الحمدللہ کہ اس انتظار کی مدت اب ختم ہوگئی اور **فیوض الاسلام** ترجمہ جدید **فتوح الشام** نہایت آب و تاب سے شائع ہوکر نور افزائے دیدۂ دل مشتاقان ہوا۔ اس ترجمہ سے آپ کو غازیان اسلام و مجاہدین ملت کی اولوالعزمی و جاں نثاری کے جرأت آموز حالات معلوم ہوں گے اور مشہور و نامور سپہ سالاران اسلام حضرات ابوعبیدہ بن جراح و حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہما کی دلیرانہ شجاعت و حکیمانہ سیاست کے حیرت انگیز کارنامے مخلصانہ جوش پیدا کرکے اسلام کی سرفروشانہ خدمات کے لیے آپکو مستعد کریںگے۔ یہ ترجمہ اسلام کے عروج و نزول کے صحیح اسباب بتاکر ان تمام طمع کاریوں کی حقیقت بھی واضح کرے گا جن سے مسلمان دھوکا کھاکر منزل مقصود سے کوسوں دور ہوتے جاتے ہیں اور باوجود ہزار شور و فریاد مخالفین کے نزدیک ان کا اقتدار کم ہوتا جاتا ہے پس اے شیفتگان حریت اسلامی اور اے دلدادگان شوکت ملی فتوح الشام کے جدید ترجمہ سے عروج اسلامی کا سچا و صحیح نقشہ دیکھکر اپنی تباہی و بربادی کے اسباب معلوم کرو اور اپنی بزدلی و بے غیرتی پر آنسو بہاکر غیور و اولوالعزم شجاعان اسلام کے کارناموں کو اپنا رہنما بناؤ

ضخامت (۸۲۰) صفحات قیمت اصلی (۴ روپیہ) محصولڈاک ۱۱ر

المشتہر محمد عثمان تاجر کتب دریبہ کلاں دہلی

گفت از چشم تو چشم من یقین　　　بیگمان روشن‌تر است و دوربین

یعنی اونٹ نے کہا کہ اول تو یقیناً اور بے گمان میری آنکھ تیری آنکھ سے زیادہ روشن اور دوربین ہے۔

بعد ازان هم از بلندی ناظرم　　　زین سبب بر رو نیفتم حاضرم

یعنی اس کے بعد یہ ہے کہ میں بلندی سے دیکھتا ہوں تو اس سبب سے میں منہ کے بل نہیں گرتا تو میں حاضر ہوں یعنی دیکھ لو میں حاضر ہوں میرا امتحان کر لو کہ یہ باتیں درست ہیں یا غلط۔

خوش برآیم بر سر کوه بلند　　　آخر عقبه ببینم هوشمند

یعنی میں ایک کوہ بلند پر اچھی طرح آتا ہوں اور گھاٹی کے آخر حصہ کو دیکھ لیتا ہوں
۱۰۵ اس حال میں کہ ہوشمند ہوتا ہوں۔

پس همه پستی و بالائی راه　　　دیده‌ام را وانماید هم اله

یعنی پس تمام نشیب فراز راہ کو حق تعالیٰ میری آنکھ کو دکھا دیتے ہیں۔

هر قدم من از سر بینش نهم　　　از عثار و اوفتادن وارهم

یعنی میں ہر قدم بصیرت سے رکھتا ہوں تو ٹھوکر اور گرنے سے چھوٹ جاتا ہوں۔

تو نه بینی پیش خود یک دو سه گام　　　دانه بینی و نه بینی رنج دام

یعنی تو اپنے آگے دو تین ایک قدم تک دیکھ لیتا ہے تو دانہ کو تو دیکھ لیتا ہے مگر دام کی تکلیف کو نہیں دیکھتا یعنی دو تین قدم تک سڑک صاف تو دیکھ لی مگر اس کے بعد جو گڑھا ہے اس کو دیکھا ہی نہیں اس سے گر جاتا ہے۔

کیستوی الاعمی لدیکم والبصیر فی المقام والنزول والمسیر

یعنی کیا تمہارے نزدیک اعمٰی اور بصیر ٹھیرنے میں اور اترتے میں اور چلنے میں برابر ہیں یعنے برابر نہیں ہے تو بس جو راہ کو دیکھ رہا ہے وہ تو بے کھٹکے چلا جاوے گا اور جو اندھا ہے وہ راستہ ہی میں مرے گا آگے پھر اون ساحروں کے قصہ کیطرف رجوع ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اگر ہم مر بھی جاویں گے تو کیا ہے ہم کو حق تعالیٰ جذب فرماویں گے اور ہم اس طرف منجذب ہو جاویں گے اصل مضمون تو یہ ہے اب اس کے لیئے اول ایک تمہید نہایت نفیس بیان فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

چون چنین رادر شکم حق جان نهد ۱۰۶ جذب اجزا در مزاج او نهد
از خورش او جذب اجزا میکند تار و پود جسم خود را مے تند
تا چهل سالش بجذب جزوها حق حریصش کرده باشد در نما
جذب اجزا روح را تعلیم کرد چون نداند جذب اجزا شاه فرد
جامع این ذره‌ها خورشید بود بے غذا اجزات را داند ربود

آن زمانے کہ در آئے تو ز خواب ہوش و حس رفتہ را خواند شتاب

تا بدانے کان ازو غائب نشد باز آید چون کہ فرماید کہ عد

ہین عزیرا در نگر اندر خرت کہ بپوسیدست و ریزیدہ برت

پیش تو گرد آوریم اجزاش را آن سر و دُم و دو گوش و پاش را

دست نے و جزو برہم مے نہد پارہ ہا را اجتماعے مے دہد

در نگر در صنعتِ پارہ زنے کو ہمی دوزد کہن بے سوزنے ۱۰۷

ریسمان نے سوزنے نے وقت خرز آنچنان دوزد کہ پیدا نیست درز

چشم بکشا حشر را پیدا ببین تا نماند شبہات در یوم دین

تا ببینی جامعیم را تمام تا نلرزی وقت مُردن ز اہتمام

ہمچنان کہ وقت خفتن ایمنے از فوات جملہ حسہائے تنے

بر حواس خود نلرزی وقت خواب گرچہ مے گردد پریشان و خراب

کیسکو یہ شبہ ہوسکتا ہے کہ بھلا ذرا سی دیر میں ساحران فرعون واصل الی اللہ کیسے ہوگئے یا تفرق کے بعد جسم کیونکر مل سکتا ہے اس کے جواب کے لیے اولاً کچھ تمہید کی ضرورت ہے وہ یہ کہ جب بچہ شکم کو حق سبحانہ جان عطا فرماتے ہیں تو اوس کے اندر خواہش جذب غذا اور قوت جاذبہ غذا پیدا کرتے ہیں جس سے کہ اجزا منفصلہ جزو جسم ہوجاتے ہیں اور وہ جنین اوس کے ذریعہ سے اجزا جسم مادر کو کھینچتا اور اپنے جسم کو تیار کرتا ہے اور اوس وقت سے لیکر چالیس برس کی عمر تک یہ قوت اوس کے اندر اپنی پوری قوت کے ساتھ موجود رہتی ہے اور وہ جذب غذا کر کے بڑہتا رہتا ہے اور یہ سب کچھ حق سبحانہ ہی کا کیا ہوا ہے یہ تو جسم کی حالت تھی اب روح کی حالت سنو۔

حق سبحانہ نے روح کو اپنی غذا کے اجزا کو جذب کرنا سکھلایا ہے اور بتعلیم حق سبحانہ وہ بھی اپنی غذا کو جذب کرتی ہے جب یہ امر ممہد ہوچکا تو اب سمجھو کہ جب حق سبحانہ دوسروں کو قوت جذب عطا کرتے ہیں تو وہ اجزا کو اپنی طرف کھینچیا یا انکو ایک دوسرے کی طرف بلا ضرورت تغذی کھینچنا کیوں نہ جانیں گے۔ بلکہ جب بواسطہ قوت جاذبہ تغذی کے واسطہ ذرات ۱۰۸
کو جمع کرنے والا ہی آفتاب حقیقی ہے تو وہ بدون توسط قوت جاذبہ اور بلا ضرورت تغذی بھی تمہارے اجزا کو اپنی طرف یا اون کو آپس میں ایک دوسرے کی طرف لیجانا۔ اور اونکا ملا دینا ضرور جانتے ہیں۔ اب نہ انجذاب ساحران الی الحق مستبعد رہا نہ تفرق اتصال جسم کے بعد اوس کا اتصال۔ نہ حشر اجساد۔ آگے حشر اجساد یا مطلق اتصال تفرق جسم کے امکان و وقوع پر مزید تنبیہ فرماتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ دیکھو جب تم خواب سے بیدار ہوتے ہو تو تمہارے ہوش و حواس جو جاچکے تھے حق سبحانہ اونکو فوراً واپس بلا لیتے ہیں۔ اور تم سوتے نہیں آجاتے ہو یہ اسلئے ہے تاکہ تم جان لو کہ وہ اون سے غائب نہوئے تھے بلکہ اس طرح اوس کے قبضہ میں تھے کہ جب وہ اون کو واپسی کا حکم دے تو وہ فوراً لوٹ آئیں گے ایک اور تنبیہ فرماتے ہیں اور حضرت عزیر علیہ السلام کا قصہ بیان فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حق سبحانہ نے عزیر علیہ السلام کو خطاب فرمایا کہ اے عزیر تم اپنے گدہے کو دیکھو جو تمہارے نزدیک بوسیدہ اور ریزہ ریزہ پڑا ہے ہم تمہارے سامنے ہی اس کے تمام اجزا سر۔ دم۔ دونوں

کان - پاؤں وغیرہ کو جمع کرتے ہیں واقعی عجیب قدرت ہے کہ دست متعارف نہیں اور ایسے ہی اجزا کو ترکیب دیتے اور ٹکڑوں کو ایک جا کر دیتے ہیں۔ دیکھو اگر کوئی پیوند لگانیوالا پھٹے اور پھٹے کپڑہ کو بلا سوئی کے سی دے تو کس قدر عجیب کاریگری ہے پس یہی شان حق سبحانہ کی ہے کہ نہ تاگا ہے نہ سوئی اور جب سیتے ہیں تو ایسا سیتے ہیں کہ جوڑ نہیں معلوم ہوتا ہے یعنی بلا آلات کے ترکیب دیتے ہیں اور ترکیب ایسی عجیب ہوتی ہے کہ جوڑ نہیں معلوم ہوتا۔ اس کے بعد مولانا مضمون سابق کیطرف رجوع فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حق سبحانہ نے حضرت عزیر علیہ السلام سے فرمایا کہ ہم تیرے گدھے کو زندہ کرتے ہیں تو آنکھ کھول - اور حشر کو دنیا ہی میں دیکھ لے یہ ہم اسلئے کرتے ہیں تاکہ تم کو قیامت کے بارہ میں کچھ بھی شک وشبہ نہ رہے اور تاکہ میری جامعیت کا تمکو پورے طور پر مشاہدہ ہوجاوے - اور موت کے وقت تمکو اپنے جسم کے فنا ہونے کا ذرا بھی غم نہو - اور تمہاری حالت ایسی ہوجاوے جیسا کہ سونے کے وقت تم کو اطمینان ہوتا ہے اور حواس خمسیہ کے فوت ہونے کا کچھ بھی کھٹکا نہیں ہوتا - اور اگرچہ سوتے وقت وہ سب پریشان اور خراب ہوجاتے ہیں مگر تم اونکی اس حالت سے ذرا بھی نہیں گھبراتے دیکھو ان واقعات سے ۱۰۹
بھی تفرق کا اتصال سے بدلجانا اور حشر اجساد کا واقع ہونا ہر دو غیر مستبعد ثابت ہوگئے۔

شرح شبیری

چون جنین را در شکم حق جان دہد جذب اجزاء در مزاج او نہد

یعنی حق تعالے جب پیٹ میں جنین کو روح عطا فرماتے ہیں تو اُس کے مزاج میں جذب اجزا رکھ دیتے ہیں۔

از خورش او جذب اجزا میکند — تار و پود جسم خود را مے تند

یعنی وہ اجزار غذائیہ کو جذب کرتا ہے اور اپنے جسم کے تار و پود کو تنتا ہے یعنی وہ اجزا غذائیہ کو جذب کر کے نشو و نما حاصل کرتا ہے یہ حالت تو اوسکی حالت جنینیت میں ہوتی ہے اور جب پیدا ہو لیتا ہے تو اوسوقت یہ ہوتا ہے کہ

تا چہل سالش بجذب جزوہا — حق حریصش کردہ باشد در نما

یعنی چالیس سال تک جذب اجزار میں حق تعالیٰ اوسکو نشو و نما کے لیے حریص کر دیتے ہیں یعنی بعد پیدایش کے وہ چالیس سال تک نشو و نما کے لیے اجزار غذائیہ کو جذب کرتا رہتا ہے جب معلوم ہوا کہ بعد روح پڑنے کے انسان کو حق تعالیٰ آخر عمر تک جذب اجزار غذائیہ تعلیم فرماتا ہے تو اب آگے فرماتے ہیں کہ۔

جذب اجزا روح را تعلیم کرد — چون نداند جذب اجزا شاہ فرد

یعنی جذب اجزار (غذائیہ) جب روح کو تعلیم کیا ہے تو وہ شاہ یکتا خود جذب اجزا کو کیوں نہ جانے گا مطلب یہ کہ حق تعالےٰ نے جب روح کو جذب سکھایا تو خود تو کیوں جذب نہ کریں گے لہذا اگر یہاں سے موت ہوگی تو وہ جذب حق ہے کہ اپنے پاس بلا رہے ہیں۔

جامع این ذرہا خورشید بود — بے غذا اجزات را اندر ربود

یعنی ان ذرات کا جامع خورشید ہی تہا بے غذا کے وہ تمہارے اجزار کو ربودہ کرتا جاتا ہے مطلب یہ ہے کہ تمہارے اجزار بدنی کا جامع حق تعالیٰ ہی ہے اور روح جو اجزار کو جذب کرتی ہے اوسمیں تو خود اوسکی غرض بہی ہوتی ہے کہ اوسکو اوس سے غذا ملتی ہے مگر حق تعالیٰ بے اس کے کہ اونکو لالچ غذا وغیرہ کی ہو تمہارے اجزار کو جذب اور جمع فرماتے ہیں سبحان اللہ سبحان اللہ آگے تقریب فہم کے لیے اس جذب اجزار اور جمع اجزا کی

ایک نظیر بیان فرماتے ہیں کہ

آن زمانے کہ در آئی تو ز خواب ہوش و حس رفتہ را خواند شتاب

یعنی جسوقت کہ تم نیند سے اٹھتے ہو تو حق تعالیٰ تمہارے گئے ہوئے ہوش و حواس کو جلدی سے بلا دیتے ہیں۔

تا بدانی کان ازو غائب نشد باز آید چون بفرماید کہ عد

یعنی تاکہ تم جان لو کہ وہ اوس سے غائب نہ تھا اور وہ لوٹ آتا ہے جبکہ وہ فرماتے ہیں کہ لوٹ مطلب یہ ہے کہ دیکھو تم جب سو جاتے ہو تو تمہارے سارے ہوش و حواس گم ہو جاتے ہیں اوس کے بعد جب جاگتے ہو تو حق تعالیٰ اون کو دوبارہ واپس فرما دیتے ہیں اور تم اونکو پھر جذب کر لیتے ہو تو جس طرح کہ وہ تمہارے اٹھتے ہی سارے حواس کو جمع فرما دیتے ہیں اور وہ تم سے غافل نہیں ہوتے اسی طرح وہ تم کو جذب فرمالیں گے اور جمع فرما دیں گے آگے حضرت عزیر علیہ السلام کے گدھے کی ہڈیوں کے جمع ہونے کے قصہ کو بیان فرماتے ہیں۔ کہ دیکھو جس طرح کہ اوسکو حق تعالیٰ نے جمع کیا اسی طرح وہ تمکو جمع فرمالیں گے اور یہاں جسم ظاہر کے جاتے رہنے سے اونکو جمع میں کوئی دقت نہ ہوگی بلکہ وہ بے اس جسم کے ہی اپنی طرف جذب فرمالینگے

عزیر علیہ السلام کے گدھے کا بعد ریزیکے جمع ہونا اور اسوقت اونکی آنکھوں کے سامنے سواری کے قابل ہو جانا

ہین عزیرا در نگر اندر خرت کہ بپوسید ست و ریزندہ برت

یعنی (ارشاد حق ہوا کہ) اے عزیر ذرا اپنے گدھے کو دیکھنا کہ تمہارے سامنے وہ بوسیدہ اور ریزہ ریزہ ہو گیا ہے۔

پیش تو گرد آوریم اجزاش را آن سر و دُم و دو گوش و پاش را

یعنی ہم تمہارے سامنے اوس کے اجزار کو جمع کرتے ہیں اسکو سر کو اور دُم کو اور دونوں کانوں کو اور اوس کے پاؤں کو مولانا فرماتے ہیں کہ۔

دست نے و جزو برہم مے نہد پارہا را اجتماعے مے دہد

یعنی حق تعالیٰ کے ہاتھ نہیں ہے اور اجزار کو ایک دوسرے پر رکھتے ہیں اور ٹکڑوں کو اجتماع دے دیتے ہیں۔

در نگر در صنعت پارہ زنے کو ہمی دوزد کہن بے سوزنے

یعنی ذرا اس پیوند لگانے والے کی صنعت کو دیکھو کہ وہ کہنہ کپڑے سوئی سے سیتا ہے

ریسمان نے سوزنے وقت خرز آنچنان دوزد کہ پیدا نیست درز 112

یعنی سینے کے وقت نہ تاگا ہے نہ سوئی ہے۔ اور ایسا سیتا ہے کہ کہیں درز ظاہر نہیں ہے سچ یہ ہے کہ حق تعالیٰ کی قدرت میں اپنی طرف نظر کرتے ہوئے حیرت ہوتی ہے ورنہ قدرت حق کے آگے تو کوئی حیرت کی بات ہے ہی نہیں ہم اپنی حالت کو دیکھیں کہ تماشہ ہے ورنہ سوئی نہ تاگا اور پھر اجزا اس طرح جڑیں کہ کہیں درز نہیں سبحان الحق تعالیٰ علواً کبیراً دیکھئے زخم ہوتا ہے کھال پھٹ کر الگ ہو جاتی ہے اوس کے بعد وہ آکر اس طرح مل جاتی ہے کہ یہی خبر نہیں کہ یہاں کبھی زخم ہوا بھی تھا۔ بھلا بتلاؤ کہ یہ کون کرتا ہے اور اسپر طرہ یہ کہ ہم بد ذات لوگ گناہوں میں مبتلا ہیں مگر پھر رحمت کم نہیں ہوتی شیخ شیرازی خوب فرماتے ہیں ؎

خدائے راست مسلم بزرگواری و حلم کہ جرم بیند و نان برقرار مے دارد

سُبْحَانَ اللّٰہِ عَمَّا یَصِفُوْنَ وَسَلَامٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۰

(باقی آئندہ)

(۴۲) فرمایا کہ اہل بدعت اور جملہ غیر اللہ کی عبادت کرنیوالونکی ایسی مثال ہے جیسے شیطان کی کہ کمبخت نے حضرت آدم علیہ السلام کو تو سجدہ بھی نہیں کیا حالانکہ یہ حکم خداوندی تہا اور اون کی اولاد سے زنا اور اغلام کراتا ہے اور عار نہیں آتی اس بیحیائی کا بہی کوئی ٹھکانا ہے سجدہ کرنے میں تو آپ کو خاک و نا یاد آ ے اور پہر اوس خاک کے نیچے آ پڑتا ہے اوسکا کچھہ بھی خیال نہیں اسیطرح اہل دنیا کی حالت ہے کہ خداوند تعالیٰ کے تو خلاف کرتے ہیں اور اوس کے ادنیٰ ادنیٰ مخلوق کے سامنے سجدہ کرتے پہرتے ہیں مساجد میں سجدہ کرنیمیں عار آتی ہے اور مقابر پر جا کر ناک رگڑتے ہیں بہت سے رئیسونکو دیکھا ہے کہ وہ مسجد میں آنا اپنی حقارت سمجہتے ہیں اور قبروں کی خاک اپنے منہ کو ملتے ہیں زکوۃ دینے میں دم نکلتا ہے اور ڈوم میراسی طوائفوں میں خوب خرچ کرتے ہیں اور خوش ہوتے ہیں اہل اللہ سے نفرت کرتے ہیں اور شیاطین کا اتباع کرتے ہیں انبیاء پر طعن اور ساحروں پر اطمینان کرتے ہیں بلی سے خوف اور شیر سے بیفکری خالق بے نیازی اور مخلوق کی غلامی کرتے ہیں انکی وہی مثال ہے جو مولانا روم نے فرمائی ہے

شہ دست بوسی چوں رسید از دست شاہ   پائے بوسی اندراں دم شد گناہ

اور اسپر اپنے کو جنید وقت اور شبلی دوران سمجہتے ہیں ایسے دلیونکی بعینہ وہ حالت ہے جوکہ مولانا نے فرمایا ۴۳

کار شیطان میکنی نامت ولی   گر ولی این است لعنت بر ولی

حرف درویشان و نکتہ عارفان   بستہ اند ایں بیحیایان بر زبان

علم تصوف کی اصطلاحیں یاد کرلی ہیں اور مطلب خاک نہیں سمجہتے اسکے بعد حکایت بیان فرمائی کسی بزرگ نے شیطان سے کہا کہ کمبخت بڑا بیحیا ہی اور بڑا بے عقل ہے تو نے تو ہمارے باپ کو سجدہ بھی نہیں کیا اور انکی اولاد سے زنا کراتا ہے ۔

(۴۳) فرمایا کہ بعض لوگونکو بدون سختی کے شفا نہیں ہوتی یہ میرا بارہا دفعہ کا مشاہدہ ہے اب لوگ مجھے سخت کہتے ہیں اب بتلائیے جب مجھے پورا یقین ہو جائے کہ بدون سختی کے فلاں شخص کا مرض نہیں جائیگا تو میں سختی نہ کروں تو یہ خیانت ہے یا نہیں چنانچہ ایک شخص حضرت والا کے پاس آیا کہ حضرت میرا جی عیسائی ہونیکو چاہتا ہے حضرت والا نے اول تو ایک چپت رسید کیا کہ منہ پہر گیا اور دوسرا دوسری طرف اور فرمایا کہ آپکا خدا ہونیکو کیوں نہیں دل چاہتا ہے کمبخت عیسائی ہوکر تو غلام رہے گا خود عیسیٰ ہی کیوں نہیں بنجاتا اور عیسیٰ ہو کر بہی پہر خدا کی غلامی کرنی پڑے گی خدائی کا دعویٰ ہی کیوں نہیں کرتا اور پہر ایک لات رسید کی کہ جا دور ہو یہاں سے وہ نالائق تہا وہی نکلکر بہاگنے لگا تو ڈانٹ کر فرمایا کہ باہر کو کیوں جاتا ہے مسجد میں کیوں نہیں جاتا وہ شخص خوف زدہ ہوکر مسجد میں جا بیٹھا تہوڑی سی دیر کے بعد خود آکر کہا کہ میری کل خبط جاتی رہی

اور تسکین ہوگئی اس کے بعد ایک حکایت بیان فرمائی کہ ایک شخص اپنی نیک بیوی کو چھوڑکر ایک بازاری عورت کے یہاں جایا کرتا تھا حالانکہ بیوی بہت حسین اور خدمتگزار بھی تھی مگر یہ ایک نہ سنتا تھا اس بیوی نے سوچا کہ آخر یہ کیا بات ہے ہم بھی تو معلوم کریں اوسمیں وہ کونسی خوبی کی بات ہے جو ہم میں نہیں معلوم ہوا کہ وہ نخرے کیا کرتی ہو اور جب اس کے یہاں جاتے ہیں تو وہ انہیں گالیاں سنا دیتی ہو اور دو چار بایوش لگا دیتی ہو جب گھر آئے تو اون بیوی سے کچھ کام کو کہا اون بیوی نے اول تو خوب گالیاں سنائیں اور پھر جوتہ لیکر مارا بس سیدھے ہوگئے اور کہا کہ اب سب نعمتیں گھر موجود ہوگئیں اب کہیں نہیں جائیں گے ۔

(۱۴۴) فرمایا لوگ مجذوبوں کے پیچھے پڑے ہوئے اور بہت معتقد ہیں اور ہر مجنون کو مجذوب سمجھتے ہیں حالانکہ یہ ضروری نہیں ہو کہ ہر مجنون مجذوب ہی ہوا کرے اسمیں ایک نکتہ ہے جسکی وجہ سے لوگ مجذوبوں کے طالب ہیں وہ یہ ہو کہ مجذوب جو کچھ کہدیتا ہو وہی ہوجاتا ہے حالانکہ اون کے کہنے سے نہیں ہوتا ہو وہی منجانب اللہ ہوتا ہے یعنی جب کوئی کام منجانب اللہ ہونیوالا ہوتا ہی تو اونکو اس کا انکشاف ہوجاتا ہی نہ کہ وہ کام ان کے کہنے کیوجہ سے ہوتا ہی بلکہ انکا کہنا اسی کیوجہ سے ہوتا ہی اگر یہ نہ بھی کہتے تو تب بھی ہوتا اوسکی ایسی مثال ہے جیسے تار بابو کے پاس تار آتا ہی اور وہ اوسکو لکھکر لوگوں کو تقسیم کردیتا ہے تو مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ وہ جو چاہتا ہی وہ خبر دیتا ہی بلکہ اوس کے پاس دوسری جگہ سے خبر آتی ہی اوسکو لکھکر تقسیم کردیتا ہی اوسمیں اونکو دخل نہیں اگر اسپر یہ آمد نہو تو پھر کچھ نہیں لکھ سکتا اب اگر کوئی اپنی بیوقوفی سے تار بابو کو مٹھائیاں اور نذرانہ پیش کرنے لگے تو اسمیں کسیکا کیا نقصان ۴۷
ہے اور اس بیوقوفی کا کیا علاج یہ لوگ یوں سمجھتے ہیں کہ یہ خبریں تار بابو کے اختیار میں ہیں خواہ اچھی خبریں دیں خواہ بری خبریں دی حالانکہ بابو کو اوسکے اخفا و اظہار میں کوئی دخل نہیں بلکہ تم اگر اسکو برا بھی کہوگے تب بھی وہ اسمیں کمی زیادتی نہیں کرسکتا غرضکہ مجذوب وغیرہ کے قول کا کچھ اثر نہیں ہوتا لوگ ناحق اپنا وقت خراب کرتے ہیں دعا تو سالک سے کرانی چاہیئے کہ اونکی دعا کا اثر ہوتا ہے اور وہ خلاف انکشاف بھی دعا کرسکتے ہیں بخلاف مجذوب کے کہ اونکو اسکی اجازت نہیں ہوتی کیونکہ اونکو بوجہ نقصان حال اس انکشاف کا یقین ہوگیا ہے اور سالک کو بوجہ کمال حال کشف کا یقین نہیں ہوتا۔

(۱۴۵) جاہل صوفی روزہ نماز کو فضول اور وظائف و اذکار کو اصل کہتا ہے حالانکہ ذکر و شغل بلکہ حج روزہ نماز زکوۃ کے سب بیکار ہیں کیونکہ ذکر و شغل تو روزہ نماز کی تقویت کے لیے ہیں اصل میں یہ ارکان تو بمنزلہ پودوں کے ہیں اور ذکر و شغل بمنزلہ پانی اب اگر کوئی احمق پودوں کو کھود کر پھینکدے اور پانی برابر جاری رکھے تو اس احمق کے بارے میں کوئی کیا حکم لگاویگا ظاہر ہے۔ الحمد للہ ملفوظات ملقبہ بہ مزید المجید تمام ہوئے۔

[illegible] ... حسنی لاتبۃ

... از طلاوت کلمات حسنہ کلما بالمطالعۃ

... الاتسرامی گردد

مزید المجید

سنہ ۱۳۴۳ھ

کہ حصہ ایست از ملفوظات

سراج الملۃ حکیم الامۃ ماحی البدعۃ محی السنۃ زبدۃ السالکین قدوۃ

العارفین حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب مدظلہ

مصداقی بود از ہجوم کلمات حسنہ

بار اول محمد عثمان تاجر کتب دریبہ کلاں دہلی

باہتمام خود

در مطبع محبوب المطابع دہلی طبع گردید

مسائل السلوک مع رفع الشکوک

یہ کتاب علم تصوف کے جواہرات کا بے بہا خزینہ اور دریائے معرفت میں شناوری کرنے کا عمدہ سفینہ ہے متبع شریعت کیلئے نایاب تحفہ اور سالک طریقت کیلئے بیمثل رہنما ہے ہمت افزائے اہل سلوک ودافع شبہات وشکوک ہے اسرار و معارف کی کان ہے شریعت کی روح اور طریقت کی جان ہے مخالفین کے لیے اتمام حجت ہے اور محبین کے لیے موجب ازدیاد محبت ہے اسکی ہر سطر مدلول آیت قرآنی اور ہر نقطہ منبع کیف روحانی ہے پس کہاں ہیں علم تصوف پر نکتہ چینی کرنے والے اور کدھر ہیں شریعت کو طریقت جدا بتانیوالے وہ آئیں اور مسائل السلوک کا مطالعہ کرکے اپنی غلطی پر متنبہ ہوں انشاءاللہ تعالیٰ ہر ایک مسئلہ پر آیت قرآنی سے استدلال دیکھکر انکو واضح ہو جائیگا کہ شریعت عین طریقت اور طریقت عین شریعت ہے۔ ان دونوں میں تفریق کرنا اور ایک کو دوسرے کے غیر بتانا سراسر بے دینی وجہالت ہے قیمت اصلی تین روپے چار آنے ([illegible])

خلاصہ سائنس اور اسلام

اردو زبان میں یہ پہلی کتاب ہے جو دینیات کی جامعیت کے ساتھ سائنس اور طبیعیات کا پہلو لیے ہوئے ہے یہ کتاب زیادہ ان تعلیم یافتوں کے واسطے تالیف کیگئی ہے جو علوم مروجہ کے اثر سے متاثر ہوکر شبہات میں مبتلا ہو جاتے ہیں یہ کتاب دیندار مسلمانوں کے لیے بھی ازبس ضروری اور نافع ہے مضامین کی مختصر فہرست یہ ہے اول عقائد و اعمال کو لکھ کر اسکے ضمن میں ہر قسم کے شرک اور خلاف شرع رسوم کو نہایت وضاحت سے بیان کیا ہے پھر معاصی اور طاعات کے بعض دنیوی نقصان ومنافع دکھلا کر حکومت اور انتظام ملکی کی تشریح کی ہے اس کے بعد نماز کے لیے طہارت کے شرط ہونے کی حکمت مخصوص اعضائے وضو ہونے اور ترتیب کی حکمت نماز میں کعبہ کی طرف منہ کرنے کی حکمت بے نمازوں کے واہی تباہی عذروں کے معقول جواب۔ اعمال حج کی فلاسفی اور بے پردگی کی خرابیاں تعدد ازدواج کے متعلق نہایت عمدہ بحث اس شبہ کا جواب کہ شریعت محمدیہ کے قوانین نئی روشنی کے زمانہ میں بے سود ہیں۔ سچے صوفیوں کے حالات مادہ کی قدامت کا ابطال فلاسفہ ہی کے مسلمہ اصول سے وحدانیت کی فلاسفی عقل کی حقیقت معلوم کرنے میں اہل سائنس کی بدحواسی۔ حیات بعد الممات کا عقلی ثبوت اور فلاسفہ کے شبہات کا جواب روح اور جسم کے باہمی تعلق کی حقیقت الغرض دنیا بھر کے شکوک و شبہات کے جوابات جو کسی حیثیت سے اسلام پر وارد ہوسکتے ہیں اس کتاب میں موجود ہیں قیمت [illegible]

المشتہر محمد عثمان تاجر کتب دریبہ کلاں دہلی۔

[illegible] الصوفی

یعنی

التشرف بمعرفۃ احادیث التصوف

[illegible] تصوف کے بارہ میں جو افراط و تفریط ہو رہی ہے اسکی اصلاح امام اسلما
[illegible] اللہ حکیم الامۃ مولانا شاہ **محمد اشرف علی** صاحب تھانوی
[illegible] مبذول رکھی ہے اصول و احکام تصوف ثابت فرما کر منکرین کو ایکی
[illegible] کے واسطے آسان سے آسان طریق تجویز کرکے تسہیل فرمادی تصوف کو
[illegible] ملامت کرنے والوں کو تعدیل کا امر فرمایا غرض ہر شخص پر مواعظ و دینیات
[illegible] کیا حجت تمام کردی جیسا کہ حضرت مولانا موصوف دام ظلہم العالی کی
[illegible] والے حضرات پر خوب روشن ہے خاصکر جن لوگوں نے التکشف اور
[illegible] کلید مثنوی اور مواعظ کو دیکھا ہوگا ان کے سامنے کسی کتاب کی خوبی بیان
[illegible] لئے اس سے زیادہ ضرورت نہیں ہے کہ مولنا موصوف کی تصنیف ہونا ثابت کردیا جائے۔
[illegible] تالیف چھپی ہے اسلئے شائقین کی اطلاع کے لئے اعلان کیا جاتا ہے علاوہ
[illegible] کے اس کتاب میں تصوف سے تعلق رکھنے والی حدیثوں کی تحقیق فرمائی ہے جس سے
[illegible] کا پتہ معلوم ہو کر منکرین تصوف کا انکار کافی ہو جاتا ہے اور جو روایت دراصل
[illegible] کسی بزرگ کا قول تھا اور غلطی سے عوام نے اسکو حدیث مشہور کردیا ہے اسکی
[illegible] ظاہر فرمانے کے ساتھ ہی یہ بھی تحریر فرمادیا ہے کہ بزرگوں کا یہ قول فلاں دلیل شرعی سے
ثابت [illegible] اصل کتاب عربی میں ہے۔ دوسرے کالم میں خود حضرت مؤلف سلمہ ہی کا ترجمہ
[illegible] کے لئے نفع عام اہتمام ہوگیا ہے * اس نایاب ذخیرہ کو شائقین تصوف
[illegible] حضرات بالخصوص [illegible] چاہیں اور منکرین تصوف بھی ضرور اسکو ملاحظہ کرکے اپنی علمی و عملی
[illegible] صفحات قیمت ایک روپیہ محصول ڈاک چار آنے۔

[illegible] عثمان تاجر کتب دریبہ کلاں دہلی

اکمال الشیم

دوسری بار نئی خوبیوں کے ساتھ طبع ہوئی ہے

اس لاجواب کتاب کی تعریف میں اس سے زیادہ کچھ کہنے کی حاجت نہیں کہ یہ کتاب الحکم کی بے نظیر شرح ہے جسکے مصنف شیخ ابن عطاء اللہ اسکندری ہیں جنکی جلالت عظمت پر صوفیہ کرام کا اتفاق ہے اصل کتاب عربی میں تھی جسکی تبویب شیخ علی متقی مصنف کنز العمال رحمۃ اللہ علیہ نے فرمائی اور حضرت اقدس قطب العارفین رئیس السالکین مقدم العلماء الراسخین مولانا الحافظ الحاج شاہ خلیل احمد صاحب سہارنپوری مہاجر مدنی قدس سرہ نے اعلیحضرت شیخ العرب والعجم قطب العالم حضرت حاجی شاہ امداد اللہ صاحب مہاجر مکی قدس سرہ کے ارشاد سے اردو میں ترجمہ فرمایا پھر مولانا الحافظ الحاج مولوی محمد عبد اللہ صاحب گنگوہی نے اسکی مفصل شرح فرمائی اور حضرت اقدس حکیم الامۃ المحمدیہ مجدد الملۃ الاسلامیہ مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی دامت برکاتہم نے اسکو بیحد پسند فرما کر خانقاہ امدادیہ کے درس سلوک میں داخل فرمایا۔ اور سالکین کو بھی اسکے مطالعہ کا حکم فرماتے ہیں!

علاوہ کتاب کے فی نفسہ مفید ہونیکے ایک خصوصیت اس میں یہ ہو کہ گو اسکی شرح میں عربی شرح سے مدد لیگئی ہے جسکو شارح نے دیباچہ میں ظاہر کیا ہے لیکن زیادہ تر امداد حضرت اقدس حکیم الامۃ مولانا تھانوی مدفیوضہم کی تحقیقات تقریر و تحریر سے ہی لیگئی ہے جیسا کہ مراجعت ماخذ سے معلوم ہوسکتا ہے منجملہ حضرت حکیم الامۃ کے اسکو داخل درس کرائی جانیکی بڑی وجہ یہی ہو اس بنا پر حضرت حکیم الامۃ مجدد الملۃ کے افادات کے شائقین کو خصوصیت کیساتھ اس طرف متوجہ ہونا چاہیئے اور طبع ثانی میں تتمیم فائدہ کے لیے آخر میں حضرت والا کے چند خاص افادات کا مجموعہ ملقب بہ السبیل الی السبیل بھی اضافہ کردیا گیا ہے جس میں تصوف کا نہایت جامع مانع خلاصہ اور نہایت ہی سہل طریق عمل ارشاد فرمایا ہے جو قریب قریب تمام معمولات سے مغنی ہوگیا ہے۔

قیمت:۔ ایک روپیہ چار آنے (عہ) محصول ڈاک بذمہ خریدار

المشتہر محمد عثمان تاجر کتب دریبہ کلاں دہلی

ہے جسے انقلاب عصا کے معنے میں کہا جاتا ہے اور جس اشتباہ کا جو منشا ہی اوسکو اشتباہ دوم
میں رفع کر دیا گیا ہی پس قادر مطلق نے جس طرح خود اسباب طبعیہ کو بلا اسباب طبعیہ کے پیدا کیا ہی

(ج) ترجمہ فارسی میں کیا ز نے پیرو گوش قل علی سے مالیدہ ہرچند طلبیدم مگر حجام۔ اور ایک نے اس عبارت
کا کہ ایک شخص حجام میرے پاس لایا گلی ہوئی تہی کہائی نہ تہی شخصے برد دل پیش من آورد کوچہ بود خندق
برفت۔ جو لوگ اضرب بعصاک الحجر کا ترجمہ کرتے ہیں لاٹھی ٹیک کر پہاڑ پر چڑھ جاؤ ذرا بتائیں تو
کہ کالستھوں کی دونوں عبارتوں میں کیا غلطی ہے۔ دو کان کا ترجمہ دو گوش۔ بل کا ترجمہ گو علی کا
ترجمہ بے۔ نائی کا ترجمہ حجام بالکل صحیح ہے۔ اسیطرح جا کا ترجمہ برد۔ من کا ترجمہ دل۔ گلی کا ترجمہ کوچہ
کہائی کا ترجمہ خندق بالکل صحیح ہے پہر اسکو خاقانی اور عرفی کی فارسی سے کم درجہ کا کیوں کہا جاتا
افسوس قرآن کو ایک مضحکہ بنایا گیا ہے۔ تعالی اللہ عن ذلک علوا کبیرا۔ اضرب کے معنے غلط لیئے
حجر کے معنے غلط لیے۔ اور آگے بہی غور نہیں کیا فانفجرت منہ اثنتا عشرۃ عینا۔
اس کا ترجمہ ہے پس فوراً پہوٹ نکلے اوس پتہر سے بارہ چشمے۔ ف تعقیب بلا مہلت کے
لیے ہے جس کا ترجمہ ہمنے کیا فوراً۔ اور انفجرت کا ترجمہ پہوٹ نکلے یہ صاف دلالت کرتا ہے ۱۹۳
حدوث دفعۃً پر نہ یہ کہ پہلے سے وہاں چشمے موجود تہے اگر یہ مراد ہوتی تو اس کے لیے یہ
لفظ ہوتا۔ فاذا فیہ اثنتا عشرۃ عینا یعنے پہاڑ پر دیکہتے کیا ہیں کہ بارہ چشمے موجود ہیں
قام کا ترجمہ کہڑا ہوا ہو سکتا ہے یعنی کہڑا ہونا اب پایا گیا پہلے نہتا نہ یہ کہ کہڑا ہے یعنی پہلے
کہڑے ہونیکا وجود تہا۔ اسیطرح قال کا ترجمہ کہا ہو سکتا ہے نہ کہ کہتا ہے۔ علی ہذا انفجرت
کا ترجمہ بہنے لگے ہو سکتا ہے نہ کہ بہ رہے تہے ان کے ترجمے نظم قرآن بلاغت سے کس قدر
دور جا پڑا ہے

برہما تاویل قرآں مے کنی، | پستہ و کج شد از تو معنی سنی
کردہ تاویل لفظ بکر را | خویش را تاویل کن نے ذکر را

اسی طرح جہاں جہاں ان لوگوں نے معجزات میں تاویلیں کی ہیں سب ایسی ہی ہیں جیسے
حجام کا ترجمہ برد دل۔ طبع سلیم ان کو ہرگز قبول نہیں کرتی نہ کوئی ادیب ان کو صحیح کہہ سکتا
ہے یہ اون معجزات کا بیان تہا جن تاویل کر کے تعجب کو دور کیا گیا ہے اور زیادہ تر معجزات میں یہی کیا گیا ہی

(۳) کہ دوراز کار تاویلیں کی گئیں جسکو اس کی تفصیل دیکھنا ہو نطرت پرستوں کی تصنیفات اوٹھا کر دیکھ لے کہ اضرب بعصاک الحجر میں تاویلات مذکورہ کی گئیں اور عصا مارنے سے دریا کے پھٹ جاتے ہیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو چار موتے دکہانے میں (جس کا ذکر آیت قصہ میں ایک شروع پارہ تلک الرسل میں ہے) اور دیگر صدہا معجزات میں یہی کوشش کی ہے کہ تاویلات وتحریفات سے اون کا عجیب وخارق عادت ہونا مٹا دیا ہو اور بعض معجزات ایسے بہی ملے ہیں جن میں کوئی تاویل نہ چل سکی اور ثبوت اون کا نص قطعی قرآنی سے ہے اونمیں یہہ من سمجھوتا کیا کہ ایسا مسمریزم کی قوت سے ہوا چنانچہ انقلاب عصائے موسوی میں کہ وہ جب موسے علیہ السلام چاہتے تہے یا کسیکا مقابلہ ہوتا تہا تو وہ سانپ بن جاتا تہا اس کا بیان آیت میں ایسے صاف الفاظ میں ہے جنمیں اضرب بعصاک الحجر کیطرح بہی کوئی تاویل نہو سکی تو کہدیا کہ یہہ انقلاب اسطرح ہوتا تہا جیسے مسمریزم کی قوت سے بعض افعال ہوجاتے ہیں مثلاً میز کا پایہ اٹہنا سلب مرض ہوجانا وغیرہ
کوئی اس عقلمند سے پوچہے کہ اسیکو بیان کرو کہ مسمریزم سے یہہ خلاف عقل باتیں کیسے ۱۹۴
ہوجاتی ہیں۔ کوئی اس کا بیان بہی نہیں کرسکتا سوائے اس کے کہ قدرت نے بہی بعض انسانوں میں ایک قوت رکہی ہے جس سے وہ بلا اسباب ظاہری ومتعارف کے ایسے اثر کرسکتا ہے جو نہ ہر شخص سے ہوسکتے ہیں نہ ہر شخص کی سمجہہ میں اون کی لم آسکتی ہے۔ اسی طرح اگر کہیں کہ قدرت نے بعض انسانوں کے لیے یعنی انبیاء علیہم السلام کے لیے یہ خصوصیت رکہی ہو کہ بعض افعال اون کے ہاتہہ پر بلا اسباب عادیہ ایسے پیدا ہوجاتے ہیں جنکو نہ دوسرے افراد کرسکتے ہیں نہ کسیکی سمجہہ میں اونکی لم آتی ہے تو کیا بیجا ہے اور کونسی عقلی خرابی اسمیں لازم آتی ہے۔ اور معجزہ عصائے موسوی میں مسمریزم کی قوت ماننا دروغ گو را حافظہ نباشد کا مصداق ہے کیونکہ مسمریزم کی قوت خیال کو بڑہانے سے پیدا ہوتی ہے اور حضرت موسے علیہ السلام نے ایسا نہیں کیا تہا کیونکہ جب اول اول عصا سے یہ معجزہ ظہور میں آیا تو یہہ وہ وقت تہا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کوہ طور کیطرف سے روشنی دیکہی اور آگ لینے کے ارادہ سے اوسکی طرف چلے وہاں جا کر حق تعالیٰ سے ہمکلامی نصیب ہوئی

(۳) اور حکم ہوا کہ اپنے عصا کو زمین پر ڈال دو۔ زمین پر ڈالنا تھا کہ وہ سانپ بن گیا حتے کہ حضرت موسے علیہ السلام خود ڈر گئے اور بھاگے۔ اگر یہ مسمریزم ہوتا اور اسکی مشق کی ہوتی تو اس سے ڈرتے کیوں۔ نیز اس سے اوپر آیت ہی میں ہے کہ حق نے پوچھا تمہارے ہاتھ میں کیا ہے تو موسے علیہ السّلام نے عرض کیا کہ یہ میری لاٹھی ہے اسپر میں ٹیک لگاتا ہوں اور اس سے اپنی بکریوں کے لیے پتے جھاڑ لیتا ہوں اور اس سے میرے اور بھی کام نکلتے ہیں۔ اگر مسمریزم سے سانپ بنانے کی مشق اوسپر کی ہوئی تھی تو یہ بھی کہتے کہ میں مسمریزم سے اسکو سانپ بھی بنا لیتا ہوں (تنبیہ کوئی ذہین یہ نہ کہہ بیٹھے کہ اس لفظ سے میرے اور کام بھی اس سے نکلتے ہیں مراد یہی تھی کہ میں اسکو مسمریزم کی مشق سے سانپ بھی بنا لیتا ہوں کیونکہ اگر ایسا تھا تو ڈرے کیوں جب وہ سانپ بن گیا۔ اس واقعہ سے ادنی سی عقل والا بھی سمجھ سکتا ہے۔ کہ اسوقت یہ بالکل نئی بات پیش آئی کہ وہ عصا سانپ بن گیا پہلے سے اسکی مشق نہیں کی گئی تھی اور یہ اثر مسمریزم کی قوت کا نہ تھا اور زبردستی ورسخن پروری اور مرغ کی ایک ٹانگ ۱۹۵
ہانکے جانے کا کچھ علاج نہیں) غرض اسکو مسمریزم کہنا محض لغو اور خلاف واقع ہے اور مدعی سست و گواہ چست کا مصداق ہے۔ پس سیدھی بات یہی کیوں نہ کہی جاوے کہ یہ انقلاب یعنی عصا کا سانپ بنجانا حق تعالی کے حکم سے بلا واسطہ اسباب کے ہوتا تھا اسیکو معجزہ کہتے ہیں اور یہ عقلاً ممتنع و محال نہیں کیوں کہ محال وہ ہے جسکے نہ ہو سکنے پر کوئی دلیل عقلی قطعی قائم ہو اور کسی چیز کے بلا اسباب پیدا نہ ہو سکنے پر کوئی دلیل عقلی قائم نہیں ہے نہ ہو سکتی ہے ابنار زمان کے پاس اس موقع پر سوائے اس کے کوئی دلیل نہیں کہ یہ بات کہ بلا اسباب کوئی چیز پیدا ہو جاوے خلاف فطرت ہے اور خلاف فطرت ہونا محال ہے اسکی تردید انتباہ دوم میں تعمیم قدرت حق کے بیان میں بہت کافی وافی کر دی گئی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ خلاف فطرت کو محال کہنا ایک دعوٰی ہے اور دعوے کے لئے دلیل چاہئیے۔ اور یہ بات دلیل نہیں بن سکتی کہ ہم نے ایسا دیکھا نہیں کیونکہ اس کا نام عدم علم ہے اور عدم علم مستلزم

(۱) ورنہ تسلسل لازم آوے گا اور وہ محال ہے اسی طرح اون کے مسببات کو بھی
اگر چاہیں بلا اسباب طبعیہ پیدا کر سکتے ہیں۔

(۲) علم عدم کو نہیں ہو سکتا۔ اِس زمانہ میں تو صدہا نئی باتیں ایسی نکلتی چلی آتی ہیں جن کو پہلے لوگوں نے نہیں دیکھا تھا۔ غرض اشتباہ دوم میں خلاف فطرت کے محال ہونیکی تردید اچھی طرح کر دی گئی ہے اوسپر ایک نظر ڈال لینی چاہیئے تو معجزہ کے محال ہونے پر کوئی دلیل نہیں تو اس کا واقع ہونا ممکن رہا اور جب کسی امر ممکن کی خبر صحیح طریق سے ملے تو اوس کے انکار کی کوئی وجہ نہیں ہو سکتی دیکھو اصول موضوعہ نمبر ۱ و ۲ اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ دنیا میں جو کام بھی ہوتا ہے بواسطہ اسباب کے ہوتا ہے تو اِس کے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ جو لوگ معقول و فلسفہ جانتے ہیں وہ سمجھ سکتے ہیں کہ عادۃً بواسطہ اسباب کے پیدا ہونے سے امکان بلا سبب کے پیدا ہونیکا نہیں جاتا رہتا جبتک کہ اس کے محال ہونے پر دلیل عقلی نہ قائم ہو اوسوقت تک ممکن ہی رہے گا لہٰذا بلا سبب کے پیدا ہونے کا انکار کرنا غلطی ہے اور جو لوگ معقول و فلسفہ نہیں جانتے اون سے ہم پوچھتے ہیں کہ وہ اسباب ۱۹۶
بھی کیا بواسطہ اور اسباب کے ہوتے ہیں اگر ایسا ہے تو تسلسل لازم آوے گا جو تمام عقلا کے نزدیک محال ہے لامحالہ کہیں نہ کہیں کہنا پڑے گا کہ سلسلہ اسباب کا ختم ہوتا ہے۔ اور کوئی وہ کام جسکو سبب اولی کہا جاتا ہے دفعۃً بلا کسی سبب کے ہوا اس کے بعد سلسلہ اسباب کا چلا اگر کسی میں عقل سلیم موجود ہے تو اوسکو تو فوراً قائل ہو جانا چاہیئے کہ کسی شے کا وجود بلا سبب کے بھی ہو سکتا ہے چنانچہ اوس شے کا وجود جسکو سبب اول کہا تھا بلا سبب کے ہوا تو جس قادر مطلق نے اوس پہلی چیز کو بلا سبب کے بنایا وہ اور چیز کو بھی بلا سبب کے کیوں نہیں بنا سکتا ہے۔ اسکو ایک مثال میں سمجھو مثلاً روٹی آٹے سے پکی آٹا گیہوں سے بنا۔ گیہوں کھیت سے پیدا ہوا۔ ان میں سے ہر دوسری چیز پہلے کے لیے سبب ہے کہ عادۃً بلا دوسری کے پہلی کا وجود نہیں ہوتا لیکن کھیت پر پہونچکر سلسلہ ختم کرنا پڑتا ہے کیونکہ اگر سوال کیا جاوے کہ کھیت کاہے سے پیدا ہوا تو جواب سوا اس کے نہیں ہو سکتا کہ گیہوں سے پیدا ہوا جب گیہوں کھیت سے پیدا ہوا

(باقی آیندہ)

کردند از مکہ حق تعالیٰ او را دستور بہ خروج
داد۔ درحالیکہ دوم دو بود یعنی با وے نبود
مگر ابوبکر و روزیکہ او و ابوبکر در غار
بودند کہ اعلائے جبل ثور اطحل است جانب
یمین مکہ مسیر ساعتے از ساعت
دران وقت کسے در آنجا نمی رسید
ز شبانان و اہل صحرا دران نزول نمے
کردند پس پیغمبر شب پنجشنبہ در شہر یکہ
امیرالمومنین علی را در جائے خود بخوابانید
و برفاقت ابوبکر بیروں آمدہ در ہماں شب
بدان غار متوجہ شد و در آنجا بروز آورد۔
حق تعالیٰ دران شب درخت مغیلاں بر
در آن غار برویانید و جفت کبوتر وحشی
را امر کرد تا پائین در غار را آشیانہ گرفتند
و تخم بنہادند و عنکبوت را الہام داد
تا در غار تنند چوں گفت پیغمبر مر یار خود را اندوہ
مخور بدرستیکہ خدائے باما است نصرت
ما دہد بر دشمنان و ما را نگہدارد
از شر ایشان پس فرو فرستاد
خدائے رحمت خود را کہ سبب
آرامش دل است بر رسول انتہی۔

مکہ سے نکالنے کا قصد کیا تو حق تعالیٰ نے باہر جانے
کی اجازت دی ایسی حالت میں کہ دو میں کے دوسرے
تھے یعنی ان کے ساتھ کوئی نہ تھا مگر ابوبکر جس وقت
کہ ابوبکر اور وہ (رسول اللہ) ایک غار میں تھے کہ جو
اوپر جبل ثور اطحل کے ہے مکہ سے داہنی جانب
ایک فرسنگ پر اسوقت اسجگہ کوئی شخص نہ پہونچتا
تھا شبانان اور اہل صحرا اس میں نہ اترتے تھے
پس پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے پنجشنبہ کی شب
کو اس شہر میں امیرالمومنین علیؑ کو اپنی جگہ سلایا
اور (خود) ابوبکر کی رفاقت میں (مکہ) سے
باہر تشریف لائے اس رات میں اس غار کیطرف متوجہ
ہوئے۔ وہاں دن نکل آیا اللہ تعالیٰ نے اس رات 115
میں کیکر کا درخت اس غار کے دروازہ پر پیدا
فرما دیا اور جنگلی کبوتروں کے جوڑے کو حکم فرمایا
کہ غار کے رستہ پر آشیانہ رکھیں اور انڈے
دیں اور مکڑی کو حکم فرمایا کہ غار کے دروازے
پر جالا پورے جب کہا رسول خدا نے اپنے یار سے
غم مت کر تحقیق اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ وہ
دشمنوں کے مقابلہ میں ہماری مدد فرمائے گا۔
اور ان کے شر سے محفوظ رکھیگا۔ پس بھیجی اللہ
تعالیٰ نے اپنی رحمت کہ ان کے دل کے
آرام کا سبب ہو رسول خدا پر۔

اس آیت کے مضمون سے حضرات شیعہ انکار تو نہیں کر سکتے جمیع علماء شیعہ نے اس

مضمون کو تسلیم فرمایا ہے مگر چونکہ اُن کے ائمہ نے (بخیال اُن کے) یہ تصریح فرمادی ہے کہ سکینہ بمعنی ایمان اور ایقان ہے اس لیے وہ انکار کر جاتے ہیں کہ فانزل اللہ سکینتہ علیہ میں علیہ کی ضمیر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف راجع نہیں بلکہ وہ اسکو حضور ختم رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کیطرف راجع فرماتے ہیں اور یہ عذر پیش کرتے ہیں کہ اگر علیہ کی ضمیر ابوبکر صدیق (رضی اللہ عنہ) کی طرف راجع ہوگی تو کلام غیر فصیح ہو جائیگا اہل سنت جواب دیتے ہیں کہ رنج حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو تہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو تسکین دینا چاہتے ہیں سکینہ کی ضرورت ان کو تہی نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو ایسے صاحب سکینہ تہے کہ دوسرے کو تسکین دیتے ہیں چنانچہ فرما رہے ہیں۔ لا تحزن ان اللہ معنا (مت غم کرو بیشک اللہ ہمارے ساتھ ہے) لہذا یقیناً حضرت ابوبکر ہی پر سکینہ نازل ہوا اور ضمیر حضرت ابوبکر ہی کی طرف پہرتی ہے چنانچہ صاحب تفسیر کبیر نے فانزل اللہ سکینتہ کی تفسیر یہ کی ہے اللہ تعالیٰ نے
۱۱۶ اپنا سکینہ صدیق پر نازل فرمایا۔

اسکی وجہ یہ فرمائی ہے کہ غم و اندوہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کو تہا نہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قلب اس وجہ سے مطمئن تہا کہ آپ سے فتح قریش کا وعدہ الٰہی ہو چکا تہا لہذا علیہ کی ضمیر کو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ ہی کی طرف راجع کرنا چاہئے نیز ان کا ذکر بہی اوپر کی آیت میں اس کے قریب ہے دوسری وجہ یہ تحریر فرمائی ہے کہ اگر خود حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کو خوف ہوتا تو خوف والا خوف والیکو کیا تسلی دے گا یہ عذر (اگر علیہ کی ضمیر ابوبکر صدیق کی طرف راجع ہوگی تو کلام غیر فصیح ہو جائیگا") ہی بالکل خلاف واقع ہے بلکہ اس موقع پر حقیقۃً فصاحت کا مقتضا بہی یہی ہے کہ علیہ کا مرجع ابوبکر صدیق کو ہی قرار دیا جائے اور اس قسم کی مثالیں کلام عرب اور بالخصوص کلام اللہ میں بہت سی ہیں مثلاً تعزروہ و توقروہ و تسبحوہ بکرۃ و اصیلا میں توقروہ کی ضمیر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف راجع ہے۔ اور تسبحوہ کی ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہے اور ملاحظہ ہو واخذ برأس اخیہ یجرہ الیہ دیکھو اخیہ و الیہ کی ضمیر میں حضرت موسے

علیہ السلام کی طرف پھرتی ہیں اور بجبرہ کی ضمیر حضرت ہارون کی طرف پھرتی ہے۔

اس آیت میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے سفر ہجرت اور اس سفر میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی رفاقت کا بیان ہے۔ قرآن شریف میں تشخیص و تعیین کے ساتہ کسی صحابی کی فضیلت اس صراحت اور اس وضاحت کے ساتہ بیان نہیں ہوئی جیسی کہ اس آیت میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فضیلت بیان ہوئی کوئی مسلمان اس آیت کو پڑھکر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سرتاج اہل ایمان ہونے میں شک نہیں کرسکتا۔ اور یہ بات ہی اور ہے کہ کچھ لوگوں نے اپنی آنکھہ سے پیغمبر کو دیکھا ان کے معجزات کے مشاہدے کئے اور پھر ایمان نہ لائے۔

اس آیت سے حسب ذیل فضائل حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے ثابت ہوتے ہیں۔

(۱) سفر ہجرت میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت ظاہر ہے کہ یہ رفاقت کوئی معمولی چیز نہ تھی نہایت نازک وقت اور بہت خطرناک حالت میں تھی ایسے وقت میں حضرت ابوبکر صدیق کا ہمراہ ہونا ان کی ایسی جانبازی ہے جسکی نظیر دنیا میں مشکل سے ملیگی ایسے نازک وقت میں ساتہ دینا ان کے کمال ایمان و اخلاص کے علاوہ اس بات کی بھی دلیل ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی وفاداری و محبت اور ان کے ایمان و اخلاص پر پورا بھروسہ تہا۔ 117

(۲) اس سفر میں سوا حضرت ابوبکر کے اور کسیکو ساتہ نہ لینا اس بات کی روشن دلیل ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت کی قابلیت کسی اور میں اس قدر نہ تہی اسی سے معلوم ہوا کہ وہ افضل امت ہیں کتب شیعہ میں تصریح موجود ہے کہ حضرت صدیق کے ساتہ لیجانیکا حکم خدا نے دیا تہا چنانچہ اس کے متعلق مجالس المومنین و تفسیر امام حسن عسکری کی روایت ہجرت کے بیان میں تحریر کرچکا ہوں۔

(۳) اللہ تعالیٰ شانہ نے سفر ہجرت کے سیکڑوں واقعات کو چھوڑکر حضرت ابوبکر صدیق کی رفاقت کا ذکر کیا ان کو صاحب رسول کہا اس سے معلوم ہوا کہ مقصود الٰہی یہ ہے کہ مسلمانوں کے دلوں میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی محبت اور ان کی افضیلت کا بھی یقین قایم ہو ورنہ اور کوئی وجہ اس رفاقت کے ذکر کرنیکی ہو ہی نہیں سکتی۔

(۴) رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابوبکر رنج نہ کرو اس سے معلوم ہوا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ان سے کمال محبت تھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا یہ رنج اپنے لیئے نہ تھا بلکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تھا ورنہ جو خوشخبری آگے ان کو سنائی گئی ہے اس کے کسی طرح مستحق نہیں ہو سکتے تھے۔

(۵) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خوشخبری ملی کہ اللہ ہم دونوں کے ساتھ ہے فا ضمیر جمع ہے جو ایک شخص کیلئے استعمال نہیں ہوسکتی خدا کا ساتھ ہونا کوئی معمولی فضیلت نہیں قرآن شریف میں جا بجا ارشاد ہوا ہے کہ خدا مومنوں اور متقیوں کے ساتھ ہوتا ہے پھر جو معیت خدا کی رسول کو حاصل تھی اسی معیت میں حضرت صدیق کو شریک کرنا اور بھی نور علیٰ نور ہے۔

(۶) خدا تعالیٰ نے سکینہ حضرت ابوبکرؓ پر نازل کیا ظاہر ہے کہ سکینہ کا نزول مومنین کاملین ہی پر ہوتا ہے بیعۃ الرضوان میں بھی تمام بیعت کرنے والے صحابہ پر نزول سکینہ کی خبر قرآن شریف میں ہے قولہ تعالیٰ فانزل السکینۃ علیہم مگر وہ ایک عام بات ہے جس میں تمام صحابہ شریک ہیں تخصیص کے ساتھ سوا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے کسی پر نزول سکینہ نہیں ہوا۔ ۱۱۸

(۷) فرمایا کہ کافروں نے رسول کو اس حالت میں نکالا کہ ان کے ساتھ ایک شخص اور تھا اس سے معلوم ہوا کہ کافروں کو جو عداوت رسول سے تھی وہی ابوبکر صدیق سے بھی تھی اور وہ ان دونوں کیساتھ ایک برتاؤ کرنا چاہتے تھے رسول کی ہر مصیبت میں شریک کامل تھے تو حضرت صدیق ہی تھے۔

عہ اس موقع پر ایک عجیب لطیفہ علمائے شیعہ نے لکھا ہے کہ رسول نے رنج کرنے سے منع کیا لہذا معلوم ہوا کہ رنج کرنا گناہ تھا پس حضرت ابوبکر کا مرتکب گناہ ہونا آیت سے ثابت ہوا اس کا جواب یہ ہے کہ ممانعت کے بعد رنج کرنا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ثابت نہیں اور اگر ممانعت سے پہلے جو رنج کیا تھا وہ بھی گناہ مانا جائے تو پھر قرآن مجید میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو بعض کاموں سے منع کیا گیا ہے۔ لا تعجل بالقرآن تو کیا معاذ اللہ پیغمبر رسول کے بھی گناہ مانے جائیں گے دوسرا طعن مخالفین کا یہ ہے کہ اگر یہ رنج حضرت صدیق کا ثواب تھا تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کیوں منع فرمایا اور جو ثواب تھا تو ابوبکر عاصی ٹھیرے اس کا جواب یہ ہے کہ باری تعالیٰ عز اسمہٗ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ارشاد فرمایا لا تخف انک انت الاعلیٰ (فرعون سے مت ڈر تو ہی بلند رہیگا) تو اگر موسیٰ علیہ السلام کا خوف کرنا ثواب تھا تو کیوں منع کیا؟ اور اگر گناہ تھا تو نعوذ باللہ موسیٰ علیہ السلام بھی عاصی ہوئے۔ دوسرے فرشتوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا لا تخف (اے ابراہیم) مت ڈرو۔ تیسرے حق تعالیٰ شانہ نے لوط علیہ السلام کو خطاب فرمایا لا تخف ولا تحزن مت ڈرا اور نہ غم کر ان سب صورتوں میں یا تو حضرت انبیاء علیہم السلام نعوذ باللہ عاصی ہوئے یا خدا نے اور فرشتوں نے ثواب سے روکا جو جواب ان کا ہے وہی ہمارا ہے۔ ۱۲ منہ

(باقی آیندہ)

رعایتی اعلان

صرف خریداران الہادی کے واسطے ۱۰ ربیع الثانی سے ۱۰ رجمادی الثانی ۵۰ھ تک مندرجہ ذیل کتب میں رعایت رہیگی

نام کتاب	پہلی قیمت	رعایتی قیمت	نام کتاب	پہلی قیمت	رعایتی قیمت
کتب مصنفہ حضرت حکیم الامۃ مدظلہ			حق السماع	۲ر	۱ر
نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب	عہ	۳ر	الخطاب الملیح	۲ر	۱ر
مسائل السلوک مع رفع الشکوک	۱۲	۹ر	فروع الایمان	۴ر	۳ر
تنویر السراج فی قصۃ المعراج	۱۰ر	۷ر	قصد السبیل	۲ر	۱ر
احکام التجلی	۳ر	۲ر	شوق وطن	۴ر	۳ر
التشرف بمعرفۃ احادیث التصوف حصہ اول	عہ	۱۲ر	صفائی معاملات	۲ر	۲ر
التکشف عن مہمات التصوف	صہ	۱۲ر	طریقہ مولد شریف	۱ر	۱ر
الاقتصاد فی التقلید والاجتہاد	۴ر	۳ر	القول الصواب	۲ر	۱ر
اصلاح الرسوم	۶ر	۴ر	کلید مثنوی دفتر اول کی پہلی جلد	عہ	۱۲ر
اعمال قرآنی کامل ہر سہ حصص	۵ر	۴ر	؍؍ ؍؍ دوسری جلد	عہ	۱۲ر
الانتباہات المفیدہ	۹ر	۷ر	؍؍ دفتر دوم کامل در دو جلد	؎	۱۲ر
اغلاط العوام	۱ر	۱ر	؍؍ دفتر ششم کامل در سہ جلد	؎	؎
اکسیر فی اثبات التقدیر	۱۲ر	۸ر	تسہیل المواعظ کی دوسری جلد کے گیارہ وعظ	۱۵ر	۱۱ر
اجبار الزلزلہ	۱ر	۱ر	تربیۃ السالک	۶ر	۴ر
بہشتی زیور قدیم دس حصص	۶	۱۲ر	حقوق الاسلام	۱ر	۱ر
بہشتی گوہر	۸ر	۵ر	وعظ التبشیر	۳ر	۲ر
تعلیم الدین	۸ر	۶ر	؍؍ الصلوٰۃ	۳ر	۲ر
تجدید تعلیم قرآن	۱ر	۱ر	؍؍ الحیٰوۃ	۳ر	۲ر
جزاء الاعمال	۲ر	۲ر	تجارت آخرت	۲ر	۱ر

(نوٹ) فہرست ہذا میں صرف کتابوں کے نام ہی درج کئے گئے ہیں اگر کتاب کی کیفیت دیکھنی ہو تو بڑی فہرست جو محرم ۵۰ھ کے رسالہ میں ارسال کی ہے وہ دیکھیں ملاحظہ ہو فقط

نام کتاب	قیمت	قیمت رعایتی	نام کتاب	قیمت	قیمت رعایتی
دعوت عبدیت کی جلد ششم	عہ	۸عہ	ترجمہ موطا امام محمدؒ	سے ر	۴عہ
دس وعظوں کا مجموعہ			ترجمہ نخبۃ الفکر	۱۰ر	۶ر
ترجمہ کتاب ترغیب وترہیب اول	۱۰ر	۷ر	مجموعہ زواجر ہندی	۸ر	۶ر
" کتاب الصلوٰۃ۔ حصہ دوم	عہ	۱۵ر	فتاوے عزیزی اردو	سے ر	۱۰عہ
" کتاب الجمعہ "	۲ر	۱ر	حصن حصین مترجم	۶عہ	عہ
" کتاب الصدقات حصہ سوم	۱۲ر	۹ر	زلزلۃ الساعۃ ترجمہ قیامت نامہ	۰	۰
بیان الامرا ترجمہ تاریخ الخلفاء	۶ع	عہ	شاہ رفیع الدین صاحبؒ	۴ر	۳ر
فتوح الاسلام ترجمہ جدید فتوح الشام	عہ	۶عہ	عقد انامل	۱۰ر	۷ر
سفرنامہ مالٹا	۱۰ر	۷ر	الہارون	عہ	عہ
تاریخ نجد وحجاز	عہ	۱۵ر	سفرنامہ ابن بطوطہ	سے ر	۱۲عہ
امیر الروایات	عہ	۱۲ر	الدر المنضود	۱۰ر	۸ر
تفسیر حسن القرآن	عہ	۲ابر	احسن المواعظ	عہ	عہ
تفسیر موضح القرآن	للعہ	بعہ	افضل المواعظ	عہ	عہ
تفسیر عزیزی پارہ عم	عہ	عہ	فتاوے رشیدیہ حصہ اول	۱۲ر	۱۰ر
" " پارہ تبارک الذی	۶ع	عہ	" " " دوم	۱۲ر	۱۰ر
مشارق الانوار	۶عہ	۶عہ	" " " سوم	۱۲ر	۱۰ر
شرح وقایہ اردو	للعہ	عہ	مالا بد اردو	۴ر	۳ر
احسن المسائل ترجمہ کنز الدقائق	عہ	عہ	مفتاح الجنۃ	۴ر	۳ر
خان الفردوس	۲ر	لہ	عقائد الاسلام ترجمہ فقہ اکبر	۴ر	۳ر
تحفۃ الزوجین	عہ	۳ر	علاوہ اس کے فہرست کلاں منگا کر ملاحظہ کریں		

المشتہر

محمد عثمان۔ مدیر رسالہ الہادی دریبہ کلاں دہلی

رجسٹر نمبر ایل ۱۷۷۵

قال اللہ تعالیٰ وقرآنا فرقناہ لتقرأہ علی الناس علی مکث ونزلناہ تنزیلا

چوں آیت موصوفہ دال ست با فیت تعلیم تدریجی برائے

عامۂ ناس حاضر باشد یا بادی و نیز بر ضرورت تعلیم علوم قرآنیہ یعنی دینیہ تدریجاً مشتمل ست

بر مقاصد مبادی پس اتباعاً للنص المزبور صحیفہ شہریہ کہ متدرج بتدریج شہور

مسمی بہ

الہادی

جلد (۶) | بابت ماہ جمادی الثانی سنہ ۱۳۴۸ھ | نمبر (۲)

کہ جامع ست انواع علوم دینیہ را برائے ہر طالب ہادی و تذکرہ ست در ہر مجلس و نادی

و مسکن ست برائے ہر جائع و صادی و مشتمل ست ترجمہ رسالہ الانوار المحمدی و تسہیل المواعظ

و حل انتباہات کلید مثنوی و تشرف حیوۃ المسلمین ملفوظات و سیرۃ الصدیق کہ اکثر آن مستفاد ست

از درگاہ ارشادی یعنی خانقاہ اشرفی امدادی و بادارۂ محمد عثمان نامی در بہر راہ اسلامی

در محبوب المطابع دہلی مطبوع گردید

از کتبخانہ اشرفیہ دریبہ کلاں دہلی بذریعہ آرڈر بر صدور میگردد

لہ ہذا التفسیر العام ماخوذ من حدیث قص بیننا لکتاب الصدوق یعنی بالرحیم ۱۲

فہرست مضامین

رسالہ الہادی بابت ماہ جمادی الثانی سنہ ۱۳۵۱ ہجری نبوی صلعم
جو بہ برکت دعا حکیم الامۃ محی السنۃ حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب مدظلہ العالی
کتب خانہ اشرفیہ دریبہ کلاں دہلی سے شائع ہوتا ہے۔

نمبر شمار	مضمون	فن	صاحب	صفحات
۱	الانوار المحمدیہ	حدیث	مولانا مولوی حافظ ظفر احمد صاحب سلمہ	۳ / ۱۰
۲	تسہیل المواعظ	وعظ	حکیم الامۃ حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب مدظلہ	۱۱ / ۱۸
۳	المنتخب من الخطب	مضامین مختلفہ	” ” ”	۱۹ / ۲۱
۴	کلید مثنوی	تصوف	” ” ”	۲۲ / ۳۲
۵	التشرف	”	” ” ”	۳۵ / ۳۸
۶	امثال عبرت	مضامین مختلفہ	مولانا مولوی حکیم محمد مصطفےٰ صاحب سلمہ	۳۹ / ۴۹

مقاصد وضوابط رسالہ الہادی

۱۔ اس رسالہ کو شرعی مباحث کے سوا سیاسیات سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

۲۔ رسالہ ہذا کا مقصود مسلمانوں کے ظاہر و باطن کی اصلاح ہے۔

۳۔ ہر قمری مہینہ کی معین تاریخ کو رسالہ روانہ ہوجاتا ہے اگر کسی صاحب کے پاس رسالہ نہ پہونچے تو فوراً طلب فرمائیں اطلاع پہونچتے ہی دوبارہ روانہ کردیا جاتا ہے۔

۴۔ رسالہ ہذا کی سالانہ قیمت ہے مع محصول ڈاک علاوہ ان حضرات کے جو قیمت پیشگی ارسال فرمائیں سب حضرات کی خدمت میں رسالہ وی۔ پی۔ کیا جاتا ہے۔ اور وی پی کی صورت میں خرچ رجسٹری فیس منی آرڈر اضافہ کرکے ۳۱ کا وی۔ پی روانہ کیا جاتا ہے اور حالانکہ قیمت مع محصول ڈاک چار شلنگ چھ پنس مقرر ہے جو ہر حالت میں پیشگی لیجاتی ہے۔

۵۔ ہر خریدار کو ابتدائے سال سے خریدار ہونا ضروری ہے اور رسالہ کا سال جمادی الاول سے شروع ہوتا ہے۔

۶۔ رسالہ ہذا میں بجز اپنے کتب خانہ کی کتب کے کسی صاحب کا اشتہار یا کسی کتاب کا ریویو وغیرہ شائع نہیں کیا جاتا۔

۷۔ رسالہ ہذا کی پرانی جلدیں بھی موجود ہیں۔ مگر ان کی قیمت میں اضافہ ہوجاتا ہے بجائے ہے کے مع محصول کے (سے) علاوہ محصول ڈاک مقرر ہے۔

الراقم

محمد عثمان۔ مدیر رسالہ الہادی دریبہ کلاں دہلی

(سبحان اللہ!) تمہارے سامنے کیا چیز آرہی ہے اور تم کس کا استقبال کر رہے ہو حضرت عمرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا کوئی (خاص) وحی نازل ہوئی ہے فرمایا نہیں عرض کیا پھر کیا کوئی دشمن آرہا ہے فرمایا نہیں عرض کیا پھر کیا بات ہے فرمایا (وہ عجیب بات یہ ہے کہ) اللہ تعالےٰ رمضان کی پہلی رات ہی میں اس قبلہ کے تمام ماننے والوں کو بخشدیتے ہیں اور حضور نے اپنے دست مبارک سے قبلہ کیطرف اشارہ فرمایا۔ ایک شخص یہ بات سُنکر حضور کے سامنے سر ہلاتے ہوئے کہنے لگا واہ واہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے فلاں کیا تیرے دل نے اسکی تصدیق کی ہے (اسلئے سر ہلاتا ہے یا اور کوئی سبب ہے) کہا یہ بات نہیں بلکہ مجھے منافق کا خیال آگیا (کہ وہ بھی بخشا گیا کیونکہ اہل قبلہ میں تو بظاہر وہ شامل ہے) حضور نے فرمایا کہ منافقین تو کافر ہیں اور کافروں کے لیے اس (بشارت) میں کوئی حصہ نہیں اسکو ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں روایت کرکے کہا ہے کہ اگر یہ حدیث صحیح ہو تو عجیب ہے کیونکہ مجھے خلف ابوالربیع اور اس کے شاگرد عمرو بن حمزہ قیس کے متعلق جرح وتعدیل کچھ معلوم نہیں۔

49 (حافظ) منذری فرماتے ہیں کہ ابن ابی حاتم نے ان دونوں کا ذکر کیا ہے اور انہیں کوئی جرح بیان نہیں کی واللہ اعلم۔

(۲۹) عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کا تذکرہ فرمایا اور اسکی فضیلت تمام مہینوں پر ظاہر فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ جو شخص رمضان میں محض ایمان اور طلب ثواب کی وجہ سے قیام کرے (مراد تراویح ہی) وہ اپنے گناہوں سے ایسا نکل جائے گا جیسے آج ہی اپنے ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا۔ اسکو نسائی نے روایت کیا اور کہا یہ (حدیث عبدالرحمن بن عوف کی روایت سے) خطا ہے بلکہ صحیح یہ ہے کہ یہ حضرت ابو ہریرہ کی روایت سے ہے۔ نسائی کی ایک روایت میں یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تو رمضان کا روزہ فرض کیا ہے اور میں نے اس کے قیام (تراویح) کو مسنون کیا ہے۔ پس جو شخص رمضان کا روزہ رکھے اور (رات کو) قیام کرے محض ایمان اور طلب ثواب کی نیت سے وہ اپنے گناہوں سے ایسا نکل جائے گا جیسا آج ہی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا۔

ف اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تراویح کی نماز کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود مسنون فرمایا ہے اور بعض روایات سے یہ بھی ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چند روز جماعت کے ساتھ تراویح پڑھی پھر فرضیت کے اندیشہ سے جماعت کو ترک کر دیا پس غیر مقلدوں کا اسکو سنت عمری کہنا غلط ہے حضرت عمر نے صرف اتنا کیا ہے کہ تراویح کی جماعت کے لیے ایک مستقل امام مقرر فرمایا پہلے ایک امام کی تعیین نہ تھی بلکہ مسجد میں بہت سے حفاظ کے ساتھ الگ الگ جماعت ہوتی تھی جس سے سامعین کو پریشانی ہوتی حضرت عمر نے تعدد جماعت کو بند کر کے ایک جماعت ایک امام کے ساتھ مقرر فرمادی رہی رکعات کی شمار تو حضرت خلفاء راشدین سے تو صحیح سند کے ساتھ ثابت ہے کہ وہ رمضان میں بیس رکعات اور تین وتر کے ساتھ قیام کرتے تھے اور ابن عباس کی ایک حدیث سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی بیس رکعات کا پڑھنا ثابت ہے مگر اسکی سند میں محدثین کو کلام ہے لیکن انصاف یہ ہے کہ اصول حدیث کے موافق یہ حدیث حسن سے کم نہیں اس لیے اس کا قبول کرنا لازم ہے تفصیل اس بحث کی اعلاء السنن میں موجود ہے) ۵۰

(۳۰) حضرت عمرو بن مرہ جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اوس نے عرض کیا یا رسول اللہ اگر میں لا الہ الا اللہ و محمد رسول اللہ کا دل سے اقرار کرلوں اور پانچوں نمازیں پڑھتا رہوں اور زکوٰۃ دیتا رہوں اور رمضان کا روزہ رکھوں اور اس کا قیام بجالاؤں تو میں کن لوگوں میں سے ہونگا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو صدیقین و شہداء میں سے ہوگا اسکو بزار نے اور ابن خزیمہ و ابن حبان نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔ اور یہ الفاظ ابن حبان کے ہیں

(۳۱) ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص شب قدر میں محض ایمان اور طلب ثواب کی وجہ سے قیام کرے (یعنے شب بیدار رہے اور نماز پڑھے) اس کے اگلے گناہ معاف ہو جائیں گے اس کو شیخین نے صحیحین میں روایت کیا ہے جیسا اوپر گذر چکا ہے اور مسلم کی ایک روایت میں یہ ہے کہ جو شخص شب قدر میں قیام کرے اور اوسکو پالے بھی اور غالباً حضور نے

یہ بھی فرمایا کہ محض ایمان اور طلب ثواب کی وجہ سے قیام کرے اس کے اگلے گناہ بخشدیئے جائیں گے امام احمد نے عبداللہ بن محمد بن عقیل کے واسطہ سے عمرو بن عبدالرحمٰن سے عبادہ ابن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمکو شب قدر سے اطلاع دی اور فرمایا وہ رمضان کے عشرۂ اخیرہ میں ہوتی ہے اکیسویں یا تیئیسویں یا پچیسویں یا ستائیسویں یا انتیسویں رات میں یا رمضان کی اخیر رات میں ہوتی ہے جو شخص طلب ثواب کی وجہ سے اس میں قیام کرے اس کے اگلے اور پچھلے گناہ سب بخشدیئے جائیں گے (حافظ منذری فرماتے ہیں کہ) یہ زیادتی حضرت ابوہریرہ کی حدیث میں اِس باب کے شروع میں بھی گذر چکی ہے (یعنی پچھلے گناہوں کا معاف ہو جانا جیسا اس روایت میں بھی آیا ہے جو پہلے گذر چکی ملاحظہ ہو مطلب)

(۳۴) امام مالک رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے کسی معتبر ثقہ عالم سے سُنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلے لوگوں کی عمریں دکھلائی گئیں یا پہلی امتوں میں سے بعض لوگوں کی عمریں دکھلائی گئیں تو شاید آپ نے اپنی امت کی عمروں کو کم دیکھ کر یہ سمجھا کہ میری امت عمل کے اس درجہ کو نہ پہونچ سکے گی جسکو دوسری امتیں پہونچی ہیں تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو شب قدر عطا فرمائی جو ہزار مہینوں سے بہتر و افضل ہے۔ اسکو امام مالک نے اسطرح (بلاغًا) مؤطا میں روایت کیا ہے (پوری سند نہیں بیان کی مگر امام مالک کا بلاغ حجت ہے) جیسا امام بخاری کی تعلیقات حجت ہیں جبکہ جزم کی ساتھ مذکور ہوں۔ ۵۱

رمضان میں بدون کسی عذر کے روزہ نہ رکھنے پر وعید

(۱) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص رمضان کے ایک دن کا روزہ بدون کسی بیماری اور رخصت کے نہ رکھے تو اسکی تلافی تمام زمانہ کے روزوں سے بھی نہ ہو سکے گی گو سارے زمانہ کا روزہ رکھے اسکو ترمذی نے روایت کیا ہے اور الفاظ انہی کے ہیں اور ابوداؤد و نسائی و ابن ماجہ

وابن خزیمہ نے صحیح میں اور بیہقی نے بھی روایت کیا ہے سب کے سب ابن المطوس اور بقول بعض ابو المطوس کے واسطہ سے وہ اپنے باپ سے وہ ابو ہریرہ سے روایت کرتے ہیں اور بخاری نے اسکو بدون جزم کے تعلیقاً روایت کیا ہے ترمذی کہتے ہیں کہ ہم اسکو بجز اس سند کے اور کسی طریق سے نہیں جانتے اور میں نے امام بخاری کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ ابو المطوس کا نام یزید بن المطوس ہے اور اس حدیث کے سوا ان کی اور کوئی حدیث مجھے معلوم نہیں اور امام بخاری نے یہ بھی فرمایا کہ مجھے یہ بھی معلوم نہیں کہ ابو المطوس کے باپ کا حضرت ابو ہریرہ سے سماع ہے یا نہیں اور ابن حبان نے کہا ہے کہ جس حدیث کی روایت میں وہ متفرد ہو اس سے احتجاج جائز نہیں واللہ اعلم

(۲) ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میں ایک بار سو رہا تھا کہ میرے پاس دو شخص آئے انہوں نے میرے بازو پکڑے اور ایک دشوار گذار پہاڑ پر لے گئے اور مجھ سے کہا اوپر چڑھو میں نے کہا مجھے اس کی طاقت نہیں انہوں نے کہا کہ ہم اسکو آپ کے لیے آسان کردیں گے تو میں اوپر چڑھ گیا جب پہاڑ کے بیچ میں پہونچا تو دفعۃً سخت آوازیں مجھے سنائی دیں میں نے کہا یہ کیسی آوازیں ہیں کہا یہ دوزخیوں کی چیخ پکار ہے۔ پھر وہ مجھکو آگے لے چلے تو مجھے ایسے لوگ نظر پڑے جو ایڑی کے بل 52
الٹے لٹکائے گئے ہیں اور انکی باچھیں چیر دی گئی ہیں ان کی باچھوں سے خون بہ رہا ہے۔ میں نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں کہا یہ وہ لوگ ہیں جو روزہ[1] کھلنے سے پہلے افطار کرلیا کرتے تھے الحدیث اسکو ابن خزیمہ وابن حبان نے اپنی اپنی صحیح میں روایت کیا ہے +

(۳) ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے اور حماد بن زید (راوی) کا قول یہ ہے کہ میرے علم میں ابن عباس نے اسکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کیطرف مرفوع کیا ہے کہ حضور نے فرمایا اسلام کے دستے اور دین کی بنیادیں تین ہیں جنپر اسلام کی

[1] قولہ قبل تحلۃ صومہم معناہ یفطرون قبل وقت الافطار ۱۲ منہ

کی عمارت قایم ہے جو شخص ان میں سے ایک کو بھی چھوڑے گا وہ اسکی وجہ سے کافر حلال الدم ہو جائے گا ایک لا الہ الا اللہ کا دل و زبان سے اقرار دوسرے فرض نماز تیسرے رمضان کا روزہ اسکو ابو یعلی نے سند حسن سے روایت کیا ہے اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ جو شخص ان میں سے ایک کو بھی ترک کرے گا وہ اللہ کے ساتھ کفر کرنیوالا ہے اُس کی نہ فرض عبادت قبول ہوگی نہ نفل اُس کا خون اور مال حلال ہوگیا (حافظ) منذری رح فرماتے ہیں کہ نماز ترک کرنے کی وعید میں اِس مضمون کی بہت سی احادیث گذر چکی ہیں +

ف سلف کا اور جمہور علمار امت کا اسپر اجماع ہے کہ جو شخص نماز روزہ کو فرض جانتا ہو فرضیت کا انکار نکرتا ہو پر سستی اور کاہلی کی وجہ سے نماز روزہ ترک کرے تو وہ کافر نہوگا ہاں فاسق ہو جائے گا پس یہ احادیث اُس صورت پر محمول ہیں جبکہ ترک صلوۃ و صوم کا منشا انکار فرضیت ہو یا مطلب یہ ہے کہ اس شخص نے کافروں جیسا کام کیا کیونکہ صلوۃ و صوم کا ترک کرنا مسلمانوں کا کام نہیں اور بعض علمار کا یہ مذہب ہے کہ احادیث وعید میں تاویل نہ کرنا چاہیئے تاکہ وعید کا اثر کمزور نہو واللہ اعلم ۱۲) ۵۳

ماہ شوال میں چھ روزہ رکھنے کی ترغیب

(۱) حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے رمضان کے روزے رکھے پھر اس کے بعد شوال میں چھ روزے رکھے اُس نے گویا سال بھر کے روزے رکھے اسکو مسلم و ابو داؤد و ترمذی و نسائی و ابن ماجہ نے روایت کیا ہے اور طبرانی نے بھی سند صحیح سے اِس زیادتی کے ساتھ روایت کیا ہے کہ میں نے عرض کیا کہ ہر دن کے عوض دس دن کے روزوں کا ثواب ہوگا حضور نے فرمایا ہاں +

(۲) حضرت ثوبان سے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام ہیں۔ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے عید الفطر کے بعد چھ روزے رکھے اُس نے گویا پورے سال کے روزے رکھے من جاء بالحسنة فله عشر امثالها

جو ایک نیکی کرتا ہے اسکو دس نیکیوں کا ثواب ملتا ہے اسکو ابن ماجہ اور نسائی نے روایت کیا ہے اور نسائی کے الفاظ یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ایک نیکی کو دس نیکیوں کے برابر کیا ہے پس ایک مہینہ تو دس مہینوں کے برابر ہوگیا اور عید الفطر کے بعد چھ روزوں سے سال پورا ہوگیا۔ اور ابن خزیمہ نے بھی اپنی صحیح میں اس حدیث کو ان الفاظ سے روایت کیا ہے کہ رمضان کے روزے تو دس مہینوں کے برابر ہوگئے اور اس کے بعد چھ روزے دو مہینوں کے برابر ہیں۔ پس یہ سال بھر کے روزے ہوئے۔ اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں ان الفاظ سے روایت کیا ہے کہ جس نے رمضان کے روزے رکھے۔ اور شوال میں چھ دن کے روزے رکھے اس نے سال بھر کے روزے رکھے۔ اور اس حدیث کو احمد و بزار و طبرانی نے حضرت جابر بن عبداللہ کی روایت سے بیان کیا ہے

(۳) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے رمضان کے روزے رکھے اور اس کے پیچھے شوال میں چھ روزے رکھے اس نے گویا سال بھر روزے رکھے اسکو بزار نے چند طرق سے روایت کیا ہے ۵۴
اور ایک طریق کی سند صحیح ہے اور طبرانی نے اوسط میں اسکو ایسی سند سے جو قابل غور ہے بایں الفاظ روایت کیا ہے کہ جس نے عید الفطر کے بعد چھ روزے پے درپے رکھے گویا اس نے سال بھر کے روزے رکھے۔

(۴) عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جسنے رمضان کے روزے رکھے اور اس کے بعد شوال میں چھ روزے رکھے وہ اپنے گناہوں سے اس طرح پاک ہوگیا جیسا اس دن پاک تھا جس دن اسکی ماں نے اسکو جنا تھا۔ اسکو طبرانی نے اوسط میں روایت کیا ہے۔

ف۔ ان احادیث سے شوال کے مہینہ میں چھ روزے رکھنے کی فضیلت ظاہر ہے اور یہ حضور نے فرمایا ہے کہ اس سے سال بھر کے روزوں کا ثواب ملیگا اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ اسکو تین سو ساٹھ دن کے روزوں کا ثواب ملیگا اور یہ مطلب نہیں کہ سال بھر جو شخص روزہ رکھے اسکو اس شخص سے زیادہ ثواب ملیگا جس نے رمضان کے بعد

شوال میں چھ روزے رکھے ہیں کیونکہ جیسا ایک روزہ کا ثواب دس روزوں کے برابر ہے تو جو سال بھر روزے رکھے گا اسکو سارھے تین سو[1] روزوں کا ثواب تین ہزار پانسو روزوں کے برابر ملیگا خوب سمجھ لو اور جن احادیث میں صوم الدہر کی ممانعت وارد ہے ان کا مطلب آگے معلوم ہوجائے گا۔

ف عوام میں مشہور ہے کہ شش عید کے روزوں کا یہ ثواب اسیوقت ملیگا جبکہ عید الفطر کے بعد ایک روزہ متصل رکھ لیا جائے اس قید کی کوئی اصل نہیں۔ بلکہ شوال کے مہینے کے اندر اندر جب بھی چھ روزے رکھدیئے جائیں گے یہ ثواب مل جائے گا البتہ طبرانی کی ایک روایت سے جسکی سند قابل غور ہے (مگر زیادہ ضعیف اور موضوع نہیں) یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ چھ روزے پے در پے[2] رکھنا چاہیں۔ متفرقاً نہ رکھے جائیں اس لیے یہ تو اختیار ہے کہ خواہ عید الفطر کے بعد فوراً رکھے یا وسط شوال میں یا اخیر مہینہ میں مگر بہتر یہ ہے کہ چھ دن متواتر روزہ رکھا جائے۔ اور چونکہ صحیح حدیثوں میں یہ قید مذکور نہیں جو طبرانی کی روایت میں مذکور ہے اسلئے اگر تفریق کیساتھ بھی چھ دن پورے کردیے جائیں گے جب بھی امید قوی یہی ہے کہ وہ ثواب جو حدیثوں میں مذکور ہے اس صورت میں بھی مل جائے گا واللہ تعالیٰ اعلم ۵۵

ف بعض علماء نے فرمایا ہے کہ شوال کے چھ روزوں کو رمضان سے وہ تعلق ہے۔ جو فرض نماز کے بعد کی سنتوں کو فرض نماز سے تعلق ہوتا ہے ۱۲ مترجم

عرفہ کے دن روزہ رکھنے کی ترغیب اس شخص کیلئے جو اس دن میدان عرفات میں نہو اور اسدن میں حج کرنیوالیکو اس سے ممانعت کا بیان

(۱) حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے

[1] قمری سال کے تین سو چپن دن ہوتے ہیں چونکہ سال بھر میں پانچ دن روزہ رکھنا ممنوع ہے یعنی عیدین اور ایام تشریق اسلئے ساڑھے تین سو دن کہا گیا

[2] اور امام ابو یوسف سے جو تتابع کی کراہت منقول ہے وہ روایت ضعیف ہے، یا یہ مطلب ہے کہ ایسا تتابع مکروہ ہے جس میں عید الفطر کے دن بھی روزہ رکھا جائے اور اگر ان سے یہ روایت صحیح بھی ہو تو اسپر محمول کیا جائے گا کہ ان کو کسی حدیث سے تتابع کی قید معلوم نہیں ہوئی۔ ۱۲ ظ۔

عرفہ کے روزہ کی بابت سوال کیا گیا آپ نے فرمایا کہ سال گذشتہ اور سال آئندہ (کے گناہوں) کا کفارہ ہو جاتا ہے اسکو مسلم نے روایت کیا ہے اور اُسی کے یہ الفاظ ہیں اور ابوداؤد و نسائی اور ابن ماجہ و ترمذی نے بھی روایت کیا ہے ترمذی کے الفاظ یہ ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عرفہ کے روزہ کی بابت مجھے اللہ تعالیٰ سے امید یہ ہے کہ وہ ایک سال اگلے اور ایک سال پچھلے (کے گناہوں) کا کفارہ ہو جاتا ہے اور ابن ماجہ نے قتادہ بن نعمان سے روایت کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ جس نے عرفہ کے دن روزہ رکھا اُس کے ایک سال اگلے اور ایک سال پچھلے کے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔

(۲) عطاء خراسانی سے روایت ہے کہ عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما عرفہ کے دن حضرت عائشہ کے پاس گئے اُس وقت حضرت عائشہ روزہ سے تھیں اور اُن کے اوپر پانی ڈالا جا رہا تھا (شاید روزہ کی وجہ سے گرمی اور پیاس کی تکلیف ہوگی) تو عبدالرحمٰن نے کہا آپ روزہ توڑ دیجئے حضرت عائشہ نے فرمایا میں اس روزہ کو توڑ دوں جسکی بابت میں نے ۵۶
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے کہ عرفہ کے دن کا روزہ اُس سال کے گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے جو پہلے گذر چکا ہے اسکو احمد نے روایت کیا ہے اور اس کے سب راویوں سے صحیح میں احتجاج کیا گیا ہے مگر عطاء خراسانی کا عبدالرحمٰن بن ابی بکر سے سماع ثابت نہیں ہے۔

(۳) سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص عرفہ کے دن روزہ رکھے اُس کے پے درپے دو سال کے گناہ بخش دیے جاتے ہیں اسکو ابو یعلی نے روایت کیا ہے اور اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔

(۴) ابوسعید خدری رضہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص عرفہ کے دن روزہ رکھے اُس کے ایک سال اگلے اور ایک سال پچھلے کے گناہ بخش دیے جاتے ہیں اور جو عاشورا کا روزہ رکھے اُس کے ایک سال کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اسکو طبرانی نے اوسط میں سند حسن سے روایت کیا ہے۔

(باقی آئندہ)

ذرا اونچی آواز سے پوچھا کہ تم نے یہ کیا کیا حضرت شیخ نے فرمایا کہ جو کچھ میں نے کیا ہے آپ کو بھی معلوم ہے دریافت کرنے کی ضرورت نہیں ورنہ میں یہاں تک نہ لایا جاتا بادشاہ یہ جواب سنکر غصہ میں بھر گیا اور پوچھا کہ تم نے یہ حرکت کیوں کی کیا تم شرعی کوتوال ہو کہ لوگوں کے کاموں کی دیکھ بھال کرتے پھرتے ہو شیخ نے فرمایا کہ ہاں شرعی کوتوال ہوں بادشاہ نے پوچھا کہ تم کو کس نے کوتوال بنایا ہے فرمایا کہ جس نے تجھے بادشاہ بنایا ہے بادشاہ نے پوچھا کوئی دلیل ہے فرمایا کہ ہاں یہ آیت ہے یٰبُنَیَّ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْہَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَاصْبِرْ عَلٰی مَآ اَصَابَکَ (ترجمہ) اے میرے بیٹے نماز اچھی طرح پڑھا کرنا اور اچھے کاموں کا دوسروں کو حکم کرتے رہنا اور برے کاموں سے روکنا۔ اور جو کچھ تمکو مصیبت پہونچے اسپر صبر کرنا حاصل یہ کہ برے کاموں سے روکنے کا آیت میں حکم ہے اسلئے ہر مسلمان کو حق ہے کہ بری بات پر روک ٹوک کرے بادشاہ نے جو یہ مذرپنے کی باتیں سنیں تو اسپر بڑا اثر ہوا اور کہا کہ ہم نے تم کو آج سے کوتوال بنا دیا مگر ایک بات بتاؤ کہ ایک مٹکا تم نے کیوں چھوڑ دیا فرمایا کہ جب میں نے نو مٹکے ۱۳
توڑ ڈالے تو نفس میں خیال آیا کہ اے ابوالحسن تو نے بڑی ہمت کا کام کیا کہ بادشاہ سے بھی نہ ڈرا میں نے اسیوقت ہاتھ روک لیا کیونکہ اس سے پہلے تو اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لیے توڑے تھے اگر اب توڑوں گا تو وہ نفس کے لیے ہوگا اس لیے دسواں مٹکا چھوڑ دیا بادشاہ پر اس کا بہت اثر ہوا کتابوں میں ایسی ہی حکایت حضرت علیؓ کی لکھی ہے کہ آپ ایک کافر کے قتل کرنے کے واسطے اس کے سینے پر چڑھ بیٹھے اس نے آپ کے چہرہ مبارک پر تھوک دیا۔ آپ فوراً اتر پڑے اور اسکو چھوڑ دیا اس نے پوچھا کہ باوجود اس کے کہ آپ مجھپر غالب ہو گئے تھے اور میں پوری طرح آپ کے قبضہ میں آگیا تھا پھر میں نے گستاخی بھی سخت کی ان باتوں کے ہوتے ہوئے کیا وجہ ہوئی کہ آپ الگ ہو گئے اور مجھے قتل نہیں کیا فرمایا کہ تیرے تھوکنے سے پہلے تو میری نیت اللہ کے واسطے تجھکو مارنے کی تھی اور جب تو نے تھوکا تو مجھے غصہ آگیا اور نفس نے کہا کہ جلدی اس گستاخ کا کام تمام کر دو تو اب نفس کی شرکت ہو گئی تھی

اب اگر قتل کرتا تو خالص اللہ کے واسطے نہوتا اس لیے میں نے چھوڑ دیا وہ یہ دیکھکر
مسلمان ہوگیا یہ شکایت تو اس مناسبت سے بیان کی گئی کہ جیسے حضرت ابوالحسن نوری
نے خالص اللہ کے لیئے شراب کے مٹکے توڑنے شروع کیئے تھے اور جب نفس کی شرکت
ہوئی تو ہاتھ روک لیا ایسا ہی حضرت علیؓ کا بھی قصہ ہے باقی مقصود یہ بیان کرنا تھا کہ جیسے
حضرت ابوالحسن نوری رحمۃ اللہ نے بادشاہ کے منہ پر حق بات کہی اور ذرا نہیں دبے اگر
کوئی ایسا پکا ہو تو اسکو امیروں سے ملنے کا ڈر نہیں بے کھٹکے اُن کے پاس جائے اور
انکو اچھے کاموں کا حکم کرے اور بُرے کاموں سے منع کرے اور اگر انکی ہاں میں ہاں ملانا
پڑے اور حق بات نہ کہہ سکے تو اُس کے لیے یہی بہتر ہے کہ امیروں سے بچا رہے۔

حدیث میں ہے کہ مولوی دین کے امانت دار ہیں جب تک امیروں اور حاکموں
سے میل جول نہ کریں اور جب امیروں اور حاکموں سے میل جول کرنے لگیں تو وہ دین
کے لٹیرے ہیں چنانچہ تھوڑے دنوں کا قصہ ہے

ایک عورت کی ایک مرد سے آشنائی تھی اور چاہتی تھی کہ کسی طرح خاوند سے چھوٹ کر
آشنا سے نکاح ہو جاوے ایک ایسے ہی مولوی صاحب نے جو دین کے لٹیرے تھے
اسکو ترکیب بتائی کہ تو کافر ہو جا نکاح ٹوٹ جاوے گا پھر توبہ کر کے دوسرے سے نکاح کر لینا
خدا کی پناہ ایسے ہی ظالموں نے مولویوں کو بدنام کیا ہے غرض جو لوگ علم رکھتے ہیں انہیں
بھی یہ نفسانی خواہش کی پیروی کا مرض اس رنگ سے ظاہر ہو رہا ہے اور جو علم والوں میں بہت ہی
خاص لوگ ہیں انہیں بھی یہ مرض موجود ہے اگرچہ انکو مال اور عزت مقصود نہیں ہے مگر پھر
بھی کوئی وسیلہ نفسانی خواہش کی پیروی کا موجود ہے جیسے کسی کے ساتھ سختی کی اور اسکو
برا بھلا کہا تو نفس یہ سمجھاتا ہے کہ سختی سے اسکی اصلاح ہوتی ہے اس سے تم پر کچھ اندیشہ
نہیں ہے تمہاری نیت اصلاح کی اچھی ہے لیکن یہ عذر اسوقت صحیح ہوتا ہے کہ جب سختی کرنے سے
پہلے ہی خیال ہوتا کہ سختی سے اصلاح ہوگی اور اسی خیال سے سختی کرتے۔ حالانکہ اس وقت سوائے
غصہ کے کچھ بھی دل میں نہ تھا اب فرصت میں تاویلیں گھڑتے ہیں اور دھیمے ہونے کے
لیے بعض مرتبہ زبان سے بھی کہتے ہیں کہ کیا کہیں بڑی سختی ہوگئی یہ اقرار اپنی زبان سے

[illegible]

١٤

[illegible]

[illegible]

اس لیے کرتے ہیں تاکہ مریدوں اور معتقدوں کے دل میں شبہ نہ رہے اور یہ سمجھیں کہ حضرت میں بڑی تواضع اور صفائی ہے خود اپنے قصور کا اقرار کرتے ہیں پھر اسپر مرید تعریفیں کرتے ہیں اور ان کی باتیں بناتے ہیں کوئی کہتا ہے کہ آپ جو کچھ کرتے ہیں ہماری اصلاح کے لیے کرتے ہیں آپ کی اسمیں کیا غرض ہے کوئی کچھ کہتا ہے اور کوئی کچھ کہتا ہے غرض ایسے مرید اور معتقد اس کا دماغ اور زیادہ خراب کر دیتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو یہی چاہیئے کہ کام کرنے سے پہلے غور کر کے دیکھا کریں کہ ہم جو کچھ کر رہے ہیں اسمیں نفسانی خواہش کس قدر اور شریعت کی پیروی کس قدر ہے جتنا حصہ نفسانی خواہش کا ہو اسکو چھوڑ دینا چاہیئے ایک مثال اور لیجئے ایک امیر آیا اور اسکی عزت اور خاطرداری کی۔ اب نفس یہ کہتا ہے کہ اسکی عزت اور خاطر کرنے میں دنیا کی کوئی غرض نہیں ہے بلکہ شریعت کا بھی یہی حکم ہے کہ اس کے ساتھ ایسا ہی برتاؤ کیا جائے اگر ایسا نہ کیا جاوے تو اس کا دل ٹوٹے گا اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ جب تمہارے پاس کسی قوم کا کوئی بڑا شخص آوے تو اسکی عزت کرو پس امیروں کے ساتھ عزت کا برتاؤ کرنا یہی شریعت ۱۵
کی پیروی ہے سو یہ باتیں تو سب صحیح ہیں بیشک امیر کے ساتھ عزت کا برتاؤ کرنا شریعت کے موافق ہے مگر کلام اسمیں ہے کہ ہم نے جو اسکی تعظیم کی ہے کیا اسکی یہی وجہ ہے یا اور کوئی وجہ ہے۔ غور کر کے دیکھا جاتا ہے تو یہ وجہ ہرگز نہیں ہوتی یہ تو بعد میں دل کے سمجھانے کے لیے مضمون تراش لیتے ہیں اصل وجہ وہی دنیا کی خوشامد ہے نفع کی توقع پر امیروں کی تعظیم کیجاتی ہے غرض یہ اکثر لوگوں کے نفسوں میں شرارتیں ہیں مگر بد معاشوں میں اور طرح کی ہیں۔ اور نیکبختوں میں اور طرح کی ان میں نیکبختی ہی کے رنگ میں شرارتیں ہیں پھر مولویوں اور طالبعلموں میں اور رنگ کے ہیں اور درویشوں میں دوسرے رنگ سے ہیں لیکن یہ ضروری بات ہے کہ جو شخص کام کرتا ہے اور خدا تعالی کے لیئے خالص عمل کرنے کی کوشش میں رہتا ہے غلطی ہوجانے کے بعد اسکی سمجھ میں آجاتا ہے کہ مجھ سے غلطی ہوئی لیکن مشکل یہ ہے کہ اکثر سمجھ میں آجانیکے بعد بھی غلطی کا تدارک نہیں کرتے کیونکہ بدل کرنے سے شرم آتی ہے نفس کہتا ہے کہ آئندہ سے ایسا نہ کریں گے اور

اب بدل کرنا مصلحت کے خلاف ہے لیکن یاد رکھو کہ اگر اس وقت اس کا بدل کر لیا جاوے اور
کھلم کھلا غلطی کا اقرار کر لیا جاوے تو آئندہ کام کرنے کی توفیق ہوتی ہے اور بدل نہ کرنے سے
ہمت کمزور ہو جاتی ہے اور توفیق بھی کمزور ہوتی جاتی ہے یہ تجربہ کی بات ہے ایک ہو کلا وہ سمجھا ہو وہ یہ کہ اگر کسی کو تباہی ہو جاتی
ہے تو نفس کہتا ہے کہ تمہارے اندر اللہ کے نام سے نور پیدا ہو گیا اب تمہاری سمجھ میں وہ صحیح ہی ہوتا ہے تو تم سے غلطی
نہیں ہوتی سو اتنی بات تو بیشک صحیح ہے کہ واقعی مسلمان کے اندر عبادت اور پرہیز گاری سے
دانائی اور صحیح سمجھ پیدا ہو جاتی ہے چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ مسلمان کی سمجھ سے
بچتے رہو یہ خیال نہ کرنا کہ اسکو دھوکہ دے لوگے کیونکہ اسکو خدا تعالیٰ کے نور سے سوجھا کرتا ہے
میں نے سنا ہے کہ ہمارے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک شخص — حضرت حاجی صاحب کی ایک کرامت
آئے انہوں نے مشورہ کیا کہ مجھے مدینہ جانا ہے کس طرف کو جاؤں فرمایا کہ ینبوع ہو کر
جاؤ دوسرا ایک اور آیا اوس نے بھی یہی مشورہ لیا اسکو فرمایا کہ سلطانی راستہ کو جاؤ سو جس
شخص کو ینبوع کے راستہ سے جانے کے لیے فرمایا تھا وہ بھی کسی مصلحت سے سلطانی
ہی راستہ کو گیا اور حضرت کے مشورہ پر عمل نہ کیا اسکو ویسے بھی بہت تکلیف ہوئی اور ۱۶
بدووں سے بھی سابقہ پڑا ان سے الگ تکلیف پہنچی اور جسکو سلطانی راستہ کا مشورہ
دیا تھا وہ آرام سے چلا گیا حضرت سے اسکی وجہ پوچھی گئی کہ آپ نے اسکو اس راستہ کا مشورہ
دیا اور اسکو دوسرے راستہ کا اسمیں کیا حکمت تھی۔ فرمایا کہ جب پہلا آیا میرے دل میں وہی
آیا جو اسکو بتایا اور جب دوسرا آیا تو میرے دل میں اس وقت یہی آیا جو اسکو مشورہ دیا
سو ایسے شخص سے واقعی غلطی کم ہوتی ہے اسی کے مناسب ایک اور حکایت ہے کہ ایک — ایک اور بزرگ کی حکایت
بزرگ کی خدمت میں چند آدمی جو سفر کرنیوالے تھے ملنے آئے جب وہ جانے لگے تو انہوں نے
عرض کیا کہ حضرت ہمکو کچھ وصیت کیجئے ان بزرگ نے فرمایا کہ ہاتھی کا گوشت مت کھانا
انہوں نے عرض کیا کہ حضرت ہم کو تو ہاتھی کے گوشت کھانیکا خیال تک بھی نہیں آتا۔
پھر آپ نے ہاتھی کے گوشت نہ کھانیکو کیوں فرمایا۔ فرمایا کہ میرے منہ سے اسوقت ایسا ہی
نکلا خدا جانے کیا وجہ ہے وہ لوگ رخصت ہوگئے۔ اتفاق سے راستہ بھول گئے اور ایک
جنگل بیابان میں پہنچ گئے وہاں کئی دن تک بھوک اور پیاس سے بیتاب ہوتے اتفاق سے

ایک ہاتھی کا بچہ سامنے سے دکھائی دیا سبنے اتفاق کیا کہ اب تو جان جانے کا خطرہ ہے
ایسی حالت میں حرام بھی حلال ہے اسکو کاٹ کر کھانا چاہیئے ایکنے انہیں سے منع کیا کہ کیا
تم کو حضرت کی وصیت یاد نہیں ہے انہوں نے کچھ پروا نہ کی اور سبنے خوب رس کا گوشت
کھایا۔ لیکن ایکنے نہیں کھایا سب تو گوشت کھاکر سورہے کیونکہ تھکے ماندے ہورہے تھے
مگر جس نے نہیں کھایا تھا اسکو نیند نہیں آئی جاگتا رہا تھوڑی دیر میں ایک جماعت ہاتھیوں
کی آئی ان میں ایک ہتنی بھی تھی اس ہتنی نے اپنے بچہ کو تلاش کرنا شروع کیا تلاش
کرتے کرتے وہاں بھی آئی جہاں یہ لوگ سورہے تھے اور ان سونیوالوں میں سے ایک
ایک کا منہ سونگھا تو اسکو گوشت کی بو آئی اس نے ایک ٹانگ پر پانوں رکھا۔ اور
دوسری سونڈھ سے پکڑ کر اسکو چیر ڈالا اسی طرح سب کا کام تمام کردیا پھر آخر میں اسکے
پاس آئی جس نے نہیں کھایا تھا چونکہ اس کے منہ سے بو نہ آئی اسکو سونڈھ سے اٹھاکر
اپنی کمر پر بٹھالیا اور ایک جانب کو لے چلی اور ایک میوہ دار درخت کے نیچے لے گئی اور
17 ٹھہر گئی اس نے خوب سیر ہوکر میوے کھائے اس کے بعد اسکو راستہ پر چھوڑ آئی۔ ان حضرات
کی یہ شان ہوجاتی ہے کہ وہ جو کچھ کہتے ہیں خدا تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے حاصل یہ کہ یہ بات
تو بیشک صحیح ہے کہ پرہیزگاری سے صحیح سمجھ پیدا ہوجاتی ہے لیکن کلام اسمیں ہے کہ تم بھی
اُن میں ہو یا صرف نفس کی بناوٹ ہے۔ صاحبو جو لوگ کامل نہیں ہیں انکو نہ چاہیئے
کہ اپنی حالت کو کاملوں کی حالت کے مثل سمجھنے لگیں اور اپنی نفسانی خواہش کی نسبت
یہ خیال کرلیں کہ یہی مصلحت ہے کیونکہ میرے دل میں جو بات آتی ہے وہ ٹھیک ہوتی ہے
میرے دلمیں خدا کا نور ہے جیسا پہلے بزرگوں میں ہوا کرتا تھا یہ بڑی غلطی ہے انکو چاہیئے
کہ اپنے نفس پر ہر وقت بدگمانی رکھو اگر کسیوقت اسمیں خواہش نہ بھی پاؤ تب بھی
نفس کو مردہ ہرگز نہ جانو اسکی مثال اژدہا کی سی ہے کہ وہ مردہ معلوم ہوتا ہے مگر زندہ
ہوتا ہے چنانچہ ایک شخص کسی پہاڑ پر چلا گیا دیکھا کہ اژدہا مردہ پڑا ہے حالانکہ وہ
جاڑے کی وجہ سے ٹھٹھر رہا تھا مردہ نہیں تھا اس نے اسکو پکڑ لیا اور شہر میں لایا
اور لوگوں کے مجمع میں لیکر بیٹھا تھوڑی دیر میں جو سورج نکلا اور اس کے بدن میں

گرمی پہونچی اور سردی کا اثر جاتا رہا تو اس نے ہلنا شروع کیا اور لوگوں نے بھاگنا شروع کیا سیکڑوں تو اوپر سے تلے گر کر مر گئے۔ یہی حال تمہارے نفس کا ہے کہ اس کے پاس سامان نہیں ہے اسلئے مرجھایا ہوا ہے سامان ہونے پر یہ دیکھنے کے قابل ہے ہم لوگوں کی یہ حالت ہے کہ دو چار روز اللہ اللہ کیا اور تہجد پڑھنے لگے تو سمجھنے لگے کہ ہم کامل ولی ہو گئے اور نفس پر بھروسہ ہو جاتا ہے۔ حالانکہ نفس خواہ کیسا ہی ہو جاوے مگر اس سے بدگمان ہی رہنا چاہیئے جو خیال آوے اور جو کام کرو پہلے سوچ لو اور غور کر لو کہ اس میں کوئی نفس کی شرکت تو نہیں ہے بعض وقت نفس یہ چالاکی کرتا ہے کہ ظاہر تو یہ کرتا ہے کہ یہ کام خلوص کے لیے ہے اور مقصود ہوتا ہے اپنی خواہش کا پورا کرنا۔ حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک شخص کو زور سے ذکر[1] کرنا سکھایا اس نے عرض کیا کہ حضرت مجکو آہستہ ذکر کرنے کی اجازت دیدیجئے کیونکہ زور سے ذکر کرنے میں دکھلاوہ ہو جاتا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ سبحان اللہ زور سے ذکر کرنے میں تو دکھلاوہ ہوگا اور آہستہ ذکر کرنے میں دکھلاوہ نہ ہوگا جب آنکھیں بند کر کے بیٹھو گے لوگ سمجھیں گے کہ خدا جانے حضرت کہاں کی سیر میں ہیں عرش کی یا کرسی کی اور زور سے ذکر کرنے میں تو سوائے اس کے کوئی بھی کچھ نہ سمجھیگا کہ اللہ اللہ کر رہا ہے سو یہ کوئی عجیب بات نہیں ہے تو اسمیں ایک تو شرارت نفس کی یہ ہوئی کہ جس کام میں دکھلاوہ کم ہے اسکو چھوڑ کر اس کام کو اختیار کرتا ہے جس میں بڑا دکھلاوہ ہے اور دوسری شرارت بعض وقت اسمیں یہ ہوتی ہے کہ اگر ذکر زور سے شروع کیا تو اگر کسی روز آنکھ نہ کھلی تو بھانڈہ پھوٹے گا اور رسوائی ہوگی سب کو معلوم ہو جائے گا کہ میاں رات نہیں اٹھے اور آہستہ ذکر کرنے میں کسی کو بھید کی خبر بھی نہ ہوگی سب سمجھیں گے کہ آہستہ کیا کرتے ہیں آج بھی کیا ہوگا تو اس رسوائی سے بچے رہیں گے ایک بزرگ نے فرمایا ہے کہ نفس بھی مدنوی ہے یعنی اسکو بڑی دور کی سوجھتی ہے ہماری عقل مشکل سے وہاں تک پہونچتی ہے۔ ہاں اگر نفس کی پوری اصلاح ہو گئی ہو اور اسکی خواہش سوائے بھلائی کے ۱۸

[1] اللہ اللہ کرنے کو کہتے ہیں ۱۲ منہ

اور کچھ نہ ہو تو اس سے کیا بہتر ہے۔ لیکن پھر بھی بھروسہ نہ کرنا چاہیئے اسکی رائے میں اکثر کچھ نہ کچھ مکر ضرور ہوتا ہے ایک بزرگ ایک حجرہ میں رہا کرتے تھے آدمیوں سے علیحدگی اختیار کر لی تھی اور اللہ اللہ کیا کرتے تھے اتفاق سے مسلمانوں اور کافروں میں مقابلہ آن پڑا ان بزرگ کے نفس میں خیال آیا کہ چلو جہاد کریں شہادت کا ثواب ملے گا۔ پھر سوچے یہ کیا بات ہے نفس نے جہاد کی کیوں رائے دی یہ تو نیک کاموں میں جان چھپایا کرتا ہے آج اسے جہاد کا کیسے شوق پیدا ہوا ضرور اس میں نفس کا کوئی چھپا ہوا مکر ہے بہت سوچے سے معلوم ہوا کہ نفس نے اس میں اپنے لیئے نجات سمجھکر یہ رائے دی ہے یعنی نفس نے سوچا تھا کہ یہ شخص اتنے دن مجھکو ستاتا ہے اور میرے سر پر میری خواہش کے خلاف کاموں کے آرے چلاتا رہتا ہے عبادت میں ہر وقت گھونٹتا ہے کسی وقت چین لینے نہیں دیتا شہید ہونے میں ایک دفعہ پاپ کٹ جائے گا اور اس مصیبت سے نجات ہو جاوے گی جب نفس کا یہ مکر معلوم ہوا تو انہوں نے نفس کو جواب دیا کہ میں تجھکو اس مصیبت سے کبھی نجات نہ دونگا میں تو تجھکو یہاں حجرہ 19
ہی میں شہید کر دونگا۔ بعض لوگوں پر حج فرض نہیں ہوتا۔ اور انکو حج کی ہوس ہوتی ہے اس میں بھی نفس اور شیطان کا یہ مکر ہوتا ہے کہ ایک نفل کے پیچھے بہت سے فرض برباد ہوتے ہیں۔ کیونکہ بہت لوگ حج کے سفر میں نمازیں چھوڑ بیٹھتے ہیں اور ہمراہیوں سے لڑتے جھگڑتے گالی گلوچ کرتے ہیں اور بعضے لوگ اس لیے حج کرتے ہیں کہ حاجی صاحب بنجائیں گے لوگ تعظیم کیا کریں گے ایسے لوگوں کے لیے حضرت مسعود فرماتے ہیں کہ اے حج کو جانیوالو تم حج کرنے کہاں چلے معشوق تو یہاں ہے یہاں آؤ یعنی تمہارے پیارے کی خوشی تو ایسی حالت میں وطن رہنے میں ہے اس لئے کہ تم پر حج فرض نہیں ہے اور نفل حج ادا کرنے میں بہت سے واجب اور فرض چھوٹتے ہیں غرض کہ جو شخص جس خیال کا ہوتا ہے۔ نفس اور شیطان اسی کے موافق اسکو دھوکا دیتا ہے تھوڑے ہی روز ہوئے کہ ایک مولوی صاحب میرے پاس آئے ان کے نفس نے یہ رائے پاس کی تھی کہ نوکری چھوڑ کر اللہ کے واسطے پڑھائیں اس لئے کہ پڑھا کر

تنخواہ لینے سے یہ کام خالص خدا کے لیے نہیں رہتا بلکہ ایک قسم کی مزدوری ہوجاتی ہے میں نے اُن سے کہا کہ یہ شیطانی دھوکہ ہے شیطان نے دیکھا کہ دین کے کام میں لگے ہوئے ہیں ان سے یہ کام چھڑانا چاہیے تو اگر یہ کہتا کہ پڑھانا چھوڑ دو تو اسکی ہرگز نہ چلتی اسلئے اسکی وہ صورت نکالی جو دینداری کے رنگ میں ہے کہ تنخواہ لیکر پڑھانا خالص خدا کے لیے نہیں ہوتا۔ نوکری چھوڑ کر پڑھاؤ تو سمجھ لو کہ اب تو تنخواہ کی پابندی سے کام ہو رہا ہے اور اگر نوکری چھوڑ دو گے تو پابندی تو ہوگی نہیں آزادی ہوگی جب دل چاہے گا پڑھائیں گے جب دل نہ چاہے گا نہ پڑھائیں گے آخر کم ہوتے ہوتے پڑھانا ہی چھوٹ جائے گا اور شیطان کی مراد پوری ہوجائے گی اور یہ جو تمکو وسوسہ ہے کہ ہم نے عوض لے لیا ہے اس لیے یہ پڑھانا خالص خدا کے لیے نہیں رہا تو میں تم سے پوچھتا ہوں کہ تم کو اب جتنے روپیہ ملتے ہیں اگر اور کہیں اس سے زیادہ تنخواہ پر بلا دیں تو تم اس جگہ کو چھوڑ کر وہاں چلے جاؤ گے یا نہیں کہنے لگے میں تو ہرگز نہ جاؤنگا

میں نے کہا کہ بس معلوم ہوگیا کہ تم روپیہ کے لیے نہیں پڑھاتے بلکہ اللہ کے واسطے پڑھاتے ۲۰
ہو اور روپیہ گذران کے لیے لیتے ہو دنیا تمکو مقصود نہیں پس یہ وسوسہ غلط ثابت ہوا کہ ہمارا پڑھانا خالص اللہ کے لیے نہیں اسلئے نوکری ہرگز مت چھوڑو بلکہ میری رائے تو یہ ہے کہ اگر مولوی امیر ہو اور تنخواہ ملنے لگے تب بھی اسکو چاہیے کہ تنخواہ لے کے پڑھاوے اگر ایسا ہی امیری کا جوش ہے تو وہ تنخواہ پھر مدرسہ میں دے دے مگر لے لے ضرور تاکہ پابندی سے کام ہوتا رہے ہمارے مذہب کے عالموں نے لکھا ہے کہ اگر قاضی بڑا امیر ہو تو اُس کو بھی تنخواہ لینی چاہیے اور وجہ اسکی یہ ہے کہ اگر کوئی قاضی تنخواہ نہ لے اور دس برس تک قاضی رہا اور اُس کے بعد کوئی غریب قاضی ہو کر آیا تو اب تنخواہ کا جاری کرنا مشکل ہوگا سبحان اللہ ان حضرات کی کیسی سمجھ ہے یہ حضرات حقیقت پہچان لیتے ہیں اس شان کا علم اور ایسی سمجھ خلوص اور پرہیزگاری کی برکت ہے۔ ان حضرات کے خلوص کی یہ کیفیت تھی کہ ہدایہ والے جب تک ہدایہ لکھتے رہے برابر روزے رکھتے تھے جب تک ہدایہ

(باقی آیندہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

النخب من الخطب

بعد الحمد و الصلوٰۃ احقر کے بعض رسائل ایسے ہیں کہ جسکو اون رسائل کے موضوع سے ذرا بھی مناسبت ہو تو اوس کے لئے خود اون کا دیباچہ ایک تحقیق مستقل اور قائم مقام پورے رسالہ کے ہوسکتا ہے اور احقر مدت سے اون رسائل کی زبانی تقریر کے وقت مخاطبین کو اکثر اون دیباچوں کے مطالعہ کا مشورہ دیا کرتا ہے مگر اون سب کا بہم پہنچانا مختلف اسباب سے ہر شخص کے لیے تکلف سے خالی نہیں اسلئے کبھی کبھی جی میں آیا کرتا تھا کہ اگر ایسے دیباچے ایک جگہ جمع ہو کر طباعت میں آجائیں تو ہر شخص کو مقصود تک آسانی سے رسائی ہو سکے۔ اتفاق سے ایک ایسے ہی جلسہ میں ایک بار جو اس خیال کو ظاہر کیا تو بعض[1] احباب نے نہایت رغبت سے اس کی درخواست کی اور چھاپنے کا عزم ظاہر کیا اس لئے اون دیباچوں کو جمع کرتا ہوں اور النخب من الخطب سے ملقب کرتا ہوں اور ممکن ہے کہ اثناء جمع میں بعض دوسرے[2] جامع اور مختصر مضامین بھی جو دیباچے نہیں ہیں تبعاً ملحق کرئیے جائیں واللہ المستعان۔ وعلیہ الثقۃ والتکلان۔

کتبہ اشرف علی نصف ربیع الاول ۱۳۴۸ھ

[1] المراد محمد عثمان الدہلوی ۱۲

[2] چنانچہ ایسا ہی واقع ہوا ۱۲ منہ

مکتوب محبوب القلوب

بخدمت بزرگے کہ از اختلاف درین مسئلہ با فرزند خود کہ عالم بود آویزش داشت

از اشرف علی عفی عنہ بگرامی خدمت مخدومی معظمی فی امت برکاتہم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ کل الطاف نامہ نے معزز فرمایا برابر جواب کیلئے تیار رہا مگر ہجوم آیندگان و روندگان سے اسوقت تک اپنے ارادہ میں کامیاب نہ ہوسکا اسوقت بیٹھا ہوں مگر ڈاک کے وقت تک امید نہیں کہ فراغت کرسکوں کل ہی کی ڈاک میں غالباً جاویگا۔ جناب والا کو ہر طرح اللہ تعالیٰ نے بزرگی عطا فرمائی ہے زیادہ عرض معروض کرنا خلاف ادب سمجھتا ہوں مگر معاملہ ایسا آپڑا ہے جس میں مصلحت کے علاوہ مسئلہ کا بھی شمول ہے اسلئے محبت اور خیر خواہی جو آپ ہی کی عنایات کا اس عاجز پر عکس ہے مجبور کرتی ہے کہ
۲ کچھ عرض کروں اور ایسے معروضات بدون اسکے کہ دل کھول کر کہے جاویں علی وجہ الکمال ظاہر نہیں ہوسکتے اسلئے قبل عرض مقصود اسقدر استدعا کرتا ہوں کہ میری قلم درازی معاف فرمائی جاوے اور چونکہ معاملہ تحقیق دین کا ہے اسلئے بے تکلف جو خیال مبارک میں آوے ارشاد فرمایا جاوے اور مجھکو بھی عرض کی اجازت دیجاوے انشاء اللہ تعالیٰ تمام پیچیدگیاں رفع ہوجاویں گی اصول شرعیہ سے اور نیز قواعد عقلیہ سے یہ امر مسلم ہے کہ جو فعل نہ مامور بہ ہو نہ منہی عنہ یعنی نصوص شرعیہ میں نہ اس کے کرنے کی ترغیب ہو اور نہ اُس کے کرنے کی ممانعت ایسا امر مباح ہوتا ہے اور ہر چند کہ مباح اپنی ذات میں نہ طاعت ہے نہ معصیت مگر عوارض خارجیہ کے اعتبار سے ممکن ہے کہ کبھی وہ طاعت بنجاوے کبھی معصیت ہوجاوے مثلاً چلنا کہ ایک فعل مباح ہے نہ اسپر ثواب نہ عقاب مگر ممکن ہے کہ اسمیں کوئی ایسی مصلحت ومنفعت ہو جس سے یہ عبادت ہوجاوے مثلاً مسجد یا مجلس وعظ کی طرف چلنا یا کسی کی عیادت یا تعزیت کیلئے چلنا اور ممکن ہے کہ اس میں کوئی ایسی مضرت و مفسدہ ہو جس سے یہ معصیت ہوجاوے مثلاً ناچ دیکھنے کو چلنا یا شراب خواری کے لئے چلنا اور یہ بھی جاننے کی بات ہے کہ مضرت ومفسدہ دو قسم کا ہے لازمی ومتعدی لازمی وہ جس سے خود فاعل کو ضرر پہنچے

متعدی وہ جس سے دوسروں کو ضرر پہنچے سو جس طرح فعل مباح بوجہ لزوم ضرر لازمی کے واجب المنع ہو جاتا ہے اسی طرح بوجہ ترتب ضرر متعدی کے بھی ممنوع ہوتا ہے مثلاً کوئی ایسا مریض جسکا مرض محسوس نہیں اور طبیب نے اسکو افطار صوم کی اجازت دیدی گو اسکو کھانا پینا علی الاعلان فی نفسہ جائز ہے مگر جس مقام پر احتمال ہو کہ کوئی دوسرا شخص یہ حالت دیکھکر روزے کی بے قیمتی کرکے اپنا روزہ تباہ کردیگا اس مقام پر یہ امر جائز بھی ناجائز بن جاویگا بلکہ اس کا اخفا ضروری ہوگا اور یہ امر بہت ہی ظاہر ہے اب دوسرا قاعدہ سمجھنے کے قابل ہے کہ بعض افعال مباحہ تو ایسے ہوتے ہیں جن میں سراسر مصلحت ہی مصلحت ہے اس کے تو مستحسن ہونے میں سب کا اتفاق ہوتا ہے بعض ایسے ہوتے ہیں کہ ان میں سرتاپا مفسدہ ہی مفسدہ ہو اسلئے ممنوع ہونے میں کسیکو کلام نہیں ہوتا بعض ایسے افعال ہیں جن میں کچھ مصلحت اور کچھ مفسدہ ہوتا ہے کسی کی نظر مصلحت پر پڑتی ہے اور مفسدہ کیطرف یا تو التفات ہی نہیں ہوتا یا اسکو قابل اعتبار نہیں سمجھتے یا اس میں کچھ تاویل کی گنجایش سمجھ لیتے ہیں ایسا شخص اسکو جائز بلکہ مستحسن کہتا ہے اور کسی کی نظر مفسدہ پر بھی ہوتی ہے خواہ مفسدہ لازم ہو یا متعدی ایسا شخص اسکو ممنوع ٹھیراتا ہے خواہ مصلحت پر نظر ہی نہ ہو یا اسپر بھی نظر ہو کیونکہ قاعدہ مقررہ ہے کہ جب حلت و حرمت کے اسباب کسی شے میں جمع ہو جاتے ہیں تو وہاں ۴۳
حرمت ہی کو ترجیح ہوتی ہے ایسے امور ہمیشہ محل کلام و اختلاف رہا کرتے ہیں مگر اس میں اختلاف رفع کرنا اگر اہل اختلاف میں قدرے طلب حق و انصاف ہو بہت ہی سہل ہوتا ہے اس لئے کہ صرف یہ دیکھ لینے کی ہوتی ہے کہ آیا اس میں کوئی مفسدہ تو نہیں اگر کوئی مفسدہ نہ نکلے تو مانعین اپنی مخالفت کو چھوڑ دیں اور اگر مفسدہ نکل آوے تو مجوزین اپنے دعوے جواز سے رجوع کریں گو اس میں مصلحتیں بھی ہوں اسلئے کہ اوپر مذکور ہو چکا کہ تعارض کیوقت منع کو ترجیح ہوتی ہے البتہ اگر کسی مامور بہ میں کوئی مفسدہ ہو تو وہاں مفسدہ کی اصلاح کر دیجاتی ہے مگر مباح میں جب اصلاح دشوار ہو نفس فعل کو ترک کر دینا لازم ہوتا ہے بلکہ مباح تو کیا چیز ہے اگر سنت زائدہ میں ایسے مفاسد کا احتمال قوی ہو اس کا ترک مطلوب ہو جاتا ہے یہ سب قواعد کتب شرعیہ اصولیہ و فقہیہ میں موجود و مذکور ہیں۔ اب خیال فرمانا چاہیئے کہ عمل مولد شریف بہیئت و قیود مخصوصہ ظاہر ہے کہ کسی دلیل شرعی سے نہ مامور بہ ہے اور نہ کسی دلیل سے ممنوع ہے تو فی حد ذاتہ مباح ٹھیرا اب اسی قاعدہ اولیٰ کے موافق ضرور ہوگا کہ اگر اسمیں کوئی مفسدہ اعتقادی یا عملی مرتب ہو

لازمی نہ متعدی تو اس کے جواز یا استحسان میں کوئی کلام نہیں کر سکتا اور اگر کوئی اس میں مفسدہ مرتب ہوتا ہو خواہ لازمی خواہ متعدی تو اُسکے روکنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہو سکتا اسپر تو سب کا اتفاق ہے اب اتنی سی بات میں اختلاف رہ گیا کہ آیا اس میں کوئی مفسدہ ہے یا نہیں اور اسی بات میں اختلاف ہونیسے اس کے جواز و ناجواز میں اختلاف طویل عریض ہو گیا سو مفسدہ کا ہونا نہ ہونا یہ کوئی دقیق بات نہیں جسمیں بہت غور و نظر و مباحثہ کی حاجت ہو مشاہدہ و تجربہ و تتبع حالت عاملین سے بسہولت معلوم ہو سکتا ہے سو جہاں تک ان مجالس میں شرکت کا اتفاق ہوا اکثر عاملین کے عقائد یا اعمال میں غلو و افراط پایا گیا جس کی تفصیل محتاج بیان نہیں سو بنا بر قاعدہ مذکورہ سابق اُن عاملین کے حق میں تو اس عمل کو ممنوع کہنے میں کسی قسم کا شبہ ہی نہیں البتہ یہ شبہ شاید ہو سکے کہ جس کو غلو ہو اس کو روکنا چاہیئے اور محتاط خوش عقیدے کو کیوں روکا جاوے تو اُس کا جواب اوپر کی تقریر سے معلوم ہو چکا ہے کہ جس طرح ضرر لازمی سے بچنا واجب ہے اسیطرح ضرر متعدی سے بھی جب حالت میں کسی شخص نے گو احتیاط کے ساتھ یہ عمل کیا مگر دوسرے دیکھنے والے اس سے سند پکڑ کر بے احتیاطی
کرتے رہے تو ضرر متعدی ظاہر ہے اب اس قاعدہ اور حکم کی تائید کیلئے ایک دو نظیر پیش کرتا ہوں کسی نعمت ۴
جدیدہ کی خبر سنکر سجدۂ شکر کرنا حدیث صحیح سے ثابت ہے اور پھر بھی ہمارے امام ہمام ابو حنیفہؒ اُسکو مکروہ فرماتے ہیں چنانچہ کتب فقہ میں مذکور ہے اسکی وجہ بقول علامہ شامی صرف یہی ہے کہ اس میں احتمال ہے کہ عوام اسکو سنت مقصودہ نہ سمجھ جاویں اب ملاحظہ فرمایئے کہ عوام کے غلط اعتقادی کے احتمال پر خواص کے لیے بھی وہ فعل مکروہ قرار دیا گیا حالانکہ جواز اس کا نص سے ثابت ہے اور مسنون ہونا بھی اس کا مسلم ہے گو سنت زائدہ ہے سنت مقصودہ نہیں جب عقیدے میں اتنے فرق سے حکم کراہت کا کر دیا جاتا ہے تو جو چیز سنت بھی نہ ہو صرف مباح یا مستحسن ہو اور اباحت و استحسان بھی اس کا محض قیاسی ہو منصوص نہو اور افراط بھی عقیدے میں اس درجہ عوام نے کر لیا ہو کہ فرض و واجب سے زیادہ مؤکد قرار دیدیا ہو تو اس حالت میں خواص کے لئے بھی حکم بالکراہت کیوں نہ کیا جاویگا۔ دوسری نظیر یہ ہے کہ درمیان اذان و اقامت مغرب کے دو رکعت نفل پڑھنا حدیث سے ثابت اور امام ابو حنیفہؒ اُسکو مکروہ فرماتے ہیں اسکی وجہ یہی ہے احتمال اعتقاد سنت مقصودہ ہے اس احتمال کا موجب کراہت ہونا خود حدیث سے ثابت ہے چنانچہ اسی حدیث تنفل بین الاذان و الاقامت میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے تیسری بار میں ارشاد فرمایا

لمن شاء اسکی وجہ راوی فرماتے ہیں کراھۃ ان یتخذھا الناس سنۃ تیسری نظیر یہ ہے کہ صلوٰۃ
جنازہ میں فاتحہ پڑہنا احادیث سے ثابت اور امام ابوحنیفہؒ اس کو منع فرماتے ہیں یہاں بھی
یہی وجہ ہے کہ نماز جنازہ اصل میں دعا ہے اور حضورؐ سے فاتحہ جو ثابت ہے وہ بھی بطریق دعا ہے
سو اگر اسکو علی وجہ التلاوۃ کسی نے پڑھ دیا تو کراہتہ آجاتی ہے پھر صرف اسی شخص کو نہیں منع کیا
بلکہ مطلقاً منع کر دیا تاکہ یہ عادت شائع نہو اور بھی بیشمار اس کے نظائر فقہیہ موجود ہیں ان سب
نظائر سے یہ امر کالشمس فی نصف النہار واضح ہو گیا کہ جس طرح اپنے عقیدہ و دین کی حفاظت
ضرور ہے عوام کے عقیدے و دین کی حفاظت بھی ضرور ہے اب ممکن ہے کہ بعض کرنیوالے
احتیاط کریں۔ مگر عوام جو ان کے معتقد و مقلدین ہیں ان کو نہ ان خرابیوں پر نظر ہے نہ ان سے
بچنے کی احتیاط نہ ان کو یہ خبر کہ ہمارے بزرگوں کے اور ہمارے عمل میں کیا فرق ہے صرف انہوں
نے یہ دیکھ لیا کہ ہمارے فلاں بزرگ یہ عمل کرتے ہیں بس خود بھی جس طرح چاہا کرنے لگے اسکی احتیاط
اہل طریقت نے یہاں تک فرمائی ہے کہ جس شخص کو سماع بشرائط جائز اور مباح ہو وہ ایسے
شخص کے روبرو بھی نہ سنے کہ جسکو مباح نہیں تاکہ وہ تقلید بے بصیرت کر کے خراب نہو۔ اب خیال ۵
مبارک میں آگیا ہوگا کہ جو لوگ ان اعمال کو منع کرتے ہیں انکی غرض اور غلت کیا ہے یعنی وہ ان
اعمال کو فی حد ذاتہا مکروہ و ممنوع نہیں سمجھتے بلکہ ان کو مباح باباحۃ اصلیہ و مستحسن بحسن عقیدہ و نیت
جانتے ہیں مگر ان عوارض خارجیہ کی وجہ سے کراہت کا حکم کرتے ہیں مرتکب عوارض کے لیے تو تو
ضرر لازم ہے اور محتاط کے لیے بوجہ ضرر متعدی کے اس طور پر منع کرنے والوں پر کسی قسم کی ملامت نہیں
ہوسکتی بلکہ بوجہ اہتمام حفظ نظام دین کے مستحق اجر سمجھتے ہیں۔ ہاں یہ شبہ ہوسکتا ہے کہ بعض مانعین
تو اس تفصیل کے ساتھ منع نہیں کرتے اور نہ کوئی قید لگاتے ہیں۔ علی الاطلاق کہہ دیتے ہیں کہ مجالس
مولد شریف ممنوع و بدعت ہے سو بات یہ ہے کہ مانعین میں بعض تو متشدد ہیں ان کے قول کی
تو تاویل ضروری نہیں اور بہت سے بندگان الٰہی منصف و محقق ہیں۔ ان کا اطلاق حکم بالکراہتہ محض
لفظ میں ہے مراد ان کی عل قید متعارف ہے اسکی مثال ایسی ہے کہ کوئی مفتی محقق کہے کہ رشوت
لینا حرام ہے ہر چند کہ لفظ رشوت اس کے کلام میں مطلق ہے جس سے یہ شبہ ہوتا ہے کہ مخصب نے اللہ تعالیٰ
تو رشوت کو حلال فرما دیں اور یہ حرام کہتا ہے مگر ہر عاقل سمجھ سکتا ہے کہ مراد اسکی مطلق نہیں ہے

بلکہ وہی ہے جسمیں حقیقۃً یا حکماً انتفاع مشروط ہوتا ہے اور اِس زمانہ میں متعارف ہے اسی کو حرام کہتا ہے سو وہ یقیناً حرام ہے اسیطرح مانع مولد گو صرف مولد کو منع کر رہا ہے مگر مراد اسکی وہی مولد ہے جسمیں افراط و تفریط ہے ممنوع تو اصل میں اسی کو کہہ رہا ہے مگر جو مجلس افراط و تفریط سے خالی ہو وہ گو خود ممنوع نہیں مگر چونکہ دوسرے لوگوں کے لیئے ذریعہ افراط و تفریط کا ہے دائرہ منع میں اسکو داخل کر دیا ہے اس اطلاق لفظی و تقلید مرادی کی نظیر حدیث میں آئی ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مسافر روزہ دار کو ملاحظہ فرمایا کہ غلبہ حرارت و تشنگی سے بیہوش ہو گیا ہے ارشاد فرمایا لیس من البر الصیام فی السفر یعنی سفر میں روزہ رکھنا اچھا نہیں ظاہر ہے کہ روزہ رکھنا سفر میں جائز ہے پھر بھی آپ نے مطلق لفظ سے ممانعت فرمائی وجہ اسکی یہی ہے کہ گو لفظ مطلق ہے مگر مراد اس سے یہی ہے کہ ایسی حالت میں روزہ رکھنا اچھا نہیں خلاصہ یہ کہ لفظ کا مقید ہونا کبھی لفظ سے ہوتا ہے اور کبھی قرینہ سے اِس تفصیل سے یہ شبہ بھی رفع ہو گیا کہ ان اعمال کو ہزاروں بزرگ کرتے چلے آئے ہیں۔ اب کیوں منع کرتے ہیں۔ وجہ رفع ہونے کی یہ ہے کہ وہ بزرگ خلوص احتیاط و صحت عقیدہ کے ساتھ کرتے تھے اور ان کے زمانہ میں عوام نے یا تو غلو نہ کیا ہوگا یا اس غلو کی اُن کو اطلاع نہوئی ہوگی یا یہ گمان نہ ہوگا کہ کوئی شخص ہمارا اقتدار کریگا یا یوں سمجھے ہوں گے کہ اگر کسی نے اقتداء کیا تو وہ بھی احتیاط کرے گا اسوجہ سے اُن بزرگوں پر نہ اعتراض کرنا ممکن ہے اور نہ سند پکڑنا صحیح ہے کیونکہ اُن کی اور ہماری حالتوں میں یا زمانوں میں بہت فرق ہے اور نہ مانعین پر شبہ ہو سکتا ہے اِس لیے کہ وہ اصل فعل کو منع نہیں کرتے بلکہ ان مفاسد کا انسداد کرنا چاہتے ہیں اور خود اِس لیے شریک نہیں ہوتے کہ عوام ہماری سند نہ پکڑیں خلاصہ یہ ہے کہ جنہوں نے یہ فعل کیا تھا ان کی نیت بھی اچھی تھی اور اسوقت مفاسد نہ تھے یا وہ متعدی نہ ہوتے تھے اور جو نہیں کرتے اور احتیاط رکھتے ہیں ان کی نیت بھی درست ہے البتہ جو شخص یوں کہے کہ خود یہ عمل ہی اپنی ذات میں ممنوع ہے خواہ کوئی ضرر لازمی یا متعدی ہو یا نہ ہو وہ متشدد ہے یا جس شخص کو اطلاع ہو جائے کہ واقعی عوام کی حالت عقیدہ اور عمل کی اچھی نہیں اور یہ بھی سمجھ گیا ہو کہ واقعی خواص کے عمل کا اثر عوام پر پڑتا ہے اور عوام سند پکڑ کے بے احتیاطیوں میں مبتلا ہوتے ہیں اور یہ بھی اس کو تجربہ ہو گیا ہو کہ اب عوام کے افراط تفریط کی اصلاح بدون اسکے نہایت دشوار ہے کہ اصل عمل ہی کو احتیاطاً و انتظاماً ترک کر دیں ان سب امور پر مطلع ہو کر پھر بھی اسکو

معمول ہیکہ وہ مداہن و متہاون فی الدین ہے امید ہے کہ تقریر تفصیل ہذا سے تمام پیچیدگیاں حل ہوگئی ہونگی واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب وعندہٗ علم الکتاب ۔ فقط

تمام شد مکتوب محبوب القلوب

حضرت من تحقیق مسئلہ سے اپنی فہم ناقص کے موافق فارغ ہوا۔ میری دلی خوشی یہ ہے کہ جو مجھ سے غلطی ہوگئی ہو بے تکلف اسپر متنبہ فرمادیں انشاء اللہ تعالیٰ اعتراف و تسلیم کرلوں گا زیادہ بجز اشتیاق ملازمت و استدعائے دعائے خاتمہ بالخیر کیا عرض کروں۔ والسلام۔

مضمون وعظ السرور متعلقہ عید المیلاد

یہاں دو مقام پر کلام ہے ایک دلائل تعیید کے غیر مشروع ہونیکے دوسرے جواب اہل تعیید کے دلائل کے سو امر اول کا بیان یہ ہے کہ اسمیں چند دلائل ہیں نمبر اول قرآن مجید میں ہے ام لہم شرکاء شرعوا لہم من الدین مالم یاذن بہ اللہ اس سے ثابت ہوا کہ کوئی امر بدون اذن شرعی دین کے طور پر مقرر کرنا ناجائز ہے اور بدعت یہی ہے یہ تو کبریٰ ہوا اور صغریٰ ظاہر ہے کہ یہ عمل کہیں وارد نہیں جزئیاً تو ظاہر ہے اور کلیاً بھی نہیں اور یہ محتاج بیان ہے کیونکہ اہل ابتداع اسکو کسی کلیہ میں داخل کرسکتے ہیں مگر وہ ادخال بدلیل قوی غیر صحیح ہے وہ دلیل یہ ہے کہ جو داعی ہے اسکے ایجاد کا خواہ اظہار سرور و فرح نعمت الٰہیہ پر خواہ اظہار شوکت اسلام مخالفین پر وہ داعی جدید نہیں قدیم ہے اور باوجود اسکے کسی نے خیر القرون میں ایسا عمل نہیں کیا اور وہ حضرات قرآن مجید و حدیث شریف کو تمام امت سے زیادہ سمجھنے والے تھے پس یہ دلیل ہے اسکی کہ یہ ادخال صحیح نہیں نمبر ۲ حدیث صحیح ہے من احدث فی امرنا ھذا ما لیس منہ فھو رد ۔ اسمیں بھی وہی تقریر ہے جو ابھی مذکور ہوئی ۔ نمبر ۳ مسلم کی روایت ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تختصوا لیلۃ الجمعۃ بقیام من بین اللیالی ولا تختصوا یوم الجمعۃ بصیام من بین الایام الا ان یکون فی صوم یصومہ احدکم ۔ اس حدیث سے تخصیص غیر منقول بطور قربت کا منہی عنہ ہونا بطور قاعدہ کلیہ کے ثابت ہوا گو بعض علماء نے صوم جمعہ کو بانفراد بھی جائز رکھا مگر وہ بھی اس کلیہ کو مانتے ہیں انہوں نے اس تخصیص کو نقل سے ثابت کرکے اجازت دی ہے اور نہی کو اعتقاد وجوب وغیرہ پر

محمول کیا ہے سو یہ دوسری بات ہے مقصود ہمکو صرف اس کلیہ کی صحت کا ثابت کرنا ہے سو وہ
بالاجماع ثابت ہے تو یہ کبریٰ ہوا اور صغریٰ ظاہر ہے کہ عمل مبحوث فیہ میں صریح تخصیص ہے اور تخصیص
بھی بطور دین وعبادت کے کیونکہ اسکو عوام کیا بلکہ خواص بھی دین کی بات سمجھتے ہیں جسکی کھلی
نشانی یہ ہے کہ اس تخصیص کے تارکین کو دنیا برا سمجھتے ہیں اور تخصیصات عادیہ میں ایسا نہیں
سمجھتے دوسری علامت اسکے تخصیص عادی نہ سمجھنے کی یہ ہے کہ اسمیں کبھی تقدیم و تاخیر گوارا
نہیں کرتے اور تخصیصات عادیہ میں عوارض سے تقدیم و تاخیر ہو جاتی ہے پس یقیناً یہ تخصیص
منہی عنہ میں داخل ہے بلکہ اس سے بھی بڑھکر کیونکہ یوم جمعہ کے تو فضائل بھی وارد ہیں
جب اسمیں ایسی تخصیص جائز نہیں تو جس تاریخ کے فضائل بھی منقول نہیں اس میں ایسی
تخصیص کب جائز ہوگی اور اسکے منقول ہونے پر جو ان موجدین کا استدلال ہے اسکا
جواب وہاں آویگا جہاں دوسرے مقام پر کلام ہوگا۔ یہ دلائل عامہ ہیں آگے دلیل خاص ہے
درباب خصوص تعیید کے۔ نمبر۴۔ نسائی نے حدیث روایت کی ہے۔ قال رسول اللہ
۸ صلی اللہ علیہ وسلم لا تجعلوا قبری عیدا وصلوا علی فان صلوٰتکم تبلغنی حیث
کنتم یہ حدیث صریح ہے اس امر میں کہ عید کے طرز پر کہ اس میں اہتمام اجتماع کا ہوتا ہے جمع
ہونے کو منع فرمایا ہے اور اس اجتماع کی اگر کوئی تاویل کرتا کہ ہم تو صلاۃ کے لیے جمع ہوتے ہیں جیسا
عادت ہے اہل ابتداع کی کہ کلیات منقولہ میں زبردستی جزئیات مبتدعہ کو داخل کیا کرتے ہیں
اسکو رد فرما دیا کہ صلاۃ ہر جگہ سے ہو سکتی ہے یہ اجتماع پر موقوف نہیں اور اس رو سے بہت
بڑی بات ثابت ہوگئی کہ جب صلاۃ کیلئے جو کہ مندوب و قربت ہے ایسا اجتماع کالعید جائز
نہیں تو دوسرے اغراض کے لیے جو اس سے بھی ادنیٰ ہیں ایسا اجتماع کہاں جائز ہوگا
یہ حدیث خاص عید کی تخصیص کی نہی پر دال ہے کہ کسی عید کا ابتداع ناجائز ہے اور
اس تقریر سے نفس زیارت قبر نبوی یا اس کے لئے سفر کرنے کی نہی نہیں لازم آئی کیونکہ وہاں
صرف زیارت کے برکات حاصل کرنا مقصود ہے جو کہ دوسری روایات سے مندوب ہے
وہاں تاریخ مقصود نہیں اور نہ محض صلاۃ کے لیئے سفر کیا جاتا ہے جس پر صلوا علی فان
صلوٰتکم تبلغنی حیث کنتم سے شبہ ہو سکے۔ (باقی آئندہ)

سچ یہ ہے کو بس یہ کام سوائے خدا کے کوئی نہیں کرسکتا۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ آگے فرماتے ہیں کہ

چشم بکشا حشر را پیدا بہ بین تا نماند شبہات در یوم دین

یعنی آنکھ کھولو اور حشر کو ظاہر دیکھ لو تاکہ تمکو قیامت کے دن میں شبہ باقی رہے مطلب کہ قیامت میں آخر کیا ہوگا یہی ہوگا کہ سب کو ایک دم سے جمع کر دیا جاوے گا۔ اور اجزاء عالم منتشر تھے سب ایک جگہ جمع ہو جاویں گے۔ تو پھر جب اسوقت بھی یہ اجتماع ہو رہا ہے صرف اسقدر فرق ہے کہ اسوقت گاہ گاہ ہوتا ہے اور قیامت میں ایکساتھ ہوگا۔ تو مولانا فرماتے ہیں کہ ذرا غور کرو تو تمکو قیامت میں شبہ نہ رہے اور اسی اجتماع سے ہی استدلال کرلو اور سمجھ لو کہ قیامت برحق ہے سبحان اللہ بس محقق ہو تو ایسا ہو مبصر ہو تو ایسا ہو دیکھئے تو قیامت کا ثبوت اور اوسکا یقین کس خوبی سے دلایا ہے اے اللہ مولانا کے فیوض سے اس غریب نادار کو بھی محروم نہ فرما۔ این دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد۔ آگے پھر ارشاد حق کو عزیر علیہ السلام سے نقل فرماتے ہیں کہ ۲۱۲

تا بہ بینی جامعیم را تمام تا نہ لرزی وقت مردن ز اہتمام

یعنی (ارشاد ہوا کہ میں نے جو یہ گدھے کی ہڈیاں تمکو جمع کرکے دکھادی ہیں یہ اس لیے ہے) تاکہ تم میری جامعیت کو پوری طرح سے دیکھ لو۔ اور مرنے کے وقت غموں کی وجہ سے نہ کانپو (اور سمجھو کہ اگر یہاں مر بھی جاویں گے تو خوف نہیں ہے اسلیے کہ حق تعالیٰ پھر اسی طرح دوبارہ زندہ فرمالیں گے) آگے مولانا موت کو نیند سے تشبیہ دیکر اوس سے خوف کو دفع فرماتے ہیں کہ

ہمچنان کہ وقت خفتن ایمنے از فوات جملہ حسہائے تنے

یعنی جس طرح کہ سونے کے وقت تم اپنے حواس بدن کے فوت ہو جانے سے بیخوف تم ہو

بر حواس خود نہ لرزی وقت خواب گرچہ مے گردد پریشان و خراب

یعنی تم اپنے حواس پر سونے کے وقت کانپتے نہیں ہو اگرچہ وہ پریشان اور خراب ہو جاتے ہیں (اور ان کے پریشان ہو جانے سے تم اسلئے نہیں ڈرتے کہ پھر واپس آجاویں گے تو بھلا پھر موت سے ہی کیوں ڈرتے ہو۔ ارے وہاں بھی تو یہی ہے کہ ان حواس کے جاتے رہنے کے بعد پھر حواس لوٹ آتے ہیں اور بلکہ وہ حواس ان سے کہیں اچھے ہوتے ہیں۔ تو بھلا پھر موت سے خوف کرنے کے کیا معنی ہیں) سبحان اللہ بس دیکھئے یہ ہیں علوم نبوت کس پاکیزگی سے موت کے خوف کی خبر نہ ہونے کو بیان فرمایا ہے آگے ایک حکایت لاتے ہیں کہ ایک بزرگ تھے اون کے بیٹے مرگئے تھے اور وہ روتے نہ تھے تو اون کے گھر والوں نے کہا کہ تم کیسے سنگدل ہو کہ تم کو رونا نہیں آتا تو وہ بولے کہ میں کیوں روؤں میں تو اون کو زندہ دیکھ رہا ہوں پھر رونے کی کیا وجہ ہے۔ (اب یہ زندہ دیکھنا یا تو ذوقاً ہو یا عیاناً ہو کہ چونکہ اون کو اون کی حیات ابدی کا یقین تھا اسلئے وہ اونکو گویا کہ زندہ ہی دیکھ رہے تھے یا کشف سے اونکو زندہ دکھائی دیتے ہوں۔ غرضکہ جو کچھ بھی ہو) وہ اون کی موت سے خوش تھے اون کو غم نہ تھا تو اسی طرح موت سے غم ہرگز نہ کرنا چاہیئے۔ زندگی کی اصلیت کو کسی نے خوب بیان کیا ہے کہتا ہے کہ ؎ ۲۱۴

زیست ایک ماندگی کا وقفہ ہے ‏ ‏ یعنے آگے چلیں گے دم لے کر

تو جب اس حیات مستعار کی یہ حالت ہے تو اس میں دل لگانا سخت نادانی ہے کسی نے خوب کہا ہے کہ ؎

بیٹھی ہے موت تاک لگائے کمین میں ‏ ‏ لیجائیگی گھسیٹ کے آخر زمین میں

جگہ دل لگانے کی دنیا نہیں ہے ‏ ‏ یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے

اشعار ہی میں مضمون بڑھ گیا مگر اب میں صرف ایک قطعہ اور لکھ کر آگے حکایت کو لکھتا ہوں۔ کسی نے کہا ہے ؎

رہ کے دنیا میں بشر کو نہیں زیبا غفلت ‏ ‏ موت کا دھیان بھی لازم ہے کہ ہر آن رہے

جو بشر آتا ہے دنیا میں یہ کہتی ہے قضا ‏ ‏ میں بھی پیچھے چلی آتی ہوں ذرا دھیان رہے

پس اب خوب سمجھ لو کہ یہ دنیا جائے قیام نہیں ہے یہاں سے جا کر وہاں حیات ابدی میسر ہونے والی ہے پھر اس جسم ظاہری کے مرجانے سے اور اس کے گزند پہونچنے سے کیا خوف ہو اسے اللہ ہر مسلمان اور خاصکر اس بندۂ ناکارہ کو ہمت اور توفیق عطا فرما اب ناظرین حکایت سنیں فرماتے ہیں کہ

شرح حبیبی

بود شیخے رہنمائے پیش ازین ‌ ‌ آسمانے شمع بر روئے زمین

چون پیمبر درمیان امتان ‌ ‌ در کشائے روضۂ دار الجنان

گفت پیغمبر کہ شیخ رفتہ پیش ‌ ‌ چون نبی باشد میان قوم خویش ۴۱۵

یک صباحے گفت اہلبیت او ‌ ‌ سخت دل چونی بگو اے نیکخو

ما ز ہجر و مرگ فرزندان تو ‌ ‌ نوحہ میداریم با پشت دوتو

تو نمی گریے نمی زاری چرا ‌ ‌ یا کہ رحمت نیست در دل اے کیا

چون ترا رحمے نباشد در درون ‌ ‌ پس چہ امید ستمان از تو کنون

ما بامید تو ایم اے پیشوا ‌ ‌ کہ نہ بگذاری تو مارا در فنا

چون بیاراید بهر حشر تخت / خود شفیع ما توئی آن روز سخت
در چنان روز و شب بی زینهار / ما باکرام تو ایم امیدوار
دست ما و دامن تست آن زمان / که نماند هیچ مجرم را امان
گفت پیغمبر که روز رستخیز / کی گذارم مجرمان را اشک ریز
من شفیع عاصیان باشم بجان / تا رهانم شان ز اشکنجه گران
عاصیان و اهل کبائر را بجهد / وارهانم از عتاب نقض عهد ۲۱۶
صالحان امتم خود فارغ اند / از شفاعتهای من روز گزند
بلکه ایشان را شفاعتها بود / گفت شان چون حکم نافذ میرود
هیچ وازر وزر غیری بر نداشت / من نیم وازر خدایم بر فراشت
آنکه بی وزرست شیخ ست ای جوان / در قبول حق چو اندر کف کمان
شیخ که بود پیر یعنی مو سپید / معنی این مو بدان ای نا امید

ہست آن موئے سیہ ہستی او | تا ز ہستیش نماند تار مو
چونکہ ہستیش نماند پیر اوست | گر سیہ مو باشد او یا خود دو مو
ہست آن موئے سیہ وصف بشر | نیست آن مو موئے ریش و موئے سر
مہد در عیسیٰ برآرد صد نفیر | کہ جوانان گشتہ ما شیخیم و پیر
گر رہید از بعض اوصاف بشر | شیخ نبود کہل باشد اے پسر
وز یکے موئے سیہ کان وصف ماست | نیست بر وی شیخ و مقبول خداست ۲۱۷
چون بود موئش سپید ار با خودست | او نہ پیرست و نہ خاص ایزدست
ور سر موئے ز وصفش باقی ست | او نہ از عرش خدا آفاقی ست
ما ہمہ امیدواران توئیم | ریزہ چین خوان احسان توئیم
لیک با این جملہ چون بے شفقتے | بہر فرزندان چرا بے رافتے
یا مگر خود دل بسوزد ترا | باز گو اے شیخ ما را ماجرا

اوپر فنائے دنیوی پر غم ہونیکا بیان کیا تھا اب اوس کے متعلق ایک حکایت بیان فرماتے
ہیں اور کہتے ہیں کہ اس سے قبل ایک صاحب ارشاد بزرگ تھے جنکو یوں کہنا چاہیئے کہ
وہ زمین پر خدا کے شمع اور تاریکی ضلالت کو مٹانے والے اور گمراہونکو راہ دکھلانے والے
تھے۔ اور دربارہ نفس ہدایت ایسے تھے جیسے امت کے درمیان نبیؐ کہ وہ لوگوں کو
ہدایت کرکے اون کے لیے جنت کا دروازہ کھولتے تھے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا ہے (واللہ اعلم کہاں تک صحیح ہے) کہ شیخ متقدم (فی السن یا فی الفضل)
ایسا ہوتا ہے جیسے کہ اپنی قوم میں نبی اسلئے ہمارا اونکو نبی سے تشبیہ دینا کچھ بعید نہیں
ایک مرتبہ اون کے گھر کے لوگوں نے اون سے عرض کیا کہ آپ فرمائیں تو سہی کہ آپ اس قدر
سخت دل کیوں ہیں۔ آپ کے بچوں کی جدائی اور اون کے انتقال کے سبب
ہماری تو کمر سیدھی ہوگئی ہے۔ اور ہم روتے ہیں آپ تو فرمایئے کہ آپ کیوں نہیں روتے
یا کہ آپ کے دلمیں رحم ہی نہیں۔ جب آپ کے دلمیں رحم ہی نہیں تو اب ہم کو آپ سے کیا امید
ہے۔ ہم کو تو آپ سے بڑی توقع ہے کہ آپ ہم کو تکلیف میں نہ چھوڑیں گے اور جبکہ ۲۱۸
حشر کے لیئے عرش آراستہ کیا جاویگا تو آپ اس روز ہمارے شفیع ہوں گے۔ ایسے
بے پناہ دن اور سیاہی آفتاب کے سبب رات میں ہم کو آپ کے اکرام کی بڑی امید ہے
اسوقت جبکہ کسی مجرم کو امان نہوگی اسوقت ہمارا ہاتھ ہوگا اور آپ کا دامن۔ جناب رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قیامت کے دن میں مجرموں کو روتا نہیں چھوڑ سکتا
میں جان و دل سے عاصیوں کی سفارش کروں گا تاکہ اون کو بھاری شکنجہ سے رہائی دلاؤں
گناہگاروں اور اہل کبائر کو میں کوشش کے ساتھ پیمان شکنی کے عتاب سے چھڑاؤنگا
میری امت کے نیک لوگ تو اس تکلیف کے دنمیں میری نجات کے لیے اور عذاب سے
چھڑانے کے واسطے) سفارشوں کی طرف سے خود ہی بیفکر ہیں بلکہ وہ خود دوسروں کی
سفارش کریں گے اور اون کی سفارش یوں مانی جاویگی جیسے کہ کسیکا حکم نافذ
ہوتا ہے پس اگر ایسی سفارش کی ضرورت ہے تو گناہگاروں کو لہذا میں یہ مخصوص
سفارش اونہیں لوگوں کی کروں گا اسپر کوئی شبہ نہ کرے کہ حق سبحانہ فرماتے ہیں

لا تزر وازرۃ وزر اُخریٰ کیونکہ اول تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ کوئی کسی کی سفارش ہی نہ کرسکے گا بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک کے گناہ پر دوسرے کو سزا نہ ہوگی اور اگر ہو بھی تب بھی شبہ کی گنجائش نہیں کیونکہ حق سبحانہ نے مجھے اس سے ارفع کیا ہے کہ میں وازر اور گناہگار ہوں اب مولانا فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو ہیں ہی ان کے بعد جو بے گناہ اور قابل سفارش ہے وہ شیخ کامل ہے اور اُن کی بات حق سبحانہ کے یہاں یوں ہی مقبول ہوتی ہے جیسے کمان کا تیر نشانہ پر لگتا ہے یا یوں کہو کہ وہ حق سبحانہ کے یوں مقبول ہیں جیسے ہاتھ میں کمان ہوتی ہے لیکن شیخ کے معنی سمجھنے میں غلطی نہ کرنا۔ کیونکہ گو شیخ کے معنی ہیں بڈھا یعنی جس کے بال سفید ہوں مگر بالوں کی حقیقت سمجھ لینی چاہیئے بس یہ بالوں سے مراد اون کی ہستی ہے۔ پس بالوں کے سفید ہونے کے یہ معنی ہیں کہ کالا بال ایک نہ رہے یعنی ہستی کا نام و نشان باقی نہ رہے پس جبکہ ہستی بالکل نہ رہی اب وہ بڈھا ہوگیا خواہ ظاہری بال بالکل سیاہ ہوں یا کھچڑی ہوں پیر سمجھو کہ سیاہ بالوں سے مراد اوصاف بشریہ یعنی صفات ذمیمہ ہیں۔ ڈاڑھی ۲۱۹
اور سر کے بال نہیں ہیں چنانچہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام گہوارہ میں آواز دیکر پکار رہے تھے کہ ہم ابھی عرفی جوان بھی نہیں ہوئے بلکہ بچہ ہی ہیں اور حقیقی بڈھے ہوگئے جبکہ بڈھے کے معنی یہ قرار پائے تو اگر کسی میں بعض صفات ذمیمہ موجود ہوں اور بعض زائل ہوچکی ہوں تو وہ شیخ۔ پیر اور بڈھا نہیں ہوا۔ بلکہ ادھیڑ اور ناقص ہے اور اگر صفات رذیلہ میں سے کوئی صفت بھی اس میں باقی نہیں تو وہ شیخ اور مقبول خدا ہے۔ اور جبکہ بال سر اور ڈاڑھی کے سب سفید ہوں مگر ہنوز اوس کی خودی اور ہستی فنا نہیں ہوئی تو نہ وہ پیر ہے اور نہ حق سبحانہ کے خواص اور مخلص عباد اللہ میں ہے اور اگر بال برابر بھی صفات ذمیمہ اس میں باقی ہیں تو وہ حق سبحانہ کا مقرب کامل نہیں بلکہ فی الجملہ دنیادار ہے۔ اس مضمون کو ختم کرکے مولانا پیر گھر کے لوگوں کی گفتگو کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ گھر کے لوگوں نے کہا کہ ہم سب آپ سے امیدوار ہیں اور آپ کے خوان احسان کے ریزہ چیں ہیں۔ لیکن باانیہمہ آپ اتنے

بے شفقت کیوں ہیں اور بچوں پر آپ کو رحم کیوں نہیں آتا۔ یا آپ کے دل میں درد ہی نہیں فرمایئے تو سہی کیا قصہ ہے ✝

شرح شبیری

ایک شیخ بزرگوار کا اپنے بیٹوں کی موت پر جزع و فزع نہ کرنا

بود شیخے رہنمائے پیش ازین ۔۔۔ آسمانی شمع بر روئے زمین ۲۲۰

یعنی ایک شیخ رہنما پہلے زمانہ میں تھے اور وہ روئے زمین پر ایک آسمانی شمع (ہدایت) تھے ✝

چون پیمبر در میان امتان ۔۔۔ در کشائے روضۂ دار الجنان

یعنی پیمبر کی طرح کہ وہ امتوں کے درمیان میں ہو اور جنت کے باغ کا دروازہ کھولنے والے۔ مطلب یہ کہ وہ اپنے لوگوں میں ایسے رہنما تھے جیسے کہ پیمبر امت میں ہوا کرتا ہے ✝

گفت پیغمبر کہ شیخ رفتہ پیش ۔۔۔ چون نبی باشد میانِ قومِ خویش

یعنی پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ شیخ آگے چلنے والا اپنی قوم میں مثل نبی کے

(باقی آیندہ)

ف وقد كان في كل مائة من جدد الدين بمعنى تهذيبه عما ادخلوه فيه من غيره والاهتمام بادخال ما اخرجوه منه فيه وقد كان بعض المجددين من الصوفية

ف - اور (حدیث کے موافق) ہر صدی میں ایسا شخص ہوتا رہا ہے جس نے دین کی تجدید کی ہے اور تجدید کے یہ معنی ہیں کہ دین کو ان چیزوں سے صاف کر دیا جو کہ غیر دین تھیں اور لوگوں نے دین میں داخل کر لی تھیں اور جو دین کی چیزیں دین سے خارج کر دی تھیں اونکو داخل دین کرنیکا اہتمام کیا اور بعض مجددین حضرات صوفیہ میں سے بھی ہوئے ہیں

كون بعض المجددين من الصوفية

الحديث ان بلالا كان يبدل الشين في الاذان سينا قال المزني فيما نقله عن البرهان السفاقسي انه اشتهر على السنة العوام ولم نره في شئ من الكتب وسيأتي في سين من السين المهملة ثم قال في سين سين بلال عند الله شين قال ابن كثير انه ليس له اصل ولا يصح **ف** وما يوجد في بعض كتب التصوف فليس بحجة انما اوردوه بناء على حسن الظن بالراوي فهم معذورون فيه

۷۷ **حدیث** بلال رضی اللہ عنہ شین کی جگہ اذان میں سین کہتے تھے۔ مزنی نے برہان سے نقل کیا ہے کہ عوام کی زبان پر یہ مشہور ہو گیا ہے اور ہم نے کسی کتاب میں نہیں دیکھا آگے سین میں بھی اس کا ذکر آوے گا پھر سین میں یہ کہا ہے کہ بلال کا سین اللہ کے نزدیک شین ہے ابن کثیر نے کہا ہے کہ اسکی کچھ اصل نہیں اور یہ صحیح نہیں۔ **ف** اور بعض کتب تصوف میں جو پایا جاتا ہے وہ حجت نہیں مگر اونہوں نے راوی کے ساتھ حسن ظن کی بنا پر لکھدیا ہے اسلئے وہ معذور ہیں۔

عدم صحة حديث سين بلال

قسم صحیح حدیث وارد نہیں

الحدیث بعثت فی زمن الملک العادل ثم قال فی الواولدت فی زمن الملک العادل لا اصل له وقال الحلیمی فی الشعب انه لا یصح ۔ ف وما یوجد فی بعض الکتب فمر جوابه آنفا

حدیث میں عادل بادشاہ (نوشیرواں) کے زمانہ میں پیدا ہوا ہوں اسکی کچھ اصل نہیں اور حلیمی نے شعب میں کہا ہے کہ یہ صحیح نہیں اور بعض کتابوں میں جو پایا جاتا ہے جیسا بوستاں میں ہے ؎

سزد گر بدورش بنازم چناں
کہ سید بدوران نوشیرواں

اس کا جواب ابھی (اوپر) گذرچکا ہے (یعنی حسن ظن بالراوی کی بناء پر نقل کردیا)

۷۸ اختلاف در اتصاف بصحت

الحدیث جف القلم بما هو کائن عند القضاعی فی مسنده من حدیث مسعر بن کدام عن المنبعث الاثرم سمعت کرد و سا سمعت ابن مسعود سمعت النبی صلی الله علیه وسلم یقول جف القلم بالشقی والسعید وفرغ من اربع من الخلق والخلق والاجل والرزق وکذا اخرجه الدیلمی بلفظ

حدیث خشک ہوچکا قلم ہونیوالی چیز پر قضاعی کی مسند میں مسعر بن کدام کی روایت سے جسکو وہ منبعث اثرم سے روایت کرتے ہیں وہ کہتے ہیں ۔ میں نے کردوس سے سنا وہ کہتے ہیں میں نے ابن مسعود سے سنا وہ کہتے ہیں میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے کہ قلم خشک ہوچکا ہے شقی اور سعید پر اور چار چیزوں سے وہ فارغ ہوچکا صورت سے اور اخلاق سے اور وقت موت سے اور رزق سے اور اسیطرح روایت کیا ہے اسکو دیلمی نے ان لفظ سے

جرلی بدل جفوقال
فی تعرف عن الطبرانی
(بسندہ) عن ابن عباس
(الحدیث الطویل) وفیہ
قد جف القلم بما ھو کائن
ف واستحضار الحدیث تزیدنا
فی التوکل والتفویض قوۃ
تراھا فی الصوفیۃ

الحدیث حب الوطن من
الایمان لم اقف علیہ۔ **ف**
والعذر ما سبق انفا فی ان
بلاول وفی بعثت

الحدیث الحدۃ
تعتری خیار امتی
ھو فی مسند الحسن بن سفیان
من جھۃ اللیث عن
زوین بن نافع قلت
لابی منصور الفارسی یا ابا
منصور لولا حدۃ فیك
فقال ما یسرنی بحدتی
کذا وکذا وقد قال رسول اللہ

کہ قلم چل چکا ہے بعوض اس لفظ کے کہ قلم
خشک ہو چکا اور کلمہ تعرف کے تحت میں
کہا ہے کہ طبرانی سے اسکی سند کے ساتھ
ابن عباس سے ایک طویل حدیث میں
یہ بھی ہے کہ قلم خشک ہو چکا ہے ہونے
والی چیز پر **ف** اس حدیث کے مستحضر
رکھنے سے توکل اور تفویض میں قوت
ہوتی ہے جسکو تم صوفیہ میں دیکھتے ہو۔

حدیث وطن کی محبت ایمان میں داخل
ہے میں اس حدیث پر مطلع نہیں ہوا
ف اور عذر وہی ہے جو ابھی ان بلاول
میں اور بعثت میں گذرا*

حدیث تیز مزاجی میری امت کے
نیک لوگوں کو پیش آتی ہے یہ حدیث
حسن بن سفیان کی مسند میں لیث کی جہت
سے منقول ہے وہ زوین بن نافع سے
روایت کرتے ہیں کہ میں نے ابومنصور فارسی
سے کہا کہ اگر تمہارے اندر تیز مزاجی نہ ہوتی
(تو خوب ہوتا) انہوں نے فرمایا مجھکو
اس تیزی کے بدلہ اتنا اتنا ملے تب بھی
میرے لیے موجب مسرت نہ ہو رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم ان
الحدۃ تعتری خیار امتی
(وسماہ بعضہم یزید بن
ابی منصور وحکم علیہ
بالصحبۃ) وفی بعض الروایا
بلفظ لیس احد اولی بالحدۃ
من صاحب القرآن لعز القرآن
فی جوفہ **ف** ویوجد مثل ھٰذہ
الحدۃ فی اھل اللہ حقیقتہا الغیرۃ
علی الحق وحقیقۃ اظہارہا ترک التکلف

الحدیث الخلق عیال ۸۰
اللہ فاحب الخلق الی اللہ من
احسن الی عیالہ الطبرانی
فی الکبیر والاوسط وابو نعیم فی
الحلیۃ والبیہقی فی الشعب
کلہم من حدیث ابراہیم
عن الاسود عن ابن
مسعود بہ مرفوعا
ورواہ البیہقی ایضا
وابو نعیم وابو یعلی
والبزار والطبرانی

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تیزی
میری امت کے نیک لوگوں کو پیش آتی
ہے (اور بعض نے ان کا نام یزید بن منصور
کہا ہے اور ان کو صحابی کہا ہے) اور بعض
روایات میں یہ الفاظ ہیں کوئی شخص تیزی کا
مستحق قرآن والے سے زیادہ نہیں بوجہ
عزت قرآن کے **ف** بعض اہل اللہ
میں ایسی تیزی پائی جاتی ہے اور اسکی
حقیقت حق پر غیرت ہے اور اس کے
ظاہر کرنے کی حقیقت ترک تکلیف ہے۔

حدیث۔ مخلوقات اللہ تعالیٰ کی عیال
(کے مشابہ) ہے سو اللہ تعالیٰ کے نزدیک
مخلوقات میں سب سے زیادہ محبوب وہ ہے
جو اسکی عیال کے ساتھ احسان کرے
روایت کیا اسکو طبرانی نے کبیر اور اوسط
میں اور ابو نعیم نے حلیہ میں اور بیہقی نے
شعب میں ان سب نے ابراہیم کی روایت
سے اور وہ اسود سے روایت کرتے ہیں
اور وہ ابن مسعود سے مرفوعاً اسی لفظ سے
(جو اوپر مذکور ہوا) نیز اسکو بیہقی اور
ابو نعیم اور ابو یعلی اور بزار اور طبرانی نے اور

(باقی آئندہ)

دیباچہ امثال عبرت

(حصہ اول)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامداً و مصلیاً

بعد حمد و صلوۃ عرض کرتا ہے بندہ ناچیز **محمد مصطفےٰ** بجنوری مقیم میرٹھ محلہ کرم علی کہ فی زمانہ حضرت مولانا **اشرف علی** صاحب تھانوی مدظلہم کے وعظ کو حق تعالیٰ نے وہ خصوصیات عطا فرمائی ہیں جو کسی وعظ و تصنیف میں کم موجود ہیں جتنی خوبیاں ظاہری و باطنی کسی کلام میں ہو سکتی ہیں سب ہی تو اس میں موجود ہوتی ہیں۔ علوم ظاہری بھی ہوتے ہیں اور تصوف کا تو گویا عطر ہوتا ہے موقع محل پر کہیں کہیں ابیات اور حکایات۔ اور مثالیں بھی ہوتی ہیں۔ جنسے کلام موثر اور ذہن نشین ہو جاتا ہے۔ غرض وعظ تمام علوم و فنون کا مجموعہ ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ ہر فن اور ہر مذاق کا آدمی اس سے حظ اٹھاتا ہے۔ یہاں وعظ کی خوبیاں بیان کرنا مقصود نہیں صرف یہ عرض کرنا ہے کہ بہت سے شائقین علوم نے حضرت کے وعظوں میں سے اپنے مذاق کے موافق جس مضمون کو مفید سمجھا اسکو منتخب کر کے الگ جمع کر دیا ہے مثلاً مضامین تصوف کو ایک صاحب نے الگ جمع کیا وہ مضامین بعنوان الرفیق فی سواء الطریق رسالہ الامداد میں چھپتے ہیں اور ایک صاحب نے مستورات اور عوام کے سمجھنے کے لائق مضامین کو انتخاب کر کے **تسہیل المواعظ** نام رکھ دیا۔ از انجملہ احقر نے بھی چند قسم کے مضامین کو منتخب کر کے الگ الگ ناموں سے موسوم کیا ہے منجملہ ان وہ ابیات ہیں جو حضرت

عہ الحمد للہ یہ مضمون ایک معتد بہ مقدار میں جب کہ شائع ہو چکا ہے ۱۲

عہ یہ سلسلہ رسالہ الہادی میں مسلسل طبع ہو رہا ہے ۱۲ منہ

والا کے وعظوں میں آتے ہیں اور اس مجموعہ کا نام ابیات حکمت رکھدیا یہ ابیات[1] اسوقت تک تعداد میں تیرہ سو سے کچھ زیادہ ہوگئے ہیں (مناسبت نام کی ظاہر ہے) اور منجملہ آن وہ مضامین ہیں جو از جنس واردات قلبیہ ہیں جو کتابوں میں نہیں ملتے اور صرف حضرت والا کی زبان فیض ترجمان سے فائض ہوتے ہیں انکو جمع کرکے **العلم[2] الغیر المنقول** نام رکھدیا۔ اور منجملہ آن وہ مضامین ہیں جن کو حضرت والا نے حضرت قطب عالم حاجی امداد اللہ صاحب نور اللہ مرقدہ کے حوالہ سے بیان فرمایا انکو جمع کرکے **علوم امدادیہ[3]** سے موسوم کیا اور منجملہ آن وہ لطائف و ظرائف ہیں جو مواعظ میں آئے ہیں انکا نام **لطائف[4] اشرفی** رکھا اسی قبیل سے یہ مجموعہ ہے اس میں وہ حکایات اور مثالیں ہیں جو مواعظ میں ارشاد ہوئی ہیں چونکہ حکایات و امثال سے غرض عبرت حاصل کرنا ہے اسواسطے اس کا نام **امثال عبرت** رکھا جاتا ہے۔ نیز اس کا انتخاب ابیات حکمت کے متصل ہوا تھا۔ ابیات حکمت اور امثال عبرت میں توازن بھی ہے اس سے
ابتدائی غرض احقر کی صرف یہ تھی کہ بروقت بیان حضرت والا کے مواعظ کے ضبط کرنے ۲
میں کاتبین کو سہولت ہو اس طرح کہ حکایات و امثال ایک جگہ منضبط ہو جاویں تو بیان میں جہاں حکایت یا مثال آوے اوس کا کچھ پتہ دیکر چھوڑ دیا جاوے اور بروقت تبییض اس مجموعہ سے اسکو نقل کر لیا جاوے اور یہی اصل غرض ابیات حکمت کے جمع کرنے سے بھی تھی مگر بعد میں ثابت ہوا کہ یہ مجموعہ نہ صرف کاتبین وعظ کے لیے مفید ہے بلکہ ہر شخص کے کام کی چیز ہے آن حکایات میں طالبین کے لیے بہت سے علوم و فوائد ہیں جیسا کہ پہلے بھی لوگوں نے اسی مصلحت سے حکایات لکھی ہیں اس واسطے اسکو خاص اہتمام کے ساتھ جمع کیا گیا۔ چونکہ حضرت کے مواعظ کا سلسلہ بحمد اللہ جاری ہے (حق تعالیٰ اسکو عرصہ دراز تک جاری و فائض رکھے) اسوجہ سے کہیں اس کا اختتام نہیں ہوا لہذا سہولت کے لیے اس کے حصے کر دیے گئے ہیں چنانچہ دو حصہ تیار ہیں۔ ناظرین دعا

[1] یہ مجموعہ ابھی طبع نہیں ہوا۔ [2] یہ مجموعہ بھی ابھی طبع نہیں ہوا۔ [3] یہ بھی ابھی طبع نہیں ہوا۔
[4] یہ بھی ابھی طبع نہیں ہوا ۱۲ منہ

فرمائیں کہ یہ سلسلہ ایک کافی حد تک جاری رہے یہ دو حصے گویا نمونہ ہیں اگر توفیق ہوئی تو
احقر اس سلسلہ کو جاری رکھے گا ورنہ جس کسی سے ہوسکے اسکو تمام فرمائیں نظر بانضباط و
سہولت امثال عبرت کے مضامین کی ترتیب ابواب ذیل پر رکھی گئی ہے اور ہر
ہر حکایت کو جس جزو کے مناسب سمجھا اسی میں درج کیا گیا ہے کتاب العلم +
کتاب العبادات + کتاب المعاملات + کتاب العادات +
کتاب المعاشرات + کتاب الاخلاق + کتاب الکرامات +
کتاب المتفرقات + ان میں سے بعض اجزا کے مضامین صرف حصہ اول میں آیا
اور حصہ دوم اب تک ان سے خالی ہے وہ اجزاء یہ ہیں۔ کتاب العبادات
کتاب المعاملات + کتاب المعاشرات + کتاب الکرامات +
کتاب المتفرقات + غرض حصہ دوم میں صرف یہ اجزا ہیں۔ کتاب العلم +
کتاب العادات + کتاب الاخلاق + اور مثالوں کو سب کو کتاب العلم
میں درج کیا گیا ہے۔ اور اس وجہ سے کہ اس کا نفع صرف کا تبیان وعظ تک محدود نہیں ۳
معلوم ہوا اکثر حکایات کے بعد ان کے نتائج بعنوان فائدہ درج کیے گئے ہیں اور
ہر ہر حکایت اور مثال کا حوالہ بھی دے دیا گیا کہ یہ کس وعظ میں سے نقل
کی گئی ہے مع حوالہ صفحات اور تمام ان مواعظ کی فہرست بھی شروع میں لگا دی
ہے جن میں سے یہ انتخاب ہو چکا ہے تاکہ اس کے بعد کے حصص ان کے سوا اور
مواعظ میں سے منتخب کئے جاویں +

ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم

۱۴- ذی الحجہ ۱۳۳۶ھ

کتاب العلم

(۱) حکایت۔ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے دریافت فرمایا کہ اے عمرؓ! اسوقت تمہاری کیا حالت ہوگی کہ جب تم قبر میں تن تنہا رہ جاؤگے اور دو نہایت عجیب الخلقت فرشتے تم سے آکر توحید و نبوت کے بارے میں سوال کرینگے حضرت عمرؓ نے عرض کیا اور کس قدر پیارا جواب عرض کیا اور اگر وہ بھی یہ جواب نہ دیتے تو کون دیتا حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہ فرمایئے کہ اس وقت ہماری عقل رہے گی یا نہیں حضورؐ نے فرمایا کہ ہاں عقل باقی رہے گی بلکہ عقل میں اور ترقی ہوجائیگی (کیونکہ ہیولانی حجاب اسوقت باقی نہ رہیں گے) حضرت عمرؓ نے کہا کہ یا رسول اللہ اگر عقل باقی رہی تو کوئی خوف کی بات نہیں انشاء اللہ سب معاملہ درست ہوگا۔ ۴

(وعظ کمال الصوم و العید دعوات عبدیت جلد دوم وعظ ہفتم صفحہ ۱۸)

(۲) حکایت حضرت رابعہؒ کو جسوقت دفن کیا تو حسب قاعدہ فرشتوں نے آکر سوال کیا تو حضرت رابعہ نہایت اطمینان سے جواب دیتی ہیں کہ کیا اس خدا کو جس کو عمر بھر یاد کیا اگر بھر زمین کے نیچے آکر بھول جاؤں گی تم اپنی خبر لو۔ کہ بڑی مسافت طے کرکے آئے ہو تم کو بھی یاد ہے کہ نہیں سبحان اللہ ان حضرات کا بھی کیا اطمینان ہے اسی کو ایک بزرگ نے کہا ہے ؎

گر نکیر آید و پرسد کہ بگو رب تو کیست — گویم آنکس کہ ربود این دل دیوانہ ما

(ایضاً صفحہ ۸)

(۳) حکایت۔ حدیث میں ایک صحابی حضرت ثوبان کا واقعہ آیا ہے کہ وہ

حضرت سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کی کہ یا رسول اللہ اگر ہم جنت میں گئے بھی تو ہم کو وہ درجہ تو نصیب نہیں ہو سکتا جو درجہ آپ کا ہوگا اور جب ہم اس درجہ میں نہ پہونچ سکیں گے تو آپ کے دیدار سے محروم رہیں گے اور جب آپ کا دیدار نصیب نہ ہوگا تو ہم جنت کو لیکر کیا کریں گے حضور نے یہ سُنکر سکوت فرمایا آخر وحی نازل ہوئی کہ من یطع اللہ ورسولہ فاولٰئک مع الذین انعم اللہ علیہم الآیہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اون کی تسلی فرمائی (الیضاً صد ۱۳ سہ)

(۴) **مثال**۔ انبیاء علیہم السلام کو جو توجہ الی الخلق ہوتی ہے وہ چونکہ بامرِ خداوندی ہے لہٰذا اس امتثال کی وجہ سے اس توجہ الی الخلق میں خود توجہ الی اللہ موجود ہے کیونکہ انبیاء علیہم السلام امت کی طرف جو متوجہ ہوتے ہیں اور اون کو پیغام پہنچاتے ہیں سو اسی لئے کہ اس توجہ و تبلیغ کا اُن کو حکم ہے اور اس کا امتثال اُن پر واجب ہے حضرات انبیاء ع کی اس توجہ الی الخلق کے ساتھ توجہ الی اللہ کی مثال یہ ہے کہ اگر تم کسی آئینہ کی طرف اس لئے متوجہ ہو کہ اسمیں تمہارے محبوب کا عکس نظر آرہا ہے جبکہ کسی وجہ سے خود اس کے عین کو نہ دیکھ سکو تو گو ظاہراً تمہاری توجہ آئینہ کی طرف ہے لیکن عین یہ توجہ عین محبوب کی طرف توجہ ہے اسی طرح انبیاء علیہم السلام کے لیے تمام خلائق مرآت ہیں جس کی طرف متوجہ ہونے سے مقصود ان کا عین توجہ الی الحق ہے پس ان کے لیے توجہ الی الحق سے مانع نہیں (الیضاً صد ۱۵ سہ ۱) ۵

(۵) **مثال**۔ قانون شاہان میں تجارت اور زراعت سے بحث کیجاتی ہے مگر اس طرح کہ کونسی تجارت جائز ہے اور کونسی ناجائز ہے تاکہ امن قائم رہے یہ کسی قانون میں نہیں ہے کہ تجارت اس طرح کرنی چاہیئے اور نفع کی فلاں فلاں صورتیں ہیں اور اگر قانون کی کتاب میں ساری باتوں کا ہونا ضروری ہے تو بتلائیے قانون گورنمنٹ میں یہ سب چیزیں کہاں ہیں بس قرآن بھی ایک قانون ہے امن اور تجارت کا اور وہ بھی چاہتا ہے کہ دنیا میں امن قائم رہے اور آخرت میں نجات ہو۔ غرض قرآن ایک قانون ہے تو بڑے ظلم کی بات ہے کہ حکام ظاہری کے قانون میں

ان مسائل سائنس کو تلاش نہ کیا جائے اور خدا تعالیٰ کے قانون میں ان تمام باتوں کو تلاش کیا جائے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قانون کی حقیقت کو سمجھے ہی نہیں (ضرورۃ العلم بالدین جلد ۳ وعظ دوسرا ص۳۵)

(۶) **حکایت** ایک مرتبہ ایک انجنیر ملے اور مجھ سے سوال کیا میں نے کہا کہ یہ بلاغت کے متعلق ہے آپ اسکو نہ سمجھ سکیں گے کہنے لگے کہ واہ صاحب عالم وہ ہے کہ ہر شخص کو اس کے فہم کے مطابق سمجھا دے میں نے کہا کہ بہتر مجھے آپ اقلیدس کے مقالہ اول کے پانچویں شکل سمجھا دیجئے لیکن اس طرح کہ نہ تو اصول موضوعہ کا حوالہ ہو نہ علوم متعارفہ کا واسطہ ہو اگر اس طرح سمجھانا ممکن ہے تو میں اوس تقریر کے سننے کا بہت زیادہ مشتاق ہوں اور اگر کہئے کہ اس طرح سمجھانا ممکن نہیں تو میں کہوں گا کہ عالم اقلیدس وہی ہے جو ہر شخص کو اس کے فہم کے موافق سمجھا دے کہنے لگے تو اچھا ہم کو کیا کرنا چاہیئے میں نے کہا کہ اگر شوق ہے تو انجنیری کو طاق پر رکھئے اور ہمارے پاس آکر میزان سے کتابیں شروع کیجئے جب اس مقام تک تعلیم پہونچے گی تو ہم تبلائیں گے کہنے لگے کہ
کیا ہم اب بڈھے ہوکر پڑھنے بیٹھیں گے میں نے کہا کہ اگر تحقیق کا شوق ہے تو اسکی ۶
تو یہی صورت ہے اور اگر یہ صورت منظور نہیں تو ہماری تقلید کیجئے اور جو کچھ ہم کہیں اس کو مان لیجئے اور یہ بات ایسی بدیہی ہے کہ ہر شخص اسکو جانتا ہے اور رات دن اسی کے موافق کارروائی ہوتی ہے مثلاً اگر ایک شخص بوڑھا آپ کے پاس بیس روپیہ ماہوار کی تنخواہ چھوڑ کر آیا اور سولہ دن کی تنخواہ کی مقدار آپ سے پوچھے اور آپ نے حساب کرکے بتادی تو اگر وہ یہ کہے کہ سولہ دن کی تنخواہ کی مقدار یہ کیونکر ہوگی تو آپ اسکو کیا جواب دیں گے ظاہر ہے کہ یہی کہا جاویگا کہ تو فن حساب سے ناواقف ہے تیری سمجھ میں یہ نہ آویگا اور اگر تو سمجھنا چاہتا ہے تو ابتدا سے جمع تفریق ضرب تقسیم وغیرہ سیکھ اس کے بعد اسکی وجہ دریافت کرنا اسپر اگر وہ کہے کہ کیا میں بوڑھاپے میں حساب سیکھوں گا تو آپ یہی جواب دیں گے کہ وہ سمجھنے کے لیے تو اسی کی ضرورت ہے اگر اسکی ہمت نہیں تو جو کچھ ہم کہتے ہیں اسکو سچ سمجھو (ایضاً ص۳۸ س۳)

(۷) **حکایت** ہمارے وطن میں ایک شاعر تھے ان کا انتقال ہوگیا ہے

اونہوں نے اپنا ایک دیوان مرتب کیا تھا نہایت ہی بیہودہ اسمیں ردیف ضاد نہ تھی لوگوں نے کہا کہ جناب اسمیں ردیف ضاد نہیں ہے کہنے لگے کہ دوسری کسی ردیف میں سے ایک غزل لیکر ہر شعر کے اخیر میں لفظ متعارض بڑھا دو اور ردیف ضاد میں لکھدو۔ اب غور کیجئے کہ انکی اس حرکت کو کس نظر سے دیکھا جا رہا ہے کیا آپ لوگ یہ چاہتے ہیں کہ قرآن بھی ایسا ہی دیوان ہو کہ اسمیں تمام ردیفیں ہوں گو بے ربط ہوں قرآن نے صرف دو چیزوں کا اہتمام کیا ہے ایک امن عام کہ اس دنیا میں رہ کر یہ حالت ہو کہ ؎

کسے را با کسے کارے نہ باشد

دوسرے خدا تعالیٰ کی رضا جوئی ان دو امر کے سوا اگر کوئی تیسرا مسئلہ آگیا ہے وہ اس کے تابع ہو کر آیا ہے تو معلوم ہوا کہ قرآن میں اس کے سوا اور کوئی مسئلہ نہ ڈھونڈھنا چاہیئے علیٰ ہذا اگر حکایتیں قرآن میں ہیں تو وہ بھی انہیں کی خادم ہو کر ذکر کی گئی ہیں (ایضاً صلا سث)

(۸) **حکایت** مجھے ایک بڑھیا کا واقعہ یاد آتا ہے کہ جب وہ حج کو گئی اور صفا مروہ کے درمیان سعی کرنے لگی تو دو تین پھیرے کر کے مطوف سے کہنے لگی کہ اب تو مجھ سے نہیں ہو سکتے خدا کے لیے اب تو مجھے معاف کر دو تو جیسے وہ بڑھیا یہ سمجھتی تھی کہ مطوف کے معاف کر دینے سے معاف ہو جاویں گے اسی طرح یہ لوگ بھی سمجھے ہیں۔ کہ مولوی اپنی رائے سے مسائل بدل کر ہماری اغراض کو پورا کر سکتے ہیں (ایضاً صلا سلا)

(۹) **حکایت**۔ ایک رئیس والی ملک کسی بڑے حاکم سے ملنے گئے یہ رئیس بہت دبلے ہو رہے تھے اس حاکم نے پوچھا کہ آپ اسقدر دبلے کیوں ہو رہے ہیں اونہوں نے کہا کہ آجکل رمضان کا مہینہ ہے روزہ رکھنے کی وجہ سے دبلا ہو رہا ہوں کہنے لگا کہ آپ اپنے پادریوں سے کمیٹی کرا کر ان کو فروری کے مہینے میں کیوں نہیں کر لیتے اونہوں نے کہا کہ جناب اس قسم کے اختیارات آپ ہی کی کمیٹی کو ہیں ہمارے علماء کی کمیٹی کو ایسے اختیارات نہیں ہیں۔ غرض پہلے تو غیر قومیں اس قسم کی درخواستیں پیش کرتی تھیں مگر افسوس اب مسلمان ہی اس قسم کی درخواستیں پیش کرنے لگے ہیں۔ بلکہ یہاں تک ستم ہونے لگا ہے کہ لوگ درخواست لکھے گذار کر رائے دینے لگے ہیں کہ ضرور ایسا کرنا چاہیئے۔ (ایضاً صلا سلا)

(۱۰) **حکایت**۔ میں ایک مرتبہ لاہور گیا تو بہت سے خیرخواہان قوم نے یہ طے کیا کہ اسوقت سود کے مسئلہ پر گفتگو ہو جانی چاہیئے چنانچہ اون کی خواہش پر گفتگو کی گئی۔ لیکن جلسہ گفتگو کا خاص تھا یعنی صرف علماء تھے سب لوگ نہایت مشتاق تھے کہ دیکھئے کیا تجویز ہوتا ہے حالانکہ وہاں اس کے سوا کیا تجویز ہو سکتا تھا جو کہ تیرہ سو برس سے چلا آرہا ہے اس واسطے کہ اہل علم میں سے کسی کی وہ ہمت ہو سکتی ہے جو کہ آجکل کے نوجوان ہمت کرتے ہیں۔ (ایضاً صہ۱ ۱۵)

(۱۱) **حکایت** ایک صاحب نے ایک رسالہ میں حرمۃ الربوٰا میں یہ تحریف کی کہ ربوا کو بضم را کہا اور اسکے معنی اچکنے کے لئے میں کہتا ہوں کہ اس سے سیدھی بات تو یہ تھی کہ زنا ہی کہدیتے کیونکہ زنا عربی کا لفظ تو ہے ربا تو عربی کا لغت بھی نہیں بلکہ ربودن سے فارسی کا لغت ہے رہا رسم خط کا اشکال سو ربا بالضم الرا بھی واؤ سے نہیں ہے اسکی ایسی مثال ہے کہ جیسے مشہور ہے کہ ایک شخص اپنی ماں کو کچھ نہ دیتا تھا اس نے جاکر ایک عالم سے شکایت کی اونہوں نے لڑکے کو بلاکر اس کا سبب پوچھا اس نے کہا کہ اگر قرآن شریف میں کہیں ماں کا حق نکل آئے تو میں ضرور دوں گا کیونکہ یہ بالکل جاہل تھا۔ اس لئے اونکو فکر ہوئی کہ کوئی ایسی سبیل ہو کہ اسکی سمجھ میں بھی آجائے آخر کہنے لگے کہ تو نے کچھ قرآن بھی پڑھا ہے اس نے کہا کہ دو چار سورتیں پڑھیں ہیں کہنے لگے تَبَّتْ یَدَآ اَبِیْ لَھَبٍ پڑھی ہے اس نے کہا کہ ہاں جب اس نے تَبَّتْ پڑھی اور اس میں مَآ اَکْسَبَ پڑھا تو کہنے لگے کہ دیکھ اس میں تو لکھا ہے کہ ماں کا سب یعنی سب کچھ ماں ہی کا ہے تیرا کچھ بھی نہیں لڑکے نے کہا کہ مولوی صاحب اب دیا کروں گا تو اونہوں نے تو ایک ثابت شدہ مسئلہ کو اس جاہل کے ذہن نشین کرنے کے لیے محض ظرافت کے طور پر ایک اردو کے جملہ کو قرآن کا جزو کہا تھا لیکن اس ظالم نے قرآن میں صریح تحریف کی کہ ربوا کو حلال کرنے کے لیے اسکی حرمت کو قرآن سے اڑانا چاہا غرض ہر شخص قرآن اور احکام شریعت کے متعلق ایک نئی رائے اور تجویز رکھتا ہے (ایضاً صہ۱ س ۲۰) ۸

حیوۃ المسلمین

چونکہ آجکل بوجہ بے علمی و بدعملی مسلمانان عالم پر عموماً اور کشور ہند میں خصوصاً مصیبتوں پر مصیبتیں اور بلاؤں پر بلائیں نازل ہوتی چلی جاتی ہیں لہذا حضرت حکیم الامۃ مدظلہم نے سونے کے پانی سے لکھنے کے قابل مضامین عالیہ قلمبند فرمائے ہیں جن کے مطالعہ سے عقائد کی درستی معاشرت میں آسانی۔ طلب حق میں فروغ۔ معیشت میں سہولت۔ خدا و رسول کی محبت اہل وعیال کی خدمات کی رغبت مجاہدہ کا شوق گناہوں سے نفرت اور شریعت پر چلنے کا طریق حیوۃ طیبہ حاصل کرنے کے گر۔ گویا تمام خوبیوں کا ایک خزانہ جمع فرما دیا ہے یہ ۱۰۴ صفحے کی کتاب ہے مگر دریا کو کوزہ میں بھرا ہے اسکی تمام خوبیاں ناظرین "الہادی" پر بخوبی ظاہر ہیں۔ قیمت دس آنے

محمد عثمان تاجر کتب و مدیر رسالہ الہادی دریبہ کلاں دہلی

نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب صلی اللہ علیہ وسلم

آقا و نامدار جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مستند سوانح عمری ابتدا یعنی صورت نوریہ سے دخول جنت تک کے نہایت صحیح روایات سے بہت عمدہ طرز پر عام فہم اردو زبان میں تحریر فرمائی ہے۔ جا بجا اشعار شوقیہ سے زینت دی ہے یہ وہی مبارک کتاب ہے جسکے زمانہ تالیف میں طاعون مظفر نگر میں پھیل رہا تھا مگر اسکی برکت سے تھانہ بھون محفوظ رہا اور تجربہ سے ثابت ہو گیا ہے کہ زمانہ وبا میں اس کا مطالعہ دافع بلیات ہے جس مکان میں یہ روزانہ پڑھی جائے انشاء اللہ وہ مکان وبا سے محفوظ رہتا ہے۔ مزید براں ساتویں بار اور اضافہ جدیدہ کے ساتھ طبع ہوئی ہے۔

قیمت ایک روپیہ آٹھ آنے (عہ)

ملنے کا پتہ

محمد عثمان تاجر کتب دریبہ کلاں دہلی

ملفوظات مزید المجید

حضرت حکیم الامۃ مد ظلہ کے ۱۴۵ ملفوظات کا مجموعہ جو طالبان دین کو عموماً اور سالکین کو خصوصاً نہایت مفید ہیں اس کے مطالعہ سے عجیب و غریب تحقیقات کا انکشاف ہوتا ہے اس کا مطالعہ وہ کام دیتا ہے۔ جو برسوں کے مطالعہ کتب سے نہیں نکلتا۔ گویا ایک شیخ طریقت کی صحبت کا فائدہ حاصل ہوتا ہے

ضخامت ۱۸۴ صفحات قیمت ۸/

محمد عثمان۔ تاجر کتب دریبہ کلاں دہلی

فیوض الاسلام ترجمہ جدید فتوح الشام

اگر آپ غازیان اسلام و مجاہدین ملت کی اولو العزمی و جانثاری کے جرأت آموز حالات معلوم کرنا چاہتے ہیں

اگر آپ کو مشہور و نامور سپہ سالاران اسلام حضرت ابو عبیدہ رضی بن جراح و حضرت خالد بن ولید کی مردانہ شجاعت و حکیمانہ سیاست کے حیرت انگیز کارنامے دیکھنا مقصود ہیں

اگر آپ اسلام کے عروج و نزول کے صحیح اسباب معلوم کر کے ان تمام لمع کاریوں کی حقیقت سے واقف ہونا چاہتے ہیں جن سے مسلمان دھوکہ کھا کر منزل مقصود سے کوسوں دور ہوتے جاتے ہیں تو

فیوض الاسلام ترجمہ جدیدہ فتوح الشام ملاحظہ فرمائیں ضخامت (۸۱۲) صفحات

قیمت تین روپے چار آنے محصول ڈاک گیارہ آنے

ملنے کا پتہ

محمد عثمان تاجر کتب دریبہ کلاں دہلی

قال اللہ تعالیٰ وقرآنا فرقناہ لتقرأہ علی الناس علی مکث ونزلناہ تنزیلا

چون آیت موصوفہ دال ست بنافعیت تعلیم تدریجی برائے
عامۂ ناس حاضر باشد یا بادی و نیز ضرورت تعلیم علوم قرآنیہ یعنی تفسیر شریف مسلم ست
بر مقاصد مبادی پس اتباعاً للنص المذکور صحیفہ شہریہ کہ متدرج بہت تدریج شہور

مسمے بہ

الہادی

نمبر ۳	بابت ماہ رجب المرجب سنہ ۱۳۴۸ھ	جلد ۶

کہ جامع ست انواع علوم دینیہ برائے ہر طالب جادی مذکر ست در ہر مجلس و نادی
و مسکن ست برائے ہر طالع و صادی بصورت ترجمہ رسالۃ الانوار المحمدی و تسہیل المواعظ
و حل منتخبات کلید مثنوی و تشرف المنتخب و مشتمل عبرت و سیرۃ الصدیق کہ اکثر آن مستفاد ست
از درگاہ ارشادی یعنی خانقاہ اشرفی امدادی بادارۂ محمد عثمان نامی در ہر بلاد اسلامی
در محبوب المطابع دہلی مطبوع گردید

از کتبخانہ اشرفیہ دریبہ کلاں دہلی بزر نقد بر صدقہ رسید گردد

ـــہ ہذا التفسیر العام ماخوذ من حدیث تفسیر سنا کتاب الرد قضی بالرجم ۱۲

فہرست مضامین

رسالہ الہادی بابت ماہ رجب المرجب ۱۳۴۸ھ ہجری نبوی صلعم
جو بہ برکت دعا حکیم الامۃ محی السنۃ حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علیصاحب مدظلہ العالی
کتب خانہ اشرفیہ دریبہ کلاں دہلی سے شائع ہوتا ہے۔

نمبر شمار	مضمون	فن	صاحب	صفحات
۱	الانوار المحمدیہ	حدیث	مولانا مولوی حافظ ظفر احمد صاحب سلمہٗ	۳-۱۰
۲	تسہیل المواعظ	وعظ	حکیم الامۃ حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب مدظلہٗ	۱۱-۱۸
۳	المنتخب من الخطب	مضامین مختلفہ	" " "	۱۹-۲۲
۴	کلید مثنوی	تصوف	" " "	۲۳-۳۰
۵	التشرف حصہ دوم	"	" " "	۳۱-۳۴
۶	امثال عبرت	مضامین مختلفہ	مولانا مولوی حکیم محمد مصطفٰے صاحب سلمہٗ	۳۵-۳۸
۷	حل الانتباہات	کلام	ایضاً	۳۹-۴۲
۸	سیرت الصدیق	سیر	مولوی محمد صابر صاحب	۴۳-۴۶

مقاصد وضوابط رسالہ الہادی

۱۔ اس رسالہ کو شرعی مباحث کے سوا سیاسیات سے کوئی تعلق نہیں۔

۲۔ رسالہ ہذا کا مقصد مسلمانوں کے ظاہر و باطن کی اصلاح ہے

۳۔ ہر قمری مہینہ کی تین تاریخ کو رسالہ روانہ ہوجاتا ہے اگر کسی صاحب کے پاس رسالہ نہ پہونچے تو فوراً اطلاع فرمائیں اطلاع آتے ہی دوبارہ روانہ کردیا جاتا ہے۔

۴۔ رسالہ ہذا کی سالانہ قیمت ۲ روپیہ مع محصول ڈاک علاوہ ان حضرات کے جو قیمت پیشگی ارسال فرمائیں سب حضرات کی خدمت میں رسالہ وی۔پی۔ کیا جاتا ہے۔ اور وی۔پی کی صورت میں حسب رجسٹری فیس منی آرڈر اضافہ کرکے ۲ کا وی۔پی۔ روانہ کیا جاتا ہے اور ممالک غیر سے قیمت مع محصول ڈاک چار شلنگ چھ پنس مقرر ہے جو ہر حالت میں پیشگی لیجاتی ہے۔

۵۔ ہر خریدار کو ابتدائے سال سے خریدار ہونا ضروری ہے اور رسالہ کا سال جمادی الاول سے شروع ہوتا ہے

۶۔ رسالہ ہذا میں بجز اپنے کتب خانہ کی کتب کے کسی صاحب کا اشتہار یا کسی کتاب کا ریویو وغیرہ شائع نہیں کیا جاتا

۷۔ رسالہ ہذا کی پرانی جلدیں بھی موجود ہیں۔ مگر ان کی قیمت میں اضافہ ہوجاتا ہے بجائے ۲ کے مع محصول کے (۲ روپیہ) علاوہ محصول ڈاک مقرر ہے۔

الراقم
محمد عثمان۔ مدیر رسالہ "الہادی" دریبہ کلاں دہلی

جس بہا خزینہ ہے جو ہر طبقہ کو نہایت مفید ہو جمادی الاول ۱۳۴۸ھ سے جاری ہے جس کی سالانہ قیمت (۲) ہے نمونہ مفت طلب کیجئے (مدیر)

(۵) مسروقؒ (تابعی) سے روایت ہے کہ وہ عرفہ کے دن حضرت عائشہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا مجھے پانی پلوا دیجئے حضرت عائشہؓ نے غلام سے فرمایا کہ ان کو شہد پلاؤ۔ پھر فرمایا اے مسروقؒ کیا تم روزہ سے نہیں ہو کہا نہیں مجھے یہ اندیشہ ہوا کہیں آج بقر عید کا دن نہو حضرت عائشہؓ نے فرمایا یہ کچھ بات نہیں بلکہ عرفہ اسی دن ہے جسکو امام عرفہ قرار دے (یا عام اہل اسلام) اور بقر عید کا دن وہی ہے جسکو امام بقر عید کا دن قرار دے (یا عام اہل اسلام) اور اے مسروقؒ کیا تم نے یہ نہیں سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس دن کو ہزار دنوں کے برابر سمجھتے تھے اسکو طبرانی نے سند حسن سے روایت کیا ہے اور بیہقی نے بھی۔ اور بیہقی کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ حضرت عائشہ رضہ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ عرفہ کے دن کا روزہ ہزار دنوں کے روزوں کے برابر ہے۔

(۶) سعید بن جبیر رضہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عبداللہؓ بن عمر سے صوم عرفہ کے متعلق سوال کیا تو فرمایا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اسکو دو سال کے روزوں کے برابر سمجھا کرتے تھے اسکو طبرانی نے سند حسن سے روایت کیا ہے۔ اور نسائی کی روایت میں ایک سال آیا ہے۔ ۵۷

(۷) حضرت زید بن ارقم رضہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ سے صوم عرفہ کے متعلق سوال کیا گیا تو فرمایا کہ وہ اس سال (کے گناہوں) کا بھی کفارہ ہو جاتا ہے جس میں تم اس وقت ہو اور اس کے بعد بھی ایک سال (کے گناہوں) کا کفارہ ہو جاتا ہے اسکو طبرانی نے کبیر میں رشدین بن سعد کے طریق سے روایت کیا ہے (اور رشدین میں بعض محدثین کو کلام ہے۔ بعض نے اسکو ثقہ کہا ہے اسلئے حدیث حسن ہے ۲ (ظ)

(۸) ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

عـه کیونکہ بعض دفعہ بعد میں شہادت سے ثابت ہو جاتا ہے کہ جس تاریخ کو ہم نے نویں تاریخ سمجھا تھا وہ دسویں تھی (اور ذی الحجہ کی دسویں تاریخ کو روزہ رکھنا حرام ہے ۱۲ ظ

عـه ۔ یعنی حضورؐ کے زمانہ میں مسلمانوں کے اندر یہ بات مشہور تھی مگر میں نے بلا واسطہ حضورؐ سے یہ بات نہیں سنی اور حضورؐ کے زمانہ میں صحابہؓ کے اندر جو بات مشہور ہو وہ حضورؐ ہی سے صحابہؓ نے سنی ہوگی ۱۲ ۔ ظ

عرفہ کے دن روزہ رکھنے سے میدان عرفات میں منع فرمایا ہے (یعنی جو شخص اس دن حج ادا
کرنے کے لئے عرفات میں مقیم ہو اسکو اس دن کے روزہ سے منع فرمایا ہے) اسکو ابو داؤد
اور نسائی نے اور ابن خزیمہ نے صحیح میں روایت کیا ہے اور طبرانی نے اوسط میں اس
حدیث کو حضرت عائشہؓ سے روایت کیا ہے (حافظ منذری) فرماتے ہیں کہ علماء نے میدان
عرفات میں عرفہ کے دن روزہ رکھنے میں اختلاف کیا ہے عبد اللہ بن عمرؓ تو یوں فرماتے ہیں
کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دن (اس جگہ) روزہ نہیں رکھا اور نہ حضرت ابو بکرؓ نے نہ حضرت
عمرؓ نے نہ حضرت عثمانؓ نے اور میں بھی روزہ نہیں رکھتا۔ امام مالک اور سفیان ثوری بھی (اس دن
اس موقع پر) افطار ہی کو ترجیح دیتے تھے اور عبد اللہ بن زبیرؓ اور حضرت عائشہؓ روزہ رکھتے
تھے عثمان بن ابی العاص (صحابی رضؓ) سے بھی یہی منقول ہے اور اسحٰق بن راھویہ بھی روزہ
رکھنے کو ترجیح دیتے تھے۔ اور عطاء (بن ابی رباح) فرمایا کرتے تھے کہ جاڑوں میں تو میں روزہ
رکھ لیتا ہوں گرمی میں نہیں رکھتا۔ اور قتادہ کا قول یہ ہے کہ اگر (میدان عرفات میں) دعا
کرنے میں سستی نہ ہو تو روزہ رکھنے کا مضائقہ نہیں اور امام شافعی کا قول یہ ہے کہ جو حج ۵۸
میں مشغول نہ ہو اس کے لئے تو عرفہ کا روزہ مستحب ہے اور جو حج میں مشغول ہو اس کے لیے میرے
نزدیک افطار مستحب ہے۔ تاکہ (اس موقع پر) دعا میں قوت حاصل ہو اور احمد بن حنبل کا قول یہ ہے
کہ اگر روزہ رکھنے کی ہمت ہو تو روزہ رکھ لے اور اگر نہ رکھے تو (مضائقہ نہیں کہ) اس دن
اس موقع پر قوت و توانائی کی ضرورت ہے۔ **ف** حنفیہ کا مذہب اس بارہ میں یہ ہے کہ اگر
میدان عرفات میں روزہ رکھنے سے وقوف اور دعا میں دشواری اور کمزوری نہ ہو تو اس دن روزہ
رکھنا اس جگہ بھی مستحب ہے اور دشواری اور کمزوری لاحق ہو تو مکروہ ہے **ف** حدیث
سے یہ معلوم ہوا ہے کہ عرفہ اسی دن ہے جسکو امام[1] عرفہ کا دن قرار دے اس کا مطلب
یہ ہے کہ اگر بعد میں اس دن کا دسویں ذی الحجہ ہونا معلوم ہو تو اس سے روزہ کا ثواب
باطل نہ ہوگا نہ حج فاسد ہوگا۔ اسی طرح اگر کسی جگہ تیس رمضان کو مسلمانوں نے روزہ رکھا ہے

---

[1] جہاں امام نہ ہو وہاں عام اہل اسلام امام کے قائم مقام ہیں یعنی ہر مقام کے مسلمان جس دن کو نو ذی الحجہ
سمجھیں وہی عرفہ کا دن ہے ۱۲

اور دوسری جگہ اس دن عید ہے تو روزہ رکھنے والوں کا ثواب باطل نہو گا بلکہ اُن کے حق میں
وہ دن رمضان کا دن ہے اور رمضان ہی کے روزہ کا اُن کو ثواب ملے گا کیونکہ وہ اپنے
علم کے مکلف ہیں جب اُن کو انتیس تاریخ کو چاند نظر نہیں آیا تو اُن کے نزدیک تو دن
رمضان ہی کا ہے تو خدا تعالیٰ دوسروں کے حساب کیوجہ سے اِن کا ثواب باطل
نکریں گے البتہ اگر ان کے پاس کافی ثبوت شرعی طور پر پہونچ جائے کہ آج رمضان کی
تیس نہیں بلکہ یکم شوال ہے تو اسوقت اُنکو افطار کر دینا لازم ہے اب بھی روزہ رکھیں
گے تو ثواب نہوگا بلکہ گناہ ہوگا۔ خوب سمجھ لو۔۱۲

ماہ محرم الحرام میں روزہ رکھنے کی ترغیب جو خدائی مہینہ ہے

(۱) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رمضان
کے روزہ کے بعد افضل روزہ خدائی مہینہ محرم کا روزہ ہے اور فرض نماز کے بعد افضل ۵۹
نماز رات کی نماز ہے (یعنی تہجد) اسکو مسلم نے روایت کیا ہے اور یہ الفاظ اسی کے ہیں
اور ابوداؤد و ترمذی و نسائی نے بھی روایت کیا ہے اور ابن ماجہ نے نماز کے ذکر
کو حذف کر کے روایت کیا ہے۔

(۲) حضرت علی سے ایک شخص نے سوال کیا کہ رمضان کے بعد آپ مجھے کس مہینہ
کے روزہ کا حکم دیتے ہیں فرمایا یہ سوال میں نے کسی کی زبان سے نہیں سنا بجز ایک
شخص کے جسکو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے سامنے سوال کرتے ہوئے
سنا اس نے عرض کیا یارسول اللہ رمضان کے بعد آپ مجھے کس مہینہ میں روزہ رکھنے
کا حکم دیتے ہیں فرمایا اگر تم رمضان کے بعد روزہ رکھنا چاہو تو محرم میں روزہ رکھو کیونکہ
یہ اللہ کا (خاص) مہینہ ہے اس میں ایک دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے ایک قوم
پر توجہ و عنایت فرمائی ہے اور اسی دن میں دوسری قوموں پر بھی توجہ و عنایت
فرمائیں گے اسکو عبد اللہ بن احمد نے امام احمد سے نہیں بلکہ دوسرے طریق سے

روایت کیا ہے اور ترمذی نے بھی روایت کیا ہے اور اس حدیث کو حسن غریب کہا ہے

(۳) جندب بن سفیانؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ فرض نماز کے بعد افضل نماز رات کی نماز ہے (تہجد) اور رمضان کے بعد افضل روزہ اللہ کے مہینہ کا روزہ ہے جسکو تم محرم کہتے ہو اسکو نسائی اور طبرانی نے سند صحیح سے روایت کیا ہے۔

(۴) ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص عرفہ کا روزہ رکھے اس کے دو سال کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور جو محرم کے مہینہ میں کسی دن روزہ رکھے اسکو ہر دن کے عوض تیس دن کا ثواب ملے گا اسکو طبرانی نے صغیر میں روایت کیا ہے اور یہ حدیث غریب ہے مگر اسکی سند میں کچھ باک نہیں (اس کے راوی) ہیثم بن حبیب کو ابن حبان نے ثقہ کہا ہے۔

یوم عاشورا کے روزہ کی اور اس دن میں اہل وعیال پر وسعت کرنے کی ترغیب

(۱) ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عاشورا کے روزہ کو دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ سال گذشتہ (کے گناہوں) کا کفارہ ہو جاتا ہے اسکو مسلم وغیرہ نے روایت کیا ہے اور ابن ماجہ کے الفاظ یہ ہیں کہ عاشورا کے روزہ کے متعلق مجھے اللہ تعالی سے امید یہ ہے کہ ایک سال پچھلے کا کفارہ ہو جاوے گا

(۲) ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عاشورا کا روزہ رکھا۔ اور اس دن روزہ رکھنے کا حکم بھی دیا اسکو بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے۔

(۳) ابن عباسؓ ہی سے روایت ہے کہ ان سے عاشورا کے روزہ کو دریافت کیا گیا تو فرمایا مجھے معلوم نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دنوں پر کسی دن کو فضیلت دیتے ہوں۔ بجز اس دن کے اور کسی مہینہ کو اور مہینوں پر فضیلت دیتے ہوں سوا اس مہینہ یعنی

رمضان کے اسکو مسلم نے روایت کیا ہے۔

(۴) ابن عباسؓ ہی سے روایت ہے کہ رمضان کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی دن کو کسی دن پر فضیلت نہ دیتے تھے بجز عاشورار کے اسکو طبرانی نے اوسط میں روایت کیا ہے اور اسکی سند ناقبل ہو مگر حسن ہے۔

(۵) ابن عباس ہی سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ روزہ کے بارہ میں کسی دن کو کسی دن پر فضیلت نہیں بجز ماہ رمضان اور یوم عاشورار کے (کہ ان کو اور ایام پر فوقیت ہے) اسکو طبرانی نے کبیر میں اور بیہقی نے روایت کیا ہے اور طبرانی کے سب راوی ثقہ ہیں

(۶) ابو سعید خدری رضہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے عرفہ کا روزہ رکھا اسکے ایک سال اگلے اور ایک سال پچھلے کے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔ اور جس نے عاشورار کا روزہ رکھا اسکے ایک سال کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں اسکو طبرانی نے سند حسن سے روایت کیا ہے اور یہ حدیث پہلے بھی آچکی ہے +

(۷) ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنے بال بچوں اور بیوی پر عاشورار کے دن میں وسعت کرے اللہ تعالیٰ سال بھر اُسپر وسعت کرے گا (مطلب یہ ہے کہ اس دن جو شخص اپنے اہل وعیال کے کھانے پینے میں فراخت کی ساتھ خرچ کرے اللہ تعالیٰ اُسکو سال بھر فراخت اور وسعت کے ساتھ رزق دیں گے) اسکو بیہقی وغیرہ نے چند طرق سے بہت سے صحابہ سے روایت کیا ہو اس کے بعد بیہقی نے کہا کہ یہ سندیں اگرچہ الگ الگ ضعیف ہیں مگر جب انکو باہم ملایا جائے تو قوت حاصل ہو جائے گی واللہ اعلم۔ ۹۱

ف اس حدیث میں بعض علمار نے کلام کیا ہے مگر حافظ عراقی نے امالی میں فرمایا ہے کہ ابوہریرہ کی حدیث چند طرق سے مروی ہے جن میں سے بعض طرق کو حافظ ابوالفضل ابن ناصر نے صحیح کہا ہے اور جس راوی کو ابن الجوزی نے مجہول کہا ہے اُسکو ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا ہے۔ پس ایک روایت پر یہ حدیث حسن ہے اور ابو سعیدؓ کی حدیث کو اسحق بن راھویہ نے اپنے مسند میں اور بیہقی نے سنن میں عبداللہ بن نافع سے ایوب بن سلیمان بن مینا سے ایک شخص کے واسطہ سے حضرت ابو سعید

(خدری رضؓ) سے روایت کیا ہے حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ اگر اس سند میں ایک راوی مبہم نہوتا
تو یہ سند جید تھی مگر اسکو طبرانی کی سند سے قوت ہوگئی کیونکہ طبرانی نے اسکو محمد بن عبد اللہ
ابن علی بن عبد الرحمٰن بن صعصعہ سے اُن کے باپ کے واسطہ سے حضرت ابو سعید سے
روایت کیا ہے اور اس کے سب راوی معروف ہیں مگر ایک راوی کو ابو حاتم نے اور ایک کو
ابو زرعہ نے ضعیف کہا ہے۔ حافظ عراقی فرماتے ہیں کہ بیہقی نے اس حدیث کو ابن
المنکدر کے واسطہ سے حضرت جابر سے بھی روایت کیا ہے اور اسکی سند کو ضعیف
کہا ہے مگر یہ سند شرط مسلم کے موافق بھی وارد ہوئی ہے جسکو حافظ ابن عبد البر نے استذکار
میں بیان کیا ہے اور ابو الزبیر کے واسطہ سے حضرت جابر سے اسکو روایت کیا ہے
بیہقی نے کہا ہے کہ یہ سندیں اگرچہ ضعیف ہیں مگر سب کو ملانے سے قوت حاصل ہوجاتی
ہے باوجودیکہ بیہقی کو ابو الزبیر کی روایت پر اطلاع نہیں ہوئی جو کہ اِس حدیث کے تمام
طرق میں صحیح تر ہے اور یہ حدیث حضرت عمرؓ سے بھی موقوفاً وارد ہوئی ہے اسکو بھی ابن
عبد البر نے استذکار میں ایسی سند سے بیان کیا ہے۔ جس کے تمام راوی ثقہ ہیں صرف ۶۲
سعید بن المسیب کے سماع میں حضرت عمرؓ سے کلام ہے اور عبد اللہ بن عمرؓ سے بھی یہ حدیث
مروی ہے اسکو دار قطنی نے افراد میں روایت کیا ہے حافظ عراقی فرماتے ہیں کہ میں نے
اِس حدیث کے طرق کو ایک جزو میں جمع کیا ہے انتہی کذا فی التعقبات علی الموضوعات
للسیوطی (صنکوالہ) پس ابن تیمیہ کا اِس حدیث سے انکار کرنا اور یہ کہنا کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم سے اِس بارہ میں کچھ مروی نہیں سراسر وہم ہے اور احمد بن حنبل نے
جو فرمایا ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں اِس سے حسن لغیرہ کی نفی نہیں ہوتی اور حدیث حسن
لغیرہ بھی حجت ہے جیسا اصول حدیث میں ثابت ہوچکا ہے (ماثبت بالسنہ صنث او ۱۸)

ف بعض علماء نے فرمایا ہے کہ ہم نے اس کا تجربہ کیا ہے بحمد اللہ ایسا ہی پایا۔ میں
کہتا ہوں کہ احقر نے بھی تجربہ کیا ہے کہ جس سال عاشوراء کے دن گھر کے خرچ میں
فراغت اور وسعت کی گئی سال بھر رزق میں فراغت اور وسعت حاصل ہوئی ومن شاء
فلیجرب ۱۲ مترجم

شعبان کے روزہ کی ترغیب اور شعبان کی پندرہویں رات کی فضیلت اور یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شعبان میں نفلی روزے رکھتے تھے

(۱) حضرت اسامہؓ بن زید رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ میں دیکھتا ہوں کہ آپ کسی مہینہ میں (نفل) روزہ اسقدر نہیں رکھتے جتنا شعبان میں رکھتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگ رجب اور رمضان کے اس درمیانی مہینہ سے بہت غافل ہیں حالانکہ یہ مہینہ ایسا (معظم و مبارک) ہے کہ لوگوں کے اعمال اس میں اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں تو میں چاہتا ہوں کہ میرے اعمال اس حالت میں پیش کئے جائیں کہ میں روزہ دار ہوں اسکو نسائی نے روایت کیا ہے۔ ۹۳

(۲) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (بعض دفعہ نفل) روزہ رکھتے رہتے اور افطار نکرتے یہاں تک کہ ہم یوں سمجھتے کہ اس سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں افطار کا ارادہ نہیں ہے پھر افطار کرتے اور روزہ نہ رکھتے یہاں تک کہ ہم یوں کہنے لگتے کہ اس سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں (نفل) روزہ رکھنے کا ارادہ نہیں اور آپ کو سب مہینوں سے زیادہ شعبان میں (نفل) روزہ رکھنا پسند تھا اسکو احمد و طبرانی نے روایت کیا ہے۔ اور ترمذی نے حضرت انس رضہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دریافت کیا گیا کہ رمضان کے بعد کس مہینہ کا روزہ افضل ہے فرمایا شعبان کا روزہ رمضان کی تعظیم کے لیئے۔ پھر سوال کیا گیا کہ صدقہ کون سا افضل ہے فرمایا رمضان کے مہینہ کا صدقہ بشرطیکہ اپنے پاس فراغت رکھ کر صدقہ کیا جائے (یہ نہیں کہ سارا مال خیرات کر ڈے اور خود خالی ہاتھ رہ جائے) ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث غریب ہے۔

ف شعبان کے روزہ کو رمضان کے روزوں سے وہ تعلق ہے جو فرض نماز سے پہلی سنتوں اور نفلوں کو فرض نماز سے تعلق ہے۔ اور اس تعلق کی حقیقت یہ ہے کہ فرض سے پہلے سنتیں اور نفلیں پڑھنے سے قلب کو نماز کی طرف توجہ ہو جاتی اور ظلمت اشغال دنیا کم ہو جاتی ہے اس کے بعد جو فرض پڑھے جائیں گے تو انہیں دل اچھی طرح متوجہ ہوگا اسی طرح شعبان میں نفل روزہ رکھنے سے نفس کو روزہ سے مناسبت ہو جائے گی تو فرض روزہ اطمینان سے رکھا جائے گا کچھ گرانی نہ ہوگی۔

پھر جب فرض نماز اور نفل میں فصل مستحب ہے خواہ کلام سے ہو یا قیام سے یا تقدم وتاخر سے اور وصل مکروہ ہے اسی طرح شعبان کے روزہ کو رمضان سے ملا دینا مکروہ ہے بلکہ کچھ فصل ہونا چاہیئے والیہ الاشارۃ فی قولہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یتقدمن احدکم رمضان بصوم یوم او یومین الا ان یکون رجل کان یصوم صوما فلیصم ذلک الیوم اخرجہ الشیخان وللترمذی واحمد بلفظ الا ان یوافق ذلک صوما کان یصومہ احدکم اھ قال العینی وکان ابن عباس وابوھریرۃ یامران بفصل یوم او یومین (بین شعبان ورمضان) کما استحبوا ان یفصلوا بین صلاۃ الفریضۃ والنافلۃ بکلام او قیام او تقدم او تاخر اھ ص ۲۸۱ ج ۵ عمدۃ القاری) اور آگے جو بعض احادیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پورے شعبان کا روزہ رکھتے تھے اور بعض میں یہ بھی ہے کہ شعبان کے روزہ کو رمضان سے ملا دیتے تھے اس کا مطلب یہ ہے کہ قریب قریب پورے شعبان کا روزہ رکھتے اور گویا اسکو رمضان سے ملا دیتے تھے حکاہ الترمذی عن ابن المبارک۔ چنانچہ اُن روایات کے مختلف الفاظ سے اس معنی کی تائید ہو جائے گی اور اس تاویل کی ضرورت اس لئے ہے کہ بخاری ومسلم کی ایک حدیث میں جو اوپر گذر چکی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان سے پہلے ایک یا دو دن کا روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے۔ پس تمام روایات کو جمع کرنے سے یہی حاصل ہوا کہ شعبان کے روزہ کو رمضان سے ملانا نہ چاہیئے۔ ۱۲۔ مترجم۔

(باقی آئندہ)

تمام ہوئی اس وقت تک روزے موقوف نہ کیے اور تماشا یہ کہ کسی کو روزہ رکھنے کی خبر بھی نہیں تھی خدا جانے کتنے سال میں ہدایہ لکھا ہوگا برابر روزے رکھنا اور کسی کو خبر نہ ہونا کس قدر خلوص کی بات ہے مردانہ مکان میں بیٹھکر ہدایہ لکھتے تھے لونڈی مکان سے کھانا لاتی تھی اور رکھکر چلی جاتی تھی جب کوئی ایسا مسافر سامنے سے گزرتا جس سے جان پہچان نہ ہوتی تو اسکو وہ کھانا دیدیتے۔ لیکن چونکہ اپنے خاص خاص لوگوں سے پردہ نہیں ہوتا اس لئے خدا تعالیٰ کی نعمت ظاہر کرنے کے طور پر کبھی اپنے کسی خاص دوست سے یہ سب قصہ بیان کیا ہوگا اس لئے نقل ہوتا ہوتا ہم تک پہونچا۔ پس جن حضرات کی عقل اور سمجھ اس خلوص کی برکت سے نورانی تھی یہ انہیں کی رائے ہے کہ تنخواہ لینے میں برکتیں ہیں۔ پس نفس ان مصلحتوں کے برباد کرنے کے لیے کبھی یہ رائے دیتا ہے کہ تنخواہ مت لو غرض شیطان اور نفس ہر شخص کو اسی کے خیال کے موافق بہکاتا ہے اور دین کی سمجھ رکھنے والا اسیلئے شیطان پر بھاری ہے کہ وہ اس کے مکروں سے واقف ہے اور دوسروں کو خبردار کرتا ہے حدیث میں ہے کہ ایک شخص جو دین کی سمجھ رکھتا ہو وہ ہزار عبادت کرنے والوں سے زیادہ شیطان پر بھاری ہے جو لوگ ذکر شغل کرتے ہیں ان کو نفسانی خواہش کی پیروی میں اس طرح پھنساتا ہے کہ انھیں اس کی طلب میں لگاتا ہے کہ عبادت میں مزہ آنے لگے اور شوق اور مستی کی حالت پیدا ہو جاوے۔ خوب یاد رکھو ذکر سے مقصود خدا تعالیٰ کی نزدیکی اور رضامندی ہے اور جس کام میں مشقت زیادہ ہوگی اس میں خدا تعالیٰ کی زیادہ رضامندی ہوگی نفس نے اپنی جان بچانے کے لیے یہ حیلہ نکالا ہے کہ شوق اور مزہ کے حاصل کرنے میں پڑ گیا کیونکہ شوق اور مزہ حاصل ہو جانے سے پھر عبادت میں مشقت نہیں رہتی۔ ہاں شوق اور مزہ حاصل ہونیکا بھی ایک وقت ہے اس وقت خدا تعالیٰ خود عنایت فرماوینگے لیکن ابھی وقت نہیں آیا تو اسکی فکر فضول ہے کیونکہ خدا تعالیٰ کی تجویز تمہاری رائے سے بہتر ہے دیکھئے ایک بیمار ہے اسکو حکیم صاحب نے خمیرہ گاؤزبان جواہر والا چاندی سونے کے ورق میں لپیٹ کر کھانیکو بتلایا اور ایک دوسرے بیمار کے لیے اماتاس لکھا اگر یہ دوسرا بیمار کہنے لگے کہ حکیم صاحب بھی عجیب شخص ہیں اس کے واسطے ایسی مزہ دار خوش ذائقہ دوا

لگی اور میرے واسطے ایسی بدمزہ تو یہ احمق ہے یہ نہیں سمجھتا کہ اُس کے اندر سے مرض کا مادہ نکل چکا ہے وہ املتاس کے پیالے پی چکا ہے اب اُس کے لیئے یہی مناسب ہے اور میرے اندر ابھی مرض کا مادہ موجود ہے جو بغیر ایسی بدمزہ دواؤں کے نہ نکلے گا اس لیے میرے لئے یہی املتاس مناسب ہے اِسی طرح جو شخص شروع ہی کی حالت میں ہے وہ اگر ایسے شخص کی حرص کرنے لگے جو اپنی اصلاح کر چکا ہے یہ تو اُسکی حماقت ہے عاشق کی تو یہ شان ہونی چاہیئے کہ ہر حال میں راضی رہے خواہ بے لطفی کی حالت ہو کہ شوق اور مستی اور مزہ کا پتہ نہ ہو۔ خواہ لطف کی حالت ہو جس میں شوق اور مستی اور مزہ سب کچھ ہو دونوں حالتوں کو جھیلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کون محبوب ہوگا۔ حضور پر پورے تین سال تک وحی کے بند ہونے سے ایسی بے لطفی کی کیفیت رہی کہ بہت دفعہ آپ نے ارادہ کیا کہ اپنے کو پہاڑ سے نیچے گرا دیں لیکن سنبھال لیئے جاتے تھے۔ پس اگر بے لطفی کی حالت خدا تعالےٰ کی ناراضی اور دوری کی علامت ہوتی تو حضور کو کیوں پیش آتی جب یہ حالت خدا تعالےٰ سے دور ہونے کی علامت نہیں پھر اسپر کاہے کو پریشان ہو امام غزالی جب مدرسہ نظامیہ سے فارغ ہو کر نکلے ہیں تو بہت بڑے مولوی ہو گئے کہ تین سو مولوی آپ کے ساتھ چلتے تھے ایک مدت تک سی حالت میں رہے اِس کے بعد خدا کی طلب کا جوش ہوا اور دل میں آیا کہ سب چھوڑ کر تنہائی اختیار کریں تو ایک مدت تک آجکل پر ٹالتے رہے آخر ایک بار سب چھوڑ چھاڑ کر بیت المقدس کے جنگل میں جا بیٹھے اور مدت تک عبادت میں محنت اور مشقت کی اور دس برس تک ان پر بے لطفی کی حالت رہی کہ سوائے پوست اور ہڈیوں کے کچھ باقی نہ رہا۔ مرنے کے قریب ہو گئے بعض آس پاس کے رہنے والے انکی یہ حالت دیکھکر کسی نصرانی ڈاکٹر کو بلا لائے اور انکی نبض دکھائی اس نے نبض دیکھکر کہا کہ ان کو محبت کا مرض ہے اور محبت بھی مخلوق کی نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کی ہے جب تک انکو وصل میسر نہ ہوگا آرام نہ ہوگا۔ امام غزالی چیخ مار کر بیہوش ہو گئے۔ غرض مدتوں کی محنت اور مشقت کے بعد کامل ہوئے اور پھر بغداد میں آئے تو اور ہی شان سے آئے کہ مولویوں اور طالب علموں اور صوفیوں کے سب کے روحانی مرض بیان فرماتے تھے اسپر بعض مولوی

۲۲ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی حکایت

دشمن ہوگئے اور کفر کا فتویٰ ان پر لگایا گیا اور ان کی کتاب جلائی گئی خدا کا شکر ہے کہ یہ سنت امام غزالی کی ہمکو بھی نصیب ہوئی کہ مجھ پر بھی کفر کا فتویٰ لگایا گیا اور میری کتاب بہشتی زیور جلائی گئی۔ حاصل یہ کہ کسی کے لیے شوق اور مزہ کی حالت مناسب ہے کسی کے لیے گھٹنا اور گھلنا ہی مصلحت ہے اسی لئے ان خیالات کو چھوڑ کر کام میں لگنا چاہیئے غرض کہ جسکو دیکھو نفسانی خواہش کی پیروی میں مبتلا ہے عام لوگوں میں سے ہو یا خاص لوگوں میں البتہ ہر ایک کی نفسانی خواہش جدا جدا قسم کی ہے لیکن سب کے سب ان تین قسموں کے اندر داخل ہیں ایک نفسانی خواہش تو وہ ہے جو عقیدہ سے تعلق رکھتی ہو دوسری وہ ہے جو شریعت کے احکام کے اندر پائی جاتی ہے تیسرے یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کا برتاؤ جو ہمارے ساتھ ہے اس میں ہم اپنی رائے ٹھونستے ہیں کہ یہ کام اس طرح ہونا چاہیئے تھا۔ تو جو نفسانی خواہش عقیدہ سے تعلق رکھتی ہے اس کا نام بدعت ہے جس کی اصلیت یہ ہے کہ جو بات دین کی نہیں ہے اسکو دین سمجھ لے اور بدعتیں بہت سی ہیں لیکن شب برات جو نزدیک آنیوالی ہے اس کے متعلق کچھ بیان کیا جاتا ہے لوگوں نے شب برات میں کئی طرح کی بدعتیں گڑھ رکھی ہیں ایک تو یہ کہ حلوا پکانے کو ضروری سمجھتے ہیں۔ اور اس کے متعلق طرح طرح کی روایتیں گھڑی ہیں بعض کہتے ہیں کہ حضور کا دانت شہید ہوا تھا اس میں حضور نے حلوا کھایا تھا اور بعض کہتے ہیں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ جب شہید ہوئے حضور نے حلوے پر ان کی فاتحہ دلائی تھی یہ دونوں روایتیں بالکل عقل کے خلاف ہیں کیونکہ یہ دونوں واقعے اُحد کی لڑائی میں ہوئے ہیں اور اُحد کی لڑائی شوال کے مہینہ میں ہوئی ہے اور شب برات شعبان کے مہینہ میں ہوتی ہے تو یہ روایتیں عقل کی بھی خلاف ہوئیں اور ویسے بھی بے اصل ہیں کسی معتبر کتاب میں ان کا پتہ نہیں بعضے کہتے ہیں کہ شب برات میں روحیں آتی ہیں لیکن ظاہر ہے کہ روحوں کا آنا دو طرح ثابت ہوسکتا ہے یا تو انکو آتے ہوئے دیکھا ہو یا قرآن و حدیث سے معلوم کیا ہو سو ظاہر ہے کہ روحوں کو آتے ہوئے تو دیکھا نہیں یا قرآن و حدیث سو اس سے بھی کہیں ثابت نہیں بلکہ قرآن شریف سے تو اس کے خلاف یہ ثابت ہوتا ہے کہ روحیں یہاں نہیں آتیں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ پیچھے ان کے ۴۴

ایک پردہ ہے قیامت تک کے لیے حاصل یہ ہے کہ روح اور اس جہان کے درمیان قیامت
تک کے لیے ایک پردہ ہے جو اسکو اس طرف نہیں آنے دیتا ہاں اگر کرامت کے طور پر
بعض کو اجازت ہو جاوے تو وہ دوسری بات ہے جیسے شہیدوں کو اجازت ہوتی ہے
تو یہ تو بطور کرامت کے ہوگا لیکن کرامت ہمیشہ نہیں ہوا کرتی کبھی کبھی ہوا کرتی ہے اور نہ
نہ وہ کوئی اختیاری بات ہے اور جو اختیاری ہوتا ہے اس کا نام تصرف ہے جیسے اپنے
اختیار سے کسی کو لوٹ پوٹ کر دینا کسی کا مرض اتار دینا وغیرہ وغیرہ اور کرامت کا ظاہر ہونا
اپنے اختیار میں نہیں ہوتا کیونکہ اس کی حقیقت تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے کسی ولی کی
عزت ظاہر کرنے کے لیے عادت کے خلاف کوئی کام کر دیں سو ظاہر ہے کہ یہ بندہ کے
اختیار میں نہیں ہے اسی لیے بعض مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ جس سے کرامت ظاہر ہوتی
ہے اسکو کرامت کی خبر تک نہیں ہوتی چنانچہ ایک بزرگ کی حکایت ہے کہ کسی نے بادشاہ
کے پاس انکی شکایت کر دی بادشاہ نے ان کو بلایا۔ اور سوال و جواب شروع کیے بادشاہ
جو سوال کرتا تھا وہ بزرگ بھی دلیری سے وہی سوال الٹ کر اس سے کرتے تھے یہاں تک کہ ۴۴
آخر میں بادشاہ نے کہا کوئی ہے ان بزرگ نے بھی فرمایا کوئی ہے اسی وقت ایک شیر غراتا
ہوا ایک کونے سے ظاہر ہوا بادشاہ اور سب لوگ بھاگے سب کے ساتھ یہ بزرگ بھی بھاگے
جیسے موسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوا کہ عصا کو ڈالو اور ڈالنے سے اژدہا ہو گیا تو موسیٰ علیہ السلام خود ڈر گئے اگر اپنے اختیار کا کام ہوتا تو خوف
نہ کرتے غرض کہ کرامت اختیاری نہیں ہوتی اور نہ اسکو ہمیشگی ہوتی ہے اور تصرف جو اختیاری ہے
وہ روحوں کے لیے کسی دلیل سے ثابت نہیں اور بلا دلیل کے کوئی عقیدہ رکھنا جائز نہیں
بعض کا یہ عقیدہ ہے کہ اگر کوئی اس رات میں مردوں کو ثواب نہ بخشے تو روحیں کوستی
ہوئی جاتی ہیں خوب یاد رکھنا چاہیئے کہ مردہ کو ثواب بخشنا نفل ہے فرض اور واجب
نہیں ہے اور نفل کے چھوڑنے پر برا کہنا یا بددعا کرنا گناہ ہے اس عقیدہ سے ثابت
ہوتا ہے کہ مردہ بھی گناہ کرتا ہے۔ حالانکہ مرنے کے بعد انسان گناہ نہیں کر سکتا غرض یہ
سب باتیں بے اصل ہیں شب برات میں صرف تین باتیں حدیث سے ثابت ہیں
اول یہ کہ اس رات میں قبرستان میں جا کر مردوں کے لیے دعا کریں اور انکو پڑھ کر

بخشیں لیکن جماعت کے ساتھ نہ جانا چاہیئے بلکہ اپنے اپنے طور پر جاویں ویسے اتفاقیہ طور پر ساتھ ہوجاوے یہ دوسری بات ہے باقی خود اکھٹا ہو کر جانیکا انتظام نکریں اور حدیث شریف میں تو اس رات کے متعلق صرف اسیقدر آیا ہے مال کی خیرات کا ثواب بخشنا نہیں آیا لیکن چونکہ دعا کرنے اور قرآن شریف پڑھکر بخشنے سے مردہ کو ثواب پہونچانا مقصود ہے اور وہ مالی خیرات سے حاصل ہوتا ہے اس لئے اگر کچھ کھانا ہی پکا کر مردہ کو ثواب بخشیں اور اوس میں حلوے وغیرہ کی قید نہ ہو تو کچھ مضائقہ نہیں۔ دوسرے یہ کہ پندرھویں رات کو عبادت کریں تیسرے یہ کہ پندرھویں تاریخ کو روزہ رکھیں اور یہ سب باتیں نفل ہیں جو حدیث سے ثابت ہیں واجب یا فرض نہیں اور باقی سب خرافات ہیں جس وقت یہ رسمیں نکالی گئی تھیں شاید ان میں اس وقت کوئی مصلحت ہو لیکن چونکہ اب ان کو ضروری سمجھنے لگے ہیں اور عقیدہ خراب ہوگیا ہے اس لیے اگر کوئی مصلحت بھی ہوتی تب بھی عقیدہ خراب ہونیکی وجہ سے اس کا اعتبار نہ کیا جاتا کیونکہ شرع کا قاعدہ ہے کہ غیر ضروری
۲۵ کاموں سے اگر کوئی خرابی پیدا ہو تو اوس کے دور کرنے کے لیئے اُن کو چھوڑ دیتے ہیں اور مصلحت کا کچھ اعتبار نہیں کرتے اس لیئے اب رسموں کا چھوڑ دینا ضروری ہے اور اگر وہ بزرگ اسوقت زندہ ہوتے جنھوں نے اِن رسموں کو جاری کیا ہے اور لوگوں کے عقیدہ کو دیکھتے تو وہ خود بھی انکو منع کرتے دیکھئے جو عادتیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت کسی مصلحت سے تھیں اور دین کی ضروری باتوں میں سے نہ تھیں تو صحابہ نے اُن سے منع فرمایا جیسا عورتوں کا مسجد میں آکر جماعت میں شریک ہونا کہ حضور کے زمانہ میں تو عام طور پر عورتیں مسجدوں میں جماعت میں آکر شریک ہوتی تھیں اور اسوقت کوئی فتنہ و فساد نہ تھا پھر بعد میں صحابہ کے زمانہ میں جب فتنہ و فساد کا خوف ہوا تو عورتوں کو اس سے روکدیا گیا سو ہم بھی پہلے بزرگوں کی اِن رسموں کو اگر روکدیں تو کیا حرج ہے عالموں کا یہی کام ہے کہ زمانہ کے رنگ اور ہوا کو دیکھتے ہیں زمانہ کے بدلنے سے اِس قسم کے احکام جو کسی مصلحت کیوجہ سے جاری ہوئے ہوں بدلتے رہتے ہیں نہ کہ تمام احکام۔ دیکھو بقراط حکیم کے مطب کے نسخے اگر کوئی حکیم آجکل برتے تو ہرگز نفع

نہ ہوگا بلکہ اور نقصان پہونچنے کا ڈر ہے تجربہ کار حکیم ہر مریض کے لیے وہ نسخہ لکھتا ہے جو اُس کے مزاج اور اوس وقت کی آب و ہوا کے موافق ہو۔ مگر حکمت کے قاعدے اب بھی وہی ہیں جو پہلے حکیموں نے جمع کر دیئے ہیں حاصل یہ کہ حلوے اور آتش بازی وغیرہ سب خرافات ہے اس کے علاوہ مسور کی دال کو بھی ضروری کر رکھا ہے اُس روز مسور کی دال بھی ضرور پکتی ہے معلوم نہیں حلوے اور مسور کی دال کا کیا جوڑ ہے شب برات کے متعلق ایک اعتقاد بعض لوگوں کا یہ ہے کہ جو مردہ اس سال مرتا ہے وہ مردوں میں شامل نہیں ہوتا جب تک اُس کو شب برات سے ایک روز پہلے حلوا دیکر مردوں میں شامل نہ کیا جاوے اس کا نام عرفہ رکھا ہے یہ سارے عقیدے مسجدوں کے ملانوں کے پھیلائے ہوئے ہیں انہوں نے ایسی ایسی باتیں نکالی ہیں جس میں آمدنی ہو ان ملانوں کی حرص اس قدر ہوتی ہے کہ ان کو جائز ناجائز کی بھی تمیز کچھ نہیں ہوتی ان کی بدنیتی اور حرص پر حکایت یاد آئی۔

۲۶ ایک بھانڈ نے دوسرے سے پوچھا سب سے بہتر فرقہ کون ہے اور سب سے بدتر کون ہے تو اُس نے جواب دیا کہ سب سے بہتر فرقہ تو ہمارا ہے ہمیشہ خوشی ہی مناتے ہیں کہ خدا کرے کسی کے ہاں شادی ہو اور ہماری پوچھ ہو اور سب سے بدتر فرقہ مسجد کے ملانوں کا ہے کہ ہمیشہ غمی مناتے ہیں کہ کوئی مرے تو ہم کو ملے واقعی اس فرقہ کی یہی حالت ہے اگر موٹا سا آدمی بیمار ہوتا ہے اور ان ملانوں سے کہا جائے کہ دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ اسکو صحت دے تو ہرگز دل سے دعا نہ کریں گے بلکہ دل سے چاہیں گے کہ یہ مرے تو اچھا ہے تاکہ ہماری موچھیں تر ہوں۔ یہ شب برات کا حلوا اور محرم کا کھچڑا سب انہیں کھاؤ بھائیوں کا تراشا ہوا معلوم ہوتا ہے اسی لیے ثواب بخشنے میں ایسی قیدیں لگائی ہیں کہ بغیر ان کے کوئی کسی کو دے ہی نہ سکے جیسے کھانا پانی سامنے رکھ کر پنج آیت وغیرہ پڑھنا کہ عوام خود تو پڑھنا نہیں جانتے مجبور ہو کر ان ہی کو بلاویں گے تو حصہ بھی ضرور ملیگا اسیلیے میں کہا کرتا ہوں کہ جہاں بدعتوں سے منع کرنے میں لوگوں کو وحشت ہو اور ناخوش ہوں تو ایسے موقع پر یوں کہنا چاہیئے کہ تم سب کچھ کرو مگر ان ملانوں کو کچھ مت دو بلکہ آپ سے

محض اس واسطے مفت فاتحہ دلوایا کرو پھر دیکھ لینا یہی لوگ بدعت کو منع کرنے لگیں گے کیونکہ ملنا ملانا تو کچھ رہے گا نہیں اور فاتحہ کے لیے جگہ جگہ گھسیٹے جاویں گے تو بدعتیں خود چھوٹ جائیں گی ؎

دوسری قسم نفسانی خواہش کی یہ ہے کہ کوئی کام کسی بُری غرض کے لیے کیا جائے جیسے کوئی کام مال کی یا عزت اور مرتبہ کی غرض سے کیا جاتے جیسا اوپر تفصیل کے ساتھ بیان ہو چکا ہے۔ تیسری قسم یہ ہے جو کام اللہ کی قدرت سے ہوتے ہیں بارش ہونا یا نہ ہونا مفلس ہونا یا مالدار ہونا وغیرہ وغیرہ اُن میں اپنی رائے کو دخل دینا آجکل لوگ ان کاموں میں بھی اپنی نفسانی خواہش کے موافق رائے لگاتے ہیں جیسے کہا کرتے ہیں کہ بارش نہیں ہوئی ادب کی بات تو یہ ہے کہ دعا کریں گناہوں کو بخشوائیں اُن سے توبہ کریں یہ تو ہوتا نہیں بلکہ رائے لگایا کرتے ہیں کہ صاحب اگر ساون اتر گیا تو بس کھیتی گئی اُن سے کوئی پوچھے کہ یہ مشورہ کس کو سناتے ہو ہم کو سنانا تو بیکار ہے کوئی نفع ہی نہیں اس لیے کہ ہمارے قبضہ کی تو بات نہیں اور خدا تعالےٰ کو بلا تمہارے کہے سب کچھ معلوم ہے اس سے اُن کو سنانا مقصود نہیں تو بس یہ اعتراض ہوا اور خدا تعالےٰ کو رائے دی کہ بارش ہونا چاہیئے یہ بڑی بے ادبی اور نہایت گستاخی ہے خدا تعالیٰ جیسے حاکم ہیں اُس کا تقاضا تو یہ تھا کہ اُن کے سامنے بلا اجازت دعا کرنا بھی جائز نہ ہوتا۔ اعتراض کرنا اور رائے مشورہ دینا تو بڑی بات ہے اُن کی تو یہ شان ہے کہ وہ جو حکم کریں اس کے سامنے کسی کو زبان ہلانے کی مجال نہیں خود فرماتے ہیں کہ (اے رسول آپ) فرما دیجئے کہ خدا عیسیٰ علیہ السلام اور اُن کی والدہ اور تمام دنیا بھر والوں کو ہلاک کرنا چاہیں تو ایسا کون شخص ہے جس کو اُن کے سامنے کچھ بھی اختیار ہو (اور اُن کو اس ارادے کے پورا کرنے سے روک سکے) اور آسمانوں اور زمین کی اور ان کی درمیانی چیزوں کی سلطنت خدا ہی کے لیے ہے۔ اور بعضے تو ایسے دلیر ہیں سمجھتے ہیں کہ اگر کوئی شخص جوان مر جاتا ہے تو کہتے ہیں کہ اسکی عمر تو مرنے کی نہ تھی کچھ دنوں اور زندہ رہتا تو اچھا تھا۔ دوسرے صاحب آتے ہیں وہ کہتے ہیں ارے میاں خدا کے سامنے

۲۷

کسکو مجال ہے کہ کچھ بولے یہ بات ویسے تو سچی ہے بیشک خدا کے سامنے کسی کو بولنے
کی مجال نہیں مگر ان جاہلوں کا مطلب تو اس سے یہ ہوتا ہے کہ اس شخص کا مرنا بے موقع
لیکن توبہ توبہ اگر خدا تعالے بے موقع کام ہی کرے تو اس کے سامنے کون دم مار سکتا ہے
گویا ان کے نزدیک خدا تعالے کے یہاں بڑی بے انتظامی ہے مصلحت پر نظر نہیں
ہے کہ اس کے مرنے کے دن نہ تھے اسکو موت دیدی یاد رکھو کہ یہ نہایت ہی بے ادبی
اور گستاخی ہے حق تعالی جو کچھ کرتے ہیں وہی مصلحت ہے ایک بزرگ ایک جنگل میں
تنہائی اختیار کر کے بیٹھے تھے ایک روز بارش ہوئی وہ کہنے لگے کہ سبحان اللہ آج کیا
موقع پر بارش ہوئی ہے غیب سے آواز آئی او بے ادب اور بے موقع کس روز
ہوئی تھی دیکھئے بزرگوں کو ایسی تعریف پر ٹوکا جاتا ہے جس میں بے ادبی کا ذرا شبہ
بھی ہو مگر ہم لوگ رات دن کھلم کھلا بے ادبیاں ہی کر رہے ہیں غرض خدا تعالے
جیسے حاکم ہیں اس کا تقاضا تو یہ تھا کہ ہم کو دعا کی اجازت نہ ہوتی مگر ہماری کمزوری
کو دیکھ کر دعا کی اجازت دیدی یہ انتہا درجہ کی رحمت ہے۔ دنیا کے بادشاہوں سے ۴۸
بات کرنے میں لوگ سیکڑوں روپیہ خرچ کر ڈالتے ہیں اور دنیا کے محبوبوں سے دو بات کرنے
کے لیے سب کچھ دے بیٹھتے ہیں اور پھر بھی کامیاب نہیں ہوتے اور جو سب بادشاہوں
کے بادشاہ ہیں اور اصلی محبوب ہیں ان کے یہاں نہ فیس ہے نہ کسی زبان کی قید ہے
کہ عربی ہو یا اردو نہ وقت کی قید ہے نزدیک دور اندھیرے اجالے جس وقت چاہو
ہمکلام ہو اور دعا کرو اس سے زیادہ کیا رحمت ہوگی پھر دنیا کے بادشاہ اور محبوب زیادہ
بولنے سے ناخوش ہو جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ میاں کیوں جان کھائی اور جو اصلی حاکم
اور محبوب ہیں وہ دعا نہ کرنے سے ناراض ہو جاتے ہیں اور جو دعا زیادہ کرے اس سے
زیادہ خوش ہوتے ہیں۔ حدیث میں ہے کہ اللہ تعالی دعا میں اصرار کرنے والے کو محبوب
رکھتے ہیں پس دعا بڑی نعمت ہے کہ اللہ تعالی سے ہمکلامی میسر ہوتی ہے

تیسرے حاصل یہ کہ نفسانی خواہش کی پیروی تین قسم کی ہے ایک تو بدعت ہے
دوسرے گناہ کے کام تیسرے خدا تعالی کے کاموں میں رائے لگانا اور ہر نفسانی

نمبر ۵۔ حدیث میں ہے کہ عید کے روز خاص طرق فرح و سرور پر حضرت عمرؓ نے انکار فرمایا تھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "ہذا عیدنا" اس سے صاف معلوم ہوا کہ اپنی رائے سے عید بنانا جائز نہیں ورنہ تعلیل خاص غیر رہے گی۔ عید منقول کے ساتھ کیونکہ جس دن کو کوئی عید بنا لے وہاں ہی یہ تعلیل جاری ہو جاویگی حالانکہ خاص ہونا تعلیل کا صاف ظاہر ہے اور عدم تخصیص سے الغاء کلام شارع لازم آویگا یہ تو دلائل کتاب و سنت سے ہیں۔

نمبر ۶۔ امت کا اجماع کسی امر کے ترک پر یہ اجماع ہی جس سے استدلال کرنا خلفاً عن سلف منقول ہے چنانچہ ماہر اصول و فقہ پر مخفی نہیں جیسا عیدین میں اذان نہونے کو اسی غرض سے نقل کیا گیا ہے اور جمعہ میں صلوۃ کی تقدیم کو خطبہ پر نظر انکار سے دیکھا گیا ہے۔ حنفیہ نے صلوۃ جنازہ کے عدم تکرار یا صلوۃ علی القبر کی نفی پر اسی سے استدلال کیا ہے کہ سلف نے نہیں کیا یہی قصہ عید میلاد میں ہے کتاب و سنت کے بعد یہ اجماع ہو گیا۔

نمبر ۷۔ علماء نے اپنی کتب میں اسی سے بحث بھی کی ہے کما فی تعیس الشیطان وفی الصراط المستقیم پس یہ شبہ بھی جاتا رہا کہ شاید تمہارے استدلال میں کوئی خدشہ ہو پس قیاس بھی اس پر دال ہو گیا۔ دوسرا مقام جواب ہے موجدین کے دلائل کا اور جو دلائل میں نقل کرتا ہوں مینے ان سے کہیں منقول نہیں دیکھے اور شاید ان کے ذہن میں بھی نہ آئے ہوں مگر احتیاطاً تمام محتملات کا جہاں جہاں گنجائش محتمل تھی انسداد کئے دیتا ہوں۔

نمبر ۱۔ یہ جو آیت مینے پڑھی ہے اس میں احتمال ہے کہ شاید استدلال کر سکیں جواب ظاہر ہے کہ فرح کو کون منع کرتا ہے اس کی خاص ہیئت کو منع کرتے ہیں اور اس کا جواز آیت میں منقول نہیں اگر ایسے کلیات سے استدلال ہو تو فقہاء کی تصریحاً منع کی ہوئی بدعات صلوٰۃ الرغائب وغیرہ سب جائز ہونگی کیونکہ کسی کلیہ میں تو وہ بھی داخل ہیں اور یہی ایک سخت غلطی ہے اہل بدع میں کہ تامل نہیں کرتے کہ قضیہ ناہیہ میں موضوع اور ہے اور قضیہ مجوزہ میں اور ہے پھر تناقض کہاں کہ ایک کے اثبات سے دوسرے کی نفی ہو جاوے اسکی نظیر الزنجی اسود و الزنجی لیس باسود ہے بلکہ اگر غور سے کام لیا جاوے تو اس آیت پر ہم زیادہ عامل ہیں اسلئے کہ موجدین کا فرح تو متجدد ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ درمیان میں فرح نہ تھا پھر تازہ کیا ہے اور ہمارا فرح دائم ہے پس آیت

آن کے خلاف ہوگی جو فرح کو منقطع سمجھتے ہوں یعنی اس نعمت کا شکر ترک کردیا ہو جسکو حق تعالیٰ نے لقد من اللہ الخ میں بھی ذکر فرمایا ہے اور اس آیت میں بھی فضل و رحمت کی سب سے بڑھکر فرد وجود باجود ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پس جو فرح کو منقطع کرچکے ہوں وہ آیت کے مخالف ہوں گے جیسے کہ جو فرح کو متجدد کرتے ہیں وہ دوسری آیت ناہیہ من الاتیان اع کے خلاف کرتے ہیں حاصل تقریر کا یہ ہے کہ اس فرح کی تحدید تو تفریط ہے اور اسکی تجدید بالہیم افراط ہے اور اسکی ادامت مطلوب ہے سو بحمداللہ تعالیٰ ہم اس نعمت ادامت سے مشرف کئے گئے ہیں نہ محدود ہیں نہ مجدد۔

نمبر۲۔ ایک استدلال مشہور ہے کہ ابولہب نے ثویبہ کو آزاد کردیا تھا اور اسکی تخفیف ہوگئی جواب اس کا بھی وہی ہے جو گذرا کہ نفس فرح کو کون منع کرتا ہے مگر اس سے قیود و خصوصیات یا تعیید کیسے ثابت ہوئی۔

نمبر۳۔ شاید کوئی اس آیت سے استدلال کرے قال عیسیٰ ابن مریم اللہم ربنا انزل علینا مائدۃ من السماء تکون لنا عیدا لاولنا و آخرنا الآیہ۔ کہ دیکھو اسمیں مصرح ہے کہ یوم عطائے نعمت کو عید بنانا تجویز کیا اور اصول میں مقرر ہے کہ اذا قص اللہ الخ اور اس پر یہاں انکار کیا نہیں گیا پس حجۃ ہمارے لئے بھی ہو جاوے گی جواب اسکے دو ہیں اول یہ کہ یہ ضرور نہیں کہ اسی جگہہ انکار ہو شریعت میں کہیں بھی ہو کافی ہے چنانچہ سجدہ ملائکہ لآدم علیہ السلام و سجدہ والدین و اخوۃ یوسف علیہ السلام جس جگہ منقول ہے وہاں انکار نہیں اور پھر فقہا نے سجدہ تحیۃ للمخلوق کی حرمت ماثور ہے اور اس تعیید کے انکار کے دلائل شرعیہ اول منقول ہو چکے ہیں پس استدلال تام نہ ہوا دوسرا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں یوم نزول مائدہ کا عید بنانا مذکور ہی نہیں صرف مائدہ کیطرف ضمیر راجع ہے اور عید بمعنی سرور ہے یعنی وہ مائدہ ہمارے اول و آخر کے لئے مایہ سرور بنجاوے کہ اس نعمت پر دائماً فرحان و شادان و شاکر رہیں کما ذکر فی ذلک فضل اللہ و رحمتہ۔

نمبر۴۔ بخاری میں قصہ ہے کہ ایک یہودی نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ اگر آیۃ اکملت ہم پر نازل ہوتی تو ہم اس یوم کو عید بنا لیتے جس کے جواب میں حضرت عمرؓ نے فرمایا نزلت یوم جمعۃ

وعرفۃ وکلاھما بحمد اللہ لنا عید اور طبری اور طبرانی میں یہ ہے وھما لنا عیدان اور ترمذی میں ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے یہ جواب دیا نزلت فی یوم عیدین من یوم جمعۃ و یوم عرفۃ دیکھو ان دونوں حضرات نے تعیید پر انکار نہیں کیا بلکہ اسکو ثابت کیا کہ اس روز ہماری بھی عید تھی اسکے بھی دو جواب ہیں ایک یہ کہ انکار اسی جگہ ضرور نہیں جیسا کہ مذکور ہوا دلائل شرعیہ انکار کے کافی ہیں چنانچہ ہمارے فقہا سے تعریف پر انکار کہ وہ بھی ایک عید ہے اور حضرت عمرؓ سے شجرہ حدیبیہ پر اجتماع کا انکار کہ وہ بھی مشابہ عید کے تھا منقول ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایسی تعیید کو جائز نہ سمجھتے تھے نیز حضرت ابن عباسؓ کا قول صحیحین و سنن ترمذی و نسائی میں مروی ہے۔ لیس التحصیب بشیئ انما ھو منزل نزلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کذا فی التعلیق الممجد حالانکہ تحصیب منقول بھی ہے لیکن صرف اتنی بات پر کہ کوئی شخص عادت کو عبادت سمجھ جاوے اسکو لیس بشیئ کہتے ہیں تو جو سرے سے منقول بھی نہ ہو نہ کلیاً نہ جزئیاً اسکو عبادت سمجھنا ان کے نزدیک کسقدر قابل انکار ہوگا اور یہاں ہی سے معلوم ہوا کہ ان سے جو تعریف مذکور نقل کیگئی ہے وہ روایت یا اس حالت پر جبکہ ان کا فتویٰ تحصیب کے باب میں دال ہے معلول ہے یا ماؤل ہے قصد دعا بلا التزام و بلا تشبہ باہل عرفات کے ساتھ دوسرا جواب یہ ہے کہ یہودی کو اس مسئلہ فرعیہ کے بتلانے کی حاجت نہ تھی کہ تعیید کیسی ہے بلکہ اسکو ایک خاص طرز پر جواب دیا کہ تو جو کہتا ہے کہ ایسی نعمت عظمیٰ میں عید نہیں ہوئی یہ غلط ہے ہم تو تیجیے عید کرتے ہمارے یہاں پہلے سے عید ہے بلکہ اگر غور کیا جاوے تو اس سے بھی نکیر علی التعیید ثابت ہوتا ہے یعنی ہماری شریعت میں چونکہ ایسے اسباب سے عید کرنا درست نہ تھا اور اللہ تعالیٰ کو اسکے نزول کے یوم کو عید کرنا منظور تھا اسلئے ایسے ہی دن نازل فرمایا کہ عید بھی ہوجاوے اور بدعت سے بھی بچے رہیں۔

نمبر ۵ - ایک احتمال اس حدیث سے استدلال کرنے کا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم دوشنبہ کے روز روزہ رکھتے تھے اور سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا ذلک الیوم الذی ولدت فیہ اس سے معلوم ہوا کہ یوم ولادت میں کچھ قربات ادا کرنا مشروع ہے اور فرح و سرور یا اجتماع للذکر و تقسیم طعام یا شیرینی یہ سب قربات ہیں پس یہ بھی مشروع ہوں گے جواب اسکے

دو ہیں- ایک یہ کہ حدیث میں ایک دوسری وجہ بھی منقول ہے وہ یہ کہ اس یوم میں اور مجلس میں بھی اعمال پیش ہوتے ہیں- میں چاہتا ہوں کہ حالت صوم میں میرے اعمال پیش کیے جاویں پس اس صورت میں احتمال ہو گیا کہ ذلک الیوم الذی ولدت فیہ علت نہو بلکہ علت تو عرض اعمال ہو اور وہ حکمت ہو اور حکمت کے ساتھ حکم دائر نہیں ہوتا دوسرے دو حال سے خالی نہیں آیا یہ علت عام اور یہ حکم موافق قیاس کے ہے یا علت خاص اور حکم خلاف قیاس ہے اگر شق اول ہے تو کیا وجہ کہ یوم الاثنین میں کہ یوم ولادت ہے نوافل اور تلاوت قرآن و طعام حضور صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ سے منقول نہیں باوجود تو فر رغبت الی الخیر کے نیز ربیع الاول کی ۸ یا ۱۲ کہ تاریخ ولادت ہے خود روزہ کیوں منقول نہیں نیز ولادت جیسی نعمت ہے بہت سی اور نعمتیں بھی آپ کو عطا ہوئیں نبوت- ہجرت فتح مکہ وغیرہا کے ساتھ کسی عبادت کو محلل کیوں نہیں فرمایا پس معلوم ہوا کہ نہ علت عام ہے نہ حکم موافق قیاس کے ہے علت بھی خاص ہے اور حکم بھی خلاف قیاس ہے اور صحل مدار اس کا وحی اور نقل ہے پس اس حالت میں قیاس کہاں جائز ہو گا خاصکر غیر مجتہد کو جبکہ ایسے مقام پر مجتہد کو بھی جائز نہیں اگر کسیکو شبہ ہو کہ ہے تو موافق قیاس کے لیکن اور نعمتیں
۱۲ فرع ہیں اور ولادت اصل ہے اس لیئے اس روز قربات مشروع ہوئیں تو جواب اس کا یہ ہے کہ حمل ولادت کی بھی اصل ہے اس تاریخ میں کوئی قربت کیوں نہیں مشروع ہوئی پھر یہ کہ دوسری قربات آپ سے خود یوم ولادت یا تاریخ ولادت میں کیوں منقول نہیں علاوہ اس کے اگر اس سے استدلال کیا جاوے تو حیرت ہے کہ یوم ولادت کہ یوم الاثنین ہے جو کہ حدیث میں مذکور بھی ہے اس میں تو عید نکریں اور تاریخ ولادت جس میں کوئی چیز بھی حضور سے منقول نہیں اس میں عید کریں پس چاہیئے کہ ہر دو شنبہ کو وہی اہتمام کیا کریں جو ۱۲- ربیع الاول کو کیا جاتا ہے یہ گفتگو تھی دلائل سمعیہ میں جانبین سے اب ہم اہلسنت کی طرف سے ایک عقلی دلیل بھی بیان کرتے ہیں وہ یہ کہ شریعت میں ہر فعل کا ایک سبب خاص ہوتا ہے اور اس سببیت اور مسببیت کی تین صورتیں شریعت میں پائی جاتی ہیں ایک یہ کہ سبب بھی بار بار پایا جاتا ہے اور مسبب بھی بار بار پایا جاتا ہے جیسے اوقات صلوٰۃ صلوٰۃ کے لیئے اور رمضان صوم کیلئے فطر صیام عید کے لیے یوم النحر اضحیہ کیلئے دوسرے یہ کہ سبب بھی ایک ہی ہے

(باقی آئندہ)

ہوا کرتا ہے۔ اشارہ اوس حدیث کی طرف ہے جس کے الفاظ مشہور تو یہ ہیں کہ الشیخ فی قومہ کالنبی فی امتہ اور جامع صغیر نے اس حدیث کو الفاظ دو طرح نقل کئے ہیں اور حدیث کو ضعیف کہا ہے ایک تو اس طرح کہ الشیخ فی بیتہ کالنبی فی امتہ اور ایک اس طرح کہ الشیخ فی اھلہ کالنبی فی امتہ اول تو یہ حدیث سنکر اسکو غلط اور موضوع ہی سمجھا کرتے تھے مگر چونکہ جامع صغیر نے نقل کیا ہے اگرچہ ضعیف ہی کہا ہے مگر خیر اب انکار نہیں ہوسکتا۔ تو مطلب یہ ہوگا کہ چونکہ بوڑھا آدمی اپنے اہل وعیال میں مربی ہوتا ہے۔ لہذا ایسا ہوتا ہے جیسے کہ نبی اپنی امت میں ہوتا ہے خیر غرض کہ ایک بزرگ بوڑھے پہلے زمانہ میں تھے

یک صباحے گفتش اہل بیت او　　سخت دل چونی بگو اے نیک خو

یعنی ایک روز اون کے گھر والوں نے اون سے کہا کہ اے نیک خصلت تم کیسے سخت دل ہو

221 **ما ز ہجر و مرگ فرزندان تو　　نوحہ میداریم با پشت دوتو**

یعنی ہم تو تمہارے لڑکوں کے ہجر اور موت سے نوحہ کرتے ہیں کہ دوہرے ہوجاتے ہیں۔

تو نمی گریے نمے زاری چرا　　یا کہ رحمت نیستت در دل کیا

یعنی تم نہ روتے ہو اور نہ زاری کرتے ہو تو کیا اے دانا تمہارے دل میں رحم ہی نہیں ہے۔

چون ترا رحمے نباشد در دلت　　پس چہ امیدست مان از تو کنون

یعنی جبکہ تمہارے دلمیں رحم ہی نہیں ہے تو پھر ہمکو تم سے اب کیا اُمید ہے۔

ما بہ امید توئیم اے پیشوا　　کہ نہ بگزاری تو مارا در عنا

یعنی اے پیشوا ہم تو اس امید میں ہیں کہ آپ ہمکو (قیامت کے روز) مصیبت میں نہ چھوڑیں گے +

چون بیار اید روز حشر تخت خود شفیع ما تو بی آن روز سخت

یعنی جبکہ حشر کے دن تخت سنواریں گے تو (ہمیں امید ہے کہ) خود آپ ہی اوس سخت دن میں ہمارے شفیع ہوں گے۔

در چنان روز و شب بے زینہار ما باکرام تو ہیم امیدوار

یعنی ایسے بے پناہ روز و شب میں ہم تو آپ ہی کے اکرام کے امیدوار ہیں۔

دست ما و دامن تست آن زمان کہ نماند ہیچ مجرم را امان

یعنی اوسوقت آپ کا دامن ہوگا اور ہمارا ہاتھ ہوگا جس وقت کہ کسی مجرم کو امن نہ رہیگا ۲۲۲
(تو جب تمہارے دل میں رحم ہی نہیں ہے تو اب کیا امید ہے کہ شفاعت کروگے) اور یہ کہا

گفت پیغمبر کہ روز رستخیز کے گذارم مجرمان را اشک ریز

یعنی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قیامت کے دن میں مجرموں کو روتا ہوا کب چھوڑوں گا۔ حدیث میں صاف ہے کہ شفاعتی لاهل الکبائر من امتی اور فرمایا ہے کہ

من شفیع عاصیان باشم بجان تا رہانم شان ز اشکنجہ گران

یعنی میں جان و دل سے عاصیوں کا شفیع ہونگا تاکہ اونکو شکنجہ گراں سے چھڑاؤں۔

عاصیان و اہل کبائر را بجہد وا رہانم از عتاب نقض عہد

یعنی عاصیوں اور اہل کبائر کو کوشش کر کے میں نقض عہد کے عتاب سے چھڑاؤں گا۔

صالحانِ امتِ من فارغ اند — از شفاعتہائے من روزِ گزند

یعنی میری امت کے صالحین تو قیامت کے روز میری شفاعت سے فارغ ہوں گے ۔

بلکہ ایشان را شفاعتہا بود — گفتِ شان چون حکمِ نافذ میرود

یعنی بلکہ خود اونکی ہی شفاعت ہوگی اور اونکی عرض حکم نافذ کی طرح چلے گی۔ صالحین کے لیے شفاعت نہونے کے یہ معنی ہیں کہ ایسی شفاعت جو منجی من النار ہو اون کے لیئے نہوگی باقی اہل حق کہتے ہیں کہ شفاعت اون کے لیے بھی ہوگی اور اِس شفاعت سے ترقی درجات ہوگی اور وہ حضرات پھر خود بھی شفاعت فرماویں گے اور اونکی شفاعت بھی منجی من النار ہوگی اور حق تعالی اون کی عرض کو اس طرح مانیں گے جیسے کہ کوئی حاکم حکم کرے اور اوس کا حکم نافذ ہوجاتا ہے اور ٹلتا نہیں ہے اسی طرح ان حضرات کی شفاعت ایں گاں نہوگی بلکہ حق تعالی ضرور قبول فرماویں گے آگے مولانا آیت لا تزرو ازرۃ وزر اخریٰ ۲۲۳
میں علاوہ تفسیر مشہور کے ایک اور نکتہ بیان فرماتے ہیں تفسیر مشہور تو یہ ہے کہ قیامت میں ایسا نہوگا کہ گناہ تو کرے زید اور اوسکی سزا عمرو بھگتے بلکہ اپنے اپنے اعمال کی سزائیں اور جزائیں سب کو الگ ملیں گی مولانا فرماتے ہیں کہ قرآن شریف میں جو یہ آیت ہے اس سے نکلتا ہے کوئی وازر کسی دوسرے کا وزر نہ اٹھاویگا اور کسیکا بوجھ کسی پر پڑیگا اور بوجھ پڑنے کے معنی ذمہ داری کے بھی آتے ہیں بولتے ہیں کہ اوس نے اوس کا سارا بوجھ اوٹھا رکھا ہے۔ یعنی اوسکی ساری ذمہ داری کر رکھی ہے تو اس سے یہ بھی نکلا کہ ایک شخص دوسرے کا ذمہ دار بھی نہوگا اور حالانکہ حضور ذمہ دار ہوں گے تو مولانا فرماتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ حضور ذمہ دار تو ہوں گے اور سب کا بوجھ اپنے اوپر لینگے مگر اس بوجھ کے لینے سے خود حضور پر کوئی بات ہو یہ نہوگا۔ بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر کسی قسم کا کوئی اثر نہوگا۔ اسلئے کہ آیت میں تو یہ ہے کہ کوئی وازر دوسرے کا بوجھ نہ اوٹھاوے گا اور حضور خود وازر ہی نہیں ایسا بوجھ کہ جس کا اثر خود حضور صلی اللہ

علیہ وسلم پر کوئی بوجھ نہ اٹھاویں گے یعنی ایسا نہ ہوگا کہ جیسے عیسائی عیسے علیہ السلام کی نسبت کہتے ہیں کہ وہ سب کی طرف سے کفارہ ہوگئے اون کا مطلب تو یہ ہے کہ سب کی طرف سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام معذب ہوئے نعوذ باللہ اور بقول اون کے حضرت عیسے علیہ السلام اوروں کو مقبول بنانیکو خود مردود بنے۔ اور ہم یہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مقبولیت اس درجہ ہے کہ خود مقبول رہا اور اوروں کو بھی مقبول بنالیا خوب سمجھ لو۔ تو نہ ہم عیسے علیہ السلام کے اس طرح وازر ہونے قائل اور نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے۔ بلکہ معنی یہ ہوئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سب کی ذمہ داری فرماویں گے اس طرح کہ آپ پر اون کے اوزار کا کوئی اثر نہ ہوگا۔ اب اس مضمون کو مولانا بیان فرماتے ہیں بزبان حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم یعنی گویا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی فرما رہے ہیں کہ

ہیچ وازر وزر غیرے بر نداشت   من نیم وازر خدایم بر فراشت

۲۲۴ یعنی کسی وازر نے دوسرے کا وزر نہیں اٹھایا ہے اور میں وازر ہی نہیں ہوں خدا نے مجھے بلند فرمایا ہے مطلب یہ کہ میں وازر ہی نہیں تو میں اس طرح کہ اوس وزر کا اثر کچھ مجھ پر ہو کسی کا وزر نہ اوٹھاؤں گا اسلئے کہ آیت میں یہ ہے کہ وازر کوئی کسی کا وزر نہ اوٹھاویگا ہاں جو ذمہ داری ہوگی وہ اس عموم میں داخل ہی نہیں ہے یہ ایک نکتہ ہے باقی اصل تفسیر وہی ہے جو مشہور ہے اسلئے اوس کی توضیح اپنے نزدیک اچھی طرح کردی گئی ہے تاکہ کوئی اسکو تغیر نہ خیال کرے اور غلط بحث نہ ہوجاوے فافہم آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

آنکہ بے وزرست شیخ است اے جوان   در قبول حق چو اندر کف کمان

یعنی جو کہ بے وزر (گناہ) ہے اے جوان وہی شیخ ہے اور قبول حق میں وہ مثل کمان کے ہے ہاتھ میں مطلب یہ کہ جس طرح ہاتھ میں کمان ہوتی ہے اسی طرح وہ شیخ بے وزر قبول حق میں ہے کہ جس طرح وہ چاہے اوسکو رکھے۔ اوسکو کچھ عذر نہیں ہے آگے شیخ کی تعیین فرماتے ہیں کہ:۔

شیخ کہ بود پیر یعنی مو سپید   معنے این مو بدان اے با امید

یعنی شیخ کون ہے بڈھا یعنی سفید بال والا (لیکن ذرا) اس بال کے معنی سمجھ لو یا مراد

ہست آن موئے سیہ ہستی او   تا ز ہستیش نماند تار مو

یعنی موئے سیاہ سے مراد اوسکی ہستی ہے یہاں تک کہ اوسکی ہستی سے ایک تار مو نہ رہے۔

چونکہ ہستیش نماند پیر اوست   گر سیہ مو باشد او یا خود دو مو

یعنی جب اوسکی ہستی نہ رہی تو وہ پیر ہو گیا اگرچہ وہ سیہ مو ہو یا اوس کے دو ہی بال ہوں
مطلب یہ ہے کہ ہماری مراد بالوں سے ہستی ہے اور سیاہ بالوں سے مراد ہستی تاریک اور
سفید بال سے مراد ہستی نورانی ہے تو اب ہم جو کہتے ہیں کہ شیخ سفید بال والا ہوتا ہے ۲۲۵
اس سے مقصود یہ ہے کہ شیخ وہ ہوتا ہے جسکی ہستی نورانی ہو چکی ہو۔ اور وہ درجہ فنا کا
حاصل کرکے درجہ بقا باللہ حاصل کر چکا ہو۔ اگرچہ وہ ابھی بچہ ہی ہو شیخ شیرازی بھی اسی مضمونکو
فرماتے ہیں کہ ع بزرگی بعقل ست نہ بسال آگے مولانا بھی اس مضمون کو بہت صاف کرکے
فرماتے ہیں کہ۔

ہست آن موئے سیہ وصف بشر   نیست آن مو موئے ریش موئے سر

یعنی سیاہ بال وصف بشری ہے اور وہ ڈاڑھی یا سر کے بال (مراد) نہیں ہیں
آگے ایک نظیر پیش فرماتے ہیں کہ دیکھو بچپن میں ہی وہ شیخ تھے فرماتے ہیں کہ۔

عیسے اندر مہد بر دارد نفیر   کہ جوان ناگشتہ ما شیخیم و پیر

یعنی عیسے علیہ السلام گہوارہ میں آواز بلند فرماتے ہیں کہ ہم بے جوان ہوئے

شیخ اور پیر ہیں جیساکہ قرآن شریف میں ہے۔ قَالَ إِنِّي عَبْدُ اللهِ آتَانِيَ الْكِتَابَ وَجَعَلَنِي نَبِيًّا وَجَعَلَنِي مُبَارَكًا أَيْنَ مَا كُنْتُ وَأَوْصَانِي بِالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ مَا دُمْتُ حَيًّا تو دیکھو ابھی گہوارہ میں پڑے ہیں اور نبوت کا دعوےٰ ہے تو اگر اوس سفیدی سے مراد بالوں کی سفیدی ہوتی تو میاں کیا معنے ہوتے بس معلوم ہوا کہ بالوں کی سفیدی سے مراد ہستی کا نورانی ہو جاتا ہے اسمیں لوگوں نے اختلاف کیا ہے کہ آیا عیسےٰ علیہ السلام بچپن میں نبی ہو چکے تھے بعض لوگ اس آیت میں تاویل کرتے ہیں مگر کیا ضرورت ہے کہ تاویل کیجاوے اسلئے کہ بچپن میں نبی ہونے کی صورت میں یہی اعتراض ہے کہ عقل کامل نہ تہی اور نبوت کیسے مل گئی اسلئے کہ نبی کی عقل تو کامل ہوتی ہے جواب یہ ہے کہ ممکن ہے کہ حق تعالیٰ نے اوس عمر میں اونکی عقل کو کمال عطا فرما دیا ہو جیساکہ یحییٰ علیہ السلام کو بچپن میں نبوت مل گئی تہی خود قرآن شریف میں موجود ہے ارشاد ہے وَآتَيْنَاهُ الْحُكْمَ صَبِيًّا۔ تو جس طرح اون کو بچپن میں مل گئی انکو اگر رضاعت کے زمانہ میں مل گئی ہو تو کیا عجب ہے آگے فرماتے ہیں کہ۔

چون یکے موئے سیاہ کان وصف ماست　　نیست پیر و شیخ و مقبول خداست　　۲۲۰

یعنی جبکہ ایک موئے سیاہ جوکہ ہمارے وصف میں سے ہے اوس میں نہیں ہے تو وہ مقبول خدا ہے مطلب یہ کہ اگر اوصاف بشری جوکہ مشابہ موئے سیاہ کے ہیں کسی میں نہوں بس وہی مقبول حق ہے چاہے اوس کے بدن کے سارے بال سیاہ ہی ہوں۔

چون بود موش سفید ار با خود است　　او نہ پیر ست و نہ خاص ایزد ست

یعنی اگر اوس کے بال (بدن کے) سفید ہوں تو اگر با خود ہے تو وہ نہ پیر ہے اور نہ خاص خدا ہے۔ مطلب یہ کہ جب اوس کے اندر اوصاف بشری اور شہوات موجود ہیں تو وہ اگرچہ سفید بال والا ہو اور اوسکی پلکیں اور بہویں سب سفید ہو گئی ہیں مگر وہ با خدا نہیں ہے بلکہ با خود ہی ہے اور فرماتے ہیں کہ

گر رہید از بعض اوصاف بشر شیخ نبود کہل باشد اے پسر

یعنی اگر بعض اوصاف بشری سے تو چھوٹ گیا (اور بعض اوسمیں موجود ہیں) تو صاحبزادے وہ شیخ نہیں ہے۔ بلکہ وہ ادھیڑ ہے یعنی وہ اس کے مثل ہے کہ جس کے کچھ بال سفید ہوں اور کچھ سیاہ ہوں

در سرِ موز وصفش باقی است او نہ از عرش خدا آفاقی است

یعنی اور اگر ایک بال برابر بھی اوسکے وصف میں سے باقی ہے تو وہ عرش خدا سے نہیں ہے بلکہ آفاقی ہی ہے مطلب یہ کہ اگر اوسکو پوری طرح درجہ فنا حاصل نہیں ہے تو وہ مقرب حق اور خاص حق نہیں ہے بلکہ ابھی وہ ناسوت ہی میں پھنسا ہوا ہے۔ تو بس اس ساری تقریر سے معلوم ہوا کہ تمام صلحا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم شفاعت فرمائیں گے۔ آگے پیر اون گھر والوں کا قول اون بزرگ سے نقل فرماتے ہیں کہ۔

۲۲۷ ماہمہ امیدواران تو ایم ریزہ چین خوان احسان تو ایم

یعنی ہم سارے کے سارے آپ کے امیدوار ہیں اور آپ کے خوان احسان کے ریزہ چین ہیں یعنی آپ نیک ہیں صالح ہیں تو ہم سب کو امید ہے کہ آپ ہماری شفاعت کریں گے ✧

لیک با این جملہ چون بے شفقتے بہر فرزندان چرا بے رقتی

یعنی لیکن باوجود ان سب باتوں کے آپ بے شفقت کیوں ہیں اور اپنے صاحبزادوں کے لیے بے رقت کیوں ہیں مطلب یہ کہ آخر آپ کو رونا کیوں نہیں آتا۔ حالانکہ آپ ایسے بزرگ ہیں نیک ہیں صالح ہیں۔

یا مگر خود دل نمی سوزد ترا باز گو اے شیخ ما را ماجرا

یعنی یا کہ شاید آپ کے دل میں سوزش ہی نہیں ہوتی اے شیخ ہم سے کچھ بات تو بیان کرو مطلب یہ کہ آیا آپ کے قلب میں شفقت و رحم ہی نہیں ہے یا یہ کہ آپ کے دل میں سوزش ہی نہیں ہوتی۔ آخر کچھ کہو تو آگے وہ شیخ جواب دیتے ہیں کہ

شرح حبیبی

شیخ گفت او را مپندار اے رفیق — کہ ندارم رحم و مہر دل شفیق
بر ہمہ کفار ما را رحمت است — گرچہ جان جملہ کافر نعمت است ۲۲۸
بر سگانم رحمت و بخشایش است — کہ چرا از سنگہا شان مالش است
آن سگے کہ مے گزد گویم دعا — کہ ازین خو وا رہانش اے خدا
این سگان را ہم درین اندیشہ دار — کہ نباشد از خلائق سنگسار
زان بیاورد اولیا را بر زمین — تا کندشان رحمۃ للعالمین
خلق را خواند سوئے درگاہ خاص — حق را خواند کہ وافر کن خلاص

(باقی آئندہ)

والحارث بن ابی اسامة	حارث بن ابی اسامہ اور ابن ابی الدنیا اور
وابن ابی الدنیا والعسکری	عسکری نے اور بھی بعضوں نے یوسف
واخرون من جهة	ابن عطیہ کی جہت سے روایت کیا ہے وہ
یوسف بن عطیة عن	ثابت سے روایت کرتے ہیں
ثابت عن انس مرفوعًا	اور وہ حضرت انسؓ سے
بلفظ فاحبهم الی الله	مرفوعًا ان لفظوں سے کہ سب میں زیادہ
انفعهم لعیاله	محبوب اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ شخص
وهو عند الدیلمی	ہے جو اسکی عیال کو سب سے زیادہ نفع پہونچا
من حدیث	وے اور یہ حدیث دیلمی کے نزدیک بشیر
بشیر بن رافع	ابن رافع کی روایت سے اور وہ یحیی بن
عن یحیی بن ابی	کثیر سے روایت کرتے ہیں اور وہ ابن سلمہ ۸۱
کثیر عن ابن سلمة	سے اور وہ ابی ہریرہ سے جنہوں نے
عن ابی هریرة رفعه	اسکو مرفوع کیا ہے ان الفاظ سے ہے
بلفظ الخلق کلهم	کہ خلق اللہ سب اللہ کی عیال ہے اور اسکی
عیال الله وتحت کنفه	حفاظت (اور ذمہ داری) میں ہیں (یہ منہ
فاحب الخلق الی الله من	تفسیر عیال کے ہے) پس سب سے زیادہ
احسن الی عیاله وخرج	محبوب مخلوق میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک
هذا الکلام مخرجا قاله	وہ ہے جو اسکی عیال کے ساتھ احسان
العسکری علی المجاز و	کرے اور اس کلام کا محل جیسا عسکری
التوسع کان الله لما کان	نے کہا ہے مجاز اور توسع پر ہے گویا جب
المتضمن بارزاق	اللہ تعالیٰ بندوں کے رزق کا ضامن اور

العباد الكافل لهم كان
الخلق كالعيال له
ف وعبر عن معنى
العيال العارف
الرومي بلفظ الاطفال
في قوله۔
اولیا اطفال حقند ای پسر
وهو على المجاز ايضا بجامع
التربية الجسمانية للخلق
كلهم والروحانية للاولياء
خاصة والنفع عام للدنيوي ۸۴
والديني وهو كالامر
الطبعي لاهل الله ينفعون
الناس المؤمن منهم والكافر
بل الدواب والانعام بما يحتاجون
اليه دنيويا كان او دينيا
بعد الاذن الشرعي ويحضون
غيرهم عليه ويعدونه افضل
الاعمال كما قال الشيرازي
طريقت بجز خدمت خلق نيست
بتسبيح وسجاده ودلق نيست

کفیل (یعنی ذمہ دار) ہے تو مخلوق
مثل اوسکی عیال کے ہوئی ف اوراسی
معنی کو مولانا رومی نے لفظ اطفال سے
تعبیر کیا ہے اپنے اس قول میں ہ
اولیا اطفال حقند اے پسر
غائبی و حاضری بس با خبر
اور یہ بھی مجاز ہی پر محمول ہے (بطور تشبیہ کے)
اور وجہ جامع (تشبیہ کی) تربیت ہے
جسمانی تو کل مخلوق کے لیے اور روحانی
خاص اولیاء کے لیے اور نفع عام ہے
دنیوی ہو یا دینی اور یہ خصلت (نفع رسانی
مخلوق) اہل اللہ کے لیے مثل امر طبعی کے
ہے وہ آدمیوں کو بھی نفع پہونچاتے ہیں
مومن کو بھی کافر کو بھی بلکہ مواشی اور بہائم
کو بھی اون کے حوائج میں خواہ وہ حاجت
دنیوی ہو یا دینی ہو مگر اذن شرعی کے
بعد اور دوسروں کو بھی اسکی ترغیب
دیتے ہیں اور اسکو افضل الاعمال شمار
کرتے ہیں جیسا شیخ شیرازی فرماتے ہیں ہ
طریقت بجز خدمت خلق نیست
بتسبیح وسجادہ ودلق نیست

وهم في هذا كلها
آخذون بالحديث و
دخل في الاذن الشرعي
اذن الشيوخ للمبتدئين
من اهل الطريق
فلابد لهم من اذن
الشيوخ لانهم هم
العارفون بالحدود
الشرعية المبصرون
بالوسائل النفسانية
فيما صورته
طاعة الهية
ومعناه طاعة
نفسانية فتعقل
ولا تعجل۔

الحديث خير الامور
اوسطها ابن السمعاني في ذيل
تاريخ بغداد بسند مجهول عن
علي مرفوعا به وهو عند
ابن جرير في التفسير من قول مطرف
ابن عبد الله ويزيد بن

(یعنی ع طریقت فقط خدمت خلق ہے
بہ تسبیح و سجادہ و دلق ہے)
اور یہ حضرات ان سب امور میں حدیث
پر عمل کرنے والے ہیں اور اذن شرعی (کی
جاوپر قید لگائی ہے اس) میں مبتدی
صاحب طریق کے لیے شیوخ کی اجازت
بھی داخل ہوگئی سو ان کے لیے اذن شیوخ
کی بھی ضرورت ہے کیونکہ حدود شرعیہ
کو شیوخ ہی جانتے ہیں اور وساوس نفسانیہ
کی اون ہی کو بصیرت حاصل ہے جو ایسے
۸۳ اعمال میں مل جاتے ہیں جنکی صورت تو
طاعت خداوندی ہوتی ہے اور اونکی
حقیقت طاعت نفس ہوتی ہے خوب
سمجھ لو اور (اپنی رائے پر عمل کرنے میں)
جلدی مت کرو۔

حدیث سب امور میں افضل اوساط ہیں
روایت کیا اوسکو سمعانی نے ذیل تاریخ
بغداد میں سند مجہول کے ساتھ حضرت
علیؓ سے مرفوعاً ان ہی الفاظ سے اور یہ
حدیث ابن جریر کے نزدیک اونکی
تفسیر میں مطرف بن عبداللہ اور یزید بن

مرة الجعفي وكذا	مرہ جعفی کا قول ہے اور اسیطرح بیہقی نے مطرف
اخرجه البيهقي	سے نقل کیا ہے اور دیلمی نے بلا سند ابن
عن مطرف والديلمي	عباس سے مرفوعاً ان الفاظ سے نقل کیا
بلا سند عن ابن	ہے کہ سب اعمال میں افضل اوسط ہے
عباس مرفوعًا	اور (یہ روایتیں اگرچہ ضعیف ہیں لیکن
خير الاعمال اوسطها وشبهه	مضمون صحیح ہے کیونکہ) اس سب (مضمون)
بهذا اكله لم يسرفوا ولم	کی شہادت حق تعالیٰ کا ارشاد دیتا ہے
يقتروا وكان بين	کہ وہ لوگ نہ اسراف کرتے ہیں اور نہ تنگی
ذلك قواما وغيره من الآيات	کرتے ہیں اور ان کا خرچ کرنا ان کے
والاحاديث **ف** ويدور	درمیان اعتدال پر ہوتا ہے (اور اسکے
تربية المحققين ۸۴	علاوہ اور آیات واحادیث ہیں) **ف**
على هذا المحور	اور محققین کی تربیت کا اسی اصل پر مدار ہے
الحديث خير الذكر	**حدیث**۔ سب سے افضل ذکر وہ ہے
الخفي وخير الرزق ما يكفي	جو خفی ہو اور سب سے افضل رزق وہ ہے
ابو يعلى والعسكري من	جو کافی ہو جاوے روایت کیا اسکو
حديث محمد بن عبد الرحمن	ابو یعلی اور عسکری نے محمد بن عبد الرحمن
ابن ابي لبابة	ابن ابی لبابہ کی روایت سے اونھوں نے
عن سعد بن ابي وقاص	سعد بن ابی وقاص سے اور اونھوں نے
رفعه بهذا وصححه	مرفوع کیا ہے ان ہی لفظوں سے
ابن حبان وابو عوانة	اور تصحیح کی اسکی ابن حبان اور ابو عوانہ
والمعنى ان اخفاء العمل	نے اور مطلب اس کا یہ ہے کہ عمل کا اخفا کرنا

(باقی آئندہ)

(۱۲) **حکایت** میرے بہائی ریل میں سوار تہے اور ایک تفسیر اون کے ہاتہ میں تہی جو کہ ٹائپ کے چھاپے کی چھپی ہوئی تہی ایک صاحب بہادر بہی اسی درجہ میں سوار تہے بہائی سے کہنے لگے کہ میں اِس کتاب کو دیکھ سکتا ہوں اونہوں نے کہا کہ دیکھئے آپ نے تفسیر اوٹہا کر دیکھی اول ہی الٓر نکلا صاحب بہادر نے بہت دیر تک اسکو سوچا جب سمجہ میں نہ آیا تو بہائی سے پوچھتے ہیں کہ یہ کیا ہے ؟ تو بہائی نے تفسیر ہاتہ سے لیلی اور کہا کہ یہ آپ کے دیکھنے کی نہیں ہے۔ اب میں کہتا ہوں کہ اپنی اِس تجویز پر اِس روز بد کو سوچکر دیکھئے کہ جبکہ آپ بہی اِس انگریزی داں کی طرح الٓر کو آلو پڑہنے لگیں گے واللہ جب تک کسی پڑہے ہوئے سے نہ پڑھا جائے ممکن ہی نہیں کہ الٓر یا اس کے مثل دوسرے الفاظ کو صحیح پڑھ دیا جائے آخر یہ کس طرح معلوم ہوگا کہ تلفظ میں الف لام را علٰحدہ علٰحدہ پڑہے جائیں گے اور اگر کوئی کہے کہ اس کے صحیح پڑہنے کی ضرورت ہی کیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ ایسے لوگوں سے جو اِس حد تک پہونچ چکے ہیں اسوقت ہماری گفتگو نہیں

9 (۱۳) **حکایت** - میرے ایک دوست بردوان کے رہنے والے ہیں اونہوں نے تین ماہ سے بہی کم میں قرآن حفظ کرلیا تہا - ایک اور میرے دوست نے اپنے پیر یعنے میرے اوستاد کو خواب میں دیکھا کہ اونہوں نے اونکو اپنے سینہ سے لگایا اور ان کے سینہ میں ایک نور داخل ہوا اونہوں نے ایک معبر سے بیان کیا اونہوں نے تعبیر دی کہ تمکو قرآن حفظ ہوجائیگا چنانچہ اونہوں نے یاد کرنا شروع کیا سو چہہ ماہ میں اچھا خاصہ یاد ہوگیا ایک اور قصہ یاد آیا ایک دفعہ مظفر نگر میں وعظ کہہ رہے تہے ایک آیت میں قصداً اٹکے اور حاضرین سے خطاب کیا کہ اس مجلس میں جتنے حافظ ہوں کہڑے ہو جائیں تاکہ میں ان سے یہ آیت پوچھ سکوں اسکو سنکر ایک جماعت کثیر کھڑی ہوگئی اونہوں نے کہا کہ صاحبو ! مجہکو آیت یاد ہے میں نے صرف یہ دکہلانا چاہا کہ مسلمانوں کے اِس اتفاقی اور مختصر مجمع میں جہاں خاص حفاظ ہی کو جمع نہیں کیا گیا ایسی تعداد کے مذہبی کتاب کے برزبان یاد رکہنے والے موجود ہیں کیا دوسری کوئی قوم قصداً جمع کرکے اسقدر تعداد اپنی مذہبی کتاب کے حافظوں کی دکہلا سکتی ہے غرض قرآن مجید بہت سہولت سے یاد ہوتا ہے

(۱۴) **حکایت** مولوی منفعت علی صاحب[عہ] سے ایک شخص نے کہا کہ کیا وجہ علماء میں اب رازیؒ و غزالیؒ پیدا نہیں ہوتے اونہوں نے کہا کہ اُسوقت انتخاب کا قاعدہ یہ تہا کہ قوم میں جو سب سے ذہین اور ذکی ہو وہ علوم دین کے لیے منتخب ہوتا تہا اور اب انتخاب کا قاعدہ یہ ہے کہ جو سب میں زیادہ احمق اور غبی ہو وہ اسکے لیے تجویز ہوتا ہے اور دلیل اسکی یہ ہے کہ اب بھی جو ذہین و ذکی پڑہتے ہیں وہ غزالیؒ اور رازیؒ سے کم نہیں ہوتے میرے ساتہ چلو اور علماء کی حالت دیکہو تو معلوم ہو جائیگا کہ اِس وقت بھی غزالیؒ اور رازیؒ سے موجود ہیں اور ہر زمانہ میں پیدا ہوتے ہیں۔ لیکن عدد میں کم ضرور ہیں اور وجہ اسکی یہی ہے کہ جو لوگ قابل ہیں وہ تو ادہر متوجہ نہیں ہوتے ورنہ میں سچ کہتا ہوں کہ اگر بیس آدمی ایسے پڑہیں تو اونمیں پندرہ ضرور غزالیؒ اور رازیؒ نکلیں گے اب بیچارے غریب غرباء جولاہے دہنے پڑہتے ہیں اون کی جیسی سمجہ ہوتی ہے ویسے ہی نکلتے ہیں اور یہ ہو نہیں سکتا کہ غریب غرباء کے بچوں کو نہ پڑہایا جائے کیونکہ امراء نے خود چہوڑا اور اُن سے ہم چہڑا دیں تو پہر علم دین کسکو پڑہائیں نیز غریب غرباء کیا کریں انگریزی پڑہ نہیں سکتے کیونکہ اسکی تعلیم نہایت گراں ہے اور عربی ہم نہ پڑہائیں تو بیچارے تو بالکل ہی کورے رہے اور واقعی علم دین ایسی عجیب چیز ہے کہ اِس میں محنت بھی کم اور خرچ بھی کم بخلاف انگریزی کے (ایضاً ص۲۱۳)

(۱۵) **حکایت** میرے سب سے چہوٹے بھائی ٹریننگ پاس کرنے مراد آباد میں گئے وہاں انکی ذہانت کی یہ حالت تہی کہ تمام لوگ متحیر رہتے تہے حتی کہ اُن کے ماسٹر بھی ان کی ذہانت سے عاجز تہے۔ ایک دفعہ یہ واقعہ ہوا کہ رمضان المبارک کا زمانہ قریب آگیا اور ٹریننگ کے لڑکوں نے چاہا کہ کسی حافظ کو بلا کر ایک قرآن سنیں پرنسپل سے پوچہا تو جواب ملا کہ یہ امر جدید ہے اجازت نہیں ہو سکتی بھائی نے کہا کہ اگر قدیم ہوتا تو اجازت ملجاتی کہا گیا کہ ہاں۔ بھائی نے کہا کہ آپ کے قاعدے سے تو لازم آتا ہے کہ کبھی کوئی امر قدیم پایا ہی نہ جائے کیونکہ ہر امر کسی وقت جدید تہا اور جدید ہونا مانع اجازت ہے

[عہ] اُس وقت مولوی صاحب مرحوم حیات تہے ۱۲ منہ

جب اسکی اجازت نہ ہوگی تو وہ قدیم کیسے بن سکیگا۔ پرنسپل حیران رہ گیا آخر انھوں نے کہا کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دار و مدار اجازت کا قدیم ہونے پر نہیں ہے بلکہ اس پر ہے کہ اسمیں کوئی مفسدہ نہ ہو تو اس میں کیا مفسدہ ہے پرنسپل نے اجازت دیدی یہ محض عربی کی کی استعداد کی بدولت تہا کیونکہ اسمیں احتمال آفرینی کی استعداد ہوجاتی ہے (ایضاً ص۳۳)

(۱۶) حکایت۔ میں جس زمانہ میں کانپور میں پڑھاتا تھا ایک روز حسب معمول بیٹھا پڑھا رہا تھا کہ ایک نائب تحصیلدار آئے اور اپنے لڑکے کی تعلیم کے لیے ایک استاد کی ضرورت ظاہر کی اسوقت جو طالب علم مجھ سے پڑھ رہے تھے میں نے عربی زبان میں ان سے دریافت کیا تاکہ یہ نہ سمجھیں میری گفتگو شروع کرتے ہی وہ کہنے لگے کہ جناب کے عربی میں گفتگو کرنے سے یہ معلوم ہوا کہ اس وقت کی گفتگو کو مجھ سے پوشیدہ کرنا منظور ہے لیکن میں عربی سے واقف ہوں اس لئے بہتر یہ ہے کہ میں یہاں سے اٹھ جاؤں ان کے اس کہنے سے مجھے بیحد شرمندگی ہوئی اور یہ خیال ہوا کہ اللہ اکبر میں نے تو ان کے ساتھ کیا برتاؤ کیا اور انہوں نے میرے ساتھ کیا برتاؤ کیا۔ آخر میں نے ان سے کہا کہ جناب یہ میری غلطی تھی واقع میں کوئی پوشیدہ بات نہ تھی اب میں اردو میں گفتگو کرتا ہوں۔ اب میں دو باتیں

۱۱ اس کے متعلق پوچھنا چاہتا ہوں اول تو یہ کہ کیا بدون علم دین کے اثر پیدا ہوسکتا ہے سو ظاہر ہے کہ ہرگز نہیں ہوسکتا دوسری بات یہ پوچھتا ہوں کہ آیا یہ اثر نہایت ضروری ہے یا نہیں ظاہر ہے کہ نہایت ضروری ہے کیونکہ ہم کو باہم جائز نہیں کہ ہم کسی کے اسرار پر مطلع ہوں غرض تہذیب اخلاق تعلیم انگریزی ہر ایک کے لیے علم دین کی ضرورت ہے (ایضاً ص۳۳)

(۱۷) مثال اگر کسی عمدہ بازار میں کسی مفلس کو بھیجدیا جاوے تو اسکو انتہائی پراگندگی ہوگی جدہر نظر پڑے گی اچھی اچھی قیمتی چیزیں نظر آئیں گی اور بہتیری

لہ مطلب یہ ہے کہ بدون علم دین تہذیب اخلاق نہیں ہوسکتی اور ایسے ہی تعلیم انگریزی بھی بدون علم دین مفید نہیں ۱۲ منہ

ساتھ اپنا افلاس اور تہیدستی بھی یاد آوے گی اسلئے حسرت بھی بڑھتی جائیگی بالخصوص جبکہ بازار جاتے وقت اس سے کہا گیا ہو۔ کہ کچھ نقد لیتے جاؤ اور وہ چھوڑ کر چلا گیا ہو۔ بس یہی حالت میدان قیامت میں ان لوگوں کی ہوگی اور وہ ایسا وقت ہوگا کہ سوائے اس سکہ کے اور کوئی سکہ کام نہ دیگا کیونکہ کوئی چیز یہاں سے ساتھ ہی نہ جائیگی۔ (ایضاً ص۲۹ س۲)

(۱۸) اسکولوں میں لڑکوں کو اقلیدس پڑھائی جاتی ہے بعض لڑکوں میں ایک ہی بمشکل ایسا ہوتا ہوگا کہ مسائل اقلیدس کو سمجھ سکے لیکن امتحان کے زمانہ میں بغیر سمجھے ہی اسکو رٹ لیتے ہیں اور اسی کی بدولت پاس ہوجاتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ بغیر سمجھے محض رٹ لینا بھی مفید ہے (ایضاً ص۲ س۱۲)

(۱۹) **مثال**۔ ایک مریض کسی طبیب کے پاس آوے اور اپنی حالت بیان کرکے حکیم سے کہے کہ میں آپ کے پاس تو روز نہیں آسکتا ہاں وقتاً فوقتاً آکر آپ کو اپنی حالت کی اطلاع کردیا کرتا ہوں آپ میری حالت کے مناسب کئی نسخے مجھے لکھ دیجئے جوں جوں میری

۱۲ حالت متغیر ہوتی جاوے اور مرض میں کمی یا بیشی ہو میں اس کے مناسب نسخوں کو بدلکر استعمال کرتا جاؤں۔ پس اس صورت میں اگرچہ طبیب کتنا ہی ماہر ہو اور کتنے ہی غور و خوض سے نسخوں کی تجویز کرے لیکن اس مریض کی حالت اس مریض کی برابر نہیں ہوسکتی جو کہ روزانہ طبیب کے پاس آتا ہے اپنی حالت بیان کرتا ہے پہلا نسخہ دکھلاتا ہے اور روزانہ اس میں تغیر و تبدل کمی بیشی کرالیتا ہے اس لیے کہ اگرچہ پہلی صورت میں تمام تغیرات کے لیے طبیب نے نسخے لکھدیے ہیں لیکن تغیرات کی تعیین اور ان کا فہم یہ محض مریض کی رائے پر رہا جو کہ رائے اٹکل ہونے کی وجہ سے ناقابل اعتبار ہے ممکن ہے کہ زیادتی صفرا کی ہو اور وہ سودا کا ہیجان سمجھ جاوے اور بیشی سنبھالنے کی ہو اور وہ مرض کی کمی سمجھ جاوے (وعظ احکام العشر الاخیر دعوات جلد ۲ وعظ ۵ ص۳۲ س۱۴)

(۲۰) **مثال**۔ عالم غیب میں اس قدر وسعت ہے کہ یہ عالم دنیا اس سے وہ نسبت رکھتا ہے جو سوئی پہ لگا ہوا ایک قطرہ سمندر سے نسبت رکھتا ہے یعنی یہ عالم اس کے سامنے مثل ایک قطرہ کے ہے اور وہ اس کے اعتبار سے مثل سمندر کے ہے

(باقی آیندہ)

(۱) غایت مافی الباب اسکو مستبعد کہیں گے مگر استحالہ اور استبعاد ایک نہیں (اصول موضوعہ نمبر ۳)

(۳) اور کھیت گیہوں سے تو یہہ دور کو مستلزم ہے جو تمام عقلا کے نزدیک محال ہے تو لامحالہ یہہ ماننا پڑے گا کہ اول اول جب گیہوں یا کھیت پیدا ہوا تو بلا واسطہ سبب کے پیدا ہوا۔ یعنے کھیت بلا گیہوں کے پیدا ہوگیا یا گیہوں بلا کھیت کے۔ اوس کے بعد سلسلہ اسباب کا چلا۔ ثابت ہوگیا کہ اِس سلسلہ میں ایک چیز ضرور بلا کسی سبب کے بنی ہے۔ اور وہ گیہوں یا کھیت ہے تو عقل سلیم اسکو ماننے سے انکار نہیں کرسکتی کہ جب تمام سلسلہ میں سے ایک چیز بلا سبب کے پیدا ہوگئی تو سلسلہ کے ہر ایک فرد میں یہہ امکان ہے کہ بلا سبب کے بن سکے کیونکہ کسی فرد میں خصوصیت کی کوئی وجہ نہیں جب ہر فرد میں یہ امکان ثابت ہے اور قادر مطلق نے ایک فرد کو بلا سبب کے بنا کر دکھا بھی دیا تو جس فرد کو بھی وہ چاہے اسطرح بلا سبب کے بنا سکتا ہے۔ قرآن پاک میں اسی قسم کا
197 مضمون اس آیت میں موجود ہے وبدأ خلق الانسان من طین ثم جعل نسلہ من سللۃ من ماء مھین۔ یعنے شروع کیا حق تعالے نے انسان کی پیدائش کو مٹی سے (کہ ابو البشر آدم علیہ السلام کو مٹی سے بنایا) پھر انسان کی نسل کو ایک جوہر سے کہ وہ نا چیز پانی ہے مقرر کیا نسل انسانی میں بھی وہی دور لازم آتا تھا کہ انسان پیدا ہوتا ہے نطفہ سے اور نطفہ پیدا ہوتا ہے انسان سے تو کوئی چیز ان دونوں میں سے اول بلا دوسرے پر توقف کے پیدا ہوئی اوسکو بیان فرمادیا کہ ہم نے نطفہ اور انسان میں سے اول انسان کو مٹی سے محض اپنی قدرت سے بنادیا پھر سلسلہ اوسکی نسل کا نطفہ پر قایم کردیا مقصود اظہار قدرت ہے کہ جب انسان محض قدرت سے بن سکتا ہے تو جتنے واسطے وقت انسان کے پیدا ہونے میں ہیں مثلاً نطفہ کا غذا سے بننا غذا کا گوشت اور نباتات وغیرہ سے بننا۔ گوشت اور نباتات کا پانی مٹی وغیرہ سے تیار ہونا یہ سب ہی بلا واسطہ سبب کے بن سکتے ہیں۔ اس سلسلہ اسباب مقرر کرنے کے بعد عادت اوس حکیم وعلیم کی یہہ ہے کہ بلا سبب کے نہیں پیدا کرتے الا نادراً کہ کبھی کبھی بطور یادہانی کے پھر قدرت ہی سے بلا واسطہ

(۳) سبب کے کسی چیز کو بنا دیتے ہیں جیسے حضرت عیسے علیہ السلام کو بلا باپ کے صرف ماں سے
پیدا کر دیا۔ چنانچہ اسپر اشکال کرنے والوں کو اپنی پرانی صنعت یاد دلائی ان مثل عیسیٰ
عند اللہ کمثل آدم خلقه من تراب یعنی عیسیٰ علیہ السلام کی حالت حق تعالے
کے نزدیک آدم علیہ السلام کیسی ہے کہ اونکو مٹی سے پیدا کیا تہا۔ مطلب یہ ہے کہ بن
باپ کے پیدا ہونے میں کیا تعجب ہے آدم علیہ السلام کو ہم نے بن باپ اور بن ماں کے
پیدا کیا تہا یہ ہماری صنعت وقدرت پہلے سے تمکو معلوم ہے اب ہم نے اوس کی
تہوڑی یاد دہانی پہر کی ہے کہ عیسے علیہ السلام کو بلا باپ کے صرف ماں سے پیدا کیا
اسی قبیل سے تمام معجزات وکرامات ہیں کہ حق تعالیٰ کبھی کبھی کسی اپنے خاص بندے کے ہاتھ پر
کسی کام کو عادت کے خلاف محض اپنی قدرت سے بلا واسطہ سبب کے پیدا کر دیتے ہیں اس سے
قدرت کا ظہور ہوتا ہے اور اس بندہ کی خصوصیت اور سچائی ثابت ہوتی ہے۔ جب
ہم نے ثابت کر دیا کہ اسباب کے سلسلہ کو کہیں ختم کرنا پڑتا ہے اور سبب اول کی
پیدایش کو بلا سبب کے ماننا پڑتا ہے اور اس سے اوس سلسلہ کے ہر ہر فرد میں اس بات ۱۹۸
کا امکان ثابت ہوتا ہے کہ اس فرد کو بلا سبب پیدا کر دے تو کوئی شبہ جس کو
ناشی عن دلیل کہا جاسکے معجزہ کے متعلق نہیں رہتا ہاں یہہ کہہ سکتے ہیں کہ چونکہ وہ عادت
کے خلاف ہے اسواسطے مستبعد اور موجب تعجب ضرور ہے مگر مستبعد اور ہے
اور محال اور دیکھو اصول موضوعہ نمبر ۳ اس کا نتیجہ صرف یہہ ہونا چاہیے کہ بلا مشاہدہ یا بلا ثبوت
از سند صحیح نہ مانا جاوے۔ اور جب ثبوت سند صحیح سے مثلاً نص قطعی سے یا خبر متواتر و معتبر
سے ہو جاوے تو انکار نکیا جاوے اور اسوقت میں اوس میں ایسی تاویلیں کرنا جس کی ؛؛
نص وغیر محتمل ہو تحریف ہے جیسے قرآن میں جا بجا سخت وعیدین آئی ہیں مثلاً
اہل کتاب پر تحریر فرمایا ہے فبما نقضهم میثاقهم لعناهم وجعلنا قلوبهم
قاسیة یحرفون الکلم عن مواضعه یعنی چونکہ اہل کتاب نے وہ عہد توڑ دیا جو اون سے
لیا گیا تہا اسواسطے ہم نے اونپر لعنت کی اور اون کے دلوں کو سخت کر دیا جس سے
وہ کلمات الٰہی کو اپنے موقعوں سے بدل کر استعمال کرنے لگے یعنے تحریف کرنے لگے

(ح) (جیسا اضرب بعصاک الحجر میں کیا گیا کہ اضرب کے معنے چلنے کے اور حجر کے معنے پہاڑ کے لیئے گئے حالانکہ ایسی ترکیب میں کسی فصیح کلام میں اضرب چلنے کے معنے میں اور حجر پہاڑ کے معنے میں نہیں آتا) تحریف کو سب جانتے ہیں کہ کیسی بیجا ممنوع و منکر ہے

خلاصہ کلام یہ ہے کہ معجزہ یا کرامت خلاف عقل (یعنی محال) نہیں لہذا خبر صحیح ملنے کے بعد اوس کا انکار جائز نہیں نہ اوس میں تاویل کی ضرورت۔ اس صورت میں اوس میں تاویل کرنا بالکل ایسا ہوگا جیسے کوئی معتبر ذرائع سے سنے کہ کلکتہ ایک چیز ہے مگر اوس نے خود کلکتہ کو دیکھا نہ ہو تو اس خبر میں یہ تاویل کرنے لگے کہ جس نے کہا ہے کلکتہ ایک چیز ہے اوس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ کلکتہ ایک شہر ہے جس میں لاکھوں آدمی رہتے ہیں۔ اور بڑے بڑے کارخانے وچناں وچنیں ہیں کیونکہ لاکھوں آدمی ایک جگہ کیسے رہ سکتے ہیں اون کے کھانے پینے پہننے رہنے کو کہاں سے آسکتا ہے بلکہ کلکتہ اصل میں کل کھتہ تھا۔ کل بمعنی مشین اور کھتہ بمعنے ڈھیر یعنے مشین کا ڈھیر۔ کہنے والے نے کسی ریل کے اسٹیشن
یا کسی کولہو کے کارخانہ میں بہت سی مشینیں دیکھی ہوں گی اوس نے اوس کا نام کل کھتہ رکھدیا 199
پھر کثرت استعمال سے ہائے مخفی گر گئی کلکتہ رہ گیا۔ اس طرح کی تاویلوں کو اگر جائز رکھا جاوے تو دنیا کے کاروبار سب اُلٹ پلٹ ہو جاویں اس شخص کی عقل اتنی چھوٹی ہے کہ لاکھ دو لاکھ آدمیوں کا ایک جگہ رہنا اور خورد نوش کا سامان ہونا اوسکی سمجھ میں نہیں آیا اوس وجہ سے اوس نے لفظ کلکتہ میں یہ تاویل کی۔ اسیطرح اہل فطرت کی عقل میں پتھر میں سے ایک دم پانی کا پھوٹ نکلنا اور حضرت عیسی علیہ السلام کا بلا باپ کے پیدا ہونا وغیرہ نہ آیا تو ایسی دوراز کار تاویلیں کیں جو کلکتہ کی تاویل سے کم نہیں۔ انہوں نے یہ نہیں غور کیا کہ جو چیز سبب کے ذریعہ سے ہی پیدا ہوتی ہے تو کیا اوس سبب کا ذاتی اثر یہ ہے کہ اوس سے وہ چیز بنجاوے یا وہاں اب بھی کسی قادر اور صاحب ارادہ کے تصرف کی ضرورت ہے۔ شق اول کا کوئی عاقل قائل نہیں ہو سکتا۔ لامحالہ شق ثانی ہی متعین ہوئی یعنی اوس سبب سے اوس چیز کا پیدا ہو جانا قادر مطلق کی قدرت سے ہوا ہے تو ہر چیز کا پیدا ہونا قدرت ہی سے ہوتا ہے۔ اب صرف اتنی گنجائش رہی

(ج) یہی کہ قدرت ہر شے میں اسکی استعداد کے موافق تصرف کرتی ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ یہ قاعدہ مخلوقات کی قدرت میں جاری ہوسکتا ہے کیونکہ اون کی قدرت محدود اور دوسرے کی عطا کردہ ہے اونکو اتنی ہی قدرت دیگئی ہے کہ کسی چیز میں ایک گونہ تصرف کرسکیں اس گونہ تصرف کی تحدید اوس استعداد سے ہوتی ہے جو خالق جل وعلا شانہ نے اوس شے میں رکہی ہے جس میں یہہ تصرف کرنا چاہتے ہیں مثلاً انسان کی چٹکی میں دبانے کی قدرت دی ہے مگر اوسکی تحدید اسطرح کردی ہے کہ موم میں استعداد دبنے کی دی ہو اوسکو چٹکی دبا سکتی ہے اور پتھر یا لوہے میں یہ استعداد نہیں دی اوسکو چٹکی نہیں دبا سکتی اور یہہ قاعدہ حضرت حق جل وعلا شانہ کی قدرت کے بارہ میں نہیں جاری ہوسکتا کیونکہ وہ خالق کل ہیں استعداد بہی اونہی کی پیدا کی ہوئی ہے تو وہ اگر موم سے پتھر کا کام یا برعکس لینا چاہیں تو یہ ان لوگوں کے اسیطرح سے سکتے ہیں کہ اول اوس میں استعداد پیدا کردیں پہر اوس سے وہ کام لیں۔ لیکن خود استعداد کیلئے استعداد کی ضرورت نہیں کیونکہ اس کے متعلق غور کیا جاوے کہ وہ کیا چیز ہے تو حقیقت

۲۰۰ اوسکی سوائے اسکے کچہ نہیں کہ وہ ایک کیفیت ہے جو صرف حکم الٰہی سے پیدا ہوتی ہے۔ اوس کے لیئے پہر کسی اور استعداد کی ضرورت نہیں ورنہ تسلسل لازم آوے گا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جس چیز میں چاہیں جو استعداد چاہیں پیدا کرسکتے ہیں اوس کے بعد اوس میں وہ تصرف بآسانی ہوسکتا ہے اور وہ کام اوس سے ہوسکتا ہے۔ اب ناظرین اس مضمون میں ذرا سا غور اور کریں کہ اگرچہ تصرف استعداد کے موافق ہوتا ہے لیکن خود استعداد کسی ضابطہ کی پابند نہیں تو نتیجہ یہ نکلا کہ تصرف کسی ضابطہ کی پابند نہیں اب سمجھ میں آگیا ہوگا کہ حق تعالیٰ کی قدرت تصرف کیلیے کوئی تحدید نہیں ہاں اپنے ارادہ سے بعض چیزوں میں کوئی حد مقرر کر رکہی ہے کہ اکثر اوس کے خلاف نہیں کرتے مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ کرہی نہیں سکتے چنانچہ کبہی کبہی بدرجہ اقل یا دوہانی قدرت کے لیے خلاف کرہی دیتے ہیں اسیکو معجزہ یا کرامت کہتے ہیں جیسے چٹکی میں لوہے کو دبانے کی قدرت نہیں مگر حضرت داؤد علیہ السلام کے ہاتھ میں لوہے کو ایسا ہی نرم کردیا جیسے موم وَاَلَنَّا لَهُ الْحَدِيْدَ کہ اوس سے آپ بے تکلف زرہ بنالیتے تہے غرض ہماری قدرت اور حق تعالیٰ کی قدرت میں فرق ہے حق تعالیٰ کی قدرت کی کوئی تحدید نہیں

(باقی آیندہ)

بعض شیعہ صاحبان فرمایا کرتے ہیں کہ ان اللہ معنا میں لفظ معنا کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے بطور استہزا یعنی ٹھٹھے کے فرمایا تھا سو اس کا یہ جواب ہے کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لفظ معنا کو ٹھٹھے کے واسطے فرمایا ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی داخل ہیں اور اگر رفعت شان و علو مرتبہ کے لئے فرمایا ہے تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہی داخل ہیں ×

فریدالدین عطا قدس سرہ العزیز نے صدیق رضی اللہ پر سکینہ نازل ہونے کے بارہ میں فرمایا ہے ؎

خواجۂ اول کہ اول یار اوست ثانی اثنین اذ ہما فی الغار اوست
چوں سکینہ شد ز حق منزل برو گشت مشکلہائے عالم حل برو

حسین ابن فضل رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

من قال ان ابابکر لم یکن صاحب
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فھو کافر
لانکارہ بنص القرآن وفی سائر الصحابۃ 119
کان مبتدعا لا کافرا

جو شخص اس بات کا انکار کرے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ رسول خدا
صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی نہ تھے وہ نص قرآن کا انکار
کرنے کی وجہ سے کافر ہے اور باقی اور صحابہ کے صحابی
ہونیکا انکار کرنے کی وجہ سے) بدعتی ہوگا کافر نہیں ہوگا

ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے امیہ بن خلف اور ابی بن خلف سے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو ایک چادر اور چند پیمانہ کے عوض میں خرید کر آزاد کر دیا تو آپ کی شان اور ابی بن خلف وغیرہ کے بارہ میں وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشَىٰ سے إِنَّ سَعْيَكُمْ لَشَتَّىٰ تک نازل ہوئی (کذا فی تاریخ الخلفاء) نیز تفسیر حسینی میں سورۃ واللیل کے متعلق مذکور ہے ×

اغلب مفسران برانند کہ این سورہ بعضی در شان
سیرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نازل شدہ و برخی
گفتہ اند در صفت امیہ بن خلف یا ابوجہل
فرود آمد و در کشف الاسرار آوردہ است
یکی آنکہ بیشتر و صدیقانست ازین امت

اکثر مفسرین اس بات پر متفق ہیں کہ بعض حصہ
اس سورت کا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی سیرت
میں نازل ہوا ہے اور کچھ نے بیان کیا ہے
کہ امیہ بن خلف یا ابوجہل کے بیان میں
اتری ہے کشف الاسرار میں وارد ہے

یعنی ابوبکر صدیق رضی اللہ ویکی اشقی کہ پیشوائے
زندیقانست از اہل ضلالت یعنی ابوجہل
و در فاتحہ سورۃ کہ بشب و روز قسم یاد میکند
اشارتست بظلمت یکے و نورانیت دیگرے
یعنی در شب ضلالت کسی را آن گمراہی نبود
کہ ابوجہل شقی را و در روز دعوت ہیچکس را
آن نور ہدایت ظاہر نشد کہ ابوبکر صدیق
تقی رضی اللہ عنہ مثنوی

سر روشندلان صدیق اعظم
کہ شد تسلیم تصدیقش مسلم
ز مہرش روز دین را روشنائی
بدو اہل یقیں را آشنائی ۱۴۰
سیہ دل کے کند این قول باور
تفاوتہاے دوران بین و داور

کہ یہ سورت دو شخصوں کے بارے میں ہے ایک اتقی کہ اس امت کے صدیقوں کے پیشوا ہیں یعنی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور ایک اشقی کہ اہل ضلالت سے بے دینوں کا پیشوا ہے یعنی ابوجہل شروع سورت میں شب روز کے ساتھ قسم کہانے میں ایک کی ظلمت کی طرف اشارہ ہے اور دوسرے کی نورانیت کی طرف یعنی شب ضلالت میں کسی شخص کی وہ گمراہی نہ تہی جیسی ابوجہل خبیث کی روز دعوت میں کسی شخص کا وہ نور ہدایت ظاہر نہ ہوا جیسا کہ ابوبکر تقی رضی اللہ عنہ کا

سر روشندلان صدیق اعظم * کہ شد تسلیم تصدیقش مسلم
زمہرش روز دین را روشنائی * بدو اہل یقیں را آشنائی
سیہ دل کے کند این قول باور * تفاوتہائے دوران بین و داور

قدوۃ المحققین زبدۃ المدققین مولانا مولوی محمد قطب الدین صاحب دہلوی نور اللہ مرقدہ تلمیذ رشید خاتم المحدثین وارث علوم سید المرسلین حضرت مولانا مولوی شاہ محمد اسحٰق صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب جامع التفاسیر میں اس سورت کے سبب نزول کے متعلق تحریر فرمایا ہے "اور سبب نزول اس سورت کا یہ ہے کہ مکہ معظمہ میں دو شخص رئیسوں سے بڑے مالدار تہے ایک حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور دوسرا امیہ بن خلف اور ان دونوں کا معاملہ مال کے صرف کرنے میں مختلف ہوا امیہ مال بہت رکہتا تہا اور بارہ غلاموں کو تربیت کرکے ہر ایک کو ایک ایک کام سپرد کیا تہا چنانچہ ایک غلام کو کہیتی کا داروغہ کیا تہا اور ایک کو میووں کے باغ کا اور ایک غلام کو قیمتی کپڑوں کی تجارت کے واسطے یمن اور شام کی طرف بہیجتا تہا اور ایک جانوروں پر مقرر کیا تہا کہ دودہ دہی اور نسل کی خبرداری کرکے اوسکے

حاصل کو جمع کیا کرے اور اس طرح ہر غلام کو ایک کام سپرد کیا تھا اور اس تدبیر سے مال بہت
جمع کیا تھا اور باوجود اس ثروت اور مالداری کے ایک کوڑی فقیر کو نہیں دیتا تھا اور اگر کوئی
غلام کسی محتاج کو چھدا دمی دمڑی کبھی دیتا تو اسپر خفا ہوتا بلکہ اس کام سے موقوف کرتا تھا اور
اگر کوئی شخص اس کمبخت کو لیلہ نصیحت کے کچھ سمجھاتا تھا کہ باوجود اس کثرت مال کے اللہ تعالے
کی راہ پر محتاجوں مسکینوں کو کس واسطے نہیں دیتا ہے اور آخرت کا ذخیرہ کیوں نہیں کرتا
ہے؟ تو وہ بدبخت اوس کے جواب میں کہتا تھا اول تو آخرت ہی کہاں ہے اور اگر
بالفرض ہوئی بھی تو اس قدر مال اور اسباب اور اولاد میں نے جمع کیا ہے کہ مجھ کو کچھ
احتیاج بہشت کی نعمتوں کی نہیں ہے اور ان چیزوں سے جسکی طمع اور لالچ محمد
(صلی اللہ علیہ وسلم) فقرا اور محتاجوں کو دیتا ہے اور اس سبب سے ان لوگوں کو اپنا گرویدہ
کرتا ہے مجھ کو کچھ پروا نہیں ہے اور اسی کے غلاموں سے ایک حضرت بلال رضی اللہ عنہ
تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص خادم تھے اور بزرگی میں ان کا مرتبہ اس
صد کو پہنچا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو عالم معاد میں اپنے آگے آگے ۱۴۱
چلتا دیکھا اور آپ کے حق میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بہشت
بلال کی مشتاق ہے سو حضرت بلال رضی اللہ عنہ جسوقت میں کہ مملوک اس بدبخت کے
تھے تو پوشیدہ اسلام لائے تھے اخیر کو رفتہ رفتہ ان کے اسلام لانے کی خبر اسکو
پہونچی تو اول ان کو معزول کیا اور خزانے اور بتخانہ کی داروغگی جو ان سے تعلق رکھتی
تھی دوسرے غلام کو سپرد کی پھر ان کو اپنے سامنے بلوا کے پوچھا کہ تو کس کو پوجتا ہے
حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خدا کو اس ملعون
نے کہا کہ اس دین کو چھوڑ دے نہیں تو میں تجھسے بری طرح پیش آؤں گا اور مارتے
مارتے مار ہی ڈالوں گا حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں تو اس دین سے
پھر نہیں سکتا تیرا جی چاہے سو کر میں تیرا غلام ہوں اس شقی ازلی نے اپنے
غلام سے ایسا حکم کیا کہ دن چڑھے ان کے بدن میں کانٹے چبھویا کرو اور جب
آفتاب خوب گرم ہو تب دھوپ میں چت لٹا کر سر سے پیر تک ان پر گرم پتھر

رکھدیا کرو تاکہ ہل نہ سکیں اور گردن سے آگ جلا دیا کرو اور جب شام ہو تب ہاتھ پیر ہاتھ باندھ کر اندھیرے مکان میں قید رکھو اور باری باری سے رات بھر کوڑے مارا کرو اور صبح تک یہ مار موقوف نہ کرو اسی طرح سے کتنے دنوں تک حضرت بلال رضی اللہ عنہ اس مصیبت میں گرفتار رہے اور پکار پکار کر احد احد کہا کئے یعنی معبود میرا ایک ہے۔ ایک روز حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ رات کے وقت اس طرف سے گذرے اور اس ملعون کے گھر سے آواز نالہ وزاری کی آپ کے کان میں پڑی۔ پوچھا اس گھر میں کیا ہوتا ہے اور یہ آواز کیسی ہے؟ لوگوں نے کہا کہ بلال (رضی اللہ عنہ) نام ایک غلام ہے اسکو مارتا ہے یہ آواز اس غلام کے رونے کی ہے۔ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کو یہ بات سن کے نہایت رنج ہوا اور صبح اس کے گھر میں آپ تشریف لے گئے اس مردود کو نصیحت کرنی شروع کی کہ خدا سے ڈر۔ اور اس غلام پر اتنا ظلم ناحق مت کر اس واسطے کہ اس نے سچا دین قبول کیا ہے تجھ کو چاہیئے کہ اس غلام کو غنیمت جان اور اوس کے ساتھ احسان کر کہ آخرت میں تیرے کام آوے اور تجھ کو اس سختی سے بچاویگا اس ملعون نے کہا ۱۲۲
کہ آخرت ہے کہاں اور دین کہاں سے معلوم ہوا کہ سچا ہے۔ اور اگر بالفرض آخرت ہوئی بھی تو مجھ کو دنیا میں کس چیز کی کمی ہے کہ آخرت کی نعمتوں پر جو فقط وہم وخیال ہے فریفتہ ہوں میرے پاس دنیا میں بہشت موجود ہے چنانچہ تم بھی جانتے ہو کہ کوئی چیز ایسی نہیں جو میرے کارخانہ میں موجود نہیں ہے اور مضمون ان بیتوں کا ادا کرتا تھا ؎

صبح تو جام سے گزرتی ہے شب دلارام سے گذرتی ہے
عاقبت کی خبر کسے معلوم یہاں تو آرام سے گذرتی ہے

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پھر اوسکو سمجھایا اور نصیحت کی کہ میرا کہا مان اور اس بیچارے مسکین پر ظلم کرنے سے باز آ۔ اس بدبخت نے کہا اگر تمہارا دل اس پر ترس کھاتا ہے تو تم ہی مالدار ہو اور آخرت کا اعتقاد بھی رکھتے ہو تم ہی ثواب کماؤ اور اس غلام کو مجھ سے خرید لو۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو اس بات کی آرزو رکھتے تھے فرمایا اس سے کیا بہتر ہے اس کے عوض جو تم طلب کروگے دونگا اور اسکو خریدونگا

(باقی آئندہ)

فہرست کتب کتبخانہ اشرفیہ دریبہ کلاں دہلی

سنہ ۱۳۴۸ھ

قواعد و ضوابط کتب خانہ ہذا

(۱) اس فہرست میں جو قیمتیں درج ہیں کتبخانہ اُنکا پابند ہوگا دوسرے مطابع کی قیمتوں کا اتباع لازم نہیں ہر فہرست جدید جو کتبخانہ شایع کرے فہرست سابق کی ناسخ ہوگی۔

(۲) قیمت مندرجہ فہرست غیر مجلد کتابوں کی قیمت ہے سوائے اُن کتابوں کے جنکے نام کیساتھ لفظ مجلد لکھا گیا ہو۔

(۳) بعض حضرات کتابوں کیساتھ کسی خاص مطبع کا نام لکھدیتے ہیں مثلاً شرح جامی مجتبائی حالانکہ مطلوبہ کتابیں اُس مطبع میں طبع نہیں ہوئی ہیں یا طبع ہوئی تھیں مگر نایاب ہوگئیں مثلاً بخاری مصطفائی ایسی حالت میں کتاب مطلوبہ فرمائش میں سے کاٹ دیجائیگی یا بصورت اجازت کسی دوسرے مطبع کی روانہ کیجائیگی۔

(۴) حتی الامکان کتابیں عمدہ خوشخط اچھے کاغذکی روانہ ہوتی ہیں سوائے اُن کتابوں کے جو عمدہ دستیاب نہوں۔

(۵) مصارف روانگی محصول ڈاک محصول ریل فیس منی آڈر بذمہ خریدار ہونگے

(۶) کتبخانہ سے مراسلت کرنیمیں اسکا لحاظ ضروری ہے کہ بلحاظ خطوط کی تاریخ و نمبر کا حوالہ دیا جائے ورنہ جواب ملنے میں تاخیر ہوگی۔

(۷) جن مقامات میں کہ ریلوے اسٹیشن قریب ہے وہاں مال طلب کرنیوالوں کو چاہیئے کہ اسٹیشن کا نام اور ہوسکے تو لائن کا نام بھی لکھدیا کریں تاکہ مال بذریعہ ریلوے پارسل روانہ ہو اور بلٹی کا ویلیو کرو اجائے اسمیں محصول کی تخفیف ہوگی ہاں دور دراز مقامات جہاں محصول ریل محصول ڈاک سے کم نہو وہاں ڈاکخانہ کے ذریعہ سے منگانا ہی سہولت ہے ڈاکخانہ کا نام ہر حال لکھنا ضروری ہے۔

(۸) جبکہ پیکٹ یا پارسل یا گٹھری کتبخانہ سے مقررہ احتیاط کیساتھ روانہ ہوجائیگی تو کتبخانہ آئندہ کسی نقصان کا ذمہ دار نہوگا۔

(۹) بعض کتابیں عربی فارسی اردو تینوں زبانوں میں ہیں مثلاً کنز الدقائق انکے ساتھ لفظ عربی یا فارسی یا اردو ضرور لکھنا چاہیئے

(۱۰) کوئی کتاب خلاف فرمائش روانہ نہوگی اگر غلطی سے ایسا ہوگیا ہو تو واپس لیجائیگی (۱۱) مجلد کتابوں کی فرمائش کی تعمیل اتنی دیر سے ہوگی جتنی دیر میں جلدیں تیار ہوں اور جلدساز کبھی معمول سے زیادہ دیر لگاتے ہیں (۱۲) فرمائش کنندہ کو لازم ہے کہ اپنا نام اور پتہ صاف و خوشخط لکھے اور ڈاکخانہ و ضلع بھی ضرور لکھنا چاہئے ممکن ہو تو ڈاکخانہ اور ریلوے اسٹیشن کا نام انگریزی میں لکھدیا کریں (۱۳) جواب طلب امور کیلئے جوابی کارڈ یا ٹکٹ آنا چاہیئے ورنہ بیرنگ خط واپس ہوں گے۔

(۱۴) بعض حضرات صرف ٹکٹ روانہ فرمادیتے ہیں کتبخانہ اُس کے عوض کتاب روانہ کردیتا ہے مگر راہ میں پیکٹ بوجہ از جسٹری نہونے کے ضایع

قرآن مجید مصری

قرآن مجید پندرہ سطری تقطیع خورد طول ۱۰، انچہ عرض میں
۶¼، انچہ مجلد بارچہ ایک روپیہ دس آنہ، مجلد چرمی (ع۸ر)

قرآن مجید مصری:- تقطیع متوسط طول میں
۱۱، انچہ عرض میں ۷¼، انچہ مجلد بارچہ ع۸ر مجلد چرمی (للعہ)

قرآن مجید مصری:- مطبوعہ قاسمی پریس
دیوبند جسکو مقتدر علماء دار العلوم نے نہایت عرق ریزی
کیساتھ صحیح کیا ہے مہر و دستخط تصدیقی کلام مجید کے آخر میں
ثبت ہیں تقطیع متوسط یعنی طول میں ۱۱، انچہ عرض میں
۷¼، انچہ مجلد بارچہ ع۸ر مجلد چرمی (للعہ)

نوٹ:- قرآن مجید مذکور بالا کے علاوہ بھی روانہ
ہو سکتے ہیں آپ اپنی گنجائش کے موافق ہدیہ کے طلب
فرمائیں، ارسال کئے جائیں گے۔

قرآن مجید مترجم

قرآن مجید پانچ ترجمہ والا:- اس میں پانچ ترجمہ
ہیں، حضرت مولنا شاہ ولی اللہ صاحب قدس سرہٗ و
حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ یہ دونوں تو فارسی ترجمے
ہیں اور حضرت مولانا شاہ رفیع الدین صاحب قدس سرہٗ
کا اردو لفظی و حضرت مولنا شاہ عبد القادر صاحب
قدس سرہٗ کا پرانہ محاورہ کا، اور پانچواں ترجمہ اردو حضرت
مولنا شاہ محمد اشرفعلی صاحب مدظلہم کا آجکل کے محاورہ
میں ہے اور حاشیہ پر احسن التفاسیر ہے، اس تفسیر میں
شان نزول روایات صحیحہ سے بیان کیا ہے، اور بہت
سہل الفاظ میں قرآن مجید کا مطلب بیان کیا ہے کہ
جسے ہر شخص بآسانی سمجھ سکتا ہے۔ کاغذ مصری کا ہدیہ
بلا جلد دس روپیہ اور مجلد بارہ روپیہ آٹھ آنہ (للعہ)
ایضاً کاغذ سفید گلیز بلا جلد (عہ) اور مجلد (عہ)

قرآن مجید مترجم:- ترجمہ حضرت مولنا شاہ
رفیع الدین صاحب تقطیع کلاں مجلد چرمی (للعہ)

قرآن مجید مترجم:- ترجمہ حضرت مولانا شاہ محمد
اشرفعلی صاحب مدظلہم حاشیہ پر شان نزول مطبوعہ مجیدی
پریس دہلی تقطیع طول میں ۱۱ انچہ اور عرض میں ۷¼
انچہ ہدیہ (عہ) اور مجلد بارچہ دو روپیہ آٹھ آنہ (للعہ) اور
مجلد چرمی تین روپیہ (للعہ) اور اگر مطلا شدہ درکار ہو تو
چار آنہ (۴ر) اور زائد ہونگے۔

حمائل شریف معرا و مترجم

حمائل شریف معرا:- جسکی نہایت عمدہ کتابت و
طباعت وغیرہ دیدہ زیب مجلد چرمی ایک روپیہ آٹھ آنہ (للعہ)

حمائل شریف مترجم مطبوعہ محبوب المطابع کاغذ
سفید اس حمائل شریف میں حسب ذیل خصوصیات ہیں
(۱) ترجمہ حضرت حکیم الامت مولانا اشرفعلی صاحب تھانوی
مدظلہم (۲) فضائل القرآن حدیث شریف سے لیکر حاشیہ
پر درج کئے گئے ہیں (۳) خواص القرآن۔ تمام سورتوں
اور اکثر آیتوں کی خاصیتیں اور تعویذ مستند کتابوں سے لیکر
درج کئے گئے ہیں (۴) تعبیر خواب (۵) شان نزول۔ اکثر آیات
کا لکھا گیا ہے (۶) ربط آیات و ربط سورتہائے قرآن مجید بھی
بیان کیا گیا ہے (۷) عجیب و غریب فوائد نافعہ (۸) مسائل القرآن
آیتوں سے جو مسائل نکلتے ہیں انکا بیان (۹) اول میں ایک
مقدمہ بھی ہے جس میں بہت سے مفید مضامین اور مضامین قرآن مجید
کی فہرست وغیرہ ہدیہ بلا جلد (عہ) اور مجلد (عہ)

حمائل شریف مترجم ترجمہ حضرت مولانا تھانوی

نام کتاب	قیمت
مدظلہم تقطیع حمائلی بہ مجلد چرمی۔	[illegible]
حمائل شریف مترجم مع ترجمہ مولوی عاشق الٰہی صاحب مولوی فاضل میرٹھی ترجمہ بامحاورہ اردو حاشیہ پر شان نزول فوائد سورتوں کے خواص اور ترتیب نزول آخر میں خاندان چشتیہ کا شجرہ ابتدا میں ۴۸ صفحہ کا رسالہ جس میں انبیا علیہم السلام کے حالات درج ہیں منظوم ہے۔ کاغذ سفید چکنا چھپا شدہ مجلد چرمی۔	للعہ

کتب تجوید

نام کتاب	قیمت
آداب القرآن مجید	۱ر
تجوید القرآن مع رسالہ تعلیم القرآن و یادگار حق القرآن از حضرت مولانا تھانوی مدظلہم	۱۰ر
تنشیط الطبع فی اجراء السبع از حضرت مولانا تھانوی اس میں قاریوں اور انکے راویوں کے نام اور اختلاف اور ساتوں قرأتوں کے علم اور انکی ترکیب تعبیر وغیرہ ہے	۵ر
التیسیر	۱۰ر
جمال القرآن علم تجوید میں نہایت واضح اور جامع رسالہ از حضرت تھانوی مدظلہم	۳ر
وقائق المحکمہ شرح جزری از شیخ الاسلام ذکریا شافعیؒ	۳ر
رموز القرآن	۱۰ر
شرح جزری اردو	۵ر
فوائد مکیہ	۳ر
مجموعہ بست رسائل قرأت	۵ر
مجموعہ زینۃ القاری مع مخارج الحروف و معراج القاری والبیان الجزیل الترتیل۔	۳ر
مفتاح القرآن	۱ر
مفید القاری	۲ر

کتب تفسیر عربی

نام کتاب	قیمت
تفسیر جلالین مع کمالین۔	[illegible]
تفسیر بیضاوی تا درس کانپوری	[illegible]
تفسیر بیضاوی مع محشی نادر	[illegible]
" " نظامی	[illegible]
تفسیر جامع البیان	صر
سبق الغایات فی نسق الآیات از حضرت مولانا تھانوی مدظلہم العالی	۱۰ر

کتب تفسیر اردو

نام کتاب	قیمت
تفسیر بیان القرآن مؤلفہ حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی مدظلہ اس تفسیر کی خوبی پورے طور پر بیان کرنا مشکل ہے حضرت مولانا نے اسمیں ان امور کا التزام کیا ہے ترجمہ بامحاورہ مگر تحت اللفظ کی رعایت مدنظر ہے توضیح کے لئے ف کے نشان سے تفسیر کی گئی ہے ضروری مضامین اور روایات صحیحہ لکھی ہیں اتباع سلف کا التزام ہے، مسائل فقہیہ و کلامیہ سے بھی حسب ضرورت بحث کی گئی ہے جن آیات کی تفسیر احادیث مرفوعہ سے بھی وارد ہوتی ہے اس کو مقدم رکھا ہے ربط آیات خاص اہتمام سے بیان کیا ہے، ہر صفحہ کے حصہ زیریں میں جدول دیگر نیچے اختلاف وحل لغات ضروری ترکیب وجوہ بلاغت توجیہہ ترجمہ مختصر مذکور ہے۔ کامل	عنہ
ایضاً حصہ اول	[illegible]
" " دوم	[illegible]
" " سوم	[illegible]
" " چہارم	[illegible]
" " پنجم	[illegible]
" " ششم	[illegible]
" " ہفتم	[illegible]
" " ہشتم	[illegible]
" " نہم	[illegible]
" " دہم	[illegible]
" " یازدہم	[illegible]
" " دوازدہم	[illegible]
تفسیر عزیزی پارہ عم از حضرت مولانا شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلویؒ	[illegible]
پارہ تبارک الذی	[illegible]
تفسیر مرادیہ	[illegible]
تفسیر موضح القرآن از حضرت مولانا مولوی شاہ عبد القادر صاحب محدث دہلویؒ یہ تفسیر تمام قرآن شریف کی ہے ایسی مختصر اور واضح تفسیر	

نام کتاب	قیمت

میرے خیال سے دوسری نہیں ہے

تفسیر حل القرآن از مولانا مولوی حبیب احمد صاحب کیرانوی یہ تفسیر آجکل کی ضروریات کے لحاظ سے نہایت کارآمد ہے اسکی تعریف میں صرف حضرت مولانا تھانوی مدظلہم کی تقریظ کا خلاصہ پیش کرتا ہوں اس کو اس کی خوبی معلوم ہوجائیگی

خلاصہ تقریظ حضرت حکیم الامۃ تاج المفسرین مولانا مولوی شاہ محمد اشرفعلی صاحب تھانوی دام ظلہم العالے

بعد الحمد والصلوٰۃ احقر مظہر ہے کہ میں نے اس تفسیر مسمی بہ حل القرآن مولفہ مشفق مکرم جامع فضائل علمیہ وعملیہ مولوی حبیب احمد صاحب کیرانوی سلمہ اللہ تعالیٰ کو شروع سے ختم تک حرفاً حرفاً دیکھا ہے جو خصوصیات تفسیر کی میرے ذہن میں ہیں انکو لکھتا ہوں (۱) ترجمہ سلیس و شگفتہ ہو جسمیں لغت و محاورہ دونوں کی کافی رعایت ہو۔ زبان نہ

نام کتاب	قیمت

بازاری و مبتذل نہ محض کتابی وثقیل۔ | للعہ

(۲) تفسیر نہ اتنی مختصر ہے کہ مقصود ہی مخل ہو نہ ایسی طویل کہ ناظرین کے لئے مملل واکتا دینے والی ہو۔ (۳) تفسیر کی تقریر ایسے انداز سے کی گئی ہے کہ اُسی سے اجزاء قرآنیہ میں نہایت لطیف ارتباط بھی ظاہر ہوگیا ہے۔ (۴) بعض جگہ میرے حواشی ملیں گے جنمیں بعض حواشی سے میرا جوش وجد ظاہر ہوگا جو غایت استحسان سے ناشی ہوا (۵) بعض فرق باطلہ کے تمسکات کا مواقع حاجت میں جواب بھی دیا گیا اور جواب بھی بہت دلپذیر

یہ مختصر نمونہ ہے خصوصیات کا باقی مطالعہ سے جو خصوصیات مشاہد ہوں گی وہ اُن کے علاوہ ہیں۔ میری رائے میں عوام و خواص سب کیلئے یہ تفسیر تمام اُن تفاسیر کے اعتبار سے مفید ہے جو اس وقت حاضر ہیں۔ قیمت بھی ارزاں ہے لینے میں دریغ نہ کیا جاوے

نام کتاب	قیمت

کتبہ الاحقر اشرفعلی التھانوی الحنفی فی تھانہ بھون لعشرین من صفر ۱۳۴۲ھ

اسوقت اس تفسیر کی صرف جلد اول تیار ہے جسمیں سورہ بقر کی تفسیر ہے ضخامت ۱۲۸ صفحے تقطیع ۲۰×۲۶ قیمت | عہ

تفسیر حقانی یہ تفسیر عرصہ سے کمیاب بلکہ نایاب تھی مگر اب اس کی طباعت شروع ہوگئی اور مفصل ذیل جلدیں تیار ہوگئی ہیں

نام کتاب	قیمت
اول یعنی مقدمہ	۱۲ر
دویم	للعہ
سویم	للعہ
تفسیر سورۂ فاتحہ	۳ر
جواہر التفاسیر	۱۲ر

کتب حدیث عربی

نام کتاب	قیمت
الطیب الشذی علی جامع الترمذی از مولانا اشفاق الرحمن صاحب ضخامت ۴۰۰ صفحات	للعہ
ابوداؤد مجتبائی	عہ
العرف الشذی علی جامع الترمذی	للعہ

نام کتاب	قیمت
اعلام اہل العصر	عہ
ابن ماجہ	صہ
بلوغ المرام	۱۰ر
جامع الترمذی	للعہ
ایضاً مجیدی	عہ
حصن حصین محشی بحواشی مولانا عبدالحی صاحب رح	۱۲ر
دارقطنی	للعہ
کشف المغطا عن رجال الموطا ضخامت ۶۴ صفحات	۸ر
صحیح مسلم شریف	للعہ
مصفّے مسوی شرح موطا امام مالک رح جا مل تین ابھی پوری کیفیت صفحہ ۲۳ پر ملاحظہ ہو۔	للعہ
مشکوٰۃ شریف	عہ
ایضاً مجتبائی	للعہ
موطا امام محمد رحمۃ اللہ علیہ	للعہ
موطا امام مالک رح	۱۲ر
نسائی شریف	للعہ
نخبۃ الفکر	۱۰ر

کتب حدیث اردو

نام کتاب	قیمت
اسماء الرجال اردو	للعہ
التادیب التہذیب	
ترجمہ ترغیب و ترہیب	

نام کتاب	قیمت
اس میں احادیث شریف سے اعمال کی فضیلت اور گناہوں کی مذمت بیان کی گئی ہے جسکو پڑھ کر طاعت کی جانب مائل ہوجانا نہایت ممکن ہے اور گناہوں کے ترک کی توفیق نہایت سہل ہوجاتی ہے۔	۱۰/
ایضاً حصہ دویم یعنی کتاب الصلوٰۃ	عہ/
کتاب الجمعہ	۲/
کتاب الصدقات	۱۲/
فتاوی محمدی معشّٰ دیوبندی	۱۰/
حدیث اربعین	۱/
کہف المتین خلاصہ حصن حصین	عہ/
مجموعہ نواجہ ہندی	۸/
مجموعہ چہل حدیث	۲/
منبہات ابن حجر	۵
مشارق الانوار	[illegible]
نخبۃ الفکر اردو	۱۰/
عورتوں کی چہل حدیث اس کتاب میں چالیس احادیث ایسی جمع کیگئی ہیں جو عورتوں سے تعلق رکھتی ہیں ہر دو حصص	۴/

کتب فقہ عربی

نام کتاب	قیمت
شرح وقایہ اول	[illegible]
ایضاً ثانی	[illegible]
ایضاً ثالث زیر طبع	[illegible]
ایضاً رابع	[illegible]
صغیری	عہ/
قدوری محشی بحاشیہ حضرت مولانا محمد اعزاز علی صاحب مدرسہ دارالعلوم دیوبند	[illegible]
ایضاً کلیز کاغذ	[illegible]
منیۃ المصلی	۱۲/
ایضاً قاسمی	۱۰/
نور الایضاح محشی بحاشیہ مولنا محمد اعزاز علی صاحب سلمہ	۱۰/
نفع المفتی رسائل از مولنا عبدالحی صاحب لکھنوی رحمہ	۱۲/
ہدایہ محشی بحواشی مولانا عبدالحی صاحب	[illegible]
ایضاً اولین	[illegible]
ایضاً آخرین	[illegible]

اصول فقہ عربی واردو

نام کتاب	قیمت
اصول شاشی معہ اشرف الحواشی	۱۰/
ایضاً کلاں	عہ/
ازالۃ الغواشی ترجمہ اصول شاشی	۸/
توضیح تلویح بحاشیہ مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی وحاشیہ مولانا عبداللہ اللبیبائی بالتصریح حنفیہ کے اصول فقہ کی مستند اور نہایت مشہور کتاب ہے جو عموماً مدارس اسلامیہ میں داخل درس ہے لیکن آج تک ہندوستان میں اس درجہ کی صحت وکتابت طباعت کیساتھ طبع نہوئی تھی بصرف زر کثیر اب طبع ہوئی ہے۔	[illegible]
حسامی اصح المطابع	[illegible]
سوال وجواب نور الانوار	۸/
فصول شرح اصول شاشی	[illegible]
کشف المبہم	[illegible]
نور الانوار معہ قمر الاقمار	[illegible]

نام کتاب	قیمت
نامی شرح حسامی	[illegible]

کتب فقہ فارسی

نام کتاب	قیمت
بدائع منظوم	۳/
تحفہ نصائح	۳/
تذکرۃ الموتیٰ والقبور	۲/
چہار باب	۲/
خلاصہ کیدانی	۱/
فتاوی عزیزی کامل	[illegible]
فتاوی مولانا شاہ رفیع الدین صاحب	۱/
مالابد منہ	۸/
ایضاً مجتبائی	۱۰/
مفتاح الصلوٰۃ	عہ/
نام حق	۱/
ایضاً مترجم	۱۰/

کتب فقہ اردو

نام کتاب	قیمت
احسن المسائل ترجمہ کنز الدقائق	[illegible]
اغلاط العوام ازمولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی مدظلہٗ عوام میں جو غلط مسائل مشہور ہیں اُن کی تردید میں ہے	۱۰/
اسلام کی پہیلی	۱/

نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت
اسلام کی دوسری	۴ر	ترغیب الجماعت	ار	رفیع الدین صاحبؒ	۴ر	اولین	۶ر
آثار محشر	۲ر	تعلیم النسا	٥ر	سرمایہ آخرت	۱۰ر	ایضاً آخرین	۶ر
اشراق نوری ترجمہ		تمیز الکلام للحلال و حرام	۱۰ر	شرح وقایہ اردو	عہ	تتمہ اولیٰ و ثالثہ امداد	
قدوری	عہ	تعلیم الدین مؤلفہ حضرت		شریعت کا لٹھ و کوڑا	ار	الفتاوے۔ اس میں ۱۳۲۶ھ	
تعلیم الاسلام مؤلفہ		مولانا تھانوی اس میں عقائد		شاہد تربیت معروف بہ شربت		سے لیکر ۱۳۳۲ھ تک کے	
مولانا کفایت اللہ صاحب		و تصدیقات اعمال عبادات		سنی یہ رسالہ مختصر زبان		فتاوے درج ہیں اور ان	
قاعدہ	۱ر	و معاملات و سیاسات		اردو نہایت جامع ہے		کے تین حصص ہیں اول	
حصہ اول	ار	آداب معاشرت سلوک		دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے	۴ر	امداد الفتاوی، دوم	
حصہ دوم	۲ر	و مقامات بالتفصیل درج		شرح محمدی منظوم	٥ر	حوادث الفتاوی سوم	
حصہ سوم	۴ر	ہیں۔	۸ر	صبح کا ستارہ	۱۰ر	ترجیح الراجح) امداد الفتاوی	
حصہ چہارم	٥ر	تجہیز و تکفین	۱۰ر	صلوٰۃ الرحمٰن ترجمہ		میں وہ فتاوی ہیں جو پہلی	
تحفۃ الزوجین یہ رسالہ		حارق الاشرار	۱۰ر	منیۃ المصلی	۸ر	کتب سے نقل کئے ہیں اور	
نواب قطب الدین صاحبؒ		حقیقۃ الصلوٰۃ	۱۰ر	صفائی معاملات		حوادث الفتاوی میں وہ	
کا ہے اس میں زوجین کے		حقوق الاسلام	ار	از مولانا تھانوی مد ظلہ	۱۲ر	فتاوی ہیں جو بوجہ نئی	
حقوق ہیں مثلاً باب اول		خلاصۃ النکاح	۳ر	ضمان الفردوس		ایجادات کے سابقہ کتب	
حقوق خاوند کے بیوی پر		خلاصۃ المسائل	۲ر	از مفتی عنایت احمد صاحب	۲ر	میں نہیں اجتہاد سے جواب	
باب دوم حقوق بیوی کے		خلاصۃ الفقہ	۲ر	ضروری ترجمہ قدوری	۶ر	دئے ہیں، ترجیح الراجح	
خاوند پر یہ رسالہ نہایت		راہ نجات	ار	فضائل شہور و صیام	۳ر	اس میں وہ مسائل ہیں جن سے	
کارآمد اور قابل عمل ہے۔	۴ر	رسالہ علم غیب	ار	فتاوی اشرفیہ اول	۴ر	رجوع کیا جاتا ہے وہ بھی	
تقویۃ الایمان مع تذکیر		رسالہ عقیقہ	ار	ایضاً ،، دوم	۲ر	سلسلہ میں داخل کئے جاتے	
الاخوان وغیرہ	عہ	رانڈوں کی شادی	۱۰ر	فتاوی امدادیہ یعنی		ہیں رجوع کرنا اہل حق کا	
ایضاً خورد اس میں اور		رسالہ بالغ الزنا	٥ر	فتاوی اشرفیہ کامل		ہی کام ہے ورنہ یہ نفس	
رسالہ نہیں صرف تقویۃ		راہ جنت	۴ر	حضرت مولانا شاہ محمد		پر بڑا شاق ہے۔	۴ر
الایمان ہی ہے۔	۴ر	رفاہ المسلمین	٥ر	اشرف علی صاحب مد ظلہم		تتمہ ثالثہ ۱۳۳۳ھ کے	
ترکیب الصلوٰۃ	۳ر	زلزلۃ الساعۃ ترجمہ		کے ۱۳۰۱ھ سے لیکر ۱۳۲۶ھ		فتاوی۔	عہ
ترتیب الصلوٰۃ	۸ر	قیامت نامہ شاہ		تک کے فتاوؤں کا مجموعہ		تتمہ رابعہ ۱۳۳۴ھ کے	

نام کتاب	قیمت
فتاوی	۱۲ر
تتمہ خامسہ ۱۳۳۵ھ	
سے لیکر نصف ۱۳۳۷ھ	
تک کے فتاوی	ھر
فتاوی احتیاط الظہر	۱ر
فتاوی رشیدیہ اول	۱۲ر
ایضاً دویم	۱۲ر
ایضاً سویم	۱۲ر
فتاوی میلاد شریف	۱ر
قیامت نامہ بہشت نامہ	۲ر
مفتاح الجنۃ	۵ر
مالابد اردو	۴ر
نصیحۃ المسلمین	۱ر
نافعہ خریداران	۱ر
ہدیۃ الآفاق	
النکاح والطلاق	
اس میں نکاح وطلاق	
کے مسائل ہیں	۳ر
ہدایۃ الاسلام	۵ر

کتب عقائد وکلام عربی وفارسی

نام کتاب	قیمت
تکمیل الایمان	۴ر
شرح فقہ اکبر ملا علی قاری	عہ
خیالی	جر
شرح عقائد نسفی	عہ

نام کتاب	قیمت
مجموعہ میر زاہد شرح	۱۲ر
مواقف	
ملا جلال	

کتب عقائد اردو

نام کتاب	قیمت
تکمیل الایمان اردو	۱۲ر
تہذیب العقائد ترجمہ	۱۲ر
شرح عقائد نسفی	۱۲ر
تصفیۃ العقائد	۱ر
عقائد الاسلام ترجمہ	۲ر
فقہ اکبر ملا علی قاری	۵ر
عقائد الاسلام از	۴ر
مولانا عبد الحق صاحب	۱ر
مفسر تفسیر حقانی نہایت	۱ر
کارآمد کتاب ہے۔	
فروع الایمان از	
حضرت مولانا تھانوی مدظلہ	

کتب فرائض عربی واردو

نام کتاب	قیمت
تسہیل الفرائض عربی	۵ر
ایضاً اردو	۵ر
سراجی	۸ر
ایضاً مجتبائی	۱۰ر
شریفیہ	عہ
علم الفرائض	۱۲ر

نام کتاب	قیمت
کنز الفرائض ترجمہ سراجی	عہ
میراث المسلمین از	
مولانا اصغر حسین صاحب	
دیوبندی	۳ر

کتب صرف عربی

نام کتاب	قیمت
آویب الصرف ترجمہ	
پنج گنج	۵ر
ابواب الصرف	۵ر
ایضاً مجتبائی	۷ر
تبیان شرح میزان	۴ر
جامع التعلیلات	۸ر
جاربردی	عہ
حنفیہ شرح مراح الارواح	۱۴ر
دستور المبتدی	۳ر
زنجانی	۲ر
زراوی	۳ر
شافیہ	۱۲ر
صرف میر	۴ر
عزیز المبتدی ترجمہ	
میزان الصرف	۳ر
عزیز الطالبین اردو	
شرح پنج گنج	۸ر
علم الصیغہ	۲ر
ایضاً مجتبائی	۸ر
فصول اکبری	۶ر

نام کتاب	قیمت
ایضاً مجتبائی	۸ر
کتاب الصرف از حافظ	
عبد الرحمن صاحب	۱۲ر
میزان الصرف و	
منشعب	۲ر
مجموعہ جنگ صرف نحو میر	
صرف میر شرح مائۃ عامل	
دستور المبتدی پنج گنج میزان منشعب	عہ
مجموعہ پنج گنج	۴ر
مراح الارواح	۶ر
نوادر الوصول شرح	
فصول اکبری	عہ

کتب نحو عربی

نام کتاب	قیمت
الفیہ ابن مالک	۱۲ر
الہامیہ	۸ر
تیسیر المبتدی	۶ر
تحریر سنبٹ شرح کافیہ	عہ
تسہیل الکافیہ	۸ر
تعریب الاطفال یہ	
بزبان اردو نہایت سہل	
اور کارآمد رسالہ ہے	۳ر
درایۃ النحو شرح ہدایۃ النحو	۱۲ر
شرح جامی	۴ر
شرح مائۃ عامل سعدیہ	۸ر
ترکیب مجتبائی	۶ر

نام کتاب	قیمت
ایضاً کانپوری	۳۰ر
ایضاً کلاں	۱۲ر
ایضاً مترجم معروف بہ	
جواہر العرب	۶ر
صرزیری	۲ر
عزیز النحاۃ ترجمہ نحو میر	۳ر
کتاب النحو از حافظ عبد الرحمٰن	
صاحب امرتسری	۸ر
کافیہ	۸ر
مفصل	عہ ۳ر
مجموعہ نحو میر	۴ر
ہدایۃ النحو	۸ر
علم النحو	۶ر

کتب منطق و فلسفہ

نام کتاب	قیمت
ایساغوجی	۳ر
بدیع المیزان	۵ر
سلم العلوم	عہ
شرح تہذیب سعہ	
تحفہ شاہجہانی	۱۴ر
شرح ہدایۃ الحکمۃ	
خیرآبادی	عہ
صدرا مجتبائی	۶ ۴ر
قطبی	۱۲ر
قال اقول	۴ر
میر زاہد ملا جلال	۶ ۴ر

نام کتاب	قیمت
مجموعہ منطق	۸ر
مرقات	۲ر
ملا حسن	۶ ۸ر
میبذی	عہ ۸ر
ہدیہ سعیدیہ	عہ ۳ر
المنطق	۲ر

کتب انشاء و ادب عربی

نام کتاب	قیمت
اخوان الصفا بقدر نصاب	۸ر
ایضاً کامل	عہ ۸ر
ارشاد الی بانت سعادؐ	
یعنی شرح قصیدہ بانت	
سعاد از مولانا ذو الفقار	
علی صاحب دیوبندی	۵ر
بدیع الانشاء	۶ر
تاریخ الخلفاء	عہ ۸ر
التعلیقات الی سبع	
معلقات	۱۴ر
دیوان حضرت علیؓ	۱۰ر
دیوان حماسہ مطبوعہ	
مطبع قاسمی دیوبند محشی	
بحاشیہ حضرت مولنا محمدؐ	
اعزاز علی صاحب	سے ۸ر
دیوان متنبی بحاشیہ	

نام کتاب	قیمت
مولنا محمد اعزاز علی صاحب	
مطبوعہ قاسمی پریس دیوبند	للعہ
عربی بول چال اول	۱۲ر
ایضاً ثانی	۱۲ر
عطر الوردہ شرح	
قصیدہ بردہ	۶ر
قلیوبی مع فرہنگ	عہ ۱۰ر
مقامات حریری	
محشی بحاشیہ مولوی	
محمد ادریس صاحب	
ایسا حاشیہ آج تک	
مقامات پر نہیں ہوا	
۴۳۰ مقامات ضخامت	
۴۲۲ صفحات	سے
ایضاً مجتبائی	۶ ۴ر
مکاتیب رشیدی	۴ر
مرقاۃ رحیمیہ	۲ر
مقامات بدیع ہمدانی	۵ر
مرقات العربیہ	۲ر
ایضاً دوم	۸ر
ایضاً سوم	۱۰ر
مفید الطالبین	۳ر
ایضاً مترجم	۴ر
نفحۃ الیمن نادرس	۸ر
ایضاً کامل	عہ ۱۲ر
ایضاً گلینر	۶ر

کتب معانی و بیان و عروض عربی و فارسی و اردو

نام کتاب	قیمت
تلخیص المفتاح	۸ر
تذکرۃ البلاغت	عہ ۸ر
رسالہ تذکیر و تانیث	۲ر
عروض المفتاح	۱۰ر
عروض سیفی	۲ر
مختصر معانی	۵ر
ایضاً مجتبائی	سے ۸ر

ہیئت عربی و ریاضی

نام کتاب	قیمت
اقلیدس	۹ر
باب تشریح الافلاک	۸ر
تصریح فی تشریح	۱۴ر
خلاصۃ الحساب	۸ر
سبع شداد	۸
شرح چغمینی	صہ ۴ر
شمس بازغہ	۶ ۸ر
قوشجیہ	۴ر

کتب حساب و

نام کتاب	قیمت
پہاڑہ اردو	۲ر
ایضاً عبارتی معہ گر	۱ر
زبانی حساب	۱ر
عقد انامل دونوں ہاتھوں کی انگلیوں پر دس ہزار تک شمار کرنا سنت کے موافق اگر یاد کرنا ہو تو اس رسالہ کو دیکھو پہلے جو چھپا تھا وہ بلا اُستاد سمجھ میں مشکل سے آتا تھا مگر اب انگلیوں کے نقشے بنوا دئے ہیں جنکے دیکھنے سے بآسانی سمجھ میں آجاتا ہے، اب بغیر اُستاد یاد کرنا آسان ہوگیا ہے اور اُس کے یاد کرلینے کے بعد تسبیح ہزار والے کی بنانے کی ضرورت نہیں اس کے ذریعہ دس ہزار تک یکدم شمار کرسکتے ہیں۔	
مکتب نامہ معروف بہ معلم الحساب	
مظہر الحساب	

لغات عربی و

فارسی و اردو

نام کتاب	قیمت
حمد باری	۱ر
غیاث اللغات کلاں	للعہ
کریم اللغات	۱۰ر
لغات کشوری	للعہ
لغات القرآن	۸ر
منتخب النفائس	۸ر
محاورات ہندوستان	عہ
منتخب اللغات	۸ر

کتب اخبار و سیر و تاریخ عربی و اردو

نام کتاب	قیمت
آغاز اسلام از مولانا عبداللہ صاحب انصاری جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش آغاز رسالت ہجرت غزوات وغیرہ ہیں	
الہارون ہارون رشید کے حالات	۱ر
بیان الامراء ترجمہ	۵ر
تاریخ الخلفاء حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لیکر ۹۰۳ تک کے خلفاء کے حالات اِس میں درج ہیں۔	۳ر
تاریخ الخلفاء عربی	۱ر
تاریخ حبیب الہ اردو	۸ر
تاریخ مکہ معظمہ اردو	۴ر
تذکرۃ الاولیاء اور یہ حضرت شیخ فریدالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ کا بزبان فارسی ہے جس میں اولیاء اللہ کے حالات ہیں اس کا ترجمہ بزبان اردو کیا گیا ہے، نہایت سلیس ہو دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔	
تاریخ بیت المقدس	۷ر
تاریخ بنی اسرائیل	۸ر
رحمۃ الرحمن ترجمہ قصیدۃ النعمان۔	۵ر
شمائم امدادیہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب قدس سرہٗ کی سوانحعمری وملفوظات	۲ر
فیوض الاسلام ترجمہ جدید فتوح الشام از مولانا حکیم شبیر احمد صاحب انصاری دام ظلہم	

شائقین تاریخ اسلامی کو ہم یہ مژدہ جانفزا سناتے ہیں کہ جناب مولانا شبیر احمد صاحب انصاری نے فتوح الشام کا نہایت سلیس اور با محاورہ ترجمہ کیا ہے۔ قدیم ترجمہ میں جو پیچیدگی اور اُلجھن ہے وہ باخبر حضرات سے پوشیدہ نہیں اِس زمانہ میں چونکہ اردو زبان روز بروز صاف و شستہ ہوتی جاتی ہے اِس لئے اِس پرانے ترجمہ نے اہم تاریخی واقعات و اسلامی فتوحات کی واقفیت کا دروازہ بند کر رکھا تھا۔ اور لوگ شائقین زمانہ حال کے موافق ایک عمدہ اور با محاورہ ترجمے کے منتظر رہتے تھے۔ الحمد للہ کہ اِس انتظار کی مدت اب ختم ہوگئی ہے اور فیوض الاسلام ترجمہ جدید فتوح الشام نہایت ہی آب و تاب سے ہدیہ ناظرین ہے۔ اِس کتاب کے مطالعہ سے آپ کو غازیان اسلام و مجاہدین ملت کی اولوالعزمی و جاں نثاری کے جو ہر شاندار موثر طریقہ سے معلوم ہونگے اور مشہور نامور

نام کتاب | قیمت | نام کتاب | قیمت | نام کتاب | قیمت | نام کتاب | قیمت

سپہ سالاران اسلام حضرت ابوعبیدہ بن جراح و حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہما کی مدبرانہ شجاعت و حکیمانہ سیاست کے حیرت انگیز کارنامے ملاحظہ سے گذریں گے۔

پس اے شیفتگان حریت اسلامی اور اے دلدادگان شوکت ملی فتوح الشام کے جدید ترجمہ سے عروج اسلامی کا سچا و صحیح نقشہ دیکھکر اپنی تباہی و بربادی کے اسباب معلوم کرو اور اپنی بزدلی و بے غیرتی پر آنسو بہاکر غیور و اولوالعزم شجاعان اسلام کے کارناموں کو اپنا رہنما بناؤ۔ فیوض الاسلام کی ضخامت ۸۱۲ صفحات تقطیع ۲۰/۲۶ ہے قیمت صرف [illegible]

نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب آقائے نامدار جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مستند سوانحعمری ابتداء یعنی صورت نوریہ سے دخول جنت تک کے نہایت صحیح روایات سے بہت عمدہ طرز پر عام فہم اردو زبان میں تحریر فرمائی ہے۔ جابجا اشعار شوقیہ سے زینت دی ہے یہی مبارک کتاب ہے جس کے زمانہ تالیف میں ضلع مظفر نگر میں وبا پھیل رہی تھی مگر اس کی برکت سے تھانہ بھون محفوظ رہا اور تجربہ سے ثابت ہوگیا ہے کہ زمانہ وبا میں اس کا مطالعہ دافع بلیات ہے جس مکان میں یہ روزانہ پڑھی جائے انشاء اللہ وہ مکان وبا سے محفوظ رہتا ہے، مزید برآں ساتویں بار اضافہ جدیدہ کے ساتھ طبع ہوئی ہے اور قیمت وہی ہے۔ ۱/۸

سفرنامہ مالٹا یا سیاست اسلامی کا ایک مجاہدانہ درس

آجکل جسکو دیکھئے وہ ہندوستان میں اسلامی سلطنت کے خواب دیکھ رہا ہے جبتک خود ہم کو سلطنت کے لئے ضرورت ہے ان کا نام نہیں تو کیا جو غلام ہو اور در غلامانہ صفات بھی اپنے اندر رکھتا ہو وہ کبھی غلامی کی قید سے آزاد ہوسکتا ہے؟ ہرگز نہیں حضرت شیخ الہند مولنا محمود حسن صاحب قدس سرہ بھی ہماری طرح دوسروں کے محکوم تھے مگر غلامانہ صفات سے پاک تھے، پس آپ نے اگر شیخ علیہ الرحمۃ کا سفرنامہ مالٹا نہ دیکھا ہو تو آپ دیکھئے آپ کو معلوم ہوگا کہ قدرت نے آپ کو کیسے شاہانہ اوصاف عطا فرمائے تھے۔ یہ سفرنامہ آپ کو بتائے گا کہ اغیار کے ہاتھوں میں پھنسکر اولوالعزمی ثابت قدمی بیخوفی حق گوئی کے جوہر دکھانا یہ خاص مجاہد فی اللہ ہی کی شان ہے اس سفرنامہ سے آپ حضرت علیہ الرحمۃ کے حالات زندگی معلوم کرکے اشداء علی الکفار رحماء بینہم کی تفسیر کا لطف اٹھائیں گے اور متقیانہ و مجاہدانہ اوصاف سے آگاہ ہوکر جام شریعت و سندان عشق کے یکجائی نظارہ سے وجد کرینگے۔ پس اے ترقی اسلام کے شیدائیو! اور اے عروج ملی کے فدائیو! آؤ! اور حضرت شیخ المجاہدین کا سفرنامہ پڑھکر جرأت و ہمت کا سبق حاصل کرو۔ خدا ترسی و حق پرستی کے خوگر بنو۔ ماسوا کا خوف دل سے نکال کر متوکلانہ جدوجہد سے اغیار پر جاہ و جلال کا رعب جماؤ قیمت ۱۰/

نجد و حجاز

ترجمہ الوہابیون والحجاز

مصنفہ سید محمد رشید رضا مصری مترجمہ مولوی عبدالرحیم اسلامیہ کالج پشاور

یہ کتاب حکومت نجد کی موجودہ جنگ کے حالات و حوادث کا بہترین مرقع ہے، اس میں بتلایا ہے کہ اہل نجد حجاز پر کیونکر حملہ آور ہوئے؟ کس طرح انہوں نے ملک حجاز فتح کرکے اپنی سلطنت میں شامل کرلیا، اور کیونکر انہوں نے مقامات مقدسہ کی حرمت کو قائم رکھا؟ ان کے حملہ کے عام و خاص اسباب کیا تھے؟ اور درحقیقت وجہ پرخاش کیا تھی؟ انکا مذہب، عقیدہ کیا ہے؟ اور سلف صالحین کے مذہب اور عقیدہ کے متعلق

نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت

مطابق اور کتاب و سنت اور آئمہ اربعہ کے مذہب سے انہیں کس قدر مطابقت حاصل ہے، شریف حسین اور اس کے ہوا خواہوں نے جو غلط افواہیں اور جھوٹا پروپیگنڈا ان کے خلاف پھیلا رکھا تھا، اس کی اصل حقیقت کیا ہے اور کہاں تک درست یا غلط ہے، ان سوالات کے جواب میں جس قدر شواہد پیش کئے گئے ہیں ان کی شہادت کے وثوق و اعتبار کے ثبوت میں اپنے ماخذ کا حوالہ ساتھ ساتھ دے کر ان کے بیان کو صحیح اور مصدقہ تسلیم کرنے میں ذرا بھی گنجائش باقی نہیں رہتی، علاوہ ازیں شریف مکہ اور سلطان ابن سعود کی تاریخ حیات اور ان کی اولاد و ذریت کے عادات و خصائل کا صحیح صحیح موازنہ و مقابلہ کیا ہے حجم ۲۰۰ صفحات، کاغذ معمولی، لکھائی چھپائی دیدہ زیب قیمت عہ

امیر الروایات اس جہل و ضلالت کے زمانہ میں جبکہ اہل اسلام مذہبی معلومات اور دینی کتب کے مطالعہ سے یکسو ہو چلے ہیں سخت ضرورت ہے کہ ان کو دینی معلومات کی واقفیت کے ساتھ یادگار صالحین و بزرگان دین کے حالات و واقعات کا مطالعہ بھی کرایا جائے جو دینی معلومات کے لئے اعانت کا کام دیگا خصوصاً ان بزرگان حقہ کا جن کے نام سے شاید ہی اس زمانہ میں کوئی ہستی ناواقف ہو کیا اس وقت مولانا محمد اسمعیل صاحب شہید دہلوی و حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب قدس سرہ و حضرت مولانا رشید احمد صاحب محدث گنگوہی و حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ و مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتوی قدس سرہ وغیرہ بزرگان کے اسمائے گرامی سے کوئی ہستی ناواقف نکل سکتی ہے ہرگز نہیں! ان حضرات کے حالات کے سچے اور صحیح ہونے کے لئے جناب امیر شاہ خاں صاحب مرحوم متوطن قصبہ خورجہ مقیم میرٹھ کی زبان سے نکلے ہوئے ہونے کے ساتھ حکیم الامۃ محی السنۃ حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب مدظلہ کے حواشی کی تزئین نور علی نور کا کام کر رہی ہے جن اوراق میں ان حضرات کے واقعات جمع کئے گئے ہیں انکا نام امیر الروایات فی حبیب الحکایات رکھا گیا ہے اس مختصر اشتہار میں اس کتاب کی کما حقہ تعریف ناممکن ہے پوری کیفیت کتاب کے ملاحظہ سے معلوم ہو سکتی ہے۔ قیمت — عہ

فردوس آسیہ از مولانا عبد الرب صاحب دہلوی اس میں خلفاء راشدین و اماموں کے مفصل حالات ہیں واعظین کے کار آمد — عہ؍

قصص الانبیاء کلاں — عا؍

سفر نامہ ابن بطوطہ محمد ابن بطوطہ نے ۷۲۵ھ میں ہندوستان، لنکا، روم، شام اور دوسرے ممالک اسلامی کی سیر کی اور اپنے چشم دید حالات قلمبند کئے ہیں — ستے؍

مولوی معنوی مولانا روم کی سوانحعمری — ۵؍

الکلام المبین فی معجزات سید المرسلین از مفتی عنایت احمد صاحب — ۸؍

کتب تصوف

ارشاد الطالبین از قاضی صاحب — ۳؍

اخلاق محسنی — ۹؍

امداد السلوک فارسی ترجمہ رسالہ مکیہ عربی حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے نہایت مستند — ۵؍

ارشاد مرشد۔ — ۱؍

بدر الشروح شرح دیوان حافظ — عا ۱۲؍

تربیت السالک از حضرت مولانا تھانوی سالکین کو جو واردات پیش آتی ہیں ان کا جواب سکو تصوف کا مطلب کہنا بجا ہے حصہ اول — ۲؍

نام کتاب	قیمت
الیضاً دوم	۲ر
ترجمہ کیمیائے سعادت	[illegible]
تحفة الصوفیه	۳ر
التکشف عن مہمات	
التصوف اسکی تعریف	
مولانا تھانوی کی تالیفات	
میں ملاحظہ ہو۔	صہ
تنبیه الغافلین	۹ر
تعلیم الدین از حضرت	
مولانا تھانوی اس میں	
عقائد و تصدیقات اعمال	
وعبادات ومعاشرت	
وسلوک اہل باطن وغیرہ	
وغیرہ۔	۸ر
تحفة العاشقین	۲ر
تحفة العشاق	۲ر
تذکرة الاولیاء اردو	[illegible]
حکایات الصالحین	۸ر
دیوان حافظ	عہ ۱۲
الیضاً مترجم	[illegible]
الدر المنضود ترجمہ	
البحر المورود حصہ اول	
اس رسالہ کا ہر سالک کے	
پاس رہنا اور وقتاً فوقتاً	
اس کا مطالعہ کرتے رہنا	
اور معاملات کے وقت اسکے	

نام کتاب	قیمت
مضامین کا حاضر رکھنا از حد	
ضروری اور نہایت مفید ہے	۱۰ر
رونمائے مثنوی دیباچہ	
کلید مثنوی شرح مثنوی	
مولانا روم	۱۰ر
سراج السالکین	۱۲ر
شفاء العلیل ترجمہ	
قول الجمیل از شاہ	
ولی اللہ صاحب رحمة	
اللہ علیہ	۲ر
ضیاء القلوب فارسی	
از حاجی امداد اللہ صاحب	۴ر
قصد السبیل از حضرت	
مولانا تھانوی ویسے تو	
مختصر ہے مگر نہایت کار آمد	
ہے تصوف کا عطر نکال کر	
پیش فرمایا ہے۔	۲ر
تسہیل قصد السبیل	۳ر
کیمیائے سعادت	عہ
کلید مثنوی شرح مثنوی	
مولانا روم جلد اول نصف	
دفتر اول	عہ
جلد دوم نصف دفتر	
اول کا آخری حصہ	عہ
الیضاً دفتر دوم کامل	سے
الیضاً دفتر سوم کے ربع	

نام کتاب	قیمت
اول کا نصف اس کے	
دو حصے ہیں حصہ اول	عہ
حصہ دوم	عہ
الیضاً دفتر ششم کامل	مہ
کشکول شریف	۶ر
کلیات امدادیه	۱۲ر
گلزار معرفت	۳ر
گلزار ابراہیم	۳ر
لب مثنوی	۵ر
مقاصد الصالحین	۴ر
مکتوبات کلیمی	۴ر
مرقع شریف کلیمی	۸ر
مثنوی بوعلی قلندر	۱ر
الیضاً " مترجم	۲ر
الیضاً شمس تبریز	۱ر
مسائل السلوک مع	
رفع الشکوک یہ کتاب	
علم تصوف کے جواہرات	
کا ایک بے بہا خزینہ ہے	
تمام قرآن شریف میں جو	
آیتیں مسائل تصوف پر	
دال ہیں اُن کی تفسیر ہے	
اور خطبہ میں اس تفسیر کا	
معتبر و مستند ہونا دلائل	
شرعیہ سے بیان فرمایا ہے یہ	
کتاب حرز جان بنانے کے	

نام کتاب	قیمت
قابل ہے اس میں وہ	
مسائل ہیں جو بدلول قرآنی	
ہیں کہ اُن کو اہل ظاہر بھی	
تسلیم کئے بغیر نہیں رہ سکتے	
از حکیم الامت مجدد الملة	
حضرت مولانا تھانوی مد ظلہم	ہے

کتب اوراد و وظائف

نام کتاب	قیمت
اعمال قرآنی	۵ر
اوراد رحمانی	۳ر
اوراد احسانی	۲ر
اوراد فتحیه	۳ر
بیاض محمدی	۲ر
تعبیر نامہ خواب	۲ر
تعبیر صادق	۱ر
جواہر القرآن	۵ر
حزب الاعظم	۸ر
حزب البحر مترجم حضرت	
حاجی امداد اللہ صاحب	
قدس سرہ کے سلسلہ کے	
مطابق	۱ر
حصن حصین	عہ
حرز المومنین من کلام	
سید المرسلین انتخاب	
حصن حصین	۳ر

نام کتاب	قیمت
دلائل الخیرات	۸ر
الیضاً مترجم تقطیع جیبی	عہ
کہف المصلین خلاصہ	
حصن حصین	۴ر
مناجات مقبول	۱۰ر

کتب خطب

نام کتاب	قیمت
الخطب الماثورہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشاد فرمودہ خطب حضرت مولانا تھانوی مدظلہم کے جمع کردہ گویا افضل الخطب ان سے بڑھ کر کوئی مجموعہ نہیں ہے	۲ر
خطبہ دوازدہ ماہی از ابن نباتہ	۸ر
الیضاً مترجم	۱۲ر
مجموعہ خطب اسمین مولانا شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی و مولانا اسمعیل شہید رحمتہ اللہ علیہ کے خطبے بھی شامل ہیں۔	۳ر
خطبہ علمی	۲ر
مجموعہ خطب از مولانا عبدالحی صاحب رح	عہ
خطبہ منیریہ	۱ر

کتب درسیہ فارسی برائے مبتدیان

نام کتاب	قیمت
احسن القواعد	۸ر
آمدن سی لفظی	۱ر
انوار سہیلی	عہ
بوستان	۱۲ر
الیضاً مترجم	۱۴
پندنامہ عطار	۲ر
الیضاً مترجم	۴ر
چہار گلزار	۴ر
چہل سبق	۱ر
حکایات لطیف	۲ر
حمد باری	۱ر
خالق باری	۱ر
دستور الصبیان	۱ر
الیضاً مترجم	۳ر
رسالہ عبدالواسع	۴ر
سکندرنامہ	عہ
الیضاً مترجم	۵
صفوۃ المصادر معروف بہ	
آمدنامہ	۱ر
قادرنامہ	۱ر
کریما	۱ر
الیضاً مترجم	۲ر
گفتگو نامہ فارسی	۱ر

نام کتاب	قیمت
گلزار دبستان	۲ر
گلستان	۱ر
الیضاً مترجم	۱۲ر
مفید نامہ	۴ر
محمود نامہ	۱ر
نامقیماں	۱ر
مصدر فیوض	۴ر
نام حق	۱ر
الیضاً مترجم	۱ر
یوسف زلیخا	۱۲ر
الیضاً مترجم	عہ

کتب انشائے فارسی و اردو

نام کتاب	قیمت
انشائے بشیر	۳ر
انشائے بہار عجم	۱ر
انشائے خلیفہ	۳ر
انشائے دلکشا	۳ر
انشائے جامی	۴ر
انشائے اردو	۱ر
انشائے خرد افروز	۱ر
انشائے بہار عجز	۲ر
رقعات عالمگیری	۳ر
رقعات عنایت علی	۵ر
اردوئے معلیٰ	۸ر

نام کتاب	قیمت
کاغذات کارروائی	۲ر
مکتوب محمدی	۱ر
مکتوب احمدی	۲ر

تصنیفات شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی قدس سرہٗ

نام کتاب	قیمت
رسالہ وحدۃ الوجود	۱ر
ضیاء القلوب	۴ر
غذائے روح	۵ر
تحفۃ العشاق	۲ر
دردنامہ غمناک	۱ر
ارشاد مرشد	۱ر
جہاد اکبر	۱ر

تصنیفات قطب الارشاد حضرت مرشدنا و مولانا رشید احمد صاحب محدث گنگوہی قدس سرہٗ

نام کتاب	قیمت
امداد السلوک	۵ر
ہدایۃ الشیعہ	۴ر
جیبی زبدۃ المناسک	

نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت
معہ رسالہ انیس الحجاج	۵ر	کے ذریعہ آپ کی خدمتیں		مناظرہ عجیبہ	۲ر	علیہ وسلم کے حالات وسیر میں	
سبیل الرشاد	۳ر	ارسال کئے ہیں اور آپنے		**تالیفات حضرت مولٰنا محمود حسن صاحب قدس سرہٗ دیوبندی**		نہایت جامع ومستند کتاب	
اوثق العریٰ	۱ر	اُن کے جوابات تحریر فرمائے				یہ وہی مبارک کتاب ہو جسکے	
ہدایت المعتدی فے قرأت المقتدی	۳ر	ہیں اور شریعت وطریقت کو ایک ہی کر دکھایا ہے ۔				زمانہ تالیف میں باوجودیکہ اطراف	
الرائے النجیح فی عدد رکعات التراویح		ہر سہ حصہ کی قیمت	۳ر			وجوانب میں وبا پھیل رہی تھی مگر اس کی برکت سے تھانہ بھون	
تصنیفات جامع العلوم حضرت مولٰنا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ	۱ر			احسن القرے	۲ر	محفوظ رہا اور وبا کے زمانہ میں	
فتاوی میلاد شریف	۱ر			ادلہ کاملہ	۲ر	جس مکان میں یہ پڑھی جاتی	
قطوف دانیہ فے کراہت جماعت ثانیہ	۲ر			الابواب التراجم	عہ	ہے ۔ وہ مکان محفوظ رہتا ہے	
				الجہد المقل کامل	عہ	گویا اس کا مطالعہ دافع بلیات	
ردّ الطغیان فے اوقات الفرقان		انتصار الاسلام	۱ر	کلیات شیخ الہند	۳ر	ہے اور کیوں نہ ہو یہ ان ذات	
فتوی احتیاط الظہر	۱ر	آب حیات	۱ر	مکتوبات شیخ الہند	۲ر	مقدس کے حالات میں ہے	
لطائف رشیدیہ	۲ر	تصفیۃ العقائد		مسدس مالمہ	عہ	جو رحمت ہی رحمت ہیں	عہ
فتاوی رشیدیہ از فتاویٰ		تحفہ لحمیہ	۱ر	مرثیہ بر وفات حضرت گنگوہی	۳ر	انوار المحسنین اولیاء	۲ر
طیبات عالم اجل فاضل		توثیق الکلام در بحث		**تصنیفات سیدی ومرشدی حکیم الامۃ محی السنہ حضرت مولٰنا مولوی قاری حاجی حافظ شاہ محمد اشرف علی صاحب مدظلہم العالی**	۱ر	اللہ کے تذکرہ میں جو برکت	
اکمل محرران امر شریعت		قرأۃ الفاتحہ خلف الامام			۲ر	حق تعالیٰ نے رکھی ہے	
معدن رموز طریقت حضرت		تقریر دلپذیر			۴ر	اس سے ہر سالک واقف	
مولانا الحاج رشید احمد صاحب		تحذیر الناس			۳ر	ہے ۔ اس واسطے تعریف	
محدث گنگوہی قدس سرہٗ		جمال قاسمی			۱ر	کی حاجت نہیں ۔	۸ر
اس میں صدہا مسائل شریعت		جواب ترکی بترکی			۵ر	امداد المشتاق یعنی	
ونکات تصوف موجود ہیں		حجۃ الاسلام			۵ر	قطب عالم شیخ المشائخ	
دور دور سے علماء ربانیین		قبلہ نما حصہ دوم انتصار الاسلام			۸ر	حضرت مولٰنا شاہ	
مشکوک اور نیز حضرات		دنبالہ قاسمی				حاجی محمد امداد اللہ صاحب	
نے اپنے وارد شدہ اور عوام		لطائف قاسمیہ		نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب صلی اللہ علیہ وسلم	۲ر	قدس سرہ العزیز کی سوانح	
نے مسائل خط و تحریر		مباحثہ شاہجہانپور		جناب رسول مقبول صلی اللہ	۲ر	عمری مع قیمت	۲ر
						تنبیہ الطربی فی تنزیہ	

نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت
ابن العربی یعنی حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ پر جو اعتراضات ہیں انکا جواب۔	عہ	ہیں کہاں ہیں علم تصوف پر نکتہ چینی کرنے والے اور کردن فراز طریقت کو شریعت سے جدا بتانے والے وہ آئیں اور مسائل السلوک کا مطالعہ کرکے اپنی غلطی پر متنبہ ہوں انشاء اللہ تعالیٰ ہر ایک مسئلہ پر آیت قرآنی سے استدلال دیکھکر اُن کو واضح ہوجائے گا کہ شریعت عین طریقت اور طریقت عین شریعت ہے ان دونوں میں تفریق کرنا اور ایک کو دوسرے کے غیر بتانا سراسر بے دینی و جہالت ہے۔	[illegible]	دافع الضنک فی منافع البنک گویا حضرت والا کی تازہ تحقیق متعلق بنک کے قیمت صرف	۵ر	مقدم رکھا ہے۔ ربط آیات خاص اہتمام سے بیان فرمایا ہے۔ ہر صفحہ کے ہر حصہ زیریں میں حاشیہ وغیرہ نیچے اختلاف قرأۃ حل لغات ضروری ترکیب وجوہ بلاغت، توجیہ ترجمہ مختصراً مذکور ہیں پوری تفسیر بارہ جلدوں میں ہے قیمت فی جلد۔ اور کامل۔	[illegible] ۲۰ مجلد
خصوص الکلم فی حل خصوص الحکم۔ خصوص الحکم کی شرح۔	مہ	مجموعہ تحذیر الاخوان عن الربوا فی ہندوستان جسمیں ہندوستان میں بنک وغیرہ سے سود لینے کی بحث، رشوتوں کی حقیقت نیز [illegible] کے متعلق ضروری تحقیق، نکاح خوانی کی اجرت کا حکم متعارف چندہ کے بعض مفاسد کا بیان بھی معہ		حضرت والا کی بیاض مسمیٰ بہ الطرائف والظرائف اس میں مختلف مضامین ہیں مثلاً فوائد علمیہ نکات تصوف عملیات، نسخہ جات وغیرہ	۹ر	تربیۃ السالک و تنجیۃ الہالک احکام باطنی کا مجموعہ ذکر و شغل کرنے والے حضرات حضرت والا مدظلہم کی خدمت میں اپنے باطنی حالات عرض کرتے ہیں وہ یکجا جمع کرلیے جاتے ہیں اور وہ شائع ہوتے رہتے ہیں سالکین و مشائخ کے لئے اس سے بہتر کوئی کتاب نہیں اُسکو [illegible] مطالعہ کیا جائے تو بجا ہے اس کے مطالعہ سے سالک تعلیم شیخ [illegible] ہو کے مستفیض ہو سکتا ہے	
مسائل السلوک معہ رفع الشکوک یہ کتاب علم تصوف کو جواہرات کا بے بہا خزینہ اور دریائے معرفت میں شناوری کرنیکا عمدہ سفینہ ہے متبع شریعت کے لئے نایاب تحفہ اور سالک طریقت کے لئے بیش بہا ہے بہت افزا ہے اہل سلوک کو دافع شبہات و شکوک جو اسرار و معارف کی کان ہے شریعت کی شمع اور طریقت کی جان ہے مخالفین کے لئے اتمام حجت ہے اور محبین کے لئے موجب ازدیاد محبت ہے اس کی ہر سطر مدلول آیت قرآنی اور ہر لفظ مرقصد کیف روحانی ہے				تفسیر بیان القرآن اس تفسیر کی خوبی پورے طور پر بیان کرنا مشکل ہے مولانا مدظلہم نے اس میں ان امور کا التزام کیا ہے ترجمہ با محاورہ مگر تحت اللفظ کی رعایت مدنظر ہے توضیح کے لئے متن کے نشان ہیں تفسیر کی سب ضروری باتیں اور روایات صحیحہ لکھی ہیں اتباع سلف کا التزام ہے مسائل فقہیہ و کلامیہ سے بھی حسب ضرورت بحث کی ہے جن آیات کی تفسیر احادیث مرفوعہ میں وارد ہے اُنکو			

[illegible]

نام کتاب — قیمت

قصہ معراج اور معتبر واقعات شب معراج کے واقعات جتنے عجائب وغرائب اور بے شمار معجزات کے شامل ہیں وہ کسی سے مخفی نہیں لیکن انقلاب زمانہ اور دور حاضرہ کے افراط وتفریط سے جہاں اور بہت امور تختہ مشق بنگئے ہیں معراج شریف کے واقعات بھی اس سے خالی نہیں رہے اگر ایک شخص اس میں سینکڑوں جھوٹی روایتیں منظوم کرتا ہے تو دوسرا تمام قصہ ہی کو یکسر اڑا دیتا ہے، اس انقلاب کو دیکھتے ہوئے حضرت اقدس جامع الشریعت والطریقت حکیم الامۃ مجدد الملۃ حضرت مولانا مولوی شاہ محمد اشرف علی صاحب دام ظلہم العالی نے اس ضرورت کو ملحوظ فرماکر تنویر السراج فی لیلۃ المعراج تالیف فرمائی جسمیں افراط وتفریط کو چھوڑکر اپنی عادت شریفیہ کے موافق اعتدال کیساتھ واقعات کو کتب احادیث و سیرت سے جمع فرمایا ہے حضرت ممدوح کے انتساب کے بعد کتاب کی اہمیت اسکی تعریف اس کی خوبیوں کے اظہار کی ضرورت نہیں ہے قیمت ۱۰

خلاصہ سائنس اور اسلام

اردو زبان میں یہ پہلی کتاب ہے جو دینیات کی جامعیت کے ساتھ سائنس اور طبعیات کا پہلو لئے ہوئے ہو یہ کتاب زیادہ تر ان تعلیمیافتوں کے واسطے تالیف کی گئی ہو جو علوم مروجہ کے اثر سے متاثر ہوکر شبہات میں مبتلا ہوجاتے ہیں یہ کتاب دیندار مسلمانوں کیلئے بھی از بس ضروری اور نافع ہو مضامین کی مختصر فہرست یہ ہے اول عقائد و اعمال کو لکھکر اس کے ضمن میں ہر قسم کے شرک اور خلاف شرع رسوم کو نہایت وضاحت سے بیان کیا ہے پھر معاصی اور طاعات کے بعض دنیوی نقصانات و منافع دکھلاکر حکومت و انتظام ملکی کی تشریح کی ہے اس کے بعد نماز کیلئے طہارت کے شرط ہونے کی حکمت، وضو میں اعضا وضو دہونے اور ترتیب کی حکمت نماز میں کعبہ کی طرف منہ کرنیکی حکمت سبے نمازوں کی واہی اور تباہی اعذروں کے معقول جواب، اعمال حج کی فلاسفی اور بے پردگی کی خرابیاں، تعدد ازدواج کے متعلق نہایت عمدہ بحث، اس شبہ کا جواب کہ شریعت محمدیہ کے قوانین نئی روشنی کے زمانہ میں بے سود ہیں - سچے صوفیوں کے حالات، مادے کی قدامت کا ابطال فلاسفہ ہی کے مسلمہ اصول سے، وحدانیت کی فلاسفی عقل کی حقیقت معلوم کرنے میں اہل سائنس کی بدحواسی حیات بعد الممات کا عقلی ثبوت اور فلاسفہ کے شبہات کا جواب، روح اور جسم کے باہمی تعلق کی حقیقت، الغرض دنیا بھرکے شکوک شبہات کے جوابات جو کسی حیثیت سے اسلام پر وارد ہوسکتے ہیں اس کتاب میں موجود ہیں جن کو پڑھکر اسلام کے دین کامل ہونیکا یقین کامل ہوجاتا ہے قیمت دو روپے ۲

احکام التجلی من التعلی والتدلی

جناب باری عز اسمہ کا دیدار کب ہوگا، کہاں ہوگا، کس طرح ہوگا اس باب میں حضرت مدظلہم نے نہایت عجیب لطیف رسالہ تحریر فرمایا ہے جسمیں تین فصلیں ہیں فصل اول میں دلائل شرعیہ سے یہ تحریر فرمایا ہے کہ دنیا میں دیدار باری تعالےٰ ممتنع ہے۔ فصل دوم میں یہ بیان ہے کہ اس امتناع سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدس مستثنیٰ ہے اور آپ کو لیلۃ المعراج میں ظاہری آنکھوں سے دیدار باری تعالیٰ ہوا۔ فصل سوم میں نہایت شرح وبسط سے یہ تحریر فرمایا ہے کہ آخرت میں تمام اہل ایمان کو انہیں ظاہری آنکھوں سے دیدار باری تعالیٰ ہوگا اور فلاں فلاں مقام پر ہوگا اور ہر مقام کے دیدار میں کیا فرق ہے ایکے ساتھ ہی تجلی کے اقسام ذکر فرماکر بہت سے فوائد علمیہ تحریر فرمائے ہیں الغرض یہ رسالہ اپنی بحث میں مفصل ومکمل ہوگیا ہے قیمت ۳۰۰ ..

قیمت	نام کتاب	قیمت	نام کتاب

التشرف بمعرفت احادیث التصوف

اس میں اُن احادیث کی تحقیق فرمائی ہے جو کتب تصوف میں غیر صوفیہ کے کلام میں آئی ہیں اُن کی تحقیق فرماکر دکھا دیا ہے کہ یہ کس کس درجہ کی احادیث ہیں اور جو روایات در اصل حدیث نہ تھی بلکہ کسی بزرگ کا قول تھا اور غلطی سے عوام نے اسکو حدیث مشہور کردیا تھا اس کی اصلیت ظاہر فرمانے کے ساتھ ہی یہ بھی تحریر فرما دیا ہے کہ بزرگوں کا یہ قول فلاں دلیل شرعی سے ثابت ہے، اصل کتاب عربی میں ہے۔ مگر ایک کالم میں اور دوسرے کالم میں خود حضرت مولف ظلہ کا ترجمہ ہے، اس صورت سے ہر طبقے کے لئے نفع عام اور تام ہوگیا ہے ضخامت ۲۸۰ صفحات قیمت ایکروپیہ (عہ/)

التکشف عن مہمات التصوف

یعنی

حضرت والا مدظلہم کی مفید تقریظ سے پاک سچے تصوف کی حقیقت میں نہایت ضروری اور عجیب کتاب

بعد الحمد والصلوٰۃ کہ اس زمانہ پُرفتن میں منجملہ دیگر اغلاط عوام کے بڑی غلطی علم تصوف کے فہم میں ہوئی کسی نے تو قولی وعملی بے قیدی کا نام تصوف رکھ لیا اور کسی نے محض رسوم کو تصوف کہا اور کسی نے صرف کثرت اوراد و وظائف کو تصوف کہدیا اسی طرح اسکے مسائل وحدۃ الوجود وحدۃ الشہود وغیرہ کے سمجھنے میں صدہا غلطیاں کیں اس فرقہ کو تو یہ ضرر پہنچا کہ اپنے عقائد خراب کئے بعضے شرک تک میں مبتلا ہوگئے اور بعض حضرات ایسے بڑھے کہ وہ تصوف کا اصل سے ہی انکار کر بیٹھے اور حضرات اولیاء اللہ رحمہم اللہ کی شان میں بے ادبی وگستاخی کر پیش آئے اور مسائل تصوف کو غیر ثابت بالکتاب والسنۃ اعتقاد کرلیا اور تصوف کو خلاف شریعت کے سمجھکر اس کے نام سے کوسوں بھاگنے لگے اُن کو یہ ضرر ہوا کہ اُس کے برکات سے محروم رہے اور قلب میں قساوۃ پیدا ہوگئی اور بعض حضرات وہ ہیں جو منکر نہیں اور حضرات اولیاء اللہ کے بھی معتقد ہیں لیکن تصوف کو شریعت کا غیر سمجھتے ہیں اور جس نظر سے اس علم شریعت کو دیکھنا چاہئے اُس نظر سے نہیں دیکھتے اور اس کے مسائل کو غیر ثابت بالسنۃ جانتے ہیں نظر بر آں حکیم الامۃ جامع شریعت وطریقت مولانا موصوف الصدر نے یہ کتاب ایسی تالیف فرمائی جس سے تصوف کی حقیقت اور اُس کے ضروری مسائل کی تحقیق جس میں لوگ غلطیاں کرتے ہیں واضح ہوگئیں جو لوگ اس راہ کو قطع کر رہے ہیں یا ادھر متوجہ ہونیکا ارادہ رکھتے ہیں اُن کو تو خصوصاً اور عامہ مومنین کو عموماً اس کتاب کا مطالعہ کرنا بلکہ سبقاً سبقاً پڑھنا بہت ضروری ہے انشاء اللہ تعالیٰ تمام اشکال حل ہونے کے علاوہ بہت سے ایسے جدید فوائد ضروری دیکھنے میں آئیں گے۔ جو نہایت کار آمد ہیں قیمت پانچروپیہ۔ (ضہ/)

الانتباہات المفیدۃ عن الاشتباہات الجدیدۃ

علم کلام جدید کا نہایت مفید رسالہ جس میں شبہات جدیدہ کے جوابات انگریزی تعلیم یافتہ حضرات کے مذاق پر نہایت وضاحت ومتانت سے دئے ہیں یہ رسالہ اس قابل ہے کہ ہر انگریزی خوان کے پاس رہے تاکہ جس وقت کوئی شبہ پیش آوے فوراً اس کتاب سے حل کریں۔ ۹ر

اصلاح الرسوم

پیدائش سے مرنے تک کی تمام رسوم کی مدلل تردید۔ ۵ر

اعمال قرآنی

ہر سہ حصص آیات قرآنی کے خواص و اعمال۔ ۵ر

اوراد رحمانی

وادکار یعنی سبحان اللہ والحمد للہ واللہ اکبر کے فضائل۔ ۲ر

آداب المعاشرت

باہمی معاشرت کے آداب جن کی رعایت رکھنے سے آپس میں محبت پیدا ہو [illegible]

الاقتصاد فی التقلید

نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت
والاجتہاد۔ تقلید شخصی و		ہیں جو پہلی کتب سے نکلتے		اخبار الزلزلہ زلزلہ کی		تلخیصات عشر مولانا	
تقلید مطلق کے متعلق افراط		ہیں اور حوادث الفتاوے		حقیقت جسقدر شریعت		مدظلہم نے کم فرصت والوں	
وتفریط سے پاک منصفانہ		ہیں وہ فتاوے ہیں جو بوجہ		سے تعلق رکھتی ہے اس کا		کے لئے تعلیم عربی کا مختصر	
بیان۔	۴ر	نئی ایجادات کے سابقہ کتب		محققانہ بیان۔		نصاب تجویز فرمایا ہے جس	
اغلاط العوام۔ عوام		میں نہیں، اجتہادی جواب		اخبار بینی۔ اخبار بینی کے		سے اڑھائی تین سال میں	
میں جو غلط مسائل مشہور		دئے ہیں۔ ترجیح الراجح اس		عدم جواز کا بیان۔	ـہر	کافی استعداد عربی کی اور	
ہوگئے ہیں انکی اصلاح	۱ر	میں وہ مسائل ہیں جن سے		بہشتی زیور عورتوں کی		اپنے مذہب سے واقفیت	
اصلاح ترجمہ حیرت		رجوع کیا ہے۔	[illegible]	تعلیم کے لئے نہایت مفید		فاضلہ استعداد کیساتھ	
مرزا حیرت صاحب کے ترجمہ		ایضاً تتمہ ثالثہ	عہ ر	دینی اور دنیوی ضرورتوں		ہوجاتی ہے۔ یہ کتاب	
قرآن مجید کی غلطیوں کی		ایضاً تتمہ رابعہ	۱۴ر	کی کفیل ہے اسکی ضرورت اور		اس نصاب کے درسی	
اصلاح۔	ور	ایضاً خامسہ سنہ ۱۳۳۵ھ سے		مقبولیت کا اندازہ اس		رسائل کا مجموعہ ہے اور	
امداد الفتاوے		لیکر نصف سنہ ۱۳۳۷ھ تک		سے ہوسکتا ہے کہ اس کی	۔	اس میں اس نصاب کا	
معروف بہ فتاوی اشرفیہ		کے فتاوے۔	صہر	اشاعت ملک میں لاکھوں		نقشہ بھی ہے۔	۹ر
سنہ ۱۳۰۱ھ سے سنہ ۱۳۲۲ھ		اصلاح الخیال۔ جدید		کی تعداد میں پہنچ چکی ہے۔	ع	الترتیب اللطیف	
تک کے فتاوے بترتیب		تعلیم یافتہ حضرات کے چند		بہشتی گوہر بہشتی		فی قصتہ الکلیم والحنیف	
ابواب فقہیہ جلدین اولین	عار	شبہات کے جوابات۔	۴ر	زیور کا گیارہواں حصہ		حضرت موسےٰ اور حضرت	
ایضاً جلدین آخرین	ع	الاکسیر فی اثبات التقدیر		جس میں مخصوص مردوں		ابراہیم علیہما السلام کے	
ایضاً تتمہ اولیٰ ثانیہ		ترجمہ اردو تنویر۔ تقدیر و		کے متعلق مسائل ہیں	۸ر	قصے جو قرآن مجید میں مختلف	
امداد الفتاوے اس میں		تدبیر کے متعلق مفصل جامع		ایضاً۔ جدید التصحیح		جگہ آئے ہیں ان کو یکجا	
سنہ ۱۳۲۲ھ سے سنہ ۱۳۳۲ھ		اسکی کتاب۔	۱۴ر	مدلل مکمل	عہ	کردیا ہے۔	۵ر
تک کے فتاوے ہیں اور		امواج الطلب معہ		تعلیم الدین۔ دین کے		تجوید القرآن معہ یادگار	
ان تتمات کے تین حصص		مثنوی زیر و بم وغیرہ	۱۰ر	چاروں اجزاء عقائد،		حق القرآن سہل نظم میں	
ہیں اول امداد الفتاوے		ارشاد البہائم فی حقوق		عبادات، اخلاق، معاملات		تجوید کے ضروری قواعد	
دوم حوادث الفتاوے		البہائم۔	۱۱ر	اور سلوک کے مقامات واذکار		حفظ یاد کرنے کیلئے	۱ر
سوم ترجیح الراجح،		الاستبصار۔ استغفار		واشغال کا قرآن و حدیث		تنشیط الطبع فی اجراء	
امداد الفتاوے دو فتاوے		کے فضائل میں۔	۱ر	سے بیان۔	۸ر	السبع سبع قرأت کا بیان	

نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت
اور آداب تعلم و تعلیم و آداب تلاوت	۵ر	اصلاح ہے۔		شجرہ فارسی حضرت مولنا مولوی اشرفعلی صاحب مدفیوضہم اور آخر میں ایک رسالہ تعلیم الطالب مولفہ حضرت مولنا حکیم الامۃ ملحق ہے۔	۵ر	کا وظیفہ کیا گیا ہے جو یہ سمجھے ہیں کہ تصوف اور وصول الی اللہ ان لوگوں کا کام ہے جو دنیا و ما فیہا کو ترک کرکے ایک گوشہ میں بیٹھ رہے	
تحقیق تعلیم انگریزی انگریزی پڑھنے کے متعلق بحث	۱ر	**الخطاب الملیح فی تحقیق المہدی والمسیح** مرزا غلام احمد قادیانی کے اقوال کا رد۔	۵ر			اس میں ایسے دستور العمل تجویز فرمائے ہیں کہ ہر شخص اس پر عمل کرکے واصل الی اللہ ہو سکتا ہے	۱ر
حفظ الایمان مع بسط البنان و تغیر العنوان	۱ر	**عیسیٰ علیہ السلام کی وفات و حیات کی تحقیق**، آیت انی متوفیک کی تفسیر اور نزول عیسیٰ وغیرہ۔	۱ر	**فروع الایمان** یہ کتاب ایمان کامل کی کسوٹی ہے جس سے ہر شخص جانچ سکتا ہے کہ میں کس درجہ کا مومن ہوں۔	۱۲ر	**شوق وطن** - وطن اصلی یعنی آخرت کی یاد اور شوق پیدا کرنے والے مضامین	۲ر
جزاء الاعمال گناہوں سے دنیوی نقصان طاعت سے دنیوی منافع کا بیان	۲ر	**خاتمہ بالخیر** سوء خاتمہ کے اسباب کی تحقیق۔	۲ر		۱ر	**صفائی معاملات** خرید و فروخت وغیرہ کے مسائل مع اصول و قواعد عام فہم	۲ر
جمال القرآن علم تجوید میں نہایت سہل عبارت میں تحریر کیا گیا ہے	۳ر	**الخطب الماثورہ** رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین کے خطبے احادیث صحیحہ سے۔	۳ر	**زاد السعید** - درود شریف کے فضائل عجیبہ غریبہ خواص وغیرہ آخر میں نیل الشفا جس میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے نعل مبارک کا نقشہ اور اسکے عجیب و غریب خواص و برکات بیان کئے ہیں۔	۲ر	**طریقہ مولد** مولود شریف کے صحیح اور سنت کے موافق طریقہ کا بیان	۱ر
حقوق الاسلام اُستاد پیر، ماں باپ، میاں بیوی، حاکم محکوم، ہمسایہ، مہمان وغیرہ کے حقوق کا بیان۔	۱ر	**رہنما مثنوی** - دیباچہ کلید مثنوی۔	۱۰ر		۱۲ر	**فتاوی اشرفیہ** حصہ اول	۲ر
حق السماع سماع کے متعلق فقہی تحقیق اور بزرگان اُمت کے اقوال	۲ر	**زوال سنۃ** - اس میں ہر مہینے کے احکام ہیں	۱ر	**سبق الغایات** فے نسق الآیات (عربی) قرآن شریف کی آیتوں میں اول سے آخر تک ربط بیان کیا ہے۔	۲ر	ایضاً حصہ دوم	۲ر
حقوق العلم علماء پر عامہ مسلمین کے جو حقوق ہیں اور اُن میں جتنی کمی ہو اور عامہ مسلمین پر علماء کے جو حقوق ہیں اور اس میں جو کمی ہے ان سب کی		**شجرہ طیبہ** اس میں تین شجرے شامل ہیں اول شجرہ نظم اردو حضرت حاجی صاحب قدس سرہٗ بزرگوں کے مقامات دفن و تاریخ وفات بھی لکھی گئی ہے دوسرا شجرہ فارسی منظوم مولنا رشید احمد صاحبؒ تیسرا	۲ر	**قصد السبیل** میں عام لوگوں کے اِس خیال		**القول الصواب** - نئی روشنی والے مستورات کے پردہ مروجہ پر شبہات کرتے ہیں کہ ایسا پردہ قرآن و حدیث سے ثابت نہیں حضرت والا نے قرآن و حدیث ہی سے	۹ر

نام کتاب	قیمت
اسکو ثابت فرمایا ہے	
القول البدیع گاؤں میں جمعہ ہونے کا بیان	۲ر
کلید مثنوی اُردو شرح مثنوی مولانا روم	۳ر
حصہ اول از دفتر اول	۶ر
ایضاً حصہ دوم از دفتر اول ۔	۶ر
ایضاً دفتر دوم کامل	۱۲ر
ایضاً دفتر دوم کے لیے اول کا نصف اس کے دو حصے ہیں ۔	
حصہ اول	۶ر
ایضاً دوم	۶ر
ایضاً دفتر ششم کامل	۱۲ر
کرامات امدادیہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عجیب عجیب کرامات	۲ر
کمالات امدادیہ حضرت حاجی صاحب کے ملفوظات	۲ر
لب مثنوی دفتر ششم مثنوی مولانا روم کے ابتدائی حصہ کی شرح	۵ر
مناجات مقبول یہ کتاب نہایت مقبولیت حاصل کر چکی ہے اور	

نام کتاب	قیمت
مقبولیت حاصل کیوں نہ کرتی یہ اصل میں قرآن	۲ر
واحادیث کی دعاؤں کا مجموعہ ہے حضرت مدظلہم نے قرآن شریف و احادیث شریفہ سے دعاؤں کو یکجا جمع فرما کر سات منزلوں پر منقسم فرما دیا ہے تاکہ	۳ر
روزانہ تلاوت کر سکیں ۔	۶ر
مجموعہ رسائل مفیدہ	۶ر
مکتوبات امدادیہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے والا نامے مولانا کے نام	۱۲ر
وجوہ المثانی اس عربی	۱۲ر
کتاب میں حضرت مولانا اشرف علی صاحب مدظلہم نے ترتیب وار تمام سورتہائے قرآنیہ کے اختلاف قرأت کو	۲ر
بیان فرما کر خاتمہ میں کسیقدر قواعد و اصول متعلقہ ہمزہ	
واؤ تمام و اظہار و تفخیم و ترقیق حروف تحریر فرمائے	۲ر
ہیں آخر میں ایک رسالہ زیادات علی کتب الروایات کی غیر مشہور سندیں اور مسلسل بالاولیت وغیرہ	۵ر

نام کتاب	قیمت
جمع فرمائی ہیں اور دوسرا رسالہ جسمیں مولانا نے اپنا سلسلہ بیعت و نسب اور مدنی مذکا مستند سلسلہ بیان فرمایا ہے	۱۰ر
یادیاران حضرت گنگوہی کے حالات میں ۔	۳ر

مواعظ طبع شدہ کی فہرست

نام کتاب	قیمت
حضرت والا موصوف کے مواعظ کا مطالعہ کرنا اور سننا تجربہ اور مشاہدہ سے نہایت ہی مفید ثابت ہوا ہے انکے دیکھنے یا سننے سے دین و دنیا دونوں درست ہو جاتے ہیں اس کی تصدیق وہ حضرات کریں گے جو ایک بار بھی شریک وعظ ہوئے ہیں یا وعظ سنا ہو اس لئے ان مواعظ کے ضبط اور طبع کا اہتمام کیا گیا چنانچہ جو مواعظ اس وقت کتبخانہ ہذا میں موجود ہیں ان کی فہرست معہ قیمت درج ذیل ہے ۔	

دعوات عبدیت

کی آٹھویں جلد

اس میں بتفصیل ذیل دس وعظ ہیں حق الاطاعۃ الدین الخالص، عقل الحاکمیۃ، انذار رمضان، وحدۃ الحب، شعب الایمان، الوقت۔ و شعبان، الصیام، الفطر قیمت ایک روپیہ آٹھ آنہ ۱عہ

نام کتاب	قیمت
مواعظ اشرفیہ ایک وعظ	۱ر
التبشیر ایک وعظ	۲ر
الصلوٰۃ ایک وعظ	۳ر
الحیٰوۃ ایک وعظ	۳ر
تجارت آخرت ایک وعظ	۲ر
الشریعت ایک وعظ	۳ر
الضحایا ایک وعظ	۲ر
الجناح ایک وعظ	۱ر

سلسلۃ التبلیغ کے مواعظ

نام کتاب	قیمت
ملک ذکر الرسول جامع مسجد کانپور کا وعظ	۲ر
۳ شکر نعمت ۔ جامع مسجد تھانہ بھون کا وعظ	۲ر
۱۱ التعمیم لتعلیم القرآن الکریم ۔ اپنی بیت کا وعظ	۱ر
۱۸ دعوۃ الی التفہیم	

نام کتاب	قیمت
اسلامیہ کانپور کا وعظ	۴ر
عـ۳۹ الہدیٰ والمغفرۃ ـ سروٹ ضلع مظفر نگر کا وعظ	۴ر
عـ۴۰ ذم النسیان جامع مسجد تھانہ بھون کا وعظ	۴ر
عـ۴۱ العبرۃ بذبح البقرۃ خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون کا وعظ	۲ر
عـ۴۲ الاسعاد خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون کا وعظ	۵ر
عـ۴۳ الباطن ـ مدرسہ حیاء العلوم الہ آباد کا وعظ	۵
عـ۴۴ تعلیل الکلام ـ خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون کا وعظ	۵
عـ۴۵ تقلیل الاختلاط خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون کا وعظ	۶ر
عـ۴۶ آثار العبادۃ و مدرسہ نظامیہ حیدرآباد کا وعظ	
عـ۴۷ اسرار العبادۃ و مدرسہ انوار العلوم حیدرآباد کا وعظ	۲ر
عـ۴۸ تحصیل المرام خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون کا وعظ	۳ر
عـ۴۹ خیر الحیات وخیر الممات	

نام کتاب	قیمت
خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون	
عـ۵۰ حقیقت الصبر	۲ر
عـ۵۱ ماعلیہ الصبر	عہ
عـ۵۲ سبیل النجاح	۴ر
عـ۵۳ تفصیل الدین	۲ر
عـ۵۴ اسباب الفتنۃ	۵ر
عـ۵۵ اسباب الغفلۃ	۲ر
عـ۵۶ کوثر العلوم	۲ر
عـ۵۷ الاستقامۃ	۱۰ر
عـ۵۸ الدوام علی الاسلام	۲ر
عـ۵۹ الفاظ القرآن	۲ر
عـ۶۰ تکمیل الانعام	۴ر
عـ۶۱ التحصیل والتسہیل	۲ر
عـ۶۲ اجر الصیام حصہ اول	۲ر
عـ۶۳ ایضاً حصہ دوم	۳ر
عـ۶۴ بالتواصی بالحق	۳ر
عـ۶۵ التواصی بالصبر	۲ر
عـ۶۶ الحدود والقیود	۳ر
عـ۶۷ الحج المبرور	۲ر
عـ۶۸ الفصل والانفصال	۲ر
عـ۶۹ المعروف المرغوب	۲ر

سلسلہ تسہیل المواعظ

چونکہ حضرت والا مدظلہم العالی کی مجلس وعظ میں اہل علم کا مجمع ہونے کی وجہ سے مضامین علمیہ اور الفاظ عربیہ بھی بیان میں آجاتے ہیں اس لئے حسب ایما حضرت والا مواعظ کو نہایت آسان پیرایہ میں کر دیا جاتا ہے اور اس سلسلہ کا نام حضرت والا مدظلہم نے تسہیل المواعظ رکھا ہے اس سے ہر شخص حتیٰ کہ بچے اور عورتیں بھی فائدہ حاصل کرسکتے ہیں اس وقت تک اس سلسلہ کے اُنتیس وعظ طبع ہو چکے ہیں مگر بیس وعظ پر جلد ختم کی ہو جلد اول کے بیس وعظوں میں سے نمبر اول تا پندرہ بالکل ختم ہو چکے ہیں نمبر ۱۶ قریب الختم ہے اور نمبر ۱۷ سے مفصل ذیل موجود ہیں اور جلد دوم کے ۱۰ وعظ طبع ہوئے ہیں ۱۰ موجود ہیں۔

نام کتاب	قیمت
سولہواں واعظ سے بہ مقبولیت کا طریق	۱۰ر
سترہواں وعظ سے بہ علم اور خوف کے فضائل	۱۲ر
اٹھارہواں وعظ سے بہ قربانی کی ترغیب	۱ر
انیسواں وعظ سے بہ توبہ کی ضرورت	۱ر
بیسواں وعظ سے بہ توبہ کی تفصیل	۱ر

جلد دوم

نام کتاب	قیمت
پہلا وعظ اسلام کی تکمیل	۱ر
دوسرا وعظ معاصی کا ترک	۲ر
تیسرا وعظ مسجد کے آداب	۱ر
چوتھا وعظ ـ دعا کے شرائط حصہ اول	۱ر
پانچواں وعظ ـ دعا کے شرائط حصہ دوم	۱ر
چھٹا وعظ صوفی کا طریقہ	۱ر
ساتواں وعظ گناہ ہونے کا سرسری سمجھنا ـ	۱ر
آٹھواں وعظ معاشرت کے حقوق	۱ر
نواں وعظ اخلاص حصہ اول	۲ر
دسواں وعظ اخلاص حصہ دوم	۱ر
مجموعۃ البلاغ مفصل ذیل دس وعظوں کا مجموعہ مظاہر الاموال، مظاہر الاقوال، عظم الصوم، النسوان فی رمضان، استمرار التوبہ، رضاء الحق حصہ اول، رضاء الحق حصہ دوم، الشوال فی شوال، جمال الجلیل، اہم الآخرۃ قیمت	۱۲

مُصفّٰی مسوّیٰ شرحین موطا امام مالکؒ حامل متن

مصنفہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

اہل علم پر واضح ہو کہ کتاب کی وقعت او رفضیلت اُس کے مصنف کے فضل و کمال کے موافق ہوتی ہو جسقدر مصنف بلند پایہ ہوتا ہے اسیقدر تصنیف کا مرتبہ اعلیٰ وارفع ہوتا ہو بخاری شریف کی فضیلت اور اسکی عام مقبولیت حضرت امام المحدثین محمد بن اسمٰعیل بخاریؒ کے فن حدیث کے کمال اور اُن کے تقویٰ و تورع کی بدولت ہے۔

مُصفّٰی مسوّیٰ کے مصنف مخزن اسرار شریعت معدن رموز طریقت خاتم المحدثین امام المفسرین عمدۃ المحققین حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ محدث دہلوی ہیں جن کا قول عرب و عجم تمام ممالک اسلامیہ میں قابل سند و معتبر سمجھا جاتا ہو آخر زمانہ میں فن حدیث میں کیا بلکہ تمام علوم میں آپکا نظیر نہیں ہوتا۔

احادیث کی کتابوں میں موطا امام مالکؒ کی فضیلت وہی بخاری شریف کی فضیلت کیطرح ہو

موطا دنیا میں سب سے پہلی کتاب ہو جو ابواب فقہیہ کی ترتیب پر مدون کیگئی ہو امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ کتاب اللہ کے بعد کوئی کتاب موطا امام مالکؒ سے زیادہ صحیح نہیں ہے اسیوجہ سے موطا کو بعض محدثین نے صحاح ستہ میں داخل کیا ہو شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ امام شافعیؒ کا مذہب درحقیقت موطا کی تفصیل ہو اور امام محمد بن الحسن شیبانی کی کتاب مبسوط میں تمام سرمایہ موطا مالک ہی سے ماخوذ ہو اور جتنی بھی تعریف موطا کی کیجائے بجا ہے کیونکہ اسکے مصنف قرن تابعین میں فن حدیث کے مسلم امام اور تمام مابعد محدثین کے شیخ الشیوخ اور منتہائے روایت ہیں ساٹھ سال تک حرم مدینہ میں منصب فتا و اجتہاد و روایت حدیث میں مشغول رہے ہیں امام شافعیؒ انکے شاگرد ہیں فرماتے ہیں کہ علم دین کے بارے میں سب سے زیادہ احسان امام مالکؒ کا میرے اوپر ہو اور سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں کہ صحت حدیث میں امام مالک پر میں کسیکو مقدم نہیں کرتا وہ حدیث و سنت کے امام ہیں ایسی بےنظیر کتاب کی شاہ ولی اللہ صاحبؒ محدث دہلوی نے دو شرحیں لکھی ہیں ایک فارسی میں جس کا نام مُصفّٰی ہو اور دوسری عربی میں جس کا نام مُسوّیٰ ہو۔ یہ دونوں شرحیں ایک جگہ طبع کیگئی ہیں پہلے عربی شرح کتاب کے صفحہ میں لکھی گئی ہو پھر اسکے بعد موطا پھر اُسکے بعد فارسی شرح، پہلے شاہ صاحب اصل حدیث نقل کرکے اُسکا ترجمہ فارسی میں کرتے ہیں پھر اُسکے بعد اہل علم کے اقوال و مذاہب بحث مباحثہ نقل کرکے اپنی رائے ظاہر کرتے ہیں اور تعارض حدیث نہایت عمدہ طریقہ سے اُٹھاتے ہیں پھر مسائل اجتہادیہ فقہیہ جو حدیث سے نکلتے ہیں بیان کرتے ہیں بعض بعض حدیث کے تحت میں سَو سَو سے زائد مسائل بیان کئے ہیں، اِس کتاب کے مطالعہ سے معمولی لیاقت والا بھی تمام صحاح ستہ کے تعارضات دفع کرکے تطبیق کرسکتا ہے اور صدہا مسائل فقہیہ کا ماخذ معلوم کرسکتا ہے۔

یہ کتاب عرصہ سے نایاب تھی اہل علم اسکے واسطے بیچین تھے، الحمدللہ کہ بخیر و خوبی تیار ہوکر ہدیہ ناظرین ہوگئی بلکہ اسکے ایک رسالہ **کشف المغطا عن رجال الموطا** ۳۲ صفحات کا جو فن حدیث میں ایک مستقل رسالہ اور رواۃ موطا کو شامل ہے جدید تصنیف کراکے لگایا گیا ہے صفحات مصفّٰی جلد اول (۵۰۴) جلد ثانی (۴۳۲) قیمت ہر دو جلد ([illegible])

کتاب ترغیب و ترہیب

انسان بلکہ تمام حیوانات ایسی طبیعت پر پیدا کئے گئے ہیں کہ تاوقتیکہ کسی امر کی طمع یا کسی امر کا خوف نہ ہو کسی کام کرنا دشوار ہوتا ہے بلکہ نہیں ہو سکتا اگر ہوتا بھی ہو تو بحکم حاکم سے وہ بھی نہایت جبر اور دشواری سے بہیں وجہ سے فی زمانہ کہ حاکم اسلام تو موجود نہیں احکام شریعہ پر مسلمانوں کو قائم رہنا دشوار ہو رہا ہے اب تو مسلمانوں کو ہر امر دینی کا کوئی فائدہ یا اُسکے ترک سے مضرت نہ معلوم ہو اُسپر عمل مشکل ہے لہذا اس زمانہ میں ایسی کتاب کی اشاعت ضروری ہے جسمیں احکام شریعۃ کی منفعت اور اُسکے ترک سے مضرت دکھا کر راہ مستقیم پر قائم کیا جائے سو اس بارے میں احقر کے خیال میں کتاب ترغیب و ترہیب تھی اور اسکا ترجمہ شروع کرادیا جو تھوڑا تھوڑا رسالہ الہادی میں ہر مہینہ شائع کیا ہے چونکہ رسالہ الہادی میں مضامین دینیہ کے سوا کوئی آجکل کے مذاق کی چیز نہیں، لہذا رسالہ مذکور کی اشاعت بہت تھوڑی ہے اور رسالہ کے فرمے بیچ جاتے ہیں احقر اُنکو جمع کر کے کتاب کی صورت میں تیار کرا لیتا ہے اسیطرح کئی کتابیں اُسمیں سے علیحدہ تیار ہو کر ہدیۂ ناظرین ہو چکی ہیں، مثلاً تسہیل المواعظ، المصالح العقلیہ، امیر الروایات، التشرف حصہ اول وغیرہ، لہذا کتاب ترغیب کی بھی حسب مفصل ذیل جلدیں تیار ہو چکی ہیں جو کچھ رہ گئے شائع ہو رہی ہیں اسکے اسوقت تک تین حصے تیار ہیں۔

حصہ اول میں ترغیب اتباع کتاب و سنت اور کار خیر میں پیشقدمی کرنیکی اور ترک سنت اور بدعات اور کار بد میں پیشقدمی سے اجتناب کتاب العلم جسمیں علما و طلبا کے فضائل اور اشاعت علم کی ترغیب ہو اور جھوٹی حدیث کے بیان کرنے اور علم کی ناقدری اور دنیا کیواسطے علم پڑھنے پڑھانے سے اجتناب، کتاب الطہارت جسمیں آداب قضائے حاجت اور استنجا اور غسل و وضو کے فضائل نہایت بسط سے بیان کئے ہیں

حصہ دوم کتاب الصلوٰۃ جسمیں اذان کے اور اُسکے جواب اور تکبیر کے فضائل اور بعد اذان کے مسجد سے نکلنے کی ممانعت اور نماز کے موقعہ پر تعمیر مساجد اور انکا احترام اور عورتوں کو گھر میں نماز ادا کرنیکی ترغیب و نماز پنجگانہ کے اہتمام، فضائل رکوع و سجود کے اور اول وقت ادا کرنیکی فضیلت آداب جماعت اور کار بعد نماز آداب امامت و صف بندی وغیرہ وغیرہ کتاب نوافل جسمیں سنت موکدہ و وتر اور تہجد اور چاشت صلوٰۃ توبہ و استخارہ، صلوٰۃ التسبیح وغیرہ کا بیان ہے ضخامت ۴۰۰ صفحات قیمت ۱۲؎

حصہ دوم کا جز ثانی یعنی کتاب الجمعہ جسمیں نماز جمعہ کی فضیلت اور اس دن رات میں ساعت اجابت کے فضائل اور غسل کرنا اور اول وقت کی فضیلت اور بلا عذر دیر کرنے اور گردنیں پھلانگنے اور خطبہ میں بات کرنیکی ممانعت اور ترک جمعہ پر وعید اور سورہ کہف اور اس رات و دن کے اذکار ضخامت ۳۰ صفحے قیمت ۲؎

کتاب الصدقات: جسمیں زکوٰۃ ادا کرنیکی ترغیب اور فرضیت کی تاکید اور زکوٰۃ نہ ادا کرنے پر ترہیب اور زیور کی زکوٰۃ کا بیان پرہیزگاری کے ساتھ خدمت صدقات بجالانے کی ترغیب اور اس امر کی ترغیب کہ اگر کسی کو نوبت فاقہ کی پہنچے تو خدا سے مدد طلب کرے بغیر خوشی کے جو چیز دیجاوے اُسکے لینے پر ترہیب، صدقہ کی ترغیب و تنگدست کی ہمت اور افضل صدقات کا بیان خفیہ صدقہ کرنیکی ترغیب رشتہ داروں پر صدقہ کرنے اور انکو غیروں پر مقدم رکھنے کی ترغیب، خالو چچا کو، قرابت کو باوجود مانگنے کے بخل کرنے اور قرابت کے حاجتمند ہوتے ہوئے غیر کو دینے کی ترہیب، قرض دینے کی ترغیب اور اسکی فضیلت کا بیان قیمت

فارسی وعربی کی آسان کتابیں

ابتدائی تعلیم کا بہترین نصاب

مدارس اسلامیہ کی ابتدائی تعلیم کے لئے مولانا مشتاق احمد صاحب چرتھاولی نے فارسی وعربی کی آسان کتابیں تالیف فرمائی ہیں جنیں ان تمام رعایتوں کو ملحوظ رکھا گیا ہے جو طلبۂ عربی کی شان کے شایاں اور اُن کے حوصلہ اور قوت کو بڑھانے والی ہیں۔ اور یہ ظاہر ہے کہ استعداد کا تمام دار ومدار ابتدائی حالت پر ہے۔ اگر طالب علم کی ابتدائی حالت درست ہوگئی اور وہ شروع ہی سے اپنی تعلیمی زبان پر قادر ہوگیا تو آئندہ خود بخود پرواز کریگا اور کوئی رکاوٹ اُسکی ترقی میں حائل نہ ہوگی پس۔ اگر آپ کسی اسلامی مدرسہ کے مہتمم ہیں یا بحیثیت ممبری وامداد واعانت کچھ دخل واثر رکھتے ہیں تو ان جدید ومفید کتابوں کو داخل درس کرائیے۔ اور دیکھئے کہ چند روز میں طلبہ کو عربی تحریر وتقریر میں کس قدر مہارت حاصل ہوتی ہے اور ان مدارس پر جو ان بے مثل کتابوں کے فوائد سے محروم ہیں آپ کا مدرسہ کس قدر فوقیت حاصل کرتا ہے اور روز دونی رات چوگنی ترقی کرکے علم دین کی قدر ومنزلت بڑھانے میں کس درجہ کامیاب ہوتا ہے۔ یہ کتابیں کئی سال کی محنت وجانفشانی سے عربی کی عام اشاعت کے لئے تالیف کی گئی ہیں، اور تعلیمی تجربہ کے بعد ان کو شائع کرنے کی جرأت کی گئی ہے۔

وہ کتابیں یہ ہیں

فارسی زبان کا قاعدہ مع صفوۃ المصادر (۳ر)	رہبر فارسی ۲ر	عربی زبان کا قاعدہ ۳ر	علم الصرف حصہ اول دوم ۴ر	علم الصرف حصہ سوم ۵ر
علم النحو ۲ر	عوامل النحو مع ترکیب اردو ۳ر	عربی صفوۃ المصادر مع لغات جدیدہ ۲ر	روضۃ الادب فی تسہیل کلام العرب مع عربی خطوط ۸ر	

بیان الامراء ترجمہ تاریخ الخلفاء

مؤلفہ علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ

مترجمہ مولانا مولوی حکیم شبیر احمد صاحب انصاری مدظلہم العالی

اس کے مطالعہ سے تاریخ اسلام پر پورا عبور ہو جاتا ہے ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ خلافت کس طرح اور کس کس پر منتقل ہوتی رہی، اسمیں خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لیکر ۹۰۳ھ تک کے خلفاء کے حالات درج کردیئے ہیں، یہ اسی تاریخ الخلفاء کا ترجمہ ہے جو عام طور پر داخل درس ہے۔ قیمت (عمار) دو روپیہ

دلائل الخیرات مترجم محشی جدید الطبع

قرآن مجید کی تلاوت کے بعد بہترین وظیفہ درود شریف ہے جسکی فضیلت آیات قرآنیہ و احادیث نبویہ سے ثابت ہے دین اور دنیا کی کامیابی درود شریف کے پڑھنے سے حاصل ہوتی ہے اور خواہ کیسی ہی بڑی مصیبت ہو درود شریف پڑھنے کی برکت سے دور ہو جاتی ہے بیشمار حدیثیں درود شریف کی فضیلت میں وارد ہیں جنکا نقل کرنا بھی مشکل ہے اسلئے ہم چند حدیثوں کے ترجمہ پر اکتفا کرتے ہیں تاکہ عوام درود شریف کی فضیلت سے واقف ہوں اور اس پر عمل کر کے دین اور دنیا کی فلاح حاصل کریں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص ایکبار مجھ پر درود شریف بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ دس بار اس پر رحمت نازل کرتا ہے مسلم شریف اور نسائی شریف میں اتنا اور زائد ہے کہ دس گناہ بھی معاف کرتا ہے اور دس درجہ بلند کرتا ہے ترمذی شریف میں روایت ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے زیادہ نزدیک میرے قیامت کے دن وہ شخص ہوگا جو تم میں سے زیادہ درود شریف مجھ پر بھیجیگا۔ نسائی شریف اور دارمی میں روایت ہے کہ سرور عالم تشریف لائے اور آپکے چہرہ مبارک پر خوشی کے آثار ظاہر ہو رہے تھے آپنے فرمایا کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے میرے پاس آکر یہ بشارت دی ہے کہ حقتعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیا تم اس بات سے خوش نہیں ہوگے کہ اگر تمہاری امت میں سے کوئی ایکبار تم پر درود بھیجے تو میں اسپر دس بار رحمت اور سلام بھیجونگا۔ ترمذی شریف میں روایت ہے کہ ابی بن کعب نے کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ پر بہت درود بھیجتا ہوں تو اور وظائف کے علاوہ درود شریف کیلئے کتنا وقت مقرر کروں حضور نے فرمایا کہ جتنا تم چاہو میں نے عرض کیا کہ ایک چوتھائی مقرر کروں حضور نے فرمایا جتنا تم چاہو اگر چوتھائی سے زیادہ ہو تو بہتر ہے میں نے عرض کیا کہ آدھا وقت مقرر کروں حضور نے فرمایا جتنا تم چاہو اگر آدھے سے زیادہ ہو تو تمہارے لئے بہتر ہوگا میں نے عرض کیا کہ دو تہائی وقت مقرر کروں حضور نے فرمایا تم جتنا چاہو اور دو تہائی سے زیادہ ہو تو تمہارے لئے بہتر ہوگا میں نے عرض کیا کہ میں تمام وقت درود شریف میں لگاؤنگا حضور نے فرمایا کہ جب تو تمہاری دنیا اور آخرت کے تمام کام پورے ہو جائینگے۔

حضرت شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی نے ایک مقروض کا قصہ نقل کیا ہے کہ جب قرضخواہوں نے اُسے زیادہ تقاضا کیا اور اُسے کوئی صورت ادائیگی کی نہیں ہوئی تو اُس نے درود شریف کثرت سے پڑھنا شروع کیا ایک رات کو سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوا آپنے فرمایا بادشاہ سے جا کر میری طرف سے کہہ کہ وہ تیرا قرضہ ادا کر دیگا یہ نہیں گیا اور درود شریف پڑھنے پر لگا رہا پھر دوبارہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی آپنے فرمایا تو بادشاہ کے پاس کیوں نہیں گیا اُس نے عرض کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وجہ سے نہیں گیا کہ بادشاہ کو میرا اعتبار نہیں آئیگا آپنے فرمایا اُسکے پاس جا اگر اعتبار نہ کریگا تو یہ پتہ دینا کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اے بادشاہ تو ہمیشہ ہر رات کو خلوت میں درود شریف پڑھتا ہے وہ مجھکو پہنچتا ہے اس شخص نے جا کر تمام قصہ بیان کیا بادشاہ نے تمام قرض اُسکا ادا کر دیا اور کچھ روپیہ اسکو زیادہ دیا۔ درود شریف کی فضیلت ہی کیوجہ سے حضرت ابو عبداللہ محمد بن سلیمان نے کتاب دلائل الخیرات تالیف کی اور اسمیں بہتر سے بہتر درود شریف جمع کئے تاکہ پڑھنے والے ثواب دارین حاصل کریں یہ کتاب ایسی مقبول ہوئی کہ علماء اور صوفیائے کرام کے وظائف میں داخل ہوگئی اور وظیفہ کے طور پر ہر روز ایک منزل پڑھی جاتی ہے اور صوفیہ کرام باقاعدہ اُسکی اجازت بھی دیتے ہیں اور لاکھوں کی تعداد میں چھپکر شائع ہو چکی ہے مگر کوئی زیادہ بڑی اور کوئی زیادہ چھوٹی تھی کہ اب ایسے سائز پر جو سفر و حضر میں بسہولت کام آئے طبع ہوئی ہے خط ایسا صاف و روشن ہے جو بوڑھے بھی بخوبی پڑھ لیں اور حواشی ایک سو چھبیس ہیں زیادہ حدیث، تفسیر، فقہ، تصوف، تاریخ کی معتبر کتابوں سے اسپر چڑھائے گئے ہیں مثلاً سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا قیامت کے دن شفاعت کرنا اور آپکا رحمۃ للعالمین ہونا وغیرہ وغیرہ اور جو معجزات آپسے صادر ہوئے ہیں وہ بھی اسکے حاشیہ پر چڑھائے گئے ہیں مثلاً کنکریوں کا بولنا جانوروں کا آپسے باتیں کرنا وغیرہ

جدید علم کلام

(یعنے)

سائنس و اسلام

آجکل کا زمانہ بھی عجیب زمانہ ہے کہنے کو تو کونسی شے ہے جسمیں موجودہ زمانہ میں ترقی نہیں ہوئی جو باتیں کبھی خواب و خیال میں بھی نہ گذری تھیں وہ آجکل آنکھوں سے نظر آتی ہیں۔ علم کائنات کی جو شاخ لیجئے۔ اُس کی تحقیقات کا پایہ بہت ہی بلند نظر آئیگا۔ صنعت میں وہ وہ ایجادیں ہوئیں کہ صناعان چین کی صناعیاں جو ضرب المثل تھیں گرد نظر آتی ہیں۔

خلاصہ یہ کہ ہر شے ترقی کا دم بھرتی ہے۔ مگر افسوس ہے کہ جسقدر علوم و فنون کو ترقی ہوئی اُسی قدر مذہبی پہلو انحطاط کی جانب گرتا چلا گیا۔ یہاں تک کہ اب یہ حالت ہو گئی کہ کوئی مذہب والا یہ نہیں کہہ سکتا کہ ہمارے مذہب کا پایہ بلند ہے۔ جدید سائنس کی بدولت بہت کچھ دہریت کا حصہ خیالات میں شامل ہو گیا ہے۔ سائنس کے مقابلہ میں موجودہ مذاہب میں سے سوائے اسلام کے یا اُس مذہب کے جسمیں اسلام کے قریب قریب تعلیم ہو اور کوئی مذہب ٹھہر ہی نہیں سکتا یہی وجہ ہے کہ دہریت کا اثر دیگر مذاہب کے مقابلہ اسلام پر بہت کم ہوا۔ اور جس قدر ہوا ہے اُس کی یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں میں جن حضرات نے فلسفہ جدیدہ کو حاصل کیا وہ اپنے مذہب سے یا بالکل واقف نہ تھے یا کافی واقفیت نہ رکھتے تھے نتیجہ یہ ہوا کہ جن کے قلب میں مذہب کی کچھ وقعت تھی اُنہوں نے تو کہدیا کہ اسلام کو سائنس سے کوئی علاقہ نہیں اور جن کو اُصول سائنس کی زیادہ قدر ہوئی وہ اُصول اسلام کا جو عقلاً و نقلاً مسلم الثبوت ہو چکے تھے انکار کر بیٹھے لہذا ضرورت ہوئی کہ کوئی جامع کتاب ایسی ہو جو اسلامی مسائل کو سائنٹیفک لباس دکھا سکے۔ چنانچہ حقتعالیٰ نے مولانا حسین آفندی بحر طرابلسی کو کتاب حمیدیہ لکھنے کی توفیق دی جو فلسفہ جدیدہ کے موافق بالکل سائنٹیفک کسوٹی پر تالیف کی گئی تھی مگر وہ کتاب عربی زبان میں تھی۔ لہذا حکیم الامۃ مجدد الملۃ حضرت مولانا مولوی محمد **اشرف علی** صاحب تھانوی دام ظلہم کے ارشاد سے مولانا مولوی سید **اسحٰق علی** صاحب نے اُس کا سلیس ترجمہ ۱۳۱۵ھ میں کر دیا جو چھپکر ہاتھوں ہاتھ فروخت ہو گیا تھا۔ اور مشتاقوں کی آنکھیں اُس کی زیارت کے لئے ترس رہی تھیں اب اُسکو دوبارہ طبع کیا گیا ہے۔ قیمت دو روپیہ (عہ)

دار الشفاء مصطفائی میرٹھ کی شاخ

حضرت مولنا مولوی حکیم محمد مصطفٰے صاحب مدظلہ کی ادویات کی مختصر

فہرست

جسمیں خاندانی مجربات تیر بہدف ادویات، حیرت انگیز ایجادات خصوصاً امراض چشم، مرگی بخار، آتشک سوزاک، ہیضہ، ضعف باہ وغیرہ وغیرہ کی لاثانی ادویات جن کی اشاعت احقر نے نہایت ضروری سمجھکر ایجنسی لے لی ہے۔

اسقدر یاد رہے کہ جن صاحبوں کو اپنا یا کسی دیگر شخص کا مکمل علاج کرانا منظور ہو وہ براہ راست قبلہ حکیم صاحب موصوف سے رجوع کریں۔ اور ادویات جس قدر بھی درکار ہوں خواہ دار الشفاء مصطفائی میرٹھ سے منگالیں کہ وہ اصل دار الاشاعت ہے۔ یا ایجنسی پتہ ذیل سے طلب فرمالیں۔ کہ یہاں سے منگانے میں آسانی ہے۔ بوجہ دہلی عام گذرگاہ ہونے کے۔

ملنے کا پتہ: محمد عثمان مالک کتبخانہ اشرفیہ بازار دریبہ کلاں دہلی

کحل الجواہر

جواہرات اور بیش بہا فلزات کا مجموعہ

دھوپ والی آنکھ کی اور آنکھ کے پرانے پرانے امراض کی مخصوص دوا

یہ سرمہ دار الشفاء مصطفائی میں خاص اہتمام کے ساتھ تیار کیا جاتا ہے اور چھانٹ چھانٹ کر اصلی اجزا مہیا کئے اور بیش قیمت خرچ کر کے بہم پہنچائے جاتے ہیں۔ جس نے ایک دفعہ استعمال کیا مجسم اشتہار بنگیا۔ ایسے لوگ موجود ہیں جنہوں نے دوسرے اور سرمے بھی استعمال کئے اور جب اس کو استعمال کیا تو سب کو بھول گئے۔ اس کے فوائد و منافع دیکھکر جسقدر بھی اسکی تعریف

کی جائے اور رنگین اور مبالغہ آمیز الفاظ استعمال کئے جائیں کم ہیں۔

فوائد کحل الجواہر کے یہ ہیں کہ مقوی بصر و مقوی عضلات و اعصاب چشم ہے طبقات چشم کو مضبوط کرنے والا اور تمام اجزا چشم کو صاف کرنیوالا۔ روہوں کے مریضوں کیلئے نعمت بے بہا جب روہے زیادہ موجود ہوں تو کحل آق لگایا جائے جب روہے مٹ جائیں اور خفیف رہ جائیں اُسوقت کحل الجواہر لگایا جائے اُن روہوں کو مٹا دیتا ہے، اور آئندہ پیدا ہونے کا مانع ہوتا ہے، پلکیں ہلکی ہوکر بحالت اصلی آجاتی ہیں، اور پتلی صاف ہوکر بینائی ٹھیک ہوجاتی ہے اور پانی بہنا چکیا بالکل غبار و ڈھلکے اور پانی بہنے چیکنے کے لئے اکسیر، اگر آنکھ میں کوئی مادہ خراب موجود ہوتا ہے تو اسکو تحلیل کرتا اور آئیندہ اُس مادہ کے آنیکا مانع ہوتا ہے۔ اگر موتیا بند بالکل ابتدائی حالت میں ہو تو کحل الجواہر کا لگانا اُسکا مانع ہوتا ہے اور کسی دوا کی ضرورت نہیں ہوتی اور اگر کچھ پانی آگیا ہے تو سرمہ موتیا بند لگانا اور دیگر معالجات باقاعدہ کرانا چاہئے اور کحل الجواہر اس حالت میں لگانا چاہئے تاکہ آنکھ کو قوت پہنچے اور بزلہ ضعیف میرزد کا مصداق نہو۔

کحل الجواہر بار بار آنکھ دکھنے اور درد وغیرہ کا دورہ پڑنے کو بھی مانع ہے۔ اگر تندرست اصحاب اسکو استعمال کرتے رہیں تو کبھی آنکھ میں کسی قسم کا فرق نہو اور بینائی آخیر عمر تک بحال رہے۔

قیمت کحل الجواہر فی تولہ پانچ روپیہ (۵ عہ)	**قیمت فی شیشی** ۳ ماشہ ایک روپیہ چار آنہ (۱ عہ ۴)
پیکنگ ... ... ۴ ر	**محصول** دس تولہ تک ... ... ۴ ر

نوٹ:۔ کحل الجواہر میں سرمہ کا جز کم ہے اور جواہرات و ادویات خصوصاً یاقوت کا جز زیادہ ہے اور توتیا وغیرہ بہت تیزی کرنے والی ادویات بھی شامل ہیں لیکن اس میں تریاق اللذع بھی شامل کیا گیا جس سے تیزی بالکل نہیں ہی اور قوت دوبالا ہوگئی اور ملکا بہت ہوگیا تین ماشہ سرمہ کم سے کم تین مہینہ کو کافی ہوتا ہے۔

جب روہوں کے علاج سے ڈاکٹر اور حکیم عاجز آگئے ہوں تو کحل الجواہر مصطفائی استعمال کرو۔

جب آنکھ کے بار بار دکھنے سے آپ تنگ آگئے ہوں تو کحل الجواہر مصطفائی کو استعمال کیجئے۔

جب آنکھ میں قسم قسم کے امراض پیدا ہوتے ہوں تو کحل الجواہر مصطفائی کو استعمال کیجئے۔

اگر آپ کو منظور ہے کہ آپ کی بینائی تمام عمر قائم رہے تو کحل الجواہر مصطفائی کو استعمال کیجئے۔

اگر آپ چشمہ کے عادی ہوگئے ہیں تو سال دو سال کحل الجواہر مصطفائی کو استعمال کیجئے چشمہ چھوٹ جائے گا۔ اس کا تجربہ ہوچکا ہے۔

اگر آپ کو اپنے بچوں کی بینائی کی حفاظت منظور ہے تو بچپن ہی سے اُن کو کحل الجواہر مصطفائی استعمال کرائیے۔ سن بلوغ کے بعد خواہ وہ استعمال کریں یا نہ کریں۔ آنکھ میں کسی قسم کا نقص آخیر عمر تک نہیں آئیگا۔

کحل باق:۔ یہ ایک عجیب و غریب سرمہ ہے جو سالہا سال کے تجربہ کے بعد شائع کیا جاتا ہے جب روہے موجود ہوں تو اسکو دودھ میں گھسکر صبح شام لگانا چاہئے، توتیا اور کافشک وغیرہ سے زیادہ سریع الاثر ہے، لطف یہ کہ تکلیف مطلق نہیں دیتا اور روہوں کو بہت جلد نیست و نابود کر دیتا ہے اور روہوں کے کوئیوں کے کٹنے اور خارش چشم کو بھی مفید ہے۔ یہ وہ چیز ہے کہ ڈاکٹری میں ایسے

مقابلہ میں کوئی چیز نہیں۔ قیمت فی شیشی ۲ ماشہ عہ
بہت ہلکی چیز اور سفید رنگ ہو نصف شیشی بھی مل سکتی ہے، پیکنگ ۲ محصول ۲ر

اکسیر چشم

خوشنویسوں اور جملہ آنکھ سے زیادہ کام کرنے والوں کے لئے عجیب چیز ہے یہ شہد کی صورت میں ایک رگڑا ہے۔ ایک سلائی روز لگانے سے اکثر امراض سے آنکھ محفوظ رہتی ہے اور بینائی آخیر عمر تک قائم رہتی ہے۔ اس کا نفع دو تین ہی دن میں معلوم ہونے لگتا ہے۔ قیمت شیشی جو دو مہینہ کو کافی ہوگی ۲ر

سرمہ مرگی

صرف آنکھ میں لگانے سے مرگی جیسے لاعلاج مرض کو آرام۔ ایسی دوا دنیا میں اور کہیں نہیں ہے۔ قیمت عـــہ محصول ۲ر

سب سے پہلے جس نے اس سرمہ سے صحت کلی حاصل کی وہ مسٹر رزاق بخش صاحب قادری بیرسٹر ایٹ لا تھے جو علیگڈھ میں پریکٹس کرتے تھے اور مشہور و معروف شخص تھے۔ ان صاحب کو سنہ ۱۳۱۶ ہجری میں بحالت جوانی مرگی کا عارضہ ہوا اور اطبا اور ڈاکٹروں نے جواب دیدیا اس سرمہ کے چند روزہ استعمال سے صحت ہوئی اور وہ انگلینڈ جاکر بیرسٹری پاس کر آئے اور تمام عمر اس مرض سے محفوظ رہے۔

بعد ازاں ایک مرتبہ پیسہ اخبار لاہور میں اس کا اشتہار دیا گیا تو منشی علیجان خاں صاحب مختار عام سونپور ضلع سارن نے طلب فرمایا اور کامیابی ہوئی بہت تعریف کی اور فرمائش کی کہ پیسہ اخبار میں ضرور اس کا اعلان کیا جایا کرے تاکہ غربا فائدہ حاصل کریں۔ ان دو صاحبان کے علاوہ بہت جگہ تجربہ ہوا اور کامیابی ہوئی۔ ریاست رامپور میں دو شخص تھے جنکو ۲۰ سال سے مرگی کا مرض تھا اس کے استعمال سے اول دورہ میں کمی ہوئی پھر رفتہ رفتہ دو مہینہ کے اندر بالکل صحت ہو گئی۔

سرمہ زرقت

آدمی کیسا ہی حسین ہو آنکھ کنجی ہو تو حسن پر بالکل ہی پانی پڑ جاتا ہے یہ مرض اگرچہ خلقی ہوتا ہے لیکن ہمارا سرمہ زرقت ۴۰ دن لگانے سے پتلی کے جلد بدنما رنگ بدل کر سیاہ کر دیتا ہے۔ قیمت فی شیشی عـــہ محصول ۱ شیشی تک ۲ ریپکنگ ۲ر

ما اللحم مصطفائی

زندگی جیسی پیاری اور عزیز ہے وہ ظاہر ہے لیکن تندرستی بھی ایک ایسی نعمت ہے کہ بغیر اسکے زندگی بے لطف و بیکار ہے۔ یہ امر تو مسلم ہے کہ ما اللحم نہایت مقوی ارواح ہے، دل و دماغ و معدہ اور تمام اعضائے رئیسہ کو طاقت پہنچانا قوت باہ کیلئے اکسیر کا حکم رکھنا بدن میں چستی اور توانائی پیدا کرنا، غذا کو جلد ہضم کرنا، گئی ہوئی طاقت میں از سر نو جان ڈالنا، رنگ نکھارنا اس کی خاصیتیں ہیں مگر یہ ما اللحم مصطفائی خصوصیت کے ساتھ پیروں کو جوان، اور جوانوں کو نوجوان بناتا ہے اس لئے کہ نہایت نادر اور بیش قیمت اور فرحت بخش اجزاء سے بطرز خاص تیار کیا جاتا ہے۔ ما اللحم مصطفائی بچوں کے ام الصبیان اور پسلی لگنے کیلئے فوری دوا ہے، ام الصبیان والے بچے جانے کتنے ہیں جنکو اس نے نفع دیا ہے، اور ضعف سینے و بار ما اللحم مصطفائی مغلظ منی بھی ہے۔ اور ضعف دماغ جگر اور درد سر ضعف بصارت کیلئے خاص چیز ہے ما اللحم مصطفائی مستورات کیلئے بھی لاثانی چیز ہے، اس کا اثر رحم پر بھی بہت زیادہ پڑتا ہے۔ رحم کو غذا عمدہ پہنچتی ہے تو قوت آجاتی ہے، اور رحم اپنی غذا کو پوری طرح ہضم کرنے لگتا ہے، اس سے سیلان رحم کی جڑ کٹ جاتی ہے اگر عورت کو بیماری

حمل پایا جاوے تو بچہ کو اس قدر نفع ہوتا ہے کہ گویا تمام عمر کیلئے آبحیات کا کام دیتا ہے۔ مار اللحم مصطفائی اس درد کیلئے جو عورت کو قبل از حیض ہوتا ہو یا بچہ ہونیکے بعد ہوتا ہے۔ اکسیر سے زیادہ اثر رکھتا ہے۔ حلق سے اترتے ہی درد ندارد، اور درد والے کو نہایت مفید ہے۔ قیمت فی بوتل دو روپے بارہ آنے (عہ۲)

بکس شفاء الحجاج

ایک مرتبہ بعض احباب عازم حج کی فرمائش سے یہ بکس تیار کیا گیا تھا اور تجربہ سے بہت مفید ثابت ہوا پھر کئی بار تجربہ کے بعد اس میں ترمیم کی گئی اب اس میں ادویات ذیل ہیں جو سفر حج کی اکثر ضرورتوں کو کافی ہوتی ہیں۔ سفر حج جیسا مہتم بالشان اور دور دراز کا سفر ہے معلوم ہے بعض وقت معمولی سی ضرورت کے لئے دوا نہیں ملتی تو جان پر بنجاتی ہے اس بکس میں معدودے چند ادویات ہیں مگر بہت ارزاں اور ایسے جامع خواص ہیں کہ تمام سفر کی ضرورتوں کے لئے کافی ہو جاتی ہیں۔ حجاج نے اس سے بڑے بڑے فائدے اٹھائے ہیں جیسا کہ سرٹیفکٹوں سے معلوم ہوگا۔ حج کا ارادہ کرنیوالوں کو چاہیئے کہ اسکو ضرور ساتھ رکھیں۔

نوٹ:۔ اس بکس کی ہر دوا علیحدہ بھی مل سکتی ہے، نمبر صحیح لکھیں۔

ادویات بکس شفاء الحجاج کی تفصیل معہ ترکیب استعمال

حب سعال نمبر ۱ نزلہ اور ہر قسم کی کھانسی کو مفید گرم ہو یا سردی کی ہو یا پرانی اس بکس کی جملہ ادویات سے اس کو ترجیح ہے۔ ایک ایک گولی سے کھانسی کو آرام ہو گیا ہو نزلہ اور کھانسی کے لئے ایک گولی صبح اور ایک دو بجے دن کے اور ایک رات کو سوتے وقت منہ میں رکھیں۔ جن لوگوں کو نزلہ اکثر رہتا ہو وہ بلا ضرورت بھی ایک گولی روز کسی وقت منہ میں رکھ لیا کریں مجرب در مجرب ہے اس ایک گولی ۱۲ ار ہے کسی حال میں نقصان نہیں کرتی، حتیٰ کہ حمل کی حالت میں بھی استعمال کر سکتے ہیں۔

سفوف پیچش نمبر ۲ سفر حج میں پیچش کی شکایت اکثر ہو جاتی ہے پیچش کے لئے یہ سفوف ہر قسم کے واسطے مفید ہے۔ جہاز میں اور تمام سفر میں اکثر روغن اکسیر دو بوند کھاتے رہو تاکہ پیچش نہ ہو اور اگر پیچش ہو جائے تو ۲ ماشہ سفوف پیچش روز کھاؤ دو تین دن میں آرام۔ غذا اس وقت چاولوں کی پیچ یا کھچڑی ہو ۲ تولہ قیمت آٹھ آنہ (۸ر)

تریاق بے نظیر نمبر ۲ طاعون، ہیضہ، بخار، چیچک، قے۔ درد سر، پیٹ جلے ہوئے، سوزش بول، تتیے کے کاٹے کی ایک دوا طاعون اور ہیضہ کے موسم میں ۲ بوند سے ۵ بوند تک ہر روز کھانا چاہیئے، طاعون اور ہیضہ کے مریض کو ۵ بوند صبح اور ۵ بوند دوپہر اور ۵ بوند شام کو بلکہ ہر دو گھنٹہ کے بعد ۲ بوند دیتے رہو، بخار میں پیاس کے وقت ۲ بوند دوا اور یہی کو سنگھاؤ، آدھا سیسی والے کو باری سے پہلے ۵ بوند ناک میں چڑھوا دو، پیٹ اور جلے ہوئے، اور تتیے کے کاٹے پر ملنے سے فوراً آرام، سوزش بول میں ۲ بوند صبح اور ۲ بوند شام کھاؤ قے کے وقت ذرا سا کوڑی پر ملوا کر سنگھاؤ، قیمت فی شیشی ۱۲ خوراک ۴ر ۳۲ خوراک ۸ر اور ایک تولہ ۱عہ اس بکس میں ایک تولہ ہے۔

روغن اکسیر نمبر ۴ ہاضم و مفرح نافع پیچش و درد سر قے و درد شکم تتیے کے زہر کو مفید، بعد غذا کے ۲ بوند سے ۵ بوند تک تین

ڈالکر پئے رہیں تو ہضم اچھا ہو اور پیچش اور دردوں سے
امن رہے۔ قے والا ۲ بوند پئے اور سونگھے اور کوڑی پر
ملے، درد دوسرا اور تتیے کے کاٹے پھریری سے لگاؤ۔ جہاز
میں اس کا استعمال نہایت مفید ہے، گھروں میں بھی
رکھنے کی چیز ہے۔ ۲ تولہ قیمت ایک روپیہ (عہ ر)

حب وبا نمبر ۱۸

اگر موسم خراب ہو تو ایک گولی روز بلا ضرورت بھی کھاتے
رہیں اور اگر مرض ہیضہ ہو جائے تو دو دو گھنٹہ میں ایک
گولی اور عرق گلاب پلائیں اور دن رات میں تین چار
دفعہ تریاق بے نظیر دو دو بوند دیں (۵ عدد ۔ر)

قبض کشا نمبر ۱۹

جب قبض ہو اس کی ایک بوند سے چار بوند تک سوتے
وقت کھالیں، فی بوند ایک دست ضرور ہو جاتا ہے۔ اگر
کسی کو پیٹ میں اس سے پیچ ہو تو اس کے ساتھ ۲ ماشہ
اسپغول بھی پھانک لیں، اگر کسی کو اس سے دست زیادہ
ہو جائیں تو دہی کھانے سے یا ساگودانہ کھانے سے بند
ہو جاتے ہیں۔ انڈے کی سفیدی پینا بھی بہت اثر رکھتا
ہے اسکو مقدار سے زیادہ ہرگز نہ کھائیں (۲) خوراک ۱ہ ر

روغن اعجاز نمبر ۲۰

چوٹ، زخم، سوزش اعضاء، منہ آنے، بچھو، مکڑی،
تتیے کے کاٹے، جلے ہوئے، ورم، سرخ بادہ کی فوری دوا
چوٹ اور درد اور ورم پر اسکو ملکر سینکیں فوراً آرام،
سوزش اعضا، تتیے، بچھو، مکڑی کے کاٹے، جلے ہوئے پر
لگاتے ہی آرام، زخم میں کیسی ہی جلن اور تکلیف ہو لگاتے
ہی چین پڑ جائے، زخم کو صاف کرتا اور بڑھنے سے روکتا اور
گوشت بہت جلد بھر لاتا ہے، نیم کے پانی یا صابن سے زخم
کو دھو کر لگانا چاہئے، اور ہوا سے بچانا چاہئے۔ منہ کسی قسم کا
آیا ہو حتیٰ کہ بچوں کا سفید منہ جس کو مہلک سمجھا جاتا ہو اس
کے لگاتے ہی تکلیف دور اور تقریباً ایک گھنٹہ میں منہ
بالکل صاف ہو جاتا ہے مجرب ہے۔ سرخ بادہ پر نصف
وزن مہر کہ ملا کر لگانا چاہئے۔ سوزش و خارش اندام نہانی
مستورات اور سوزش بواسیری مستوی کیلئے پھریری سے
لگائیں تو فوری دوا ہے، اگر چوٹ یا زخم سے خون بہتا ہو
تو اس میں مومیائی حل کر کے لگانا خون کو فوراً بند کرتا ہے
اور زخم کو بہت جلد بھر لاتا ہے۔ پان میں چونہ زیادہ ہونے
سے منہ چھل جائے تو اس کے لگاتے ہی آرام۔ فالج اور
لقوہ والا منہ اور سر پر ملے تو نہایت مفید۔ قیمت فی شیشی
۶ ماشہ ۴ر الیضاً ایک تولہ ۷ر الیضاً ۳ تولہ ۱۲ر ۵ تولہ عہ
الیضاً ۱۰ تولہ ۳ر اسکا پورا بیان صفحہ ۲۰۳ پر دیکھو
ایک شیشی مفت، اس میں مومیائی ملا کر چوٹ پر لگانا مفید ہے

مومیائی نمبر ۲۱

ہڈی کو جوڑ دیتی ہے۔ جب کسی کے چوٹ لگے تو ایک چنے کے برابر
مومیائی دودھ کے ساتھ کھلا دیں۔ دو تین وقت ایسا
ہی کریں، مومیائی کو روغن اعجاز میں حل کر کے چوٹ پر لگائیں
تو فوراً درد، خون وغیرہ سب بند اور بہت جلد زخم بھر جاتا ہے
ایک تولہ قیمت ایک روپیہ (عہ ر)

فوری زہرمار نمبر ۲۲

آپ نے پڑھا ہو گا کہ فوری زہرمار، زہروں کا علاج
ہے لیکن یہ فقط اسی کام کے لئے نہیں ہے بلکہ سفر حج میں
بہت کار آمد ہے اس کی دو بوند ایک چمچہ پانی میں ملا کر روز
جہاز میں کھاتے رہیں تو چکر وغیرہ سے امن میں رہیں اور
کوئی وبائی بیماری بھی نہ ہو اور ملیریا بخار نہ ہو اور اسیطرح
پانی میں ملا کر ماتھے پر ملیں تو چکر نہ آئے بلکہ اس کے سونگھنے
ہی سے چکر نہیں آتا۔ اگر کھانے میں اسکو دو تین بوند ڈالکر

کھایا کریں تو کھانا خوب ہضم ہو اور خوش ذائقہ ہو جائے اگر شکر سفید ۱ تولہ ۱۰ تولہ پانی ۲ تولہ ملا کر ۲ بوند فوری زہر مار کی ملالیں تو نہایت مفرح چٹنی بنجائے جو گرمی کے وقت پیاس کی تسکین کرے اور طبیعت کو خوش رکھے۔ اگر شکر سفید کا شربت بنا کر چار بوند فوری زہر مار ڈالکر پئیں تو بیحد مفرح اور مسکن ہو۔ اور سفر میں لو لگنے کا خوف نہ رہے۔ اگر نمک مرچ کی چٹنی بنا کر تین چار بوند فوری زہر مار کی ڈال لیں اور تھوڑی شکر سفید بھی ملالیں تو نہایت لذیذ و مفید چٹنی بنجائے اور دسترخوان پر ہو تو کھانا خوب کھایا جائے۔

زہریلے جانوروں کا پورا علاج ہے ہیضہ، سرسام بخار وغیرہ کے لئے بھی مفید ہے اسکا پورا بیان صفحہ ۳۵ میں ضرور پڑھ لینا چاہیئے (۲ تولہ قیمت ۱۲؍)

نمک سلیمانی

یہ ہر جگہ کار آمد ہے، اگر نمک سلیمانی ایک ماشہ لیکر ۲ تولہ پانی میں گھول کر ۲ بوند فوری زہر مار ملادیں تو نہایت لذیذ اور خوش ذائقہ اور زیادہ مفید ہوجاتا ہے خوراک ایک ماشہ قیمت ۵ تولہ ۸؍

بکس شفاء الحجاج

کی ادویات کی قیمت چھ روپیہ پندرہ آنے ہوتی ہے۔ لیکن کل بکس کی قیمت چھ روپیہ آٹھ آنے، محصول چودہ آنہ (۱۴؍)

نوٹ:۔ ہر دوا علیحدہ بھی ملسکتی ہے۔ اور اگر کوئی صاحب بکس شفاء الحجاج میں کسی دوا کی مقدار بڑھانا چاہیں تو اطلاع کرنے پر بڑہائی جاسکتی ہے قیمت اسی دوا کی بڑھ جائیگی

نوٹ:۔ یہ بکس علاوہ حج کے ہر سفر میں کار آمد ہے بلکہ ہر کنبہ دار کو اپنے گھر میں رکھنا چاہیئے۔

نوٹ:۔ کم استطاعت اصحاب کیواسطے یہ بھی رعایت ہے کہ نصف بکس بھی بن سکتا ہے ہر دوا نصف وزن کی ہوگی قیمت سے محصول ۴؍

سرٹیفکٹ

میں حج کو گیا تو آپکا بکس شفاء الحجاج ہمراہ لیگیا واقعی اس نے وہ کام دیا کہ ایک طبیب یا ڈاکٹر بھی نہیں دیسکتا۔ اس کی ہر دوا مفید اور ضروری ہے، خصوصاً حب سعال اور قبض کشا کرنیر بہدف ہیں۔

محمد عاشق الٰہی مولوی فاضل میرٹھ محلہ کوٹلہ

سرٹیفکٹ

میں مع اہل وعیال کے حج کو گیا اور دو بکس شفاء الحجاج کے ساتھ لے گیا۔ اس نے ایسے ایسے موقعوں پر کام دیا کہ جہاں کوئی طبیب یا ڈاکٹر نہ تہا اور نہ دوا ملسکتی تھی واقعی سفر حج میں یہ ازحد ضروری چیز ہے۔ جہاں سینکڑوں روپیہ خرچ کئے جاتے ہیں۔ پانچ چھ روپیہ یہ بھی ضرور خرچ کرنا چاہئے۔ نواب جمشید علیخاں۔ ایل۔ ایم سی و ممبر کونسل ازباغپت ضلع میرٹھ

دارالشفاء مصطفائی کی ایک خاص چیز

اسم بامسمیٰ روغن اعجاز صدہا مرضوں کی ایک دوا

چوٹ، زخم، سوزش اعضا، منہ آلنے، بچھو، مکڑی، تتئے وغیرہ کے کاٹے، جلے ہوئے۔ ورم، سرخ بادہ کی فوری دوا درد اور ورم پر اس کو ملکر سینکیں فوراً آرام۔ چوٹ میں اگر زخم نہ ہوا ہو تو اسے ملکر سینکیں اور اگر زخم ہو تو خالص پانی یا نیم کے پانی سے دھوکر یہ تیل لگائیں درد اور تکلیف اور نیں فوراً موقوف، چوٹ اور زخم خواہ گرنے سے ہوا ہو یا لاٹھی یا بندوق کی ضرب سے۔ اگر زخم سے خون بہتا

چوپایا وغیرہ کسی نے کٹ گیا ہو تو اسکو لگائیں، خون کو فوراً بند کرتا ہے، اور زخم کو بہت جلد بھر لاتا ہے۔ یہ تیل زخم کو بھرنے میں نہایت سریع الاثر ہے اور زخم کو ٹھیک ہونے سے روکتا ہے۔ منہ کسی قسم کا آیا ہو حتیٰ کہ بچوں کا سفید مونہہ جسکو مہلک کہا جاتا ہے اس کے لگتے ہی تکلیف دور اور تقریباً ایک گھنٹہ میں منہ بالکل صاف ہو جاتا ہے۔ پھریری سے لگائیں۔ سرخ بادہ پر نصف وزن سرکہ ملا کر لگائیں سوزش و خارش اندام نہانی مستورات کیلئے پھریری سے لگانا فوری دوا ہے بواسیر پر ملیں فوراً جلن اور خارش موقوف، پان میں چونہ زیادہ کھا لینے سے منہ چھل گیا ہو تو پھریری سے لگاتے ہی آرام، فالج اور لقوہ میں بعد صفائی مادہ اسکا ملنا مفید اور مقوی اعضا جو جوڑوں بدن پر ملوائیں تو نہایت مقوی۔ جوڑوں میں سختی آگئی ہو تو نرم کرتا ہے، پسلی کے درد پر اسمیں نصف وزن موم ملا کر نیم گرم ملیں۔ گرم پانی میں ۳۰ تولہ ملا کر پلیں تو مسہل قوی ہے۔ قولنج اور مروڑ اور پیٹ کے کیڑوں کو دفع کرتا ہے

روغن اعجاز کا ایک خاص فائدہ

ختنہ کرنے کے بعد اسکی تو ۲ ماشہ کافور ملا کر لگا دیا جائے تو فوراً تکلیف دور ہو جاتی ہے اور زخم جلد اچھا ہو جاتا ہے پٹی بہت باندھنے وغیرہ کی مطلق ضرورت نہیں ہوتی علی ہذا لڑکیوں کے کان، ناک چھیدنے کے بعد فوراً اس کو لگا دیا جائے تو تکلیف بالکل نہیں ہوتی، اور دو تین ہی دن میں کان اچھے ہو جاتے ہیں۔

قیمت شیشی	۲ ماشہ	چار آنہ	۴/
" "	۱ تولہ	سات آنہ	۷/

قیمت شیشی	۲ تولہ	چودہ آنہ	۱۴/
" "	۵ تولہ	ایک روپیہ تین آنہ	عہ/
" "	۱۰ تولہ	تین روپیہ	۳؍
" "	ایک پونڈ ۴۰ تولہ	گیارہ روپیہ	۱۱؍

جس قسم کی شیشیاں خریدی جائیں، فی درجن ایک شیشی مفت

سرٹیفکیٹ

میں آپ کے روغن اعجاز کو واقعی اعجاز ہی سمجھتا ہوں اور ہمیشہ گھر میں رکھتا ہوں۔ ایک مرتبہ یہاں گاؤں میں لڑائی ہوگئی اور فریقین کے سر پھٹ گئے اور ایسی چوٹیں آئیں کہ سب کا خیال تھا کہ دو دو تو مہینہ شفاخانہ میں رہنا پڑیگا۔ آپ کا روغن اعجاز موجود تھا صرف وہ زخموں میں ٹپکایا گیا تکلیف فوراً دور ہوئی اور ایک ہفتہ میں سب اچھے ہوگئے، اس کے علاوہ میں نے اسکا تجربہ بہت جگہ کیا کیسا ہی زخم ہو، چوٹ ہو، پھوڑا پھنسی ہو میں اسی کو لگا لیتا ہوں آرام ہو جاتا ہے، بڑے بڑے کام اس سے نکلتے ہیں۔

ضیاء الحسن از کاٹھ ضلع میرٹھ

سرٹیفکیٹ

میں نہایت مسرت اور فراخ دلی کیساتھ روغن اعجاز کی تعریف کرتا ہوں کہ واقعی یہ بے مثل چیز ہے چوٹ لگ جانے کو اسکو مل لیا جائے تو درد اور ٹیس گویا تھی ہی نہیں اور ورم کے تحلیل میں بھی بہت مفید ثابت ہوا ایک مریضہ پر درد گردہ میں آزمایا گیا بہت جلد درد کو سکون ہو گیا میرے گھر میں ایک شیشی رکھی رہتی ہے۔ جس بچہ کے چوٹ لگتی ہے یا کوئی جانور کاٹ لیتا ہے وہ دوڑ کر روغن اعجاز مل لیتا ہے۔ اور ہنستا کھیلتا پھرتا رہتا ہے۔ ہر گھر میں رہنے کی چیز ہے۔ مولوی ظفر احمد صاحب از خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون ضلع مظفر نگر

ایک عجیب واقعہ - ایک لڑکا کارتوس بھر رہا تھا غلطی سے ٹوپی چل گئی اور چھرے چھچھت میں لگے - اور اُسکا منہ اور ہاتھ سب زخمی ہوگئے - تمام منہ پر خون ہی خون تھا ایک شخص نے چلو میں پانی لیکر منہ پر ڈالا اِس غرض سے کہ خون دُھل جائے اور معلوم ہوجائے کہ چوٹ کہاں کہاں اور کتنی لگی - لیکن تمام چلو خون سے بھر گیا کیونکہ خون بہت زیادہ نکل رہا تھا - تمام کھال اور گوشت اڑ گیا تھا - اتفاق سے اُس وقت روغن اعجاز موجود تھا - چلو بھر کر اُس کے منہ پر ڈال دیا - پڑنا تھا کہ خون بند ہوگیا اور زخم کے موقعے صاف نظر آنے لگے پھر روغن اعجاز ہی سب جگہ لگایا گیا - آنکھیں پھول کر بڑی بڑی ہوگئی تھیں اور سخت سوزش تھی ان پر روئی روغن اعجاز میں بھگو کر رکھی گئی - مریض بیہوش ہوگیا تھا - ایک گھنٹہ کے بعد تکلیف کہیں نہیں رہی - اگلے دن آنکھیں کھل گئیں - اور ایک ہفتہ میں سب زخم اچھے ہوگئے اور نشان بھی نہ ہے

(راقم ایک طبیب صاحب)

سرٹیفکٹ

میرے ایک دوست کے ہاتھ میں بندوق لگ گئی اور دونوں ہاتھوں کی ہڈیاں چور چور ہوگئیں، ڈاکٹر نے اپریشن کیا، لیکن سوزش اور گرمی اس قدر تھی کہ کئی راتیں جاگتے گذر گئیں کبھی بھی ہاتھ کے پاس کواٹھی تھی تو تڑپ اُٹھتے تھے، ڈاکٹر نے بہت کوشش کی مگر یہ تکلیف رفع نہ ہوئی تھی اُس وقت روغن اعجاز لگایا گیا فوراً نیند آگئی اور ایک ہی دن میں زخموں میں گوشت اتنا بھر آیا کہ ڈاکٹر نے کہا کہ کوئی دوا بہت تیز بھرنے والی لگائی گئی ہے کہ گوشت بے قاعدہ بھرتا آتا ہے، ایسا نہ ہو اسکو کاٹنا پڑے!!

(محمد علی پروفیسر مسلم کالج الہ آباد)

ایک قابل قدر سرٹیفکٹ

از عالیجناب حکیم محمد عبدالحلیم صاحب

ایڈیشنل حکیم شفاخانہ تکمیل الطب پرونشیل میڈیکل اسکول جھوائی ٹولہ لکھنؤ - میں تصدیق کرتا ہوں کہ حکیم حاجی مولوی حافظ محمد مصطفےٰ صاحب، مالک دارالشفاء مصطفائی میرٹھ کا ایجاد کردہ روغن اعجاز وفیور مکسچر مصطفائی وزہر مار نہایت مفید ادویات ہیں شفاخانہ تکمیل الطب کے مرضی پر میں نے استعمال کیا اور واقعۃً مفید پایا میں حکیم صاحب کو اِن کی کامیابی پر مبارکباد دیتا ہوں اور پبلک سے ان ادویہ کے استعمال کی سفارش کرتا ہوں، ۲۲ جولائی سنہ ۲۶ء

زہریلے جانوروں کا علاج

دارالشفاء مصطفائی کی خصوصیات میں سے یہ بھی ہے کہ زہریلے جملہ جانوروں کے کاٹے کا علاج خاص طور سے ہوتا ہے - اِن ادویات کو غور سے پڑھئے -

زہرمار عجیب جادو اثر دوا ہے - بچھو، تتے، کھچوے، کنکھجورے اور جملہ زہریلے جانوروں کے کاٹے کو ایک بوند آنکھ میں ڈالنے سے ایک سکنڈ میں آرام، لطف یہ کہ آنکھ کو کسی قسم کا نقصان یا تکلیف نہیں بلکہ جالے اور دھند کے لئے مفید ہی بہت اطبا اِس کا تجربہ کرچکے ہیں سانپ کے کاٹے ہوئے بہت سے آدمی اِس سے اچھے ہوچکے ہیں، گرمی کے موسم میں اکثر یہ ہوتا ہے کہ محلہ میں کہیں تتیوں کا چھتہ لگا ہوتا ہے - تو بچے اُس میں اینٹ مار دیتے ہیں اور جب تتے لپٹ جاتے ہیں اور کاٹ لیتے ہیں تو دارالشفاء میں آکر آنکھ میں دوا ڈلوا لیتے ہیں فوراً آرام ہوجاتا ہے

پھر آپ ہی سُل میں لگ جاتے ہیں دن بھر یہی سلسلہ رہتا ہے دیگر جانوروں کے کاٹنے کے لئے صرف ایک یا دو بوند زہر مار کافی ہوتا ہے اور سانپ کے کاٹنے کے لئے تقریباً ۲ تولہ کی ضرورت ہوتی ہے کیونکہ پلایا بھی جاتا ہے اور کاٹنے کی جگہ پر کپڑا بھگو کر بھی رکھا جاتا ہے اور آنکھ میں بھی ڈالا جاتا ہے۔ قیمت فی شیشی ۲ ماشہ جو دو سو مریضوں کو کافی ہے۔ چار آنہ (۴/)

ایضاً ۲ تولہ عه/ محصول بقدر پارسل

نوٹ ہمارے ایجنٹوں کے پاس ایک شیشی کھلی ہوئی رہتی ہے اور مریضوں کی آنکھ میں مفت ڈالی جاتی ہے

سُرمہ زہر مار

یہ زہر مار مذکور کا خشک جوہر ہے نہایت تیز لگنے والی چیز ہے لیکن تیزی مارنے کیلئے اسمیں تریاق اللدغ (جو کارخانہ کی خاص ایجاد ہے) اسمیں ملایا گیا ہے اب بالکل نہیں لگتا اور بجلی کا سا اثر رکھتا ہے اِدھر سلائی آنکھ میں پھیری اُدھر زہر کا اثر کافور جس طرف کاٹا ہو اس کے مخالف جانب کی آنکھ میں ایک سلائی لگایا جائے۔

قیمت شیشی ۳ ماشہ ۸/ اور ایک تولہ ۲/ محصول ۴/

فوری زہر مار

اس نے تمام زہر ماروں کو مات کر دیا اس کے صرف سونگھنے سے ایک منٹ کے اندر آرام ہوتا ہے، ایک شیشی ہزاروں مریضوں کو کافی ہے اس کی ترکیب اور فوائد یہ ہیں سونگھنے سے زہر کو فوراً آرام۔ اسکو کاٹنے کی جگہ لگایا جاوے تو فوراً آرام۔ اگر زہر کا اثر زیادہ ہو تو فوری زہر مار دو دو بوند ایک ایک چمچہ پانی ملا کر دس دس منٹ کے بعد پلاویں۔ اگر اسکو زہریلے جانور پر ڈال دیں تو وہ جانور مر جائے تتیوں کے چھتے کے نیچے اس کی شیشی کھول کر رکھ دیں تو تتے چھتہ چھوڑ کر بھاگ جائیں۔

ہیضہ کے مریض کو فوری زہر مار دو دو بوند دو چمچہ پانی ملا کر ہر گھنٹہ میں دیتے رہیں تو عمدہ دوا ہے۔ سرسام میں غفلت دور کرنے کے لئے ۲ بوند فوری زہر مار دو چمچہ پانی میں ملا کر کپڑا بھگو کر پیشانی پر رکھیں سانپ کے کاٹے کو ۲ ماشہ ارہر کی دال اور ۵ کالی مرچیں پانی میں پیس کر چھان کر ۵ بوند فوری زہر مار ملا کر ہر دو گھنٹہ میں کھلاویں اور ارہر کی دال اُبال کر گرم گرم باندھیں اور اسکو ٹھنڈا ہونے دیں جب تک آرام نہ ہو جائے۔ اور فوری زہر مار کاٹنے کی جگہ پر خوب ملیں یا کپڑا بھگو کر رکھیں۔ ملیریا کے موسم میں ۲ بوند فوری زہر مار ایک چمچہ پانی میں ملا کر ہر صبح کو پی لیا کریں۔ تو ملیریا سے حفاظت رہے۔ اگر تمباکو پان میں زیادہ کھا لینے سے چکر آ جائے تو فوری زہر مار کو سونگھتے ہی دور

نوٹ:۔ فوری زہر مار آنکھ میں ہرگز نہ ڈالا جائے۔ ورنہ نقصان ہوگا۔

نوٹ:۔ فوری زہر مار بلا کم سے کم دس حصہ پانی ملائے ہرگز نہ پینا چاہئے۔ پانی میں ملا کر اس کو پینا یا کوڑی پر ملنا قے کو روکتا ہے۔

نوٹ:۔ اگر غلطی سے آنکھ کے اندر فوری زہر مار پڑ جائے تو فوراً پانی سے آنکھ کو اندر سے دھو کر انڈے کی سفیدی ڈالی جائے یا شیاف ابیض لگایا جائے۔ شیاف ابیض مرکب گولی ہے جو اکثر دواخانوں میں ملتی ہے اور نسخہ اس کا یہ ہے۔ سفیدہ کاشغری ۴ گوند ببول ۱ کتیرا ۱ نشاستہ ۱ باریک پیس کر انڈے کی سفیدی سے یا لعاب اسپغول سے گوندھ کر گولیاں بنائی جائیں اور پانی میں گھس کر آنکھ میں لگائی جائیں۔ قیمت شیشی ۲ ماشہ جو ہزاروں مریضوں کو کافی ہے ۲/ ایضاً ۲ تولہ عه/ محصول ۴/

مومیائی

یہ مومیائی بنی ہوئی ہے مگر کام اصلی کا دیتی ہے، ہڈی جوڑ دیتی ہے جب کسی کے چوٹ لگے تو ایک چنے کی برابر مومیائی کھلا کر گرم دودھ پلاویں تین چار دن ایسا ہی کریں۔ اور ایک ماشہ مومیائی ہو تولہ تل کے تیل میں یا روغن اعجاز میں ڈالکر تاکہ مومیائی تیل میں حل ہو جائے پھر اس کو زخم پر لگائیں خون فوراً بند اور ہڈی بھی جڑ جاتی ہے اگر مومیائی ایک ارہڑ کے دانہ کی برابر کھا کر شام کے وقت دودھ پئیں تو بیحد ممسک ہے لیکن گرم مزاج والے اور جوان آدمی اسکو امساک کے لئے نہ کھائیں قیمت فی تولہ عہ محصول ۴ر پیکنگ ۴ر

جوہر عشبہ دو آتشہ

عشبہ کے خواص سے کون واقف نہیں ہے ایک دوا ہے جس کے حکیم لوگ اور ڈاکٹر اور وید سب قائل ہیں۔ اس سے بہت سے مرکبات بنتے ہیں جن کے الگ الگ اثر ہوتے ہیں۔ مگر عشبہ گرم خشک بہت زیادہ ہے اسی واسطے اطبا اسکو عشبۃ النار کہتے ہیں، اور سب کو معلوم ہے کہ دوا کا ترکیب دینا اور مزاج قائم کرنا یونانی ہی طب کا حصہ ہے ہمارا جوہر عشبہ ایسا مرکب ہے جسمیں عشبہ کے ساتھ دودھ اور دیگر مصفی خون ادویات بھی شامل ہیں نہ اسمیں گرمی باقی ہے نہ خشکی۔ نہایت مصفی خون، رافع قبض، آتشک اور گٹھیا۔ بھاگندر، داد، خارش، تل، داغ، دھبوں وغیرہ امراض جلدی کی جڑ کھونے والا ہے۔ جو قبض، سوداویت اور آنتوں کی خشکی ہو اس کے لئے بیحد مفید ہے آتشک والے باقاعدہ علاج کے بعد دو تین بوتل جوہر عشبہ پی لیں تو اس قدر رنگ صاف ہو جاتا ہے کہ پہچانے نہیں جاتے ہیں
قیمت فی بوتل ۱۲ خوراک عہ

فیور مکسچر جدید

یہ جدید مکسچر کم استطاعت لوگوں کے واسطے تیار ہوا ہے، فائدوں میں فیور مکسچر مصفائی کی برابر ہے سوائے اس کے کہ چڑھے ہوئے بخار میں نہیں دیا جاسکتا نیز حمل میں نہیں دیا جاسکتا۔ اور اس بات میں اس سے بڑھا ہوا ہے کہ جن کا جگر یا تلی بڑھی ہوئی یا ان کے بدن میں ملیریا کا مادہ موجود ہو تو ان کو بہت زیادہ فائدہ کرتا ہے تلی کو بہت جلد کاٹتا ہے اور ایک دو دست لاتا ہوا ہضم اور پسینہ لانے والا بھی ہے۔

قیمت شیشی ۱۶ خوراک عہ ایضاً ۹ خوراک ۱۱ر

سرٹیفکیٹ:۔ از حاجی عزیز الرحمن صاحب رئیس انچولی ضلع میرٹھ۔ مجکو عرصہ تک بخار آیا کبھی آتا کبھی چھوٹ جاتا۔ بہت دوائیں کیں لیکن فائدہ نہوا مکسچر جدید سے بالکل فائدہ ہو گیا۔

سنون بسیط

یہ منجن دانت و مسوڑہ ہے اور نزلہ کا اثر ہونیکو قطعاً روکنے والا ہے۔ اگر ابتدا عمر سے اس کو ملتے رہیں تو دانت ہر قسم کے امراض سے محفوظ رہیں اور درد اور پیریا وغیرہ کوئی مرض نہو۔ چونکہ اس منجن کی اشاعت اور نفع عام منظور ہے اس واسطے قیمت بہت ہی کم رکھی گئی۔ ترکیب استعمال یہ ہے کہ رات کو سوتے وقت ایک ماشہ ملکر ۱۰ منٹ کے بعد کلی کرکے سو رہا کریں۔

قیمت فی تولہ ایک آنہ (۱ر) پیکٹ ۵ تولہ چار آنہ (۴ر) دس تولہ سات آنہ (۷ر) محصول ۴ر

تریاق بے نظیر

طاعون، ہیضہ، بخار، چیچک، قے، درد سر، پیٹ۔ جلے ہوئے سوزش بول، تتیے کے کاٹے کی ایک دوا، طاعون اور

ہیضہ کے موسم میں ۲ بوند سے ۵ بوند تک ہر روز کھانا چاہیئے طاعون اور ہیضہ کے مریض کو ۵ بوند صبح اور ۵ بوند شام اور ۵ بوند دوپہر بلکہ ہر دو گھنٹہ کے بعد ۲ بوند دیتے رہو بخار میں پیاس کے وقت ۲ بوند دو اور اُسی کو سونگھاؤ، آدھا سیسی والے کو بار بار سے پہلے ۵ بوند ناک میں چڑھوا دو، پت اور جلے ہوئے اور تتیے کے کاٹے پر ملنے سے فوراً آرام، سوزش بول میں ۲ بوند صبح اور ۲ بوند شام کھانے کے وقت ذرا روئی پر ملوا ور سونگھاؤ۔

قیمت شیشی ۱۲ خوراک ۴ر ۲۴ خوراک ۸ر محصول ۴ر

چورن مصطفائی

یہ چورن نہایت خوش ذائقہ ہے اچھی گھر میں پہونچ جاتی ہے۔ بچے بہت جلد ختم کر دیتے ہیں، ہر عمر اور ہر حالت میں مفید ہے۔ ہاضم طعام کاسر ریاح، رافع قبض و نفخ، ازالہ تجربہ ہے کھاتے ہی خوشبودار ڈکار آتی ہے۔ خوراک ایک ماشہ سے تین ماشہ تک، خواہ کھانے کے بعد کھائیں یا نہار منہ۔

قیمت شیشی ۵ تولہ ۸ر محصول ۲ شیشی تک ۴ر

نمک سلیمانی اصلی

اِس کے خواص سے ایک دنیا واقف ہے اور کسی دواخانہ کا اشتہار اِس سے خالی نہ ہوگا چونکہ یہ معدہ کی خاص دوا ہے، اس واسطے اِس کو تمام امراض کی دوا کہنا صحیح ہے کیونکہ تمام امراض معدہ ہی سے ہوتے ہیں۔ ہمارے کارخانہ میں نمک سلیمانی بالکل اصلی اجزا سے تیار کیا جاتا ہے، تخمہ، درد شکم، بدہضمی کھٹی ڈکار، دست، قبض، ارباح، ضعف ہضم وغیرہ کیلئے اکسیر ہے اور مقوی باہ ہی بنایا گیا ہے۔

قیمت فی ۳۰ خوراک ۴ر وزن ۲ تولہ محصول ۲ شیشی تک ۴ر

اور ۲ شیشی تک پانچ آنہ (۵ر)

قبض کشا

جتنی بار اجابت منظور ہو اُتنی ہی بوند قبض کشا تباشہ یا شربت بنفشہ میں یا اور کسی چیز میں ملا کر کھالو۔ بچوں کے لئے اچھی چیز ہے، ایک بوند گھوٹی کا کام دیتی ہے اسودا اور بلغم کو نکالتی ہے۔ مسہل میں جب دست نہ آئیں تو اس کی دو تین بوند دیجائیں، دست بفراغت ہو جائیں۔ خوراک ایک بوند سے ۵ بوند تک ؎

قیمت شیشی ۲۰ بوند ۴ر محصول ۴ر

مدر بول

جب ہیضہ میں پیشاب نہ ہو تو اِس کو کپڑے پر لگا کر گردوں پہ رکھو ۱۰ منٹ میں پیشاب ہو جاتا ہے۔ قیمت ۴ر

حب ہیضہ

ہیضہ کے موسم میں حفظ صحت کے لئے ہی کھائی چاہیئے، اور مریض کے لئے ہی اکسیر کا حکم رکھتی ہے۔ بچوں کو بدہضمی اپیٹ کے درد کے لئے کھلائیں تو فوری دوا ہے۔ حفظ صحت کے لئے ایک گولی روزانہ پانی کے ساتھ کھاتے رہیں۔ اور ہیضہ کے مریض کو ایک گولی صبح اور ایک شام اور ایک گولی دوپہر گلاب ۵ تولہ کے ساتھ یا سوڈا واٹر کے ساتھ یا پانی کے ساتھ کھلائیں اور اگر چار لے دودھ کے ساتھ کھلائیں تو بہت مفید ہے۔

قیمت فی درجن نو آنہ (۹ر)

حب ممسک

لوگ امساک کی ہوس میں بہت تیز اور زہریلی چیزیں کھا لیتے ہیں جس کا انجام طرح طرح کے نقصان پیدا ہوتا ہے، اور آخر میں امساک کا اثر بھی باطل ہو جاتا ہے

ہماری یہ گولی سونا، چاندی، مشک، عنبر وغیرہ قیمتی اور غیر زہریلی دواؤں سے مرکب ہے کسی قسم کا نقصان نہیں لاتی ہر مزاج کے موافق ہے، ممسک بے ضرر اور مقوی باہ، مانع ضعف ہے، اگر مارالحم کے ساتھ کھائی جائے، تو آب حیات کا کام دیتی ہے اگر ایک گولی قبل از . . . کھائی جائے اور ایک بعد تو مطلق ضعف نہ ہو۔ اور قوت و تحریک بحال رہے، مانع نزلہ بھی ہے۔ افیون کی عادت بھی اس سے چھوٹ جاتی ہے۔

قیمت روپہلی گولی ۱۲ عدد ایک روپیہ [illegible]

" سنہری " ۱۲ " ایک روپیہ [illegible] محصول ۱۲

سوزاک یہ بھی آتشک کا بھائی ہے حقیقت ایک ہے صرف مذکر الفاظ کا فرق ہے۔ یہ وہ مرض ہے جس کی نسبت کہا گیا ہے۔ یہ داغ بدوہ ہے کہ مٹایا نہ جائے گا اس مرض سے پشتوں تک نسل بھی خراب ہو جاتی ہے۔ اس کے لئے ہماری دوا سوزاک اکسیر [illegible] دن استعمال کیجئے اور تمام عمر کو مرض کو خیرباد کہئے اس کے ساتھ مرہم اکسیر کی پچکاری بھی لینا چاہئے قیمت دوا سوزاک کی دو روپیہ [illegible] محصول ۱۲ اس کے ساتھ خون کی صفائی کے لئے جوہر عشبہ نمبر (۲) بھی پینا مناسب ہے۔

آتشک یہ وہ مرض ہے کہ جس سے موت بہتر ہے، سات سات پشت تک اس سے نجات نہیں ہوتی۔ ہمارے یہاں اس کا علاج بھی شرطیہ ہوتا ہے۔ لطف یہ ہے کہ غریبانہ بھی اور امیرانہ بھی، اس کے نسخے ہمارے پاس ایسے مجرب ہیں کہ اگر کوئی صاحب اطمینان کے واسطے ٹھیکہ کے طور پر علاج کرانا چاہیں تو اس کے لئے بھی ہم تیار ہیں۔

حب آتشک ۔ غریبانہ گولی دست آور ہے تین خوراک میں آرام۔ قیمت ایک روپیہ [illegible] محصول ۱۲ محتاجوں کو مفت، اس کے کھانے ہی سے زخم بھر جاتے ہیں

اکسیر آتشک امیرانہ گولی، آتشک اور گٹھیا کا شرطیہ علاج، نہ منہ آئے نہ دست آئیں، ایک ہفتہ میں آرام قیمت [illegible] محصول ۱۲ زخم اس کے کھانے ہی سے بھر جاتے ہیں۔ جواہرات سے تولنے کی چیز ہے۔ ایسے لوگ موجود ہیں جنکے ہاتھ پیر ٹیڑھے پڑ گئے تھے، اس کے استعمال سے بالکل تندرست ہو گئے۔

مرہم اکسیر داخلی و خارجی دوا، ہمارے کارخانہ کی خاص چیز، آتشک سوزاک، ڈھیٹ، خنازیر (کنٹھمالا) قرح خبیثہ بُرے زخموں کی بے مثل دوا، ایک چنے کی برابر روز ۴۰ روز تک کھانے سے جملہ امراض مذکورہ بالا کی جڑ کھونے والا، اسی کی پچکاری سوزاک کے لئے اکسیر ناصور میں اس کا ٹیکا نہ جادو کا اثر رکھتا ہے۔
قیمت فی ڈبہ ایک تولہ دو روپے [illegible] اور محصول ۱۲ زخموں پر لگانا فوری علاج۔

درد گردہ دوا مشہور کی غریبانہ درد گردہ بھی کیسی جانکاہ چیز ہے مریضان گردہ کو چاہئے کہ ہماری اس دوا کو ہمیشہ پاس رکھیں۔ جب دورہ کا اندیشہ ہو فوراً ایک خوراک کھا لیں، پیشاب جاری کرتی ہے

اور پتھری کے ٹکڑے کردیتی ہے۔ اگر کچھ عرصہ کھائیں تو ریگ بالکل صاف ہوجاتا ہے۔

قیمت شیشی ۱۲ خوراک عہ محصول ۴ر

ترکیب استعمال:۔ ڈیڑھ ماشہ دوا اولکاتب شربت بزوری میں ملا کر چاٹیں یا مولی کے پانی کے ساتھ کھائیں یا صرف پانی کے ساتھ کھالیں۔

دردگردہ کی امیرانہ دوا مجرب

دردگردہ کے لئے اس سے بہتر دوا نہیں ہوئی جس نے ۴۰ روز باقاعدہ استعمال کیا تمام عمر درد سے محفوظ ہوگیا۔ نہایت کمیاب اجزا سے مرکب ہے۔

ترکیب استعمال:۔ ایک رتی دوا روز صبح کو کھا کر سونف، احب القرطم، گوکھرو، پانی میں بھیگو کر چھان کر شربت بزوری بار دیا شکر سفید ملا کر پئیں۔

سرٹیفکیٹ مجکو مرض دردگردہ شروع ہوا اور سخت تکلیف ہوئی، تیسرے چوتھے دن دورہ ہونے لگا۔ اس دوا کا استعمال کیا۔ اب مدت سے دردگردہ کا خیال بھی نہیں آتا حالانکہ میں نے ۴۰ روز استعمال بھی نہیں کیا۔

خواجہ عزیز الحسن غوری اسسٹنٹ انسپکٹر
مدارس لکھنو

سرٹیفکیٹ۔ مجھے دردگردہ کے سخت دورے ہوتے تھے، جس سے روح تحلیل ہوتی تھی اور ضعف کی کوئی حد نہیں رہی تھی آپ کی یہ دوا دردگردہ باقاعدہ ۴۰ دن استعمال کی، عرصہ ہوا کہ درد بالکل نہیں ہوا، اس عرصہ میں دیگر بیماریاں بھی ہوئیں مگر دردگردہ نہیں ہوا
(حافظ شفقت علی از امبہٹہ منہیاران ضلع سہارنپور)

برادران اسلام کو تازہ خوشخبری دیجئے

جناب فخر عالم پیغمبر آخرالزمان صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک مبارک والانامہ

جسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مہر لگا کر سنہ ہجری میں سلطان مقوقس قبط کے بادشاہ کے نام بغرض دعوت اسلام روانہ فرمایا تھا اور ایک فرانسیسی سیاح نے سفر قبط میں مصر کے شہروں میں سے اخمیم کے گرجا میں ایک قبطی راہب کے پاس سے خریدکر سلطان عبدالمجید خاں صاحب مرحوم مغفور سلطان سابق کی خدمت میں لیکر حاضر ہوا اور ہدیۃً پیش کیا۔ سلطان المعظم نے اسے نہایت حفاظت سے دیگر تبرکات نبویہ کیساتھ قسطنطنیہ میں رکھنے کا حکم صادر فرمایا، قسمت سے اسکا عکس ہندوستان میں بھی پہونچا اور اسکے ایک عکس سے ہمکو عزت حاصل ہوئی ہم نے براہ رفاہ عام چھپواکر شائع کیا اور نقل مطابق اصل رکھنے کی یہانتک کوشش کی کہ بوجہ ایک مدت دراز گذر جانے کے والا نامہ مذکور میں جو شکن وغیرہ پڑ گئے ہیں وہ بھی چربہ میں ظاہر کئے ہیں وہ عبارت جو اصل ہے اول رکھی ہے اور اسکے نیچے وہ ہی عبارت خط نسخ میں موجودہ عربی میں خوشخط لکھکر بین السطور اردو ترجمہ بھی شامل کردیا ہے اسکی قدر وہی حضرات کرینگے جنہیں آقائے نامدار رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اشد محبت ہوگی کیونکہ محبوب کی چیز یا اسکی نقل کی وہی قدر کریگا جو عاشق ہوگا اور جسکو محبت ہی نہو اسکو کیا قدر ہوگی، اور چونکہ بعض حضرات اسے شیشے میں لگاتے ہیں اسواسطے اسکے گرد بیل نہایت خوبصورت گو صوفیانی رنگین چھپوائی ہے اب یہ فرمان ہر صورت سے اس قابل ہے کہ شیشہ میں لگوا کر مکانوں اور مسجدوں میں لگایا جائے، ہدیہ صرف ۲ر

مرقاۃ العربیہ

ایک عرصہ سے ضرورت محسوس ہو رہی تھی کہ کوئی ایسی کتاب ہونی چاہئے جو آسان طور پر کم سے کم وقت میں طالب علم کو عربی لکھنے سمجھنے کے قابل بنادے، الحمدللہ کہ مولانا مولوی عبدالہادی خانصاحب مولوی فاضل ومنشی فاضل، شاہجہانپوری نے اس ضرورت کو پورا کر دیا، اور ایک کتاب **مرقاۃ العربیہ** کے نام سے تالیف کی جس کے اب تک تین حصے شائع ہوچکے ہیں، اس کتاب کی سب سے نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ صرف و نحو، ادب و ترجمہ چاروں کو نہایت خوش اسلوبی سے ایک جگہ جمع کر دیا ہے۔ اور ہر نئے مسئلہ کے لئے ایک عنوان قائم کرکے مثالوں سے ذہن نشین کیا ہے۔ غرض کتاب کی خوبی دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ قیمت حصہ اول چھ آنے، حصہ دوم آٹھ آنہ، حصہ سوم دس آنے۔

الہادی

دینیات کا ماہواری رسالہ جسمیں شریعت وطریقت کے متعلق جامع شریعت و طریقت واقفِ اسرار حقیقت حضرت حکیم الامۃ مولانا شاہ محمد اشرفعلی صاحب تھانوی مدظلہم العالی کے علوم عقلیہ و نقلیہ کا بیش بہا ذخیرہ ہوتا ہی جو ہر طبقہ کو نہایت مفید ہے۔ جمادی الاول ۱۳۴۳ھ سے جاری ہوا ہے، جس کی سالانہ قیمت دو روپیہ آٹھ آنہ ہے، اور بصورت وی پی (عـہ ۱۲؍)

نمونہ ۴؍   پتہ   نمونہ ۴؍

محمد عثمان مالک کتبخانہ اشرفیہ دریبہ کلاں دہلی

کتاب ترغیب و ترہیب

انسان بلکہ تمام حیوانات ایسی طبیعت پر پیدا کئے گئے ہیں کہ تاوقتیکہ کسی امر کی طمع یا کسی امر کا خوف نہ ہو ہر کام کرنا دشوار ہوتا ہے بلکہ نہیں ہو سکتا اگر ہوتا بھی ہے تو بحکم حاکم سے وہ بھی نہایت جبر اور دشواری سے اسی وجہ سے فی زمانہ تاکہ حاکم اسلام تو موجود نہیں احکام شرعیہ پر مسلمانوں کو قائم رہنا دشوار ہو رہا ہے، اب تو مسلمانوں کو ہر امر دینی کا کوئی فائدہ یا اسکے ترک کی مضرت معلوم ہو تو اسپر عمل سہل ہے لہذا اس زمانہ میں ایسی کتاب کی اشاعت ضروری ہے جسمیں احکام شریعت کی منفعت اور اسکے ترک کی مضرت بتلا کر راہ مستقیم پر قائم کیا جائے سو اس بارے میں احقر کے خیال میں کتاب ترغیب و ترہیب آئی اور اسکا ترجمہ شروع کرا دیا جو تھوڑا تھوڑا رسالہ الامداد میں ہر مہینہ شائع ہوتا رہا چونکہ رسالہ الامداد میں مضامین دینیہ کے سوا کوئی آجکل کے مذاق کی چیز نہیں، لہذا رسالہ مذکور کی اشاعت بہت تھوڑی ہے اور رسالہ کے فرمے بچ جاتے ہیں احقر انکو جمع کرکے کتاب کی صورت میں تیار کرا لیتا ہے اسیطرح کی کتابیں اسمیں سے علیحدہ تیار ہو کر ہدیۂ ناظرین ہو چکی ہیں، مثلاً تسہیل المواعظ، اصلاح انقلاب، امیر الروایات، التشرف حصہ اول وغیرہ، لہذا کتاب ترغیب و ترہیب کی بھی مفصل فصلیں جلدیں تیار ہو چکی ہیں جو کچھ روز سے شائع ہو رہی ہیں، اسکے اسوقت تک تین حصے تیار ہیں۔

حصہ اول میں ترغیب اتباع کتاب و سنت اور کار خیر میں پیشقدمی کرنیکے اور ترک سنت اور بدعات اور کار بد میں پیشقدمی سے اجتناب، کتاب العلم اسمیں علماء و طلباء کے فضائل اور اشاعت علم کی ترغیب ہے اور جھوٹی حدیث کے بیان کرنے، اور علم کی ناقدری اور دنیا کیواسطے علم پڑھانیسے اجتناب، کتاب الطہارت اسمیں آداب قضائے حاجت اور استنجا اور غسل و وضو کے فضائل نہایت بسط سے بیان کئے ہیں۔

حصہ دوم کتاب الصلوٰۃ اسمیں اذان کے اور اسکے جواب اور تکبیر کے فضائل اور بعد اذان کے مسجد سے نکلنے کی ممانعت اور ضرورت کے موقعہ پر تعمیر مساجد اور انکا احترام اور عورتوں کو گھروں میں نماز ادا کرنیکی ترغیب اور نماز پنجگانہ کے اہتمام، فضائل رکوع و سجود کے اور اول وقت ادا کرنیکی فضیلت آداب جماعت اور کار بید نماز اور امامت و صف بندی وغیرہ وغیرہ کتاب النوافل اسمیں سنت موکدہ اور وتر اور تہجد اور چاشت صلوٰۃ توبہ و استخارہ صلوٰۃ التسبیح وغیرہ کا بیان ہے ضخامت ۲۰۴ صفحات قیمت عہ۔

حصہ دوم کا جزو ثانی یعنی **کتاب الجمعہ** اسمیں نماز جمعہ کی فضیلت اور اسکی رات میں ساعت اجابت کے فضائل اور غسل کرنا اور اول وقت کی فضیلت اور بلا عذر دیر کرنے اور گردنیں پھلانگنے اور خطبہ میں بات کرنیکی ممانعت اور ترک جمعہ پر وعید اور سورہ کہف اور اسمیں رات دن کے اذکار، ضخامت ۴۰ صفحے قیمت ۲ر

کتاب الصدقات اسمیں زکوٰۃ ادا کرنیکی ترغیب اور فرضیت کی تاکید اور زکوٰۃ نہ ادا کرنے پر ترہیب اور زیور کی زکوٰۃ کا بیان پرہیزگاری کے ساتھ خدمت صدقات بجا لانیکی ترغیب اور اس امر کی ترغیب کہ اگر کسیکو تنگی فاقہ کی پہنچے تو خدا سے مدد طلب کرے بغیر خوشی کے جو چیز دیجائے اسکے لینے سے ترہیب صدقہ کی ترغیب اور تنگدست کی ہمت اور نفلی صدقات کا بیان، خفیہ صدقہ کرنیکی ترغیب رشتہ داروں پر صدقہ کرنے اور انکو غیروں پر مقدم کرنیکی ترغیب خاص چیز کو اقربا کو باوجود مانگنے کے بخل کرنے اور اقربا کے حاجتمند ہوتے ہوئے چیز کو دینے کی ترہیب، قرض دینے کی ترغیب اور اسکی فضیلت کا بیان قیمت ۲ار ۲۵۰

فیوض الاسلام ترجمہ جدید فتوح الشام

اگر آپ غازیان اسلام و مجاہدین ملت کی اولو العزمی و جاں نثاری کے جرات آموز حالات معلوم کرنا چاہتے ہیں
اگر آپ کو مشہور و نامور سپہ سالاران اسلام حضرت ابو عبیدہ بن جراح و حضرت خالد بن ولید کی دلیرانہ شجاعت و حکیمانہ سیاست کے حیرت انگیز کارنامے دیکھنے ہیں
اگر آپ اسلام کے عروج و نزول کے صحیح اسباب معلوم کر کے ان تمام ملمع کاریوں کی حقیقت سے واقف ہونا چاہتے ہیں جن سے مسلمان دھوکہ کھا کر منزل مقصود سے کوسوں دور ہٹتے جاتے ہیں تو
فیوض الاسلام ترجمہ جدید فتوح الشام
ملاحظہ فرمائیں ضخامت ۲۱۲ صفحات
قیمت (ﷺ) محصولڈاک ۱۱

حیوۃ المسلمین

چونکہ آجکل بوجہ بے علمی و بدعملی مسلمانوں پر عالم میں عموماً اور ہندوستان میں خصوصاً مصیبتوں پر مصیبتیں اور بلاؤں پر بلائیں نازل ہوتی چلی جاتی ہیں لہذا حضرت حکیم الامۃ مدظلہم نے سونے کے پانی سے لکھنے کے قابل مضامین عالیہ قلمبند فرمائے ہیں جن کے مطالعہ سے عقائد کی درستی معاشرت میں آسانی طلب حق میں افزونی معیشت میں سہولت خدا و رسول کی محبت اہل وعیال کی خدمات کی رغبت مجاہدہ کا شوق گناہوں سے نفرت اور شریعت پر چلنے کا طریق حیوۃ طیبہ حاصل کرنے کے گر گویا تمام خوبیوں کے ایک خزانہ جمع فرما دیا ہے یہ ۱۴۴ صفحات کی کتاب ہے گویا دریا کو کوزہ میں بھرا ہے اسکی تمام خوبیاں ناظرین الہادی پر بخوبی ظاہر ہیں قیمت ۱۰ ار

ترجمہ کیمیائے سعادت

از حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ
قیمت صرف تین روپے (سے ر)

ترجمہ غنیۃ الطالبین

امام العارفین حضرت شیخ عبد القادر گیلانی رحمۃ اللہ علیہ مع تذکرہ آنحضرت قدس سرہ العزیز
قیمت دو روپے بارہ آنہ (۱۲/۲)

ملفوظات مزید المجید

حضرت والا مدظلہ کے ۴۵ ملفوظات کا مجموعہ جو طالبان کو عموماً اور سالکین کو خصوصاً نہایت مفید ہیں انکے مطالعہ سے عجیب غریب تحقیقات کا انکشاف ہوتا ہے اس کا مطالعہ وہ کام دیتا ہے جو برسوں کے مطالعہ کتب سے نہیں نکلتا گویا ایک شیخ طریقت کی صحبت کا فائدہ حاصل ہوتا ہے۔
قیمت چھ آنے (۶ر)

مرشد

تحفہ اثنا عشریہ کا ترجمہ عرصہ سے بالکل نایاب تھا بحمد اللہ چھپ کر آگیا ہے یہ حضرت مولانا شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تالیف ہے اصل فارسی ہے اوس کا یہ اردو ترجمہ تیار ہوا ہے۔
قیمت تین روپے (سے)

ملنے کا پتہ محمد عثمان تاجر کتب دریبہ کلاں دہلی

قال اللہ تعالیٰ وقرآناً فرقناہ لتقرأہ علی الناس علی مکث ونزلناہ تنزیلا

چوں آیت ممدوحہ دال ست بر نافعیت تعلیم تدریجی برائے
عامۂ ناس حاضر باشند یا بادی و نیز بر ضرورت تعلیم علوم قرآنیہ یعنی دینیہ بتفصیل مشتمل ست
بر مقاصد و مبادی و پس ابتغاءً للنفع المزبور صحیفہ شہریہ مشتمل بتدریج مشہور

مسمی بہ

الہادی

جلد ۶ | بابت ماہ شعبان سنہ ۱۳۴۸ھ | نمبر ۴

کہ جامع ست انواع علوم دینیہ را برائے ہر طالب ہادی و مذکر ست و رہبر مجلس ہادی
و مسکن ست برائے ہر طالب رشد و ہادی و بصورت ضمیمہ رسالہ الانوار محمدی و تسہیل المواعظ
و حل تجلیات کلید مثنوی تشرف و حیوٰۃ المسلمین و ملفوظات و سیرۃ الصدیق کہ اکثر از ان مستفاد ست
از درگاہ ارشادی یعنی خانقاہ اشرفی امدادی باہتمام محمد عثمان عفی عنہ ہر ماہ اسلامی
در محبوب المطابع دہلی مطبوع گردید

از کتبخانہ اشرفیہ دریبہ کلاں دہلی بزند آنرا بر صدق رغبت گردد

فہرست مضامین

رسالہ الہادی بابت ماہ شعبان المعظم سنہ ۱۳۴۲ ہجری نبوی صلعم
جو بہ برکت دعا حکیم الامۃ محی السنۃ حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب مدظلہ العالی
کتب خانہ اشرفیہ دریبہ کلاں دہلی سے شائع ہوتا ہے۔

نمبر شمار	مضمون	فن	صاحب مضمون	صفحات
۱	الانوار المحمدیہ	حدیث	مولانا مولوی حافظ ظفر احمد صاحب سلمہٗ	۳/۱۴
۲	کلید مثنوی	تصوف	حکیم الامۃ حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب مدظلہ	۱۵/۱۸
۳	التشرف حصہ دوم	"	" " "	۱۹/۲۲
۴	المنتخب من الخطب	مضامین مختلفہ	" " "	۲۳/۳۰
۵	امثال عبرت	"	" " "	۳۱/۳۴
۶	حل الاشتباہات	کلام	مولانا مولوی حکیم محمد مصطفےٰ صاحب سلمہٗ	۳۵/۳۸
۷	سیرۃ الصدیق	سیر	مولوی محمد صابر صاحب سلمہٗ	۳۹/۴۶
۸	تسہیل المواعظ	وعظ	حضرت حکیم الامۃ مدظلہٗ	۴۷/۴۸

مقاصد و ضوابط رسالہ الہادی

۱۔ اس رسالہ کو شرعی بحث کے سوا سیاسیات سے کوئی تعلق نہیں۔

۲۔ رسالہ ہذا کا مقصود مسلمانوں کے ظاہر و باطن کی اصلاح ہے۔

۳۔ ہر قمری مہینہ کی تین تاریخ کو رسالہ روانہ ہو جاتا ہے اگر کسی صاحب کے پاس رسالہ نہ پہنچے تو فوراً طلب فرمائیں اطلاع پہنچتے ہی دوبارہ روانہ کر دیا جاتا ہے۔

۴۔ رسالہ ہذا کی سالانہ قیمت عہ مع محصول ڈاک علاوہ ان حضرات کے جو قیمت پیشگی ارسال فرمائیں سب حضرات کی خدمت میں رسالہ وی۔ پی۔ کیا جاتا ہے۔ اور وی۔ پی کی صورت میں ۲ آنہ رجسٹری فیس منی آرڈر اضافہ کرکے ۱۲ کا وی۔ پی۔ روانہ کیا جاتا ہے اور ممالک غیر سے قیمت مع محصول ڈاک چار شلنگ چھ پنس مقرر ہے جو ہر حالت میں پیشگی لی جاتی ہے۔

۵۔ ہر خریدار کو ابتدائے سال سے خریدار ہونا ضروری ہے اور رسالہ کا سال جمادی الاول سے شروع ہوتا ہے۔

۶۔ رسالہ ہذا میں بجز اپنے کتب خانہ کی کتب کے کسی صاحب کا اشتہار یا کسی کتاب کا ریویو وغیرہ شائع نہیں کیا جاتا۔

۷۔ رسالہ ہذا کی پرانی جلدیں بھی موجود ہیں۔ مگر ان کی قیمت بجائے فی جلد ہو جانا بجائے ہ کے مع محصول کے (ے) علاوہ محصول ڈاک مقرر ہے۔

الراقم

محمد عثمان۔ مدیر رسالہ "الہادی" دریبہ کلاں دہلی

الہادی دینیات کا ماہواری رسالہ جس میں شریعت و طریقت کے متعلق جامع شریعت واقف اسرار حقیقت حضرت حکیم الامۃ مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب مدظلہ کے علوم عقلیہ و نقلیہ کا بیش بہا خزینہ ہے

جو ہر طبقہ کو نہایت مفید ہے جمادی الاول ۱۳۳۲ھ سے جاری ہے جس کی سالانہ قیمت (عہ) نمونہ ۴ میں ملتا ہے (مدیر)

(۳) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پورے
شعبان کا روزہ رکھتے تھے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کو سب مہینوں سے زیادہ شعبان میں
(نفل) روزہ رکھنا بہت محبوب ہے (اسکی کیا وجہ ہے؟) فرمایا اللہ تعالیٰ ہر شخص کی موت کو جو کہ
سال مرنے والا ہے اس مہینہ میں لکھتے ہیں تو میں چاہتا ہوں کہ میری موت (کا حکم) اس
حالت میں آوے کہ میں روزہ دار ہوں اسکو ابو یعلیٰ نے روایت کیا ہے اور یہ حدیث غریب ہے
مگر اسکی سند حسن ہے

(۴) حضرت عائشہ ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (نفل) روزہ
رکھتے تو رکھے ہی چلے جاتے یہاں تک کہ ہم (اپنے دل میں) یوں کہنے لگتے کہ اب افطار
نہ کریں گے اور افطار کرتے تو افطار ہی کیے چلے جاتے۔ یہاں تک کہ ہم یوں کہنے لگتے کہ
اب روزہ نہ رکھیں گے اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی پورے مہینہ کا روزہ
رکھتے ہوئے نہیں دیکھا بجز رمضان کے اور میں نے آپکو شعبان سے زیادہ کسی مہینہ میں روزہ
رکھتے ہوئے نہیں دیکھا اسکو بخاری و مسلم و ابوداؤد نے روایت کیا ہے **ف** یہ حدیث ۶۵
اس بارہ میں صریح ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم شعبان میں پورے مہینہ کا روزہ نہیں رکھتے
تھے ہاں دوسرے مہینوں سے اس ماہ میں زیادہ روزہ رکھتے تھے — مترجم۔

اور نسائی و ترمذی وغیرہ نے (اسکو بایں الفاظ) روایت کیا ہے میں نے رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کو شعبان سے زیادہ کسی مہینہ میں روزہ رکھتے ہوئے نہیں دیکھا شعبان کے مہینہ میں
برابر روزہ رکھتے تھے سوائے تھوڑے سے دنوں کے بلکہ (یوں کہو کہ) پورے شعبان کا روزہ
رکھتے تھے **ف** یہ بطور مبالغہ کے ہے کہ آپ شعبان میں چند روز ہی افطار کرتے تھے
اسلئے یہ کہنا بھی صحیح ہے کہ آپ پورے شعبان کا روزہ رکھتے تھے فان للاکثر حکم الکل۔ مترجم

اور ابوداؤد کی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شعبان میں روزہ
رکھنا بہت محبوب تھا پھر آپ اسکو رمضان سے ملا دیتے۔ اور نسائی کی ایک روایت
میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شعبان سے زیادہ کسی مہینہ میں روزہ نہ رکھتے
تھے شعبان کے پورے مہینہ کا روزہ رکھتے تھے یا اکثر کا۔ اور بخاری و مسلم کی ایک روایت

میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شعبان سے زیادہ کسی مہینہ میں روزہ تو رکھتے تھے کیونکہ شعبان میں پورے مہینہ کو روزہ رکھتے اور ارشاد فرمایا کرتے کہ عمل اوتنا اختیار کرو جسکو نباہنے کی ہمت ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ (ثواب دینے سے) نہیں گھبراتے یہاں تک کہ تم ہی (عمل ہی سے) گھبرا جاؤ۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو (نفل) نماز بھی وہی زیادہ محبوب تھی جسپر مداومت کی جائے خواہ تھوڑی ہی مقدار ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کوئی (نفل) نماز ایک بار پڑھ لیا کرتے اسپر ہمیشہ مداومت کرتے تھے۔

(۵) اور ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پے در پے دو مہینوں کے روزے رکھتے ہوئے بجز شعبان اور رمضان کے کبھی نہیں دیکھا اسکو ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا یہ حدیث حسن ہے اور ابو داؤد نے ان لفظوں سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سال بھر (رمضان کے بعد) کسی مہینہ میں پورے مہینہ کو روزے نہیں رکھتے تھے بجز شعبان کے کہ اسکو تو رمضان سے ملا دیا کرتے تھے اور نسائی نے اسکو دونوں طرح روایت کیا ہے (ترمذی کے ۶۶
الفاظ سے بھی اور ابو داؤد کے الفاظ سے بھی)۔

ف۔ اس حدیث کی تاویل اوپر گذر چکی ہے اور اگر تاویل نہ کی جائے تو یوں کہنا چاہئے کہ شعبان کا رمضان سے وصل کرنا حضور کے ساتھ مخصوص ہے امت کے لیے ممنوع ہے کیونکہ یہ حدیث فعلی ہے اور حدیث قولی میں امت کو رمضان سے پہلے ایک دو روزہ رکھنے کی ممانعت ہے پس ہم کو حدیث قولی پر عمل لازم ہے حضرت عمر و حضرت علی رضی اللہ عنہما بھی رمضان کے قریب خطبہ میں رمضان سے پہلے روزہ رکھنے سے منع فرمایا کرتے تھے (کما فی کنز العمال ص۳۲۲ ج۴) اور حضرت ابو ہریرہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اذا انتصف شعبان فلا تصوموا حتی یکون رمضان کہ جب شعبان آدھا گذر جائے تو اب رمضان آنے تک روزہ مت رکھو (رواہ احمد والاربعۃ کنز العمال ص۳۲۳ ج۴) ترمذی نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے اس سے بھی شعبان کے روزہ کو رمضان سے ملانے کی کراہت ثابت ہوئی مگر اس میں جو نصف شعبان کے بعد سے

روزہ کی ممانعت ہے تو یہ عام نہیں بلکہ ضعفا کے لیے مخصوص ہے جنکو شعبان میں زیادہ روزہ رکھنے سے ضعف غالب ہو جانیکا اندیشہ ہو اور جسکو غلبۂ ضعف کا اندیشہ نہو اسکو نصف شعبان کے بعد بھی روزہ مکروہ نہیں مگر شعبان کے روزہ کو رمضان سے وصل نہ کرے احتیاط کا مقتضی یہی ہے۔ گو بعض فقہا نے اسکی بھی اجازت دی ہے جبکہ رمضان کے روزوں میں احتیاطاً زیادت کا قصد نہو اور اگر احتیاط کے طور پر زیادت کا قصد ہو تو اتفاقاً مکروہ ہے ۱۲ مترجم

(۲) حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نصف[عہ] شعبان کی رات میں تمام مخلوق پہ توجہ فرماتے ہیں پس تمام مخلوق کی مغفرت فرمادیتے ہیں بجز مشرک کے یا عداوت رکھنے والے کے اسکو طبرانی نے روایت کیا ہے اور ابن حبان نے بھی اپنی صحیح میں اور بیہقی نے حضرت عائشہ رضؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے پاس جبریل علیہ السلام آئے اور فرمایا کہ نصف شعبان کی رات ہے اسمیں اللہ تعالیٰ بنو کلب[عہ] کی بکریوں کے بالوں کے برابر ٦٧
مخلوق کو جہنم سے آزاد کردیتے ہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ اس رات میں مشرک اور عداوت رکھنے والے اور قطع رحم کرنے والے اور (حد سے زیادہ) لباس نیچا رکھنے والے اور والدین کی نافرمانی کرنے والے اور شراب خواری کی عادت رکھنے والے پر نظر (رحمت) نہیں فرماتے اس کے بعد راوی نے لمبی حدیث بیان کی جو قطع تعلق کے باب میں پوری بیان کی جائے گی انشاء اللہ تعالیٰ۔ اور امام احمد نے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نصف شعبان کی رات میں اپنی مخلوق پر توجہ (خاص) فرماتے ہیں اور اپنے بندوں کی مغفرت فرمادیتے ہیں سوا دو شخصوں کے ایک عداوت رکھنے والا۔ اور (دوسرا ناحق) کسی کو قتل کرنے والا۔ **ف** - عداوت رکھنے والے سے مراد وہ ہے جسکو کسی مسلمان سے

عہ مراد پندرہویں رات ہے جو ۱۴ شعبان کا دن گذرنے کے بعد آتی ہے ۱۲ مترجم

عہ اس قبیلہ میں بکریوں کی کثرت تھی ۱۲ مترجم

دنیوی قصہ کی وجہ سے عداوت ہو اور جسکو کسی سے شرعی بنا پر عداوت ہو وہ اس میں داخل نہیں اور عداوت کے معنے یہ ہیں کہ کسی سے اختیاری نفرت اور غیظ ہو اور اگر طبعی رنج ہو جسکی وجہ سے وہ اسکی صورت دیکھنے اور ملنے ملانے پر قادر نہو تو یہ عداوت نہیں بشرطیکہ اُسکے لئے بُرائی کا طالب نہو نہ بد دعا کرتا ہو۔ بہر حال مسلمانوں کو لازم ہے کہ اس رات سے پہلے اپنے دلوں کو مسلمانوں کی عداوت سے پاک صاف کریں اور باہم صلح و اتحاد پیدا کریں اور جن گناہوں کا حدیث میں ذکر ہے اُن سے خصوصیت کے ساتھ احتیاط رکھیں تاکہ اس رات میں مغفرت سے اور اللہ تعالیٰ کی خاص نظر رحمت سے محروم نہ رہیں۔ مترجم۔

(۵) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک رات اُٹھے اور نماز پڑھنے لگے پھر لمبا سجدہ کیا۔ یہاں تک کہ مجھکو وہم ہوا کہ (شاید) آپکی روح قبض ہوگئی جب میں نے یہ حالت دیکھی تو اٹھی اور آپ کے انگوٹھے کو ہلایا تو اسکو حرکت ہوئی (جس سے اطمینان ہوگیا کہ آپ زندہ ہیں) پھر میں لوٹی تو آپ کو سجدہ میں ۶۸
یہ کہتے ہوئے سنا اعوذ بعفوك من عذابك واعوذ برضاك من سخطك و اعوذ بك منك اليك لا احصى ثناء عليك انت كما اثنيت على نفسك (میں آپ کے عفو کے واسطہ سے عذاب سے پناہ چاہتا ہوں اور آپ کی رضا کے واسطہ سے غضب سے پناہ مانگتا ہوں اور خود آپ کے واسطہ سے آپ سے پناہ چاہتا ہوں) (مطلب ظاہر یہ ہے کہ آپ کی صفات جمال کے واسطہ سے صفات جلال سے پناہ مانگتا ہوں چونکہ صفات الٰہیہ لا عین ولا غیر ہیں اسلیے دونوں جگہ خطاب کا صیغہ استعمال کیا گیا واللہ اعلم۔) میں آپکی پوری تعریف نہیں کرسکتا آپ ویسے ہی ہیں جیسی آپ نے خود اپنی تعریف کی ہے) پھر جب حضور نے سجدہ سے سر اوٹھایا اور نماز پوری کر چکے فرمایا اے عائشہ یا یوں فرمایا اے حمیرا کیا تمکو یہ گمان ہوا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے

ف حمیرا کے معنی ہیں سرخ رنگ والی یہ حضرت عائشہؓ کا لقب ہے جو بوجہ حسن جمال کے اُن کو دیا گیا ۱۲ مترجم۔

تم سے بدعہدی کی (کہ تمہاری باری میں کسی دوسری بیوی کے پاس چلے گئے جو تمکو میری تلاش کی فکر ہوئی) میں نے عرض کیا نہیں بخدا یا رسول اللہ (یہ بات نہ تھی) بلکہ مجھکو سجدہ کے لمبا ہونے سے یہ وہم ہوا کہ آپکی روح قبض ہوگئی۔ پھر حضورؐ نے فرمایا کہ تمکو خبر بھی ہے یہ کونسی رات ہے۔ میں نے عرض کیا اسکو تو اللہ اور اُس کا رسول ہی اچھی طرح جانتے ہیں فرمایا یہ نصف شعبان کی رات ہے اسمیں اللہ تعالیٰ سب مغفرت چاہنے والوں کی مغفرت فرماتے ہیں اور سب طالبان رحمت پر رحمت فرماتے ہیں اور کینہ (عداوت) رکھنے والوں کو ان کے حال پر چھوڑ دیتے ہیں۔ اسکو بیہقی نے علاء بن حارث کے واسطہ سے حضرت عائشہؓ سے روایت کر کے کہا ہے کہ یہ مرسل جید ہے مطلب یہ ہے کہ علاء کا سماع حضرت عائشہؓ سے ثابت نہیں واللہ سبحانہ اعلم۔

(۸) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب نصف شعبان کی رات آئے تو اس رات میں (نماز و ذکر اللہ کے ساتھ)
۷۹ قیام کرو اور اوس کے دن کا روزہ رکھو کیونکہ اللہ تعالیٰ اس رات میں غروب شمس ہی کے ساتھ دنیا کے آسمان پر نزول (و تجلی) فرماتے ہیں (یعنی اہل دنیا پر خاص نظر رحمت سے توجہ فرماتے ہیں) اور یوں ارشاد فرماتے ہیں کیا کوئی مغفرت چاہنے والا نہیں ہے جسکی میں مغفرت کر دوں کیا کوئی روزی مانگنے والا نہیں ہے جسکو میں روزی دوں کیا کوئی بیمار (مصیبت زدہ) نہیں ہے جسکو میں عافیت دوں کیا کوئی ایسا نہیں ویسا نہیں طلوع فجر تک (یوں ہی ارشاد فرماتے ہیں) اسکو ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔

ف یہ تجلی اور راتوں میں تو تہائی رات باقی رہجانے پر ہوتی ہے اور شب براءت اور شب قدر میں غروب شمس ہی سے شروع ہو جاتی ہے پس ان راتوں میں خاص طور سے عبادت زیادہ کرنا چاہیئے۔ افسوس آجکل بعض لوگوں نے شعبان کی پندرہویں رات میں بجائے عبادت و ذکر اللہ کے لہو و لعب اور آتشبازی کا مشغلہ اختیار کر لیا

ے یقال خاس بہ اذا غدرہ ولم یوف بہ حقہ ومعنی الحدیث اظننت انی غدرت بک وذہبت فی لیلتک الی غیرک وہو بالخاء المعجمۃ والسین المہملۃ ۱۲ مؤلف

یہ کیسی شریعت کی صریح مخالفت ہے کہ ایسی متبرک رات کو گناہوں میں برباد کیا جائے ۱۲ مترجم

ہر مہینہ میں تین دن کے خصوصاً ایام بیض کے روزوں کی ترغیب

(۱) ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے میرے حبیب (سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) نے تین باتوں کی وصیت فرمائی ہے ایک ہر مہینہ میں تین روزے رکھنا دوسرے چاشت کی دو رکعت پڑھنا تیسرے یہ کہ سونے سے پہلے وتر سے فارغ ہو لیا کروں۔ اسکو بخاری ومسلم ونسائی نے روایت کیا ہے۔

(۲) ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ مجھے میرے محبوب (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) نے تین باتوں کی وصیت فرمائی ہے ۷۰
جب تک میری زندگی ہے ان کو ہرگز نہ چھوڑوں گا ایک ہر مہینہ میں تین دن روزے رکھنا دوسرے چاشت کی نماز۔ تیسرے یہ کہ بدون وتر پڑھے نہ سوؤں اسکو مسلم نے روایت کیا ہے۔

ف - ان حدیثوں میں سونے سے پہلے وتر پڑھنے کی تاکید ہے احقر کے نزدیک اس سے مراد تہجد کی نماز ہے جس کے ساتھ تین رکعتیں وتر کی بھی ہوں۔ دلیل اسکی یہ ہے کہ احادیث میں وتر کا اطلاق تہجد پر بھی آتا ہے جبکہ اس کے ساتھ وتر کی رکعات بھی ہوں چنانچہ حدیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی وتر کی گیارہ رکعات پڑھتے کبھی نو رکعات پڑھتے کبھی سات رکعات اور کبھی پانچ رکعات پڑھتے تھے علماء نے کہا ہے کہ یہاں وتر سے مراد تہجد کی نماز وتر کے ساتھ ہے۔ اور مسلم کی ایک حدیث میں ہے کہ حضور نے اخیر شب میں وتر پڑھنے کو افضل فرمایا ہے جبکہ بیدار ہونیکا وثوق ہو۔ پس حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابوالدرداء کو جو سونے سے پہلے وتر پڑھنے کا امر ہوا اسکی وجہ یہ تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے مشاغل کی وجہ سے معلوم تھا کہ انکو

رات کا اُٹھنا اور بیدار ہونا ہی دشوار ہوگا اسلئے انکو یہ وصیت فرمائی کہ سونے سے پہلے تہجد ووتر سے فارغ ہو لیا کریں اور یہی ہمارے بعض مشائخ کا معمول ہے کہ جو سالک رات کو اٹھکر تہجد نہ پڑھ سکے اسکو عشا کے بعد تہجد ووتر سے فارغ ہوجانیکا امر فرمایا کرتے ہیں ۱۲ مترجم

(۳) حضرت عبداللہ بن عمروؓ بن العاص سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہر مہینہ میں تین دن روزہ رکہنا پورے سال کو روزہ رکہنا ہے (یعنی اس سے سال بہر کے روزونکا ثواب مل جائے گا) اسکو بخاری ومسلم نے روایت کیا ہے ✚

(۴) عبداللہ بن عمروؓ ہی سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے کہ نوح علیہ السلام سال بہر روزہ رکہتے تہے صرف (دودن) عید الفطر اور عید الضحیٰ میں روزہ نہ رکہتے تہے اور داؤد علیہ السلام نصف سال کو روزہ رکہتے تہے اور ابراہیم علیہ السلام ہر مہینہ میں تین دن روزہ رکہتے تہے انہوں نے سال بہر کو روزہ بہی رکہہ لیا اور سال بہر افطار بہی کر لیا اسکو طبرانی نے کبیر میں اور بیہقی نے (سنن میں) ۷۱
روایت کیا ہے اور دونوں کی سند میں (ایک راوی) ابو فراس ہے جس کے متعلق مجہے کچہہ جرح یا تعدیل معلوم نہیں اور میرے نزدیک یہ راوی معروف ہی نہیں واللہ اعلم

(۵) ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مہینہ میں تین دن روزہ رکہنا اور ہر رمضان کا روزہ رکہنا یہ پورے سال بہر کا روزہ ہے اسکو مسلم وابوداؤد ونسائی نے روایت کیا ہے ✚

(۶) قرۃ بن ایاس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہر مہینہ میں تین روزے رکہنا سال بہر کا روزہ بہی ہے اور افطار بہی ہے اسکو امام احمد نے سند صحیح سے اور بزار وطبرانی اور ابن حبان نے صحیح میں روایت کیا ہے ✚

(۷) ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رمضان کے عہ

عہ قال المنذری شہر الصبر ہو رمضان ۱۲ منہ

روزہ اور ہر مہینہ میں تین روزے رکھنا دل کے کھوٹ اور وساوس کو دور کر دیتا ہے اسکو بزار نے روایت کیا ہے اور اس کے سب راوی صحیح کے راوی ہیں اور احمد و ابن حبان نے صحیح میں اور بیہقی نے ان سب نے ایک اعرابی کی حدیث سے روایت کیا ہے جس کا نام نہیں بیان کیا اور بزار نے اسکو حضرت علی کے واسطہ سے بھی روایت کیا ہے **ف** جن لوگوں کو صفائے قلب اور رفع وساوس کی طلب ہو انکو اس حدیث پر عمل کرنا چاہیئے مترجم

(۸) میمونہ بنت سعد رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روزہ کے متعلق دریافت کیا حضور نے فرمایا کہ جس سے ہو سکے وہ ہر مہینہ میں تین روزے رکھ لیا کرے کیونکہ ہر دن (کا روزہ) دس گناہوں کا کفارہ ہو جائیگا اور گناہوں سے ایسا پاک کر دے گا جیسے پانی کپڑے کو صاف کر دیتا ہے اسکو طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے ۔

(۹) ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص ہر مہینہ میں تین روزے رکھے تو اسنے سال بھر روزہ رکھا اللہ تعالیٰ نے اسکی تصدیق میں قرآن کی یہ آیت نازل فرمائی من جاء بالحسنة فله عشر امثالها (جو شخص ایک نیکی کرے اسکو دس گنا ثواب ملے گا) پس ہر دن دس دن کے برابر ہے اسکو امام احمد و ترمذی نے روایت کیا ہے اور الفاظ ترمذی کے ہیں اور انہوں نے اسکو حدیث حسن کہا ہے۔ اور نسائی و ابن ماجہ و ابن خزیمہ نے بھی صحیح میں اسکو روایت کیا ہے نسائی کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ جس نے ہر مہینہ میں تین روزے رکھے اس نے پورے مہینہ کے روزے رکھے یا یہ کہ اسکو پورے مہینہ کے روزہ کا ثواب ملیگا ۔

(۱۰) عمرو بن شرحبیل ایک صحابی سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص کے متعلق عرض کیا گیا کہ وہ سال بھر روزہ ہی رکھتا ہے حضور نے فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ یہ شخص زمانہ بھر

مـه قال وحر الصدر هو بفتح الواو والحاء المهملة بعدها راء هو غشه وحقده ووساوسه

کچھ نہ کہائے (اور بہوکا مرجائے) صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ سال کی ایک تہائی کا روزہ رکہا جائے فرمایا بہت ہے عرض کیا پہر آدہے سال کا روزہ رکہا جائے فرمایا یہ بہی بہت ہے پہر حضور نے (خود) فرمایا کہ میں تمکو ایسی بات نہ بتلادوں جو دل کی کدورت (اور کہوٹ) کو دور کردے ہر مہینہ میں تین دن روزہ رکہنا (دل کے کہوٹ کو دور کردیتا ہے) اسکو نسائی نے روایت کیا ہے +

(۱۱) حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے فرمایا مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم ہر دن میں روزہ رکہتے ہو اور رات بہر عبادت میں رہتے ہو ایسا نہ کرو کیونکہ تمہارے جسم کا بہی تمپر ایک حق ہے تمہاری آنکہ کا بہی تم پر ایک حق ہے۔ تمہاری بیوی کا بہی تم پر ایک حق ہے پس روزہ بہی رکہو اور افطار بہی کرو ہر مہینہ میں تین روزے رکہہ لیا کرو یہ سال بہر ہی کا روزہ ہے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھہ میں (اس سے زیادہ کی) قوت ہے فرمایا تو پہر داؤد علیہ السلام کی طرح روزہ رکہہ لیا کرو کہ ایک دن روزہ رکہو ایک دن افطار کرو (یہ 743 حدیث بیان کرکے) عبداللہ بن عمرو کہا کرتے تہے کہ کاش میں رخصت ہی کو قبول کر لیتا (یعنی حضور نے جو آسان صورت بتلائی تہی اُسی کو لے لیتا) اسکو مسلم (اور بخاری و نسائی نے روایت کیا ہے۔ نسائی کے الفاظ یہ ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روزہ کا تذکرہ کیا تو حضور نے فرمایا دس دن میں ایک روزہ رکہہ لیا کرو تم کو باقی نو دنوں کا بہی ثواب ملیگا میں نے عرض کیا کہ مجھہ میں اس سے زیادہ کی قوت ہے فرمایا کہ نو دن میں ایک روزہ رکہہ لیا کرو تمکو بقیہ آٹھہ دن کا بہی ثواب ملیگا میں نے

ع اس جملہ میں حضور نے اس شخص کے عمل کو کراہت ظاہر فرمائی ہے اور سال بہر کا روزہ رکہنا اگر اس طرح ہو کہ ایام عید اور ایام تشریق کا بہی روزہ رکہے تو بالکل حرام ہے اور اگر ان ایام کا روزہ نہ رکہے تو سال بہر روزے رکہنا جائز ہے بشرطیکہ اہل وعیال کی حق تلفی نہ ہو اور عبادات وغیرہ میں کوتاہی نہو اور نیت ریا کی نہو ممکن ہے کہ اس شخص نے ایام تشریق وغیرہ کا بہی روزہ رکہا ہو یا اس کے سال بہر روزہ رکہنے سے اہل وعیال وغیرہ کی حق تلفی ہوتی ہو اسلئے حضور نے اس کے فعل سے کراہت ظاہر فرمائی ۱۲ مترجم

عرض کیا کہ مجھ میں اس سے زیادہ قوت ہے فرمایا اچھا تم آٹھ دن میں ایک روزہ رکھ لیا کرو تم کو بقیہ سات دنوں کا بھی ثواب ملے گا۔ میں نے عرض کیا کہ مجھے اس سے زیادہ کی قوت ہے عبداللہ بن عمرو فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم یوں ہی فرماتے رہے یہاں تک کہ (اخیر میں) فرمایا اچھا ایک دن روزہ رکھ لیا کرو اور ایک دن افطار کیا کرو۔ اور مسلم کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ تم داؤد علیہ السلام کی طرح روزہ رکھا کرو جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک روزہ کا افضل طریقہ ہے وہ ایک دن روزہ رکھتے تھے اور ایک دن افطار کرتے تھے۔ بخاری اور مسلم کی ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ عبداللہ بن عمرو نے اس کے بعد بھی یہ کہا کہ یا رسول اللہ مجھے اس سے (یعنے صوم داؤد سے) بھی افضل کی طاقت ہے۔ حضور نے فرمایا کہ اس سے افضل کوئی صورت نہیں۔

مسلم کی ایک روایت میں یہ الفاظ بھی زیادہ ہیں کہ عبداللہ بن عمرو نے (یہ واقعہ بیان کرکے) فرمایا کہ اگر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلے ارشاد کے موافق مہینہ بھر میں تین روزے مان لیتا تو (اس وقت) مجھے اپنے سارے گھربار اور مال و متاع سے ۴۷
زیادہ محبوب ہے مسلم کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص ہمیشہ روزے رکھے اس نے روزہ نہیں رکھا لیکن میں تم کو سال بھر (کے) روزہ کا طریقہ بتلاتا ہوں ہر مہینہ میں تین روزے رکھ لیا کرو۔

ف۔ اس مقام پر ایک سوال ہوتا ہے وہ یہ کہ عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اول تو مہینہ میں تین روزے ہی رکھنے کو فرمایا تھا اسکے بعد جتنے ارشادات ہوئے اُن کے طلب کے بعد ہوئے۔ اور یقیناً یہ ارشادات بطریق وجوب کے نہ تھے بلکہ بطریق استحباب کے تھے۔ پھر انکو پہلے ارشاد پر عمل کرنے سے کیا مانع تھا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ گو یہ ارشادات بطریق استحباب کے تھے مگر جب عبداللہ بن عمرو نے خود اپنی درخواست سے افضل طریقہ کو اختیار کرنا چاہا اور اپنی قوت و بلند ہمتی کو ظاہر کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کی طلب پر افضل طریقہ بتلا دیا اور انہوں نے اس کے لیے آمادگی ظاہر کی تو یہ ایک قسم کا معاہدہ حضور کے

ساتھ ہوا۔ اور معاہدہ کے خلاف کرنا باطن کو مضر ہوتا ہے گو معاہدہ امر مستحب ہی کا ہوا اسی لئے مشائخ نے فرمایا ہے کہ مرید کو چاہیئے کہ اپنے ذمہ معمول اتنا ہی لازم کرے جس کا نباہ ہو سکے اگر کسیوقت زیادہ کو جی چاہے تو بغیر التزام کے زیادہ عمل کر لے مگر ہمت سے زیادہ کو معمول نہ بنائے کیونکہ کسی مقدار کو معمول بناکر پھر اس سے کم کرنا بے برکتی کا سبب ہے نیز اسمیں شیخ سے معاہدہ کر کے خلاف کرنا ہے اور شیخ سے معاہدہ کر کے خلاف کرنا باطن کو مضر ہوتا ہے۔ اس لئے عبد اللہ بن عمرو نے ساری عمر صوم داؤد پر نباہ کیا۔ تاکہ حضور سے جو معاہدہ کیا تھا اسکی خلاف ورزی نہ ہو مگر چونکہ بڑھاپے میں اسپر نباہ دشوار معلوم ہوا اور اس معمول کے فوت ہونیکا اندیشہ ہوا اس لئے تمنا کرتے تھے کہ میں حضور کے پہلے ارشاد کو مان لیتا تو اچھا تھا کیونکہ اسپر نباہ دشوار نہ تھا۔ اور یہاں سے معلوم ہوا کہ شیخ اپنی طرف سے مرید کو معمول ایسا ہی بتلائے جسپر مداومت دشوار نہ ہو۔ اس کے بعد اگر طالب زیادہ کی خواہش ظاہر کرے اور اوسکی طلب صادق ہو تو بتدریج زیادتی کرتا جائے

ف۔ اس حدیث میں جو حضور کا یہ ارشاد ہے کہ جس نے ہمیشہ روزہ رکھا اس نے روزہ ۷۵
نہیں رکھا اس کا مطلب وہی ہے جو اوپر مذکور ہو چکا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سال بھر روزہ رکھنا پسند نہ تھا جبکہ اس سے حقوق کی حق تلفی ہوتی ہو یا دوسری عبادات میں کوتاہی ہوتی ہو یا دماغ و بدن پر غلبۂ ضعف کا اندیشہ ہو اور غالب حالت یہی ہے کہ سال بھر روزہ رکھنا ان امور سے خالی نہیں ہوتا البتہ اگر کسی کو ان عوارض سے اطمینان ہو تو اسکو سال بھر کے روزے رکھنا جائز ہے جسکی دلیل وہ حدیث ہے جسمیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ نوح علیہ السلام ہمیشہ سال بھر روزہ رکھتے تھے بجز ان دنوں کے جن میں روزہ کی ممانعت تھی (یعنی عیدین وغیرہ) پس اگر ہمیشہ روزہ رکھنا مطلق ممنوع ہوتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نوح علیہ السلام کے اس فعل کو بدون انکار کے بیان نہ فرماتے۔ اسی لئے بعض بزرگوں نے ہمیشہ سال بھر روزہ رکھا ہے بجز ایام محرمہ کے اور علماء نے ان کے اس فعل کو محامد میں نقل کیا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۱۴) ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اگر تم مہینہ میں تین روزے رکھو تو تیرہ اور چودہ اور پندرہ تاریخوں میں رکھا کرو۔ اسکو احمد و ترمذی و نسائی و ابن ماجہ نے روایت کیا ہے اور ترمذی نے اسکو حدیث حسن کہا ہے۔ ابن ماجہ کی روایت میں اتنا اور زیادہ ہے کہ اللہ تعالی نے اسکی تصدیق قرآن میں اسطرح نازل فرمائی من جاء بالحسنۃ فلہ عشر امثالہا (جو ایک نیکی کرے گا اُسکو دس نیکیوں کا ثواب ملیگا) پس ایک دن (کا روزہ) دس دنوں کے برابر ہے۔

(۱۵) عبداللہ بن قدامہ بن ملحان اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمکو چاندنی راتوں کے دنوں میں روزہ رکھنے کی تاکید فرمایا کرتے تھے یعنی تیرہ اور چودہ اور پندرہ تاریخوں کا اور یہ فرمایا کرتے تھے کہ (ہر مہینہ میں تین روزے رکھ لینا) یہ سال بھر کے روزہ کے برابر ہے اسکو ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور نسائی نے ان الفاظ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمکو ان تین دنوں کے روزہ) کا امر فرمایا کرتے تھے یعنی ایام بیض کا اور فرماتے تھے کہ یہ (تین روزے) پورے مہینہ کے روزوں کے برابر ہیں۔ حافظ منذری فرماتے ہیں کہ نسائی کی سند میں (راوی کا ۷۶
نام) عبدالملک بن قدامہ آیا ہے مگر صحیح عبدالملک بن قتادہ ہے جیسا کہ ابوداؤد ابن ماجہ (کی ایک سند) میں عبدالملک بن منہال عن ابیہ بھی آیا ہے **ف** حدیث کے متن یا سند میں اختلاف واقع ہونیسے حدیث مضطرب ہو جاتی ہے جو ضعیف کے اقسام میں سے ایک قسم ہے البتہ اگر کسی ایک شق کو ترجیح ہو جائے تو اضطراب رفع ہو جاتا ہے اور راجح صحیح اور مرجوح ضعیف قرار پاتا ہے پس عبداللہ بن قدامہ کی حدیث میں بھی حافظ منذری نے اضطراب سند کو ترجیح سے رفع کرنا چاہا ہے۔ اور بعض محدثین کے نزدیک راوی کے نام میں اختلاف کچھہ مضر نہیں اس سے ان کے نزدیک سند میں اضطراب پیدا نہیں ہوتا۔ بلکہ سند میں اضطراب اُس وقت پیدا ہوگا جب راوی اور مروی عنہ مختلف ہو جائیں۔ ۱۲ مترجم۔

(باقی آئندہ)

جہد بنماید ازین سُو بہرِ پند　　چون نشد گوید خدایا در مبند

رحمتِ جزوی بکُل پیوستہ شد　　رحمتِ کُل را تو ہادی بین و رو

تا کہ جز دست او نداند راہ بحر　　ہر غدیرے را کند اشباہ بحر

چون نداند راہ یم رہ کے برد　　سوئے دریا خلق را چون آورد

متصل گردد بہ بحر آنگاہ او　　رہ برد تا بحر ہمچون سیل جُو

ور کند دعوی بہ تقلیدے بود　　نز عیان و وحی تائیدے بود ۲۲۹

گفت پس چون رحم داری بر ہمہ　　ہمچو چوپانے بگرد این رمہ

چون نداری نوحہ فرزند خویش　　چونکہ فصاد اجل شان زد بہ نیش

چون گواہ رحم اشک دیدہاست　　دیدہ تو بے نم و گریہ چراست

شیخ دانا زین عتابش گرم شد　　در سخن یکبارہ بے آزرم شد

رو بزن کرد و بگفتش کاے عجوز　　خود نباشد فصل دے ہمچون تموز

جملہ گر مردند ایشان ورحی اند — غائب و پنہان زچشم دل کے اند

من چو بینم شان معین پیش خویش — ازچہ رو زو راکنم ہمچون تو ریش

گرچہ بیرون اند از دور زمان — با من اند و گرد من بازی کنان

گریہ از ہجران بود یا از فراق — با عزیزانم وصال ست و عناق

خلق اندر خواب مے بینند شان — من بہ بیداری ہمی بینم عیان

شیخ نے فرمایا کہ تم یہ نہ سمجھو کہ مجھے محبت نہیں اور میرے دلمیں شفقت نہیں کیونکہ ہماری شفقت ۲۳۰
کی تو یہ حالت ہے کہ ہم کو کفار پر بھی رحمت ہے اگرچہ وہ لوگ ناشکر ہیں اور ہماری رحمت و عنایت تو
کتوں پر بھی ہے اور ہم کو افسوس ہوتا ہے کہ یہ کمبخت پتھروں سے کیوں مار کہاتے ہیں چنانچہ
جب کوئی کتا کسیکے کاٹتا ہے تو میں دعا کرتا ہوں کہ اے اللہ تو اسکی یہ بری خصلت چھڑا دے
اور کتونکو اس خیال میں مشغول رکھہ کہ وہ کسیکو نہ کاٹیں اور لوگونکی اینٹیں نہ کھائیں۔ ایک ملا نا
فرماتے ہیں کہ حق سبحانہ نے اولیاء اللہ کو زمین پر اسی لیے پیدا کیا ہے کہ اونکو تمام عالم
کے لیے یوں رحمت بنادے کہ وہ مخلوق کو حق سبحانہ کی طرف دعوت دیں اور حق سبحانہ
سے دعا کریں کہ اے اللہ انکو ذمایم سے پوری رہائی عطا فرما۔ اور وہ اسطرف نصیحت کرنے
پوری کوشش کریں جب آدمی نصیحت کارگر نہو تو کہیں کہ اے اللہ تو رحمت کا دروازہ مت
بند کر۔ اور تو اپنی رحمت سے اونکو اس بلا سے نجات دے۔ اور اصل وجہ اسکی یہ ہے کہ
ذی حقیقی تو رحمت کاملہ و تامہ حق سبحانہ ہے مگر اہل اللہ کی رحمت ناقصہ اوس کے ساتھ
تعلق پیدا کرکے اسمیں فنا ہوگئی ہے اسلئے اسپر وہی آثار مرتب ہوتے ہیں جو رحمت حق سبحانہ

ہوتے ہیں اور رحمت حق سبحانہ عام ہے اسلئے اہل اللہ کی شفقت بھی عام ہے اور جب تک کہ رحمت
ناقص رہتی ہے اوسوقت تک اوسے اوس بحر رحمت کا راستہ ہی نہیں معلوم ہوتا۔ جو تالاب اوس
رحمت ناقصہ کو اپنے میں جذب کرکے مشابہ سمندر بن سکتی ہے۔ اور جبکہ وہ اوس دریا کا راستہ
ہی نہیں جانتی تو خود اوس تک پہونچ کیسے سکتی ہے اور مخلوق کو اوس سمندر تک پہنچا کیسے
سکتی ہے۔ ہاں اگر اوسکو سمندر کے ساتھ اتصال ہوجاوے اسوقت وہ سمندر میں ندی
نالوں کی طرح ملکر اوس میں جذب ہوسکتی ہے۔ اور اگر یہ بات نہیں حاصل ہوئی اور اوسپر
بھی آدمی لمبے چوڑے دعوے کرے تو وہ دعاوی تقلیدی اور سنے سنائے ہیں مشاہدہ
اور الہام اور تائید حق سبحانہ کے سبب نہیں ہیں خیر یہ گفتگو بے استطرادی تو ختم ہوئی۔
آپ سنو کہ اون کے گھر کے لوگوں نے کہا کہ جب آپ سب پر رحم کرتے ہیں اور سب کی آپ یوں
ہی حفاظت کرتے ہیں جس طرح کہ چرواہا بکریوں کی تو پھر یہ کیا بات ہے کہ آپ کو اپنی بچوں پر
رونا نہیں آتا۔ جبکہ قصاد اجل نے اون کے نشتر مارکر اون کو ہلاک کردیا۔ نیز جبکہ
رحم دل کے گواہ آنکھوں کے آنسو ہیں تو پھر آپکی آنکھوں میں آنسو اور تری کیوں نہیں۔ شیخ دانا کو ۲۳۱
اس ملامت سے جوش آگیا اور عورت کی طرف متوجہ ہوکر تیز لہجہ میں یوں خطاب فرمایا کہ
بڑی بی بات یہ ہے کہ بہار خزاں جاڑا۔ اور گرمی یکساں نہیں ہوتے۔ اسی طرح عوام و
خواص بھی یکساں نہیں۔ میرے سب بچے خواہ مردہ ہوں یا زندہ میرے چشم قلب کے سامنے
ہیں اور مخفی و غائب نہیں جب میں اونکو اپنے سامنے مشخص دیکھ رہا ہوں تو میں آپکی
طرح اپنا منہ کیوں نوچوں۔ گو وہ زمانہ سے باہر ہیں مگر میرے پاس ہیں اور میرے گرد کھیلتے
ہیں آپ غور کریں کہ رونے کا سبب یا محبوب کا محب کو چھوڑ دینا ہوتا ہے یا اوسکا
دور ہونا۔ اور مجھے اپنے پیاروں سے اتصال اور قرب ہے۔ تو پھر میں کیوں روؤں
لوگ تو اون کو خواب میں دیکھتے ہیں اور میں بیداری میں دیکھ رہا ہوں۔ آگے اوسکا
طریقہ ارشاد فرماتے ہیں اور کہتے ہیں ٭

شرح شبیری

شیخ کا لڑکوں کے مرجانے پر نہ رونے کا عذر بیان کرنا

شیخ گفت او را مپندار اے رفیق کہ ندارم رحم و مہر و دل شفیق

یعنی شیخ نے اوس (بیوی) سے کہا کہ اے رفیق تو یہ مت سمجھہ کہ میں رحم اور محبت اور شفیق دل نہیں رکھتا *

بر ہمہ کفار ما را رحمت است گرچہ جانِ جملہ کافر نعمت است ۲۳۲

یعنی ہمکو تو تمام کفار پر بھی رحم ہے اگرچہ تمام کفار کی جان نعمت ہی مطلب یہ کہ بھلا ہمکو اپنے لوگوں پر تو رحم کیوں نہ ہوگا۔ ہم کو تو کفار پر بھی رحم آتا ہے کہ افسوس یہ راہ حق کو دیکھتے نہیں حالانکہ وہ سارے کفران نعمت حق کرتے ہیں مگر ہم کو اونپر بھی رحم آتا ہے آگے اور ترقی کر کے فرماتے ہیں کہ کفار تو پہر بھی انسان ہیں اونمیں تو یہ اشتراک بھی ہے مگر ہماری تو یہ حالت ہے کہ :۔

بر سگانم رحمت و بخشایش است کہ چرا از سنگہاشان مالش است

یعنی مجھے تو کتوں پر بھی رحم اور بخشایش ہے کہ انکو کیوں پتھروں سے مالش ہے مطلب کہ اونپر بھی رحم آتا ہے کہ کیوں بھونکتے ہیں جو اسکی وجہ سے ان کے پتھر لگتے ہیں۔ آگے اس معنی کی خود ہی تصریح فرماتے ہیں کہ۔

وعدم الشهرة والاشارة
الى الرجل بالاصابع خير
من ضده واسلم فى الدنيا
والدين والقليل من المال
الذى لا يشغل عن الاخرة
خير من الكثير الذى يلهى
عنها **ف** وهذا اصل لمن
يرجح الخفى من الذكر والقول
الفصل انه افضل فى نفسه
وفضل الجهر لمصلحة لا تحصل
بالخفى اولغلبة الحال وانظر
الى ما مر قريبا من حديث اكثروا ذكر الله
حتى يقولوا مجنون وما كتبت عليه۔
الحديث دارهم
مادمت فى دارهم
ما علمته ولكن جاء فى
الزوجة فدارها تعش بها
اخرجه ابن حبان
فى صحيحه عن سمرة
ف قلت لما ورد
الامر بالمداراة للزوجة

اور شہرت اور انگشت نمائی نہ ہونا اسکی ضد سے
بہتر ہے اور دنیا اور دین میں اسلم ہے۔ اور
(اسیطرح) مال قلیل جو آخرت سے غافل نکرے
اوس کثیر سے بہتر ہے جو اوس سے غافل کرے
ف اور یہ حدیث اصل ہے اون لوگوں کی
جو ذکر خفی کو ترجیح دیتے ہیں اور اسمیں قول
فیصل یہ ہے کہ فی نفسہ تو یہی افضل ہے اور جہر
کی فضیلت ایسے مصالح سے ہے جو خفی سے
حاصل نہیں ہوتیں یا ذوق وشوق کے غلبہ سے
(بلا قصد) جہر ہوجاوے اور اوس حدیث کو
مع میرے لکھے ہوئے مضمون کے دیکھ لو جو قریب ٨٥
ہی گذری ہے یعنی اکثروا ذکر اللہ حتی یقولوا مجنون
حدیث۔ لوگوں کی مداراۃ کرو جب تک
تم اون کے گھر میں ہو۔ مجکو یہ حدیث معلوم نہیں
ہوئی لیکن زوجہ کے باب میں یہ حدیث
آئی ہے کہ اسکی مداراۃ کرو تو اس کے ساتھ
بسر کر سکتے ہو (اور زیادہ کاوش کرنے سے
بوجہ اوس کے ضعف عقل کے یا شقاق
ہوگا یا افتراق) روایت کیا اوسکو ابن حبان
نے اپنی صحیح میں سمرہ سے **ف** میں کہتا
ہوں کہ جب (اس حدیث میں) زوجہ کی

لضعف عقلها ولاحتیاج
الی معاشرتها فمن کان لہ
مثل حال الزوجۃ فی
ضعف العقل والاحتیاج
الیہ تعدی الحکم
الیہ فثبت معنی دارهم
مادمت فی دارهم وهو
ماخذ لقول
الرومی ؒ ؎
لاتخالفهم حبیبی دارهم
یاغریبا نازلا فی دارهم ۸۶
وهذا هو دیدن
الحکماء من اهل
اللہ۔

الحدیث الدال
علی الخیر کفاعلہ
العسکری وابن جمیع و
من طریقہ المنذری من
حدیث طلحۃ بن عمرو
عن عطاء عن ابن عباس
مرفوعا فی حدیث

مداراۃ کا حکم وارد ہوا ہے اس وجہ سے کہ اسکی
عقل ضعیف ہے اور اس کے ساتھ گذر کرنے کی
تمکو حاجت ہے تو جس شخص کی حالت ضعیف
عقل اور اوس سے حاجت واقع ہونے میں
زوجہ کی سی حالت ہو (اشتراک علت سے)
یہ حکم اوسکی طرف بھی متعدی ہو جاوے گا
پس یہ حدیث معنًی ثابت ہوگئی اور یہی حدیث
مولانا رومی کے اس شعر کا ماخذ ہے ؎
لاتخالفهم حبیبی دارهم
یاغریبا نازلا فی دارهم
اور یہی طریقہ ہے حکماء اہل اللہ کا کہ بدعقلوں کی
مداراۃ کرتے ہیں جس میں بڑی حکمت اپنے
قلب کو تشویش سے محفوظ رکھنا ہے
جسکی صاحب طریق کو سخت حاجت ہے۔

حدیث کسی اچھی بات کا بتلانے
والا ایسا ہی ہے جیسا اوس کا کرنے والا
(یعنی ثواب میں) روایت کیا اسکو عسکری
نے اور ابن جمیع نے اور اس کے طریق
سے منذری نے طلحہ بن عمرو کی روایت سے
وہ عطا سے روایت کرتے ہیں اور وہ ابن
عباس سے مرفوعًا ایک حدیث میں جسکے

لفظه كل معروف صدقة والدال على الخير كفاعله والله يحب اغاثة اللهفان واخرجه مسلم بمعناه عن ابى مسعودؓ (فى حديث طويل) قال صلى الله عليه وسلم من دل على خير فله مثل اجر فاعله **ف** ودخل فى ذلك دلالة الطالب على الشيخ الكامل بل هو اصل كل خير۔

الحديث الدنيا مزرعة الاخرة لم اقف عليه **ف** قلت ولكن معناه فى القرآن فى قوله تعالى وابتغ فيما اتاك الله الدار الاخرة ولا تنس نصيبك من الدنيا الاية

الفاظ یہ ہیں ہر نیک کام صدقہ ہے۔ اور اچھی بات بتلانے والا ایسا ہی ہے جیسا اس کا کرنیوالا اور اللہ تعالیٰ پریشان آدمی کی مدد کرنے کو محبوب رکھتا ہے اور روایت کیا اس کے مضمون کو مسلم نے ابو مسعودؓ سے (ایک طویل حدیث میں) کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کوئی اچھی بات بتلادے اس کو کرنے والے ہی کی برابر اجر ملے گا۔ **ف** اس میں یہ بھی داخل ہوگیا کہ کسی طالب کو کسی شیخ کامل کا پتہ بتلادے بلکہ یہ تو سب اچھی باتوں کی اصل ہے کیونکہ شیخ کامل ہی کی بدولت سب اچھی باتیں معلوم ہوتی ہیں۔

حدیث۔ دنیا آخرت کی کھیتی کی جگہ ہے میں اس پر آگاہ نہیں ہوا۔ **ف**۔ میں کہتا ہوں لیکن اس کا مضمون قرآن مجید میں موجود ہے اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے (فرمایا ہے کہ) تجکو (دنیا میں) جو دے رکھا ہے تو اس میں آخرت کی بھی جستجو کرا اور دنیا سے اپنا حصہ (آخرت میں لیجانا) فراموش مت کر۔

۸۷

الحديث حديث رد
الشمس على على قال احمد
لا اصل له وتبعه ابن
الجوزى فاورده
فى الموضوعات و
لكن قد صححه الطحاوى
وصاحب الشفاء
واخرجه ابن منده
وابن شاهين من
حديث اسماء
ابنة عميس **قلت** ٨٨
قال السيوطى فى التعقبات
على الموضوعات باب المناقب
رفى رواة حديث اسماء بنت
عميس فى رد الشمس فضيل
ثقة صدوق احتج به
مسلم والاربعة وابن شريك
وثقه غير ابى حاتم وروى
عنه البخارى فى الادب
وابن عقدة من كبار الحفاظ
وثقه الناس اهـ مختصراً

حدیث حضرت علی کے لئے رد شمس
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں
مشغول ہونے کے سبب عصر کی نماز
نہیں پڑھ سکے) آفتاب کا واپس ہو جانا
(جس سے وہ وقت میں نماز پڑھ سکے)
احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ اسکی کچھ اصل نہیں
اور ابن الجوزی نے اونکی موافقت کی اور اسکو
موضوعات میں لائے ہیں لیکن طحاوی اور
صاحب شفار نے اسکی تصحیح کی ہے اور ابن
مندہ اور ابن شاہین نے اسمار بنت عمیس
کی روایت سے اسکی تخریج کی ہے میں کہتا ہوں
سیوطی نے تعقبات علی الموضوعات کے
باب المناقب میں (اسمار کی اس حدیث
کی اون راویوں کے بارہ میں جن کے سبب
حدیث مجروح کی گئی ہے) کہا ہے کہ فضیل
ثقہ راستباز ہے اوس سے مسلم اور اصحاب
سنن اربعہ نے احتجاج کیا ہے اور ابن شریک
کی توثیق بجز ابو حاتم کے اوروں نے کی ہے
اور اس سے بخاری نے ادب میں روایت کی
ہے اور ابن عقدہ اکابر حفاظ سے ہے اوسکی
لوگوں نے توثیق کی ہے اھ مختصراً

(باقی آیندہ)

سبب بھی ایک جیسے بیت اللہ حج کے لیے اور یہ دونوں امر مدرک بالعقل ہیں اور تیسری صورت یہ کہ سبب ایک بار پایا گیا اور سبب بار بار پایا جاوے جیسے مشرکین کو قوت دکھلانے کے لئے رمل کیا گیا تھا پھر ارادۂ قوت تو نہ رہی مگر رمل رہ گیا اور یہ امر مدرک بالعقل نہیں اسلئے اس میں بجز وحی کے کوئی سبیل نہیں جب یہ قاعدہ ممہد ہوگیا اب ہم پوچھتے ہیں کہ عید میلاد کا سبب کیا ہے ظاہر ہے کہ صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی تاریخ ہونا اب دیکھیے کہ وہ تاریخ واحد ہے جو منقضی ہوگئی یا متجدد ہے ظاہر ہے کہ وہ منقضی ہوچکی دوسری تاریخ اس کا عین نہیں صرف مثل ہے اور مثل کا مدار حکم ہونا کسی دلیل سے ثابت نہیں پس اس تاریخ میں عید کا متجدد ہونا امر غیر مدرک بالعقل ہوگا اس لئے محتاج وحی ہوگا قیاس اس میں حجۃ نہ ہوگا اور وحی ہے نہیں اس لئے اسکو زیادت علی الشرع کہیں گے اور اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد ذلک الیوم الذی ولدت فیہ پر شبہ نہ کیا جاوے کہ وہ یوم تو منقضی ہوگیا تھا جواب یہ ہے کہ اس صورت میں ہم کہہ چکے ہیں کہ وحی کی ضرورت ہے اور آپ کے پاس اس حکم پر وحی تھی اور جس طرح یہ ہمارے پاس دلیل عقلی ہے اسی طرح ان کے پاس بھی ایک دلیل عقلی ہے وہ یہ کہ اس میں مقابلہ ہے اہل کتاب کا کہ وہ ولادت مسیح علیہ السلام کے دن اظہار شوکت کرتے ہیں پس ہم ولادت نبویہ کے روز کرتے ہیں اس کا جواب ایک تو یہ ہے کہ ہمارے لئے اظہار شوکت کا دن شارع علیہ السلام مقرر فرما چکے ہیں عید بقر عید بلکہ ہر جمعہ پھر اس اختراع کی کون حاجت رہی دوسری اگر یہی بات ہے کہ ان کے ہر عمل کے مقابلہ میں ایک ایسا ہی عمل ہو تو چاہیئے کہ اہل سنت محرم کی دسویں بھی کیا کریں تاکہ اہل تشیع کے مقابلہ میں اظہار شوکت اہل حق ہو اور نیز عوام ان کی دسویں میں جانے سے بچیں اور اگر اس کا کوئی التزام کرے تو اسکے جواب کے لیے ایک حکایت نقل کرتا ہوں کہ جونپور میں ایک صاحب ہر مہینہ کی دسویں کو مجلس کیا کرتے تھے اور ایسی ہی مصلحت بیان کرتے تھے ایک محقق عالم نے ان سے کہا کہ اگر ایسی ہی مصلحت ہے تو ہنود کے ہولی دوالی ہوتی ہے تو چاہیئے مسلمان بھی ایک ہولی دوالی کیا کریں اسی راز کی بنا پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے مقابلہ پر انکار سخت

فرمایا ہے جبکہ صحابہ نے عرض کیا کہ اجعل لنا ذات انواط کما لہم ذات انواط تو آپ نے فرمایا یہ تو ایسی ہی بات ہوگئی جیسے بنی اسرائیل نے کہا تھا اجعل لنا الٰھا کما لھم الھۃ اور جاننا چاہیئے کہ بعض مقامات پر ایک مجلس رجبی کے نام سے تخصیص تاریخ ۲۷۔ رجب نہایت اہتمام سے منعقد ہوتی ہے دلائل مذکورہ منع کے اور جوابات شبہات جواز اس میں بھی اکثر جاری ہیں۔ پس اس کا حکم بھی یہی ہے کہ وہ بھی داخل بدعت ہے۔

کتبہ لیلۃ الاثنین ثامن ربیع الاول تاریخ المولد الشریف عند کثیر من العلماء ۱۳۳۳ھ ہجری نبوی صلعم۔

ثم بعد ھذا التذکرۃ ذکرت ھذا المضمون تقریرا یوم الجمعۃ ثانی عشر من الشھر المذکور تاریخ المولد الشریف علی القول المشھود من السنۃ المذکورۃ۔

۱۴

مضمون تشرف

والتفصیل فی المسئلۃ ان التوسل بالمخلوق لہ تعاسیر ثلثۃ الاول دعاءہ واستغاثتہ کدیدن المشرکین وھو حرام اجماعا اما انہ شرک جلی ام لا فمعیارہ

اور اس مسئلہ میں تفصیل یہ ہے کہ توسل بالمخلوق کی تین تفسیریں ہیں ایک مخلوق سے دعا کرنا اور اوس سے التجا کرنا جیسا مشرکین کا طریقہ ہے اور یہ بالاجماع حرام ہے باقی یہ کہ یہ شرک جلی بھی ہے یا نہیں سو اس کا معیار[1] یہ ہے کہ اگر میہ شخص اوس مخلوق کے

---

[1] حاصل اس اعتقاد تاثیر و عدم اعتقاد تاثیر کے معیار فرق کا یہ ہے کہ بعض کا تو یہ عقیدہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی خاص مخلوق کو جو اس کا مقرب ہے کچھ قدرت مستقلہ نفع و ضرر کی اس طرح سے عطا فرمادی ہے کہ وہ اس کا اپنے معتقد و مخالف کو نفع و ضرر پہنچانا مشیت جزئیہ حق پر موقوف نہیں گو اگر روکنا چاہے پھر قدرت حق ہی غالب ہو جیسے سلاطین اپنے نائبین حکام کو خاص اختیارات اس طرح دیدیتے ہیں

انہ ان اعتقد استقلالہ بالتاثیر	موثر مستقل ہونے کا معتقد ہے تب تو یہ شرک
فھو شرک کفری اعتقاداً کما ان الصلوٰۃ	کفری ہے جیسا کسی مخلوق کے لیے نماز روزہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) کہ اذن کا اجرا اوسوقت سلطان اعظم کی منظوری پر موقوف نہیں ہوتا گورنر کا جو چاہے تو سلطان ہی کا حکم غالب ہے گا سو یہ عقیدہ تو اعتقاد تاثیر ہے اور مشرکین عرب کا لبیک لا شریک لہ یا تلبیہ میں یہی اعتقاد تھا، اور بعض کا یہ عقیدہ ہوتا ہے کہ ایسی قدرت مستقلہ تو کسی مخلوق میں نہیں مگر بعض مخلوق کو قرب وقبول کا ایسا درجہ عطا ہوتا ہے کہ وہ اپنے متوسلین کیلئے سفارش کرتے ہیں پھر اوس سفارش کے بعد قبول میں تخلف کبھی نہیں ہوتا اور اوس سفارش کی تحصیل کے لئے اُس کے ساتھ بلا واسطہ یا بواسطہ معاملہ مشابہ عبادت کرتے ہیں یہ عقیدہ اعتقاد تاثیر نہیں ہے لیکن بلا دلیل شرعی بلکہ خلاف دلیل شرعی ایسا عقیدہ رکھنا معصیت اعتقادیہ ہے اور مشابہ عبادت معاملہ کرنا معصیت عملیہ ہے اور اسی مشابہت کے سبب اطلاقات شرعیہ میں اسکو مشرک کہدیا جاتا ہے ھذا ما سنح لی واللہ اعلم"

تتمیم لزیادۃ التفہیم

تقریر مذکور فارق بین المشرکین جو کہ ماخوذ ہے کلیات شرعیہ سے اپنے دونوں دعووں کے اعتبار سے ایک یہ کہ مشرکین اس تصرف غیر مقید بالاذن کے قائل تھے دوسرے یہ کہ تصرف مقید بالاذن کا قائل ہونا شرک اکبر نہیں ہے زیادت اقناع میں محتاج تھی ادلہ جزئیہ کی جنسے ایک مدت تک باوجود فکر ذہن خالی رہا الحمد للہ کہ پرسوں اور کل میں علی التعاقب تین دلیلیں ذہن اور نظر میں گذریں جن کا مجموعہ دونوں دعووں میں تردد کے لیے نافی ہے ؛

دلیل اول عقلی برا سول ہیں جو اپنی جزئیت کے سبب کلیات سے زیادہ کافی ہو وہ یہ ہے کہ مسئلہ توحید آلہی واجب عقلی ہے خواہ بدیہی ہو یا نظری یہ دوسری بحث ہے اور کسی حکم کا وجوب عقلی مستلزم ہوتا ہے اوسکی نقیض کے امتناع عقلی کو پس نقیض توحید کا حکم ممتنع ہوگا اور اس نقیض کی دو قسمیں ہیں ایک نفی آلہ کہ کفر ہے دوسری تشریک الہ آخر معہ کہ شرک ہے اور ہر مقسم کا امتناع مستلزم ہوتا ہے اوس کے سب اقسام کے امتناع کو پس شرک کیلئے لازم ہوا کہ وہ کسی امر ممتنع کا اعتقاد ہوگا اور اس امتناع واستحالہ کیطرف نصوص بھی مشیر ہیں ؛

كقوله تعالى لو كان فيهما آلهة الا الله لفسدتا وقوله تعالى لو كان معه

والصوم مما يختص بالله تعالى للمخلوق شرك
كفر عملاً ومعاملةً لا سجدة التحية
وان كانت معصيةً الا ما كان شعاراً
للكفر كسجدة الصنم وشد الزنار

یا ایسی عبادت کرنا جو خاص ہو حق تعالیٰ کے ساتھ
عملاً ومعاملۃً شرک کفری ہو نہ کہ سجدہ تحیت
گو معصیت ہو باستثناء اوس فعل کے جو شعار
کفر ہو جیسے سجدہ صنم وشد زنار ورنہ نہیں

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) آلهة كما يقولون اذاً لابتغوا الى ذى العرش سبيلا وقوله تعالى ما اتخذ الله من ولد وما كان معه من اله اذاً لذهب كل اله بما خلق ولعلا بعضهم على بعض وقوله تعالى لو اراد الله ان يتخذ ولدا لاصطفى مما يخلق ما يشاء سبحانه. ونحوها من الآيات على ما فسرت فى بيان القرآن اور تصرف مقید باذن عقلاً ممتنع نہیں پس وہ شرک نہ ہوگا گو کسی تصرف منفی بالنص کا اعتقاد بوجہ مخالفت نص کے معصیت یا کفر یا بدعت ہو علی اختلاف مراتب النص ومراتب المخالفۃ مگر شرک کسی حال میں نہ ہوگا اور جاہلان عرب کا شرک ہونا نص سے ثابت ہے پس لامحالہ وہ تصرف غیر مقید باذن کے قائل تھے۔ اِس سے بحمد اللہ دونوں دعوے ثابت ہو گئے ؎

دلیل ثانی نقلی من الاقوال المنقولۃ عن العلماء الربانیین جو بوجہ صراحت موافقت اکابر کے دلیل عقلی ۱۶
سے زیادہ شافی ہے قال القاضی محمد اعلیٰ التھانوی فی کتابہ کشاف اصطلاحات الفنون الشرك على اربعة انحاء الى ان قال منهم من يقول ان الله سبحانه خلق هذه الكواكب وفوض تدبير العالم السفلى اليها وقال بعض فرقة ان القوم يعتقدون ان الله فوض تدبير كل من الاقاليم الى ملك معين وفوض تدبير كل قسم من اقسام العالم الى روح سماوى بعينه (ص ۷۷۱ و ۷۷۳)

وقال ابن القيم فى اغاثة اللهفان ما حاصله انه تعالى قال ام اتخذوا من دون الله شفعاء قل اولو كانوا لا يملكون شيئاً ولا يعقلون قل لله الشفاعة جميعاً له ملك السموات والارض اخبر ان الشفاعة لمن له ملك السموات والارض وهو الله وحده فهو الذى يشفع بنفسه الى نفسه فيرحم عبده فيأذن هو لمن يشاء ان يشفع فيه فصارت الشفاعة فى الحقيقة انما هى له والذى يشفع عنده انما يشفع باذنه له

ولا فلا ومعنے استقلالہ	(صرف معصیت ہی اور مستقل بالتاثیر ہونے کے
ان اللہ قد فوض الیہ الامو	معنے یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے یہ کام اوس کے
بحیث لا یحتاج فی امضائھا	سپرد ایسے طور پر کردیے ہیں کہ وہ اون کے
الی مشیتہ الجزئیۃ وان	نافذ کرنے میں حق تعالیٰ کی مشیت خاصہ کا
قدرعلی عزلہ عن ھذا	محتاج نہیں ہو گو اللہ تعالیٰ کو یہ قدرت ہے
التفویض والثانی طلب	کہ اوسکو اس تفویض (واختیارات) سے
الدعاء منہ وھذا جائز	معزول کردے اور دوسری تفسیر یہ کہ مخلوق سے
فیمن یمکن طلب الدعاء	دعا کی درخواست کرنا اور یہ ایسے شخص کے
منہ ولم یثبت فی المیت بدلیل	حق میں جائز ہے جس سے دعا کی درخواست
فیختص ھذا المعنی	ممکن ہے اور یہ امکان میت میں کسی دلیل سے
بالحی والثالث دعاء	ثابت نہیں پس یہ معنی (توسل کے) زندہ
اللہ ببرکۃ ھذا المخلوق	کے ساتھ خاص ہوں گے۔ اور تیسری تفسیر ۱۷
المقبول وھذا قد	یہ کہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا اوس مقبول مخلوق
جوزہ الجمھور۔	کی برکت سے اور اسکو جمہور نے جائز کہا ہے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) وامرہ بعد شفاعتہ سبحانہ تعالیٰ وھی ارادۃ من نفسہ ان یرحم عبدہ وھذا ضد الشفاعۃ الشرکیۃ التی اثبتھا ھؤلاء المشرکون ومن وافقھم وھی التی ابطلھا سبحانہ وتعالیٰ فی کتابہ بقولہ لیس لھم من دونہ ولی ولا شفیع فاخبر سبحانہ انہ لیس للعباد شفیع من دونہ بل اذا اراد اللہ تعالیٰ رحمۃ عبدہ اذن ھو لمن یشفع فیہ بشفاعۃ باذنہ ولیست بشفاعۃ من دونہ والفرق بین الشفیعین کالفرق بین الشریک والعبد المامور الی ان قال فالرب تعالیٰ ھو الذی یحرک الشفیع حتی یشفع والشفیع عند المخلوق ھو الذی یحرک المشفوع الیہ حتی یفعل (ص ۱۱۵ - الی ۱۱۸)

ان اقوال سے دعویٰ اولیٰ منطوقاً اور دعویٰ ثانیہ مفہوماً ثابت ہے۔

خطبة المصالح العقلیہ

بعد الحمد والصلوۃ یہ احقر مدعا نگار ہے کہ اسمیں تو کوئی شک نہیں کہ اصل مدار ثبوت احکام شرعیہ فرعیہ کا نصوص شرعیہ ہیں جن کے بعد ان کے امتثال و قبول کرنے میں انکی کسی مصلحت و حکمت کے معلوم ہونے کا انتظار کرنا بالیقین حضرت حق سبحانہٗ و تعالیٰ کے ساتھ بغاوت ہے جس طرح دنیوی سلطنتوں کے قوانین کی وجوہ و اسباب اگر کسی کو معلوم نہ ہوں اور وہ اس معلوم نہ ہونے کے سبب ان قوانین کو نہ مانے اور یہ عذر کرے کہ بدون وجہ معلوم کیے ہوئے میں اسکو نہیں مان سکتا۔ تو کیا اس کے باغی ہونے میں کوئی عاقل شبہ کر سکتا ہے۔ تو کیا احکام شرعیہ کا مالک ان سلاطین دنیا سے بھی کم ہو گیا۔ غرض اس میں کوئی شک نہ رہا کہ اصل مدار ثبوت احکام شرعیہ فرعیہ کا نصوص شرعیہ ہیں لیکن اسی طرح اسمیں بھی شبہ نہیں کہ باوجود اس کے پھر بھی ان احکام میں بہت سے مصالح اور اسرار بھی ہیں اور گو مدار ثبوت کا انپر نہ ہو جیسا اوپر مذکور ہوا لیکن انمیں یہ خاصیت ضرور ہے کہ بعض طبائع کے لیے ان کا معلوم ہو جانا احکام شرعیہ میں مزید اطمینان پیدا ہونے کے لئے ایک درجہ میں 18
معین ضرور ہے۔ گو اہل یقین راسخ کو اسکی ضرورت نہیں لیکن بعض ضعفا کے لیے تسلی و قوت بخش بھی ہے (اور اسوقت ایسی طبائع کی کثرت ہے) اسی راز کے سبب بہت سے اکابر و علما

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۷) دلیل ثالث نقلی۔ من آیات رب العالمین جو عالم السرائر والضمائر کی شہادت ہونے کے سبب حجیت میں سب سے زیادہ دانی ہے وھو قولہ تعالیٰ۔ قل ادعوا الذین زعمتم من دونہ فلا یملکون کشف الضر عنکم ولا تحویلا، وقولہ تعالیٰ ولا یملك الذین یدعون من دونہ الشفاعة الا من اذن، وامثالھما من الآیات التی تفوت الحصر۔ وجہ دلالت دعویٰ اولیٰ پر یہ ہے کہ ان نصوص میں ملک تصرفات کی نفی کی گئی ہے اور ملک من حیث الملک کا مقتضا بلکہ حقیقت تصرف غیر مقید بالاذن ہے اور سیاق سے مقصود مزعومات مشرکین کا ابطال ہے اس سے معلوم ہوا کہ وہ ایسے اختیارات بالتصرفات کے قائل تھے جو کہ مقید بالاذن نہ ہوں پس دعویٰ اولیٰ ثابت ہو گیا اور محل ذم کی قیود میں مفہوم مخالف معتبر ہوتا ہے اس سے دعویٰ ثانیہ پر بھی دلالت ہو گئی والحمد للہ علی اتمام النعم والہام الحکم۔ سلخ ۲۶-۲-شعبان ۱۳۴۵ھ ۱۲ منہ

مثل امام غزالی وخطابی وابن عبدالسلام وغیرہم رحمہم اللہ تعالیٰ کے کلام میں اس قسم کے لطائف
ومعانی مذکور بھی پائے جاتے ہیں۔ چونکہ ہمارے زمانہ میں تعلیم جدید کے اثر سے جو آزادی طبائع
میں آگئی ہے اس سے بہت سے لوگوں میں ان مصالح کی تحقیق کا شوق اور مذاق پیدا ہو گیا ہے
اور گو اس کا اصل علاج تو یہی تھا کہ ان کو اس سے روکا جاوے (چنانچہ بعض اوقات یہ مذاق
مضر بھی ہوتا ہے) لیکن تجربہ سے اس میں باستثنار طالبین صادقین کے عام لوگوں کو اس سے
روکنے کے مشورہ دینے میں کامیابی متوقع نہیں تھی اس لیے تسہیلاً للطامہ وتیسراً علی العامہ
بعض اہل علم بھی جستہ جستہ اس میں تحریر وتقریر کرنے لگے ہیں اور اگر ان تقریرات وتحریرات میں
حدود شرعیہ کی رعایت ملحوظ رکھی جاتی تو ان کو کافی سمجھکر کسی نئے مجموعہ کی ضرورت نہ ہوتی مگر
علوم حقہ واتباع علوم حقہ کی قلت اور آرار فاسدہ اور اتباع اہوار مختلفہ کی کثرت کے سبب
بکثرت ان میں تجاوز عن الحدود سے کام لیا گیا ہے۔ چنانچہ اس وقت بھی ایک ایسی ہی کتاب
جس کو کسی صاحب قلم نے لکھا ہے مگر علم وعمل کی کمی کے سبب تمام تر رطب ویابس وغث وسمین سے
پُر ہے ایک دوست کی بھیجی ہوئی میرے پاس دیکھنے کی غرض سے آئی ہوئی رکھی ہے۔ اس کو دیکھ کر 19
یہ خیال پیدا ہوا کہ ایسی کتابوں کا دیکھنا تو عامہ کو مضر ہے مگر عام مذاق کے بدل جانے کے
سبب بدون اس کے کہ اس کا دوسرا بدل لوگوں کو بتلایا جاوے اس کے مطالعہ سے
روکنا خارج عن القدرۃ ہے اس لیے اس کی ضرورت محسوس ہوئی کہ ایک ایسا مستقل ذخیرہ
ان مضامین کا جو ان مفاسد سے مبرا ہو ایسے لوگوں کے لیے مہیا کیا جاوے تاکہ اگر کسی کو
شوق ہو تو اس کو دیکھ لیا کریں کہ اگر موجب منافع نہ ہوگا تو دافع مضار تو ہوگا۔ (البتہ جن طبیعت
میں مصالح کے علم سے احکام الٰہیہ کی عظمت ووقعت کم ہو جاوے یا وہ ان کو مدار احکام
سمجھنے لگے کہ ان کے انتفا سے احکام کو منتفی اعتقاد کرے یا ان کو مقصود بالذات سمجھکر
دوسرے طریق سے ان کی تحصیل کو بجائے اقامت احکام کے قرار دے لے جیسا کہ اوپر بھی
ان مضار کی طرف اجمالاً اس قول میں اشارہ بھی کیا گیا ہے "چنانچہ بعض اوقات یہ مذاق
مضر بھی ہوتا ہے" سو ایسے طبائع والوں کو ہرگز اس کے مطالعہ کی اجازت نہیں ہے)
بہرحال وہ ذخیرہ یہی ہے جو آپ کے ہاتھوں میں موجود ہے احقر نے غایت بے تعصبی سے

اِسمیں بہت سے مضامین کتاب مذکورہ بالا سے بھی جو کہ موصوف بصحت تھے لے لیئے ہیں اور اسمیں احکام مشہورہ کی کچھ کچھ وہی مصلحتیں مذکور ہوں گی جو اصول شرعیہ سے بعید نہوں اور افہام عامہ کے قریب ہوں۔ مگر یہ مصلحتیں نہ سب منصوص ہیں نہ سب مدار احکام ہیں اور نہ اِن میں انحصار ہے۔ محض ایک نمونہ ہے اِس مبحث میں ہمارے زمانہ سے کسی قدر پہلے زمانہ میں حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب حجۃ اللہ البالغہ لکھ چکے ہیں سُنا ہے کہ ترجمہ اس کا بھی ہو چکا ہے۔ مگر عوام کو اُس کا مطالعہ مناسب نہیں کہ غامض زیادہ ہے اور اِس ہمارے زمانہ میں بھی ایک مصری فاضل ابراہیم آفندی علی المدرس بالمدرسۃ الخدیویہ نے ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام اسرار الشریعۃ ہے اور جو ۱۳۲۲ھ میں مصر کے مطبع الواعظ میں چھپی ہے۔ اور اسکے قبل ایک رسالہ حمیدیہ شائع ہو چکا ہے۔ مگر یہ دونوں نئی کتابیں عربی زبان میں ہیں جن میں سے حمیدیہ کا ترجمہ اردو تو کئی سال ہوئے شائع ہو چکا ہے اور اس دوسری کتاب اسرار الشریعۃ کا ترجمہ کاندھلہ میں مولوی حافظ محمد اسمٰعیل صاحب کر رہے ہیں۔ میرے اِس مجموعہ کے ساتھ اُن دونوں کتابوں کا مطالعہ کرنا عنہ معلومات میں ترقی دیگا۔ اور چونکہ طرز ہر ایک کا جدا ہی اسلئے ایک کو دوسرے سے مغنی نہ سمجھا گیا میں نے ان دونوں کتابوں کا ذکر اِس مصلحت سے بھی کیا ہے اور اس لیئے بھی کہ میرے اِس عمل کو تفرد نہ سمجھا جاوے اور اس تفرد کے شبہ کو صاحب حجۃ اللہ البالغہ نے بھی خطبہ میں اسکی اصل کو کتاب و سُنت کے اشارات واضحہ سے نکالکر رفع فرمایا ہے اور بطور مثال کے اسکے بعض بعض ماخذ کو بھی بیان فرمایا ہے اور نام اس کا المصالح العقلیہ للاحکام النقلیۃ رکھتا ہوں حق تعالیٰ اس کو اس کے موضوع میں نافع اور ترددات و شکوک فی الاحکام کا دافع فرماوے والسلام ۲۰

کتبہ اشرف علی عفی عنہ یکم رجب یوم الخمیس ۱۳۳۴ھ

عہ اور بہت زیادہ ان مضامین کا حجۃ اللہ البالغہ سے ماخوذ تھا جیسا کہ بعد اخذ کے حجۃ اللہ کے دیکھنے سے معلوم ہوا اور بعض جگہ ہمارے اکابر سے و للہ الحمد علی ان اخذ نا لم یکن من غیر الماخذ ۱۲ منہ

عہ اور تتمیم فائدہ کے لیئے بعض دوسری مفید کتب کا بھی پتہ دیتا ہوں جن کا مطالعہ اس موضوع میں بصیرت بڑھاویگا الانتباہات المفیدۃ للاحقر العقل والنقل للمولوی شبیر احمد الدیوبندی سلمہٗ مواعظ ہفت اختر وعظ روح الارواح رسالہ الحق جو پرچہ الرشاد میں نکلتا ہے۔ مال التہذیب ۔ نو نقالے ۱۲ منہ

(باقی آئندہ)

اہل کشف نے لکھا ہے کہ دونوں عالموں میں وہی نسبت ہے جو کہ رحم مادر اور عالم دنیا میں ہے۔ بچہ اول رحم مادر میں رہتا ہے اور اس کے لیے وہ ایک عالم ہوتا ہے اور اس سے اس قدر مانوس ہوتا ہے کہ اگر شاید وہاں سے اسکی رائے لیکر عالم دنیا میں لایا جاوے تو وہ کبھی گوارا نہ کرے اور مچل جاوے لیکن اگر اسکو کسی طرح وہاں سے نکال لیا جاوے جیسا کہ اسی طرح لایا جاتا ہے اور عالم دنیا میں وہ یہاں کی چہل پہل یہاں کی آبادی اور معموری دنیا کو دیکھے تو عالم رحم اسکو بالکل ہیچ اور عدم معلوم ہونے لگے اسیطرح اہل دنیا جو کہ اس عالم میں محبوس اور اسیر ہیں جنہوں نے آنکھ کھولنے کے وقت سے آنکھ بند کرنے تک اس کے سوا دوسرا عالم کو دیکھا ہی نہیں جب ان سے اس عالم کو چھوڑ دینے اور دوسرے عالم میں چلنے کے لیے کہا جاتا ہو تو وہ سخت پریشان ہوتے ہیں اون کا دل مضطرب ہوتا ہے اور وہ کسیطرح اس عالم کی جدائی کو گوارا نہیں کرتے (ایضاً صٹ سے ۱۳)

(۲۱) اگر خواب میں کوئی اپنے کو ماں کے ساتھ صحبت کرتے دیکھ لیتا ہے تو بیدار ہوکر بیحد پریشان ہوتا ہے اور اپنے کو لعنت ملامت کرتا ہے حالانکہ تعبیر ۱۳
اس خواب کی بُری نہیں تعبیر یہ ہے کہ ایسا شخص متواضع اور منکسر المزاج ہوگا کیونکہ خواب میں معانی اپنے مناسب صورتیں اختیار کرتے اور اس میں متشکل ہوتے ہیں اس قسم کے خواب میں ماں سے مراد زمین ہوتی ہے باعتبار اپنی صفت خاکساری کے اور صحبت سے مراد تلبس پس یہ اشارہ ہوتا ہے کہ اس شخص کو صفت خاکساری سے تلبس اور تعلق ہوگا (ایضاً صٹا سے ۲)

(۲۲) مثال - یہ بھی دیکھو کہ اس آفتاب کے نور نے تمہارے قلوب کو کیا روشنی بخشی ہے اور تم کو کس ضغطہ کی حالت سے نکالا ہے تمہارے اعتبار سے کیا نافع ہوا ہے ورنہ اگر اس کلام الٰہی کو صرف حق تعالیٰ ہی سے تعلق رہتا تم سے تعلق نہ ہوتا تو تم اس سے کیسے مستفیض ہوتے۔ غور کرو اگر آفتاب دنیا چند روز تمہاری آنکھوں سے اوجھل ہوجاوے اور تم اس زمانہ میں بیمار بھی ہو یا مثلاً ایک ماہ تک لگاتار بارش رہے اور گھڑی بھر کو بھی بادل نہ ہٹے تو تمہاری کیا حالت ہوگی آخر یہ اسقدر

پریشانی کیوں ہے محض اِس وجہ سے کہ خدا نے تم کو ایک نور دیا تھا جو برائے چندے تم سے لے لیا گیا ہے اور پھر خدا کا فضل دیکھو کہ نور بھی کس چیز سے دیا جو کہ تم سے لاکھوں کوس دور مگر اسکی شعاعیں ہیں کہ تم کو منور کر رہی ہیں اور تم طرح طرح کے فائدے اس سے حاصل کر رہے ہو اور اگر شعاعیں نہ ہوتیں تو گو نورِ آفتاب کے ساتھ پھر بھی تعلق ہوتا۔ مگر چونکہ تم تک نہ پہونچتا اسلیئے تم اس کے فیض سے محروم رہتے اسی طرح کلام اللہ صفت قدیم ہے کہ وہ مثل آفتاب کے ہے اور اس کے لیئے کچھ شعاعیں ہیں جو تم پر فائض ہو رہی ہیں جن کو کلام لفظی کہا جاتا ہے۔

صاحبو اگر آفتاب ہوتا اور یہ شعاعیں نہ ہوتیں تو ہم اس کے فیض سے کس طرح فیضیاب ہوتے علیٰ ہذا کلام نفسی کے لیئے کلام لفظی کی شعاعیں نہ ہوتیں تو ہم اس صفت کے فیضان سے کس طرح فیض حاصل کرتے (ایضاً ص۱۲ س۱۶)

(۲۳) **حکایت** چنانچہ امام احمد بن حنبلؒ کی حکایت ہے کہ انہوں نے حق تعالیٰ
۱۴ کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ آپ کے قرب کا سب سے بڑا ذریعہ کیا ہے ارشاد ہوا کہ قرأۃ القرآن یعنی قرآن پڑھنا امام صاحب نے عرض کیا بفہم او بلا فہم یعنی سمجھ کر یا بلا سمجھے ارشاد ہوا کہ بفہم او بلا فہم یعنی کسی طرح ہو۔ (ایضاً ص۱۳ س۱۶)

(۲۴) **حکایت** مشہور ہے کہ چیلہ گرو سفر کرتے ہوئے ایک شہر میں پہونچے نام پوچھا تو انیاؤ نگر معلوم ہوا جس کے معنی ہیں بے انصافی کا شہر۔ اشیاء کا نرخ دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ اناج سے لیکر گھی دودھ تک ہر چیز سولہ سیر کی ملتی ہے۔ یہ سنکر چیلہ تو بہت خوش ہوا کہ خوب گھی دودھ کھا کر فربہ ہوں گے مگر گرو نے کہا کہ بھائی اس جگہ قیام مناسب نہیں یہ شہر تو بہت ہی بے تکا معلوم ہوتا ہے کہ چھوٹے بڑے میں کچھ امتیاز ہی نہیں مگر چیلہ نے اصرار کیا آخر رہ پڑے چند روز میں سیر کرتے کرتے عدالت کی طرف پہونچے دیکھا کہ ایک مقدمہ راجہ صاحب کے اجلاس میں در پیش ہے اور لوگوں کا ہجوم ہے۔ پوچھنے سے معلوم ہوا کہ کوئی چور مدعی ہے مہاجن مدعا علیہ ہے۔ دعویٰ یہ ہے کہ ہم دونوں چوری کرتے اس کے گھر گئے

نقب لگائی میرا رفیق اندر جانے لگا تو وہ دیوار اوپر سے آپڑی مرگیا قصاص چاہتا ہوں مدعا علیہ سے باز پرس ہوئی کہ وہ دیوار ایسی کیوں بنائی تھی اس نے کہا کہ معمار سے پوچھیے بنانے والا وہ ہے وہ بلایا گیا اس نے کہا کہ گارہ دینے والے سے پوچھا جاوے اسکو بلایا اس نے کہا کہ گارہ بنانے والے سے پوچھیے اسکو بلایا اس نے کہا کہ سقوں نے پانی ڈالدیا ہے جس سے گارا پتلا ہوگیا۔ اسکو بلایا اس نے کہا سرکاری ہاتھی جھپٹا ہوا آتا تھا خوف سے پانی زیادہ نکل پڑا فیلبان کو بلایا اس نے کہا ایک عورت پازیب پہنے آتی تھی اسکی جھنکار سے ہاتھی ودڑ پڑا عورت کو بلایا اس نے کہا سنار نے ایسا ہی باجا ڈالا اسکو بلایا وہ کچھ جواب نہ دے سکا حکم ہوا کہ سنار کو پھانسی دیدیجائے۔ پھانسی کے لیے چلے جب اسکو پھانسی چڑھایا گیا تو پھانسی کا حلقہ اس کے گلے سے بڑا نکلا لوگوں نے آکر راجہ صاحب سے عرض کیا کہ حلقہ اس کے گلے سے بڑا ہے راجہ صاحب نے فرمایا کہ اچھا تو کسی موٹے آدمی کو پھانسی دیدو۔ غرض موٹے آدمی کی تلاش شروع ہوئی اتفاق سے مجمع بھر میں اس چیلہ سے زیادہ موٹا کوئی نہ نکلا آخر اسی کو تجویز کیا اب تو چیلہ صاحب بہت گھبرائے اور گرو سے کہا کہ خدا کے لیے بچاؤ اس نے جواب دیا میں نہ کہتا تھا کہ یہاں رہنا اچھا نہیں آخر نتیجہ دیکھا آخر گرو نے یہ تدبیر نکالی کہ پھانسی کے وقت خود بڑھکر کہا کہ صاحبو اسکو پھانسی نہ دو مجھکو دیدو لوگوں نے وجہ پوچھی اس نے کہا اسوقت میں نے جوتش میں جو دیکھا تو معلوم ہوا کہ اسوقت جو شخص پھانسی دیا جائے گا وہ سیدھا بیکنٹھ میں جاوے گا راجہ صاحب نے جو یہ سنا تو بڑھکر فرمایا کہ اچھا جب ایسی بات ہے تو ہم کو پھانسی دیدو تاکہ جنت ہم ہی حاصل کرلیں چنانچہ راجہ صاحب کو پھانسی دیدی گئی خس کم جہان پاک۔ (وعظ ۵۴ ص۱۲)

۱۵ (۲۵) **حکایت**۔ کسی نے ایک طوطہ کو الم تر کیف تک یاد کرادیا تھا کہ وہ بے تکلف اسکو پڑھتا چلا جاتا تھا لیکن اگر اسپر بلی گرتی تو کیا اس وقت بھی اس کو کوئی سورت یاد رہ سکتی تھی کبھی نہیں اس لیے کہ اس کے دل میں کچھ بھی نہ تھا کسی ظریف نے ایک طوطے کے مرنے کی تاریخ لکھی ہے اگرچہ اس نے محض تمسخر کی بنا پر

لکھی ہے لیکن بات نہایت گہری اور کام کی ہے۔
سنہ ۱۲۳۰ھ میں کسی طوطے کا حادثہ ہوا تھا اسوقت یہ تاریخ لکھی گئی ہے لکھا ہے ؎

میاں مٹھو جو ذاکر حق تھے ۔۔۔ رات دن ذکر حق رٹا کرتے
گربۂ موت نے جو آ دابا ۔۔۔ مضطرب ہوکے اور گھبرا کے
چونچ میں لے کے پانی کی کلھیا ۔۔۔ کچھ نہ بولے سوائے ٹے ٹے
۱۲۳۰ھ

ٹ کے عدد ت کے برابر ہیں تو تین ٹ کے عدد بارہ سو[۱۲۰۰] ہوئے اور تین ی کے تیس[۳۰] کل بارہ سو تیس[۱۲۳۰] عدد ہوئے۔ خلاصہ یہ ہے کہ چونکہ طوطے کی محض زبان پر ذکر حق تھا اور دل میں اوس کا کچھ اثر نہ تھا اس لیے اوس مصیبت کے وقت کچھ بھی یاد نہ آیا اور ٹاں ٹاں کرکے خاتمہ ہوگیا۔ (انسیان النفس دعوات جلد ۵۔ صلا شلہ)

(۲۶) **حکایت**۔ مشہور ہے کہ ایک میراثی کسی کے پاس لفافہ لیکر آیا دیکھا کہ کہ اوپر سے بالکل سادہ ہے سبب پوچھا تو کہنے لگا کہ حضور نہایت جلدی میں خط دیا ہے لکھنے کا موقع نہیں ملا۔ مکتوب الیہ کو خیال ہوا کہ اندر مضمون ہوگا کھولکر 16
دیکھا تو خط بھی بالکل سادہ۔ پوچھا کہ بھائی اِس کا کیا سبب کہنے لگا کہ حضور میں عرض کرچکا ہوں کہ بہت ہی جلدی میں خط دیا ہے لکھنے کی مہلت ہی نہیں ملی۔ ہم لوگوں میں اکثر کی تو بعینہ یہ حالت ہے کہ اندر باہر دونوں جانب سے محض کورے اور جو لوگ کچھ ہیں بھی تو محض ظاہری مکلف ہیں اندر خاک بھی نہیں حالانکہ ضرورت اس کی ہے کہ چاہیے لفافہ باہر سے زیادہ مکلف نہو۔ لیکن اندر مضمون سے پر ہو۔ (ایضاً صلا سٹ)

(۲۷) میں نے اخبار میں ایک ڈاکٹر کا قول دیکھا ہے وہ لکھتا ہے کہ بارش اِس لیے کم ہوتی ہے کہ درخت کٹ کٹ کر کم رہ گئے ہیں تو بارش کثرت سے ہونیکی صورت یہ ہے کہ جہاں جہاں درخت کم ہیں بہت کثرت سے درخت لگائے جائیں اِس ڈاکٹر نے تو خدا جانے اِس کی وجہ کیا سمجھی ہوگی لیکن راز اِس میں یہی ہے کہ جب درخت نہ رہے تو بارش کی ضرورت نہ رہی اور جہاں درخت بکثرت ہیں وہاں بارش کی کیا

(باقی آئندہ)

(۳) اور ہر چیز پر جاری ہو سکتی ہے اور جو کام دنیا میں بواسطہ اسباب کے ہوتے ہیں اوسکی حقیقت اس کے سوا کچھ نہیں کہ حق تعالیٰ نے اپنے ارادہ و اختیار سے اون اسباب کو ذریعہ بنا دیا ہے اور چاہیں تو بلا توسط اسباب کے ہر شے کو پیدا کر سکتے ہیں چنانچہ سبب اولیٰ کو اسیطرح پیدا کیا ہے تو سبب میں ذاتی اثر کچھ بھی نہ ہوا ذاتی اثر صرف قدرت و ارادہ حق میں ہے۔ تو اصل چیز قدرت و ارادہ حق ہوا وہ جس چیز کے متعلق ہو جاوے وہی موجود ہو جاتی ہے پھر ایسی خبروں سے تعجب کرنا محض کم عقلی ہے اور اون میں تاویلیں کرنا کلکتہ کی سی تاویل ہے جو محض کوتاہ نظری پر مبنی ہے۔ ہاں خبر کے لیے سند قابل اعتماد ہونا شرط ہے ہر خبر کو مان لینا ضروری نہیں سو قرآن بسند متواتر موجود ہے جس کے ملاحدہ اور منکرین بھی قائل ہیں بڑے بڑے عیسائیوں نے مان لیا ہے کہ قرآن جیسا اترا تھا ویسا ہی اس وقت موجود ہے ہاں حدیثوں میں تغیر تبدل ہوا ہے۔ سو اس کے علماء اسلام بھی قائل ہیں مگر اس کے یہ معنی نہیں کہ کل حدیثیں غیر معتبر ہو گئیں بفضلہ تعالیٰ علماء اسلام نے اسلام کی بہت خدمت کی ہے اور صحیح و غلط حدیثوں کو الگ الگ کر دیا ہے۔ تو جو خبر
کسی معجزہ کے متعلق قرآن میں آئی ہو اوس کا انکار اور اوس میں تاویل تحریف کہلاوے گی ۲۰۱
اور ایسی ہی بے وقوفی ہوگی جیسے کلکتہ کو کل کتہ کہنا اور جو خبر حدیثوں میں آئی ہے اوسکو تحقیق کرنے کی ضرورت ہوگی کہ حدیث کیسی ہے اگر حدیث صحیح ہے تو اوس کا ماننا بھی بلا تاویل ضروری ہوگا۔ اور اگر صحیح نہیں تو ماننا ضروری نہیں۔ اسکی تحقیق علماء فن سے ہو سکتی ہے۔

ایک اور مغالطہ کا بیان

عقائد کی کتابوں میں لکھا ہے کہ معجزہ سے وہی فعل ہو سکتا ہے جو ممکن ہے اور جو فعل غیر ممکن ہے وہ معجزہ سے بھی نہیں ہو سکتا۔ اس سے اہل فطرت کو بڑا سہارا مل گیا ہے اور وہ بہت سے معجزوں کا انکار کرتے وقت اسیکا حوالہ دیدیتے ہیں۔ چنانچہ معراج شریف کے متعلق کہتے ہیں کہ جسم خاکی کا اس طرح اوپر کو اوٹھ جانا اور چند لمحوں میں ساتوں آسمانوں سے گذر جانا اور دیگر انبیاء علیہم السلام سے بات چیت کرنا وغیرہ ناممکن باتیں ہیں۔ لہذا بموجب تحقیق کتب عقائد کے وقوع میں نہیں آ سکتیں اس مغالطہ کا حل یہ ہے کہ یہ غلط اصطلاح ہے اس طرح

(۱) تیسری غلطی یہہ ہے کہ معجزات کو دلیل نبوت نہیں قرار دیا جاتا بلکہ صرف حسن تعلیم وحسن اخلاق میں دلیل کو منحصر کیا جاتا ہے ✤

(۳) کہ کتب عقائد میں جو ممکن کا لفظ استعمال کیا گیا ہے وہ فلسفہ قدیم کا اصطلاحی لفظ ہے اور اہل فطرت نے اوسکو مستبعد کے معنے میں سمجھا ہے شرح اسکی یہہ ہے کہ فلسفہ قدیمہ کی اصطلاح میں تین لفظ ہیں ممکن۔ واجب۔ ممتنع۔ واجب اوسکو کہتے ہیں جس کے موجود ہونے کو دلیل عقلی قطعی ضروری ثابت کرے۔ اور ممتنع اوسکو کہتے ہیں جس کے نہ ہوسکنے کو دلیل عقلی قطعی ضروری ثابت کرے اسیکو محال بھی کہتے ہیں۔ اور ممکن وہ ہے جس کے نہ وجود کو دلیل عقلی ثابت کرے نہ عدم کو۔ واجب صرف ذات باری تعالیٰ ہے۔ اور ممتنع صرف اجتماع یا ارتفاع نقیضین ہے یا جو انکو مستلزم ہو ان دونوں کے سوا جملہ چیزیں ممکن ہیں تو معجزہ کے متعلق یہہ کہنا کہ اوسکا ممکن ہونا شرط ہے اس کا حاصل یہہ ہے کہ ان اقسام ثلثہ میں سے قسم ممکن میں سے ہونا چاہئیے سو واجب نہوگا جیسا کہ ظاہر ہے۔ اور ممتنع نہو کیونکہ اوس کے وقوع کو دلیل عقلی نے باطل کردیا ہے اوس کا وجود ہو ہی نہیں سکتا ۲۰۳
ایسی چیز ہونی چاہئیے کہ اوس کے وجود یا عدم سے دلیل عقلی ساکت ہو یعنی اگر اوسکا وجود ہو جاوے تو کوئی دلیل عقلی اوسکو باطل نہ کرے اور اگر نہو تو عقل اوس کے وجود کو ضروری نہ کہے۔ تو اب اگر کوئی دعوے کرے یا خبر دے کہ اجتماع نقیضین کا وقوع بطریق معجزہ ہو گیا تہا تو اسکو ہرگز تسلیم نہیں کیا جاوے گا۔

اور اگر خبر ملے کہ فلاں نبی کے معجزہ یا کسی ولی کی کرامت سے زمین پہٹ گئی یا سورج یا چاند پہٹ گیا تہا یا اس سے بہی اچنبہے کی بات ہو تو اوسکی تکذیب نہیں کیجاوے گی بشرطیکہ خبر صحیح ہو۔ کیونکہ یہ سب باتیں کیسی ہی تعجب کی ہوں مگر تینوں قسموں میں سے نہ واجب کی جنس سے ہیں نہ ممتنع کی بلکہ ممکن ہی میں داخل ہیں لہذا معجزہ یا کرامت سے اون کا وقوع ہوسکتا ہے چنانچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتہہ پر مردے زندہ ہوتے تہے اور مٹی کی صورت بناکر آپ اوس میں پہونک مارتے تہے وہ زندہ پرند بن جاتا تہا۔ اس کا بیان قرآن میں موجود ہے۔ اسی میں معراج شریف بہی داخل ہے کہ نہ واجب ہے نہ ممتنع

(ج) بلکہ ممکن ہے لہذا خبر صحیح ملنے کے بعد اس کے انکار کی کوئی وجہ نہیں غرض جتنے معجزات انبیاء علیہم السلام سے ثابت ہیں سب اقسام ثلثہ میں سے جنس ممکن میں داخل ہیں مگر ممکن بمعنی غیر واجب و ممتنع ہے نہ بمعنی مستبعد جیسا کہ اہل فطرت نے سمجھ لیا ہے تو جن کتابوں میں لکھا ہے کہ معجزہ سے وہی فعل ہو سکتا ہے جو ممکن ہو یہ مراد ہرگز نہیں ہے کہ وہی فعل ہو سکتا ہے جو مستبعد نہ ہو۔ خوب سمجھ لینا چاہیئے۔

نبوت کے متعلق تیسری غلطی

آجکل اس غلطی میں مسلمانوں کا وہ طبقہ مبتلا ہے جو زیادہ تعلیم یافتہ ہونے کا مدعی ہے وہ غلطی یہ ہے کہ معجزات کو دلیل نبوت ہی نہیں قرار دیتے ہیں انکو معجزات کے بارہ میں یہ شبہ ہوا کہ جب معجزات ایسے افعال کا نام ہے جو عام طور سے ہر شخص سے نہیں ہو سکتے تو اگر ایسے شخص کو نبی کہا جا سکتا ہے تو بہت سے ایسے لوگ موجود ہیں جو بڑے بڑے عجیب افعال اور کرشمے دکھا سکتے ہیں تو سب کو نبی کہنا چاہیئے تو نبوت کیا ہوئی کھیل تماشہ ۲۰۳
ہوا جسکو دیکھنے والے بھی ذلیل کام اور دھوکہ اور غیر واقعی بات جانتے ہیں اور ان افعال اور کرشموں کا دکھلانے والا بھی خود اپنے آپ کو نبی نہیں کہتا بہت سے بازی گر ایسے تماشے کرتے پھرتے ہیں جنکو خارق عادت کہنا صحیح ہے حتے کہ بعض تماشوں کی لم کو اچھے اچھے عقلمند بھی نہیں سمجھ سکتے مگر جسقدر ذلیل اور قابل نفرت یہ کام ہے سب جانتے ہیں اس کا حاصل اس سے زیادہ کچھ نہیں ہے کہ ان تماشوں کے ذریعہ سے گداگری کرکے برے بھلے پیٹ بھر لیتے ہیں۔ تو کیا نبوت کا ماحصل بھی نعوذ باللہ یہی ہے۔

اسی بنا پر یہ لوگ معجزات کو نہایت حقارت آمیز الفاظ سے بیان کیا کرتے ہیں مثلاً حضرت عیسےٰ علیہ السلام کا معجزہ احیاء موتے تھا خود قرآن پاک میں موجود ہے کہ آپ مٹی کی صورت پرندہ کی بنا کر اس میں پھونک مار کر نفخ روح کر دیتے تھے اور وہ زندہ پرندہ بنجاتا تھا اسکو ان لوگوں نے اس طرح بیان کیا ہے کہ جو لوگ معجزات کے

(ا) اور اس انحصار کی بجز اس کے کوئی دلیل نہیں بیان کیجاسکتی کہ اگر خوارق کو دلیل نبوت کہا جائے تو مسمریزم و شعبدات بھی [معجزہ ۱۲] مستلزم نبوت ہونگے۔ اور یہ دلیل اسلیے لچر ہے کہ مسمریزم و شعبدات واقع میں خوارق [خلاف فطرت ۱۲] نہیں بلکہ مستند ہیں اسباب طبعیہ خفیہ کی طرف جسکو ماہرین جانکر مدعی کی تکذیب اور نیز اوس کے ساتھ معارضہ [مقابلہ ۱۲] کرسکتے ہیں۔

(ج) متعارف معنے لیتے ہیں اون کے نزدیک عیسیٰ علیہ السلام کی یہ وقعت ہے کہ آپ مٹی کے کھلونے بنا بنا کر بچوں کی طرح کھیلا کرتے تھے۔ ان لوگوں نے بہت بیباکی سے کام لیا اور محض اس بے سروپا دلیل سے کہ معجزہ شعبدہ کے مشابہ ہے دل کو سمجھا کر بے دھڑک کہہ دیا کہ معجزہ دلیل نبوت ہے ہی نہیں۔ اور بعض بیباکوں نے تو یہاں تک ترقی کی کہ اس مضمون کو قرآن شریف سے ثابت کیا کہ معجزہ کوئی چیز نہیں بلکہ اوسکی نفی کو قرآن سے ثابت کیا اسکی تردید ہم عنقریب مستقل فصل میں کریں گے۔ جب معجزہ دلیل نبوت نہوا۔ اور نبوت ۲۰۴
جیسے مہتم بالشان کام کے لیے دلیل کی ضرورت ہے تو ان لوگوں نے ایک اور چیز کو دلیل قرار دیا وہ کیا ہے حسن تعلیم اور حسن اخلاق بلفظ دیگر معجزہ علمی کوئی چیز نہیں معجزہ علمی دلیل نبوت ہے۔

اون کے خیال میں غلطیاں یہ ہیں کہ معجزہ عملی کو دلیل نبوت نہ سمجھنا عقلاً بھی غلط ہے اور نقلاً بھی۔ اور خلاف واقع بھی ہے۔ عقلاً تو اس واسطے کہ نبوت ایک بہت بڑا دعوی ہے اور اوس کا تعلق عوام و خواص سب سے ہوتا ہے بلکہ زیادہ تر تعلق اوس کا عوام ہی سے ہوتا ہے کیونکہ تعداد عوام ہی کی زیادہ ہوتی ہے۔ اور ہر دعوی کے لیے دلیل کی ضرورت ہے۔ اور جب تعلق نبوت کا عوام و خواص سب سے ہے تو دلیل بھی دونوں قسم کی ہونی چاہیے حسن تعلیم اور حسن اخلاق عام فہم دلیل نہیں صرف خواص کے لیے کافی ہوسکتی ہے بلکہ ہمارا دعوے یہ ہے کہ خواص کے لیے بھی کافی نہیں اخص الخواص کے لیے کافی ہوسکتی ہے اس کا بدیہی ثبوت یہ ہے کہ آجکل تعلیم کا دور دورہ اور روشنی کا زمانہ کہا جاتا ہے اور اسلام کا حسن تعلیم اور حسن اخلاق

(۱) اور انبیاء علیہم السلام کے معجزات میں منکرین میں سے نہ کسی نے سبب طبعی کی تشخیص کی اور نہ کوئی معارضہ کرسکا ❊

(ج) اظہر من الشمس ہے مستقل کتابیں علماء کی اس فن میں موجود ہیں مناظرے مباحثے دیگر اقوام سے اس مبحث پر ہو چکے ہیں لیکن اسپر بھی بہت سے مدعیان تعلیم بعض کفار اور مشرکین میں اس معجزہ کے موجود ہونے کے قائل ہوئے ہیں اور اسقدر اون کے حسن تعلیم اور حسن اخلاق کے دلدادہ ہوئے ہیں کہ اون کے قلم سے یہ مضمون نکل چکا ہے کہ اگر نبوت ختم نہو چکی ہوتی تو فلاں لیڈر نبی تسلیم کیے جانے کے قابل تہا (نعوذ باللہ من سوء الفہم والجہل) جب حسن تعلیم اور حسن اخلاق ایسی دقیق دلیل ہے تو عوام کے لیے کیسے کافی ہوسکتی ہے لہذا نبوت کے لیے ایسی دلیل کی ہی ضرورت ہے جسکو عوام ہی سمجھ سکیں اور وہ ایسے افعال ہی ہیں جو خاص نبی کے ہاتھ سے ہوسکیں دوسرے سے کبھی نہ ہوسکیں اسواسطے
حق تعالی نے ہر نبی کے ہاتھ پر ایسے افعال ظاہر فرمائے۔ ان سے اون کی نبوت کا ثبوت ۲۰۵
ہوا کیونکہ سب نے دیکھتی آنکھوں دیکھ لیا کہ ان کے ہاتھ پر ایسے افعال ہوتے ہیں جو طاقت بشری سے خارج ہیں اور صرف قادر مطلق کی قدرت سے ہوسکتے ہیں اونکو اوس قادر مطلق سے خاص تعلق ہے کہ ان کے ہاتھ پر وہ ظاہر ہوتے ہیں اوس نے انکو اپنا نائب بنایا ہے تو جو کچھ احکام یہ تعلیم فرماتے ہیں وہ اوس قادر مطلق ہی کے احکام ہیں اسیکا نام نبوت ہے معجزہ دیکھ لینے سے نبی کی سچائی کا علم اضطراری یعنے بے اختیار پیدا ہوتا ہے جیسا کہ آفتاب کے دیکھ لینے سے دن کے وجود کا علم بے اختیار پیدا ہوتا ہے حتی کہ کوئی اوسکو دل سے مٹانا بھی چاہے تو مٹ نہیں سکتا۔ اور معجزہ اور شعبدہ میں دیکھنے والوں کو اشتباہ اور خلط ملط اسواسطے نہیں ہوتا کہ آنکھوں سے دیکھ لیتے ہیں کہ کوئی شعبدہ باز اوس سے نسبت نہیں رکھتا نہ معجزہ کی تصدیق اور فوقیت ذہنوں میں ایسی جاگزیں ہوجاتی ہے جیسے آفتاب کی تصدیق اور فوقیت

ف اسپر مجھکو فاضل بجنوری حکیم رحیم اللہ صاحب مرحوم کا ملفوظ یاد آتا ہے فرمایا کہ ہم نے تو عقائد کی کتابوں میں یہ پڑھا تہا کہ نبی کبائر وصغائر سے ہی معصوم ہوتا ہے اب نبوت شرک کے ساتھ ہی جمع ہونے لگی ۱۲ منہ

(ج) چراغ کے مقابلہ میں۔ اور چونکہ ہر زمانہ میں کوئی خاص فعل درجہ کمال پر ہوتا ہے اوسکی وقعت اہل زمانہ کے ذہنوں میں ہوتی ہے اوسیکا چرچا سیکھنے سکھانے کا ہوتا ہے۔ اوسمیں اعلیٰ درجہ کے اہل کمال موجود ہوتے ہیں۔

اس واسطے اوس زمانہ کے نبی کی ہاتھ میں اسی فعل کے متعلق معجزہ دیا جاتا ہے اور اوس سے اوس کمال کے بڑے سے بڑے کامل کو بھی عاجز کر دیا جاتا ہے تاکہ ہر شخص کے ذہن میں اوسکی صداقت آجاوے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں جادو کا فن عروج پر تھا اسواسطے عصائے موسوی اور ید بیضا سے اوسکو مغلوب کیا گیا۔ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے زمانہ میں طب کو کمال تھا۔ لہذا احیاء موتے کا معجزہ دے کر اوسکو زیر کیا گیا۔ ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت عام تھی موجودہ زمانہ کے تمام ممالک کے لیے نیز آئندہ آنے والے زمانوں کے لیئے اس واسطے ہر قسم کے معجزات عطا ہوئے عملی بھی اور علمی بھی۔ چونکہ علم ہمیشہ اور ہر زمانہ میں مرغوب و محبوب ہے اس واسطے علمی معجزہ ایسا عطا ہوا کہ نہ وہ مٹ سکتا ہے نہ بدل سکتا ہے اور عوام کے واسطے بھی دلیل ہے کیونکہ ایسی عبارت کوئی نہیں بنا سکتا۔ ۲۰۶
فاتوا بسورۃ من مثلہ (ترجمہ) اگر تم کو شک ہے قرآن کے بارہ میں تو ایک سورۃ ایسی بنالاؤ۔ اور خواص کے واسطے بھی دلیل ہے کیونکہ ایسا مضمون کوئی نہیں بنا سکتا۔ فلیاتوا بحدیث مثلہ (ترجمہ) ایک بات تو ایسی بنالیں۔ قرآن کے محفوظ عن التحریف ہونے کو بڑے بڑے متعصب عیسائیوں تک کو ماننا پڑا ہے (دیکھو الفارق فی الاسلام مصنفہ سلطان احمد بی۔ اے۔)

ہر زمانہ میں اوسکی تحدی (چیلنج) موجود ہے کہ یہ اگر بندہ کا بنایا ہوا ہے تو کوئی بناکر دکھادو علمی معجزات سے کتابیں بھری ہوئی ہیں اور حضور کے نائبین سے اب تک وہ افعال ہوتے ہیں۔ بفرق مرتبہ اون کا نام جو نائبین کے ہاتھ پر ہوتے ہیں کرامت ہوتا ہے اور وہ بھی بواسطہ حضور ہی کا معجزہ ہوتا ہے اسی لیے کرامت اوس شخص سے صادر نہیں ہوسکتی جو حضور کا متبع نہ ہو۔

غرض معجزہ عملی کے سوا عام فہم کوئی دلیل نہیں ہوسکتی تو نبوت کیلئے معجزہ عملی کا ہونا

(۱) جس سے صاف واضح ہوتا ہے کہ وہ واقع میں خوارق ہیں پس معجزات وشعبدات
مشترک کا استلزام نہ ہوئے البتہ حسن تعلیم اور حسن خلق بھی دال علی النبوت مگر حکمت خداوندی
متقضی ہے کہ مخاطبین انبیاء علیہم السلام میں چونکہ دونوں طرح کے لوگ تھے خواص
اہل فہم بھی جو کہ تعلیم واخلاق کے درجہ علیا کا (کہ وہ بھی خارق ہے)

(۳) عقلاً مناسب اور ضروری ہوا۔ اور معجزہ کو دلیل نبوت نہ قرار دینا خلاف واقع اس طرح ہے کہ
جو لوگ معجزات کو دلیل نبوت نہیں قرار دیتے اون سے ہم پوچھتے ہیں کہ تاریخ سے تو انکار ہو نہیں
سکتا متواتر خبروں سے ثابت ہے کہ انبیاء علیہم السلام سے اون کا صدور ہوا۔ مثلاً عصائے
موسوی کا ہونا اور اوس کا سانپ بنکر جادوگروں کے سانپوں کو نگل جانا حضرت ابراہیم
علیہ السلام کا آتش نمرودی میں نہ جلنا حضرت عیسے علیہ السلام کا بیجان چیزوں میں جان ڈالنا
ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مشہور معجزہ ستون حنانہ کا رونا اور حضور کے ہزاروں
معجزات (جن سے کتابیں بھری پڑی ہیں) ان سب کا وقوع یقیناً ہوا پوچھا جاتا ہے کہ کا
صدور انبیاء علیہم السلام سے کیوں ہوتا تھا کیا فعل عبث اور کھیل تماشہ تھا یا کوئی غایت ۲۰۷
اور غرض تھی جس کے واسطے ان کا صدور ہوتا تھا شق اول کا بطلان ظاہر ہے اس واسطے کہ
جو لوگ معجزات کو دلیل نبوت نہیں قرار دیتے وہ بھی انبیاء علیہم السلام کے حسن تعلیم اور حسن
اخلاق کے قائل ہیں اسکو دلیل بھی نبوت کی قرار دیتے ہیں تو یہہ کیسا حسن اخلاق تھا کہ
وہ حضرات نعوذ باللہ لایعنی اور فعل عبث اور شعبدہ بازی بھی کرتے تھے جو لڑکوں اور
چھچھوروں کا کام ہے اور وہ دوسروں کو کیا اچھی تعلیم کر سکتے تھے جو خود ان لغویات میں
مبتلا تھے۔ ماننا پڑے گا کہ دوسری شق تھی یعنے اِن افعال (معجزات) سے کوئی
غایت صحیح اور غرض تھی اب وہ بتائیں کہ سوائے اِس کے کہ یہہ افعال دلیل صداقت
کے واسطے کئے جاتے تھے اور کیا غایت وغرض تھی۔ کوئی اور غایت وغرض نہیں بتا سکتے
ثابت ہوا کہ معجزہ دلیل نبوت ہی قرار دیکر دکھایا جاتا تھا اِس کا انکار واقع کا انکار ہے

؎ جیسا شکر خوارق نے کہا ہے کہ اگر خوارق مستلزم نبوت ہیں تو شعبدے بھی مستلزم نبوت ہوں گے سو واقع میں یہ استلزام
دونوں میں مشترک نہیں بلکہ صرف خوارق میں یہ استلزام ہے شعبدوں میں نہیں ۱۲ منہ

(۲) اندازہ کر سکتے ہیں۔ اور عوام بلید بھی جو تعلیم و اخلاق سے استدلال کرتے ہیں اس وجہ سے غلطی کر سکتے تھے کہ درجہ علیا کا اندازہ نہیں کر سکتے۔ پس ہر حکیم و خوش خلق کو

(۳) اور ہم نے کہا تھا کہ معجزات علیہ کو دلیل نبوت نہ سمجھنا نقلاً بھی غلط ہے بلکہ نقلاً ثابت ہے کہ معجزات علیہ دلیل نبوت ہیں۔ اس کا بیان ہم عنقریب مستقل فصل میں کریں گے۔ رہا معجزہ اور مسمریزم اور شعبدہ کا مشتبہ ہونا اس کا جواب یہ ہے کہ مطلق ذرا سے اشتباہ کا نام آجانے سے کسی چیز کو بے اصل کہدینا تو ٹھیک نہیں دنیا میں کونسی چیز ہے جس میں حق و باطل میں اشتباہ نہیں صاحب سلطنت بھی فوج سپاہ ہتیار۔ غلہ خزانہ رکھتا ہے اور بعض وقت باغی بھی یہ سب چیزیں رکھتا ہے حتی کہ بعض دفعہ صاحب سلطنت کا مقابلہ بھی کر بیٹھتا ہے بلکہ کسی خاص موقع پر صاحب سلطنت کو تھوڑی دیر کے لیے شکست بھی دے دیتا ہے تو کیا اس تشابہ کو دیکھ کر عقل سلیم کے نزدیک درست ہے کہ سلطنت کو تسلیم نہ کیا جاوے اور کہدیا جاوے کہ دونوں کے پاس ایک سا ساز و سامان موجود ہے لہذا ہم نہیں مانتے کہ سلطنت بھی کوئی چیز ہے ۲۰۸
اور اس کے کچھ حقوق ہیں۔ اسیطرح تعلیم یافتہ اور بڑی بڑی قابلیت والے طبیب اور ڈاکٹر بھی علاج کرتے ہیں۔ اور بعض عطائی لوگ بھی دکان لیکر بیٹھ جاتے ہیں اور علاج کرتے ہیں حتے کہ بعض دفعہ ان عطائیوں کے ٹھاٹھ سامان اون طبیبوں اور ڈاکٹروں سے بھی اچھے ہوتے ہیں۔ بلکہ بعض وقت اتفاق سے کسی علاج میں بھی اون سے کامیابی میں فوقیت لیجاتے ہیں تو کیا اس تشابہ کو دیکھ کر عقل سلیم کے نزدیک درست ہے کہ مطلقاً علاج ہی کو بیکار سمجھ لیا جاوے اور کہدیا جاوے کہ جب علاج میں اس قدر گڑبڑ ہے تو ہم نہیں مانتے کہ علاج کچھ کارآمد چیز ہے۔ عدالت میں مقدمات ہوتے ہیں دونوں طرف کے وکیل کھڑے ہوتے ہیں اور اپنے اپنے مدعا کو ثابت کرتے ہیں یہ یقینی بات ہے کہ ایک حق پر ہوتا ہے اور ایک باطل پر لیکن دلیل دونوں طرف ہوتی ہے۔ اور جسقدر دونوں دلیلوں میں اشتباہ ہوتا ہے سب کو معلوم ہے کہ عوام کیا بعض وقت خواص بھی اوسکو حل نہیں کر سکتے حتی کہ بعض وقت اہل باطل بازی لیجاتا ہے اور اہل حق اوس کے سامنے عاجز ہوجاتا ہے

(باقی آئندہ)

اوس کافر نے عاجز کرنے کو کہا کہ تم اسکو نہ خرید سکو گے اور اگر یونہیں تمہیں منظور ہے اور تمہیں
اس کے خریدنے کا بڑا شوق ہے تو اپنا غلام نسطاس رومی کہ وہ آپ کے غلاموں میں بڑی
لیاقت اور قابلیت تجارت کی رکہتا تہا اور دو ہزار دینار کے قریب پونجی جمع کی تہی مجہ کو
دو اور اس غلام یعنی بلال (رضی اللہ عنہ) کو مجہ سے لو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ
عنہ نے کہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے واسطے جان تک دینے میں عذر نہ رکہتے تہے
اس بات کو دل و جان سے قبول کیا بلکہ چالیس اوقیہ اور اسپر زیادہ کر کے اس کافر کو
دیئے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو قیدخانہ سے باہر نکال کر اپنے ساتہ لیکر چلے وہ
کافر آپ کو دیکہتا تہا اور ہنستا تہا اور اپنے مصاحبوں سے کہتا تہا کہ اس شخص نے باوجود
اس عقل اور دانائی کے اس معاملہ میں کسقدر دہوکہ کہایا ہے اور اپنا نقصان کیا ہے
کہ ایسے غلام قابل کو جو دو ہزار دینار کی پونجی بہی رکہتا تہا ایسے نکمے غلام کے عوض
میں جو کسی کام کا نہیں ہے اور ایک کوڑی پونجی بہی نہیں رکہتا ہے دیا ہے اور میں ایسے
غلام کو یعنی بلال کی مانند کو ایک دانق کے عوض میں (دانق درہم کا چھٹا حصہ ہوتا ہے) ۱۴۳
نہ خرید کروں بلکہ مفت بہی نہ لوں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جب یہ بات سنی تو فرمایا
کہ اس غلام کا مرتبہ یعنی بلال رضی اللہ عنہ کا اس قدر میرے نزدیک ہے کہ اگر تمام یمن کی بادشاہی
کے عوض میں تو بیچتا تو بہی میں بے لیے نہ چھوڑتا پہر بلال رضی اللہ عنہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کی حضوری میں حاضر کیا اور سب حال جو گذرا تہا عرض کیا کہ اس طرح سے میں نے ان کو
خرید کیا ہے اور آپ گواہ رہیے کہ اللہ کی رضامندی کے واسطے ان کو میں نے آزاد
کیا جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم اس بات سے بہت خوش ہوئے اور حضرت بلال رضی اللہ
عنہ اس روز سے فارغ البال ہو کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت شریف میں
رہنے لگے اور نیک بختی دونوں جہان کی حاصل کی اس سورۃ میں یہ آیتیں حق سبحانہ
تعالیٰ نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی سیرت کے متعلق نازل فرمائیں ✤

فَأَمَّا مَنْ أَعْطَىٰ وَاتَّقَىٰ ۝ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنَىٰ ۝ فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْيُسْرَىٰ ۝

سو جس نے خیرات کی اور اللہ سے ڈرا اور اچھی بات کو سچا سمجھا تو ہم اسکو راحت کی چیز کیلئے سامان دیدیں گے

جب آپ نے بلال رضی اللہ عنہ کو امیہ بن خلف سے خرید کر محض اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے واسطے آزاد کر دیا تو باریتعالیٰ عزاسمہٗ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

وَسَيُجَنَّبُهَا الْأَتْقَى الَّذِي يُؤْتِي مَالَهُ يَتَزَكَّى — اور اس آگ سے ایسا شخص دور رکھا جائیگا جو بڑا پرہیزگار ہے جو اپنا مال اس غرض سے دیتا ہے کہ پاک ہو جاوے۔

جسوقت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بلال رضی اللہ عنہ کو خرید کر آزاد کیا تو کفار نابکار کہنے لگے کہ ابوبکر پر بلالؓ کا حق تھا اس واسطے اسکو اس طرح لیکر آزاد کیا حق تعالیٰ شانہ نے ان کفار کے اس قول کی تردید کے واسطے یہ آیتیں نازل فرمائیں۔

وَمَا لِأَحَدٍ عِنْدَهُ مِنْ نِعْمَةٍ تُجْزَى إِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْأَعْلَى وَلَسَوْفَ يَرْضَى — اور بجز اپنے عالیشان پروردگار کی رضا جوئی کے اس کے ذمہ کسیکا احسان نہ تھا کہ اس کا بدلہ اتارنا ہو اور یہ شخص عنقریب خوش ہو جائیگا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے کمال کا مرتبہ اس سے زیادہ اور کیا ہوگا کہ علام الغیوب
۱۲۶ خود ان کے دل کے اخلاص پر گواہی دیتے ہیں اور اپنے کلام معجز نظام میں فرماتے ہیں إِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْأَعْلَى اور بڑے کمال کے مرتبہ پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی یہ بات دلالت کرتی ہے کہ جس طرح حق سبحانہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کی دلجوئی اور خاطرداری کے واسطے وَالضُّحٰی کی سورۃ میں وعدہ فرمایا ہے۔ وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَى (یعنی اور عنقریب اللہ تعالیٰ آپ کو دیگا سو آپ خوش ہو جاویں گے) اسی طرح اس سورت میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے واسطے وَلَسَوْفَ يَرْضَى نازل فرما کر رضامندی کا وعدہ فرمایا ہے اسواسطے یرضی میں جو ضمیر ہے دو احتمال رکھتی ہے ایک یہ کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف راجع ہو دوسرے یہ کہ حق تعالیٰ کی طرف پھرے۔ لیکن دونوں صورتوں میں مطلب حاصل ہے بقول شخصے ؎

بخت اگر مدد کند دامنش آورم بکف
گر بکشم زہے طرب ور بکشد زہے شرف

یعنی اگر اپنے نصیب کی مدد سے محبوب کا دامن ہاتھ میں آ دے پھر اگر میں اس کو

کھینچوں تو میرے زہے نصیب اور اگر وہ کھینچے تو اپنی زہے بزرگی +

علماء اہل سنت والجماعت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فضیلت و بزرگی تمام امت سے اس آیت "وَسَيُجَنَّبُهَا الْأَتْقَى الَّذِي يُؤْتِي مَالَهُ يَتَزَكَّىٰ"، سے بھی ثابت کرتے ہیں اور اپنے دعوے پر منجملہ اور دلائل قاہرہ کے اسکو بھی دلیل میں پیش کرتے ہیں تقریر دلیل اس طرح پر ہے کہ آیت مذکورہ بالا میں حق تعالے شانہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے متعلق أَتْقَى (بڑا متقی) کا لفظ فرمایا ہے دوسری آیت میں باریتعالیٰ عزاسمہ ارشاد فرماتے ہیں إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ (تحقیق اللہ تعالیٰ کے نزدیک بزرگ تر تم میں سے وہ شخص ہے جو بڑا متقی ہو) ان دونوں آیتوں کے ملانے سے بذریعہ شکل اول جو بالاتفاق بدیہی الانتاج ہے یہ نتیجہ برآمد ہوتا ہے کہ حق سبحانہ تعالیٰ کے نزدیک سب آدمیوں میں بزرگ تر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی ہیں اور یہی افضلیت کے معنی ہیں فرقہ تفضیلیہ نے اس مقام میں سخت ٹھوکر کھائی ہے وہ

۱۲۵ کہتا ہے کہ باریتعالیٰ عزاسمہ کے اس قول "وَسَيُجَنَّبُهَا الْأَتْقَى الَّذِي يُؤْتِي مَالَهُ يَتَزَكَّىٰ" میں لفظ أَتْقَى کے معنی متقی کے ہیں نہ یہ کہ جو تقویٰ میں سب سے زیادہ ہو اور انہوں نے اپنے اس قول پر اس طرح استدلال کیا ہے کہ اگر أَتْقَى کے یہ معنی لیئے جائیں جو تقویٰ میں سب سے زیادہ ہو تو اس صورت میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا تمام انبیاء علیہم السلام حتی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی افضل ہونا لازم آجائیگا۔ حالانکہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ انبیاء علیہم السلام سے بلاشبہ کمتر ہیں تو اس معنی کے اعتبار سے آپ پر أَتْقَى کا لفظ صادق نہیں آتا بلکہ یہ لفظ اس معنی سے جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم پر صادق آتا ہے جب اتقی متقی کے معنی میں ہوا تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا تمام امت سے افضل ہونا ثابت نہیں ہوتا +

اہل سنت والجماعت اس کا جواب دیتے ہیں کہ اتقی کو متقی کے معنی میں لینا عربی لغت کے خلاف ہے اور اللہ تعالیٰ کے کلام کو جو ٹھیٹ عربی ہے ایسے معنی میں ڈھالنا جو عربی محاورہ کے خلاف ہو درست نہیں۔

رہا فرقہ تفضیلیہ کا یہ کہنا کہ "اگر اتقیٰ کے معنی سب سے زیادہ متقی ہونے کے لئے جائیں تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا تمام انبیاء علیہم السلام سے افضل ہونا لازم آجائیگا" عرف شرعی سے ناآشنا ہونے پر مبنی ہے اسلئے کہ یہاں کلام اور لوگوں کے اعتبار سے ہے نہ انبیاء علیہم السلام کے اعتبار سے کیونکہ قواعد شرعیہ سے معلوم ہوچکا ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام اللہ تعالیٰ کے نزدیک مرتبہ اور بزرگی میں سب سے بڑے ہیں پیغمبروں کو دوسرے آدمیوں پر اور دوسرے آدمیوں کو پیغمبروں پر قیاس نہ کرنا چاہیئے اس واسطے بزرگی اور بڑائی کے مقام پر ایسے الفاظ استعمال کرنے سے عرف شرع میں امت ہی مراد ہوتی ہے پیغمبر ہرگز مراد نہیں ہوتے اور تخصیص عرف تخصیص ذکر سے قوی تر ہوتی ہے جیسا کہ اگر کوئی شخص کہے کہ گندم کی روٹی دوسری روٹی سے اچھی ہوتی ہے تو اس کلام سے یہ لازم نہیں آتا کہ بادام کی روٹی سے بھی گندم کی روٹی بہتر ہوتی ہے باوجود اس بات کے کہ بادام کی بھی روٹی ہوتی ہے لیکن وہ اس کلام سے اس بنا پر خارج ہے کہ اس مقام پر روٹی استعمال کرنے سے وہ روٹی مراد ہوتی ہے جو غلہ سے تیار کی گئی ہو نہ وہ روٹی جو میووں سے تیار کیجائے ۱۲۶
لہذا اس آیت شریفہ سے بھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا سب سے زیادہ متقی ہونا امت کے اعتبار سے ہے نہ انبیاء علیہم السلام کے اعتبار سے۔

نیز اہل سنت والجماعت کے بعض بزرگوں سے یہ بھی منقول ہے کہ اتقیٰ اس مقام پر اپنے اصل معنی تفضیل ہی پر ہے یعنی وہ شخص جو اپنے سوا سب لوگوں سے تقوے میں زیادہ ہو خواہ وہ لوگ پیغمبر ہوں خواہ امت لیکن یہ خاص ان لوگوں کے اعتبار سے ہے جو زندہ ہیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس دار فانی سے رحلت فرما جانے کے بعد اپنی آخر عمر میں جو آپ کی خلافت کا زمانہ تھا اس حکم کے مصداق ہوسکتے ہیں یعنی اتقیٰ کا لفظ آپ پر صادق آسکتا ہے رہے حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام جو روئے زمین پر موجود نہیں بلکہ آسمان پر ہیں تو دنیا والوں کے نزدیک مردے کا حکم رکھتے ہیں نیز اتقیٰ سے یہ لازم نہیں آتا کہ ہر وقت اور ہر شخص کی نسبت سے زندہ ہو یا مردہ تقوے میں زیادہ ہو ورنہ

(باقی آئندہ)

خواہش میں یہ خاصیت ہے کہ سیدھے راستہ سے ہٹا دیتی ہے جو نفسانی خواہش سب میں بڑے درجہ کی ہو
یعنی کفر اور شرک وہ تو اسلام ہی سے باہر کر دیتی ہے اور جو ادنیٰ درجہ کی ہے وہ کمال کے درجہ سے ہٹا
دیتی ہے یہ حکم آیت کا کہ نفسانی خواہش کی پیروی تم کو خدا کے رستہ سے ہٹا دیگی دونوں صورتوں
کو شامل ہے کیونکہ گمراہی کے بہت سے درجہ ہیں کوئی بڑے درجہ کی ہے کوئی چھوٹے درجہ کی۔ اگر
نفسانی خواہش بڑے درجہ کی ہوگی تو گمراہی بھی ویسی ہی ہوگی اور اگر نفسانی خواہش
ادنیٰ درجہ کی ہوگی تو گمراہی بھی اُسی کے موافق ہوگی۔ اب بات یہ رہ گئی ہے کہ
نفسانی خواہش کا علاج کیا ہے۔ سو اس کا علاج یہ ہے کہ جو بات حدیث و قرآن
میں بتلائی گئی ہے اس میں تو حدیث و قرآن کی پیروی کرے اور جو بات
حدیث و قرآن میں نہیں بتلائی گئی ہے اس میں اُن حضرات کی پیروی کرے
جنھوں نے اپنے کو خدا کی راہ میں مٹا دیا ہے۔ مولانا رومی رحمت اللہ علیہ فرماتے
ہیں کہ نفسانی خواہش دبانے کی تدبیر اس سے بہتر کوئی نہیں کہ سایہ کی طرح
اس راستہ پر چلنے والوں کے ساتھ رہو اور اس راستہ میں ان لوگوں کی ۲۹
نہایت ضرورت ہے پس تنہا ہرگز مت جاؤ اور اسی لیے تو نماز میں حکم ہے
کہ جماعت کے ساتھ پڑھا کرو تاکہ سب کے ساتھ مل کر تمہاری نماز بھی قبول ہو جائے
اسی لیئے خدا کے راستہ میں تنہا نہ چلو کسی کو ساتھ لے لو۔

(۴) جماعت کی نماز میں ایک حکمت یہ بھی ہے کہ ایک کو دوسرے سے فیض
پہونچے دوسرے جماعت میں کوئی تو مقبول ہوگا اسکی وجہ سے کیا عجب کہ سب کی
نماز مقبول ہو جاوے بعض برکتیں ایسے شخص سے پہونچتی ہیں جس پر گمان
بھی نہیں ہوتا چنانچہ ایک شخص قزاقی کا پیشہ کیا کرتے تھے حق تعالےٰ نے
اسکو ہدایت فرمائی وہ ایک بزرگ سے بیعت ہو گئے اور اُن کے مریدوں میں
شامل ہو کر ذکر و شغل کرنے لگے سب لوگ قزاقی کی وجہ سے اُن کو حقیر سمجھا کرتے
تھے ایک روز ایک شخص نے اُن بزرگ کی مع سب مریدوں کے دعوت کی جب
اُس شخص کے مکان پر سب چلے تو سب کے اوپر ایک ابر نے سایہ کر لیا سورج کی تیزی

اور دہوپ سے بچ گئے پیر سمجھے کہ یہ میری برکت ہے اُن کے ساتھ اور بھی بڑے
بڑے خلیفہ اور مرید تھے وہ اپنی کرامت سمجھے اور جو شخص قزاقی کا پیشہ چھوڑ کر
آیا تھا ان کو تو خیال تک بھی نہ تھا کہ یہ میری کرامت ہے اس لیئے کہ جانتے تھے
کہ میں وہی قزاق اور ہر طرح کا گنہگار ہوں جب وہاں سے دعوت کھا کر واپس
ہوئے تو وہ ابر پہر بھی موجود تھا سب سے پہلے اسی شخص کا رستہ دوسروں سے
جدا ہوا جو قزاقی چھوڑ کر آیا تہا یہ ان سے الگ ہو کر اپنے رستہ پر ہوا تو اس وقت
وہ ابر ان کے ساتھ چلا اور پیر صاحب مریدوں سمیت سب دہوپ میں رہ گئے
تب سب کو معلوم ہوا کہ یہ اُن کی برکت تھی حق تعالی کو اُن کی عاجزی اور
تواضع پسند آئی اُس سے یہ برکت ہوئی۔ حضرت حاجی صاحب قبلہ رحمتہ اللہ علیہ
فرمایا کرتے تھے کہ میاں ہم تو لوگوں کو اس نیت سے مرید کر لیتے ہیں کہ اگر وہ مقبول
ہو گا تو وہ ہمکو بخشوا دے گا اور اگر ہم مقبول ہوں گے تو ہم اسکو بخشوا دینگے
جو پیر سمجھدار ہیں وہ رات دن دیکھتے ہیں کہ مریدوں سے اونکو کیا کیا فیض حاصل ۳۰
ہوتے ہیں لیکن اون سے کہتے اسلیے نہیں کہ کہیں اُن کا دماغ نہ بگڑ جاوے اور اپنے
کو کچھہ سمجھنے نہ لگے۔ غرض یہ کہ جب چھوٹوں سے بھی فیض پہونچتے ہیں تو اپنے
بڑوں سے بے پروائی کرنے کی گنجایش نہیں اسی لیے نفسانی خواہش کی پیروی
کا سب میں عمدہ علاج یہ ہے کہ کسی اللہ والے کی پیروی اختیار کرلے خلاصہ یہ کہ
شریعت کی پیروی اور اللہ والوں کے پاس رہنا اور اُن کی پیروی اختیار کرنا اس سے
نفسانی خواہش سے نجات ہو جائے گی۔ فقط

تمام شد

سلسلہ تسہیل المواعظ کی جلد دوم کا بارہواں وعظ ختم ہوا۔ اب تیرہواں شروع ہوگا (ملا لیں)

کتاب ترغیب و ترہیب

انسان بلکہ تمام حیوانات ایسی طبیعت پر پیدا کئے گئے ہیں کہ تاوقتیکہ کسی امر کی طمع یا کسی امر کا خوف نہو ہر کام کرنا دشوار ہوتا ہے بلکہ نہیں ہوسکتا اگر متابعی ہو تو حکم حاکم سے وہ بھی نہایت جبر اور دشواری سے اسیوجہ سے فی زمانناکہ حاکم اسلام تو موجود نہیں احکام شرعیہ پر مسلمانوں کو قایم رہنا دشوار ہو رہا ہے، اب تو مسلمانوں کو ہر امر دینی کا کوئی فائدہ یا اسکے ترک سے مضرت معلوم ہو تو اسپر عمل مشکل ہے۔ لہذا اس زمانہ میں ایسی کتاب کی اشاعت ضروری ہے جسمیں احکام شریعت کی منفعت اور اسکے ترک سے مضرت کہکر راہ مستقیم پر قایم کیا جائے سو اس بارے میں احقر کے خیال میں کتاب ترغیب و ترہیب آئی اور اسکا ترجمہ شروع کرادیا جو تھوڑا تھوڑا رسالہ امدادی میں ہر مہینہ شائع کرتا رہا چونکہ رسالہ امدادی میں مضامین دینیہ کے سوا کوئی آجکل کے مذاق کی چیز نہیں، لہذا رسالہ مذکور کی اشاعت بہت تھوڑی ہے اور رسالہ کے فرمے بچ جاتے ہیں احقر انکو جمع کرکے کتاب کی صورت میں تیار کرالیتا ہے اسیطرح کی کتابیں اسمیں سے علیحدہ تیار ہوکر ہدیہ ناظرین ہو چکی ہیں، مثلاً تسہیل المواعظ، المصالح العقلیہ، امیر الروایات، التشرف حصہ اول وغیرہ، لہذا کتاب ترغیب و ترہیب کی بھی مفصل فی الحال چند جلدیں تیار ہو چکی ہیں جو کچھ روز سے شائع ہو رہی ہیں، اسکے اسوقت تک تین حصے تیار ہیں۔

حصہ اول میں ترغیب اتباع کتاب و سنت اور کار خیر میں پیشقدمی کرنیکی اور ترک سنت اور بدعات اور کار بد میں پیشقدمی سے اجتناب کتاب العلم جسمیں علماء و طلباء کے فضائل اور اشاعت علم کی ترغیب ہے اور جھوٹی حدیث کے بیان کرنے، اور علم کی ناقدری اور دنیا کیواسطے علم پڑھنے پڑھانے سے اجتناب، کتاب الطہارت جسمیں آداب قضائے حاجت اور استنجا اور غسل و وضو کے فضائل نہایت بسط سے بیان کیے ہیں۔

حصہ دوم کتاب الصلوۃ۔ جسمیں اذان کے اور اسکے جواب اور تکبیر کے فضائل اور بعد اذان کے مسجد سے نکلنے کی ممانعت اور درود شریف کے موقعہ پر تعمیر مساجد اور انکا احترام اور عورتوں کو گھر میں نماز ادا کرنیکی ترغیب اور نماز پنجگانہ کے اہتمام، فضائل رکوع و سجود کے اور اول وقت ادا کرنیکی فضیلت آداب جماعت اور کار بعد نماز آداب امامت و صف بندی وغیرہ وغیرہ کتاب النوافل جسمیں سنت موکدہ اور وتر اور تہجد اور چاشت صلوۃ توبہ و استخارہ صلوۃ التسبیح وغیرہ کا بیان ہے ضخامت ۴۰۰ صفحات قیمت عہ

حصہ دوم کا جزو ثانی یعنی **کتاب الجمعہ** جسمیں نماز جمعہ کی فضیلت اور اس ساعت میں جماعت اجابت کے فضائل اور غسل کرنا اور اول وقت کی فضیلت اور بلا عذر دیر کرنے اور گردنیں پھلانگنے اور خطبہ میں بات کرنیکی ممانعت اور ترک جمعہ پر وعید اور سورہ کہف اور اس رات و دن کے اذکار، ضخامت ۳۰ صفحے قیمت ۲ر

کتاب الصدقات۔ جسمیں زکوٰۃ ادا کرنیکی ترغیب اور فرضیت کی تاکید اور زکوٰۃ نہ ادا کرنے پر ترہیب اور زیور کی زکوٰۃ کا بیان پرہیزگاری کے ساتھ خدمت صدقات بجالانیکی ترغیب اور اس امر کی ترغیب کہ اگر کسیکو نوبت فاقہ کی پہنچے تو خدا سے مدد طلب کرے بغیر خوشی کے جو چیز دیجاوے اسکے لینے پر ترہیب صدقہ کی ترغیب اور تنگدست کی ہمت اور نفلی صدقات کا بیان، خفیہ صدقہ کرنیکی ترغیب رشتہ داروں پر صدقہ کرنے اور انکو غیروں پر مقدم رکھنیکی ترغیب فالتو چیز کو اقربا کو باوجود مانگنے کے بخل کرنے اور اقربا کے حاجتمند ہونے کے غیر کو دینے کی ترہیب، قرض دینے کی ترغیب اور اسکی فضیلت کا بیان قیمت ۱۲ بارہ آنہ

فیوض الاسلام ترجمہ جدید فتوح الشام

اگر آپ غازیان اسلام ومجاہدین ملت کی اولو العزمی وجان نثاری کے جرأت آموز حالات معلوم کرنا چاہتے ہیں اگر آپ کو مشہور ونامور سپہ سالاران اسلام حضرت ابو عبیدہؓ بن جراح وحضرت خالدؓ بن ولید کی مردانہ شجاعت وحکیمانہ سیاست کے حیرت انگیز کارنامے دیکھنے ہیں اگر آپ اسلام کے عروج وزوال کے صحیح اسباب معلوم کرکے ان تمام ملمع کاریوں کی حقیقت سے واقف ہونا چاہتے ہیں جن سے مسلمان دھوکہ کھا کر منزل مقصود سے کوسوں دور ہٹتے جاتے ہیں تو

فیوض الاسلام ترجمہ جدید فتوح الشام

ملاحظہ فرمائیں ضخامت ۱۲۰ صفحات

قیمت (۳؍) محصولڈاک ۱۱؍

حیوٰۃ المسلمین

چونکہ آجکل بوجہ بے علمی وبدعملی مسلمانوں پر عالم میں عموماً اور ہندوستان میں خصوصاً مصیبتوں پر مصیبتیں اور بلاؤں پر بلائیں نازل ہوتی چلی جاتی ہیں لہذا حضرت حکیم الامۃ مدظلہم نے سونے کے پانی سے لکھنے کے قابل مضامین عالیہ قلمبند فرمائے ہیں جن کے مطالعہ سے عقائد کی درستی معاشرت میں آسانی طلب حق میں افزونی معیشت میں سہولت خدا ورسول کی محبت اہل وعیال کیخدمات کی رغبت مجاہدہ کا شوق گناہوں سے نفرت اور شریعت پر چلنے کا طریق حیوٰۃ طیبہ حاصل کرنے کے گر گویا تمام خوبیوں کے ایک خزانہ جمع فرمادیا ہے ۱۸۰ صفحات کی کتاب ہے مگر دریا کو کوزہ میں بھرا ہے اسکی تمام خوبیاں ناظرین الہادی پر بخوبی ظاہر ہیں قیمت ۱۰؍

ترجمہ کیمیائے سعادت

از حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ

قیمت صرف تین روپے (سے ؍)

ترجمہ غنیۃ الطالبین

امام العارفین حضرت شیخ عبد القادر گیلانی رحمۃ اللہ علیہ معہ تذکرہ آنحضرت قدس سرہ العزیز

قیمت دو روپے بارہ آنہ (۲؍۱۲)

ملفوظات مزید المجید

حضرت والا مدظلہ کے ۱۴۵ ملفوظات کا مجموعہ جو طالبان کو عموماً اور سالکین کو خصوصاً نہایت مفید ہیں انکو مطالعہ سے عجیب وغریب تحقیقات کا انکشاف ہوتا ہے اس کا مطالعہ وہ کام دیتا ہے جو برسوں کے مطالعہ کتب سے نہیں نکلتا گویا ایک شیخ طریقت کی صحبت کا فائدہ حاصل ہوتا ہے۔

قیمت چھ آنے (۶؍)

مشرق

تحفہ اثنا عشریہ کا ترجمہ عرصہ سے بالکل نایاب تھا بحمد اللہ چھپ کر آگیا ہے یہ حضرت مولانا شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تالیف ہے اصل فارسی ہے اور اس کا یہ اردو ترجمہ تیار ہوا ہے۔

قیمت تین روپے (سے)

ملنے کا پتہ محمد عثمان تاجر کتب دریبہ کلاں دہلی

رسالہ الہادی رجسٹر نمبر ایل ۱۰۷۵

قال اللہ تعالیٰ انّ علینا جمعہ وقرآنہ فاذا قرأناہ فاتبع قرآنہ ثم انّ علینا بیانہ

چوں آیت مصدرہ دال ست بر نافعیت تعلیم تدریجی بیان

ماہنامہ حاضر باشاعت ہادی نیز بر ضرورت تعلیم علوم قرآنیہ یعنی تفسیر و تکمیل ست

بر مقاصد مبادی و پس اتباعاً للنص المزبور صحیفہ شہریہ کہ متدرج بست در شہور

مسمّٰی بہ

الہادی

نمبر ۵	سنہ ۱۳۴۸ھ	بابت ماہ	جلد

کہ جامع ست انواع علوم و فنیہ را برائے ہر طالب جادی و مذکر ست بہر مجلس و نادی

و مسکن ست برائے ہر طالع و صادی بصورت تجدید رسالۂ الانوار محمدی و تسہیل المواعظ

و حل تتبعات کلید مثنوی و تشرف و امثال عبرت و النخب و سیرۃ الصدیق کہ اکثر آن مستفاد ست

از درگاہ ارشادی یعنی خانقاہ اشرفی امدادی بادارۂ محمد عثمان عامی در ہر ماہ اسلامی

در محبوب المطابع دہلی مطبوع گردید

از کتبخانہ اشرفیہ دریبہ کلاں دہلی بزندگانور برصد رسیگردد

ت ہذا التعبیر الہامی ماخوذ من حدیث اقض بیننا بکتاب اللہ فقضی بالرجم ۱۲

فہرست مضامین

رسالہ الہادی بابت ماہ رمضان المبارک ۱۳۴۸ھ ہجری نبوی صلعم
جو بہ برکت دعا حکیم الامۃ محی السنۃ حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب مدظلہ العالی
کتب خانہ اشرفیہ دریبہ کلاں دہلی سے شائع ہوتا ہے

نمبر شمار	مضمون	فن	صاحب	صفحات
۱	الانوار المحمدیہ	حدیث	مولانا مولوی حافظ ظفر احمد صاحب سلمہ	۳ / ۱۰
۲	تسہیل المواعظ	وعظ	حکیم الامۃ حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب مدظلہ	۱۱ / ۱۸
۳	المنتخب من الخطب	مضامین مختلفہ	" " "	۱۹ / ۲۶
۴	کلید مثنوی	تصوف	" " "	۲۷ / ۳۰
۵	التشرف حصہ دوم	"	" " "	۳۱ / ۳۴
۶	امثال عبرت	مضامین مختلفہ	" " "	۳۵ / ۳۸
۷	حل الاشتباہات	کلام	مولانا مولوی حکیم محمد مصطفٰے صاحب سلمہ	۳۹ / ۴۲
۸	سیرۃ الصدیق	سیر	مولوی محمد صابر صاحب	۴۳ / ۴۶

مقاصد وضوابط رسالہ الہادی

۱- اس رسالہ کو شرعی مباحث کے سوا سیاسیات سے کوئی تعلق نہیں۔

۲- رسالہ ہذا کا مقصود مسلمانوں کے ظاہر و باطن کی اصلاح ہے۔

۳- ہر قمری مہینہ کی ۲۰ تاریخ کو رسالہ روانہ ہوجاتا ہے اگر کسی صاحب کے پاس رسالہ نہ پہونچے تو فوراً طلب فرمائیں اطلاع ملتے ہی دوبارہ روانہ کردیا جاتا ہے۔

۴- رسالہ ہذا کی سالانہ قیمت عہ/ مع محصول ڈاک علاوہ ان حضرات کے جو قیمت پیشگی ارسال فرمائیں سب حضرات کی خدمت میں رسالہ وی پی کیا جاتا ہے اور وی پی کی صورت میں ۲ آنہ رجسٹری فیس منی آرڈر اضافہ کرکے عہ/ کا وی پی روانہ کیا جاتا ہے اور ممالک غیر سے قیمت مع محصول ڈاک چار شلنگ چھ پنس مقرر ہے جو ہر حالت میں پیشگی بھیجی جاتی ہے۔

۵- ہر خریدار کو ابتدائے سال سے خریدار ہونا ضروری ہے اور رسالہ کا سال جمادی الاول سے شروع ہوتا ہے۔

۶- رسالہ ہذا میں بجز اپنے کتب خانہ کی کتب کے کسی صاحب کا اشتہار یا کسی کتاب کا ریویو وغیرہ شائع نہیں کیا جاتا۔

۷- رسالہ ہذا کی پرانی جلدیں بھی موجود ہیں مگر ۲ کی قیمت میں اضافہ ہوجاتا ہے بجائے عہ/ کے مع محصول کے (ﷲ) علاوہ محصول ڈاک مقرر ہے۔

الراقم
محمد عثمان۔ مدیر رسالہ "الہادی" دریبہ کلاں دہلی

(۱۴) حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر مہینہ میں تین دن روزہ رکھنا سال بھر روزہ رکھنا ہے یعنی ایام بیض کا روزہ تیرہویں چودہویں پندرہویں تاریخوں میں اسکو نسائی نے بسند جید سے روایت کیا ہے۔ اور بیہقی نے بھی ؛

(۱۵) عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نفل روزہ کے متعلق دریافت کیا فرمایا کہ تم ہر مہینہ میں تین دن ایام بیض کے روزے رکھا کرو اسکو طبرانی نے اوسط میں روایت کیا ہے اور اس کے سب راوی ثقہ ہیں ؛

ف۔ ایام بیض تیرہویں۔ چودہویں۔ پندرہویں تاریخوں کو کہتے ہیں کیونکہ انکی راتیں پوری روشن ہوتی ہیں ان میں رات بھر چاند چمکتا رہتا ہے اور ان ایام کی فضیلت کا سبب ایک روایت میں یہ آیا ہے کہ آدم علیہ السلام وحوا علیہا السلام کی توبہ انہی راتوں میں قبول ہوئی تھی اور انہوں نے ان تین دنوں کا روزہ رکھا تھا اللہ تعالیٰ کو ان کا عمل پسند آیا اسلئے اولاد آدم کے لئے ان ایام کا روزہ مستحب ہوگیا

۷۷

پیر اور جمعرات کے روزہ کی ترغیب

(۱) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ پیر اور جمعرات کے دن (عالم بالا میں) اعمال کی پیشی ہوتی ہے تو میں چاہتا ہوں کہ میرے اعمال ایسی حالت میں پیش ہوں کہ میں روزہ سے ہوں (اسلئے آپ جمعرات اور پیر کے روزہ کا اہتمام فرمایا کرتے تھے) اسکو ترمذی نے روایت کیا ہے اور حدیث حسن غریب کہا ہے

(۲) ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر پیر اور جمعرات کو روزہ رکھتے تھے عرض کیا گیا یا رسول اللہ آپ ہر پیر اور جمعرات کو روزہ رکھتے ہیں فرمایا کہ پیر اور جمعرات میں ہر مسلمان کی مغفرت ہوجاتی ہے بجز ان دو

شخصوں کے جنھوں نے باہم قطع تعلق کر رکھا ہے اُن کے بارہ میں حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ان کو چھوڑ دو۔ یہاں تک کہ آپس میں صلح کرلیں۔ اسکو ابن ماجہ نے روایت کیا ہے اور اس کے سب راوی ثقہ ہیں اور مالک و ابوداؤد و مسلم و ترمذی نے اسکو روزہ کا ذکر حذف کرکے روایت کیا ہے۔ اور مسلم کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر جمعرات اور پیر کو اعمال کی پیشی ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس دن میں ہر شخص کو جو مشرک نہو بخشدیتے ہیں بجز اُن دو شخصوں کے جن کے درمیان دشمنی ہو اُن کے بارہ میں ارشاد ہوتا ہے کہ ان دونوں کو چھوڑ دو جب تک یہ صلح نہ کریں اور ایک روایت میں مسلم کی یوں آیا ہے کہ پیر اور جمعرات کے دن جنت کے دروازے کھل جاتے ہیں پھر جو شخص مشرک نہو اسکی مغفرت کردی جاتی ہے بجز اُن دو شخصوں کے جن کے درمیان دشمنی ہو الحدیث۔ اور اسکو طبرانی نے ان الفاظ سے روایت کیا ہے کہ زمین کے فرشتوں کا دفتر آسمان کے فرشتوں کے دفتروں میں ہر پیر اور جمعرات کو نقل کیے جاتے ہیں۔ پھر ہر مسلمان کی مغفرت کردی جاتی ہے جو مشرک نہو بجز اُن ۸لہ
دو شخصوں کے جن کے درمیان دشمنی ہو **ف** مراد وہ دشمنی ہے جو دنیوی سبب سے ہو اور جو دشمنی دین کیوجہ سے ہو وہ مغفرت سے مانع نہیں کیونکہ بغض فی اللہ تو شرعاً ضروری ہے ؛

(۳) اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ روزہ رکھنا شروع فرماتے ہیں تو افطار کا نام نہیں لیتے اور افطار کرنا شروع فرماتے ہیں تو روزہ کا نام نہیں لیتے مگر دو دن کا روزہ کبھی ناغہ نہیں ہوتا اگر وہ آپ کے روزہ کے سلسلہ میں آجائیں جب تو آپ ان میں روزہ رکھتے ہی ہیں اگر افطار کے سلسلہ میں آئیں جب بھی آپ ان میں روزہ رکھتے ہیں حضور نے پوچھا کہ وہ دونوں کون سے ہیں میں نے عرض کیا پیر اور جمعرات فرمایا ان دو دن میں اللہ تعالےٰ کے سامنے اعمال کی پیشی ہوتی ہے تو میں چاہتا ہوں کہ میرے اعمال روزہ کی حالت میں پیش کیا ہوں اسکو ابوداؤد و نسائی نے روایت کیا ہے اور اسکی سند میں دو راوی مجہول ہیں

مولیٰ قدامہ و مولیٰ اسامہ۔ اور ابن خزیمہ نے اسکو اپنی صحیح میں بواسطہ شرجیل بن سعد کے حضرت اسامہ سے بایں الفاظ روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیر اور جمعرات کو روزہ رکھتے اور فرمایا کرتے تھے کہ ان دو دنوں میں اعمال کی پیشی ہوتی ہے۔

ف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حضرت اسامہ سے یہ سوال فرمایا کہ وہ دو دن کون سے ہیں حالانکہ حضور کو اپنی عادت خود ہی معلوم تھی اسمیں بظاہر یہ حکمت معلوم ہوتی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی طلب و شوق کا حال دریافت کرنا تھا کہ ان کو میری عادت کی تحقیق کامل ہے یا ناقص یا یہ وجہ ہو کہ حضور کی عادت بعض دوسرے ایام میں بھی روزہ رکھنے کی تھی اس لیے آپ نے تحقیق فرمانا چاہا کہ تم کو کن ایام کے روزہ کا سبب معلوم کرنا ہے۔

(۴) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پیر اور جمعرات کے دن اعمال کی پیشی ہوتی ہے۔ پھر استغفار کرنیوالوں کی مغفرت کردی جاتی اور توبہ کرنے والوں کی توبہ قبول کی جاتی ہے اور دشمنی والوں کو انکی ۴۹
دشمنی کے ساتھ چھوڑ دیا جاتا ہے۔ جب تک کہ توبہ نہ کریں۔ اسکو طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس کے سب راوی ثقہ ہیں۔

(۵) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیر اور جمعرات کے روزہ کا اہتمام فرماتے تھے اسکو نسائی و ابن ماجہ و ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا کہ یہ حدیث حسن غریب ہے۔

بدھ اور جمعرات و جمعہ اور بار و اتوار کے روزہ کی ترغیب اور ان احادیث کا بیان جن میں جمعہ اور بار کے دن روزہ کیلئے خاص کرنے کی ممانعت آئی ہے

(۱) ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص بدھ اور جمعرات کو روزہ رکھے اس کے لیے جہنم سے برات لکھدی جاتی ہے اسکو

ابو یعلیٰ نے روایت کیا ہے ۔

(۲) ابن عباسؓ ہی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص بدھ اور جمعرات اور جمعہ کو روزہ رکھے اللہ تعالیٰ اُس کے لئے جنت میں ایسا شفاف چمکدار محل بنائیں گے جس کا اندر کا حصّہ باہر سے اور باہر کا حصّہ اندر سے نظر آئے گا اسکو طبرانی نے اوسط میں روایت کیا ہے اور معجم کبیر میں ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے اس مضمون کو روایت کیا ہے ۔

(۳) حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے جو شخص بدھ اور جمعرات وجمعہ کو روزہ رکھے اللہ تعالیٰ اُس کے لئے جنت میں ہیرے اور یاقوت اور موتیوں کا محل بنائیں گے اور اُس کے لئے جہنم سے برات لکھدی جائیگی اسکو طبرانی نے اوسط میں اور بیہقی نے (سنن میں) روایت کیا ہے ۔

(۴) ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص بدھ اور جمعرات اور جمعہ کا روزہ رکھے پھر جمعہ کے دن صدقہ بھی کرے تھوڑا ہو ۸۰
یا بہت اُس کے سب گناہ معاف ہو جائیں گے جو اُس نے کئے ہوں یہاں تک کہ ایسا ہو جائیگا جیسا ماں کے پیٹ سے معصوم پیدا ہوا تھا اسکو طبرانی نے کبیر میں اور بیہقی نے روایت کیا ہے ۔

(۵) ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص جمعہ کے دن روزہ رکھے اللہ تعالیٰ اُس کے لئے دس دنوں (کے روزے) کا ثواب لکھیں گے اور وہ دس دن آخرت کے ایام میں سے ہوں گے جن سے دنیا کے ایام کو کچھ بھی مناسبت نہیں (کیونکہ آخرت کا ایک دن دنیا کے ہزار دنوں کے برابر ہوتا ہے) اسکو بیہقی نے بواسطہ ایک شخص کے ابوہریرہ سے اور بواسطہ ایک اشجعی کے ابوہریرہ سے روایت کیا ہے اور ان دونوں راویوں کا نام ظاہر نہیں کیا اور یہ حدیث ثابت بھی ہو تو اُس صورت پر محمول ہے جبکہ جمعہ سے پہلے جمعرات کا بھی روزہ رکھے یا اُس کے بعد بار کے دن روزہ رکھنے کا ارادہ ہو

(کیونکہ آئندہ معلوم ہوگا کہ خصوصیت کے ساتھ جمعہ کے دن روزہ رکھنے کی ممانعت ہے)

(۶) عبیداللہ بن مسلم قریشی اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ میں نے یا کسی اور نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سال بھر روزہ رکھنے کے متعلق سوال کیا حضور نے اس سے انکار کرتے ہوئے فرمایا کہ تمہارے گھر والوں کا بھی تمہارے ذمہ حق ہے پس رمضان روزے رکھو اور اس مہینہ کا جو اس کے متصل ہے اور ہر بدھ اور ہر جمعرات کو روزہ رکھ لیا کرو اس صورت میں تم نے سال بھر کا روزہ بھی رکھ لیا اور افطار بھی کر لیا (یعنی اس صورت میں تم کو سال بھر کے روزے کا ثواب مل جائے گا) اسکو ابوداؤد و نسائی و ترمذی نے روایت کیا ہے اور ترمذی نے اسکو حسن غریب بتلایا ہے۔ حافظ منذری فرماتے ہیں کہ اس کے راوی سب ثقہ ہیں ÷

(۷) ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب راتوں میں سے جمعہ کی رات کو عبادت کے لئے خاص مت کرو اور سب دنوں میں سے جمعہ کے دن کو روزہ کے لیئے خاص مت کرو ہاں اگر کسی کے روزہ کے سلسلہ میں جمعہ بھی آجائے تو مضائقہ نہیں اسکو مسلم و نسائی نے روایت کیا ہے ÷ ۸۱

(۸) ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ بھی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی شخص (تنہا) جمعہ کے دن کا روزہ نہ رکھے ہاں اگر اس سے ایک دن پہلے یا ایک دن پیچھے بھی روزہ رکھے تو (اس صورت میں جمعہ کے روزہ کا) مضائقہ نہیں اسکو بخاری نے روایت کیا ہے اور یہ الفاظ انہی کے ہیں اور مسلم و ترمذی و نسائی و ابن ماجہ و ابن خزیمہ نے بھی صحیح میں روایت کیا ہے۔ ابن خزیمہ کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ جمعہ کا دن (مسلمانوں کے لئے) عید کا دن ہے پس اپنے عید کے دن کو روزہ کا دن نہ بناؤ البتہ اگر اس سے پہلے یا پیچھے بھی روزہ رکھو تو کچھ حرج نہیں

(۹) ام المؤمنین جویریہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جمعہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے اور ان کا روزہ تھا تو حضور نے دریافت فرمایا کیا تم نے کل (جمعرات کو) بھی روزہ رکھا تھا۔

انہوں نے عرض کیا نہیں فرمایا کیا کل (بارکو) بھی روزہ کا ارادہ رکھتی ہو عرض کیا نہیں حضور نے فرمایا تو تم روزہ توڑ دو (کیونکہ تم نے خصوصیت کے ساتھ جمعہ کا روزہ رکھا ہے) اسکو بخاری و ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔

(۱۰) محمد بن عباد کہتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے جبکہ وہ بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے دریافت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کے روزہ سے منع فرمایا ہے؟ فرمایا ہاں قسم ہے رب البیت کی۔ اسکو بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے۔

(۱۱) عامر بن ابی عامر اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جمعہ کا دن تمہاری عید کا دن ہے اس میں روزہ نہ رکھو مگر یہ کہ اس سے پہلے یا پیچھے بھی روزہ رکھو (تو مضائقہ نہیں) اسکو بزار نے سند حسن سے روایت کیا ہے۔

(۱۲) ابن سیرین سے روایت ہے کہ ابوالدرداء رضی اللہ عنہ جمعہ کی رات میں (عبادت کے لئے) جاگتے اور دن میں روزہ رکھتے تھے ایک دفعہ (جمعرات کو) ان کے پاس حضرت سلمان (فارسی) آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کو بھائی بھائی بنا دیا تھا اور وہ (رات کو) انہی کے پاس سوئے تو ابوالدرداء نے رات میں (عبادت کے لئے) قیام کرنا چاہا حضرت سلمانؓ ان کے پاس گئے اور اٹھنے نہ دیا یہاں تک کہ وہ سو رہے اور (صبح کو جمعہ کے دن) افطار بھی کیا اسکے بعد ابوالدرداء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے اور رات کا سارا قصہ آپکو سنایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عویمر[1] سلمان تم سے زیادہ علم والے ہیں۔ تم جمعہ کی رات کو عبادت کے لئے اور جمعہ کے دن کو روزہ کے لئے خاص نہ کیا کرو اسکو طبرانی نے کبیر میں سند جید سے روایت کیا ہے۔ ۸۲

ف: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں تشریف لاکر مہاجرین و انصار میں باہم اخوت قائم کر دی تھی کہ نام لیکر فرما دیا تھا کہ فلاں مہاجر فلاں انصاری کا بھائی ہے ابتداء اسلام میں اس اخوت کی وجہ سے مہاجرین و انصار میں توارث بھی جاری تھا

[1] یہ ابوالدرداء کا نام ہے ۱۲ خ

کہ ایک دوسرے کی میراث پاتا تہا بعد میں حکم توارث منسوخ ہوگیا اور ہمدردی و اعانت کا
حق باقی رہ گیا ؂

ف۔ محدث جب کسی سند کو جید کہتا ہے تو مطلب یہ ہوتا ہے کہ یہ سند درجہ حسن
سے بالا اور درجۂ صحیح کے قریب ہے۔

ف۔ جمہور حنفیہ کے نزدیک تنہا جمعہ کے دن روزہ رکہنا بہی بلا کراہت جائز اور مستحب ہے
اور بعض نے اِن احادیث کی وجہ سے اِس صورت کو مکروہ کہا ہے مگر جمہور حنفیہ
یوں کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصود یہ تہا کہ اعتقاداً جمعہ کے روزہ
کا ایسا اہتمام نہ کیا جائے کہ روزہ کے ذریعہ سے اسکی تعظیم کا اظہار کیا جائے۔ اور
چونکہ درستیٔ اعتقاد میں عملی تنبیہ کو بہت زیادہ دخل ہے اِس لیے رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے بعض کا روزہ جمعہ کے دن افطار کرا دیا تاکہ اعتقاداً تخصیص جمعہ کا اہتمام
باطل ہوجائے۔ پس اگر کوئی شخص تخصیص اعتقادی کے ساتہ اب بہی جمعہ کا روزہ
رکہے اور روزہ رکہکر اس دن کی تعظیم ظاہر کرے تو مکروہ ہوگا اور اگر اعتقادی تخصیص ۸۳
نہو محض عملی تخصیص ہو تو روزہ مکروہ نہ ہوگا جیسا پیر اور جمعرات کا روزہ مکروہ نہیں
شاید یہاں یہ سوال ہو کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ اور پیر اور جمعرات
کے روزہ کی فضیلت بیان فرمائی ہے تو تخصیص اعتقادی میں کیا حرج ہے اِس کا
جواب یہ ہے کہ جس تخصیص اعتقادی سے منع کیا گیا ہے وہ یہ درجہ نہیں جو ان
فضائل پر مبنی ہو بلکہ وہ یہ درجہ ہے کہ کسی دن کو روزہ کے واسطے مخصوص سمجہا جائے
کہ یہ دن روزہ ہی کے واسطے ہے افطار کے واسطے نہیں اور یوں سمجہے کہ اس دن
کی عظمت اسکو مقتضی ہے کہ اِس میں روزہ رکہا جائے جیسا یہود اسی خیال کی بناء پر
بار کے دن روزہ رکہتے تہے تو ایسی تخصیص مکروہ ہے جس کا نتیجہ یہ ہو کہ اس دن میں
افطار سے اعتقاد اگراں ہو۔ اور افطار کرنے والوں کو بُری نگاہ سے دیکہے حضور صلی اللہ
علیہ وسلم نے اس درجہ کو مٹانا چاہا ہے چنانچہ اب عام طور پر سب مسلمان سمجہ گئے
ہیں کہ جمعہ کا دن روزہ کے واسطے مخصوص نہیں نہ اُسکی رات عبادت کے واسطے

مخصوص ہے کوئی روزہ رکھے تو ثواب ہے نہ رکھے تو کچھ حرج نہیں پس اعتقاد کے ساتھ تنہا جمعہ کا روزہ بھی مکروہ نہیں بلکہ ثواب و مستحب ہے اور اگر کسی کا عقیدہ اس سے آگے بڑھا ہوا ہو اور وہ جمعہ کی تعظیم کے لئے روزہ رکھے تو اس کے لئے تنہا جمعہ کا روزہ مکروہ ہے یہ تفصیل ہے جمہور حنفیہ کے قول کی جیسا یہ احقر سمجھا ہے اور اس کے بعد بھی احتیاط اسی میں ہے کہ جمعہ کا روزہ ایک دن آگے یا پیچھے ملاکر رکھا جائے تاکہ ظاہر حدیث پر پوری طرح عمل ہو جاوے واللہ اعلم بالصواب

(۱۳) عبداللہ بن بسر اپنی بہن صماء سے روایت کرتے ہیں کہ بار کے دن روزہ نہ رکھو سوا اس صورت کے جبکہ فرض روزہ کے دنوں میں آجائے اور اگر کسی کو انگور کی چھال یا درخت کی شاخ کے سوا کچھ نہ ملے تو وہ اسی کو چبالے (اور روزہ توڑدے) اسکو ترمذی نے روایت کیا اور حسن کہا ہے اور نسائی و ابن خزیمہ نے صحیح میں اور ابو داؤد نے بھی اسکو روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث منسوخ ہے۔ اور اسکو نسائی و ابن ماجہ و ابن خزیمہ نے عبداللہ بن بسر سے بلا واسطہ ان کی بہن کے بھی روایت کیا ہے اور ابن خزیمہ نے صحیح میں اسکو عبداللہ بن شقیق کی روایت سے بھی ذکر کیا ہے وہ اپنی پھوپی صماء سے جو بسر کی بہن ہیں روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بار کے دن روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے اور آپ فرماتے تھے کہ اگر کسی کو تر شاخ کے سوا کچھ نہ ملے تو وہ اسی سے روزہ توڑدے حافظ منذری فرماتے ہیں کہ یہ ممانعت اس صورت میں ہے جبکہ تنہا بار کے دن روزہ رکھے کیونکہ ابو ہریرہ کی حدیث اوپر گذر چکی ہے کہ جمعہ کے دن کوئی روزہ نہ رکھے۔ سوا اس صورت کے کہ اس سے پہلے بھی ایک دن روزہ رکھے یا ایک دن بعد میں روزہ رکھے تو اس طرح بار کے دن روزہ رکھنا جائز ہے۔ ۸۴

ف بار کے دن تنہا روزہ رکھنا حنفیہ کے نزدیک مکروہ تنزیہی ہے کیونکہ اس میں یہود کی مشابہت ہے وہ اس دن کی تعظیم کے لئے روزہ رکھتے تھے۔

ع قال المنذری الصماء بکسر اللام و بالحاء المہملۃ ممدودا ہو القشر ۱۲ منہ

(باقی آئندہ)

سلسلہ تسہیل المواعظ کی جلد سوم کا پہلا وعظ

مسمّٰی بہ

نفس کی اصلاح

منتخب از اصلاح النفس وعظ اول حصہ چہارم دعوات عبدیت

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

خطبہ ماثورہ۔ امّا بعد۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝

ترجمہ اے ایمان والو تم اپنی فکر کرو۔ جب تم راہ پر چل رہے ہو تو جو شخص گمراہ رہے اوس سے تمہارا کوئی نقصان نہیں اللہ ہی کے پاس تم سب کو جانا ہے پھر وہ تمکو تلادیگے جو کچھ تم کیا کرتے تھے۔

یہ وہی آیت ہے جس کے متعلق پہلے جمعہ میں بیان ہوچکا ہے[1] اس روز خیال تھا کہ آیت کے متعلق جتنا کچھ ضروری مضمون ہے وہ بیان ہوگیا ہے لیکن بعد کو خیال میں آیا کہ ابھی آیت کے ایک ٹکڑے کے متعلق بیان کرنا باقی ہے کیونکہ اس آیت کے اندر اللہ تعالیٰ نے

---

[1] اس وعظ کا نام تصدی للغیر ہے یہ وعظ ۲۸۔ محرم الحرام سنہ ۱۳۳۰ھ کو تھانہ بھون میں ہی ہوا تھا جو اب تک صاف نہ ہونے کی وجہ سے شائع نہیں ہوسکا امید ہے کہ چھٹے حصے میں شائع ہو ۱۲۔ منہ

دو حکم بیان فرمائے ہیں اول یہ کہ تم اپنی فکر کرو۔ دوسرا یہ کہ تم دوسروں کی فکر میں نہ پڑو۔ پہلی جمعہ کو بیان کا زیادہ رخ اس دوسری بات کی طرف رہا۔ کیونکہ اوس وقت خیال یہ تہا کہ مقصود آیت میں صرف اسی کا بیان کرنا ہے لیکن غور کرنے سے معلوم ہوا کہ اگرچہ مقصود اصلی تو یہی ہے لیکن پہلے حکم کا بیان بہی نہایت ضروری ہے دلیل اسکی یہ ہے کہ خدا تعالےٰ نے دونوں حکم بیان فرمانے کے بعد اپنے سے ڈرایا کہ تمکو اللہ تعالیٰ کے پاس جانا ہے۔ سو دوسروں کی فکر کرنا تو کچھ ایسا گناہ نہیں جس سے ڈرانے کی ضرورت ہو ہاں البتہ اپنی فکر کرنا ایسی چیز ہے جس سے ڈرانے کی ضرورت ہے تو مطلب یہ ہے کہ چونکہ تمکو خدا کے پاس جانا ہے اس لئے تم اپنی فکر کرو اور غفلت میں نہ پڑو اور اپنی اصلاح کرو۔ ظاہر ہے کہ یہ ایک ضروری مضمون ہے پہر ایک وجہ سے نہیں بلکہ دو وجہ سے کیونکہ ایک تو خود یہ مضمون فی نفسہ ضروری ہے دوسرے خاص اس موقع کے لحاظ سے دیکہا جاوے تو بہی ضروری ہے اس وقت اسکے بیان کرنے کی ضرورت یہ ہوئی کہ ہماری غفلت حد سے بڑھ گئی ہے ہمارے اندر سینکڑوں خرابیاں ہیں مگر ہمیں معلوم نہیں ہوتیں اگر ہم اپنی حالت میں غور کریں تو ہم کو معلوم ہو کہ ہمارے اندر کیا کیا خرابیاں ہیں ہاں اگر غفلت ہی میں رہیں جیسا اب تک رہے تو اور بات ہے پہر اتنی غفلت ہونے پر بہی یہ ہر شخص جانتا ہے کہ میرے اندر بہت کچھ برائیاں ہیں لیکن اوسکی فکر نہیں کرتا۔ اگر غور کرے تو اوسکو معلوم ہو جاوے کہ آخرت کی فکر کتنی ضروری ہے ہر شخص اپنے روزمرّہ کو دیکھ لے اور سمجھ لے کہ اوس کے تمام وقت میں سے آخرت کی فکر میں کتنا وقت صرف ہوتا ہے۔

۲ اس مضمون کے اختیار کرنے کی وجہ

آخرت کی فکر کتنا ضروری ہے

دنیا کی اگر کوئی پریشانی ہوتی ہے تو اوسکی تو اسقدر فکر ہوتی ہے کہ ہر وقت اوسمیں لگے رہتے ہیں اور بالکل اوسی میں کھپ جاتے ہیں اور آخرت سے ایسی غفلت ہے کہ اوسکی کچھ خبر ہی نہیں لیتے حالانکہ ہر شخص کے نزدیک موت کا آنا یقینی ہے بلکہ ایسا یقینی کہ دنیا کی کوئی مصیبت اتنی یقینی نہیں دیکھو اگر کوئی شخص کسی سخت مقدمہ میں پکڑا جائے اور مسل پوری اوس کے خلاف ہو تو اوسکو زیادہ گمان اپنے سزا پانے کا ہوتا ہے لیکن اس کے ساتھ ہی رہائی کی بہی کچھ کچھ امید ہوتی ہے

اسیطرح اگر کوئی شخص طاعون میں یا اور کسی ایسے مرض میں بیمار ہو جائے جس سے بچنے کی کچھ اس نہیں ہوتی تو جس طرح اوسکو مرنے کا گمان ہوتا ہے اسیطرح صحت کا بھی کسی قدر گمان ہوتا ہے۔ غرض دنیا کی ہر مصیبت میں دونوں پہلو ہوتے ہیں۔ لیکن پھر بھی دیکھو اوسکی فکر میں کس توجہ سے اور کس طرح جان و دل سے مشغول ہوتے ہیں یہاں تک کہ اوسکی فکر میں گھلے جاتے ہیں لیکن موت ایسی چیز ہے کہ اوس میں کسی شخص کو بھی ذرا یہ خیال نہیں ہوتا کہ میں اس سے بچ سکوں گا۔ نہ کافر ہی کو یہ خیال ہو سکتا ہے نہ مسلمان کو اور تو اور شیطان جو سب سے بڑا کافر اور شریر ہے وہ بھی یہ خیال نہیں کر سکتا اوسکو بھی ایک دن موت آئے گی کیونکہ اوسکو جو مہلت دیگئی ہے تو صرف قیامت تک مہلت دی گئی ہے جب قیامت آئے گی تو وہ بھی نہ بچ سکے گا۔ غرض موت میں کسیکو شبہ نہیں اس سے زیادہ اور کیا ہوگا کہ توحید جیسی یقینی چیز میں لوگوں نے شبہ کیا اور خدا کو ایک ماننے سے انکار کیا مگر موت سے انکار نہیں کر سکے پھر اسقدر یقینی اور اتفاقی چیز ہونے پر اسکو ہم نے ایسا بھلا دیا ہے کہ یاد دلانے سے بھی ہم کو یاد نہیں آتی ۳
نہ کسی کے کہنے سے مرنے کا خیال آتا ہے نہ کسی کو مرتے دیکھ کر موت یاد آتی ہے۔
اگر ہمارے سامنے کوئی شخص مرتا ہے اور ہم اوس کے جنازے میں شریک ہوتے ہیں قبرستان تک جاتے ہیں تو دفن کے بعد ہنستے کھیلتے چلے آتے ہیں ہمارے دل پر ذرا بھی فکر نہیں ہوتی غرض یہ کہ کسی صورت سے ہمکو اوسکی طرف توجہ نہیں ہوتی تو صاحبو کیا یہ حالت اسی طرح چھوڑنے کے قابل ہے کیا اس کا علاج ضروری نہیں ہے اگر ہے تو فرمایئے آجتک اس کا کیا علاج کیا۔ اگر نہیں کیا تو اب کرنا چاہیئے اور سمجھ لینا چاہیئے کہ علاج میں جسقدر دیر اور غفلت کیجاتی ہے مرض بڑھتا جاتا ہے ہر شخص اپنی حالت میں غور کرے کہ جسقدر خوف بچپن میں تھا جوانی میں نہیں ہے اور جسقدر جوانی میں ہے بڑھاپے میں نہیں ہے۔ بعض کی تو یہ حالت ہے کہ برسوں تک اونکو موت کا خیال بھی نہیں آتا اور ذرا بھی اثر اون کے دل پر نہیں ہوتا۔ اور بعض کو اگرچہ موت یاد ہے لیکن خوف اور دہشت نہیں ہے سو اس حالت کی اصلاح بہت جلد

ضروری ہے اسکے علاج میں غفلت اور دیر نہ چاہیئے معلوم نہیں کس وقت موت آجاوے دیکھو اگر کسی شخص کو یہ معلوم ہو کہ میرے پکڑنے کے لئے گارد پھرتی ہے تو اس کے دل کی کیا حالت ہوتی ہے زندگی بدمزہ ہو جاتی ہے چین آرام برباد ہو جاتا ہے ہر وقت یہ دھن ہوتی ہے کہ کس طرح میں اس مصیبت سے نجات پاؤں تو کیا موت کی اتنی بھی فکر نہ ہونی چاہیئے غرض موت سے ہر وقت ڈرنا چاہیئے خاصکر جبکہ گناہوں کا بوجھ بھی سر پر لدا ہوا ہے جس سے سزا کا بھی سخت اندیشہ ہے آخرت میں بھی اور دنیا میں بھی کیونکہ دنیا کی مصیبتیں بھی اکثر گناہوں کی وجہ سے آتی ہیں مگر ہم لوگ اس سے ایسے بیخبر ہیں کہ کسی مصیبت میں اپنے گناہوں کو کبھی یاد ہی نہیں کرتے بلکہ بعض وقت مصیبت میں یہاں تک کہہ بیٹھتے ہیں کہ کر تو ڈر نہ کر تو ڈر مطلب یہ کہ ہم نے تو کوئی جرم نہیں کیا مگر اڑنگے میں آگئے سو خوب سمجھ لو کہ یہ بڑی جہالت کی بات ہے کیونکہ بے کرے ڈرنے کی کوئی وجہ نہیں اگر کچھ نہ کرکے بھی ڈرنا ضروری ہے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ توبہ توبہ خدا تعالیٰ ظالم ہیں خوب یاد رکھو کہ ایسا کہنا خدا تعالیٰ کے ساتھ بڑی بے ادبی اور گستاخی ہے صاحبو خدا تعالیٰ تو کئے پر بھی بہت کم پکڑتے ہیں اور بے کئے تو پکڑتے ہی نہیں قرآن شریف میں اسکو صاف طور پر فرمادیا کہ مَآ اَصَابَكُم مِّنْ مُّصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيكُمْ وَيَعْفُوا عَنْ كَثِيرٍ ۝ یعنی جو کچھ مصیبت تم کو پہونچتی ہے وہ تمہارے کرتوتوں کی بدولت پہونچتی ہے اور تمہارے کرتوتوں میں بھی بہت سے معاف ہی کر دیے جاتے ہیں کہ اون پر پکڑ نہیں ہوتی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک چور پکڑ کر لایا گیا تو آپ نے اوس کے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا جو شرع کے اندر چور کی سزا ہے اوس چور نے کہا کہ حضرت یہ میرا پہلا قصور ہے اس مرتبہ مجھے معاف فرما دیجئے پھر کبھی چوری نہ کروں گا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ تو غلط کہتا ہے خدا تعالیٰ پہلے قصور میں کبھی کسیکو رسوا نہیں کرتے چنانچہ پتہ لگانے سے معلوم ہوا کہ اس سے پہلے بھی پانچ چھ مرتبہ چوری کر چکا ہے تو واقعی بات ہے کہ خدا تعالیٰ بہت کچھ معاف فرماتے ہیں لیکن جب ہم حد سے بالکل ہی

نکل جاتے ہیں تو آخر خدا تعالیٰ کی غیرت ہم کو رسوا کر دیتی ہے ورنہ اوسکی وہ شان ہے کہ گناہ ہونے پر بھی ہمکو بہت کم پکڑتا ہے لیکن چونکہ ہم لوگ اپنے بہت معتقد ہیں اسلئے اپنے گناہوں کی خبر ہم کو نہیں ہے اور بعض وقت ایسا ہوتا ہے کہ غفلت کیوجہ سے ہمکو پتہ نہیں چلتا چنانچہ کہا کرتے ہیں کہ خدا جانے ہمنے کیا گناہ کیا تہا جس کی وجہ سے یہ مصیبت ہم پر نازل ہوئی اللہ اکبر کیا ٹھکانا ہے غفلت کا کہ رات دن گناہ کرتے رہتے ہیں اور پہر ہمکو گناہ سے خالی ہونے کا بہی گمان ہوتا ہے صاحبو اپنے گناہوں سے غفلت کرنا بہت بڑا مرض ہے جس سے کوئی بچا ہوا نہیں۔

سر سے پیر تک گناہوں میں ڈوبے ہوئے ہیں اور پھر اپنے کو بے گناہ سمجھتے ہیں اور اپنے معتقد ہیں اور بعض ایسے بھی ہیں کہ دوسرے لوگ بھی اُن کے معتقد ہیں ایسے لوگ اور بھی زیادہ تباہ ہوتے ہیں کیونکہ اون کے پاس اپنی بزرگی کی یہ دلیل بہی موجود ہے کہ جب اتنے لوگ ہم کو اچھا کہتے ہیں تو ضرور ہم اچھے ہوں گے۔ مگر ہماری بالکل وہ حالت ہے جیسا مشہور ہے کہ ایک مکتب کے لڑکوں نے اتفاق کیا کہ آج استاد صاحب سے چھٹی لینی چاہئے اور تو کوئی تدبیر نکل سکی آخر یہ رائے ٹہری کہ جب استاد صاحب آئیں تو سب ملکر اونکا مزاج پوچھو اور اونکو بیمار بتلاؤ چنانچہ سب نے ایسا ہی کیا دو چار لڑکوں کو تو استاد صاحب نے جھڑک دیا لیکن جب بار بار سب نے یہی کہا تو اوستاد صاحب کو بہی خیال ہوا۔ اور چونکہ قاعدہ ہے کہ جس بات کا وہم غالب ہو جاتا ہے وہ بات سچ مچ ہو جاتی ہے آخر اُستاد کی طبیعت بگڑ گئی اور سب کو لیکر گھر چلے گئے اور حکم کیا کہ تم دہلیز میں بیٹھکر پڑہو میں گھر میں آرام کرتا ہوں لڑکوں نے دیکھا کہ مقصود اب بھی حاصل نہوا آخر نہایت زور سے چلا کر پڑہنا شروع کر دیا استاد صاحب کو وہم سے بیماری تو پیدا ہو ہی گئی تہی چلا کر پڑہنے سے اوس میں زیادتی ہونے لگی مجبور ہو کر سب کو چھوڑ دیا تو جیسے یہ استاد لڑکوں کے کہنے سے اپنے کو بیمار سمجھنے لگے تہے یہی حال ان لوگوں کا ہے کہ یہ دوسروں کو اپنی بزرگی کا معتقد دیکھ کر یوں سمجھ گئے کہ اتنے مسلمان کس طرح جھوٹے ہو سکتے ہیں میں بطور لطیفہ اور ظرافت کے کہتا ہوں کہ ایسے لوگوں میں جہاں اپنے کو بزرگ سمجھنے کا مرض ہے اوسکو

ساتھ یہ خوبی بھی ہے کہ وہ دوسرے مسلمانوں کو بھی بزرگ اور سچا جانتے ہیں اور اون کے خیال کی قدر کرتے ہیں مگر یہ اعتقاد ایسا ہے جیسے کسی نائن نے ایک عورت کو دیکھا کہ وہ نتھ اوتار کر دہو رہی ہے نتھ اتری ہوئی دیکھ کر فوراً اپنے شوہر کے پاس دوڑی گئی اور کہا کہ ہماری بیوی صاحبہ تو بیوہ ہوگئیں جلدی جاکر اس کے شوہر کو خبر کر نائی صاحب فوراً اس بیوی کے شوہر کے پاس پہونچے اور کہا حضور آپ کیا بے فکر بیٹھے ہیں آپکی بیوی صاحبہ تو بیوہ ہوگئیں نجمان صاحب نے رونا شروع کر دیا رونے کی آواز سنکر یار دوست جمع ہوگئے سبب پوچھا تو یہ حماقت معلوم ہوئی۔ دوستوں نے سمجھایا کہ میاں جب تم زندہ ہو تو تمہاری بیوی رانڈ کیونکر ہوگئی اسپر آپ فرماتے ہیں کہ یہ تو میں بھی جانتا ہوں پر اسکو کیا کروں کہ گھر سے آیا ہے معتبر نائی۔ یہ نہایت معتبر شخص ہے جھوٹ نہ بولے گا۔ یہی ہماری حالت ہے کہ اپنے گناہوں کو خوب جانتے ہیں لیکن صرف اسوجہ سے کہ دوسرے لوگ ہمکو اچھا کہتے ہیں ہم بھی اپنے معتقد ہوگئے۔ اور بعض ایسے بھی ہیں کہ اون کا کوئی

۶ معتقد نہیں لیکن وہ پھر بھی اپنے معتقد ہیں اسیوجہ سے اگر کوئی مصیبت آتی ہے تو انکو تعجب ہوتا ہے کہ کیوں ہم پکڑے گئے۔

صاحبو! ہمکو تو نہ پکڑے جانے پر تعجب ہونا چاہیئے تھا دیکھو جو شخص روزانہ ڈکیتی ڈالتا ہو اگر وہ چھ مہینے تک بچا رہے تو تعجب ہونا چاہیئے اور پکڑا جائے تو کچھ بھی تعجب نہیں ہم لوگ یوں سمجھتے ہیں کہ جو گناہ ہم روزانہ کرتے ہیں اور اونپر پکڑ نہیں ہوتی خدا تعالیٰ اون سے تو ناراض نہیں ہوئے وہ تو معاف ہوگئے اسیوجہ سے جب مصیبت کے وقت فکر کرتے ہیں تو نئے گناہوں کو دیکھتے ہیں حالانکہ یہ کچھ ضروری نہیں کہ اگر گناہ آج کیا ہو تو آج ہی اوسکی سزا بھی ملجائے دیکھئے اگر کوئی شخص کچھ مٹھائی کہالے تو عادت یہ ہے کہ اس کے پھوڑے پھنسیاں نکلتی ہیں لیکن یہ کچھ ضروری نہیں کہ جس روز کھایا ہے اوسی روز نکلنے لگیں فرعون نے چار سو برس تک خدائی کا دعوے کیا لیکن کبھی سر میں درد بھی نہیں ہوا اور پکڑا گیا تو اس طرح کہ ایک دم میں ہلاک ہی کر دیا گیا خدا تعالیٰ کے ہاں ہر کام حکمت سے ہوتا ہے کبھی ساتھ کے ساتھ سزا ملجاتی ہے اور کبھی مدت کے بعد

ہماری حالت (حاشیہ)

گناہ کی سزا فوراً ملنا ضروری نہیں (حاشیہ)

عـــہ گرڈ ۱۲ منہ

کم ہوتی ہے اسیطرح نیکیوں میں بھی کبھی ہاتھ کے ہاتھ بدلہ دے دیا جاتا ہے اور کبھی دیر کے ساتھ ملتا ہے دیکھئے حضرت موسے علیہ السلام نے فرعون کے لیے بد دعا فرمائی تھی اور قبول بھی ہوگئی چنانچہ ارشاد ہوا قَدْ اُجِیْبَتْ دَّعْوَتُکُمَا یعنے تمہاری دعا قبول کرلی گئی لیکن قبول ہوجانے پر بھی اوسوقت قبولیت کا کچھہ ظہور نہ ہوا بلکہ یہ ارشاد ہوا فَاسْتَقِیْمَا وَلَا تَتَّبِعٰٓنِّ سَبِیْلَ الَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ کہ تم دعا کا اثر ظاہر ہونے میں جلدی نہ کرنا کہ یہ نادانوں کا طریقہ ہے بلکہ صبر سے کام لینا سو چالیس برس تک حضرت موسیٰ نے انتظار کیا اوس کے بعد فرعون اور اوس کی قوم ہلاک ہوئی ان دونوں واقعوں سے معلوم ہوگیا ہوگا کہ نہ کسی جرم پر فوراً اثر ظاہر ہونا ضروری ہے نہ نیکی پر دیکھئے فرعون کو چارسو برس کی مہلت دی گئی اور حضرت موسے کو چالیس سال تک انتظار میں رکھا گیا۔

جب یہ بات ہے تو اگر کبھی جرم کی فوراً سزا نہ ملے تو اوسکی نسبت یہ خیال نہ کرنا چاہئے کہ اس جرم سے خدا تعالیٰ ناراض نہیں ہوے یا یہ جرم سزا کے قابل نہ تھا یا ہم کو معاف کردیا گیا مگر لوگ اس غلط خیال کیوجہ سے جب کسی مصیبت میں پڑتے ہیں تو ہمیشہ نئے گناہ کو دیکھا کرتے ہیں اور جب کوئی نیا گناہ نظر نہیں آتا تو اپنی مصیبت پر تعجب کرتے ہیں اور خدا تعالےٰ کی طرف ظلم کی نسبت کرکے یہ کہتے ہیں کہ کرتو ڈر نہ کر تو ڈر

صاحبو! کسی مسلمان کے مُنہ سے ایسی بات کا نکلنا بڑے افسوس اور تعجب کی بات ہے کیا کسی کے نزدیک خدا تعالیٰ کی سلطنت اودہ کے نوابوں کی سلطنت ہے کہ جس کا کوئی قانون اور قاعدہ ہی نہیں جسطرح جی چاہا کرلیا۔

خیر یہ بات تو درمیان میں آگئی تھی مقصود یہ تھا کہ دنیا کی مصیبتوں کا تو یہاں تک خوف ہے کہ کچھہ نہ کرکے بھی ڈرتے ہیں اور آخرت کے بارے میں اسقدر غفلت ایسی بے پروائی ہے کہ کرکے بھی نہیں ڈرتے۔ آئے دن سیکڑوں خرافات کرتے ہیں ہزاروں گناہوں کے بوجھہ میں دبے جاتے ہیں لیکن ذرا بھی پروا نہیں کرتے کیا یہ مرض نہیں ہے اور اگر ہے تو کیا اسکی تدبیر ضروری نہیں ہے۔

صاحبو! یہ یاد رہے کہ جسقدر اسکی جانب سے غفلت ہوگی تدبیر دشوار ہوتی

جائے گی۔

ایک بات ہو تو اوس کا رونا رویا جائے ہماری تو جو حالت بھی ہے وہ رونے کے قابل ہے کس کس بات کی اصلاح کیجاوے۔ ایک تو یہ مرض تھا جس سے کوئی بچا ہوا نہیں دوسرا مرض وہ ہے جو دینداروں کے اندر زیادہ ہے کہ جب کبھی انکی کوئی حالت قابل افسوس انکو یاد دلائی جاتی ہے اور اون کی برائیاں انکو دکھلائی جاتی ہیں تو فکر ہوتا ہے لیکن صرف اسقدر کہ تھوڑی دیر رولیئے اور بس جب بہت ہو گئے بڑی ہمت کی تو ایک دو وقت کا کھانا چھوڑ دیا غم کی صورت بنا کر بیٹھ گئے۔ لیکن تدبیر کی جانب ذرا توجہ نہیں بلکہ اس غم کی حالت میں بھی اگر کوئی دنیا کا کام یاد آ گیا فوراً اوس میں لگ گئے۔ بھلا یہ کچھ فکر ہوئی یہ تو اللہ میاں کو دہوکہ دینا ہوا خوب کسی نے کہا ہے ؎

زنہار ازاں قوم نباشی کہ فریبند حق را بسجودے ونبی را بدرودے

یعنی تم اون لوگوں کی طرح مت ہو جو نماز اور درود سے خدا اور رسول کو بہلانا چاہتے ہیں اور سچی طلب اون کے اندر بھی نہیں ہے۔ بعض لوگ ان سے بھی چند قدم آگے ہیں کہ ہمیشہ اپنی حالت پر پریشان رہتے ہیں اور افسوس کرتے ہیں لیکن کبھی تدبیر کی طرف توجہ نہیں ہوتی بھر نری پریشانی سے کیا ہو سکتا ہے اگر کسی شخص کو دق کی بیماری کا پہلا درجہ شروع ہو جائے اور اوسکو خبر بھی ہو جائے اور پریشانی بھی ہونے لگے لیکن وہ صرف یہی کرے کہ جب کوئی اوس سے ملنے کو آئے اوس کے سامنے رونا شروع کر دے اور دن رات کڑھا کرے مگر علاج کی طرف توجہ نہ کرے تو نتیجہ اس کا کیا ہوگا صرف یہی کہ دس پانچ روز میں دوسرا تیسرا درجہ بھی شروع ہو جائے گا اور آخر کار ایک روز خاتمہ ہو جائے گا۔ تو غلطی اسکی یہ ہے کہ پریشانی کو علاج سمجھتا ہے حالانکہ تدبیر اسکی یہ تھی کہ روپیہ خرچ کرتا حکیم کے پاس جاتا کڑوی دواؤں پر صبر کرتا نقصان دینے والی چیزوں سے پرہیز کرتا۔ چاہے پریشانی کا اظہار کسی ایک کے آگے بھی نہ کرتا۔ اسی طرح دل کی بیماریوں اور گناہوں میں بھی اصل تدبیر یہی ہے کہ کسی کامل اور پہونچے ہوئے کی خدمت میں حاضر ہو اور اوس کے کہنے پر عمل کرے گناہوں سے پرہیز پر کمر باندھے۔

٨

دل کی بیماریوں کی اصل تدبیر

خطبہ صدق الرویا

اما بعد الحمد والصلوٰۃ فقد قال اللہ تعالیٰ لھم البشریٰ فی الحیوٰۃ الدنیا وفی الاخرۃ الآیۃ روی الترمذی عن ابی الدرداءؓ قولہ صلی اللہ علیہ وسلم فی تفسیرہ ھی الرویا الصالحۃ یراھا المسلم او تری لہ وفی بیان القران تحت ھذہ الآیۃ ما نصہ۔ یہ بشارت عام ہے بشر المومنین الخ بشر الصابرین الخ یبشرھم ربھم برحمۃ الخ تتنزل علیھم الملائکۃ ان لا تخافوا ولا تحزنوا وابشروا الخ اور رویا صالحہ سب اس میں داخل ہے۔ اھ اشارۃ الی ان التفسیر لیس للتخصیص بل للتمثیل وفی الحدیث للبخاری. قالوا وما المبشرات قال صلی اللہ علیہ وسلم ھی الرؤیا الصالحۃ وزاد مالک یراھا الرجل المسلم او تری لہ وفی الحدیث المتفق علیہ عن ابی ھریرۃؓ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من رانی فی المنام فقد رانی فان الشیطان لا یتمثل فی صورتی الحدیث ثم قیل معناہ من رانی علی صورتی التی انا علیھا وقیل معناہ من رانی بای صورۃ کانت لان تلک الصورۃ مثال لروحہ المقدسۃ فان الشیطان لا یتمثل بمثال علی انہ مثال لہ صلی اللہ علیہ وسلم سید علی الشکل 21

یہاں چند امور ہیں۔

اول آیت اپنے عموم سے اور حدیث اپنے خصوص سے غیر نبی کے رویا صالحہ کو مطلقاً مبشر ہونے کی حیثیت سے معتبر بتلاتی ہے اور غیر نبی کی قید اس لئے ہے کہ نبی کا رویا ثبوتاً وحی قطعی ہے۔ اور دلالۃً بھی تعبیر جازم کے بعد۔ اور تعبیر غیر جازم کے ساتھ ظنی ولیحق برویاہ رویا غیرہ اذا قررہ النبی اور صالحہ کی قید اس لئے ہے کہ تحزین من الشیطان سے احتراز ہوجائے جسکا علاج وقت انتباہ تین بار تعوذ اور تھتکار دینا اور کروٹ بدلکر سو رہنا وارد ہے اور اسپر عدم ضرر کا وعدہ ہے اور خود رویا کی قید اس لئے ہے کہ حدیث النفس سے احتراز ہوجائے

ثانی اور اس رویا کو بالخصوص حدیث زیادہ معتبر بتلاتی ہے جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رویت مبارکہ سے کسی کو شرف حاصل ہو۔

ثالث پھر حدیث ہی رویا صالحہ کے درجہ کا بھی جو شریعت میں ہے تعیین کرتی ہے. یعنی نہ وہ محض از قبیل اوہام واضغاث احلام ہے. جیسا کہ بعض فلاسفہ اہل تفریط کا خیال ہے. ورنہ لسان شارع میں اس کا لقب مبشرہ نہ ہوتا اور نہ وہ حجت فی الاحکام اور مثبت حلال وحرام ہے جیسا کہ اکثر عوام و بعض خواص کالعوام اہل افراط کا مقال ہے ورنہ لسان شارع میں اس کی مبشریت پر اقتصار نہ ہوتا اور اسی افراط شائع کی اصلاح کی غرض سے یہاں خواب کے جواب میں اکثر اس شعر کے لکھنے کا معمول ہے ؂

نہ شبم نہ شب پرستم کہ حدیث خواب گویم　　چو غلام آفتابم ہمہ ز آفتاب گویم

تو حاصل اس درجہ کا رحمت حق سے تقویت رجاء ہے. یعنی امر مبشربہ کے حصول حالاً یا مآلاً کی کہ وہی اسکی تعبیر ہوتی ہے. امید ہو کر مسرت پیدا ہو اس لئے برا خواب ذکر کرنے سے نہی آئی ہے کہ شاید کوئی اس کی ایسی تعبیر دیدے جو سبب ہو جاوے قنوط کا رحمت حق سے جو کہ ممنوع ہے. جیسا اسی بناء پر فال صالح کی محبوبیت اور طیرہ کی تاثیر کی نفی لاطیرہ میں وارد ہے. ۲۲

رابع نیز حدیث ہی اس کی تبشیر کو عام بتلا رہی ہے خواہ خود صاحب معاملہ دیکھے یا صاحب معاملہ کے حق میں کوئی دوسرا مومن دیکھے.

خامس پھر روایت نبویہ میں جو صورت اصلیہ کی تقیید میں اختلاف ہے. یہ رویا کے اثر میں اس لئے مضر نہیں کہ اس سے احتجاج نہیں کیا جاتا. صرف تقویت رجاء کی جاتی ہے تو یہ رجاء قطع نظر رویا سے مستقلاً بھی طاعت ہے. رویا سے صرف اس کا وصف بڑھ جاتا ہے. سو اگر وہ وصف نہ ہو تب بھی ذات کافی ہے.

خطبہ حیوۃ المسلمین

الحمد للہ الذی انزل فی کتابہ اومن کان میتا فاحییناہ وجعلنالہ نورا یمشی بہ فی الناس کمن مثلہ فی الظلمت لیس بخارج منہا والصلوۃ والسلام علی رسولہ الذی شرفہ بخطابہ وکذلک اوحینا الیک روحا من امرنا ودعا

امتہ الی جزیل ثوابہ فی قولہ یا ایہا الذین اٰمنوا استجیبوا للہ وللرسول اذا
دعاکم لما یحییکم وقادھم الی رفیع جنابہ فی قولہ اولئک کتب فی قلوبھم الایمان
وایدھم بروح منہ وبعد فقد قال تعالیٰ من عمل صالحاً من ذکر او انثی وھو مؤمن
فلنحیینہ حیوۃ طیبۃ ولنجزینھم اجرھم باحسن ما کانوا یعملون وقال تعالیٰ ومن
اعرض عن ذکری فان لہ معیشۃ ضنکاً ونحشرہ یوم القیٰمۃ اعمیٰ۔ ان آیات کے ساتھ
ایک اور آیت جو اہل جہنم کے حق میں ہے یعنی ثم لا یموت فیھا ولا یحییٰ اگر بطور مقدمہ
کے ملالی جاوے (جسکا حاصل یہ ہے کہ جس حیوۃ میں راحت وحلاوت نہ ہو وہ حیوۃ
گو صورۃً غیر موت ہو مگر معنیً غیر حیوۃ بھی ہے) تو اس انضمام کے بعد مثل نصوص کثیرہ

عہ ولنشر بعضہا مما یدل علی العاجل من الاختصاص الذی حقیقتہ اثبات حکم لشیٔ ونفیہ عن غیرہ ومجموع
ہذہ الآیات یفید مجموع الامرین وقید بالعاجل لانہ ہو الخفی کما سیاتی فی آخر الحواشی للتمہید فمنہا قولہ تعالیٰ۔
(ع۱) فتوبوا الی بارئکم فاقتلوا انفسکم ومنہا قولہ تعالیٰ (ع۲) فبدل الذین ظلموا الی قولہ تعالیٰ یفسقون ومنہا
قولہ تعالیٰ (ع۳) وضربت علیہم الذلۃ الی قولہ تعالیٰ یعتدون و(ع۴) فما جزاء من یفعل الی اشد العذاب و(ع۵) ۲۳
ومن اظلم ممن منع مسٰجد اللہ الی عذاب عظیم (الم) و(ع۶) ومنہم من یقول الی سریع الحساب (سیقول) و(ع۷)
فی من آمن وفی من کفر بعیسیٰ قولہ تعالیٰ وجاعل الذین اتبعوک الی من نصرین (تلک الرسل) و(ع۸)
ولا تہنوا الی مؤمنین و(ع۹) فاٰتٰہم اللہ ثواب الدنیا الی المحسنین و(ع۱۰) سنلقی فی قلوب الذین کفروا الی
الظٰلمین و(ع۱۱) ان الذین تولوا منکم الی ما کسبوا و(ع۱۲) فانقلبوا بنعمۃ الی فضل عظیم (لن تنالوا) و(ع۱۳)
ومن یہاجر الی واسعۃ (والمحصنٰت) و(ع۱۴) فبظلم من الذین ہادوا الی بالباطل و(ع۱۵) فی قطاع الطریق قولہ
تعالیٰ ذلک لہم خزی فی الدنیا الی عظیم و(ع۱۶) ومن یتول اللہ ورسولہ الی الغٰلبون و(ع۱۷) قل اُنبئکم
بشر الی سبیل و(ع۱۸) والقینا بینہم العداوۃ الی المفسدین۔ و(ع۱۹) ولو انہم اقاموا التوراۃ الی یعملون۔
(لا یحب اللہ) و(ع۲۰) الم یروا کم اہلکنا الی آخرین (واذا سمعوا) و(ع۲۱) فی نوح وقومہ قولہ تعالیٰ فانجینٰہ
والذین معہ الی عمین۔ و(ع۲۲) فی ہود وقومہ قولہ تعالیٰ فانجینٰہ ومن معہ الی مؤمنین و(ع۲۳) فی
صالح وقومہ قولہ تعالیٰ فاخذتہم الرجفۃ الی جٰثمین و(ع۲۴) فی لوط وقومہ قولہ تعالیٰ فانجینٰہ واہلہ
الی المجرمین و(ع۲۵) فی شعیب وقومہ قولہ تعالیٰ فاخذتہم الرجفۃ الی الخٰسرین۔ (ولو اننا) و(ع۲۶) ولو ان

شہیرہ کے خطبہ کی آیات میں حیوۃ باطنی و اخروی اور مابعد الخطبہ کی آیات میں علی المتحققین

اہل القریٰ امنوا الی یکسبون (ع ۲۸) فارسلنا علیہم الطوفان الی یعرشون (ع ۲۸) ان الذین اتخذوا العجل الی
المفترین (ع ۲۹) فلما نسوا ما ذکروا بہ انجینا الذین ینہون الی سوء العذاب (ع ۳۰) اذ یوحی ربک الی الملائکۃ
الی العقاب (ع ۳۱) وان اللہ موہن کید الکفرین (ع ۳۲) یا یہا الذین امنوا ان تتقوا اللہ الی العظیم (
ع ۳۳) وما لہم الا یعذبہم اللہ الی لا یعلمون (وقال الملا الذین) (ع ۳۴) ذلک بان اللہ لم یک مغیرا الی الظلمین
(ع ۳۵) یا یہا النبی قل لمن فی ایدیکم الی رحیم (واعلموا) (ع ۳۶) لہم البشریٰ الی العظیم (ع ۳۷) ان اللہ لا یصلح
عمل المفسدین (ع ۳۸) فی قوم یونس قولہ تعالیٰ لما آمنوا الی حین (ع ۳۹) وان استغفروا ربکم الی فضلہ
(یعتذرون) (ع ۴۰) ویقوم استغفروا ربکم الی مجرمین (ع ۴۱) وما کان ربک لیہلک القریٰ الی مصلحون
(ع ۴۲) فی یوسف قولہ تعالیٰ ولما بلغ اشدہ الی المحسنین (وما من دابۃ) (ع ۴۳) فی یوسف قولہ تعالیٰ
وکذلک مکنا لیوسف الی یتقون (ع ۴۴) ولا یزال الذین کفروا الی المیعاد (ع ۴۵) لہم عذاب فی الحیوۃ الدنیا
الی واق (ع ۴۶) اولم یروا انا نأتی الارض الی الحساب (ع ۴۷) واذ تاذن ربکم الی لشدید (ع ۴۸) فاوحی
الیہم ربہم الی وعید (وما ابری نفسی) (ع ۴۹) وان کان اصحاب الایکۃ الی مبین (ع ۵۰) قد مکر الذین من ۲۴
قبلہم الی لا یشعرون (ع ۵۱) والذین ہاجروا فی اللہ الی اکبر (ع ۵۲) افامن الذین مکروا السیات الی تخوف
(ع ۵۳) من عمل صالحا من ذکر الی یعملون (ع ۵۴) وضرب اللہ مثلا قریۃ الی یظلمون (ربما) (ع ۵۵)
واذا اردنا ان نہلک الی تدمیرا (ع ۵۶) فعسیٰ ربی ان یؤتین الی عقبا۔ (سبحان الذی) (ع ۵۷) ان الذین
آمنوا وعملوا الصلحت سیجعل لہم الرحمن ودا۔ (ع ۵۸) قال فاذہب فان لک فی الحیوۃ ان تقول لا مساس
(قال الم اقل لک) (ع ۵۹) وکم قصمنا من قریۃ الی خامدین (ع ۶۰) وارادوا بہ کیدا فجعلنہم الاخسرین۔
(ع ۶۱) فاستجبنا لہ ونجینہ من الغم وکذلک ننجی المؤمنین (ع ۶۲) ولقد کتبنا فی الزبور الی الصلحون
(ع ۶۳) فکاین من قریۃ اہلکنہا الی المصیر (اقترب للناس) (ع ۶۴) وعد اللہ الذین امنوا منکم
وعملوا الصلحت لیستخلفنہم الی ہم الفسقون (قد افلح المؤمنون) (ع ۶۵) والذین یقولون ہب لنا
الی اماما۔ (وقال الذین لا یرجون) (ع ۶۶) قال سنشد عضدک الی الغالبون (ع ۶۷) وکم اہلکنا من
قریۃ بطرت الی ہا ظالمون (ع ۶۸) فخسفنا بہ الی المنتصرین (ع ۶۹) فکلا اخذنا الی یظلمون (امن خلق)۔
(ع ۷۰) ظہر الفساد الی مشرکین (ع ۷۱) وانزل الذین ظاہروہم الی قدیرا (اتل ما اوحی) (ع ۷۲) لئن لم

حیوۃ ظاہری و دنیوی کا بھی اختصاص صرف مطیعان حق کے ساتھ نہایت واضح اور مصرح ہے مگر باوجود اس قدر وضاحت وصراحت کے ہمارے اسلامی بھائی عہ اس مسئلہ سے اس قدر غافل ہیں کہ گویا اس مسئلہ کے دلائل کو کبھی نہ ان کی آنکھوں نے دیکھا نہ اون کے کانوں نے سنا اور نہ ان کے قلب پر ان کا گذر ہوا اور حیوۃ کی ان دونوں قسموں میں سے بھی حیوۃ اخروی کا اختصاص مذکوران کے اذہان سے اتنا بعید نہیں جتنا حیوۃ دنیوی کا اختصاص بعید ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ اسوقت مسلمانوں کی

یتہ المنفقون الی تبدیلا (ع۷۳) لقد کان لسبا الی الا الکفور۔ و (ع۷۴) فلما جاءہم نذیر الی آخر السورۃ۔
(ومن یقنت) و (ع۷۵) فلولا انہ کان من المسبحین للبث فی بطنہ الی یوم یبعثون و (ع۷۶) قل یعبادی الذین
امنوا اتقوا ربکم الی حساب (ومالی) و (ع۷۷) فوقاہ اللہ سیات ما مکروا۔ و (ع۷۸) انا لننصر رسلنا الی الاشہاد
و (ع۷۹) ان الذین قالوا ربنا اللہ الی وفی الآخرۃ (فمن اظلم) و (ع۸۰) وما اصابکم من مصیبۃ فبما کسبت ایدیکم
و (ع۸۱) یوم نبطش البطشۃ الکبری انا منتقمون (الیہ یرد) و (ع۸۲) یاایہا الذین امنوا ان تنصروا اللہ
ینصرکم ویثبت اقدامکم و (ع۸۳) فلا تہنوا الی آخر السورۃ و (ع۸۴) لقد رضی اللہ عن المومنین الی قدیرا و (ع۸۵)
ہو الذی ارسل رسولہ الی شہیدا و (ع۸۶) کذبت قبلہم قوم نوح الی وعید (حم الاحقاف) و (ع۸۷) ام یقولون
الی الدبر (قال فما خطبکم) و (ع۸۸) اولئک کتب فی قلوبہم الایمان وایدہم بروح منہ و (ع۸۹) فاتاہم اللہ
من حیث لم یحتسبوا الی شدید العقاب و (ع۹۰) الم تر الی الذین نافقوا الی لا یعقلون و (ع۹۱) عسی اللہ
ان یجعل بینکم وبین الذین عادیتم منہم مودۃ۔ و (ع۹۲) واخری تحبونہا نصر من اللہ وفتح قریب۔ و
(ع۹۳) وللہ خزائن السموات الی لا یعلمون و (ع۹۴) ما اصابکم من مصیبۃ الی یہد قلبہ و (ع۹۵) ومن
یتق اللہ الی قدرا۔ و (ع۹۶) وکاین من قریۃ عتت الی خسرا (قد سمع اللہ) و (ع۹۷) انا بلوناہم الی لو کانوا
یعلمون۔ و (ع۹۸) فقلت استغفروا ربکم الی انہارا۔ و (ع۹۹) لو استقاموا علی الطریقۃ لاسقینہم ماء غدقا
(تبارک الذی) و (ع۱۰۰) الم یجعل کیدہم فی تضلیل (عم) فہذہ مائۃ آیۃ فی الباب ولم نذکر کثیرا منہا لعدم
قصدنا الاستیعاب ۱۲ منہ

عہ وجہ التقیید حمل بعضہم الآیتین علی الحیوۃ والمعیشۃ الاخرویتین لکن لا یتوقف المطلوب علیہما لکون
کثیر من الآیات المذکورۃ فی الحاشیۃ السابقۃ صریحا فی ذلک ۱۲

۲۵

عالم میں عموماً اور کشور ہند میں خصوصاً مصیبتوں پر مصیبتیں اور بلاؤں پر بلائیں نازل ہوتی چلی جاتی ہیں۔ مگر نہ ان کے ذہن کو مطلق اس طرف التفات ہوتا ہے نہ انکی زبان پر اس کا نام آتا ہے نہ ان کے قلم سے یہ مضمون نکلتا ہے۔ اگر کسی کو علاج و تدبیر کی طرف توجہ ہوتی بھی ہے تو وہ نسخے استعمال کئے جاتے ہیں جن کی نسبت بے تکلف یہ کہنا یقیناً صحیح ہے۔ کہ ؎

گفت ہر دارو کہ ایشاں کردہ اند — آن عمارت نیست ویراں کردہ اند
بے خبر بودند از حال دروں — استعیذ اللہ مما یفترون
رنجش از صفرا و از سودا نبود — بوئے ہر ہیزم پدید آید ز دود

اور اس بے اصول علاج کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا۔ ؎

ہرچہ کردند از علاج و از دوا — رنج افزوں گشت و حاجت ناروا
از ہلیلہ قبض شد اطلاق رفت — آب آتش را مدد شد ہمچو نفت
سستی دل شد فزوں و خواب کم — سوزش چشم و دل پر درد و غم

مگر باوجود اس ناکامی پر ناکامی کے ان عطائی اطبا کی حالت اس خطائی طبیب کی سی ہے جس نے کسی کو بے موقع مسہل دیا تھا اور برابر زیادت اسہال کی خبر اسکو پہونچ رہی تھی مگر وہ ہر اطلاع کے بعد جواب میں یہی کہتا تھا کہ مادہ فاسد ہے نکلنے دو حتی کہ وہ مر بھی گیا۔ مگر یہ اس کا مرنا سنکر بھی اپنی اسی رائے کو صحیح سمجھا کئے اور یہ فرمایا کہ اللہ رے مادے جس کے نکلنے سے مرگیا نہ نکلتا تو نہ معلوم کیا ہوجاتا۔ اس جہل عملی کی وجہ صرف یہی جہل علمی ہے کہ ان مصائب کے سرمنشا کی تعیین میں انکو نصوص آلہیہ و نبویہ کی پوری تصدیق نہیں۔ اے صاحب جب اللہ و رسول پر ایمان ہے جس کے معنے ہیں ہر امر اور ہر خبر میں ان کی تصدیق کرنا اور انکو سچا سمجھنا پھر یہ کیسی تصدیق ہے کہ کسی میں تصدیق کسی میں عدم تصدیق۔ افتومنون ببعض الکتٰب وتکفرون ببعض اس لئے سخت ضرورت محسوس ہوئی کہ اس تجاہل و تغافل پر از سر نو تنبیہ کیجاوے۔ تاکہ مرض کے

۲۶

سبب کا تعین پھر علاج صحیح کا تیقن ہوا اور اس تعین و تیقن کے بعد اسباب کے ازالہ اور علاج کی تحصیل کا اہتمام کریں اور براہین عقلیہ و نقلیہ و نیز مشاہدہ و تجربہ سے محقق و ثابت ہو چکا ہے کہ دور حاضر میں ان اسباب و معالجات کی تعلیم و تفہیم منحصر ہو گئی ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک میں پس بلا خوف منازع حضور کی شان عالی میں یہ دعویٰ بالکل سچا دعویٰ ہے۔ ؎

ذات پاک کا ملے پرُ مایہ — آفتابے درمیان سایہ
حاذقش گو کو حکیم حاذق است — صادقش دان کو امین و صادق است
در علاجش سحر مطلق را ببیں — در مزاجش قدرت حق را ببیں

جو شخص آپ کی صحت تشخیص کا اعتقاد کر کے آپ کی تجویز پر عمل کریگا وہ بیساختہ کہنے لگیگا ؎ مطلع نور حق و دفع حرج ٭ مغنی فی الصبر مفتاح الفرج ٭ اے لقائے تو جواب ہر سوال ٭ مشکل از تو حل شود بے قیل و قال ٭ ترجمان ہر چہ ما را در دل است ٭ دستگیر ہر کہ پایش در گل است ٭ مرحبا یا مجتبیٰ یا مرتضیٰ ٭ ان تغب جاء القضا ضاق القضا ٭ انت مولی القوم من لا یشتہی ٭ ۲۷
قد ردی کلا لئن لم ینتہ ٭ اور اگر شخص آپ کی کسی تجویز کی لم بھی نہ سمجھے گا تب بھی جیسا کہ لوازم عشاق سے ہے یہ کہیگا ؎ آنکہ از حق یابد او وحی و خطاب ٭ ہر چہ فرماید بود عین صواب ٭ آنکہ جان بخشد اگر بکشد رواست ٭ نائب ست و دست او دست خداست ٭ ہمچو اسمٰعیل پیشش سر بنہ ٭ شاد و خنداں پیش تیغش جان بدہ ٭ تا بماند جانت خنداں تا ابد ٭ ہمچو جان پاک احمد با احد ٭

حاشیہ صلاۃ ۲ عہ وانما قال از سر قولان الشریعۃ طالما نبہت علیہ ثم ترجمۃ الشریعۃ تنبیہ علیہ العلماء و منہا رسالۃ جزاء الاعمال التی کتبتہا قبل ذلک بقلیل فمن ثم سمی ہذا التنبیہ جدیدا و حرکنی علی ذلک ما لحقنی من القلق الشدید علی سوء حال المسلمین منذ ایام بحیث ازعجنی و اضنانی فاخذ اللطف لا ادری یدی والقی فی روعی اثناء صلوۃ الفجر لعشرین من جمادی الاولی ۱۳۴۳ھ دخلیۃ لبعض الاعمال بخصوصہا فی کشف بعض الغمۃ التی لا طاقۃ لہم بہا یرفع بعض منہا للجہل و بعض منہا للافلاس و بعض منہا للتشویش و ہذہ ہی امہات جمیع البلایا والرزایا و ان اکتب شیئا من ذلک و ابلغہ المسلمین من دون التعرض لوجہ الدخلیۃ المذکورۃ لان المقصود النافع للعامۃ ہی المسائل لا الدلائل و رجائی کونہ نافعا والبلاء النازل واقعا فاراح ذلک جاشی و ازاح عنہ الغواشی فشرعت فیہ راجیا من اللہ فیہ النفع و بہ دولی کل وضع و رفع ۱۲ منہ

عاشقان جام فرح انگہ کشند ٭ کہ بدست خویش خوباں شاں کشند ٭ آن کسے را کش چنیں شاہی کشد ٭
سوئے تخت و بہترین جاہش کشد ٭ اور آپ نے نہایت شفقت و غایت رحمت سے اپنا پورا
مطلب بے دریغ عام خلائق کے روبرو پیش فرمایا آگے استعمال کرنے والوں یا استعمال
نہ کرنے والوں کی سعادت وشقاوت جس نے جب کبھی بھی استعمال کیا صلاح و فلاح
اس کے پیش پیش رہی اور جس نے اس میں اہمال کیا اگر اسکو کچھ حصہ عقیدت و
محبت کا حاصل ہے اس عقیدت و محبت کی برکت سے اسپر عنایت اس طرح متوجہ
ہوتی ہے کہ صلاح و فلاح سے اسکو حرمان عاجل نصیب کیا جاتا ہے تاکہ اس
فوری تنبیہ سے وہ اپنی اصلاح کر سکے اور جو عقیدت و محبت سے خالی ہیں اس
خلو کی شامت سے ان کے ساتھ یہ معاملہ کیا جاتا ہے کہ بطور استدراج کے انکو
صورۃً و عاجلاً کامیابی عطا کر دی جاتی ہے۔ اور حقیقۃً و آجلاً حرمان ہی انکے
نصیب حال ہوتا ہے۔ چنانچہ حرمان آج کل تو ظاہر ہی ہے۔ اور حرمان حقیقی
کا شاہد ان کی اندرونی حالت ہے کہ خالص راحت و حلاوت کو وہ خود ۲۸
اپنے اندر مفقود پاتے ہیں۔ اسی فلاح عاجل وصوری و حرمان آجل و حقیقی کا
ذکر ان آیات میں ہے قولہ تعالیٰ ایحسبون انما نمدھم بہ من مال و
بنین نسارع لھم فی الخیرات بل لا یشعرون وقولہ تعالیٰ فلا تعجبک
اموالھم ولا اولادھم انما یرید اللہ لیعذبھم بھا فی الحیوۃ الدنیا
وتزھق انفسھم وھم کفرون۔ جب عیاناً و برھاناً صلاح و فلاح کا انحصار
مطب نبوی ہی کے نسخوں میں ثابت ہو چکا تو برادران اسلامی پر جنکو مرض کی خبر
اور اس کے سبب اور نسخہ سے بیخبری ہے واجب و لازم ہوا کہ اب اس علمی تغافل و
تجاہل یا عملی تکاسل و تثاقل کو ہمیشہ کیلئے خیرباد کہیں اور ان حکمی حتمی نسخوں کا استعمال کریں
اور عاجلاً و آجلاً وصورۃً و حقیقۃً صلاح و فلاح کا متزایداً و متصاعداً مشاہدہ کریں یہ تنبیہ کلی
ہے جلب منافع و دفع مضار کے طریق صحیح پر اور تنبیہ جزئی و مبسوط تمام شریعت مطہرہ ہے

عہ الابیات العشرون المذکورۃ فی الخطبۃ من المثنوی المعنوی بتغیر یسیر فی بعضہا ۱۲ منہ

(باقی آئندہ)

آں سگے کہ می گزد گویم دعا کہ ازیں خو وارہانش اے خدا

یعنی جو کتا کہ کاٹتا ہے۔ میں یہ دعا کرتا ہوں کہ اے خدا اس کو اس خصلت سے چھڑا دیجئے (اور یہ دعا کرتا ہوں کہ)

ایں سگاں راہم دراں اندیشہ دار کہ نباشند از خلائق سنگسار

یعنی ان کتوں کو اس فکر میں رکھ کہ یہ مخلوق سے سنگسار نہ ہوں۔ مطلب یہ ہے کہ ان کی اس خصلت کو بدل دیجئے۔ تاکہ یہ سنگسار نہ ہوسکیں۔

زاں فرستاد انبیا را بر زمیں تا کند شاں رحمۃ للعالمیں

یعنی حق تعالےٰ نے اسی لئے انبیا کو زمین پر بھیجا ہے تاکہ اُن کو رحمۃ للعالمین بنا دے۔

خلق را خواند سوئے درگاہ خاص حق را خواند کہ وافر کن خلاص ۳۳

یعنی یہ حضرات مخلوق کو تو درگاہ خاص حق کی طرف بلاتے ہیں۔ اور حق سے دعا کرتے ہیں کہ خلاصی کو وافر کیجئے۔

جہد بنماید ازیں سو بہر پند چوں نشد گوید خدایا در مبند

یعنی وہ اس طرف سے تو نصیحت میں کوشش فرماتے ہیں۔ اور جب (وہ کارگر) نہیں ہوتی تو کہتے ہیں کہ اے خدا دروازہ (رحمت) بند نہ کر۔ مطلب یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے انبیا کو زمین پر جہان کے لئے اپنے اپنے مرتبہ کے موافق بنا کر بھیجا۔ اور اس صفت میں سب سے زیادہ حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اور ان حضرات کی یہ شان ہوتی ہے کہ لوگوں کو تو اللہ کی طرف بلا دیں۔ اور اللہ میاں سے کہیں کہ اے اللہ ان کو توفیق ایمان کی نصیب فرما۔ تو چونکہ میں (یعنی وہ شیخ) ان کا ظل ہوں۔ اور میرے اندر بھی وہ اثر آیا ہے لہذا میں بھی تمام چیزوں

پر رحم کرتا ہوں۔ آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

رحمت جزوی بُود مر عام را رحمت کلی بود ہمام را

یعنی رحمت ناقص تو عوام کو بھی ہوتی ہے۔ مگر رحمت کامل بزرگ ہی کو ہوتی ہے۔ آگے بزرگوں کی رحمت کے کامل ہونیکا راز بیان فرماتے ہیں کہ۔

رحمت جزوش قرین گشتہ بکل رحمت دریاست ہادی سبل

یعنی ان کی رحمت جزوی اوس کامل کے قرین ہوگئی ہے۔ اور رحمت دریا ہادی سبل ہے مطلب یہ کہ اول تو ان کی رحمت بھی رحمت جزوی ہی تھی۔ مگر چونکہ وہ رحمت حق کے ساتھ جو کہ رحمت کاملہ ہے مقرون ہوگئی ہے۔ اور اسی سے مستفیض ہورہی ہے اس لئے وہ بھی کامل ہوگئی ہے۔ آگے مولانا نصیحت فرماتے ہیں کہ۔

رحمت جزوی بکل پیوستہ شو رحمت کل را تو ہادی بین و رو ۳۳۳

یعنی تم بھی رحمت ناقص ہو کل سے پیوستہ رہو۔ اور رحمت کل کو ہادی دیکھکر چلے چلو مطلب یہ کہ ابھی تو تم ناقص ہو۔ اور تمہاری رحمت بھی ناقص ہے۔ تو اس کامل کے ساتھ پیوستہ ہو جاؤ۔ یا تو حق تعالیٰ کے ساتھ یا ان حضرات کے ساتھ جو کہ حق سے مستفیض ہوکر کامل ہو چکے ہیں۔ غرضکہ تم کاملوں کیساتھ لگے رہوگے تو انشاءاللہ کامل ہو جاؤ گے۔ آگے ایک غلطی رفع فرماتے ہیں کہ

تا کہ جزو ست او نداند راہ بحر ہر غدیرے راکند اشباہ بحر

یعنی جب تک کہ وہ ناقص ہے راہ بحر کو نہیں جانتا۔ اور ہر تالاب کو بحر کے مشابہ کر دیتا ہے یہاں نقص سے مراد نقص علمی ہے۔ ورنہ اگر نقص حالی مراد ہوتا تو وہ تو ہر ایک کو پیش آتا ہے کہ جب وہ اوس کامل سے پیوستہ ہونا چاہیگا تو وہ تو یقیناً ناقص الحال ہی ہوگا۔ تو یہاں

مطلب یہ ہے کہ جو شخص کہ ناقص الحال ہو اور ناقص العلم بھی ہو۔ وہ اس بحر تک رسائی حاصل نہیں کر سکتا۔ کمال علمی کا ہونا ضروری ہے کہ جس سے بصیرت و معرفت ہو۔ ورنہ اگر معرفت ہی نہ ہو گی۔ تو پیوستہ کس کے ساتھ ہو گا۔ تو جب نقص علم ہو گا تو وہ ناقص کو کامل اور بالعکس سمجھ جاوے گا۔ اور بحر اور دریا اور یم وغیرہ سب سے حق تعالے مراد ہیں اور ان تشبیہات کا صحیح ہونا کئی مرتبہ عرض کیا جا چکا ہے۔

چوں ندانداہ یم رہ کے برد سوئے دریا خلق راچوں آورد

یعنی جب وہ دریا کی راہ ہی نہیں جانتا تو خود کس طرح راہ لیجا سکتا ہے۔ اور مخلوق کو دریا کیطرف کس طرح لا سکتا ہے۔ مطلب یہ کہ جب کسی کو نقص علمی ہو اور اس کو معرفت حق ہی حاصل نہ ہو تو نہ وہ خود پہونچ سکتا ہے اور نہ دوسروں کو پہونچا سکتا ہے۔

متصل گردد بہ بحر آنگاہ او رہ برد تا بحر ہمچوں سیل وجو ۳۵

یعنی وہ جب بحر سے متصل ہو جاتا ہے تو اس وقت وہ بحر تک سیل اور ندی کی طرح راہ لیجا سکتا ہے۔ مطلب یہ کہ جب اس کو معرفت حق حاصل ہو جاوے گی تو اب اوسکو اُسکے ساتھ پیوستہ ہونا بھی آسان ہو گا اور جس طرح کہ ندی اور رود دریا میں جا کر ملجاتے ہیں اسی طرح یہ بھی حق تعالے کے ساتھ پیوستہ ہو جاوے گا۔ اور اگر ابھی معرفت ہی حاصل نہوئی ہو تو اسکو فرماتے ہیں کہ

ور کند دعوت بہ تقلیدے بود نزعیان و وحی و تائیدے بود

یعنی اور اگر وہ دعوت کرے تو وہ دعوت بھی تقلیدی ہوتی ہے۔ نہ عیاناً اور وحی اور تائید کے ساتھ ہوتا ہے۔ مطلب یہ کہ وہ خود تو کیا راہ پاوے گا۔ اگر اوروں کو بھی بلاتا ہو تو یہ بلانا بھی تقلیدی ہی ہوتا ہے۔ اور حق تعالے کی طرف سے نہیں ہوتا۔ غرضکہ چاہیے کہ اس کامل کے ساتھ پیوستہ ہوں تو ہمارے اندر بھی اس کی برکت سے کمال پیدا ہو جاوے

چونکہ شیخ کا جواب تو اوپر ختم ہو ہی چکا تھا۔ آگے اس عورت کا سوال نقل فرماتے ہیں کہ۔

گفت پس چوں رحم داری بر ہمہ ہمچو چوپانے بگرد ایں رمہ

یعنی اس عورت نے کہا کہ پس جبکہ تم سب پر رحم رکھتے ہو۔ اور اس جماعت کے گرد چوپان کی طرح ہو۔

چوں نداری نوحہ بر فرزند خویش چونکہ فصاد اجل شاں زد بہ نیش

یعنی تم اپنے فرزند پر نوحہ کیوں نہیں کرتے۔ جبکہ فصاد اجل نے ان کے نشتر مارا ہے۔

چوں گواہ رحم اشک دیدہاست دیدۂ تو بے نم و گریہ چراست

یعنی جبکہ رحم کے گواہ آنکھ کے اشک ہیں۔ تو تمہاری آنکھ بے نم اور بے گریہ کیوں ہے۔

شیخ دانا زیں عتابش گرم شد در سخن یکبارہ بے آزرم شد ۳۰

یعنی شیخ دانا اس کے اس عتاب سے جوش میں آ گئے۔ اور بات میں ایک دفعہ ہی بیتاب ہو گئے۔

رو بزن کرد و بگفتش اے عجوز خود نباشد فصل دے ہمچوں تموز

یعنی عورت کی طرف متوجہ ہوئے اور اس سے کہا کہ اے عجوز فصل خزاں فصل بہار کے خود برابر نہیں ہوا کرتی۔ مطلب یہ کہ میں اور تم لوگ برابر نہیں ہیں۔

جملہ گر مردند ایشاں ور حے اند غائب و پنہاں ز چشم دل کے اند

یعنی سارے کے سارے اگر مر گئے۔ اور اگر زندہ ہیں چشم دل سے کب غائب اور پنہاں ہیں۔

ف فلا تعجل بتكذيب
ما يروى من حبس
الشمس بدعاء بعض الاولياء
كما اشتهر من شرف
الدين القلندر انه
دعا يا الهى تا قيامت
بر نيايد آفتاب
ثم لما طلعت بدعائه
كانت على الراس
فاذن الامر
اهون من الحبس
لانه كان
حبسا صورة
وحجابا معنى
فهو اقرب
الى التصديق ۔

الحديث ريق المؤمن
شفاء معناه صحيح ففي الصحيحين
قال صلى الله عليه وسلم بسم الله تربة
ارضنا بريقة بعضنا يشفي سقيمنا
باذن ربنا **ف** والريق

ف (جب ایسا خارق واقع بھی ہو چکا ہے
اور تخصیص بالنبی کی کوئی دلیل نہیں) پس تم
ایسے واقعہ کی جلدی تکذیب مت کرو جو
بعض اولیاء کی دعا سے حبس شمس کا قصہ
منقول ہے جیسا حضرت قلندر صاحب کی
حکایت مشہور ہے کہ انہوں نے (ناراض ہو کر)
یہ دعا کردی تھی یا الٰہی تا قیامت بر نیاید آفتاب
(پھر لوگوں کے معاف کرانے پر دعا کردی
تھی) پھر جب اونکی دعا سے وہ طلوع ہوا ہے
تو ٹھیک سر پر تھا (یعنی دوپہر کا وقت تھا)
سو اس صورت میں واقعہ حبس سے ۸۹
بھی سہل ہے کیونکہ وہ صورۃً حبس تھا لیکن
معنًی وحقیقۃً حجاب تھا (یعنی باوجود طلوع
کے نظر نہیں آیا اور ممکن ہے کہ یہ ظہور
نہ ہونا خاص اسی بستی میں ہو) سو یہ تصدیق
سے بہت قریب ہے ۔

حدیث مومن کا لعاب شفا ہے اس کا
مضمون صحیح ہے (گو الفاظ ثابت نہیں)
چنانچہ صحیحین میں حضور اقدس صلی اللہ
علیہ وسلم کے ارشاد سے لعاب سے شفا حاصل
کرنیکی دعا مذکور ہے **ف** اسی سے

ریق المؤمن شفاء

والسور کالمترادفین فثبت انہ معنی ما اشتہر بلفظ سور المومن شفاء وهذا التبرک بسور الصالحین والمشائخ معتاد فی اهل الطریق بکثرۃ۔

الحدیث زر غبا تزدد حبا البزار والحارث بن ابی اسامۃ فی مسندیهما ومن طریق ثانیهما ابونعیم فی الحلیۃ من حدیث طلحۃ بن عمرو عن عطاء بن ابی رباح عن ابی هریرۃ به مرفوعا وثم ساق اسانید متعددۃ وقال ۵۰
بمجموعها یتقوی الحدیث مع ان قال البزار انہ لیس فیہ حدیث صحیح فهو لا ینافی ما قلناہ

ف ومنہ یوخذ حکمۃ اختفاء التجلیات عن السالک احیانا کما اشار الیہ العارف الشیرازی بقولہ

گرہ نیست غیبتے نزھد
لذتی حضور

سور المومن شفاء کا مضمون بھی ثابت ہوگیا اور اہل طریق میں بزرگوں کی کھائی ہوئی چیز سے برکت حاصل کرنا کثرت سے معتاد ہے ۔

حدیث ناغہ کرکے ملاقات کیا کرو محبت میں ترقی کروگے روایت کیا اسکو بزار نے اور حارث بن ابی اسامہ نے اپنی مسندوں میں اور حارث کے طریق سے ابونعیم نے حلیہ میں طلحہ بن عمرو کی روایت سے وہ عطاء سے روایت کرتے ہیں اور وہ ابوہریرہ سے مرفوعاً پھر مقاصد میں کئی سندیں ذکر کرنے کے بعد) کہا ہے کہ ان اسانید کے مجموعہ سے حدیث میں قوت ہوتی ہے اگرچہ بزار نے کہا ہے کہ اسمیں کوئی حدیث صحیح نہیں لیکن یہ ہمارے قول کے منافی نہیں (کیونکہ صحت کی نفی سے ثبوت کی نفی نہیں ہوتی) **ف** اور اس سے بعض اوقات سالک سے تجلیات کے استتار کی حکمت بھی معلوم ہوتی ہے جیسا کہ عارف شیرازی نے فرمایا ہے ؎

گر نیست غیبتے ندہد لذتے حضور

الحديث سيد القوم
خادمهم ابو عبد الرحمن
السلمي في اداب الصحبة
من رواية يحيى بن اكثم
عن المامون عن ابيه
عن جده عن عقبة
ابن عامر رفعه بهذا وفي
سنده ضعف وانقطاع
ف ويجبر ضعفه
لعمل السلف به
قاطبة لاسيما
اهل الطريق في
كل زمان حيث
يخدمون كلا
حتى خدمهم
بكل خدمة
يحتاجون اليها۔
الحديث الصراط
كحد السيف او كحدة
الشعرة البيهقي في الشعب
عن انس به مرفوعا

حدیث جو کسی قوم کا سردار ہو وہ اونکا
خادم ہے (یعنی اسکو خادم ہونا چاہیئے)
روایت کیا اسکو ابو عبدالرحمن سلمی نے
اپنی کتاب آداب الصحبۃ میں یحیی بن اکثم
کی روایت سے اونہوں نے مامون رشید
سے اونہوں نے اپنے باپ سے اونہوں نے
اون کے دادا سے اونہوں نے عقبہ بن عامر
سے اونہوں نے اسی لفظ سے مرفوع کیا
ہے اور اسکی سند میں ضعف اور انقطاع
ہے **ف** اس کے ضعف کا تدارک اس سے
ہو جاتا ہے کہ عموماً سلف کا اسپر عمل رہا ہے 91
خصوص اہل طریق کا ہر زمانہ میں رہا ہے کہ وہ
سب کی خدمت کرتے ہیں حتی کہ اپنی خادموں کی
بھی جس خدمت کی اونکو حاجت ہو (اور کسی
حدیث پر اسطرح عمل کرنا علامت ہے کہ حدیث
کی کچھ اصل معتدبہ ہے ورنہ غیر ثابت پر
عمل کیوں کرتے)
حدیث پلصراط تلوار کی تیزی کی طرح
ہے یا بال کی باریکی کی طرح ہے روایت
کیا اسکو بیہقی نے شعب میں حضرت
انس سے مرفوعاً اور کہا کہ یہ اسناد ضعیف ہے

وقال هذا اسناد ضعيف
قال وروی عن زیاد النمیری
عن انس مرفوعاً الصراط
كحد الشعرة او كحد السيف
قال وهی رواية صحيحة
انتهی **ف** قلت
وبهٰذا فعه استبعاده
ما قال فيه بعض اهل
اللطائف من القوم
ان الصراط مثال
۹۲ للطريق الوسط الديني
ولما كان الوسط الحقيقي
غير منقسم ظهر الصراط بصورة
ما هو ادق من الشعر
فان الشعر منقسم عرضاً
وايضاً لما كان الوسط الحقيقي
اصعب من كل شیٔ فان الركون
الی جانبيه من الافراط و
التفريط قلما يسلم منه
انسان كما قال صلی الله عليه وسلم
لن يشاد الدين احد الا غلبه

بیہقی نے کہا ہے کہ یہ حدیث زیاد نمیری سے
روایت کی گئی ہے اونہوں نے انس سے
مرفوعاً روایت کیا ہے کہ صراط بال کی
باریکی کی طرح ہے یا تلوار کی تیزی کی طرح
اور کہا ہے کہ یہ روایت صحیح ہے ختم ہوا
کلام بیہقی کا **ف** میں کہتا ہوں کہ اِس کا
مستبعد ہونا اوس سے دفع ہوتا ہے
جو اس باب میں صوفیہ میں سے بعض اہل
لطائف نے کہا ہے کہ صراط صورت
مثالیہ ہے طریق دینی معتدل کی اور
چونکہ وسط حقیقی غیر منقسم ہوتا ہے اسلئے
صراط ایسی شکل میں ظاہر ہوگا جو بال سے
بھی باریک ہے کیونکہ بال تو عرض میں
منقسم ہوتا ہے نیز چونکہ وسط حقیقی پر قائم
رہنا ہر چیز سے زیادہ دشوار ہے کیونکہ
اوس کے دونوں طرفوں یعنی افراط و تفریط
کی طرف مائل ہوجانیسے بہت کم سالم رہتا
ہے جیساکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے ارشاد فرمایا ہے کہ کوئی ایسا شخص
نہیں جو دین کا سختی سے مقابلہ
کرے مگر اوسپر دین ہی غالب ہوگا۔

(باقی آئندہ)

ضرورت زیادہ ہوتی ہے۔ رہی زراعت کی ضرورت اس کا کام نہروں سے نکالنے لگے ہیں۔ تو بارش سے اس کا بھی تعلق کم ہو گیا۔ غرض فلسفہ بھی اس کو مانتا ہے۔ اور ہم تو مانتے ہی ہیں (تعلیم البیان۔ دعوات جلد ۵ صلا سطر ۱۲)

(۲۸) مثال۔ اب تو غضب یہ ہے کہ بعض لوگ ڈاڑھی منڈانی حلال بھی سمجھنے لگے ہیں اور جب اس کی بابت ان سے گفتگو کیجاتی ہے۔ تو کہتے ہیں کہ قرآن میں اس کی حرمت دکھلایئے۔ اور یہ سوال آج کل ایسا عام ہوا ہے کہ ہر شخص ہر بات کو قرآن سے مانگنے لگا ہے۔ میں اس جواب کا فیصل کن علمی جواب دیتا ہوں۔ یہ کوئی لطیفہ نہ ہوگا۔ بلکہ قابل غور جواب ہوگا۔ لیکن اول ایک شرعی اور ایک تمدنی قاعدہ بیان کرتا ہوں۔ تمدنی قاعدہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص عدالت میں ایک ہزار روپیہ کا دعوے پیش کرے۔ اور اس کی شہادت میں دو شاہد ایسے پیش کر دے جنہیں مدعا علیہ کوئی نقص یا کوئی عیب نہ نکال سکے تو مدعا علیہ پر ڈگری ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد مدعا علیہ کو یہ حق نہیں رہتا کہ وہ ان گواہوں کو تسلیم نہ کرے۔ اور یہ کہے کہ میں تو دعوے کو اسوقت تک تسلیم نہیں کرتا جبتک کہ خود صاحب جج اور مجسٹریٹ ضلع آکر گواہی نہ دیں۔ اور اگر مدعا علیہ ایسا کہے تو عدالت اسکو کہے گی کہ دعوی کے اثبات کے لئے مطلق شاہد کی ضرورت ہے۔ شاہد خاص کی ضرورت نہیں ہے۔ یا تو ان گواہوں میں کلام کرو۔ یا دعوی تسلیم کرو۔ (وعظ طریق النجات دعوات جلد ۵ صلا سطر ۶) 17

(۲۹) حکایت۔ ایک شخص کا قصہ ہے کہ اس نے ایک طبیب سے شکایت کی کہ مجھے نیند نہیں آتی۔ اس نے کہا بڑھاپے کے سبب۔ پھر اس نے کہا۔ کہ میرے سر میں درد بھی رہتا ہے۔ طبیب بولا یہ بھی بڑھاپے کے سبب۔ اسی طرح اس نے بہت سی شکایتیں بتلائیں۔ اور طبیب نے سب کا یہی جواب دیا کہ یہ سب بڑھاپے کی بدولت ہے۔ تو اصل سبب اس مرض میں بڑھاپا تھا۔ اور باقی سب اسکے اعراض تھے۔ (وعظ ایضا صلا سطر ۱)

(۳۰) حکایت۔ ایک بزرگوار کا قصہ ہے اور میں نے ان کو دیکھا بھی ہے کہ ان سے ایک عورت نے جس کا دوسرے شخص سے تعلق تھا کہا کہ میں اپنے شوہر کے پاس رہنا نہیں چاہتی۔ اور وہ مجھے طلاق نہیں دیتا۔ انہوں نے کہا تو کافر ہو جا (نعوذ باللہ)

اس سے نکاح ٹوٹ جائے گا. فرمایئے جب ایسے لوگ مقتدا ہوں گے تو قوم کی کیا حالت ہوگی. (وعظ ایضاً صہ ۲ سے ۱)

(۳۱) **حکایت**. میں نے دیو بند میں ایک واعظ صاحب کو وعظ کہتے ہوئے سنا اول اس نے یہ آیت پڑھی. ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ اس کے بعد ترجمہ اس آیت کا کیا کہ تمہارے لئے یہ بہتر ہے کہ تم تالا لگا کر نماز جمعہ کو جایا کرو. یہ خرابی کی تعلمون کی یعنی تالا سوند اس زمانہ میں مولانا رفیع الدین صاحب دیوبندی مہتمم مدرسہ زندہ تھے. اس واعظ کو بہت ڈانٹا (وعظ ایضاً صہ ۳۲ سے ۲)

(۳۲) **حکایت**. ایک واعظ کانپور میں آئے تھے. جامع العلوم میں انہوں نے وعظ کہا. یہ آیت پڑھی. وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ. اور ترجمہ کیا کہ جنت میں تخت ہوگا جس کا ایک ایک پایہ ایک ایک ہزار کوس کا ہوگا. اور طرہ یہ کیا کہ کوس کی تفسیر بھی کی کہ بڑے کوس کو کہتے ہیں (وعظ ایضاً صہ ۳ سے ۵)

۱۸ (۳۳) **حکایت**. مشہور ہے کہ اکبر نے کسی بھانڈ کو خوش ہو کر ایک ہاتھی دیدیا تھا. بھانڈ نے ہاتھی تو لے لیا. لیکن اس کو خیال ہوا کہ میں غریب آدمی اس ہاتھی کو کھلاؤنگا کہاں سے. اس کی تو چار خوراکوں میں میرا سارا گھر ہی ختم ہو جاوے گا. آخر اس کو معلوم ہوا کہ آج اکبر کی سواری فلاں طرف سے فلاں وقت گذرے گی. جب وہ وقت آیا تو اپنے ہاتھی کے گلے میں ایک ڈھول ڈالکر اسی طرف اسکو چھوڑ دیا. اکبر کی سواری جب گذری تو اس نے دیکھا کہ سامنے سے ایک ہاتھی چلا آرہا ہے. اور گلے میں ڈھول پڑا ہوا ہے غور کیا تو معلوم ہوا کہ خاصہ کا ہاتھی ہے. لوگوں سے پوچھا کہ یہ ہاتھی اس حالت میں کیوں پھرتا ہے. لوگوں نے کہا کہ حضور نے اپنے بھانڈ کو یہ ہاتھی دیدیا تھا. اکبر نے بھانڈ کو طلب کیا اور پوچھا کہ تم نے ہاتھی کو اس حالت میں کیوں چھوڑا ہے کہنے لگا حضور نے مجھے ہاتھی تو عنایت فرمایا. مگر میرے پاس کھلانے پلانے کو کیا دھرا تھا آخر یہ سمجھ میں آیا کہ جو میرا پیشہ ہے وہ ہی اسکو بھی سکھلا دوں. اس لئے میں نے گلے میں ڈھول ڈالکر چھوڑ دیا کہ مانگو. اور کھاؤ. اکبر کو یہ لطیفہ پسند آیا. اور اس نے ایک گانوں بھی انعام میں دیا. (وعظ ایضاً صہ ۲۳ سے ۲)

(۳۴) **حکایت**. حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ کے پاس ایک عالم کی طلب

میں ایک خط آیا تھا جس میں ان کے لئے بہت سی شرطیں لکھی تھیں کہ وہ ایسے ہوں۔ اور ایسے ہوں۔ اور کل دس ۱۰ روپیہ تنخواہ لکھی تھی۔ مولانا رح فرمانے لگے کہ پہلے انسوانی وصف ایک روپیہ تو رکھا ہوتا۔ (وعظ ایضاً صہ ۲۵ سطر ۱)

(۳۵) حکایت۔ ایک مرتبہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ میرٹھ میں تشریف فرماتھے کہ ایک شخص نے عشاء کے وقت ایک مسئلہ پوچھا۔ آپ نے اسکا جواب دیا مستفتی کے چلے جانے کے بعد ایک شاگرد نے عرض کیا کہ مجھے یہ مسئلہ یوں یاد ہے۔ آپ نے فرمایا تم ٹھیک کہتے ہو۔ اور مستفتی کو تلاش کرنا شروع کیا۔ لوگوں نے عرض کیا کہ رات زیادہ گئی ہے آپ آرام فرمایئے۔ ہم صبح ہونے پر اسکو بتلادیں گے۔ لیکن آپ نے قبول نہیں فرمایا۔ اور اس کے مکان پر تشریف لے گئے۔ گھر میں سے اسکو بلایا۔ اور فرمایا کہ ہمنے اسوقت مسئلہ غلط بتلادیا تھا۔ تمہارے آنے کے بعد ایک شخص نے صحیح مسئلہ ہمکو بتلایا اور وہ اس طرح ہے۔ جب یہ فرماچکے تب چین آیا۔ اور واپس آکر آرام فرمایا۔ (وعظ ایضاً صہ ۲۶ سطر ۱۳)

۱۹ (۳۶) حکایت۔ ایک نوجوان کی نسبت میں نے سنا ہے کہ وہ بیرسٹری پاس کرکے آرہے تھے۔ ان کے باپ نے اپنے ایک دوست کو لکھا کہ میرا لڑکا لندن سے آرہا ہے۔ تمہارے شہر سے اس کا گذر ہوگا۔ اگر تم اسٹیشن پر اس سے مل لو تو بہتر ہو تاکہ اسکو کسی قسم کی تکلیف نہ ہو۔ ان کے لکھنے کے موافق یہ مکتوب الیہ اسٹیشن پر گئے اور جاکر ان بیرسٹر صاحب سے ملے۔ اسوقت بیرسٹر کھانا کھارہے تھے۔ چونکہ رمضان شریف تھے اسلئے انکو تعجب ہوا اور انہوں نے دریافت کیا کہ رمضان شریف ہے۔ آپ نے روزہ نہیں رکھا۔ صاحبزادہ پوچھتے ہیں کہ رمضان کیا چیز ہوتا ہے انہوں نے کہا کہ رمضان ایک مہینہ کا نام ہے کہنے لگا جنوری۔ فروری۔ الخ ان میں تو رمضان کہیں نہیں آیا۔ آخر اس کی یہ حالت دیکھکر ان کو سخت صدمہ ہوا۔ اور سمجھے کہ منبع الکفر کا مسخ شدہ ہے اس کی حالت میں تغیر آنا۔ اور انا لیتد پڑھکر چلے آئے۔ (وعظ ایضاً صہ ۳۰ سطر ۹)

(۳۷) حکایت۔ پہلی بہیت میں ایک بزرگ کے پاس ایک بڑھیا آئی اور کچھ عرض کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فضل کرے۔ اس نے سنا نہیں۔ ایک شخص اور بیٹھے تھے۔

انہوں نے حکایت کے طور پر اس سے کہا کہ یوں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ فضل کریگا۔ وہ بزرگ سخت برہم ہوئے۔ اور فرمایا کہ مجھکو کیا خبر کہ فضل کرے گا یا نہ کرے گا۔ تم نے اپنی طرف سے گا کیسے بڑھایا۔ (وعظ ایضاً صہ س ۱)

(۳۸) حکایت۔ بمبئی سے ایک پہلوان کا خط آیا کہ میری کشتی ہونیوالی ہے۔ مجھے ایک تعویذ لکھدو کہ میں جیت جاؤں۔ میں نے کہا کہ اگر تمہارا مقابل بھی کسی سے تعویذ لکھا لے تو کیا ہوگا۔ پھر تعویذ تعویذ میں کشتی ہوگی۔ (وعظ ایضاً صہ س ۵)

(۳۹) حکایت۔ کسی بیوقوف کے پاس ایک شریر گھوڑا تھا۔ ہر چند اس کو دباتا تھا اور قابو میں لاتا تھا۔ لیکن وہ رسید ہی نہ دیتا تھا۔ کسی نے کہا کہ اسکو بیچدو۔ مالک صاحب نے کہا کہ آپ ہی اس کو بکوادیں۔ اس شخص نے چوک میں کھڑے ہوکر کہنا شروع کیا۔ کہ یہ گھوڑا بکتا ہے۔ اور ایسا قدم باز ہے کہ اپنی نظیر نہیں رکھتا۔ اور طرح طرح کے اوصاف بیان کئے۔ مالک صاحب یہ سنکر یہ کہنے لگے کہ میاں اگر ایسا ہے تو لاؤ میں ہی نہ رکھوں۔ کیوں بیچوں۔ اس نے کہا کہ کیا تمہارا عمر بھر کا تجربہ میرے چند الفاظ سے جاتا رہا۔ یہی حالت ہم لوگوں کی ہے۔ کہ صریحًا دیکھ رہے ہیں کہ ہمارے اندر ریا۔ فریب۔ حسد۔ شہوت ۴۰
غضب کا انبار موجود ہے۔ اور تمام عمر گذر گئی کہ نفس سے سابقہ پڑ رہا ہے۔ سرکشی اس کی مشاہدہ ہے کہ چاہتے ہیں کہ فلاں کام کرے اور نہیں کرتا۔ ان سب امور پر تو خاک ڈال دی اور یقین کس چیز پر آیا کہ ساری بستی کے لوگ مجھکو بزرگ سمجھتے ہیں۔ اس لئے میں بزرگ ہوں۔ (تعظیم الشعائر دعوات جلد ۱۷ صہ س ۱)

(۴۰) مثال۔ فرض کرو کہ ایک شخص مریض ہوا۔ اور وہ کسی طبیب کے پاس گیا۔ اور نسخہ دریافت کیا۔ اور حکیم صاحب نے نسخہ لکھا لیکن اتفاق سے مریض ایسی جگہ رہتا ہے کہ اس جگہ کوئی دوا دستیاب نہیں ہوتی۔ اس کے بعد حکیم صاحب نے پرہیز بتلایا۔ اور اتفاق سے اس گاؤں میں صرف وہی چیزیں ملتی ہیں جن کی ممانعت کی گئی ہے۔ اور جن چیزوں کی اجازت ہے ان میں سے ایک چیز بھی نہیں ملتی۔ اگر یہ مریض حکیم صاحب کے نسخہ کو دیکھکر اور پرہیز کو سنکر یہ کہنے لگے۔ کہ طب میں نہایت ہی تنگی ہے۔ کیونکہ دوائیں وہ بتلائیں جنمیں سے

(باقی آیندہ)

(۳) تو کیا کوئی تعلیم یافتہ صاحب اس بات کے قائل ہو سکتے ہیں کہ دلیل کوئی چیز نہیں جس میں اس قدر اشتباہ ہے۔ اس پر اگر عمل کیا جاوے تو انجام یہ ہو کہ دنیا میں نہ کسی کا الی حق ثابت ہو سکے نہ جانی اور تمام انتظامات درہم برہم ہو جاویں۔ بازار میں سودا خریدنے جاتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ خراب سودا بھی ہے اور اچھا بھی ہے تو کیا اچھے اور برے میں اشتباہ ہونے کی وجہ سے سودا خریدنا ہی چھوڑ دینا چاہیئے۔ اگر مطلقاً سودا خریدنا چھوڑ دیا جاوے تو کھانا پینا ہی بند ہو جاوے اور کام تمام ہو جاوے۔ اس تقریر سے یہ نتیجہ صاف طور پر نکلتا ہے کہ اشتباہ کے موقع پر ہر دو مشتبہ چیزوں کو چھوڑ دینا صحیح نہیں بلکہ حق و باطل اور اصلی اور نقلی اور کھوٹے اور کھرے میں تمیز کرنے کی ضرورت ہے۔ پس ہم کہتے ہیں کہ معجزات و شعبدات بھی اگر مشتبہ ہیں تو اس کا نتیجہ یہ نہیں ہو سکتا کہ دونوں سے قطع نظر کر لیا جاوے ورنہ اشلہ مذکورہ میں کہنا پڑے گا کہ ہر دو مشتبہ چیزوں کو چھوڑ دیا جاوے خصوصاً مقدمہ والی مثال میں کہنا پڑے گا کہ جب حاکم کے سامنے دونوں طرف کی دلیلیں وکلا نے پیش کیں تو حاکم کو چاہیئے کہ دونوں سے قطع نظر کر کے خاموش ہو جاوے اور کسی کو ڈگری نہ دے کیونکہ اشتباہ موجود ہے حالانکہ کبھی ایسا نہیں کیا جاتا اور نہ کوئی کہہ سکتا ہے کہ سکوت صحیح طریقہ ہے۔ صحیح طریقہ یہی مانا جاتا ہے کہ دونوں طرف کی دلیلوں میں امتیاز کرنا چاہیئے کہ کونسی صحیح اور کونسی غلط ہے یا کونسی قوی اور کونسی ضعیف ہے۔ اسی پر تمام دنیا کے کاروبار چل رہے ہیں۔ بنابریں معجزات و شعبدات میں بھی امتیاز کرنا چاہیئے نہ یہ کہ ذرا سا اشتباہ پا کر معجزات کو شعبدات کی طرح بیکار قرار دیا جاوے کیونکہ معجزات پر نبوت کی بنا ہے اور نبوت سے معادکی صلاح و فلاح ہوتی ہے جو ضروری اور لابدی اور باقی غیر فانی ہے۔ جبکہ دنیا کی صلاح و فلاح کے لیئے مقدمات میں کتنی کتنی چھان بین کر کے حق و ناحق میں تمیز کی جاتی ہے۔ ذرا سی چیز خریدی جاتی ہے تو اشتباہ کو غور و خوض سے رفع کر کے اچھے کو برے سے اور کامل کو ناقص سے جدا کر لیا جاتا ہے۔ حالانکہ یہ سب چیزیں فانی اور ان کا نقصان و نفع غیر قابل التفات ہے تو ظاہر ہے کہ منفعت باقی کے حاصل کرنے کے لئے اور مضرت ابدی سے بچنے کے لیئے چھان بین ۲۰۹

(۱) نبی سمجھ لیتے اِس لیے ایک ذریعہ استدلال کا اُن کے ادراک کے موافق بھی

(۲) کرنا اور غور وخوض کرنا بدرجہا زیادہ ضروری ہوگا۔ مولانا فرماتے ہیں۔

جملہ عالم زیں سبب گمراہ شد کم کسے زابدال حق آگاہ شد
ہمسری با انبیا بر داشتند اولیا را ہمچو خود پنداشتند
سحر را با معجزہ کردہ قیاس ہر دو را بر مکر بنہادہ اساس
کار پاکاں را قیاس از خود مگیر گرچہ ماند در نوشتن شیر و شیر
شیر آں باشد کہ آدم میخورد شیر آں باشد کہ آدم میخورد

معجزہ اور شعبدہ اور مسمریزم میں فرق کا بیان یہ ہے کہ طالب حق کو دونوں میں فرق کر لینا کچھ بھی دشوار نہیں۔ جتنی چھان بین مقدمات میں کی جاتی ہے اگر اسکی چوتھائی بھی اِس بارہ میں کی جاوے تو دودھ الگ اور پانی الگ ہو جاوے گا۔ معجزہ کی تعریف یہ کی گئی ہے کہ وہ کوئی ایسا کام خلاف عادت ہے جس کو حق تعالیٰ اپنے کسی نبی کے ہاتھ پر بلا واسطہ سبب طبعی کے پیدا فرماتے ہیں تاکہ وہ لوگ جنکی طرف وہ نبی بھیجے گئے ہیں اُس کو دیکھکر جان لیں کہ اس بندہ کو خدائے تعالیٰ کے ساتھ ایسی خصوصیت ہے کہ اسکی سچائی ثابت کرنے کے لئے خدائے تعالیٰ نے اُس کے ہاتھ سے بلا واسطہ اسباب طبعیہ کے یہ کام کر دیا۔ جب اِس سے اُن کی خصوصیت اور مقبولیت عنداللہ ثابت ہو جاوے گی تو اُن کی تعلیم کو بدل و جان قبول کیا جاویگا اور نبوت کا کام پورا ہوگا۔ باقی دنیا میں جہاں ہر چیز میں اشتباہات ہیں اور ہر چیز میں کھوٹا کھرا اور اصلی اور نقلی موجود ہے۔ اِسی طرح معجزہ کے ساتھ بھی شعبدہ یا مسمریزم کو مشابہت ہو تو کیا تعجب کی بات ہے۔ ظاہرا جیسے معجزہ سے ایسے کام ہوتے ہیں جو ہر شخص نہیں کر سکتا۔ ایک معمولی بازیگر ایسے انوکھے کام کر دکھاتا ہے جس کو دیکھکر اچھے اچھے عقلمند حیران رہ جاتے ہیں لیکن ذرا غور سے کام لیا جاوے تو دونوں میں فرق ہے۔ شعبدہ اور مسمریزم واقع میں خلاف عادت نہیں ہوتا بایں معنے کہ بلا کسی سبب کے اُس کا وجود نہیں ہوتا ضرور بواسطہ سبب کے ہوتا ہے ہاں وہ سبب خفی ہوتا ہے۔ کبھی وہ کوئی چالاکی اور ہتھ پھیری ہوتی ہے کبھی کسی طبعی قوت کی مشق ہوتی ہے اور اسی طرح سے وہ کام نمودار ہو جاتا ہے ۲۱۰

(۱) رکھا گیا جسمیں علم اضطراری صحت دعوے نبوت کا پیدا ہوجاتا ہے۔
بے اختیاری ۱۲

(۷) کہ معلوم ہوتا ہے کہ بلا سبب کے ہوا اسکی دلیل یہ ہے کہ اگر کوئی محنت کرتا ہے اور اسکے سبب کو تلاش کرتا ہے تو پتہ چل جاتا ہے۔ جیسے کہ تلاش کرنے والا بھی مشق کرکے اسی طرح اس کام کو کرنے لگتا ہے پھر وہ اس شعبدہ باز کا بھی مقابلہ کرسکتا ہے تو شعبدہ خارق عادت (خلاف عادت) ہوا کیونکہ جیسے دنیا کے تمام کام سبب کے ذریعہ سے ہوتے ہیں ایسے ہی یہ بھی سبب کے ذریعہ سے ہوتا ہے صرف اتنا ہوا کہ شعبدہ کا سبب اور ذریعہ عام نظروں سے پوشیدہ رہا۔ اور معجزہ سے وہ کام محض قدرت خداوندی سے بلا واسطہ سبب کے ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ شعبدہ باز اس کا مقابلہ نہیں کرسکتا اور کوئی مشق اور محنت سے اسکو حاصل نہیں کرسکتا نہ اس نبی نے اس کو مشق سے حاصل کیا ہے بلکہ بسا اوقات بلا ارادہ اور اطلاع نبی کے وہ کام پیدا ہوجاتا ہے۔ دیکھو حضرت موسےٰ علیہ السلام کو معجزۂ عصا دفعۃً عطا ہوا انہوں نے پہلے سے اسکی کوئی مشق کی تھی نہ یہی ہوا کہ ان کو کوئی طریقہ مشق کا بتایا گیا ہوتا کہ چند روز ایسا کرو تو عصا میں یہ اثر پیدا ہوجاوے گا بلکہ دفعۃً حکم ہوا کہ عصا کو ۲۱۱
زمین پر ڈال دو بس ڈالتے ہی وہ سانپ بن گیا۔ حضرت موسےٰ علیہ السلام اس بات کو ایسے بیخبر تھے کہ یہ نئی بات دیکھ کر ڈر گئے اور بھاگے۔ یہ صاف دلیل ہے اس بات کی کہ یہ کرشمہ مسمریزم کا نہ تھا اور نہ کسی سبب ہی کے ذریعہ سے پیدا ہوا تھا۔ کیونکہ سبب اس وقت سوائے اس کے کچھ بھی موجود نہ تھا کہ عصا کو زمین پر ڈالدیا۔ اگر زمین پر ڈالنا سانپ بنجانے کا سبب ہوسکتا ہے تو ہر شخص لکڑی کو زمین پر ڈال کر کیوں سانپ نہیں بنالیتا حضرت عیسےٰ علیہ السلام بلا باپ کے پیدا ہوئے ظاہر ہے کہ ان کے ارادہ کو اس میں کیا دخل ہوسکتا ہے۔ اور آپ اسی وقت بولنے لگے یہ مشق آپ نے کب کی تھی اور کیا یہ بات کسی کو مشق سے حاصل ہوسکتی ہے۔ کیا کوئی ایک بھی نظیر اسکی پیش کی جاسکتی ہے کہ نوزائیدہ بچہ بولنے لگے اور بات بھی ایسی کہے جو بڑے سے بڑا سن رسیدہ اور جہاندیدہ اور عقلمند نہ کہہ سکے۔ قرآن پاک میں ہے کہ مریم علیہا السلام کو حکم ہوا جس کا حاصل یہ ہے کہ تم سے تمہاری قوم اس بچہ کے متعلق پوچھے کہ یہ کہاں سے آیا تو تم کہدینا کہ اسی سے پوچھو چنانچہ

(ا) اور دوسرے اہل شعبدہ سے ان کو (یعنی عوام کو ۱۲) خلط ملط اِس لیئے نہیں ہوسکتا

(ح) ایسا ہی ہوا۔ لوگوں نے کہا بچہ سے کیا پوچھیں یہ کیا جواب دیگا۔ آپ خود بول اُٹھے۔ قال انی عبد اللّٰہ۔ الآیۃ۔ ترجمہ یہ ہے کہ میں بندہ ہوں اللہ کا اُس نے مجھکو کتاب دی اور مجھکو نبی کیا اور برکت کو میرے واسطے وابستہ کیا میں جہاں کہیں بھی ہوں۔ اور مجھکو نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیا جب تک میں زندہ رہوں اور اپنی ماں کے ساتھ اچھا برتاؤ رکھنے کا حکم دیا اور مجھکو متکبر شقی نہیں بنایا۔ یہ کلمات کس قدر حسن تعلیم کے جواہر ریزے ہیں۔ اول تو بچہ کا بولنا ہی تعجب کی بات ہے پھر ایسے حکمت کے کلمات کہنا۔ کیا یہ مشق سے حاصل ہوا تھا۔ کوئی ذی فہم سوائے اِس کے نہیں کہہ سکتا کہ یہ سب کرشمے محض قدرت خداوندی سے بلا توسط کسی سبب کے ظہور میں آئے۔ کبھی آپ نے کسی جادوگر یا شعبدہ باز کو سُنا ہوگا کہ ایک دن کے بچہ سے کوئی کرشمہ ظہور میں آیا ہو۔ ستون حنانہ کا معجزہ بھی اسی طرح بلا اطلاع و ارادہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے ظہور میں آیا۔ ستون حنانہ ایک کھجور کا تنہ تھا جو مسجد نبوی میں گڑا ہوا تھا۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم جب کچھ بیان ۲۱۲
فرماتے تو اُسپر ذرا ٹیک لگا لیتے تھے۔ ایک بڑھئی نے منبر بنا کر پیش کیا کہ حضور کو کھڑے ہونے کی تکلیف ہوتی ہے اسپر آرام ملا کرے گا۔ چنانچہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم اُسپر تشریف فرما ہوئے۔ بس وہ ستون چیخ اُٹھا اور اِس طرح رونے کی آواز اُس میں سے آنے لگی جیسے بچہ روتا ہے ؎

وحن لہ الجذع القدیم تحزنا فان فراق الحب ادھی المصائب

ترجمہ۔ اور چیخنے لگا حضور کے لئے بوسیدہ کھجور کا تنہ غم فراق کی وجہ۔ کیونکہ محبوب کی جدائی سب سے بڑی مصیبت ہے۔ تمام مجلس پر اِس کا اثر ہوا۔ ؎

رأیتم جذعۃ حنت وانت ورق الحاضرون لھا رنینا

ترجمہ۔ دیکھا تم نے ایک کھجور کے تنہ کو کہ چیخنے لگا اور زاری کرنے لگا۔ حتے کہ حاضرین مجلس بھی اُسکے ساتھ چیخنے لگے۔

حضور صلے اللہ علیہ وسلم نہایت رؤف و رحیم تھے حضور پر بھی اُس کا رونا نہایت

(باقی آئندہ)

کسیکو متقی کہنا درست نہ ہوگا اسلئے بچپن میں تقویٰ سے ہو ہی نہیں سکتا اور تمام مراتب اور مناصب جلیلہ جو عند الشرع محمود ہیں۔ ان سب میں آخر عمر کا اعتبار ہوتا ہے مثلاً غوث ہونا یا قطب ولی ہونا یا نبی اسی واسطے جو لوگ اپنی عمر میں ان مراتب سے شرف اندوز ہوں ان کو بھی انہیں القاب سے ملقب کرتے ہیں اگرچہ لڑکپن اور جوانی میں ان کو یہ مراتب حاصل نہ ہوئے ہوں خلاصہ یہ ہے کہ اتقیٰ اس شخص کو کہتے ہیں جو اپنی آخر عمر میں کہ وہ اعمال کے اعتبار کا وقت ہے اپنے زمانہ کے زندہ لوگوں سے افضل اور تقویٰ میں زیادہ ہو پس اس تقریر سے بلا تکلف اور بغیر تاویل اپنا مطلب ثابت ہو گیا۔

عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا مکہ مکرمہ میں دستور تھا کہ آپ ضعیف اور بوڑھی عورتوں کو جب وہ اسلام لے آتی تھیں خرید کر آزاد کر دیا کرتے تھے ایک بار آپ کے والد بزرگوار نے فرمایا اے صدیق! میں دیکھ رہا ہوں کہ تم ضعیف لوگوں کو خرید کر آزاد کر رہے ہو اگر بجائے ان کے قوی اور جوان لوگوں کو خرید کر آزاد کرو تو بُرے وقت میں وہ تمہاری اعانت کر سکتے ہیں آپ نے فرمایا ابا جان! مجھ کو ۱۲۷
محض اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور رضا جوئی مطلوب ہے، دنیاوی فائدہ حاصل کرنا مقصود نہیں اسپر فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰى الخ نازل ہوئی (ابن جریر) عروہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جب ان سات آدمیوں کو جو محض مسلمان ہونے کے جرم میں تکالیف دیجاتی تھیں آزاد کیا تو اس پر وَسَیُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى الَّذِیْ یُؤْتِیْ مَالَهٗ یَتَزَکّٰى نازل ہوئی (طبرانی) عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ فرماتے ہیں۔ وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰٓى الخ نازل ہوئی (بزاز) (کذا فی تاریخ الخلفاء)

باریتعالیٰ عز اسمہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں ارشاد فرماتے ہیں ؂

لَا یَسْتَوِیْ مِنْکُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ ؕ اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِیْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَقَاتَلُوْا ؕ وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ	جو لوگ فتح مکہ سے پہلے خرچ کر چکے اور لڑ چکے برابر نہیں (بلکہ) وہ لوگ درجہ میں ان لوگوں سے بڑے ہیں جنہوں نے (فتح مکہ کے) بعد میں خرچ کیا اور لڑے اور (یوں) اللہ تعالیٰ نے بھلائی (یعنی ثواب) کا وعدہ سب سے کر رکھا ہے اور اللہ تعالیٰ کو

الحسنٰی ۚ واللہ بما تعملون خبیر (سورۂ حدید) تمہارے سب اعمال کی پوری خبر ہے۔

چنانچہ صاحب مدارک اپنی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں :-

نزلت فی ابی بکر رضی اللہ عنہ	نازل ہوئی یہ آیت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حق میں
لانہ اول من اسلم واول من انفق فی	اسلئے سب سے پہلے آپ ہی اسلام لائے اور آپ ہی نے سب سے
سبیل اللہ وفیہ دلیل علی فضلہ و	پہلے اللہ کی راہ میں خرچ کیا اور اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ
تقدمہ (جزو رابع تفسیر مدارک ص۱۶۹ مطبوعہ مصر)	وسلم کے بعد آپ کی فضیلت اور سب سے مقدم ہونے کی دلیل ہے

نیز تفسیر بحر العلوم میں مسطور ہے "روایت کیا گیا ہے کہ اس آیت کا نزول ابوبکر رضی اللہ عنہ کی شان میں ہے اس لئے کہ اول مسلمان اور اول خرچ کرنے والے راہ خدا میں ہی تو حتیٰ کہ تمام مال دیکر ایک کملی میں رہ گئے تھے ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا اور آپ کے پاس ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی بیٹھے ہوئے تھے اس حال میں کہ آپ کے بدن پر ایک کملی تھی کہ اسکو بطور جبہ کے پہن کر ایک کانٹا بجائے
۱۲۸ گھنڈی کے اپنے سینہ پر لگا لیا تھا اس اثنا رمیں جبرائیل علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں تشریف لائے اور کہا کہ مجھ کو کیا ہوا؟ کہ میں ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کو اس حال میں دیکھتا ہوں کہ ان کے بدن پر ایک کملی ہے اور اس کے سینہ پر ایک کانٹا لگا لیا ہے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انہوں نے تمام مال فتح مکہ سے پہلے مجھ پر خرچ کر ڈالا ہے جبرائیل علیہ السلام نے کہا کہ حق تعالیٰ شانہ فرماتے ہیں کہ ان سے میرا سلام کہو اور یہ کہو کہ آیا مجھ سے اس فقر میں راضی ہو یا ناراض؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا اے ابوبکر! باریتعالیٰ تم کو سلام فرماتے ہیں اور یہ فرماتے ہیں کہ تم مجھ سے اس فقر میں راضی ہو یا ناراض؟ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ کیا میں اپنے رب سے ناراض ہونگا؟ بلاشبہ میں اپنے رب سے راضی ہوں بلاشبہ میں اپنے رب سے راضی ہوں اسکو معالم میں روایت کیا اور احمد نے اسکو اپنی مسند میں روایت کیا پس جس پر خدا تعالیٰ سلام کے ساتھ ابتدا کرے اور اسکی رضا جوئی کرے اس سے دشمنی رکھنے والوں کو کس درجہ کی شقاوت ہوگی نعوذ باللہ منہ

تفسیر حسینی میں اس آیت کا سبب نزول شانِ صدیقی ہی کو بتلایا ہے چنانچہ اس میں یہ عبارت مرقوم ہے :-

اکثر مفسران برانند کہ ایں آیت در شان ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کہ اول کسیکہ ایمان آورد و نفقہ کرد و باکفار مخاصمہ نمود او بود و اشارت بدیں معنی در صفت - و می گفتہ اند - رباعی	اکثر مفسرین اس پر (متفق) ہیں کہ یہ آیت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شان میں ہے آپ ہی پہلا شخص جو ایمان لایا اور جس نے (اس کے رستہ میں) خرچ کیا اور کفار سے (جس نے پہلے) جنگ کی آپ ہی تھے اس معنی کی طرف اشارہ کرکے آپ کی تعریف میں بیان کیا ہے۔
صاحب قدم مقام و تجرید	صاحب قدم مقام و تجرید
سر دفتر جملہ اہلِ توحید	سر دفتر جملہ اہلِ توحید
در جمع مقربانِ سابق	در جمع مقربانِ سابق
حقا کہ جز او نبود صادق	حقا کہ جزا و نبود صادق

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آیت وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ حضرت ابوبکر ۱۲۹
وحضرت عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں نازل ہوئی ہے (حاکم)

مجاہد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس وقت یہ آیت إِنَّ اللهَ وَمَلٰئِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ نازل ہوئی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کوئی ایسی نیکی آپ کے لیے نازل نہیں ہوئی ہے کہ جس میں حق تعالیٰ شانہٗ نے ہم کو نہ شریک کیا ہو مگر اس آیت میں ہم کو شامل نہ فرمایا اسی وقت هُوَ الَّذِي يُصَلِّي عَلَيْكُمْ وَمَلٰئِكَتُهُ نازل ہوئی۔

بعض مفسرین نے بیان کیا ہے کہ صَالِحُ الْمُؤْمِنِينَ جو سورہ تحریم میں واقع ہوا اللہ نے حضرت ابوبکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے حق میں نازل فرمایا ہے چنانچہ تفسیر حسینی میں مرقوم ہے۔

وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِينَ وشایستگان از مومنان اتباع و اعوان او بند مراد ہمہ صحابہ اند و بقو	صالح المومنین اور مومنین سے نیک لوگ جو آپ کے تابعدار اور مددگار ہیں مراد تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں

صدیق و فاروق رض کہ پدر عائشہ و حفصہ رض اند و معاون آں حضرت کہ رضائے او بر رضائے فرزندان خود اختیار کنند۔	اور ایک قول میں حضرت صدیق و فاروق رضی اللہ عنہما ہیں حضرت عائشہ اور حفصہ کے والد بزرگوار ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایسے معاون ہیں کہ آپ کی خوشنودی کو اپنے فرزندوں کی خوشنودی پر ترجیح دیتے ہیں۔

نیز تفسیر عجیب العلوم میں مذکور ہے" اور بعضوں نے کہا کہ مراد صالح المومنین سے ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما ہیں" حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جب تک قسم کے کفارہ کی آیت نازل نہیں ہوئی تھی۔ تب تک حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی قسم کے کبھی خلاف نہیں کیا (کذا فی البخاری)

سورہ احقاف کی یہ آیت بھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی کے بارہ میں نازل ہوئی ہے

وَوَصَّيْنَا الْإِنسَانَ بِوَالِدَيْهِ	اور ہم نے انسان کو اپنے ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرنے کا حکم دیا
إِحْسَانًا حَمَلَتْهُ أُمُّهُ كُرْهًا وَ	اسکی ماں نے اسکو بڑی مشقت کے ساتھ پیٹ میں رکھا اور بڑی مشقت کے ساتھ
وَضَعَتْهُ كُرْهًا وَحَمْلُهُ وَفِصَالُهُ	اسکو جنا اور اسکو پیٹ میں رکھنا اور اسکو دودھ چھڑانا تیس مہینہ میں ہے یہاں تک
ثَلَاثُونَ شَهْرًا حَتَّىٰ إِذَا بَلَغَ أَشُدَّهُ ۱۳۰	کہ جب اپنی جوانی کو پہونچ جاتا ہے اور چالیس
وَبَلَغَ أَرْبَعِينَ سَنَةً قَالَ	برس کو پہونچتا ہے تو کہتا ہے کہ اے میرے
رَبِّ أَوْزِعْنِي أَنْ أَشْكُرَ نِعْمَتَكَ	پروردگار! مجھ کو اس پر مداومت دیجئے کہ میں آپ کی
الَّتِي أَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلَىٰ وَالِدَيَّ	ان نعمتوں کا شکر کیا کروں جو آپ نے مجھ کو اور میرے ماں باپ
وَأَنْ أَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضَاهُ وَ	کو عطا فرمائی ہیں اور میں نیک کام کیا کروں جس سے آپ
أَصْلِحْ لِي فِي ذُرِّيَّتِي إِنِّي تُبْتُ	خوش ہوں اور میری اولاد میں بھی میرے لیے صلاحیت
إِلَيْكَ وَإِنِّي مِنَ الْمُسْلِمِينَ	پیدا کر دیجئے میں آپ کی جناب میں توبہ کرتا ہوں اور میں
أُولَٰئِكَ الَّذِينَ نَتَقَبَّلُ عَنْهُمْ أَحْسَنَ	فرماں بردار ہوں یہ وہ لوگ ہیں کہ ہم ان کے نیک کاموں کو قبول
مَا عَمِلُوا وَنَتَجَاوَزُ عَن سَيِّئَاتِهِمْ	کریں گے اور ان کے گناہوں سے درگذر کردیں گے اس طور پر
فِي أَصْحَابِ الْجَنَّةِ وَعْدَ	کہ یہ اہل جنت میں سے ہوں گے اس وعدہ صادقہ کی
الصِّدْقِ الَّذِي كَانُوا	وجہ سے جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا تھا۔
يُوعَدُونَ	

(باقی آئندہ)

دو ترجمہ والا قرآن شریف

ایک ترجمہ حضرت شاہ رفیع الدین صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے یہ لفظی ہے
اور دوسرا ترجمہ حکیم الامۃ حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب تہانوی مدظلہ کا ہے جو تقریباً
تحت لفظ ہونے کے باوجود بامحاورہ اور نہایت سلیس ہے اور حاشیہ پر ایک عام تفسیر ہے جو
مفصل ذیل کتب کا خلاصہ ہے تفسیر کبیر۔ ابن جریر۔ درمنثور۔ خازن۔ ابن کثیر۔ مدارک۔ موضح القرآن
فتح الباری۔ مستدرک حاکم۔ ابن مردویہ۔ ابن ابی حاتم۔ مسند بزار۔ مسند امام احمد اور اسباب شان نزول
از علامہ جلال الدین سیوطی رہ ہے تقطیع متوسط یعنی طول دس انچ اور عرض ساڑھے چھ انچ
لکھائی نہایت پاکیزہ کاغذ ولایتی چھپائی دیدہ زیب ہدیہ بلاجلد۔ پانچروپیہ (۵) مجلد ۱۲/۶

حمائل شریف مترجم

ترجمہ حضرت حکیم الامۃ مدظلہ تقطیع طول پونے آٹھ انچ۔ عرض پانچ انچ۔
خط نہایت پاکیزہ کاغذ وطباعت قابل دید ہدیہ ۱۲/ مجلد ۱۲/۳

دیگر عرض

قرآن شریف معرا مندرجہ ذیل ہدیوں کے روانہ ہوسکتے ہیں ۱۲/ار۔ عہ۔ عہ۔ جہ۔
جہ۔ ع/ار۔ ع/۲ار۔ ع/۸ار۔ ۱۲/ار۔ ۸/ار۔ للعہ۔ للعہ۔
اور قرآن شریف مترجم بھی مختلف ہدیوں کے ہیں۔ مثلاً عا/ار ۱۲/ار ۸/ار۔ عہ
۱۲/ار ۸/ار ۸/ار۔ ۸/ار وغیرہ۔
جس انداز کا درکار ہو طلب فرمائیں انشاء اللہ جلد از جلد ارسال ہوگا اور ایسا ارسال ہوگا
جو انشاء اللہ ہدیہ کی مناسبت سے پسند آویگا۔ مگر محصول ڈاک ہر ایک بذمہ خریدار ہوگا۔ فقط

قرآن شریف منگانیکا پتہ:- کتب خانہ اشرفیہ دریبہ کلاں دہلی

(حکیم الامۃ محی السنۃ حضرت شاہ محمد اشرف علی صاحب مدظلہ کی تازہ تالیف)

خطبات الاحکام

اس میں جمعہ کے باون خطبے ہیں تاکہ سال بھر تک ہر جمعہ کو نیا خطبہ پڑھا جاسکے اسکے علاوہ عیدین و نکاح استسقاء کے بھی خطبے درج ہیں اور سب خطبے نہایت سلیس ہیں اور باوجود جامع ہونیکے نہایت مختصر ہیں جو خطبوں میں محض ترغیبی مضامین ہیں حالانکہ ضرورت احکام کی بھی ہے اسواسطے ان خطبوں میں خاص اہتمام کے ساتھ ترغیب و ترہیب کے علاوہ ضروری احکام بھی بیان کیے گئے ہیں مثلاً علم کی فضیلت اور ضرورت عقائد کی درستی پاکی کی فضیلت۔ نماز کی تاکید اور فضیلت۔ قرآن شریف کا پڑھنا پڑھانا اور اوسپر عمل کرنا ذکر اللہ اور دعا کی فضیلت۔ نوافل کی فضیلت۔ کہانے پینے میں اعتدال کا حکم۔ نکاح کے حقوق کسب اور اسکی تدبیر حقوق عام و خاص۔ خلوت۔ سفر کے آداب۔ نیک کام کا امر کرنا اور بُرے کام سے روکنا۔ آداب المعاشرت باطن کی اصلاح تہذیب اخلاق شکم اور شرمگاہ کی حفاظت زبان کی حفاظت۔ مذمت غصہ کینہ حسد۔ مذمت دنیا بخل اور مال کی محبت حب جاہ اور ریاکاری کی برائی تکبر اور خود پسندی کی مذمت۔ دھوکہ کھانیکی مذمت۔ توبہ کی فضیلت اور ضرورت۔ صبر اور شکر کی فضیلت۔ خوف و رجا۔ فقر و زہد۔ توحید اور توکل۔ محبت اور شوق اور انس اور رضا۔ اخلاص اور صدق۔ مراقبہ اور محاسبہ۔ تفکر اور سوچنا۔ موت اور بعد موت کا ذکر۔ یوم عاشورہ کے متعلق ہدایتیں صفر کے متعلق و ربیع الاول و ربیع الثانی کی رسوم ماہ رجب کے متعلق ہدایت ماہ شعبان کے احکام ماہ رمضان کی فضیلت روزہ کی فضیلت تراویح کی فضیلت شب قدر اور اعتکاف کی فضیلت عید الفطر کے احکام حج بیت اللہ اور زیارت مدینہ۔ ذی الحجہ کے احکام۔ عید الفطر کی فضیلت نیز عید الضحیٰ استسقاء کی نماز۔ منجملہ دیگر خوبیوں کے ایک خوبی یہ بھی ہے کہ تمام احکام قرآن و حدیث ہی سے ثابت کیے ہیں اور چونکہ خطبہ عربی زبان میں ہونا ضروری ہے اور اس کے ساتھ غیر عربی میں مضمون بیان کرنا خلاف سنت ہے اسواسطے خطبہ تو محض عربی ہی میں لکھا ہے مگر عوام کے مطالعہ کے واسطے اسکی آیتوں اور حدیثوں کا ترجمہ بھی آخر میں شامل کردیا گیا ہے۔ اگر اسکو نماز کے بعد وعظ کی جگہ سنادیا جاوے تب بھی مفید ہو قیمت عام عہ عاتی ۱۱

ملنے کا پتہ۔ محمد عثمان تاجر کتب دریبہ کلاں دہلی

رجسٹر نمبر ایل ۱۶۶۵

قال الله تعالىٰ وقرآنا فرقناه لتقرأه على الناس على مكث ونزلناه تنزيلا

چوں آیت موصوفہ دال ست بنافعیت تعلیم تدریجی برائے
عامۂ ناس حاضر باشد یا بادی، و نیز بر ضرورت تعلیم علوم قرآنیہ یعنی تفسیر و تکمیل ست
بر مقاصد مبادی، پس اتباعاً للنص المزبور صحیفہ شہریہ کہ مشتمل ست بر تدریج شہور
مسمےٰ بہ

الہادی

جلد ۶ | بابت ماہ شوال المکرم سنہ ۱۳۴۳ھ | نمبر ۶

کہ جامع ست انواع علوم دینیہ را برائے ہر طالب جادی، و مذکر ست در ہر مجلس و نادی
و مسکن ست برائے ہر جائع و صادی، و بصورت تجربہ رسالۃ الانوار المحمدی و تسہیل المواعظ
و حل اشتباہات کلید مثنوی و اشرف الامثال خیر و المنتخب و سیرۃ الصدیق کہ اکثر ان مستفادست
از درگاہ ارشادی یعنی خانقاہ اشرفی امدادی، باہتمام محمد عثمان خاں ساعی در راہ اصلاحی
در محبوب المطابع دہلی مطبوع گردید

از کتبخانہ اشرفیہ دریبہ کلاں دہلی بزر نانور بر صدق رسمی گردد

سلہ ہذا التفسیر العام ماخوذ من حدیث اقتض سیبنا بکتاب المرو تقتض بار جم ۱۲

فہرست مضامین

رسالہ الہادی بابت ماہ شوال المکرم ۱۳۴۸ھ ہجری نبوی صلعم
جو بہ برکت دعا حکیم الامۃ محی السنۃ حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب مدظلہ العالی
کتب خانہ اشرفیہ دریبہ کلاں دہلی سے شائع ہوتا ہے

نمبر شمار	مضمون	فن	صاحب مضمون	صفحات
۱	الانوار المحمدیہ	حدیث	مولانا مولوی حافظ ظفر احمد صاحب سلمہٗ	۳–۹
۲	تسہیل المواعظ	وعظ	حکیم الامۃ حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب مدظلہٗ	۱۰–۱۴
۳	المنتخب من الخطب	مضامین مختلف	" " "	۱۵–۲۲
۴	کلید مثنوی	تصوف	" " "	۲۳–۲۶
۵	التشرف حصہ دوم	"	" " "	۲۷–۳۰
۶	امثال عبرت	مضامین مختلف	" " "	۳۱–۳۴
۷	حل الانتباہات	کلام	مولٰنا مولوی حکیم محمد مصطفٰے صاحب سلمہٗ	۳۵–۳۸
۸	سیرۃ الصدیق	سیر	مولوی محمد صابر صاحب	۳۹–۴۶

چند کمیاب کتب کی فراہمی

اتفاق سے مفصل ذیل کتب دستیاب ہو گئی ہیں جن کی قیمت و تعداد درج ذیل ہیں جن حضرات کو ضرورت ہو طلب فرماویں

نام کتاب	قیمت فی جلد	تعداد جلد موجودہ	نام کتاب	قیمت فی جلد	تعداد جلد موجودہ
دعوات عبدیت کی اول جلد کامل	عمر	۵۳	الجبور ایک وعظ	۴ر	۲۱
دعوات عبدیت کی پانچویں جلد کامل	چہ ر	۱۴	راحت القلوب ایک وعظ	۳ر	۴۰
دعوات عبدیت کی چھٹی جلد کامل	اار	۷	عمل الذرہ ایک وعظ	۳ر	۴۰
ہفت ختم کامل	عمر	۴۰	مفتاح الخیر ایک وعظ	ار	۵۵
الافتضاح ایک وعظ	۳ر	۴۹	اصلاح انقلاب کامل ہر دو حصص	عہ ر	۱۲
مظاہر الاحوال ایک وعظ	۵ر	۲۰			

ملنے کا پتہ محمد عثمان تاجر کتب دریبہ کلاں دہلی

اسلئے ہمکو اس دن میں روزہ نہ رکھنا چاہیئے اور اگر کوئی شخص مشابہت یہود کے قصد سے اس دن میں روزہ رکھے گا تو کراہیت تحریمیہ کا مرتکب ہوگا (صرح بہ فی الدر والشامیۃ) اور چونکہ جمعہ کے روزہ میں کسی کافر جماعت کی مشابہت نہیں تو اُس کا روزہ تنہار کھنا مکروہ تنزیہی بھی نہیں البتہ اگر کوئی شخص روزہ کے ذریعہ سے جمعہ کی تعظیم کا قصد کرے تو مکروہ ہوگا ایسی قصد تعظیم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مٹانا چاہا ہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ جمعہ کا دن معظم نہیں یا اسکی تعظیم نہ کی جائے کیونکہ شریعت نے دوسرے طریقوں سے اسکی تعظیم کو خود ظاہر کیا ہے۔ جیسے غسل اور تبدیل لباس و استعمال مسواک و عطر وغیرہ بلکہ مطلب یہ ہے کہ روزہ کو جمعہ کی تعظیم کا ذریعہ نہ بناؤ جیسا یہود ہارکی تعظیم روزہ سے ظاہر کرتے تھے کیونکہ روزہ عبادت ہے اور عبادات صرف اسواسطے موضوع ہیں کہ ان سے معبود کی عظمت ظاہر کیجائے خوب سمجھ لو۔

(۱۴) حضرت ام سلمہ (ام المومنین) رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سنیچر اور اتوار کے دن اکثر روزہ رکھتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ یہ دونوں دن مشرکین کی عید کے دن ہیں تو میں اُنکی مخالفت کرنا چاہتا ہوں اسکو ابن خزیمہ نے صحیح میں اور ان کے سوا دوسروں نے بھی روایت کیا ہے۔ ۸۵

ف اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ سنیچر کے روزہ میں فی نفسہ کچھ قباحت نہیں صرف تشبہ یہود کی وجہ سے اس سے منع کیا گیا تھا چنانچہ جب دوسرے موقع میں کفار نے اس دن کے روزہ کو بُرا سمجھا تو حضور ؐ نے اُن کی غلطی ظاہر فرمانے کے لئے بار و اتوار کا روزہ رکھکر اُن کی مخالفت عملاً بھی کی اور قولاً بھی خوب سمجھ لو۔

صوم داؤدی کی ترغیب

یعنے

ایک دن روزہ رکھنا ایک دن نہ رکھنا

حضرت عبداللہ بن عمرو عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب مجھسے رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم ہر دن روزہ رکھتے ہو اور رات بھر عبادت کرتے ہو؟ میں نے
عرض کیا بیشک یا رسول اللہ فرمایا اگر تم ایسا (ہمیشہ) کروگے تو آنکھیں (اندرکو) گڑجائیں گی[ے]
اور دل پژمردہ ہوجائے گا۔ جس نے ہمیشہ روزہ رکھا اُس نے (حقیقت میں) روزہ نہیں
رکھا۔ مہینہ میں تین دن روزہ رکھہ لینا یہ مہینہ بہر کا روزہ ہے (یعنی اس سے مہینہ بہر
کے روزوں کا ثواب مل جائے گا ۱۲) میں نے عرض کیا کہ مجھے اس سے زیادہ کی طاقت
ہے حضور نے فرمایا اچھا تم داؤد علیہ السلام کی طرح روزہ رکھہ لیا کرو وہ ایک دن روزہ
رکھتے اور ایک دن افطار کرتے تھے اور مقابلہ کے وقت (کفار کے سامنے سے) بہاگتے
نہ تھے اور ایک روایت میں یوں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے
معلوم ہوا ہے کہ تم روزہ ہی رکھتے رہتے ہو افطار نہیں کرتے اور رات بہر نماز پڑہتے ہو
ایسا نہ کرو کیونکہ آنکھ کا بہی کچھہ حق ہے تمہاری جان کا بہی کچھہ حق ہے تمہارے گہر والوں کا
بہی کچھہ حق ہے روزہ بہی رکہو اور افطار بہی کرو۔ نماز بہی پڑہو اور کچھہ سویا بہی کرو۔ دس دن
میں ایک روزہ رکھہ لیا کرو۔ تمکو یقینہ نو دنوں کے روزوں کا بہی ثواب مل جائے گا۔ ۸۶
انہوں نے عرض کیا کہ میں اپنے اندر اس سے زیادہ کی قوت پاتا ہوں حضور نے فرمایا
اچھا داؤد علیہ السلام کی طرح روزہ رکھہ لیا کرو عرض کیا کہ اُن کے روزہ کا کیا طریقہ تھا
فرمایا وہ ایک دن روزہ رکھتے تھے ایک دن افطار کرتے تھے اور مقابلہ کے وقت بہاگتے
نہ تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ صوم داؤد علیہ السلام سے بڑھکر کوئی روزہ نہیں آدہے
سال کا روزہ (اس طرح کہ) ایک دن روزہ رکہو ایک دن افطار کرو اسکو بخاری و مسلم وغیرہما
نے روایت کیا ہے۔

ف سوال داؤد علیہ السلام کے روزہ کے بیان میں حضور نے جو یہ فرمایا کہ وہ مقابلہ
کے وقت بہاگتے نہ تھے اس بات کو روزہ سے کیا مناسبت ہے؟ پھر اسکو روزہ کے
ساتھہ کیوں بیان کیا گیا جواب۔ مناسبت یہ ہے کہ بتلا دیا گیا کہ داؤد علیہ السلام باوجود

ے ہجمت العین بفتح الہاء والجیم ای غارت وظہر علیہا الضعف ونفہت النفس بفتح النون
وکسر الفاء ای کلت وملت واعیت والزور بفتح الزاء ہو الزائر الواحد والجمع فیہ سواء قالہ المنذری ۱۲ منہ

اِسقدر مجاہدہ کیے کہ ایک دن روزہ رکھتے تو ایک دن افطار کرتے تھے دوسری عبادات میں کمی نہ کرتے تھے بلکہ اتنی روزے رکھنے کے بعد بھی وہ دوسری عبادات میں ایسے پختہ اور مستعد تھے کہ جہاد میں بھاگنا جانتے ہی نہ تھے۔ پس داؤد علیہ السلام کی طرح روزہ رکھنے والا وہ شخص ہوگا جو ایک دن روزہ رکھنے اور ایک دن افطار کرنے کے ساتھ دوسری عبادات میں بھی پختہ اور مستعد رہے اور اگر صرف روزہ میں مشابہت کرلی مگر دوسری عبادات میں سست ہوگیا تو اُس کے روزہ کو داؤد علیہ السلام کے روزہ سے ظاہری مشابہت ہوگی حقیقی مشابہت نہوگی نیسنہ آپ اسپر بھی تنبیہ ہے کہ صوم داؤد کی ہمت اُس شخص کو کرنا چاہیئے جو یہ جانتا ہو کہ اِس کے بعد دوسری عبادات میں بھی مستعد و پختہ رہے گا اور جسکو اِس طرح روزہ رکھنے سے دوسری عبادات ضروریہ میں کوتاہی کا اندیشہ ہو اُسکو اسکی ہمت نہ کرنا چاہیئے ۱۲ مترجم۔

مسلم کی ایک روایت میں یوں آیا ہے کہ داؤد علیہ السلام کی طرح روزہ رکھہ لیا
۸۷ کرو جو اللہ کے نزدیک روزہ کا افضل طریقہ ہے اور مسلم و ابوداؤد کی ایک روایت میں آیا ہے کہ ایک دن روزہ رکھو ایک دن افطار کرو یہ روزہ کا بہترین طریقہ ہے یہ داؤد علیہ السلام کا روزہ ہے میں نے عرض کیا کہ مجھے اِس سے بھی افضل کی طاقت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اِس سے افضل کوئی روزہ نہیں۔ اور نسائی کی ایک روایت میں یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک روزہ کا محبوب ترین طریقہ داؤد علیہ السلام کے روزہ کا طریقہ ہے وہ ایک دن روزہ رکھتے ایکدن افطار کرتے تھے اور مسلم کی ایک روایت میں یہ آیا ہے کہ عبداللہ بن عمرو فرماتے ہیں کہ میں سال بھر روزہ رکھتا اور رات میں قرآن (پورا) پڑھ لیا کرتا تھا پھر یا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے میرا حال عرض کیا یا آپ نے خود مجھ بلا بھیجا اور میں حاضر ہوا تو ارشاد فرمایا مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم ہمیشہ روزہ رکھتے ہو اور ہر رات میں (پورا) قرآن پڑھ لیتے ہو میں نے عرض کیا بیشک یا رسول اللہ (میں ایسا کرتا ہوں) مگر میری نیت بھلائی کے سوا کچھ نہیں (یعنی میری نیت ریا

ونمود وغیرہ کی نہیں ہے) حضور نے فرمایا کہ تمکو ہر مہینہ میں تین دن روزہ رکھ لینا کافی ہے میں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ مجھے اس سے زیادہ کی طاقت ہے حضورؐ نے فرمایا کہ تمہاری بی بی کا بھی تم پر حق ہے تمہارے مہمان کا بھی تم پر حق ہے تمہارے بدن کا بھی تم پر حق ہے اچھا تم نبی اللہ داؤد علیہ السلام کا روزہ اختیار کرلو کیونکہ وہ سب آدمیوں سے زیادہ عبادت کرنے والے تھے میں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ داؤد علیہ السلام کے روزہ کا کیا طریقہ ہے فرمایا وہ ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن افطار کرتے تھے (اس کے بعد) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قرآن ایک مہینہ میں پڑھا کرو میں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ مجھے اس سے زیادہ کی ہمت ہے فرمایا اچھا بیس دن میں پڑھ لیا کرو میں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ مجھے اس سے بھی زیادہ کی طاقت ہے فرمایا تو دس دن میں پڑھ لیا کرو میں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ مجھے اس سے بھی زیادہ کی قوت ہے فرمایا اچھا سات دن میں پڑھ لیا کرو اسپر زیادتی نہ کرو کیونکہ تمہاری بی بی کا بھی تم پر حق ہے تمہارے پاس آنے جانے ۸۸ والوں کا بھی تم پر حق ہے تمہارے بدن کا بھی تم پر حق ہے۔

(۲) عبداللہ بن عمروؓ ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ روزوں میں سب سے محبوب ترین اللہ تعالیٰ کے نزدیک داؤد علیہ السلام کا روزہ ہے اور نمازوں میں سب سے زیادہ محبوب داؤد علیہ السلام کی نماز ہے وہ آدھی رات سوتے تہائی رات عبادت کرتے اور چھٹے حصہ میں (پھر) سو رہتے تھے۔ اور ایک دن روزہ رکھتے ایک دن افطار کرتے تھے۔ اسکو بخاری و مسلم و ابو داؤد و نسائی و ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔

عورت کو اس بات پر دھمکی کہ شوہر کی موجودگی میں بدون اسکی اجازت کے نفل روزہ رکھے

(۱) حضرت ابو ہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

(باقی آیندہ)

اور نفس کے خلاف جو علاج بتلائے جائیں اون پر صبر کرے احسن تدبیر سے خدا نے چاہا تو چند روز میں سب روگ دور ہوجائیں گے اور اچھی عادتیں پیدا ہوجائیں گی۔ ایک بزرگ کہتے ہیں کہ اگر کوئی سچا طالب ہو تو اوسکی مراد ضرور حاصل ہوتی ہے اور یار ضرور اوس کے اوپر مہربان ہوتا ہے۔ لیکن لوگوں میں طلب ہی نہیں ہے ورنہ علاج کے لئے طبیب تو موجود ہیں۔ خلاصہ یہ کہ تری پریشانی سے کچھ نہیں ہوتا یہ شیطان کا دہوکہ ہے کہ دین ہی کے رنگ میں دین سے ہٹا رہا ہے اوس نے یہ بیہودہ خیال دل میں جما دیا ہے کہ صرف رونا اور پریشان ہونا کافی ہے عرفی کہتا ہے کہ اگر رونے سے وصال میسر ہوسکتا تو وصال کی اُمید میں سو سال رونا بھی آسان تہا مگر کہیں رونے سے بھی وصال میسر ہوسکتا ہے۔ ان لوگوں کی بالکل ایسی حالت ہے کہ ایک شخص نے ایک بدّو کو دیکھا کہ وہ بیٹھا رو رہا ہے اور سامنے ایک کتا پڑا سسک رہا ہے بدّو سے رونے کا سبب پوچھا تو کہا یہ کتا میرا رفیق تہا آج یہ مر رہا ہے اِس کے غم میں رو رہا ہوں اوس شخص نے

9 سکتے کے مرنے کا سبب پوچھا تو بدّو نے کہا کہ صرف بھوک سے مر رہا ہے یہ سنکر اوس شخص کو بہت صدمہ ہوا نظر اوٹھا کر ادھر اودھر دیکھا تو ایک بوری نظر پڑی بدّو سے پوچھا کہ اِس بوری میں کیا چیز ہے بدّو نے جواب دیا کہ اوس میں سوکھی روٹی ہے اوس شخص نے کہا کہ ظالم تیرے پاس روٹی موجود ہے اور کتا بھوکوں مر رہا ہے اور اوس کے مرنے کا تجھے غم بھی ہے تو اس میں سے روٹی نکال کر اسکو کیوں نہیں کھلا دیتا تو آپ کہتے ہیں کہ صاحب مجھے اتنی محبت نہیں کہ اوسکو روٹی بھی دیدوں کیونکہ اسکو دام لگتے ہیں ہاں اتنی محبت ہے کہ اِسکے غم میں رو رہا ہوں کیونکہ آنسو میں تو دام نہیں خرچ ہوتے۔ ہماری وہی مثال ہے کہ گھر بار سب تمہارا لیکن کسی چیز کو ہاتھ نہ لگانا۔ ہم گناہوں میں پھنسے رہنے کا رنج بھی ہے اور اون کے

عہ اون کا شعر یہ ہے ؎ عاشق کہ شد کہ یار بحالش نظر نکرد ✤ اے خواجہ درد نیست وگرنہ طبیب ہست

عہ ایک شاعر کا نام ہے اوس کا شعر یہ ہے ؎

عرفی اگر بگریہ میسر شدے وصال ✤ صد سال میتواں بتمنا گریستن

مٹ جانے کی خواہش بھی ہے لیکن تدبیر تام کو نہیں ہاں ہے تو صرف اس قدر کہ دو آنسو بہالیے اور بعض لوگوں کو توجہ بھی ہوتی ہے تدبیر بھی کرتے ہیں لیکن صرف یہ کہ کسی بزرگ کے پاس گئے اور اپنی حالت بیان کر کے فرمائش کی کہ آپ کچھ توجہ کیجئے یہ بالکل ایسا ہے کہ ایک شخص حکیم کے پاس جائے اور اپنے مرض کو بیان کرے اور جب حکیم نسخہ لکھے تو اس سے کہے کہ حکیم صاحب میری طرف سے یہ نسخہ آپ ہی پی لیں ظاہر ہے کہ اس شخص کو ساری دنیا احمق کہے گی اور سب اسکی ہنسی اوڑائیں گے پس یہی حالت ان لوگوں کی ہے جو بزرگوں سے توجہ کی فرمائش کرتے ہیں بیمار تو یہ۔ اور توجہ کریں بزرگ۔ یہ کچھ توجہ نہ کریں حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ جب بمبئی میں تشریف لے گئے تو ایک سوداگر نے عرض کیا کہ حضور دعا فرمائیں کہ خداتعالیٰ مجھے بھی حج نصیب کرے آپ نے فرمایا کہ ایک شرط سے دعا کردوں گا وہ یہ کہ جس دن جہاز چلے اوس دن مجھے اپنے اوپر پورا اختیار دیدو کہ میں تمھارا ہاتھ پکڑ کر جہاز میں بٹھلا دوں اور وہ تمکو لیکر مکہ کیطرف روانہ ہوجائے اور جب تک یہ نہو تو صرف میری دعا سے کیا کام چل سکتا ہے۔ اس لئے کہ جب تم قصد نہ کروگے اور دنیا کے کاروبار کو نہ چھوڑو گے اور نہ وہ خود کم ہوں گے تو صرف میری دعا تمکو حج کیونکر کرادے گی کیونکہ خود کعبہ تو تم تک آنے سے رہا اوسکو کیا غرض پڑی ہے خلاصہ یہ کہ جو لوگ تدبیر کرتے بھی ہیں تو صرف اسقدر کرتے ہیں کہ بزرگوں سے توجہ کی درخواست کرتے ہیں۔ صاحبو خیال کیجئے ابوطالب جو کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی چچا ہیں اور بڑی محبت کرنے والے کہ جس موقع پر تمام قریش آپکے خلاف اور دشمن ہوگئے تھے اس موقع پر بھی ابوطالب نے آپ کا ساتھ دیا پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اُن سے بڑی محبت تھی۔ اور آپ نے بیحد کوشش بھی اون کے مسلمان ہونے کی فرمائی لیکن صرف اسوجہ سے کہ اُنہوں نے ارادہ نہیں کیا حضور کی کوشش و محبت کچھ بھی اُن کے کام نہ آئی اور اسی پہلے ہی دین پر اون کا خاتمہ ہوگیا۔ اسپر حضور کو بہت رنج ہوا تو آپ کی تسلی کے لئے یہ آیت نازل ہوئی اِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ

ارادہ کی ضرورت کا بیان

يَهْدِي مَنْ يَّشَآءُ یعنے یہ آپ کے اختیار میں نہیں ہے کہ جسکو چاہیں ہدایت کر دیں یہ تو خدا تعالےٰ کے اختیار میں ہے وہ جسکو چاہیں ہدایت دیں اور جب ابو طالب کو بھی حضور کے چاہنے سے کچھ نفع نہوا تو آج کون شخص ہے جو ابو طالب سے زیادہ حقدار ہو اور کون بزرگ ہے جس کی خواہش حضورؐ کی خواہش سے زیادہ مقبول ہو پس معلوم ہوا کہ جب تک خود ارادہ نہ کرے دوسرے کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا اکثر لوگ کہا کرتے ہیں کہ ہمارا ارادہ تو ہے لیکن یہ بالکل غلط ہے کیونکہ آرزو دوسری چیز ہو اور ارادہ دوسری چیز ہے مجھ کو خوب یاد ہے کہ میرے بچپن میں دو شخص حج کو جانے کے بارے میں کچھ بات چیت کر رہے تھے ان میں سے ایک نے کہا کہ بھائی ارادہ تو ہر مسلمان کا ہے میں نے کہا صاحب یہ بالکل غلط ہے اگر ارادہ ہر مسلمان کا ہوتا تو ضرور سب کے سب حج کر آتے ہاں یوں کہیے کہ آرزو ہر مسلمان کی ہے۔ غرض نری آرزو اور خواہش سے کام نہیں چلتا ضرورت ہے ارادہ کی۔ اور ارادہ کہتے ہیں سامان کے تیار کرنے کو جیسے

11 ایک شخص کھیتی کرنا چاہتا ہے لیکن اوس کا کوئی سامان تیار نہیں کرتا تو یہ ارادہ نہیں کہلا سکتا ہاں اسکو آرزو ہے کھیتی کی۔ اور ایک شخص اوس کا سامان بھی جمع کر رہا ہے تو یہ بیشک ارادہ ہے۔ اسی طرح اگر دو شخص جامع مسجد پہونچنا چاہیں مگر ایک تو اپنی جگہ بیٹھا ہوا آرزو ظاہر کئے جائے اور ایک شخص چلنا شروع کر دے تو دوسرے کو کہا جائیگا کہ اس کا ارادہ ہے اور پہلے کو کہا جائے گا کہ اسکو نری آرزو ہے ارادہ نہیں غرض جب ارادہ ہوتا ہے تو کام بھی ضرور پورا ہو جاتا ہے اگر کسی وجہ سے خود قدرت نہیں ہوتی تو کوئی مددگار مل جاتا ہے جو کام پورا کرا دیتا ہے اسیکو کہتے ہیں کہ اَلسَّعْيُ مِنِّيْ وَالْاِتْمَامُ مِنَ اللّٰهِ یعنی کوشش کرنا بندہ کا کام ہے اور پورا کرنا اللہ کا کام ہے پس کام شروع کر دینا چاہئے خدا تعالیٰ خود مدد کریں گے اور کام پورا ہو جائے گا۔

بلند ہمتی کی ایک حکایت

میں بلند ہمتی کی ایک حکایت آپ کو سناتا ہوں۔ تاریخ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ جب حضرت یوسف علیہ السلام کو زلیخا نے بلایا ہے تو جس مکان میں ان کو لیکر گئی ہے آگے پیچھے سات حصے تھے اور ہر حصہ میں تالا لگا ہوا تھا اور تالے بھی

نہایت مضبوط تھے غرض پورا سامان کیا گیا تھا کہ حضرت یوسفؑ باہر نکلکر نہ جاسکیں آخر زلیخا نے
حضرت یوسفؑ کو بلایا خوشامد بھی کی دھمکی بھی دی لیکن آپ نے ایک نہ سنی واقعی یہ حضرت
یوسف علیہ السلام ہی کا کام تھا کہ اِس مصیبت میں بھی ان کو خدا تعالیٰ پر ایسا بھروسہ رہا
کہ دروازے ہر طرف سے بند ہیں تالے جڑے ہوئے ہیں مگر اونھوں نے دل میں
یہ ہمت باندھی کہ مجکو اپنا کام تو کرنا چاہیئے خدا تعالیٰ ضرور مدد کریں گے چنانچہ آپ نے
بھاگنا شروع کیا اور زلیخا آپ کے پیچھے دوڑیں. لکھا ہے کہ جس دروازہ پر پہونچتے
تھے تالا خود ٹوٹ کر گر جاتا اور دروازہ خود بخود کھل جاتا تھا۔ اسیطرح ساتوں دروازے
کھل گئے۔ اور آپ صاف بچکر باہر نکل گئے۔ بہت لوگ اس انتظار میں ہیں کہ فلاں کام
سے فراغت کرلیں تو پھر توبہ کرکے اپنی اصلاح کی تدبیر کریں گے کسیکو لڑکے کے کاج
کی فکر ہے کسیکو مکان بنانے کی فکر ہے کسیکو جائداد کا شغل ہے صاحبو ذرا غور کرو
کتنے برس یہ کہتے ہوئے گذر گئے کہ اب کے سال کچھ ضرور کرلیں گے مگر آج تک
کاموں کا سلسلہ ختم ہونے میں نہیں آتا۔ دنیا کی ہر ضرورت کا خاتمہ ایک نئی ضرورت
ہوتا ہے اور اوس کا خاتمہ ایک دوسری ضرورت پر ہوتا ہے آخر یہ عمر یوں ہی تمام
ہوجاتی ہے۔ پس آجکل پر ٹالنے سے کیا فائدہ. ہمت کرکے کام شروع کردینا چاہیئے
خدا تعالےٰ خود مدد کریں گے کامل نہ ہوگے تو خالی بھی نہ رہوگے اگر تمکو صدیق کا
درجہ بھی نصیب نہوا تو کچھ نہ کچھ تو ضرور ہی ہورہوگے اور کچھ نہ ہوگا تو خدا تعالےٰ کے
ساتھ ایک محبت اور لگاؤ دنیا سے بے تعلقی اور طبیعت کو نفرت تو ضرور ہی ہوجاے
گی مگر افسوس ہماری یہ حالت ہے کہ روز یہی وعدہ رہتا ہے کہ کل ضرور کرلیں گے مگر
ساری عمر اسی کل کل میں گذر گئی اور کل نصیب ہوئی یہاں تک کہ موت کا وقت
سر پر آجاتا ہے اور اوسوقت سوائے حسرت کے اور کچھ نہیں بن پڑتا اور اوسوقت
یہ آرزو کرتا ہے کہ رَبِّ لَوْلَآ اَخَّرْتَنِیْٓ اِلٰٓی اَجَلٍ قَرِیْبٍ فَاَصَّدَّقَ وَاَکُنْ مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ
کہ اے رب مجھکو ذرا سی مہلت ملجائے تو میں کہنا مان لوں اور اپنی اصلاح کرلوں۔ مگر یہ
آرزو رد کردی جاتی ہے اور حکم ہوتا ہے کہ وَلَنْ یُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا

آخرت کے کاموں کو کل پر ٹالنا [illegible]

۱۲

کہ اب ایک دم کی بھی مہلت نہیں ملسکتی اور صاحبو ہم تو کیا چیز ہیں کہ ہمکو کچھ مہلت مل سکے
حضرت سلیمان علیہ السلام جو کہ نبی معصوم[عہ] و مقبول ہیں انہوں نے جب بیت المقدس کو
بنوانا شروع کیا تو کام کے ختم ہونے سے پہلے آپکی وفات کا وقت آگیا تو آپنے یہ خواہش
کی کہ بیت المقدس کے تیار ہو جانے تک مہلت دی جائے لیکن قبول نہ ہوئی۔
غور کیجئے نبی کی درخواست اور بیت المقدس بنوانے کے لئے مگر نامنظور۔ آخر آپنے
یہ درخواست کی کہ مجھے اس طرح موت دیجائے کہ جنات کو میری موت کی اسوقت تک
خبر نہ ہو جب تک یہ کام پورا نہ ہو جائے یہ درخواست منظور ہوئی اور عادت کے موافق
لکڑی پر سہارا لیکر کھڑے ہو گئے اور اسی حالت میں روح قبض ہو گئی پھر سال بھر تک
آپکی لاش اسی طرح کھڑی رہی جنات نے آپ کو زندہ سمجھکر کام جاری رکھا جب کام ختم
ہو گیا اسوقت آپ کی لاش زمین پر گر گئی اور جنوں کو اسوقت آپ کی وفات کی
خبر ہوئی اور آپ کی حالت دیکھکر سمجھے کہ آپ کے انتقال کو اسقدر زمانہ گذر گیا ہے
۱۳ تو اس طریقہ پر موت دینے سے کام بھی ہو گیا اور لوگوں کو یہ بھی ہدایت ہو گئی کہ جنوں
کو غیب کا علم نہیں یہ واقعہ قرآن شریف کے اندر موجود ہے۔ پس جب حضرت
سلیمان علیہ السلام کو خدا کا گھر بنانے کے لیئے مہلت نہیں دی گئی تو ہم کو گنا ہوں کا
گھر تیار کرنے کے لئے مہلت کب مل سکتی ہے خلاصہ یہ کہ ہم لوگ ارادہ تو کرتے
ہیں لیکن کام کا ارادہ نہیں کرتے کیونکہ کام کا ارادہ وہ ہے جس کے ساتھ کچھ کام
بھی کیا جاوے اور جسکو ہم ارادہ کہتے ہیں وہ نری ہوس ہے دیکھئے اگر ایک
شخص کھانا کھانے کا ارادہ کرے لیکن نہ ہاتھ ہلائے نہ منہ چلائے نہ منہ کھولے
تو یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اس نے کھانے کا ارادہ کیا ہاں یہ کہیں گے کہ اس نے
کھانے کی ہوس کی اور جو لوگ بزرگوں کی توجہ کے امیدوار بیٹھے ہیں ان سے
کوئی یہ تو پوچھے کہ کیا ان بزرگ کو بھی نری توجہ سے سب کچھ حاصل ہو گیا تھا
یا ان کو کچھ کرنا پڑا تھا اگر ان کو کچھ خود بھی کرنا پڑا ہے تو کیا وجہ تمکو نری توجہ کے

عہ یعنی گناہوں سے پاک ہیں ۱۲ منہ

حاصل ہو جائے۔ مجکو بزرگوں کی توجہ سے انکار نہیں بیشک بزرگوں کی توجہ سے بہت کچھ حاصل ہوتا ہے اور بہت کچھ اثر ہوتا ہے لیکن توجہ لینے والا بھی تو کبھی قابل ہو اس توجہ کے اثر کے لئے قابلیت کی بھی ضرورت ہے دیکھو اگر کھیتی کرنا چاہو تو زمین میں بیج ڈالنے کی ضرورت ہوتی ہے لیکن بیج ڈالنا بھی اسیوقت کام دیتا ہے جبکہ زمین بنجر نہو ورنہ بیج بھی اکارت ہوتا ہے اور محنت بھی بیکار جاتی ہے پس اول توجہ کی قابلیت پیدا کرو اور اوسکا طریقہ یہ ہے کہ کام کرنے کا ارادہ کرو۔ ہاں نرا ارادہ بھی کافی نہیں ہے جب تک بزرگوں کی توجہ نہو کیونکہ ارادہ کے پورے ہونے کے لئے اسکی ضرورت ہے کہ خدا تعالےٰ کی بھی توجہ ہو اور اوسکی علامت یہ ہے کہ بزرگ ہماری طرف متوجہ ہوں غرض بغیر چلے کام چلتا ہے نہ بے رفیق کے سیدھا راستہ ملتا ہے دیکھو اگر کوئی اندھا کسی جگہ پہونچنا چاہے تو اول اوس کو چلنے کی ضرورت ہے اگر چلے ہی نہیں تو ہزار ساتھی ملنے پر بھی راستہ طے نہوگا
۱۴ چلنے کے بعد رفیق اور ساتھی کی ضرورت ہے کیونکہ اگر کوئی ساتھ نہو تو راستہ میں کسی جگہ ضرور ٹھکر کھاکر گرے گا۔ خیر و عافیت سے منزل پر پہونچنے کی صورت یہی ہے کہ اپنے پیروں چلے اور راستہ بتلانے والے کا ہاتھ پکڑے بالکل ایسی ہی حالت اس راستہ کی بھی ہے کہ ارادہ کرنا اور کام شروع کرنا اپنے پیروں چلنا ہی اور کسی بزرگ کا دامن پکڑنا رفیق کا ہاتھ پکڑنا ہے۔ اور اسی سے یہ بھی معلوم ہوگا کہ لوگ جو آجکل نری پیری مریدی کو اصل کام سمجھتے ہیں یہ غلطی ہے نری پیری مریدی میں کچھ نہیں رکھا اصل کام خود چلنا ہے۔ اور کسی بزرگ کے کہنے پر عمل کرنا اگرچہ مرید کسی سے بھی نہو میرا یہ مطلب نہیں کہ بیعت ہونے میں برکت کچھ بھی نہیں برکت ضرور ہے لیکن اسکو اصل کام سمجھنا بڑی غلطی ہے آج اس پیری مریدی کے بارہ میں وہ جہالت پھیلی ہے کہ خدا کی پناہ۔ میرے ایک دوست بیان کرتے تھے کہ ایک مکار پیر صاحب کسی گاؤں میں پہونچے اتفاق سے بہت ہی دبلے اور کمزور ہو رہے تھے مریدوں نے پوچھا کہ پیر تم اسقدر کمزور کیوں ہو پیر صاحب نے جواب دیا کہ ظالمو تمہیں میری

کمزوری کی خبر نہیں دیکھو میں اپنا ہی کام کرتا ہوں اور تمہارا بھی تم نماز نہیں پڑھتے میں تمہاری طرف سے نماز پڑھتا ہوں تم روزہ نہیں رکھتے میں تمہاری طرف سے روزہ رکھتا ہوں اور سب سے بڑی مشقت یہ ہے کہ سب کی طرف سے پلصراط پر چلتا ہوں جو بال سے باریک اور تلوار سے تیز ہے۔ بس ان فکروں نے دبلا کر دیا۔ مرید یہ سنکر بہت خوش ہوتے اور ایک گوجر نے خوش ہوکر کہا کہ پیر میں نے تجھے اپنا مونجی کا کھیت بخش دیا۔ پیر کو خیال ہوا کہ گانوں والوں کا کچھ اعتبار نہیں اسیوقت چلکر قبضہ کر لینا چاہیئے کہا بھائی ابھی چلکر دیدو۔ گوجر ساتھ ہولیا راستے میں اتفاق سے کسی ڈول پر سے پیر صاحب کا پیر پھسل گیا اور گر گئے۔ گرتے کے ساتھ ہی اس گوجر نے ایک لات رسید کی اور کہا کہ تو جب اتنی چوڑی مینڈ پر نہیں چل سکا تو پلصراط پر کس طرح چلتا ہوگا تو جھوٹا ہے جا ہم تجھے اپنا کھیت نہیں دیتے۔ تو صاحبو! سچ بات یہی ہے کہ کام اپنے کیے سے ہوتا ہے کسی دوسرے کے کئے کوئی کام نہیں ہوتا اور میں کہتا ہوں کہ اگر دوسرے کے کرنے سے کام ہو جاتا ہے اور اپنے کرنے کی ضرورت نہیں رہتی تو اسکی کیا وجہ کہ یہ قاعدہ دین ہی کے کاموں میں برتا جاتا ہے دنیا کے کاموں میں اس قاعدہ پر کیوں نہیں عمل کرتے اونکو پیر کے بھروسہ پر کیوں نہیں چھوڑ دیتے۔ بس نہ کھاؤ نہ پیو نہ کھیتی کرو سب کام تمہاری طرف سے پیر جی کر لیا کریں گے اونہیں کے کھانے سے تمہارا پیٹ بھر جائیگا انہی کے پانی پینے سے تمہاری پیاس بجھ جایا کریگی افسوس ان کاموں میں تو اس قاعدہ پر عمل نہیں کرتے بلکہ اپنے کرنے کو ضروری سمجھتے ہیں اور دین کے کام کو اسقدر سستا اور بے وقعت سمجھ لیا ہے کہ اس میں اس قسم کے قاعدے برتے جاتے ہیں اسپر مجھے ایک لطیفہ یاد آیا۔ کہ اودھ میں ایک پیر تھے وہ نماز نہیں پڑھا کرتے تھے ان کے مرید کہا کرتے تھے کہ مکہ میں جا کر نماز پڑھتے ہیں میرے ایک دوست نے سنکر کہا کہ صاحب اسکی کیا وجہ ہے کہ نماز کے لئے تو مکہ کو اختیار کیا جائے اور کھانے اور ہگنے کے لئے ہندوستان تو اگر نماز وہاں پڑھی جاتی ہے تو کھانا ہگنا بھی وہیں ہونا چاہیئے اور اگر ہندوستان میں ہوتا ہے تو نماز بھی

15

ہندوستان میں ہونی چاہیئے کیونکہ ہندوستان بم پولس نہیں ہے۔ خیر تو ایک لطیفہ تھا مقصد یہ ہے کہ تم اپنے اِس قاعدہ میں کہ سب کام پیر ہی کریں گے غور کرکے دیکھو کہ اسکا تو یہ مطلب ہوا کہ پیر تمہارے کمین ہیں کہ گناہ تم کرو اور پیر اوسکو اوٹھا دیں یاد رکھو کہ پیر صرف راستہ بتلانے کے واسطے ہیں کام کرنے کے لئے نہیں کام تم کو خود کرنا چاہیئے۔ اس پر شاید کسیکو یہ شبہ ہو کہ بعض مرتبہ پیر کی توجہ سے مرید کے دل میں ایک کیفیت پیدا ہو جاتی ہے جو کہ خود محنت کرنے سے پیدا نہیں ہوتی سو اس کا جواب یہ ہے کہ صرف اِس کیفیت سے کچھ فائدہ نہیں جبتک خود کام نہ کیا جائے بلکہ اگر خود کچھ نہ کیا جاوے تو یہ کیفیت باقی بھی نہیں رہتی اس کیفیت کی ایسی مثال ہے جیسے آگ کے سامنے بیٹھنے سے بدن گرم ہو جاتا ہے لیکن یہ گرمی باقی نہیں رہتی آگ کے سامنے سے ہٹکر ہوا لگی کہ بدن میں ٹھنڈک پیدا ہوئی اسیطرح اِس کیفیت سے بھی پیر سے جدا ہوتے ہی کورے کے کورے رہ جاتے ہیں ایک بزرگ نے اپنے زمانہ کے ایک بزرگ سے کہا کہ تم اپنے مریدوں سے محنت لیتے ہو اور ہم نہیں لیتے اونہوں نے یہ سُنکر اپنے ایک مرید سے کہا کہ تم ذرا ان کے مرید سے مصافحہ کرو۔ مصافحہ کرنا تھا کہ وہ کم محنت مرید خالی رہ گئے پیر نے اُن سے کہا کہ دیکھا نتیجہ محنت نہ کرنے کا اب تم ہمارے کسی مرید کو تو اس طرح کورا کرو بات یہ ہے کہ اپنی کمائی ہوئی چیز کی قدر بھی خوب ہوتی ہے اور مفت کی چیز کی کچھ قدر نہیں ہوتی۔ مشہور ہے کہ ایک شخص اوڑھی کا جوتہ دوشالے سے جھاڑ رہا تھا لوگوں نے اوس سے سبب پوچھا تو کہا کہ دوشالہ تو میرے والد کی کمائی کا ہے اور جوتہ میری کمائی کا ہے تو جو لوگ اپنے بوتہ پر کام کرتے ہیں اُنکی حالت ساری عمر ایک سی رہتی ہے۔ البتہ اُن میں شور وغل اُچھل کود نہیں ہوتی اور نہ یہ مقصود ہے دیکھو اگر کوئی بچے کو کھلاتا ہے پلاتا ہے تو اوس کا طریقہ یہ ہے کہ اسکو تھوڑا تھوڑا کھلائے کہ وہ بدن کو لگے اور اس سے موٹا تازہ ہو۔ اسیطرح کامل پیر بھی ایک ہی دن میں سب کچھ نہیں بھر دیتا کیونکہ اس کا نتیجہ اس کے سوا کچھ نہیں کہ مرید کو حالات اور کیفیات کا ہیضہ ہو اور ایک ہی دن میں خاتمہ ہو جائے

پیر کا کام فقط راستہ بتلانا ہے

پیر کی توجہ سے پیدا شدہ کیفیت کا حکم

توجہ کی ایک مثال

دو بزرگوں کی حکایت

کامل پیر ایک دم سب کچھ نہیں بھرتا

(باقی آیندہ)

مقدمہ در تحقیق مسائل متعلقہ کرامت

(۱) **مسئلہ اوّل** جاننا چاہیئے کہ خلاصہ کلام محققین کا اس باب میں یہ ہے کہ کرامت اوس امر کو کہتے ہیں جو کسی نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کسی متبع کامل سے صادر ہو اور قانون عادت سے خارج ہو پس اگر وہ امر خلاف عادت نہ ہو تو کرامت نہیں ہے۔ اور جس شخص سے وہ امر صادر ہوا ہے اگر وہ کسی نبی کا متبع اپنے کو نہیں کہتا وہ بھی کرامت نہیں ہے جیسے جوگیوں ساحروں وغیرہم سے بعض اُمور ایسے سرزد ہو جاتے ہیں۔ اور اگر وہ شخص مدعی اتباع کا تو ہے مگر واقع میں متبع نہیں ہے خواہ اصول میں خلاف کرتا ہو جس طرح اہل بدعت۔ یا فروع میں جیسے فاسق و فاجر اوس سے بھی اگر ایسا امر صادر ہو وہ بھی کرامت نہیں ہے بلکہ استدراج ہے جس کا ضرر یہ ہے کہ یہ شخص بوجہ خرق عادات کے اپنے کو کامل سمجھتا ہے اور ایسا ہو کہ میں کبھی حق کی طلب کرنے اور اتباع کرنے کی کوشش نہیں کرتا نعوذ باللہ کسقدر خسران عظیم ہے پس کرامت ۲۶
اوسوقت کہلائے گی جبکہ اوسکا محل صادر مومن متبع سنت کامل التقویٰ ہو۔ اب ہمارے زمانے میں جس شخص سے کوئی فعل عجیب سرزد ہو جاتا ہے اوسکو غوث و قطب بنا دیتے ہیں خواہ اوس شخص کے کیسے ہی عقائد ہوں اور کیسے ہی اعمال و اخلاق ہوں یہ بہت بڑی غلطی ہے۔ بزرگوں نے تصریح فرمائی ہے کہ اگر کسی شخص کو ہوا میں اوڑتا ہوا یا پانی پر چلتا ہوا دیکھو مگر وہ شریعت کا پابند نہو تو اوسکو بالکل ایچ سمجھو۔

(۲) **مسئلہ دوم**۔ اور جاننا چاہیئے کہ کرامت کے لیے نہ اُس ولی کو اُس کا علم ہونا ضروری ہے اور نہ اُس کے قصد کا متعلق ہونا ضروری ہے اور احیانا علم ہوتا ہے اور قصد نہیں ہوتا اور کبھی علم و قصد دونوں امر ہوتے ہیں اس بنا پر کرامت کی تین قسمیں ٹھہریں ایک قسم وہ جہان علم بھی ہو اور قصد بھی جیسے نیل کا جاری ہونا حضرت عمر بن خطابؓ کے فرمان مبارک سے اور دوسری وہ جہاں علم ہو اور قصد نہ ہو جیسے حضرت مریم علیہا السلام کے پاس بے فصل میووں کا آجانا۔ تیسری قسم وہ جہاں نہ علم ہو

وقصد جیسے حضرت ابوبکر صدیق رض کا مہمانوں کے ساتھ کھانا کھانا اور کھانے کا دو چند سہ چند ہوجانا چنانچہ خود حضرت صدیق اکبر کو تعجب ہوا جس سے اون کے علم وقصد کا پہلے سے متعلق نہ ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اور ایک احتمال حصر عقلی میں سے خلاف واقع ہے کہ قصد ہو اور علم نہو کیونکہ بدون علم قصد ممکن نہیں اور لفظ تصرف وہمت کا صرف قسم اول پر اطلاق کیا جاتا ہے قسم ثانی وثالث کو تصرف نہیں کہتے البتہ برکت وکرامت کہلاتی ہے۔

(۳) مسئلہ سوم اور جاننا چاہئے کہ ایک اور اعتبار سے کرامت کی دو قسم ہیں ایک حسی ایک معنوی عوام لوگ اکثر حسی کو جانتے اور اسی کو کمال شمار کرتے ہیں جیسے مافی الضمیر پر مطلع ہوجانا پانی پر چلنا ہوا پر اُڑنا وغیرہا اور خواص کے نزدیک بڑا کمال کرامت معنوی ہے یعنی شریعت پر مستقیم رہنا مکارم اخلاق کا خوگر ہوجانا نیک کاموں کا بلا تکلفی بے تکلفی سے صادر ہونا حسد وکینہ ودیگر صفات مذمومہ سے قلب کا طاہر ہوجانا
۳۰ کوئی سانس غفلت میں نہ گذرنا یہ وہ کرامت ہے جسمیں استدراج کا احتمال نہیں بخلاف قسم اوّل کے کہ اسمیں یہ احتمال موجود ہے اسیواسطے کاملین صدور کرامت کے وقت بہت ڈرتے ہیں کہ یہ استدراج نہو یا خدانخواستہ اس سے نفس میں عجب نہ پیدا ہوجاوے یا اسکی وجہ سے عوام میں شہرت وامتیاز پیدا ہوکر موجب ہلاکت ہو بلکہ بعض نے فرمایا ہے کہ بعض اولیاء نے مرتے وقت تمنا کی ہے کہ کاش دنیا میں ہماری کوئی کرامت صادر نہوتی تاکہ اوسکا عوض اجر بھی آخرت میں ملتا کیونکہ یہ امر مقرر ہے کہ جسقدر دنیا میں کسی نعمت میں کسی کو کمی رہے گی اوسکا بدلہ آخرت میں عنایت ہوگا۔

(۴) مسئلہ چہارم اور جاننا چاہئے کہ بعض علماء نے کرامت کی قوت ایک حدِ خاص تک مستثنیٰ کی ہے اور جو امور نہایت عظیم ہیں جیسے بدون والد کے اولاد پیدا ہونا یا کسی جماد کا حیوان بن جانا یا ملائکہ کا باتیں کرنا اس کا صدور کرامت سے ممتنع قرار دیا ہے مگر محققین کے نزدیک کوئی حد نہیں کیونکہ وہ فعل پیدا کیا ہوا اللہ تعالیٰ کا ہے صرف ولی کے ہاتھ پر اوس کا ظہور ہوگیا ہے واسطے اظہار کرامت وقرب ومقبولیت اوس ولی کے

سو اللہ تعالیٰ کی قدرت کی جب کوئی حد نہیں پھر کرامت محدود کیسے ہو سکتی ہے۔ رہا یہ شبہ کہ معجزہ کے ساتھ مساوات لازم آنیکا احتمال ہے اس کا جواب یہ ہے کہ جب صاحب کرامت خود کہتا ہے کہ میں نبی کا غلام ہوں تو جو کچھ اوس سے ظاہر ہوا بہ تبعیت اوس نبی کے ہے استقلالاً نہیں جو اس شبہے کی گنجایش ہو البتہ جس خرق عادت کی نسبت نبی کا ارشاد ہو کہ اس کا صدور مطلقاً محال ہے وہ بطور کرامت کے سرزد نہیں ہو سکتی جیسے قرآن مجید کا مثل لانا۔

(۵) مسئلہ پنجم اور جاننا چاہیے کہ بزرگوں نے فرمایا ہے کہ اپنی کرامت کا اخفاء واجب ہے مگر جہاں اظہار کی ضرورت ہو یا غیب سے اذن ہو یا حالت اسقدر غالب ہو کہ اوس میں قصد واختیار باقی نہ رہے یا کسی طالب حق و مرید کے یقین کا قوی کرنا مقصود ہو وہاں اظہار جائز ہے۔

(۶) مسئلہ ششم اور جاننا چاہیے کہ بعض اولیائے کاملین کا مقام غلبہ عبودیت ورضا کا ہوتا ہے اس لئے کسی شئے میں وہ تصرف نہیں کرتے اسوجہ سے اونکی کرامتیں نہیں معلوم ہوتیں۔ اور بعضوں کو قوت تصرف ہی عنایت نہیں ہوتی تسلیم وتفویض ہی اونکی کرامت ہوتی ہے اس سے معلوم ہوا کہ ولایت کے لئے کرامت کا وجود یا ظہور ضروری نہیں۔

(۷) مسئلہ ہفتم۔ اور جاننا چاہیے کہ بعض اولیاء اللہ سے بعد انتقال کے بھی تصرفات وخوارق سرزد ہوتے ہیں۔ اور یہ امر معنیً حد تواتر تک پہونچ گیا ہے۔

(۸) مسئلہ ہشتم۔ اور جاننا چاہیے کہ کرامت کے لئے یہ بھی شرط ہے کہ اسباب طبعیہ سے وہ اثر پیدا نہوا ہو خواہ وہ اسباب جلی ہوں یا خفی۔ اس مقام پر لوگوں کو دو غلطیاں واقع ہوجاتی ہیں بعض تو مطلق عجیب امور کو کرامت سمجھتے ہیں اور عامل کے معتقد کمال بنجاتے ہیں آجکل اس قسم کے بہت قصے واقع ہو رہے ہیں مسمریزم۔ فریمیسن حاضرات ہمزاد کا عمل عملیات۔ ونقوش۔ طلسمات۔ وشعبدات۔ تاثیرات عجیبہ ادویات سحر چشم بندی وغیرہا کہ اس میں بعض کے آثار تو محض خیال ہیں اور بعض کے واقعی ہی ہوں مگر اسباب

طبعیہ خفیہ سے مربوط ہیں۔ کرامت ان سب خرافات سے منزہ ہے۔ اور بعض کرامات کو بھی قوت طبعیہ پر محمول کرکے سب کو ایک لکڑی ہانکتے ہیں۔ صاحب بصیرت طالب حق کو قرائن قویہ سے بنظر انصاف فرق معلوم ہو جاتا ہے کہ اس فعل میں قویٰ طبعیہ کو دخل ہے یا محض قوت قدسیہ ہے یا کسی قوت کو بھی دخل نہیں محض کائن عن الغیب ہے۔

(۹) مسئلہ نہم اور جاننا چاہیے کہ جس فعل کا ظاہری قویٰ سے کرنا ممنوع ہی باطنی قویٰ سے بھی ممنوع ہے۔ جیسے کسی بے گناہ کو قتل کر دینا یا کسی کے قلب پر زور ڈالکر اوس سے کچھ روپیہ لے لینا یا کسی کا راز نہانی معلوم کرنا یا قصداً نامحرم کی طرف التفات کرنا بعض لوگ مطلقاً خرق عادت کو شعبہ ولایت کا سمجھکر ان سب تصرفات کو حلال اور داخل کرامت سمجھتے ہیں۔

(۱۰) مسئلہ دہم اور جاننا چاہیے کہ ولی سے احیاناً کوئی امر ناجائز صادر ہو جانا بشرطیکہ اوس پر اصرار نہو تنبیہ کے وقت توبہ کر لے یا کسی اختلافی مسئلہ میں غلط شق کو
اختیار کرنا ولایت و کرامت میں قادح نہیں ہے یہ کل دس مسئلے ضروری اس باب ۳۲
کے متعلق ہیں۔

خطبہ[1] کرامات اصحابہ بقلم غیر مؤلف

الحمد للّٰہ نحمدہ ونستعینہ ونستغفرہ ونعوذ باللّٰہ من شرور انفسنا ومن سیاٰت اعمالنا من یھدہ اللّٰہ فلا مضل لہ ومن یضلل اللّٰہ فلا ھادی لہ واشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ وحدہ لا شریک لہ وان محمدا عبدہ ورسولہ اللھم صل علی سیدنا ومولانا محمد وعلی الہ واصحابہ وسلم تسلیما کثیرا کثیرا کلما ذکرہ الذاکرون وکلما غفل عن ذکرہ الغافلون۔

اما بعد۔ اہل فہم و بصیرت کی خدمت میں گذارش ہے کہ نصوص قطعیہ و سنن نبویہ سے یہ امر یقیناً ثابت ہو چکا ہے کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہم و ارضاہم تمام

[1] اس خطبہ میں اصل مضمون حقر کا ہی جسکی روایت اسمیں بالمعنی لیگئی ہے اسی تو اسکی بعض عبارات میں نے بدل دی ہیں ۱۲

امت محمدیہ سے افضل ہیں۔ اور اہل تحقیق کا اس امر پر اجماع ہے کہ کوئی ولی اگرچہ وہ اعلیٰ رتبہ پر ہو کسی ادنی صحابی کے رتبہ کو نہیں پہونچ سکتا۔ اور یہ برکت ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت بابرکت کی۔ وہ صحبت مبارکہ کہاں سے آوے جس سے اولیاء کو صحابہؓ کا درجہ حاصل ہو ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء مگر باوجود اسکے اس زمانہ میں اکثر عوام کو دیکھا جاتا ہے کہ جسقدر اعتقاد انکو پچھلے صلحاء اور اولیاء کے ساتھ ہے اوس کا نصف بھی صحابہ کے ساتھ نہیں۔ جہاں تک غور کیا گیا اسکی وجہہ صرف یہ سمجھہ میں آئی کہ ان لوگوں نے کمال کو کرامات وخوارق عادات میں منحصر سمجھہ لیا ہے۔ اور حضرات صحابہ کی کراماتیں کم سنی گئی ہیں اس وجہہ سے ان حضرات کو اس درجہ کا صاحب کمال نہ سمجھا جس درجہ کے وہ حضرات باکمال تھے اسی سے اعتقاد میں بھی کمی ہوئی ہرچند کہ محققین صوفیہ کی تصریح سے یہ امر ثابت ہوچکا ہے کہ کمال حقیقی اور چیز ہے کشف وکرامات کی اس کے روبرو کچھہ حقیقت نہیں اور وہ چیز استقامت علی الدین ہے چنانچہ کہا گیا ہے الاستقامۃ فوق الکرامۃ اور صحابہؓ
٣٢ کا شریعت ظاہرہ اور طریقت باطنہ اور احوال نفیسہ میں مستقیم ہونا کسکو معلوم نہیں اور یہ مضمون تحقیق اور تفصیل کے ساتھہ کرامات امدادیہ میں اچھی طرح لکھا گیا ہے اور استقامت کو کرامت معنویہ کہتے ہیں فی الواقع حقیقی اور مقصود کرامت یہی ہے چنانچہ حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی قدس سرہ کی خدمت میں ایک شخص دس سال رہا۔ اور دس سال کے بعد عرض کیا کہ حضرت میں نے آپ سے کسی کرامت کا صدور نہیں دیکھا حضرت جنید قدس سرہ نے جوش میں آکر فرمایا کہ اس مدت میں مجھہ سے کوئی گناہ بھی دیکھا؟ عرض کیا نہیں فرمایا اس سے بڑھکر کیا کرامت ہوگی یہ تھے اہل علم اور اہل تصوف اور اہل تحقیق کہ بالکل قرآن مجید کے مطابق جواب ارشاد فرمایا حق تعالیٰ فرماتا ہے ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم یعنی بے شبہ بڑی کرامت اور عظمت والا تم میں کا اللہ کے نزدیک وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے معلوم ہوا کہ مدار تقرب فقط

ؔ یعنی دین پر سیدھا رہنا اوسکو مضبوط پکڑنا اور گناہوں کی لغزش سے باز رہنا ۱۲ منہ

تقویت ہے لاغیر۔

دوسرے یہ کہ اکثر خوارق ثمر کثرت مجاہدہ وریاضت کا ہوتے ہیں اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو بوجہ کمال قابلیت وقوت فطرت وبرکت صحبت حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زیادہ ریاضت کی حاجت نہیں ہوئی اس لئے خوارق کا بکثرت اُن حضرات سے صادر نہونا تعجب کی بات نہیں۔

تیسرے بقول حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ[1] کرامت کا ظہور تقویت یقین اہل زمانہ کے لئے ہوتا ہے چونکہ بہ برکت قرب زمانہ جناب رسول مقبول خیر القرون میں یقین وایمان کمال درجہ حاصل تہا اسلئے اس حجت اور دلیل کی چنداں حاجت نہ تہی جوں جوں زمانہ برکت آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام دور ہوتا گیا برکات میں کمی پیدا ہوتی گئی اور ایمان میں ضعف ہوتا گیا اسلئے برہان تقویت کا ظہور قرین حکمت ہوا یہاں سے یہ بہی ثابت ہوا کہ اقرب الی السنۃ وہی حالت ہے جو صحابہؓ کی حالت تہی اسلئے وہاں ضعف ایمان نہ تہا جسکی تقویت کی حاجت ہوتی اور ظاہر ہے کہ یہ حالت اقرب الی السنۃ ہے۔ ۲۴

چوتھے صحابہؓ کے واقعات نقل کرنے میں محدثین نے صحت روایت کی بہت سخت شرطیں مقرر کیں اور اسقدر اہتمام کیا کہ تا بمقدور احوال صحیحہ سے اطلاع ہو رطب یابس اقوال سے اعلیٰ درجہ کا پرہیز کیا بخلاف حکایات اولیائے متاخرین کے کہ اونکو نقل کرنے میں اسقدر احتیاط اور تنقیح نہیں کی گئی۔ اور شدت شرائط صحت کے لیئے قلت روایت امر لازم ہے ونیز چونکہ اصل مقصود دین میں احکام ہیں اس لئے بہی محدثین نے بہ نسبت نقل حکایات کے روایت سنن کا زیادہ اعتنا فرمایا مگر چونکہ اُن وغیرہ کے ساتھ بعض عوام کے لئے پوری تسلی تب ہی ہے کہ اونکو کچھ کرامتیں صحابہ کرام کی بہی بتلائی جاویں۔ اس لئے حسب ارشاد فیض بنیاد حضرت والا درجت مجدد دوران قطب زمان سیدی محبوبی ومرشدی مولوی شاہ **اشرف علی** صاحب اس حقیر نے اس کام کو شروع کیا حق تعالیٰ بطریق احسن تمام فرمادیں ناظرین سے حسبۃً للہ اپنے واسطے دعاء مغفرت وحصول مقاصد کا طالب ہوں۔ واضح ہو کہ

[1] ہذا القول رواہ العلامۃ الراقعی فی روضۃ الریاحین وحنبل جد احمد لا ابوہ ۱۲ منہ

اس کتاب کا خطبہ عرصہ ہوا کہ حضرت والا نے تحریر فرمایا تھا اور ایک صاحب سے کچھ متفرق مضامین بھی جمع کرائے تھے لیکن بوجہ عدیم الفرصتی حضرت کے دست مبارک پر یہ کام تمام نہ ہو سکا اس خطبہ میں بھی بہت سے مضامین خطبہ مذکورہ کے باختصار وتغیر مناسب بندہ نے درج کئے ہیں وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم۔

خطبہ مسائل السلوک من کلام ملک الملوک

امابعد الحمد والصلوۃ فان من العلوم القرآنیۃ کثیر مسائل التصوف مما ذکرہ الصوفیۃ قدست اسرارہم فی کتبہم مستندین الی القرآن وجملۃ ماذکروہ قسمان قسم دل علیہ القرآن بوجوہ الدلالات المعتبرۃ عند اہل العلم والاجتہاد تنصیصا ویسمی تفسیرا او استنباطا ویسمی فقہا ولا کلام فی کون ۳۵ ہذا القسم مدلولا للقرآن اما التنصیص فظاہر واما الاستنباط فلما تقرر من ان القیاس مظہر لا مثبت وقسم لا دلالۃ للقرآن علیہ بعینہ ولا علی ما یشارکہ فی العلۃ الشرعیۃ لکن لہ دلالۃ علی ما یناسبہ بنحو من المناسبۃ ویسمی اعتبارا وہذا القسم مما تکلمنا فی کونہ مدلولا لہ فنکم مثبت لہ وہو ظاہر صنیع کثیر من الصوفیۃ وکم من ناف لہ وہو ظاہر کلام حملۃ العلوم الظاہرۃ والقول الفصل فی الباب ان النفی حق ان ارید بالدلالۃ کون ذلک المعنی مقصودا بلا واسطۃ کالمنصوص او بواسطۃ کالثابت بالقیاس والاثبات حق منقول من السلف ان ارید بالدلالۃ ما ہو اعم من ثبوتہ باحد الطریقین المذکورین ومن ثبوت الشیء من اصلہ بنحو من الاصالۃ من غیر ان یقصر مع القول بارادۃ المعنی الظاہری قطعا فان ابطال ہذا المعنی باطل وذہاب الی مذہب الباطنیۃ الضالۃ ولنسمعک ما یدل علی جمیع ما ادعینا اما ان ہذا الصنیع

اصلاً من السلف فقد روی رزین عن ابن عباس فی قوله تعالیٰ اعلموا ان الله
یحیی الارض بعد موتها قال لین القلوب بعد موتها مخبتة منیبة یحیی القلوب
المیتة بالعلم والحکمة والا فقد علم احیاء الارض مشاهدة (تیسیر ص) فقول
ابن عباس صریح فی صحة تاویل الارض بالقلب فهل هذا الا الذی یسلکه الصوفیة
بل ظاهره ینفی ظاهر التفسیر لکن لما کان هذا التفسیر یقینیاً یصرف قوله عن المتبادر
الی ان مراده ایقاظنا السامع ان لا یکتفی من الآیة علی ظاهرها وان کان مقصوداً
بل یعتبر به ویتنقل الی حال القلب هذا ما بدا لی فی اعتبار علم الاعتبار وابلغ
من هذا ما قرره شیخ مشائخنا شاه ولی الله المحدث الدهلوی قدس سره
فی کون هذا الفن معتبراً فی کتابه الفوز الکبیر فی اصول التفسیر حیث قال
باللسان الفارسی واما اشارات صوفیه واعتبارات ایشان بحقیقت از فن تفسیر نیست
بلکه نزدیک استماع قرآن چیزے بر دل سالک ظاہر میگردد و درمیان نظم قرآن وحالتے
کہ آں سالک وارد یا معرفتیکہ او را حاصل ست متولد میشود چنانکہ کسے قصہ مجنوں ولیلے ۳۶
شنود ومعشوقہ خود را یاد کند ومعاملہ کہ درمیان وے ومحبوب وے میگذرد مستحضر سازد ودر اینجا
فائدہ ایست اہم آنرا باید دانست کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فن اعتبار را معتبر داشتہ اند
ودر آں راہ سلوک فرمودہ اند تا سنت باشد علمائے امت را وفتح طریقے باشد علوم موہوبہ
ایشاں را مانند آنکہ آیۂ فاما من اعطی واتقی ومسئلہ قدر تمثیلاً خواندند اگرچہ معنی منطوق
آیہ آنست کہ ہر کہ ایں کار ہا کردہ است او را راہ جنت ونعیم بنمائیم وہر کہ اضداد آں عمل ورزیدہ
است او را راہ دوزخ وتعذیب بکشائیم لیکن بطریق اعتبار تواں دانست کہ ہر کسے را برائے
حالتے آفریدہ اند وآں حالت برو بے اختیاری جاری میکنند من حیث یدری او لا یدری پس بایں
اعتبار آیہ را بمسئلہ قدر نسبتے واقع شد وہمچنیں آیہ ونفس وما سواها معنی منطوقش آنست
کہ بر تر وآثم مطلع ساخت لیکن خلق صورت علمیہ بر وآثم را آں بر وآثم اجمالاً در وقت
نفخ روح مشابہتے ہست پس باعتبار میتواں بایں آیہ دریں مسئلہ استشہاد کرد۔ (قلت
ولو قیل اعتضاد مکان استشهاد کان اولی) والله اعلم (ص۳۳ و۳۵) وقلت

من چو بینم شان معین پیش خویش — از چہ رو در اکنم ہمچون تو ریش

یعنی میں جب اونکو مجسم اپنے سامنے دیکھتا ہوں تو پھر اپنے منہ کو تیری طرح کس لئے زخمی کروں۔

گرچہ بیرون اند از دور زمان — با من اندو گردمن بازی کنان

یعنی اگرچہ اس دور زماں سے باہر ہیں مگر میرے تو ساتھ ہیں اور کھیل کر رہے ہیں۔

گریہ از ہجران بود یا از فراق — با عزیزانم وصالست و عناق

یعنی گریہ یا تو ہجر سے ہوا کرتا ہے یا فراق سے اور مجھے عزیزوں کے ساتھ وصل اور معانقہ ہے۔ ہجر تو کہتے ہیں اوسکو کہ محبوب سامنے ہو اور پاس ہو اور نہ ملے اور فراق
۲۴۷ یہ کہ وہ دور ہی ہو جاوے تو مطلب یہ کہ رووے تو جب جبکہ محبوب چھوڑ دے یا الگ ہو جاوے مگر میرے تو سامنے موجود ہیں کیوں رووں۔ معلوم ہوتا ہے کہ انکو کشف ہوتا تھا اور وہ اونکو کشف کے ذریعہ سے دیکھتے تھے اور فرماتے ہیں کہ۔

خلق اندر خواب می بینندشان — من بہ بیداری ہمی بینم عیان

یعنی خلق تو اونکو خواب میں دیکھتی ہے اور میں اونکو بیداری میں عیاناً دیکھ رہا ہوں آگے اس عیاناً دیکھنے کی ترکیب بتاتے ہیں کہ میں اس طرح دیکھتا ہوں کہ

شرح حبیبی

زین جہان خود را ہمے پنہان کنم — برگ حس را از درخت افشان کنم

یعنی میں عالم شہادت سے عالم غیب کیطرف متوجہ ہوجاتا ہوں اور درخت روح سے حواس ظاہرہ کے پتونکو جہاڑ دیتا ہوں یعنی ان حواس کو معطل کرکے حواس باطنہ سے کام لیتا ہوں پس عالم غیب مجہپر منکشف ہوتا ہے اور میں اپنے بچوں کو دیکھ لیتا ہوں اوس کے بعد مولانا اِس بیان کو موجہ کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ

شرح بشیری

زین جہان خود را دمے پنہان کنم برگ حس را از درخت افشان کنم

۲۲۸ یعنی اِس جہان سے اپنے کو ایک دم کے لیئے پنہاں کرلیتا ہوں اور برگ حس کو درخت سے جہاڑ دیتا ہوں مطلب یہ کہ اپنے حواس کو معطل کرکے غیبت حاصل کرلیتا ہوں تو جہاں ان حواس کو معطل کیا وہ عالم مکشوف ہوجاتا ہے اور اونکو دیکھ لیتا ہوں آگے فرماتے ہیں کہ

شرح حبیبی

حس اسیر عقل باشد اے فلان	عقل اسیر روح باشد ہم بدان
دست بستہ عقل را جان باز کرد	کارہائے بستہ را ہم ساز کرد

حس ہا و اندیشہا آب صفا — ہمچو خس بگرفتہ روئے آب را
دست عقل آں خس بیکسو مے برد — آب پیدا مے شود پیش خرد
خس بس انبہ بود بر جو چوں حباب — خس چو یکسو رفت پیدا گشت آب
چونکہ دست عقل نکشاید خدا — خس فزاید از ہوا بر آب ما
آب را ہر دم کند پوشیدہ او — از ہوا خنداں و گریاں عقل تو
چونکہ تقوے بست دو دست ہوا — حق کشاید ہر دو دست عقل را ۲۳۹
پس حواس چیرہ محکوم تو شد — چوں خرد سالار و مخدوم تو شد
حس را بیخواب خواب اندر کند — تا کہ غیبتہا ز جاں سر بر زند
ہم بہ بیداری بہ بیند خوابہا — ہم ز گردوں بر کشاید بابہا

یعنی تم شیخ کے کلام کو محض دعویٰ نہ سمجھو بلکہ یہ ایک موجّہ اور مدلّل بیان ہے کیونکہ حق سبحانہ نے اصالۃً حس کو عقل کا محکوم اور عقل کو روح کا منقاد بنایا ہے پس جبکہ روح عقل کے بندھے ہوئے ہاتھوں کو کھول کر اوسکو حواس کے مغلوب کر لینے کے قابل بنا دیتی ہے تو سب مشکلات حل ہو جاتی ہیں تفصیل اسکی یہ ہے کہ حواس

اور خیالات نفسانیہ نے مغیبات کو یوں ہی چھپا رکھا ہے جیسے کہ خس و خاشاک آب صفا پر پھیل کر اوسکو چھپا لیتا ہے اور احتجاب مغیبات انہیں حواس و افکار کے سبب ہے جبکہ عقل غالب ہو جاتی ہے اور بندش کے اوٹھ جانے کے سبب وہ حواس میں تصرف کرنے کے قابل ہو جاتی ہے تو وہ حواس و افکار کے خس و خاشاک کو ہاتھ سے ہٹا دیتی ہے۔ یعنی اون کی طرف توجہ چھوڑ دیتی ہے اور وہ یوں معطل ہو جاتے ہیں جیسے خواب میں ان کی حالت ہوتی ہے اور آب صاف اوسکو دکھلائی دینے لگتا ہے یعنی مغیبات اوس کے سامنے حاضر ہو جاتے ہیں خس و خاشاک چونکہ آب جو پر بہت تھے اسلئے پیشتر پانی نظر نہ آتا تھا۔ اب ہٹ گئے تو پانی ظاہر ہو گیا یعنی ہجوم افکار و خیالات کے سبب مغیبات نہ دکھلائی دیتے تھے اب اون کے دفع ہو جانے سے پیش نظر ہو گئے اور جبکہ حق سبحانہ بتوسط روح عقل کے ہاتھ نہیں کھولتے تو اوس وقت خس و خاشاک افکار و اوہام بڑھتے رہتے ہیں۔ اور آب مغیبات کو جس کا ظہور تکو مطلوب ہے پوشیدہ کرتے رہتے ہیں پس وہ خس و خاشاک تو ہوائے نفس سے ملتے کھیلتے ہیں۔ اور عقل بیٹھی قسمت کو روتی ہوتی ہے۔ کیونکہ حواس اوسپر غالب ہوئے وہ اون کی مغلوب ہوتی ہے۔ کیونکہ روح اوسکی امداد نہیں کرتی۔ کہ اوسکا ان کمینوں کے نرغے سے چھڑا سکے نیز اپنے مطلوب یعنی ادراک مغیبات سے دور ہوتی ہے اسلئے روتی ہے برخلاف اس کے جب روح اوسکی امداد کرتی ہے یعنی تقوے اختیار کرکے خواہشات نفسانیہ کے دست تعدیکو باندھتی ہے اوسوقت حق سبحانہ اوسکے توسط سے عقل کے ہر دو دست کھولتے ہیں۔ پس عقل حواس پر جو کہ اب تک غالب تھے تسلط کرکے اونکو مغلوب کرتی اور اپنا منقاد بناتی ہے اور اون کو بیداری ہی میں سلا دیتی ہے یعنی حالت خواب ہی کی طرح معطل کر دیتی ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ روح سے مغیبات کا ظہور ہونے لگتا ہے۔ پس ثابت ہوا کہ شیخ کا بیداری میں لڑکوں کو دیکھنا کچھ مستبعد نہیں۔ بلکہ اگر اور لوگ بھی ویسا ہی کریں جیسا کہ شیخ نے کیا ہے تو اونکو بھی دکھلائی دے سکتے ہیں۔ بشرطیکہ کوئی حکمت حصول کشف سے مانع نہو۔ ۲۴۰

(باقی آیندہ)

وقال استقيموا ولن تحصوا
وان تقبل الله تعالى من
العبد ادنى العمل برحمته
وعفوه كما قال صلى الله
عليه وسلم سددوا وقاربوا
استعينوا بالغدوة والروحة
وشئ من الدلجة رواه
البخاري فلهذه
الصعوبة ظهر
الصراط بصورة
ماهو احد من السيف
فاندفع الاستبعاد
وبيان امثال هذه النكت
مما يعامل به اهل
الاصلاح الضعفاء واصل
طريقهم في هذه الامور
التسليم بلا تكييف

الحديث عفوا
تعف نساءكم وبروا
آباءكم تبركم
ابناءكم

اور آپ نے ارشاد فرمایا ہے کہ مستقیم رہو اور
تم سے اس کا احاطہ نہ ہو سکے گا اگرچہ اللہ تعالیٰ
اپنے عفو و رحمت سے بندہ سے ادنیٰ درجہ
کے عمل کو بھی قبول فرما لیتا ہے جیسا کہ
ارشاد فرمایا ہے رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے کہ ٹھیک ٹھیک رہو اور
قریب قریب رہو اور کچھ صبح کچھ شام اور
کچھ رات کے حصے سے مدد لیا کرو یعنی
ان اوقات میں کچھ نفل عبادت کر لیا کرو
پس اس دشوار ہونے کے سبب وہ صراط
۹۳ ایسی صورت میں ظاہر ہوگا جو تلوار سے
زیادہ تیز ہے پس اس تقریر سے وہ
استبعاد دفع ہوگیا اور اس قسم کے
نکات کا بیان کرنا ایک طریق ہے
جس کے موافق اہل اصلاح ضعفاء کے ساتھ
معاملہ کرتے ہیں ورنہ ان کا اصل طریق
ان امور میں بلا کیف تسلیم کر لینا ہے

الحدیث تم عفیف رہو تمہاری
عورتیں بھی عفیف رہیں گی اور اپنے
باپوں سے اچھا سلوک کرو تمہارے
بیٹے تم سے اچھا سلوک کریں گے اسکو

الطبرانی عن جابر والدیلمی عن
علی مرفوعا لا تزنوا فتذهب لذة
نسائکم وعفوا تعف
نسائکم ان بنی فلان زنوا
فزنت نساءهم **ف** المقصود
بیان اصل الاثر وان لم یترتب
لعارض وکانہ یاخذ لقول العارف
الرومی فی الخامس من المثنوی
مع ذکر السر فیہ ؎
هر که با اهل کسان شد فسق جو
اهل خود را دان که قواد است او ۹۴
زانکه مثل آن جزای او شود
چون جزای سیئہ مثلش بود
ویقول الشیخ الشیرازی فی بوستانہ ؎
مکن بد بفرزند مردم نگاه
که ناگاه فرزندت آید تباه
وقلما یوجد قول من اقوال
اهل الطریق لا یستند الی
النصوص صراحة او اشارة
الحدیث علماء امتی
کانبیاء بنی اسرائیل

طبرانی نے حضرت جابر سے اور دیلمی نے
حضرت علی سے مرفوعًا اس طرح روایت
کیا ہے کہ تم زنا مت کرو تمہاری بیبیوں کی
لذت جاتی رہے گی (کیونکہ لذت
اشتیاق سے ہوتی ہے اور جب دوسری
جگہ اشتیاق ختم ہوگیا پھر لذت کہاں نیز
معصیت کی نحوست بھی اس نعمت کے
سلب کا سبب بنجاتی ہے) اور تم عفیف
رہو تمہاری عورتیں بھی عفیف رہیں گی
فلاں خاندان والوں نے زنا کیا انکی
عورتوں نے بھی زنا کیا **ف** مقصود
(زنا وعفت کے) اصل اثر کا بیان کرنا
ہے اگرچہ کسی مرض کے سبب اسکا
ترتب نہوا اور غالبًا یہ حدیث عارف
رومی وشیخ شیرازی کے اقوال (مذکورہ
حصہ عربی) کا ماخذ ہوگا اور حضرات
اہل طریق کے اقوال میں سے کوئی
قول کم پایا جاتا ہوگا جو نصوص کی طرف
صراحۃً یا اشارۃً مستند نہ ہوتا ہو۔
حدیث میری امت کے علماء
مثل انبیاء بنی اسرائیل کے ہیں ہمارے

فقال شيخنا ومن	شیخ نے کہا ہے اور ان کے قبل دمیری
قبله الدميري و	اور زرکشی نے کہا ہے کہ اسکی کچھ اصل
الزركشي انه لا اصل	نہیں بعض نے اتنا اور زیادہ کیا کہ یہہ
له زاد بعضهم	حدیث کسی معتبر کتاب میں بھی معلوم
ولا يعرف في كتاب	نہیں ہوئی **ف**۔ میں کہتا ہوں کہ
معتبر **ف**	لیکن اس کا مضمون صحیح ہے
قلت لكن معناه	اور اس حدیث سے ثابت ہے
صحيح ثابت بحديث	کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد
العلماء ورثة	فرمایا کہ علماء وارث ہیں انبیاء کے
الانبياء في المقاصد	مقاصد میں اس حدیث کے باب
في هذا الحديث احمد	۹۵ میں کہا ہے کہ اسکو احمد و ابوداؤد
وابوداؤد والترمذي	وترمذی نے اور دوسروں نے بھی
وآخرون عن ابي	ابو الدرداء سے ان ہی الفاظ سے
الدرداء مرفوعا	مرفوعاً روایت کیا ہے مع اس زیادت
بزيادة ان الانبياء	کے کہ انبیاء نے میراث میں نہ دینار
لم يورثوا دينارا ولا	چھوڑا نہ درم چھوڑا صرف علم کو میراث
درهما انما	میں چھوڑا ہے اور اس حدیث کو
ورثوا العلم صححه	ابن حبان اور حاکم وغیرہما نے صحیح
ابن حبان والحاكم	کہا ہے اور حمزہ کنانی نے حسن
وغيرهما وحسنه حمزة	کہا ہے اور ان کے غیر نے ضعیف
الكناني وضعفه غيرهم	کہا ہے بوجہ اس کے کہ اسکی سند میں

بالاضطراب فی سنده
لکنه له شواهد تقویها
الحدیث الفقر
فخری وبه افتخر
قال شیخنا هو باطل
موضوع **ف** قلت ولکن
ورد فی فضل الفقراء
احادیث لا تحصی
وبالفضل یقع الفخر
فحدیث الفخر مدلول
التزامی لاحادیث الفضل ٩٧
الحدیث القلب بیت الرب
لیس له اصل فی المرفوع **قلت**
یعنی لفظا ففی المقاصد حرف
المیم فی تحقیق ما وسعنی سمائی
ولا ارضی ووسعنی قلب
عبدی المؤمن ما نصه
وقد روی الطبرانی من حدیث
ابی عتبة الخولانی رفعه
ان لله آنیة من اهل الارض و
آنیة ربکم قلوب عباده الصالحین

اضطراب ہے لیکن اس کے شواہد
متعدد ہیں جن سے اسکو تقویت ہو جاتی
حدیث فقر میرا فخر ہے اور میں اس پر
فخر کرتا ہوں ہمارے شیخ نے فرمایا کہ یہ
غیر ثابت اور موضوع ہے **ف** میں
کہتا ہوں لیکن فقر کی فضیلت میں
بیشمار حدیثیں وارد ہیں اور فضیلت
ہی کی چیزوں سے فخر ہوتا ہے پس یہ
فخر والی حدیث فضیلت والی حدیثوں
کی مدلول التزامی ہوئی پس معنی بے اصل
نہ ہوئی)
حدیث قلب خانہ خدا ہے مرفوع
میں اسکی کوئی اصل نہیں ہے میں کہتا ہوں
مطلب یہ ہے کہ لفظاً اسکی کوئی اصل
نہیں کیونکہ مقاصد کے حرف میم ما وسعنی
سمائی الخ کی تحقیق میں یہ مضمون ہے کہ طبرانی
نے ابو عتبہ خولانی سے مرفوعاً روایت
کیا ہے کہ اہل ارض میں اللہ تعالے
کے بہت ظروف ہیں اور تمہارے رب
کے ظروف اوس کے صالح بندوں کے
قلوب ہیں اور ان سب میں اسکو زیادہ محبوب وہ قلب ہے

(باقی آئندہ)

ایک بھی میسر نہیں آتی غذائیں وہ تجویز کیں جو گاؤں بھر میں بھی نہیں اور جتنی چیزیں کھانے کی ہیں وہ سب ممنوع کہ نہ بیگن کھانا نہ آلو کھانا نہ بھینس کا گوشت کھانا اور اس کے ساتھ ہی حکیم صاحب کو بھی اپنے جہل کیوجہ سے بُرا بھلا کہنے لگے تو عقلاء اسکو کیا جواب دیں گے یہی جواب دیں گے کہ طب میں تو ذرا بھی تنگی نہیں اس شخص کے گاؤں ہی میں تنگی ہے کیونکہ طب میں تنگی تو اسوقت سمجھی جاتی جبکہ دو چار چیزوں کی اجازت ہوتی اور باقی سب چیزیں ممنوع ہوتیں اور جبکہ ہزاروں کی اجازت ہے اور صرف چار کی ممانعت تو طب میں تنگی ہرگز نہیں بلکہ اس شخص کے گاؤں میں تنگی ہے کہ اس میں صرف وہی چیزیں منتخب ہو کر آتی ہیں جو کہ سراسر مضر ہیں تو علاج اس کا یہ نہیں ہے کہ حکیم صاحب کا نسخہ ردی کر دیا جائے اور اسپر عمل نہ کیا جائے بلکہ علاج یہ ہے کہ اپنے گاؤں کی اصلاح کیجائے وہاں کی تجارت کو وسعت دیجائے۔ لوگوں کو مفید چیزیں فروخت کرنے پر مجبور کیا جائے (وعظ طریق النجات دعوات عبدیت جلد ۵ ص ۱۱)

۲۱ (۴۱) **حکایت** مشہور ہے کہ ایک حبشی چلا جا رہا تھا راستہ میں ایک آئینہ پڑا ملا کبھی آئینہ دیکھنے کا اتفاق ہوا نہیں تھا اسکو اٹھا کر دیکھا تو اپنی کالی بھجنگ صورت نظر پڑی کہنے لگا کہ ایسا بدصورت تھا جب تو کسی نے نہ کھا یہاں پھینکدیا یہی بعینہ حالت ہم لوگوں کی ہے کہ اپنے عیوب کو شریعت میں ثابت کرتے ہیں۔ (وعظ ایضاً ص ۱۱)

(۴۲) **حکایت**۔ ایک رئیس کو لغو بولنے کی عادت بہت تھی اور اکثر بے تکی باتیں ہانکتے تھے لوگ انپر ہنسا کرتے آخر انہوں نے ایک شخص کو اسلئے نوکر رکھا کہ ہم جو کچھ کہا کریں اسکی کوئی معقول توجیہ کیا کرو۔ چنانچہ ایک مرتبہ یہ کسی مجلس میں تھا کہنے لگا کہ ہم شکار میں گئے ہرن کو جو گولی ماری تو وہ سم توڑ کر ماتھا پھوڑ کر نکل گئی یہ سنکر تمام لوگ ہنسنے لگے کہ سم اور ماتھے کو کیا تعلق فوراً اس نوکر نے کہا کہ حضور بجا ارشاد ہے وہ اسوقت کھُر سے ماتھے کو کھجلا رہا تھا تو ہمارے ہوا پرست اور دنیا پرست بھائی چاہتے ہیں کہ جو کچھ ہمارے منہ سے نکلجائے اس نوکر کی طرح شریعت اسکو جائز ہی کردے تو گویا شریعت آپکی لونڈی ہوئی (وعظ ایضاً ص ۱۲)

(۴۳) **مثال**۔ مثلاً گورنمنٹ کا قانون ہے کہ کوئی شخص بغیر لیسنس کے بارود اور چھرے نہیں بیچ سکتا اس قانون کو سنکر اگر کوئی احمق یہ کہنے لگے کہ گورنمنٹ کے قانون میں بڑی تنگی ہے کہ ہمارا جی چاہتا ہے کہ ہم چھرے اور بارود خوب فروخت کیا کریں لیکن قانون لیسنس کی پیچ لگاتا ہے تو عقلاء اسکو یہی جواب دیں گے کہ قانون مصلحت عامہ کی بناء پر مقرر ہوا کرتا ہے نہ کہ مصلحت خاصہ کی بناء پر کیونکہ اگر مصلحت خاصہ کی رعایت کیجاوے اور ہر شخص کو بندوق و بارود رکھنے کی اجازت دیجاوے تو امن عام میں خلل پڑجاوے اور جس شخص کا جو جی چاہے سو کردے بیسیوں خون روزانہ ہوا کریں تو امن عام کا مقتضی یہی تھا کہ ایسا جکڑ بند کیا جاوے کہ عام طور پر اجازت نہو اگرچہ کسی خاص شخص کا نقصان ہی کیوں نہ ہو البتہ اگر کسی خاص شخص کا چال چلن اچھا ہو اور اس سے کسی قسم کا اندیشہ نہ ہو اور وہ لیسنس بھی حاصل کرلے تو اسکو اجازت ہوجاویگی تو معلوم ہوا کہ قانون مصلحت عامہ کی بناء پر مقرر کئے جاتے ہیں اب جو لوگ شریعت پر اعتراض کرتے ہیں وہ غور کرکے دیکھیں کہ شریعت کے کسی ۲۲
قانون میں بھی مصلحت عامہ فوت ہوتی ہے ہاں مصالح خاصہ بعض جگہ فوت ہوجاتے ہیں جہاں ان کی رعایت کرنے سے مصالح عامہ میں خلل ہونیوالا ہوتا ہے اور ان ہی پر نظر کرکے لوگ اعتراض کرتے ہیں (وعظ ایضاً ص۸ س۶)

(۴۴) بعض لوگ حکم شرعی ہونے سے تو انکار نہیں کرتے لیکن یہ کہدیتے ہیں کہ ہم تو دنیادار لوگ ہیں ہم سے شریعت پر کیسے عمل ہوسکتا ہے میں ان لوگوں کو کہتا ہوں کہ اگر خدا کے احکام پر عمل کرنا نہیں چاہتے تو خدا تعالیٰ کا دیا ہوا رزق بھی چھوڑدو یہ کیا شریعت پر عمل تو کریں مولوی اور خدا کا دیا ہوا کھاویں تم لوگ (وعظ ایضاً ص۹ س۱۰)

(۴۵) **مثال** اگر قلب سلیم ہے تو روپیہ ہونا نہ ہونا دونوں مضر نہیں اور اگر قلب سلیم نہیں ہے تو روپیہ کا نہ ہونا تو کم مضر ہوتا ہے اور روپیہ کا ہونا زیادہ مضر ہوتا ہے روپیہ اور قلب سلیم کی مثال بالکل تلوار اور ہاتھ کی سی ہے کہ تلوار کاٹتی ہے

لیکن اسوقت جبکہ ہاتھ بھی ہو اور اوس میں قوت بھی ہو۔ اور اگر ہاتھ نہیں یا ہاتھ ہو مگر قوۃ نہیں تو تیری تلوار کیا کام دے سکتی ہے۔ بلکہ بعض اوقات خود اپنے ہی زخم لگ جاتا ہے اسی طرح اگر قلب سلیم نہ ہو تو ہزار روپیہ کیا کام دے سکتا ہے (وعظ ایضاً صلا سٹ)

(۴۶) **مثال** علماء سے اسکی امید نہ رکھیں کہ وہ دنیا کے کاموں میں آپکی اعانت کریں۔ اور ان کی تدابیر آپ کو بتلائیں دنیا کا کام آپ کا کام ہے علماء کا نہیں علماء سے اسکی امید رکھنا ایسا ہے جیسے کوئی چمار حکیم عبدالمجید صاحب سے جوتے گنٹھوانے کے کام میں مدد چاہنے لگے مثلاً اگر حکیم عبدالمجید صاحب کے پاس کوئی دق کا مریض جائے اور وہ نسخہ لکھدیں۔ نسخہ لیکر مطب سے باہر آئے تو ایک چمار ملے اور وہ مریض سے پوچھے کہ تم کہاں گئے تھے اور وہ بتلائے اسپر چمار کہنے لگے کہ حکیم عبدالمجید بھی عجیب بیخبر آدمی ہیں کہ ان سے اتنا نہ ہوا کہ اس نسخہ میں جوتے گنٹھوانے کو لکھدیتے معلوم ہوتا ہے کہ یہ قوم کی حالت سے بالکل ۲۲۳
بیخبر ہیں تو ساری دنیا اس چمار کو احمق بنائے گی اور کہے گی کہ حکیم عبدالمجید صاحب کا یہ کام نہیں کہ وہ جوتی گانٹھنے کی ترکیب بتلائیں یا اس کام کے چلنے میں مدد دیا کریں حکیم عبدالمجید کا کام امراض کے لیے ادویہ تجویز کرنے کا ہے تو علماء کو بھی حکیم عبدالمجید ہی سمجھنا چاہیئے کہ اون کا کام امراض باطن کے لئے نسخے تجویز کرنے کا ہے نہ کہ دنیا کے کاموں میں تجاویز بتلانے کا اگر حکیم صاحب پر جوتی سلوانیکو نہ بتلانے کا الزام صحیح ہے تو علماء پر بھی صحیح۔ البتہ حکیم صاحب کے ذمہ یہ ضروری ہے کہ اگر جوتی سینے سے پہننے والے کے پیر میں زخم نہ پڑے اور پیر کے لڑنے کا اندیشہ نہ ہو تو جوتی پہننے سے منع نہ کریں ورنہ منع کرنا ضرور ہوگا۔ (وعظ ایضاً صلا سٹ)

(۴۷) **حکایت** میرے استاد علیہ الرحمۃ فرماتے تھے کہ ایک شخص نے یہ دعا کی کہ مجھے خواجہ خضر ملجائیں چنانچہ خواجہ خضر اسکو مل گئے اس نے کہا حضرت یہ دعا کر دیجئے کہ خدا تعالیٰ مجھکو اسقدر دنیا دیدیں کہ میں بالکل بے فکر ہو جاؤں خواجہ خضر نے کہا

کہ بےفکری اور راحت دنیا داری میں ہو نہیں سکتی اس نے پھر اصرار کیا اونہوں نے فرمایا کہ اچھا
تو کسی ایسے شخص کو انتخاب کرے جو تیرے نزدیک بالکل بے فکر اور نہایت آرام میں ہو
میں یہ دعا کروں گا کہ تو بھی اسی جیسا ہو جائے اور تین دن کی مہلت اسکو دی آخر اس نے
لوگوں کی حالت کو دیکھنا شروع کیا جسکو دیکھا کسی نہ کسی تکلیف یا شکایت و پریشانی میں مبتلا
پایا۔ بہت سی تلاش کے بعد اسکو ایک جوہری نظر پڑا جس کے پاس حشم و خدم بھی بہت کچھ
تھے صاحب اولاد بھی تھا اور اسکو بظاہر کوئی فکر نہ معلوم ہوتی تھی اسکو خیال ہوا کہ اس
جیسا ہونے کی دعا کراؤں گا۔ لیکن ساتھ ہی یہ خیال بھی ہوا کہ ایسا نہو کہ یہ بھی کسی بلا میں
مبتلا رہو اور میں بھی دعا کی وجہ سے اسی بلا میں مبتلا ہو جاؤں لہذا بہتر یہ ہے کہ اول اس سے
اسکی اندرونی حالت دریافت کروں چنانچہ اس جوہری کے پاس گیا اور اپنا پورا ماجرا اسکو
کہہ سنایا جوہری نے ایک آہ سرد کھینچی اور کہا کہ خدا کے لئے مجھ جیسا ہونے کی دعا ہرگز
نہ کرانا میں تو ایک مصیبت میں گرفتار ہوں کہ خدا نہ کرے کوئی اسمیں گرفتار ہو۔ واقعہ یہ ہے
۲۴ کہ ایک مرتبہ میری بیوی بیمار ہوئی اور بالکل مرنے کے قریب ہو گئی۔ میں اسکو مرتے
دیکھکر رونے لگا اس نے کہا کہ تم کیوں روتے ہو میں مرجاؤں گی تم دوسری کر لوگے
میں نے کہا کہ نہیں میں اب ہرگز نکاح نہ کرونگا کہنے لگی کہ سب کہا ہی کرتے ہیں ایفار
کوئی بھی نہیں کرتا میں چونکہ اسکی محبت میں مغلوب تھا اور اسوقت اس کے مرنیکا نہایت
سخت رنج دل پر تھا میں نے اس کے کہنے پر استرا لیکر اپنا اندام نہانی فوراً کاٹ ڈالا
اس سے کہا کہ اب تو تجھکو بالکل اطمینان ہو گیا اتفاق سے وہ اپنے مرض سے جانبر
ہو گئی اب چونکہ میں بالکل بیکار ہو چکا تھا اس لئے اس نے میرے نوکروں سے ساز باز کر لیا
یہ جسقدر اولاد تم دیکھتے ہو سب میرے نوکروں کی عنایت ہے میں اپنی آنکھوں سے اس
حرکت کو دیکھتا ہوں لیکن اپنی بدنامی کے خیال سے کچھ نہیں کہہ سکتا اسواسطے تم مجھ
جیسے ہونیکی دعا ہرگز نہ کرانا آخر اس شخص کو یقین ہو گیا کہ دنیا میں کوئی آرام سے نہیں جب
تیسرے دن حضرت خضر سے ملاقات ہوئی تو اونہوں نے کہا کہو کیا رائے ہے اس نے کہا کہ حضرت
یہ دعا کر دیجئے کہ خدا تعالی مجھکو اپنی محبت کاملہ اور دین کامل عطا فرمائے۔

(باقی آیندہ)

(ا) کہ یہہ بہی دیکہتے ہیں کہ ان فنون کے ماہرین بہی معارضہ سے عاجز آگئے۔

(ح) شاق ہوا اور حضور منبر پرسے اوترے اور اوسکو سینہ مبارک سے لگا لیا تو اوسکی یہ حالت تہی کہ ایسی سسکیاں لیتا تہا جیسے بچہ لیتا ہے جبکہ بہت رونے کے بعد اوسکی ماں اوسکو گود میں لیکر تسلی کرتی ہے۔ واقعہ پورا سننے کے بعد کوئی نہیں کہہ سکتا کہ یہ معجزہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارادہ سے ہوا۔ بلکہ کہا جا سکتا ہے کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ذرا بہی وہم وگمان اس بات کا ہوتا کہ منبر پر تشریف فرما ہونے سے ایسا ہوگا تو حضور اسکو گوارا نہ کرتے۔ ان نظائر سے ناظرین کی سمجہہ میں آگیا ہوگا کہ معجزہ درحقیقت نبی کا فعل ہی نہیں ہے بلکہ وہ حق تعالی قادر مطلق کا فعل ہے جو نبی کے ہاتہہ پر ظاہر ہوتا ہے کبہی تو ارادۂ نبی بہی اوسکے ساتہہ ہوتا ہے جیسے حضرت موسے علیہ السلام جب چاہتے عصا کو سانپ بنا دیتے اور کبہی ارادۂ نبی بہی اوس کے ساتہہ نہیں ہوتا جیسا کہ اون نظائر میں ہے جو ہم نے ابہی بیان کئے جب معجزہ میں نبی کا ارادہ بہی شرط نہیں تو مشق اور ہتہہ پہیری اور دہوکہ کا تو کیا ذکر ہے
۲۱۴ اور شعبدہ اور جادو اور مسمریزم میں یہ سب باتیں ہوتی ہیں ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا۔ جب معجزہ اور مسمریزم و شعبدہ میں ایسا بین فرق ہے تو دونوں مشترک الاستلزام نہوئے یعنے دونوں سے ایک ہی نتیجہ نکالنا اور یہ کہنا کہ اگر معجزہ دلیل نبوت ہے تو شعبدہ اور مسمریزم بہی دلیل نبوت ہوں گے کہاں صحیح ہوا۔ ایک واقعی چیز ہے اور ایک دہوکہ۔ اور ایک خدائے تعالی کا فعل ہے۔ اور ایک بندہ کا۔ ایک کا ظہور تسلیم شدہ صلحا اور اہل حقیقت (انبیا علیہم السلام) کے ہاتہہ پر ہوتا ہے اور ایک کا ظہور خبیث اور ناپاک اور جہلا کے ہاتہہ پر ہوتا ہے۔ لطف یہ ہے کہ اہل شعبدہ و مسمریزم خود بہی انبیا علیہم السلام کے معجزات کو کسی سبب طبعی خفی یا غیر خفی کی طرف منسوب نہیں کرتے اور یہہ نہیں کہتے کہ انہوں نے بہی ہماری طرح مشق کر کے یہہ کمالات حاصل کئے ہیں اور اون سے کوئی شعبدہ باز یا مسمریزم والا مقابلہ کر کے جیت بہی نہیں سکا بلکہ مقابلہ کے وقت اون کو مغلوب ہونا اور تسلیم کرنا پڑا کہ ہمارا فعل باطل ہے اور اون کا فعل حق ہے چنانچہ وہ ساحران فرعون جنہوں نے مقابلہ سے پہلے یہ کہا تہا ان ھذن لساحران۔ الآیۃ۔ ترجمہ۔ بیشک دونوں

(ح) (حضرت موسے وہارون علیہما السلام) جادوگر ہیں یہ چاہتے ہیں کہ تم کو اپنے جادو سے
مغلوب کرکے تمہاری زمین سے نکال دیں) اپنی حکومت قائم کرلیں) اور تمہارے اچھے
طریقہ (دین) کو مٹا دیں۔ لہذا ہم سب ملکر ایکدم انپر حملہ کریں اور ان کے جادو کو مغلوب
کریں۔ لیکن جب عصائے موسوی اون کے جادو کو سب کو نگل گیا تو وہ ایکدم سجدہ میں گر پڑے
اور کہنے لگے آمنا برب ھٰرون و موسیٰ کہ ہم موسےٰ اور ھارونؑ کے خدا پر ایمان لے آئے
اور بجائے اسکے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ میں آئے تہے فرعون سے مقابلہ کرنے
لگے اور فرعون نے ہر چند سولی اور قتل کی دہمکیاں دیں (چنانچہ بعد میں ایسا ہی کیا ہی)
لیکن حق بات اون کے دل میں ایسی جاگزیں ہوگئی تہی جیسے کسیکو سورج دیکھکر دن کا
ہونا ذہن نشین ہوجاتا ہے اور وہ یہی کہتے تہے کہ لن نؤثرك علی ما جاءنا من البینٰت
الآیہ یعنے تو کچہہ ہی کرے مگر ہم تیری بات کو اون باتوں کے سامنے نہیں مان سکتے جو
ہمکو کھلم کھلا نظر آگئیں یعنے موسیٰ علیہ السلام کی حقانیت اور معجزہ کا فعل حق ہونا دیکہو
۲۱۴ ممکن تہا کہ وہ یہ کہتے کہ موسےٰ علیہ السلام کا جادو ہم سے بڑا جادو ہے اسوقت ہم
مغلوب ہوگئے سہی لیکن اس سے زیادہ مشق کرکے پہر مقابلہ کریں گے مگر ایسا نہیں ہوا
کسی سبب طبعی اور مشق کی طرف معجزہ کو منسوب نہیں کیا اور حقیقت کو سمجہہ گئے کہ
یہہ فعل خداوندی ہے بندہ کا فعل اوس کے سامنے کیا سبقت لیجا سکتا ہے۔
جب ساحر اور اہل فن معجزہ کو کسی سبب کی طرف منسوب نہیں کرتے اور معجزہ سے مغلوب ہوتے
ہیں اور اعتراف کرتے ہیں کہ ہم مغلوب ہیں اور ہمارا فعل باطل اور مکر اور دہوکہ ہے
اور معجزہ غالب اور حق اور واقعی چیز ہے تو اون کے مقابلہ میں اہل فطرت غیر اہل
فن کا یہہ کہنا کیسے قابل التفات ہوسکتا ہے کہ شعبدہ اور معجزہ میں کچہہ فرق نہیں
جیسے ایک مقدمہ میں فریقین کے وکیل کہڑے ہوں اور بحث مباحثہ کے بعد ایک
فریق کا وکیل خود قبول اٹہے کہ واقعی میری دلیل کمزور اور غلط ہے تو اس سے زیادہ
دوسرے فریق کے غلبہ اور حقانیت کی کیا دلیل ہوسکتی ہے اور اس کے مقابلہ میں
کسی ایسے شخص کا کچہہ کہنا جو قانون بہی نہ جانتا ہو کب قابل تسلیم ہوسکتا ہے۔

(ح) یہی دلیل حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعونیوں کے سامنے پیش کی اتقولون للحق لما جاءکم اللہ ھذا ولا یفلح الساحرون یعنی تم اب بھی حق بات کو جادو ہی کہے جاتے ہو کیا یہ جادو ہے حالانکہ جادوگر اوس کے سامنے کامیاب نہیں ہوتے۔

الحاصل معجزہ اور شعبدہ میں بہت فرق ہے دونوں پر ایک حکم لگانا صحیح نہیں حق تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو ہر قسم کے مخلوق کی ہدایت کے لیے بھیجا تو ہر قسم کی دلیل کی بھی ضرورت ہے خواص بلکہ اخص الخواص کے لئے معجزہ علمی یعنے حسن تعلیم و اخلاق بدرجہ اعجاز عطا فرمایا کہ اسکو بھی غیر نبی چاہے کیسا ہی عقلمند ہو نہیں پاسکتا۔ چنانچہ بڑے بڑے فلاسفروں کی کتابیں اخلاق کے متعلق اور اسلامی اخلاقی کتابیں سامنے رکھ کر اس کا اندازہ ہوسکتا ہے خود فلاسفروں نے اس کا اقرار کیا ہے جیسا کہ ہم شروع کتاب میں تقسیم حکمت کے بیان میں لکھ آئے ہیں۔ اور عوام کے لئے معجزہ عملی دیا لئلا یکون للناس علی اللہ حجۃ بعد الرسل یعنے تاکہ کسی کو حق تعالیٰ کے سامنے انبیاء علیہم السلام کے
بھیجنے کے بعد حجت باقی نہ رہے بلکہ غور سے دیکھا جاوے تو معجزہ عملی خواص کے لئے بھی ۲۱۵
ویسا ہی حجت ہے جیسا عوام کے لئے حجت ہے کیونکہ جب ثابت ہوگیا کہ اس کے مقابلہ سے تمام دنیا عاجز ہے تو ثابت ہوگیا کہ یہ فعل اس انسان داعی نبوت کا نہیں ہے بلکہ حق تعالیٰ کا فعل ہے جو اس کے ہاتھ پر ظاہر ہوا ہے اس سے خصوصیت اوس بندہ کی حق تعالیٰ کے ساتھ ثابت ہوگی اسی کا نام نبوت ہے۔ غرض معجزہ عملی خواص و عوام دونوں کے لئے حجت ہے اور معجزہ علمی صرف خواص کے لئے جو لوگ اب بھی معجزہ اور شعبدہ کو ایک ہی لکڑی ہانکے جاویں اسکی وجہ سوائے اس کے کچھ نہ ہوگی کہ دین کی طرف سے محض لاپروائی ہے کہ کون غور کرے اور دونوں میں فرق کرنے کے جھگڑے میں پڑے وہ کوئی حجت قیامت کے دن کے واسطے سوچ رکھیں جو حق تعالیٰ کے سامنے چل سکے فاعتبروا یا اولی الابصار

(۶) فصل اس بیان میں کہ قرآن شریف میں معجزات عملیہ کا ثبوت ہے یا اسکی نفی کی گئی ہے

ہم اوپر بیان کر آئے ہیں کہ اہل فطرت معجزات کے وقوع کا انکار کرتے ہیں کیونکہ اونکے نزدیک معجزات خلاف عقل ہیں اور خلاف عقل محال ہے اور محال کا واقع ہونا ناممکن ہے اور اسی وجہ سے جو خبریں معجزات کے متعلق آئی ہیں اون میں تاویلیں کرتے ہیں۔ ہم اسکی تردید بھی کافی وافی کر آئے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ معجزات مستبعد ہیں خلاف عقل نہیں جسکو محال کہتے ہیں محال کا وجود ناممکن ہے اور مستبعد کا وجود ناممکن نہیں لہذا کل تاویلیں فضول ہیں حقیقت اون کی تحریف ہے۔ اب ہم کو اس سے بھی بڑی غلطی کا حل کرنا ہے وہ یہ ہے کہ بعض اہل فطرت نے معجزات کے انکار میں یہاں تک غلو کیا ہے
کہ ادلہ شرعیہ سے بجائے اس کے کہ اون سے معجزات کا ثبوت ہوتا ہے دعوی کیا ہے ۲۱۶
کہ اون سے معجزات کی نفی ہوتی ہے۔ اس مضمون کے متعلق چند آیتیں پیش کی ہیں جن سے بزعم خود صراحۃً معجزات کی نفی ثابت کی ہے اور جن تاریخی خبروں سے معجزات کا ثبوت ہے اون کا انکار کر دینا تو کوئی بات ہی نہیں اون احادیث کا بھی انکار کر دیا ہے جن سے معجزات کا ثبوت ہوتا ہے اور بے دھڑک کہدیا ہے کہ حدیثوں کا کیا اعتبار یہ تو زمانہ رسالت سے تین سو برس کے بعد بنائی گئی ہیں۔ وہ آیتیں یہ ہیں جن سے معجزات کی نفی ثابت کی گئی ہے۔ وان کان کبر علیک اعراضہم فان استطعت ان تبتغی نفقا فی الارض او سلما فی السماء فتاتیہم بایۃ (پارہ واذا سمعوا)

(ترجمہ) اگر تمکو ان کفار کا روگردانی کرنا شاق ہے تو اگر تم سے ہو سکے تو زمین میں کوئی سرنگ ڈھونڈھکر یا سیڑھی بنا کر آسمان میں سے کوئی معجزہ لے آؤ۔ اس سے ثابت ہوا کہ کفار معجزات طلب کرتے تھے مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نہ دکھا سکتے تھے خود حق تعالے نے نفی کر دی کہ تم معجزہ نہیں لا سکتے۔

(باقی آئندہ)

چنانچہ ابن عساکر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ إِحْسَانًا سے وَعْدَ الصِّدْقِ الَّذِي كَانُوا يُوعَدُونَ تک حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں نازل ہوئی ہے (روح المعانی)

نیز تفسیر حسینی میں اس آیت شریفہ کے متعلق اس طرح مرقوم ہے۔

اکثر مفسران برآنند کہ این آیت خاص است بامیر المومنین ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ کہ شش ماہ در شکم مادر بودہ و دو سال تمام شیر خوردہ و ہژدہ سالہ بخدمت حضرت پناہ علیہ السلام

اکثر مفسرین اس بات پر متفق ہیں کہ یہ روایت امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ خاص ہے کہ آپ چھ مہینہ شکم مادر میں رہے اور پورے دو سال دودھ پیا اور اٹھارہ سال کی عمر میں آنحضرت[1]

---

[1] چنانچہ علامہ ابوالفضل شہاب الدین سید محمود آلوسی بغدادیؒ نے اپنی تفسیر روح المعانی میں تحریر فرمایا ہے۔

نقل عن الواحدی انہ قد صحب النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وھو ابن ثمان عشرۃ سنۃ ورسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ابن عشرین سنۃ فی سفر الشام فی التجارۃ فنزل تحت شجرۃ سمرۃ وقال لہ الراھب انہ لم یستظل بھا احد بعد عیسیٰ غیرہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فوقع فی قلبہ تصدیقہ فلم یکن یفارقہ فی سفر ولا حضر فلما نبی وھو ابن اربعین

واحدی سے منقول ہے کہ ملک شام کے سفر میں تجارت کے لئے آپ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ہوئے اس حال میں کہ آپ کی عمر اٹھارہ سال کی تھی ۳۱
اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف بیس سال کی تھی پس آپ نے (یعنی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے) ایک کیکر کے درخت کے نیچے نزول فرمایا تو راہب نے آپ سے کہا کہ عیسیٰ علیہ السلام کے بعد سوائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کسی شخص نے اس درخت کا سایہ حاصل نہیں کیا پس (راہب کے اس کہنے سے) آپ (یعنی صدیق اکبر) کے قلب میں ان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق واقع ہوئی اس کے بعد آپ ان (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) سے سفر و حضر میں کبھی جدا نہیں ہوئے تھے جب وہ نبی ہوئے اس حال میں کہ انکی عمر چالیس

رسید و آنحضرت علیہ السلام بیست سالہ
بود کہ در سفر و حضر رفیق و قرین شدہ
بود چون سال مبارک حضرت رسالت پناہ
علیہ السلام چہل رسید مبعوث شد صدیق
رضی اللہ عنہ سی و ہشت سالہ بود کہ
بوے ایمان آورد چون چہل سالہ شد
قَالَ رَبِّ گفت ای پروردگار من اَوْزِعْنِیْ
الہام دہ مرا و توفیق بخش اَنْ اَشْكُرَ
تا شکر گویم نِعْمَتَكَ الَّتِیْ نعمت
ترا آن نعمتے کہ بکرم عمیم خود اَنْعَمْتَ
عَلَیَّ انعام کردہ بر من کہ نعمت
اسلام ست ۔ ۱۳۲
وَعَلٰی وَالِدَیَّ و بر نعمتے کہ بر پدر و مادر من دادہ
کہ حیات است و قدرت و نعمت اسلام
نیز گفتہ اند کہ از مہاجر و انصار کسی کہ پدر و مادرش
بشرف اسلام رسیدہ باشد غیر از صدیق رضی اللہ
عنہ نیست وَاَنْ اَعْمَلَ و دیگر الہام دہ کہ عمل
کنم صَالِحًا عمل ستودہ کہ تَرْضٰهُ بپسندی
آنرا و از آن خوشنود باشی حق سبحانہ

صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں پہونچے
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیس سال کے تھے
کہ سفر و حضر میں آپ اون کے رفیق و ہم قرین
ہوئے جب سن شریف رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم
کا چالیس کو پہونچا نبوت کے ساتھ سرفراز ہوئے اور
صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اڑتیس سال کے تھے
کہ آپ پر ایمان لائے جب (صدیق رضی اللہ عنہ)
چالیس سال کے ہوئے تو آپنے کہا رب اے
میرے پروردگار اَوْزِعْنِیْ مجکو الہام دیجیے
اور توفیق عطا کیجیے اَنْ اَشْكُرَ تاکہ شکر کروں میں نِعْمَتَكَ
الَّتِیْ آپ کی اس نعمت کا کہ آپنے اپنے
کرم عمیم سے اَنْعَمْتَ عَلَیَّ مجھ پر انعام
فرمایا ہے کہ وہ (نعمت) نعمت اسلام ہے
وَعَلٰی وَالِدَیَّ اور اس نعمت پر جو میرے ماں باپ کو
آپنے عطا فرمائی ہے کہ وہ زندگی و قدرت اور نعمت اسلام
ہے نیز بیان کیا ہے کہ مہاجرین و انصار میں سوائے
ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے کوئی شخص ایسا نہیں ہے
کہ اس کے ماں باپ دونوں اسلام سے مشرف ہوئے
ہوں وَاَنْ اَعْمَلَ اور الہام دیجیے کہ عمل کروں صَالِحًا
نیک عمل کہ تَرْضٰهُ آپ اسکو پسند فرمائیں اور جس سے

امن بہ وھو ابن ثمانیۃ و
ثلاثین فلما بلغ الاربعین قال
رب اوزعنی الخ

(بقیہ) برس کی تھی آپ انپر ایمان لائے اسوقت آپکی عمر اڑتیس
سال کی تھی پس جب آپ چالیس کو پہونچے تو آپ نے
رَبِّ اَوْزِعْنِیْ الخ فرمایا۔

دعائے وے مستجاب گردانید و توفیق داد تا بندہ
راہائے دین عذاب میکردند خریدہ
آزاد کرد و از جملہ ان بلال حبشی ست
رضی اللہ عنہ وَاَصْلِحْ لِیْ و دیگر دعا کرد
برائے اولاد خود بریں وجہ کہ اصلاح آر برائے
من یعنی صلاح را جاری گرداں فِیْ ذُرِّیَّتِیْ
در فرزندان من این دعا نیز بشرف اجابت
رسید کہ دخترش عائشہ رضی اللہ عنہا
بشرف فراشِ حضرت اشرف
رسل علیہ السلام

خوش ہوں حق سبحانہ تعالیٰ نے آپ کی (اس)[۱] دعا
کو قبول فرمایا اور توفیق عنایت کی یہاں تک کہ
آپ نے چند غلاموں کو جو دین کی وجہ سے عذاب
میں مبتلا تھے خرید کر آزاد فرمایا منجملہ ان کے
بلال حبشی رضی اللہ عنہ بھی ہیں وَاَصْلِحْ لِیْ پھر
دعا کی اپنی اولاد کے لئے اس طریقہ پر کہ میرے
لئے صلاحیت عطا فرمائیے یعنی صلاحیت
کو جاری کر دیجئے فِیْ ذُرِّیَّتِیْ میرے فرزندوں میں
یہ دعا بھی شرف قبولیت کو پہونچی کہ آپ کی دختر
عائشہ رضی اللہ عنہا اشرف رسل علیہ السلام کے

۱؎ صاحب تفسیر روح المعانی تحریر فرماتے ہیں:

۱۳۴ قال ابن عباس رضی اللہ عنہ اجاب اللہ تعالیٰ دعاء ابی بکر فاعتق تسعة من المؤمنین منهم بلال وعامر بن فهيرة ولم يرد شيئا من الخير الا اعانه الله تعالى عليه ودعا ايضا فقال اصلح لي في ذريتي فاجابه الله تعالى فلم يكن له ولد الا آمنوا جميعا فاجتمع له اسلام ابويه واولاده جميعا وقد ادرك ابوه وولده عبد الرحمن وولده ابو عتيق النبي صلى الله تعالى عليه وسلم وآمنوا به ولم يكن ذلك لاحد من الصحابة رضي الله عنهم اجمعين۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی دعا قبول فرمائی پس آپ نے نو شخصوں کو آزاد فرمایا منجملہ ان کے بلال، عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہما بھی ہیں اور آپ نے جب بھی کسی نیکی کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی اس پر اعانت فرمائی نیز آپ نے (یہ بھی) دعا فرمائی خدایا! میری اولاد میں صلاحیت عطا فرمائیے سو اللہ تعالیٰ نے قبول فرمایا سو تمام ہی اولاد آپ کی ایمان لائی پس مجتمع ہو گیا آپ کے لئے آپ کے والدین اور آپ کی تمام اولاد کا اسلام اور آپ کے والد اور آپ کے صاحبزادے عبد الرحمن اور ان کے صاحبزادے ابو عتیق نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پایا اور ان پر ایمان لائے اور یہ بات تمام صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے کسی صحابی کو حاصل نہیں ہوئی۔

مشرف شد و پسرش عبدالرحمٰن مسلمان گشت و پسر او ابوعتیق نیز بدولت خدمت حضرت علیہ السلام رسیدہ شرف سرفرازی یافت ودر وسیط آوردہ کہ از اصحاب رضی اللہ عنہم چہار مسلمانان کہ جد و پدر و پسر و نبیرہ باشند پیغمبر علیہ السلام را ندیدہ و نبودند مگر ابو قحافہ و ابوبکر و عبدالرحمٰن و ابوعتیق رضی اللہ عنہم و بسے قابل و بزرگ از اولاد صدیق رضی اللہ عنہ در عالم ہستند اغلب ایشاں بشرف علم و صلاح آراستہ۔

شرف فراش سے مشرف ہوئیں اور آپ کے صاحبزادے عبدالرحمٰن مسلمان ہوئے اور ان کے صاحبزادے ابوعتیق نے بھی آنحضرت علیہ السلام کی خدمت میں پہنچ کر بدولت سرفرازی کا شرف حاصل کیا۔ اور وسیط میں لایا گیا ہے کہ اصحاب رضی اللہ عنہم سے چار مسلمان کہ دادا۔ باپ۔ اور بیٹا اور پوتے کا لڑکا ہوں پیغمبر علیہ السلام کو نہ دیکھا تھا بجز ابو قحافہ اور ابوبکر و عبدالرحمٰن اور ابوعتیق رضی اللہ عنہم کے اور بہت سے قابل اور بزرگ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اولاد سے جہان میں موجود ہیں انہیں سے اکثر علم و صلاح کے شرف سے مزین ہیں۔

ابن حاتم نے ابن شوذب رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ ۴۴
رَبِّهٖ جَنَّتَانِ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی شان میں نازل ہوا ہے چنانچہ علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب اسباب نزول میں اسکی شرح نہایت بسط سے تحریر فرمائی ہے۔ اور ابن عساکر رہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر و عمر و علی رضی اللہ عنہم کی شان میں یہ آیت نازل آئی ہے وَنَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ ۔

سورہ مائدہ کی اس آیت کے نزول کے سبب بھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی ہیں

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗٓ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ يُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ

اے ایمان والو! تم میں سے جو شخص اپنے دین سے پھر جائیگا تو اللہ تعالیٰ بہت جلد ایسی قوم کو پیدا کردیگا جن سے اللہ کو محبت ہوگی اور انکو اللہ تعالیٰ سے محبت ہوگی وہ مسلمانوں پر مہربان اور کافروں پر تیز ہوں گے اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہوں گے اور وہ لوگ کسی ملامت

لَا ئِمٍ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝ اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ ۝ وَمَنْ يَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ ۝

کرنیوالے کی ملامت کا اندیشہ نہ کرینگے یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جسکو چاہیں عطا فرمائیں اور اللہ تعالیٰ بڑی وسعت والے بڑے علم والے ہیں تمہارے دوست تو اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول اور ایماندار لوگ ہیں جو کہ اس حالت سے نماز کی پابندی رکھتے اور زکوۃ دیتے ہیں کہ انمیں خشوع ہوتا ہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ سے دوستی رکھیگا اور اس کے رسول سے اور ایماندار لوگوں سے سو اللہ کا گروہ بلاشک غالب ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی علیہ الرحمۃ اس آیت کے متعلق اپنی کتاب ازالۃ الخفا میں اس طرح تحریر فرماتے ہیں:۔

یاایہا الذین امنوا۔ اس سے (دو مقصود ہیں) (اول تو) اس حادثہ کی خبر دینا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض وفات میں پیش آیا اور آپ کے انتقال کے بعد بہت ترقی کر گیا (دوسرے) اس تدبیر کا بتانا جو خدا تعالیٰ نے غیب الغیب میں (اس حادثہ کیلئے) ۱۳۵
مقرر فرمائی ہے تاکہ جس وقت وہ حادثہ پیش آئے لوگ اس سے کچھ واقفیت رکھتے ہوں اور ان کے دلوں پر اضطراب غالب نہ ہونے پائے اور جب وہ تدبیر (غیب سے) ظاہر ہو تو اس کے اہتمام میں کوشش کریں اور اسکے پورا کرنے میں اپنی سعادت سمجھیں۔

اس حادثہ کی شرح یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آخر زمانہ میں تین فرقے عرب کے مرتد ہو گئے اور ہر فرقہ میں سے ایک ایک شخص نبوت کا دعویٰ کرتا ہوا اُٹھا اور اسکی قوم نے اسکی تصدیق کی اور ایک فتنۂ عظیم برپا ہو گیا۔

(اول) ذوالخمار عنسی نے جو کہانت اور شعبدہ بازی میں بڑی مہارت رکھتا تھا قبیلۂ مذحج کے درمیان نبوت کا دعویٰ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ ابن جبل (رضی اللہ عنہ) کو (جو ان ایام میں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے یمن کے قاضی تھے) اور ان تمام مسلمانوں کو جو ان کے ہمراہ تھے خط لکھا کہ ذوالخمار سے لڑنے کے لئے تیار ہو جائیں حضرت فیروز دیلمی نے جو حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے ہمراہ ہو لیا

میں سے تھے وہ اسود کو قتل کر ڈالا۔ اور جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بذریعہ وحی اس واقعہ پر مطلع ہو گئے اور آپ نے فرمایا کہ فیروز کامیاب ہو گئے مگر بظاہر اس واقعہ کی خبر اخیر ربیع الاول میں حضرت صدیق (رضی اللہ عنہ) کو ملی۔ اور یہ فتح کی پہلی خوشخبری تھی جس سے حضرت صدیق (رضی اللہ عنہ) خوش ہوئے۔

(دوسرا) مسیلمہ کذاب (یہ شخص) قبیلہ بنی حنیفہ کے درمیان شہر یمامہ میں نبوت کا دعویٰ کرنے لگا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب اقدس میں (اس گستاخ نے) ایک خط لکھا (جس کا مضمون یہ تھا) من مسیلمۃ رسول اللہ الی محمد رسول اللہ اما بعد فان الارض نصفھا لی ونصفھا لک (یعنی مسیلمہ رسول اللہ کی طرف سے محمد رسول اللہ کو واضح ہو کہ آدھا ملک میرا ہے اور آدھا آپ کا) یہ خط اس نے دو آدمیوں کے ہاتھ حضور اقدس میں بھیجا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں سے پوچھا کہ کیا تم اس بات کی شہادت دیتے ہو کہ مسیلمہ اللہ کا رسول ہے؟ ان دونوں نے کہا ہاں! نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر یہ نہ ہوتا کہ قاصد قتل نہیں کئے جاتے تو میں تمہاری گردن مارنے کا حکم دیتا اس کے بعد ۱۳۶
آپ نے اس کے خط کا جواب لکھا (جس کا مضمون عالی یہ تھا) من محمد رسول اللہ الی مسیلمۃ الکذاب اما بعد فان الارض للہ یورثھا من یشاء والعاقبۃ للمتقین (یعنی محمد رسول اللہ کی طرف سے مسیلمہ کذاب کو معلوم ہو کہ ملک اللہ کا ہے جس کو چاہتا ہے اس کا مالک بناتا ہے اور (خیریت) انجام پرہیزگاروں ہی کے لئے ہے اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہو گئے اور اس کے دفعیہ کی بغیر تدبیر کئے رفیق اعلیٰ سے مل گئے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ایک بڑے لشکر کے ساتھ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو مسیلمہ کی طرف بھیجا انہوں نے اس کا کام تمام کر دیا وحشی نے اس کذاب کو (اپنے ہاتھ سے) قتل کیا اسکی تمام جماعت متفرق ہو گئی ان میں سے بعض نے توبہ بھی کی۔

(تیسرا) طلیحہ اسدی (یہ شخص) بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں قبیلہ بنی اسد کے درمیان مدعی نبوت ہوا تھا آپ کے انتقال کے بعد حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو اسکی جماعت کی طرف بھیجا حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے

اسکی تمام جماعت کو شکست دی اور طلیحہ بھاگا اور اس کے بعد پھر اسلام لایا اور جنگ قادسیہ میں خوب کام کیئے۔

اس کے بعد ارتداد کا فتنہ نہایت بلند ہوا حرمین اور ثقیف و جواثی کے سوا اکثر عرب مرتد ہو گئے اور ایک فرقہ نے زکوٰۃ موقوف کردی اس فرقہ کی بابت فقہائے صحابہ میں باہم مباحثہ ہوا کہ یہ لوگ اہل قبلہ ہیں ان کا قتل جائز نہیں انہیں لوگوں میں سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ (یا خلیفہ رسول اللہ) آپ کیوں کر ان لوگوں سے لڑ سکتے ہیں؟ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم تو فرما چکے ہیں کہ مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں سے لڑوں یہاں تک کہ وہ لا الہ الا اللہ کہدیں جس نے یہ کہدیا میری طرف سے اسکی جان اور مال محفوظ ہے مگر کسی حق کی وجہ سے اور اس کا حساب خدا پر ہے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا اللہ کی قسم میں اس شخص سے لڑوں گا جو نماز اور زکوٰۃ کے درمیان میں فرق کرے (نماز اگر حق بدن ہے تو) زکوٰۃ حق مال ہے واللہ اگر وہ ایک بکری کا بچہ جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا کرتے تھے نہ دیں گے تو میں ان سے اسکی بابت ۱۳۷
لڑوں گا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا پھر میں سمجھ گیا کہ یہی حق ہے اس روایت کو بخاری اور مسلم وغیرہما نے لکھا ہے۔

اور اس تدبیر کی شرح جو کہ خدائے تعالیٰ نے اس حادثہ میں مقرر فرمائی تھی یہ ہے کہ جہاد کا ارادہ حضرت صدیق اکبر (رضی اللہ عنہ) کے دل میں بڑے اہتمام کے ساتھ ڈالدیا یہی مطلب اس حدیث کا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فتنہ کے متعلق فرمایا کہ العصمۃ فیہا السیف رواہ حذیفۃ (بچنے کی صورت اس فتنہ میں تلوار (اٹھانا) ہے اسکو حذیفہ (رضی اللہ عنہ) نے روایت کیا ہے) اکثر صحابہ اس معاملہ میں متردد تھے یہاں تک کہ فاروق اعظم (رضی اللہ عنہ) نے صدیق اکبر (رضی اللہ عنہ) سے نرمی کی درخواست کی اور حضرت صدیق (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا کہ کیا تم جاہلیت میں سختی کرنے والے اور اسلام میں سستی کرنے والے بن گئے اور حضرت مرتضیٰ (رضی اللہ عنہ) سے بھی اس قسم کا سوال و جواب ہوا حضرت انس بن مالک (رضی اللہ عنہ) کہتے ہیں کہ

(ابتدا) میں تمام صحابہ مانعین زکوٰۃ سے لڑنے کو بُرا سمجھتے تھے اور کہتے تھے کہ وہ اہل قبلہ ہیں مگر جب حضرت ابوبکر (رضی اللہ عنہ) نے اپنی تلوار زیب وتش کی اور تنہا چلے تو پھر سبھی جانے کے سوا کوئی صورت نہ دیکھا (اور کہا یا خلیفہ رسول اللہ آپ بیٹھئے ہم جاتے ہیں) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم ابتدا میں اس (لڑائی) کو بُرا سمجھتے تھے مگر آخر میں ہم نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اس معاملہ میں شکر گذاری کی یہ دونوں روایتیں بغوی وغیرہ نے لکھی ہیں

حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے دل میں جو ارادہ (اس معاملہ کے متعلق کارکنان قضا و قدر نے) ڈالا وہ مثل ایک چراغ کے تھا کہ جو اس کے سامنے آجاتا تھا روشن ہو جاتا تھا یہاں تک کہ مسلمانوں کی بڑی بڑی جماعتیں آمادہ جہاد ہو گئیں اور سبھی نے خوب کوشش کی ابوبکر بن عیاش کہتے ہیں کہ میں نے ابوحصین کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ بعد پیغمبروں کے کوئی شخص ابوبکر (رضی اللہ عنہ) سے افضل پیدا نہیں ہوا اہل ردت سے لڑنے میں انہوں نے وہ کام کیا جو ایک نبی کرتا اس روایت کو بغوی نے لکھا ہے (ابوحصین کا) یہ قول اشارہ ہے اس ارادہ الٰہیہ کے قبول کرنے کی طرف جو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے نفس نفیس میں منتقش ہو گیا تھا اور ۱۳۸
انہیں کے دل سے تمام مسلمانوں کے دل میں ارادہ جہاد پیدا ہوا ابوبکر ابن ابی شیبہ نے قاسم بن محمد سے انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ وہ کہتی تھیں جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو ابوبکر (رضی اللہ عنہ) پر وہ مصیبت پڑ گئی کہ اگر پہاڑوں پر پڑتی تو ان کو ریزہ ریزہ کر دیتی تمام مدینہ میں نفاق پھیل گیا تھا اور اہل عرب مرتد ہو گئے مگر خدا کی قسم ان لوگوں نے ایک نقطہ میں بھی اختلاف کیا تو میرے والد فوراً اسکو مٹانے اور اسلام کو اس سے بے نیاز کرنے کی طرف متوجہ ہو گئے اور اس کے ساتھ ہی (حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شان میں) کہا کرتی تھیں کہ جو شخص عمر بن خطاب کو دیکھ لیتا وہ سمجھ لیتا کہ وہ اسلام کے لئے (سرمایہ) بے نیازی بنائے گئے ہیں اللہ کی قسم بڑے صائب الرائے اور یکتائے روزگار تھے ہر کام پر انہوں نے اس کام کے قابل آدمی مقرر کر رکھے تھے۔

فسوف یاتی اللہ بقوم یہ لانا اس طریقہ کا نہیں ہے کہ عدم سے وجود میں لائیگا

(باقی آئندہ)

(حکیم الامۃ محی السنۃ حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب مدظلہ کی تازہ تالیف)

خطبات الاحکام

اس میں جمعہ کے پچاس خطبے ہیں تاکہ سال بھر تک ہر جمعہ کو نیا خطبہ پڑھا جاسکے اسکے علاوہ عیدین و نکاح و استسقاء کے بھی خطبے درج ہیں اور سب خطبے نہایت سلیس ہیں اور باوجود جامع ہونیکے نہایت مختصر ہیں موجودہ خطبوں میں محض ترغیبی مضامین ہیں حالانکہ ضرورت احکام کی بھی ہے اسواسطے ان خطبوں میں خاص اہتمام کے ساتھ ترغیب و ترہیب کے علاوہ ضروری احکام بھی بیان کئے ہیں مثلاً علم کی فضیلت اور ضرورت عقائد کی درستی پاکی کی فضیلت۔ نماز کی تاکید اور فضیلت۔ قرآن شریف کا پڑھنا اور اسپر عمل کرنا ذکر اللہ اور دعا کی فضیلت۔ نوافل کی فضیلت۔ کہانے پینے میں اعتدال کا حکم۔ نکاح کے حقوق کسب حرام سے پرہیز حقوق عام و خاص خلوت سفر کے آداب۔ نیک کام امر کرنا اور بری کام کو روکنا۔ آداب المعاشرت باطن کی اصلاح تہذیب اخلاق شکم اور شرمگاہ کی حفاظت زبان کی حفاظت۔ مذمت غصہ کینہ حسد۔ مذمت دنیا بخل اور مال کی محبت حب جاہ اور ریاکاری کی برائی۔ تکبر اور خود پسندی کی مذمت دہوکہ کہانیکی مذمت توبہ کی فضیلت اور ضرورت صبر اور شکر کی فضیلت خوف و رجا فقر و زہد۔ توحید اور توکل۔ محبت اور شوق اور انس و رضا اخلاص اور صدق۔ مراقبہ اور محاسبہ تفکر اور سوچنا۔ موت اور بعد موت کا ذکر۔ یوم عاشورہ کے متعلق ہدایتیں صفر کے متعلق و ربیع الاول و ربیع الثانی کی رسوم ماہ رجب کے متعلق ہدایت ماہ شعبان کے احکام ماہ رمضان کی فضیلت روزہ کی فضیلت تراویح کی فضیلت شب قدر اور اعتکاف کی فضیلت۔ عید الفطر کے احکام حج بیت اللہ اور زیارت مدینہ۔ ذی الحجہ کے احکام۔ عید الفطر کی فضیلت نیز عید الضحیٰ استسقاء کی نماز منجملہ اور خوبیوں کے ایک خوبی یہ بھی ہے کہ اسمیں تمام احکام قرآن و حدیث ہی سے ثابت کئے ہیں چونکہ خطبہ عربی زبان میں ہونا ضروری ہے اور اسکے ساتھ غیر عربی میں مضمون بیان کرنا خلاف سنت ہے اسواسطے خطبہ تو محض عربی ہی میں لکہا ہے مگر عوام کے مطالعہ کیواسطے اسکی آیتوں اور حدیثوں کا ترجمہ بھی آخر میں شامل کردیا گیا ہے۔ اگر اسکو نماز کے بعد وعظ کی جگہ سنا دیا جاوے تب بھی مفید ہوگا قیمت عام ۱۲ عمدہ ۱

ملنے کا پتہ محمد عثمان تاجر کتب دریبہ کلاں دہلی

حکیم الامت محی السنۃ حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب مدظلہ کے کمیاب مواعظ کا نیا رسالہ

الابقاء

ہزار ہزار شکر ہے کہ خداوند عالم نے اس زمانہ پرفتن میں عالی جناب فیض مآب عمدۃ العارفین زبدۃ الکاملین جامع شریعت و طریقت واقف اسرار حقیقت و معرفت حضرت مولانا مولوی شاہ محمد اشرف علی صاحب مدظلہم العالی کو اصلاح امت کے واسطے پیدا فرماکر مسلمانان ہند کے لئے خصوصاً اور دیگر ممالک کیلئے عموماً ایک نعمت عظیمہ بنایا ہے۔ جو اس زمانہ میں جبکہ ہر چہار طرف سے گمراہی کی گھٹائیں امنڈ رہی ہیں تحریراً و تقریراً حق و باطل کو ممتاز کرنے کی خدمت میں یکتائے زمانہ ہیں اُن کے فیض سے بیشمار مخلوق خدا علماً و عملاً فیض یاب ہو رہی ہے اور ان کی خدمت میں حاضر ہونا کیمیائے سعادت ہے خصوصاً آپ کے مواعظ سے جو فائدہ عوام و خواص کو ہو رہا ہے وہ کسی صاحب نظر پر پوشیدہ نہیں ہے مواعظ متفرقہ کا باوجود بار بار طبع ہونے کے پھر کمیاب ہونا قبولیت عامہ کی بین دلیل ہے اور ان نایاب مواعظ کی تلاش میں عامۃ المسلمین کی پریشانی اور سرگردانی کیوجہ سے احقر کو خیال ہوا کہ اگر ان ختم شدہ اور کمیاب مواعظ کو ماہ بماہ ایک "رسالہ" کی صورت میں شائع کردیا جائے تو شائقین مواعظ کیواسطے از حد مفید ہوگا۔

بایں خیال احقر نے ایک رسالہ موسومہ **الابقاء** بنام خدائے عزوجل رمضان المبارک سنہ ۱۳۵۱ھ سے جاری کردیا ہے جسکی ضخامت معہ ٹائٹل ۴۰ صفحات ہیں اور انشاءاللہ یہی ہوا کرے گی اور ہر ماہ قمری کی پندرہ تاریخ کو شائع ہوجایا کریگا جسکی سالانہ قیمت عہ ہے حضرت مولانا موصوف مدظلہم العالی کے مواعظ کے قدر دان خود اندازہ فرماسکتے ہیں کہ یہ صورت حضرات شائقین کے واسطے کس قدر امید افزا ہے۔ امید ہے کہ ان جواہر گم گشتہ کے متلاشی جلد از جلد رسالہ مذکورہ کے خریداران میں اپنا نام لکھواکر حضرت والا کے علوم سے مستفید ہونیکی کوشش فرمائیں گے۔ نیز اپنے احباب کو بھی ترغیب دیکر الدال علی الخیر کفاعلہ کے مصداق بنیں گے۔

قیمت سالانہ معہ محصولڈاک عہ ہے اور وی۔پی کی صورت میں ۲ر فیس رجسٹری اور ۲ر فیس منی آرڈر کا اضافہ ہوکر عہ ادا کرنے پڑتے ہیں۔

المشتہر محمد عثمان کتب خانہ اشرفیہ دریبہ کلاں دھلی

رجسٹرڈ نمبر ایل ۱۰۷۵

قال الله تعالیٰ وقرآناً فرقناه لتقرأه على الناس على مكث ونزلناه تنزيلا

چوں آیت موصوفہ دال ست بنافعیت تعلیم تدریجی علاوہ

عامۂ ناس حاضر باشد یا بادی و نیز ضرورت تعلیم علوم قرآنیہ یعنی دینیہ مشمول شدہ ست

بر مقاصد مبادی پس اتباعاً للنص المزبور صحیفہ شہریہ کہ متدرج بہ تدریج مشہور

مسمی بہ

الہادی

جلد ۶ | بابت ماہ ذیقعدہ سنہ ۱۳۴۸ھ | نمبر ۷

کہ جامع ست انواع علوم دینیہ را برائے ہر طالب ہادی و مذکر ست و رہبر مجلس و نادی

و مسکن ست برائے ہر رائح و صادی و بصورت جریدہ رسالہ الانوار محمدی و تسہیل المواعظ

و حل انتباہات و کلید مثنوی و التشرف و امثال عبرت و انتخب و سیرۃ الصدیق کہ اکثر آں مستفاد ست

از درگاہ ارشادی یعنی خانقاہ اشرفی امدادی و باہتمام محمد عثمان عامی و رہبر راہ اسلامی

در محبوب المطابع دہلی مطبوع گردید

از کتبخانہ اشرفیہ دریبہ کلاں دہلی بزرگان نور بر صدق دمیگردد

فہرست مضامین

رسالہ الہادی بابت ماہ ذیقعدہ ۱۳۴۲ھ ہجری نبوی صلعم
جو بہ برکت دعاء حکیم الامۃ محی السنۃ حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب مدظلہ العالی
کتب خانہ اشرفیہ دریبہ کلاں دہلی سے شائع ہوتا ہے

نمبر شمار	مضمون	فن	صاحب مضمون	صفحات
۱	الانوار المحمدیہ	حدیث	مولانا مولوی حافظ ظفر احمد صاحب سلمہ	۳ / ۶
۲	تسہیل المواعظ	وعظ	حکیم الامۃ حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب مدظلہ	۷ / ۱۴
۳	انتخاب من الخطب	مضامین مختلفہ	"	۱۵ / ۲۲
۴	کلید مثنوی	تصوف	"	۲۳ / ۲۶
۵	التشرف حصہ دوم	"	"	۲۷ / ۳۰
۶	امثال عبرت	مضامین مختلفہ	"	۳۱ / ۳۴
۷	حل الاقتباسات	کلام	مولانا مولوی حکیم محمد مصطفیٰ صاحب سلمہ	۳۵ / ۳۸
۸	سیرۃ الصدیق	سیر	مولوی محمد صابر صاحب	۳۹ / ۴۴

چند کمیاب کتب کی فراہمی

اتفاق سے مفصلہ ذیل کتب ستیاب ہو گئی ہیں جو معہ قیمت و تعداد درج ذیل ہیں جن حضرات کو ضرورت ہو طلب فرما لیں

نام کتاب	قیمت فی جلد	تعداد موجودہ	نام کتاب	قیمت فی جلد	تعداد موجودہ
دعوات عبدیت کی اول جلد کامل	عہر	۵۳	الجود ایک وعظ	۴ر	۲۱
دعوات عبدیت کی پانچویں جلد کامل	عگر	۱۴	راحت القلوب ایک وعظ	۳ر	۴۰
دعوات عبدیت کی چھٹی جلد کامل	اٰر	۷	علل الذرہ ایک وعظ	۳ر	۴۴
ہفت اختر کامل	عہر	۳۰	مفتاح الخیر ایک وعظ	۱ر	۵۵
الافتضاح ایک وعظ	۳ر	۴۹	اصلاح انقلاب کامل و ہر دو حصص	عگر	۱۲
مظاہر الاحوال ایک وعظ	۵ر	۲۸			

ملنے کا پتہ ‖ محمد عثمان تاجر کتب دریبہ کلاں دہلی

عورت کو جائز نہیں ہے کہ اُسکی موجودگی میں بدون اُسکی اجازت کے روزہ رکھے اور اُسکے گھر میں بھی بدون اُسکی اجازت کے کسی کو آنے کی اجازت دے۔ اسکو بخاری و مسلم وغیرہ نے روایت کیا ہے اور احمد نے سند حسن سے روایت کرکے اتنا زیادہ کیا ہے "مگر رمضان" (یعنی رمضان کے روزہ کے لئے کسی کی اجازت کی ضرورت نہیں) ابو داؤد کی بعض روایات میں بھی یہ قید آئی ہے اور ترمذی و ابن ماجہ کی ایک روایت میں یہ الفاظ آئے ہیں کہ عورت کو شوہر کی موجودگی میں ماہ رمضان کے سوا کسی دن کا روزہ بدون اُسکی اجازت کے نہ رکھنا چاہیئے۔ ابن خزیمہ و ابن حبان نے بھی اپنی صحیح میں ترمذی کے موافق ہی روایت کیا ہے۔

(۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو عورت اپنے شوہر کی بغیر اجازت کے (نفل) روزہ رکھے پھر وہ اُسے کسی کام کے لئے تکلیف دینا چاہے اور یہ اُس سے انکار کرے اللہ تعالےٰ اُس کے اوپر تین گناہ کبیرہ لکھیں گے اسکو طبرانی نے اوسط میں بقیہ (بن ولید راوی) کی روایت سے بیان کیا ہے اور یہ حدیث غریب ہے اور اسمیں نکارت بھی ہے واللہ اعلم۔

۸۹ (۳) ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شوہر کا ایک حق بیوی پر یہ ہے کہ وہ نفل روزہ بدون اُسکی اجازت کے نہ رکھے۔ اگر وہ ایسا کرے گی تو بھوکی اور پیاسی ہی رہے گی اور (خدا کے نزدیک) روزہ قبول نہ ہوگا یہ حدیث پوری باب نکاح میں ان شاء اللہ تعالیٰ آئے گی۔

مسافر کو روزہ سے ممانعت

اور

افطار کی ترغیب جبکہ روزہ اُسپر گراں ہو

(۱) جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے سال میں رمضان کے مہینہ میں مکہ کی طرف روانہ ہوئے جب

کراع[ع] الغمیم میں پہونچے تو آپ کا بھی روزہ تھا اور سب لوگوں کا بھی روزہ تھا۔ پھر آپ نے پانی کا پیالہ منگایا اور اُسکو ہاتھ میں اُٹھایا یہاں تک کہ سب لوگوں نے اُس کو دیکھ لیا پھر آپنے اُس کو نوش فرمایا اس کے بعد حضور سے عرض کیا گیا کہ بعض لوگ اب بھی روزہ سے ہیں۔ حضور نے فرمایا کہ یہ لوگ نافرمان ہیں۔ ایک روایت میں یہ ہے کہ حضور نے دوبارہ فرمایا کہ یہ لوگ نافرمان ہیں یہ لوگ گنہگار ہیں۔ ایک روایت میں یہ ہے کہ (جب آپ روزہ کی حالت ہی میں کراع الغمیم تک پہونچ گئے تو) آپ سے عرض کیا گیا کہ روزہ لوگوں پر گراں گذر رہا ہے مگر وہ آپ کے عمل کو دیکھ رہے ہیں (کہ آپ روزہ نہ رکھیں تو وہ بھی نہ رکھیں گے ورنہ آپ کا اتباع کریں گے۔ گو سفر کی وجہ سے روزہ اُن پر کیسا ہی گراں ہو) تب آپ نے عصر کے بعد پانی کا پیالہ منگایا۔ الحدیث اسکو مسلم نے روایت کیا ہے۔

ف۔ سوال۔ سفر میں روزہ رکھنا حرام تو نہیں ہے بلکہ جائز ہے۔ پھر حضور نے ان لوگوں کو جنہوں نے حضور کے افطار کے بعد بھی روزہ رکھا نافرمان کیوں فرمایا۔

۹۰ **جواب۔** حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو سب کو دکھلا کر پانی پیا تھا اُس سے مقصود یہی تھا کہ لوگ افطار کر دیں کیونکہ روزہ سے اُنپر گرانی ہو رہی تھی۔ اگر دوسروں کی رعایت مدنظر نہ ہوتی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو افطار کی ضرورت نہ تھی۔ کیونکہ حضور کو خدا تعالیٰ نے سب سے زیادہ قوت عطا فرمائی تھی۔ چنانچہ آپ پے در پے مسلسل روزے رکھا کرتے تھے کہ درمیان میں افطار بھی نہ کرتے تھے اور اُمت کو اس سے منع فرماتے ہوئے ارشاد فرماتے کہ تم مجھ جیسے نہیں ہو مجھے اللہ تعالیٰ کھلاتے پلاتے رہتے ہیں۔ جب حضور نے صحابہ کی خاطر سے افطار کر لیا تو اب بعضوں کا افطار نہ کرنا گویا حضور کے انعام کو رد کرنا تھا۔ نیز گویا اپنے کو حضور سے زیادہ باہمت ظاہر کرنا تھا۔ اور رمضان کے زمانہ میں روزہ توڑنے سے کراہت کا اظہار تھا۔ گو جان کو بن جاوے اور شریعت کی رخصت و آسانی سے انکار تھا اسلئے حضور نے ان لوگوں کو نافرمان فرمایا خوب سمجھ لو۔

ع[ع] کراع الغمیم قال المنذری ہو موضع علی ثلاثۃ امیال من عسفان وکراع بضم الکاف والغیم بفتح الغین المعجمۃ ۱۲ منہ

(۲) حضرت جابرؓ ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک سفر میں تھے تو آپ نے ایک شخص پر لوگوں کا اجتماع دیکھا کہ اُسپر سایہ کر رہے ہیں حضور نے دریافت فرمایا کہ اسکو کیا ہوا عرض کیا گیا کہ یہ شخص روزہ دار ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سفر میں روزہ رکھنا نیکی نہیں۔ ایک روایت میں اتنا اور زیادہ ہے کہ اللہ کی اُس رخصت (وسہولت) کو ضرور لیلو جو تم کو عطا کی گئی ہے۔ اسکو بخاری ومسلم وابو داؤد ونسائی نے روایت کیا ہے۔ اور نسائی کی روایت میں یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر ایک ایسے شخص پر ہوا جس کے اوپر ایک درخت کے سایہ میں پانی چھڑکا جا رہا تھا حضور نے فرمایا اِس شخص کا کیا حال ہے لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ روزہ دار ہے حضور نے فرمایا کہ سفر میں روزہ رکھنا اچھا نہیں ہے۔ تم اللہ کی رخصت کو جو تمہیں عطا کی گئی ہے لیلو اور اُسکو قبول کرو۔

(۳) حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ

91 صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک غزوہ سے آرہے تھے کہ ایک دن سخت گرمی میں ہم کو چلنا ہوا پھر راستہ میں اُترنا ہوا تو ایک شخص رستہ سے ہٹ کر ایک درخت کے نیچے چلا گیا اور اُس کے ساتھی اُسکو گھیر کر بیٹھ گئے اور وہ بیمار کی طرح لیٹ گیا۔ جب اُن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا فرمایا تمہارے آدمی کا کیا حال ہے لوگوں نے عرض کیا روزہ دار ہے۔ حضور نے فرمایا کہ سفر میں روزہ رکھنا اچھا نہیں ہے۔ تم اُس رخصت کو جو اللہ تعالیٰ نے تم کو عطا فرمائی ہے لیلو اور قبول کرو اسکو طبرانی نے کبیر میں سند حسن سے روایت کیا ہے۔

(۴) عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے بھی اس قسم کا واقعہ اور ایسا ہی ارشاد نبوی منقول ہے جس کو طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے اور اُسکے راوی صحیح کے راوی ہیں

(۵) کعب بن عاصم اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے کہ سفر میں روزہ رکھنا اچھا نہیں ہے اسکو نسائی وابن ماجہ نے سند صحیح سے روایت کیا ہے اور امام احمد نے بھی اور اُن کے راوی صحیح کے

راوی ہیں۔

(۶) عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے بھی اس مضمون کو روایت کیا ہے جس کو ابن ماجہ وابن حبان نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔

(۷) عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سفر میں رمضان کا روزہ رکھنے والا ایسا ہے جیسے حضر میں افطار کرنے والا اسکو ابن ماجہ نے اسی طرح مرفوعاً روایت کیا ہے اور نسائی نے سند حسن سے بایں الفاظ روایت کیا ہے کہ یوں کہا جاتا تھا کہ سفر میں روزہ رکھنا ایسا ہے جیسے حضر میں افطار کرنا اور ایک روایت میں ہے کہ سفر میں روزہ رکھنے والا ایسا جیسے حضر میں افطار کرنے والا (حافظ) منذری فرماتے ہیں کہ صحابی کا یہ کہنا کہ ایسا کہا جاتا تھا کیا مرفوع کے حکم میں ہے یا موقوف ہو اسکے متعلق محدثین واصولیین میں اختلاف مشہور ہے جسکی تفصیل کا یہ موقع نہیں مگر جمہور کا مذہب یہ ہے کہ جب صحابی اس قول کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کی طرف نسبت نہ کرے تو موقوف ہوگا واللہ اعلم۔ ۹۲

(۸) ابو طعمہ رضؔ سے روایت ہے کہ میں عبداللہ بن عمر کے پاس تھا ایک شخص آکر کہنے لگا کہ اے ابو عبدالرحمٰن عــہ مجھے سفر میں روزہ رکھنے کی قوت اور طاقت ہے (تو کیا مجھے جائز ہو کہ میں سفر میں روزہ رکھ لیا کروں) عبداللہ بن عمر رضؔ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے آپ فرماتے تھے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی رخصت (وسہولت) کو قبول نہ کرے اُسپر عرفہ کے پہاڑوں کی برابر گناہ ہوگا اسکو امام احمد نے اور طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے اور ہمارے شیخ حافظ ابوالحسن فرماتے تھے کہ امام احمد کی سند حسن ہو اور امام بخاری نے کتاب الضعفاء میں فرمایا ہے کہ یہ حدیث منکر ہے واللہ اعلم۔

(۹) عبداللہ بن عمر رضؔ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ اپنی رخصتوں (اور سہولتوں) کے اختیار کرنے کو ایسا ہی پسند فرماتے ہیں جیسا معصیت کے ارتکاب سے نفرت فرماتے ہیں اسکو امام احمد نے سند صحیح سے اور

عــہ یہ عبداللہ بن عمر کی کنیت ہے ۱۲

باقی آئندہ

بلکہ وہ آہستہ آہستہ اسکو آگے بڑھاتا ہے۔ اور جو لوگ اناڑی ہیں اور اصلاح کرنے کے طریقہ سے ناواقف ہیں وہ ایک دم میں بھر دینا چاہتے ہیں۔ ایسے پیروں کو عام لوگ بہت بزرگ سمجھتے ہیں حالانکہ نتیجہ اس کا یہ ہوتا ہے کہ دنیا بھر کے رشتے اس سے چھوٹ جاتے ہیں۔ نہ بیوی کے کام کا رہتا ہے نہ بچوں کے اور یہ کمال نہیں بلکہ نقصان ہے۔ دین کا کام آپس میں ملانا ہے نہ کہ جدائی کرنا۔ خدا تعالیٰ ایسے لوگوں کے بارے میں عام طور پر فرماتے ہیں وَیَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰہُ بِہٖٓ اَنْ یُّوْصَلَ یعنی وہ کاٹتے ہیں ان رشتوں اور تعلقوں کو جن کے ملانے کا خدا تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔ افسوس آج اسی کو کمال سمجھا جاتا ہے اکثر لوگ کہا کرتے ہیں کہ فلاں شخص بہت بزرگ ہیں دیکھئے اولاد کو منہ بھی نہیں لگاتے بیوی تک کو نہیں پوچھتے۔ ہر وقت خدا کے عشق میں ڈوبے رہتے ہیں۔ صاحبو کیا کوئی شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی خدا تعالیٰ کے عشق میں زیادہ ہو سکتا ہے کبھی نہیں۔ پھر دیکھ لیجئے حضور کی کیا حالت تھی۔ آپ بیویوں کے حق بھی ادا فرماتے تھے اور اولاد کے حق بھی ادا فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت امام حسن اور امام حسین میں سے ایک کو پیار کر رہے تھے۔ اور ایک نجد کے رئیس پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے دیکھکر عرض کیا کہ یا رسول اللہ میرے تو دس بیٹے ہیں میں نے تو آج تک کسی ایک کو بھی کبھی پیار نہیں کیا۔ آپ نے فرمایا کہ اگر خدا تعالیٰ نے تیرے دل ہی میں سے رحم نکال لیا تو میں اسکو کیا کروں۔ آپ کا فرمان ہے کہ جو بچوں پر رحم اور بڑوں کی تعظیم نکرے وہ ہم میں سے نہیں۔ اس واقعہ سے حضور کی حالت پورے طور پر معلوم ہوگئی ہوگی۔ سو نرا جوش اور مستی اور رشتہ ناتے کا چھوڑ دینا بزرگی نہیں ہو سکتا۔ اگر اسی کا نام بزرگی ہے تو شراب کا نشہ اور جنون کی حالت بھی بزرگی ہے۔ کیونکہ ان دونوں میں یہ بات خوب حاصل ہو جاتی ہے۔ صاحبو بزرگی کی پہچان یہ ہے کہ جتنا زیادہ بزرگ ہوگا اوسی قدر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس کی حالت زیادہ ملتی جلتی ہوگی۔ اور آپ کی سنت کا زیادہ پابند ہوگا۔ کیونکہ فقیری بھی رسول ہی سے نکلی ہے۔ افسوس ہے کہ یہ لوگ مولویوں کے پاس نہیں جاتے۔ اس لئے بہت سی غلطیوں میں پڑے ہوئے ہیں چنانچہ بزرگی کی ایک پہچان

یہ بھی اپنے دل سے گھڑ رکھی ہے کہ جو شخص آنکھ ملتے ہی بیہوش کردے اٹھا کر زمین پر
ٹپک دے وہ بڑا بزرگ ہے. کس قدر بیہودہ بات ہے کہ اگر یہ بزرگی ہے تو حضور صلی اللہ
علیہ وسلم کو تو ضرور اسکو برتنا چاہیے تھا پھر کیا وجہ کہ جب کافروں نے آپ کو قتل کرنا چاہا

مدینہ کے سفر میں سراقہ کے ملنے کا قصہ

تو آپ اس کے انتظار میں رہے کہ یہ لوگ ذرا غافل ہوجائیں تو میں نکل جاؤں. آپ نے
ایک ہی نگاہ میں کیوں سب کو بیہوش نہ کردیا. پھر جب مدینہ کو تشریف لیچلے تو حضرت
ابوبکر صدیقؓ چاروں طرف دیکھتے ہوئے چلتے تھے. جب سراقہ سامنے آگیا جو آپؐ کی
تلاش کے لئے بھیجا گیا تھا تو حضرت صدیقؓ نے عرض کیا کہ حضورؐ سراقہ چلا آرہا ہے.
آپؐ نے اسوقت بھی خداتعالیٰ سے دعا ہی فرمائی کہ اے اللہ ہمکو اس کے شر سے بچا.
چنانچہ دعا کرتے ہی پیٹ تک اس کا گھوڑا زمین میں دھنس گیا. سراقہ نے کہا کہ شاید آپؐ نے
میرے لئے بد دعا کی ہے میں درخواست کرتا ہوں کہ آپؐ خداتعالیٰ سے دعا کریں کہ
مجھے اس مصیبت سے نجات دے اور میں وعدہ کرتا ہوں کہ قریش کو آپؐ کا پتہ
نہ دوں گا. سو آپؐ نے دعا فرمائی اور اس کا گھوڑا زمین سے نکل آیا. پھر اس نے اپنا ۱۸

پہلے زمانہ میں سچائی کی صفت عام طور پر تھی

وعدہ پورا کیا کہ راستہ میں جو آپؐ کی تلاش کے لئے آتا ہوا ملا اسکو لوٹا دیا. اور آپؐ کا
پتہ کسی کو نہ دیا. اس واقعہ سے آج کل کے لوگوں کو سبق لینا چاہیے کہ اس زمانہ کے
کافروں میں بھی عہد و پیمان کا پاس و لحاظ تھا آج کل کی طرح پولیٹکل اور سیاسی چالیں
نہ تھیں بلکہ آج سے چند روز پہلے تک بھی یہ خوبی اکثر لوگوں میں موجود تھی مگر افسوس
آج بالکل اس کا پتہ نہیں اور خاصکر مسلمانوں کی حالت تو اسوقت کہنے کے قابل نہیں.
دن میں سینکڑوں جھوٹے وعدے کرتے ہیں. بیسیوں مکر کرتے ہیں اور اس سے بھی
زیادہ رنج کی بات یہ ہے کہ جو دیندار کہلاتے ہیں وہ بھی اس حالت سے پاک نہیں

ایک پرانے بزرگ کے بھولے پن کی حکایت

صاحبو پہلے لوگ اس قدر سیدھے سادے بھولے ہوتے تھے کہ انکو کسی قسم کی چالاکی
آتی ہی نہ تھی میرے ایک رشتہ کے بزرگ بیان کرتے تھے کہ ان کے والد زمیندار تھے
ایک مرتبہ کاشتکار اناج لایا ان زمیندار نے پوچھا کہ یہ کس قدر ہے. کاشتکار نے
نوے من بتلایا. انہوں نے کہا کہ ہم سے تو اسی من ٹھیرا تھا. کاشتکار نے کہا کہ نہیں جناب

نوے من ٹھیرا تھا بہت دیر تک اس میں جھگڑا رہا۔ آخران زمیندار کے بیٹے نے بہت سی کنکریاں جمع کر کے ایک ڈھیر نوے کنکریوں کا دُوسرا اسّی کنکریوں کا لگایا۔ اور ان زمیندار سے گنوا کر پوچھا کہ یہ اسّی زیادہ ہیں یا نوے۔ انہوں نے نوے کو زیادہ بتلایا تو انکے بیٹے نے کہا کہ کاشتکار اتنے من دینا چاہتا ہے جس قدر یہ زیادہ کنکریاں ہیں تب ان دونوں کا جھگڑا ختم ہوا۔ سبحان اللہ کیسا اچھا وقت تھا کہ کافروں میں بھی چالبازی نہ تھی یہی وجہ تھی کہ سراقہ نے جو عہد آپ سے کیا تھا اسکو پورا کیا اور جو شخص اسکو راستہ میں ملتا گیا اس سے کہتا گیا کہ میں بہت دور تک دیکھ آیا ہوں اور ہر کہیں نہیں ملے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم خیر و عافیت اور امن و امان سے مدینے پہونچگئے۔ تو دیکھئے حضور نے سراقہ کے ساتھ یہ نہیں کیا کہ اسکو ایک نظر میں اڑا دیتے یا گرا دیتے بلکہ خدا تعالیٰ سے دعا فرمائی اور حضرت ابو بکر صدیق رضؓ کی پریشانی سے معلوم ہوتا ہے کہ انہیں یہ خیال ذرا بھی نہ تھا کہ حضور نظر سے بے ہوش کر دینگے۔ ورنہ آپ کبھی پریشان نہ ہوتے بلکہ بے فکر رہتے کہ حضور ایک نظر بھی کرینگے تو یہ فوراً لوٹ پوٹ ہو جائیگا تو معلوم ہوا کہ یہ کوئی کمال نہیں ہے۔ ہاں نظر اور توجہ سے صرف اس قدر ہوتا ہے کہ کام پر لگا دیا جائے آگے جو کچھ ہوتا ہے اپنے کرنے سے ہوتا ہے۔ جیسا کہ حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ ہے سنا ہے کہ آپ بڑے امیرزادہ تھے۔ اور حالت آپ کی یہ تھی کہ آپ وحشیوں کی طرح جنگلوں میں پھرا کرتے تھے ان کے والدان کو نکما اور بیکار سمجھا کرتے تھے۔ حضرت نجم الدین کبرے کو الہام[ف] ہوا کہ فلاں جگہ فلاں رئیس کا ایک لڑکا ہے اسکی جا کر اصلاح کرو حضرت نجم الدین کبرے رح تشریف لائے حافظ شیرازی کے والد نے بڑی آؤ بھگت کے ساتھ ٹھہرایا اور عرض کیا کہ کیسے تکلیف کی انہوں نے فرمایا کہ اپنے بیٹوں کو جمع کرو۔ انہوں نے حافظ کے سوائے سب بیٹوں کو بلا کر آپ کی خدمت میں حاضر کیا۔ آپ نے سب کو دیکھا اور فرمایا کہ کیا ان کے سوا کوئی اور لڑکا نہیں۔ حافظ کے والد حافظ کو بالکل بیکار سمجھتے تھے۔ اس نے جواب دیا کہ اور کوئی نہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ مجھکو کشف سے

ف الہام یہ ہے کہ دل پر خدا کی طرف سے کوئی بات پڑ جائے ۔۔

۱۹ [illegible]

ایک لڑکا تمہارا اور معلوم ہوا ہے اور وہ ان میں نظر نہیں آتا۔ تب انہوں نے کہا کہ ایک اور ہے۔ مگر نہایت آوارہ وحشیوں کی طرح جنگلوں میں پھرتا ہے۔ حضرت نجم الدین نے فرمایا کہ ہاں اسی کی ضرورت ہے۔ حافظ کے والد کو بڑا تعجب ہوا کہ اس دیولنے سے حضرت کو کونسا کام ہے مگر تلاش کرایا۔ بڑی مشکل سے حافظ ملے۔ وحشی خاک میں اٹے ہوئے اور ان کو حضرت نجم الدین کبرے کی خدمت میں حاضر کیا۔ حافظ نے جب حضرت کی صورت دیکھی تو بے اختیار قدموں سے لپٹ گئے اور کہنے لگے کہ حضرت آپ کی نظر سے تو خاک بھی کیمیا بنجائے مجھ غریب کے حال پر بھی ایک نظر فرمائیے۔ آپ نے اونہیں سینے سے لگا لیا اور فرمایا کہ جاؤ میں نے تم پر نظر کی۔ حضرت نجم الدین کبرا کوئی معمولی شخص نہ تھے۔ آپ بہت بڑے شخص ہیں۔ آپ کا انتقال بھی اس طرح ہوا ہے کہ ایک مرتبہ انہوں نے کسی کو شعر پڑھتے ہوئے سنا جس کا مطلب یہ تھا کہ جان دے جان دے جان دے۔ آپ نے فرمایا کہ افسوس محبوب جان مانگ رہا ہے اور کوئی نہیں سنتا

۴۰ پھر فرمایا کہ میں نے جان دی۔ میں نے جان دی۔ یہ کہتے کہتے آپ کا انتقال ہو گیا۔ غرض کہ حافظ کو سینے سے لگا کر انہوں نے فیض دیا اور اپنا نظر کردہ کیا مگر نری نظر وہ کافی نہیں ہوئی بلکہ اس کے ساتھ محنت اور مجاہدہ کی بھی ضرورت ہوئی۔ یہ دوسری بات ہے کہ قابلیت اچھی ہونے کی وجہ سے زیادہ محنت کی ضرورت نہ ہوئی ہو کیونکہ بعض وقت ایسا ہوتا ہے کہ جن کی لیاقت اور قابلیت عمدہ ہوتی ہے انکو تھوڑے کام میں بہت کچھ نفع ہو جاتا ہے۔ حضرت سلطان نظام الدین اولیاء کے پاس ایک شخص آیا اور ایک ہفتہ میں خلافت لیکر چلا گیا۔ آپ کے دوسرے مرید اسکو دیکھکر دل میں بہت خفا ہوئے اور یہ وسوسہ پیدا ہوا کہ حضرت ہماری طرف پوری توجہ نہیں فرماتے۔ آپنے ان لوگوں کے انداز سے اس وسوسہ کو تاڑ لیا اور ان کے علاج کے لئے فرمایا کہ کچھ تر اور کچھ سوکھی لکڑیاں جمع کرو۔ جب جمع ہو گئیں تو فرمایا کہ گیلی لکڑیوں میں آگ لگاؤ۔ سب نے بہت کوشش کی لیکن ان میں آگ نہ لگی۔ اس کے بعد فرمایا کہ ان سوکھی لکڑیوں میں آگ لگا دو۔ ان میں فوراً آگ سلگ اٹھی۔ آپ نے فرمایا کہ کیا وجہ یہ لکڑیاں اس قدر جلد کیوں سلگ اٹھیں اور پہلی لکڑیاں

بعض لوگوں کی قابلیت بہت عمدہ ہوتی ہے — حضرت سلطان الاولیاء کی حکایت

آگ کیوں نہیں لگی ان لوگوں نے کہا کہ حضور پہلی لکڑیاں گیلی تھیں اور یہ سوکھی ہیں۔ گیلی لکڑیوں میں آگ نہیں لگا کرتی۔ آپ نے فرمایا کہ ظالمو! تم گیلی لکڑیاں ہو کر میری شکایت کرتے ہو۔ اور اس سوکھی لکڑی کے جل اٹھنے پر تعجب کرتے ہو۔ وہ سوختہ ہو کر آیا تھا صرف ایک پھونک کی ضرورت تھی سو ایک ہی پھونک میں بھڑک اٹھا اور تم گیلی لکڑی ہو کر رات دن دھونکتا ہوں مگر تم آگ ہی نہیں پکڑتے سو اس میں میری جانب سے کمی ہے یا تمہارا قصور ہے۔ غرض بعض دل جلے ایسے بھی ہوتے ہیں کہ ان کو تھوڑے ہی کام میں سب کچھ حاصل ہو جاتا ہے۔ اور ایک ہی نظر میں وہ کچھ سے کچھ ہو جاتے ہیں لیکن آگے یا پیچھے محنت و مجاہدہ کچھ نہ کچھ ضرور کرنا پڑتا ہے اور کرنے پر بھی جو کچھ ملتا ہے وہ صرف خدا تعالیٰ کا فضل ہے۔ ورنہ ان پر کسی کا زور نہیں ہے لیکن ان کی عادت ہمیشہ سے یوں ہی جاری ہے کہ جو ادھر ذرا توجہ کرتا ہے وہ اسکی طرف بہت توجہ کرتے ہیں۔ خود ذرا سا کام کرتا ہے وہ اسکو بہت کچھ دیتے ہیں تو صاحبو یہ بات کچھ کم ہے کہ کام پیسہ کا کیا جائے اور ملے اشرفی۔ ایک شاعر[1] اسی کی نسبت کہتا ہے کہ ایسا بازار کہاں

۲۱ لے گا کر دیا تو ایک پھول اور اس کے عوض مل گیا ایک باغ۔ دوسرا[2] کہتا ہے کہ وہ آدھی جان لیکر سینکڑوں جانیں دیتے ہیں۔ پھر اس سے زیادہ اور کیا چاہئے۔ غرض جو تدبیر کرنے کی ہے لوگ اسے نہیں کرتے صرف ادھوری تدبیر کرتے ہیں۔ حالانکہ تدبیر پوری کرنی چاہئے تب فائدہ ہوتا ہے۔ اب میں وعظ کا خلاصہ کرتا ہوں اور آخرت سے غفلت کی مذمت۔ ایک مثال سے سمجھاتا ہوں کہ دیکھئے جب کسی سفر کا قصد ہوتا ہے تو اس کے لئے کس قدر سامان کرتے ہو کہ کتنے دن پہلے سے دھوبی کو حکم کرتے ہو کہ کپڑے جلدی دینا۔ ناشتہ کا انتظام کرتے ہو اور طرح طرح کا سامان کرتے ہو۔ یہ نہیں کیا جاتا کہ خاص وقت پر سارا سامان کیا جائے بلکہ اگر ایسا کیا جاتا ہے تو بیوقوف بنائے جاتے ہیں۔ اور خود بھی اپنے کو بیوقوف سمجھتے ہیں۔ کیوں صاحب جب اس چھوٹے سے سفر کے لئے اتنے پہلے سامان تیار کیا جاتا ہے تو یہ موت کا اتنا بڑا سفر اس کے لئے کتنے پہلے اور کتنے بڑے سامان کی ضرورت ہوگی۔ کیونکہ یہ وہ سفر ہے

---

[1] شعر یہ ہے۔ خوشا کہ یا بداں چنیں بازار را ٭ کہ بیک گل مے خری گلزار را۔ ۱۲

[2] شعر یہ ہے۔ نیم جاں بستاند و صد جاں دہد ٭ انچہ در وہمت نیاید آں دہد۔ ۱۲

کہ اس سے پھر کبھی لوٹنا ہی نہ ہوگا۔ پھر اس کے لئے کیا سامان کیا۔ دنیا میں دو قسم کے لوگ ہیں۔ ایک وہ جو خدا کی عبادت میں سرگرم ہیں۔ دوسرے وہ جو گناہوں میں پھنسے ہیں پہلی قسم کے لوگوں کے لئے یہ سفر رغبت اور شوق کا سفر ہے اور دوسری قسم کے لوگوں کے لئے یہ سفر دہشت اور خوف کا سفر ہے۔ اور یہ دونوں صورتیں دنیا کے سفروں میں بھی ہوتی ہیں چنانچہ دیکھ لیجئے کہ اگر کوئی شخص بادشاہ کے ہاں مہمان کی حیثیت سے بلایا جائے تو یہ سفر اس کے لئے رغبت اور شوق کا ہوگا اس کے لئے کیا کچھ سامان وہ پہلے سے کرے گا۔ اپنے پاس نہ ہوگا تو دوسروں سے مانگ کر قرض لیکر چیزیں جمع کرے گا۔ اور ہر طرح سے درست ہو کر سفر کا ارادہ کریگا اسی طرح اگر کسی شخص نے چوری کی ہو اور گورنمنٹ کی طرف سے اس کے نام سمن آگیا ہو تو غور کیجئے کہ جانے سے پہلے وہ کیا کیا سامان کرے گا۔ اپنی صفائی کے گواہ جمع کرے گا۔ وکیلوں سے مل کر مشورہ کرے گا۔ یار دوستوں سے رلائے لے گا اور بھی جو اس سے ہوسکے گا انتظام کرے گا۔ غرض دونوں قسموں کے سفر میں طرح
۲۲ طرح کے سامان کئے جاتے ہیں۔ تو کیا وجہ کہ جب یہی دونوں صورتیں آخرت کے سفر میں بھی ہیں اس میں کیوں سامان نہیں کیا جاتا اور غفلت برتی جاتی ہے۔ صاحبو یہ تو یقینی ہے کہ سفر آخرت کا آنے والا ہے۔ پس اگر ہم مطیع اور تابعدار ہیں تو یہ سفر ہمارے لئے رغبت اور شوق کا سفر ہوگا۔ ورنہ وحشت اور خوف کا سفر ہوگا سو بتلائیے کہ آپ نے رغبت کے کیا سامان جمع کئے ہیں اور چھٹکارے کی کونسی صورتیں پیدا کی ہیں۔ کونسی عبادت کی ہے کتنے حق دوسروں کے ادا کئے ہیں۔ بلکہ اگر غور سے دیکھو تو آخرت کا سفر ہر مسلمان کے لئے رغبت اور دہشت دونوں پہلو لئے ہوئے ہے۔ کیونکہ ایمان خوف اور امید کے درمیان ہے۔ نہ خدا تعالیٰ پر ناز ہوسکتا ہے۔ اور نہ ان سے مایوس ہونا چاہئے۔ تو مسلمانوں کی اصلی حالت یہ ہونی چاہئے کہ خوف اور شوق ملا ہوا ہو۔ دیکھو نبیوں کی حالت خدا تعالیٰ بیان فرماتے ہیں کہ یَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّرَهَبًا ترجمہ۔ کہ وہ پکارتے ہیں ہمکو شوق اور خوف سے۔ یہ دونوں باتیں اُن میں جمع ہیں۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ اگر قیامت کے میدان میں یہ پکارا

خوف اور امید دونوں کی ضرورت ہے

جائے کہ صرف ایک شخص جنت میں جائے گا تو مجھے یہ امید ہوگی کہ وہ شخص میں ہوں اور اگر یہ پکارا جائے کہ صرف ایک شخص دوزخ میں جائے گا تو مجھے یہ خوف ہوگا کہ وہ شخص میں ہی ہوں غرض مسلمان کو ہر وقت شوق بھی ہونا چاہئے اور خوف بھی۔ اور جب یہ ہے تو ہر وقت توبہ استغفار بھی کرتے رہنا چاہئے اور دین کے کاموں میں بھی پوری کوشش ہونی چاہئے۔ اور صاحبو ایک آدہ وقت کام کر لینے سے کام نہیں چلتا ضرورت اسکی ہے کہ روز کا دھندا ہو جائے۔ خدا تعالیٰ فرماتے ہیں يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَا قَدَّمَتْ لِغَدٍ یعنی اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور اسکو سوچو کہ کل کے لئے کیا کر رکھا ہے۔ مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ دنیا کے سارے کام چھوڑ بیٹھو۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ آخرت کی دھن لگ جاوے۔ اگر روزانہ آدہ گھنٹہ بھی اس فکر کے لئے نکال لیا جائے تو پھر خدا نے چاہا تو بہت کم گناہ ہونگے اور دنیا کی محبت جاتی رہے گی۔ پھر یہ حالت ہوگی کہ تم دنیا کے سب کام کروگے لیکن ان کاموں میں جی نہ لگے گا۔ اور اس کے بعد دو چیز دل کی اور ضرورت ہوگی ایک تو ضرورت کے لائق دین کا علم حاصل کرنے کی سو خدا کا شکر ہے کہ اب اس کا سامان بہت میسر ہو گیا ہے اور ہر شخص کو ہر جگہ رہکر اس کا سیکھنا آسان ہے اس کے لئے یہ کرو کہ اردو کی کوئی ایسی کتاب لیکر جس میں ضرورت کی سب باتیں ہوں کسی مولوی سے پڑھنا شروع کر دو۔ یا اگر پڑھنے کا موقع نہو تو نہایت غور سے دیکھنا شروع کر دو اور ہمیشہ اس کا شغل رکھو۔ دوسرے کسی اللہ والے سے تعلق پیدا کر لو اور ان کے پاس آتے جاتے رہو۔ مگر تعلق دین کے لئے پیدا کرو۔ دنیا کے کاموں کے لئے اللہ والوں سے تعلق نہ پیدا کرنا چاہئے۔ ہاں اگر کبھی اتفاقیہ دنیا کا کام بھی ان سے نکلجائے تو مضائقہ نہیں لیکن صرف دنیا ہی کو مقصود بنا کر ان سے راہ و رسم نہ پیدا کرنا چاہئے جیسا کہ بعض لوگ اللہ والوں سے اس لئے ملتے ہیں کہ ان کی ملاقات بڑے لوگوں سے ہے ان کے ذریعے سے ہمارے کام نکلیں گے یا بعض لوگ تعویذ گنڈوں کے لئے ملتے ہیں مگر سمجھ لو کہ اللہ والوں سے اس قسم کے کام لینے کی ایسی مثال ہے کہ کسی سنار سے کھرپا بنانے یا لوہار سے

زیور بنانے کی فرمائش کیجائے بعض لوگ بزرگوں سے مشورہ لیا کرتے ہیں کہ ہم کس قسم کی تجارت کریں اناج کی تجارت کریں یا کپڑے کی خدا جانے یہ لوگ بزرگوں کو خدا تعالیٰ کا رشتہ دار سمجھتے ہیں کہ انکا بتلانا خدا کا بتلانا ہوگا اور جب خدا بتلا دیگا تو اس کام میں ضرور نفع ہوگا یا خدا تعالیٰ کا رازدار سمجھتے ہیں کہ یہ خدا سے مشورہ کرکے بتلا دیں گے ابھی کل کی بات ہے کہ ایک شخص کہنے لگے کہ مولوی صاحب آپ کو تو سب خبر ہوگی ہوگی. صاحبو اس دربار میں نبیوں کا پتہ بھی پانی ہوتا ہے دوسروں کی تو کیا مجال ہے. ایک شخص نے مجھ سے یاد نہیں رہا کسی دنیا کے کام کی فرمائش کی میں نے کہا کہ یہ کام مجھے نہیں آتا کہنے لگے کہ اللہ والوں کو سب آتا ہے میں نے کہا اگر سب کچھ آتا ہے تو کل ایک چارپائی بھی نے آنا کہ اسکو بن دیجئے. غرض مولویوں سے صرف اللہ تعالیٰ کے حکم احکام پوچھئے اور بزرگوں سے اللہ کا نام پوچھئے. دنیا کی فرمائش کسی سے نہ کیجئے. ہاں دنیا کے لیے دعا کرانے کا مضائقہ نہیں. دعا کے متعلق بھی یہ نکرو کہ صرف ان ہی پر ڈالدو. بلکہ تم خود بھی اپنے لئے دعا کرو. اور بزرگوں سے بھی دعا کراؤ. ایک صاحب مجھ سے کہنے لگے کہ میں اس قابل ہی نہیں کہ خود دعا کروں. میں نے کہا کہ کلمہ بھی پڑھتے ہو یا نہیں کہنے لگے کہ ہاں پڑھتا ہوں میں نے کہا کہ اس کی کیا وجہ کہ تم کلمہ پڑھنے کے قابل تو ہو مگر دعا کرنے کے قابل نہیں. یہ شیطان کی شرارت ہے کہ دل میں یوں ڈالتا ہے کہ اپنے آپ کو دعا کے قابل نہ سمجھنا تواضع ہے. ایک شخص نے یہ بھی فرمائش کی کہ تم ہی استخارہ بھی دیکھ دو غرض اپنے اوپر کسی قسم کی تکلیف نہ ہو سب کچھ دوسرے ہی کردیں. مگر کھانے میں یہ کبھی نہ سوجھا کہ بزرگوں سے کہتے کہ آپ ہی کھا لیا کیجئے ہمارے کھانے کی ضرورت نہیں. خلاصہ یہ کہ کام دین کا خود کرو اور بزرگوں سے اس میں اصلاح اور مشورہ لیتے رہو اور عمر بھر اسی تدبیر میں لگے رہو یہ نکرو کہ چار دن کیا اور چھوڑ دیا. کیونکہ ہم کو تو جنم روگ لگا ہے. اس کے لئے عمر بھر کی ضرورت ہے. یہ ضروری بیان اس آیت کے متعلق تھا. میں پھر آیت کا ترجمہ دوبارہ کرتا ہوں. فرماتے ہیں کہ اے مسلمانو اپنی فکر میں لگو کیونکہ تمکو خدا تعالیٰ کی طرف جانا ہے وہ تمکو بتلا دیں گے جو کچھ تم کرتے تھے. اب میں ختم کرتا ہوں اور یہ پھر کہے دیتا ہوں کہ یہ سفر ضرور ہونے والا ہے اس لئے آج ہی سے اس کے لئے تیار ہو جانا چاہئے. اب خدا سے دعا کیجئے کہ وہ کام کرنے کی توفیق دے. فقط۔

اپنے لئے خود بھی دعا کرو ۲۴

آخرت کی تیاری ضروری ہے

سلسلہ تسہیل المواعظ کی تیسری جلد کا پہلا وعظ ختم ہوا. اب دوسرا وعظ ذی الحجہ میں شروع ہوگا۔

ولو قيل اعتضاداً مكان استشهاداً كان اولى ۱۲) والله اعلم

(۲۲ ذوالقعدہ ۵۲ھ) وقلت والحديثان اللذان اشار اليهما الشيخ هما هذان فالاول ما عن علیؓ قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ما منكم من احد الا وقد كتب مقعده من النار ومقعده من الجنة قالوا يا رسول الله افلا نتكل على كتابنا وندع العمل قال اعملوا فكل ميسر لما خلق اما من كان من اهل السعادة فسييسر لعمل السعادة واما من كان من اهل الشقاوة فسييسر لعمل الشقاوة ثم قرأ فاما من اعطى واتقى وصدق بالحسنى الآية متفق عليه (مشكوٰة باب القدر) والحديث الثانی ما عن عمران بن حصين ان رجلين من مزينة قال يا رسول الله ارأيت ما يعمل الناس ويكدحون فيه اشئ قضى عليهم ومضى فيهم من قدر سبق او فيما يستقبلون به مما اتاهم به نبيهم وثبتت الحجة عليهم فقال لا بل شئ قضى عليهم ومضى فيهم وتصديق ذلك فی كتاب الله عز وجل ونفس وما سواها فالهمها فجورها وتقواها رواه مسلم ۳۴۷
(مشكوٰة كتاب القدر) فثبت بهذا التقرير كون ذلك الطريق له اصل واما كون ابطال المعنى الظاهر باطلا ففی روح المعانی تحت اية انزل من السماء فسالت اودية الخ من سورة الرعد ما نصه قال ابن عطية روى عن ابن عباس انه قال فی قوله تعالى انزل من السماء ماء الخ يريد بالماء الشرع والدين وبالاودية القلوب ومعنى سيلانها بقدرها اخذ النبيل بحظه والبليد بحظه ثم قال وهذا قول لا يصح والله تعالى اعلم عن ابن عباس لانه ينحو الى قول اصحاب الرموز وقد تمسك به الغزالی واهل ذلك الطريق وفيه اخراج اللفظ عن مفهوم كلام العرب بغير داع الى ذلك وان صح ذلك عن ابن عباس فيقال فيه انما قصد ان قوله تعالى كذلك يضرب الله الحق والباطل معناه الحق يتقرر فی القلوب الباطل الذی يعتريها اه ونحن نقول ان صح ذلك فمقصود الحبر منه الاشارة وان كان يريد غير ظاهر فيه وحجة الاسلام

الغزالی علیہ الرحمۃ اشد الناس علی اہل الرموز القائلین بان الظاہر لیس مرادا للہ تعالی کما لا یخفی علی متتبع کلامہ وقد اتی الامام الغزالی بالقول الصراح والفصل البواح فی المسئلۃ فی کتابہ مشکوۃ الانوار حیث قال ولا تظن من ہذہ الانموذج وطریق ضرب المثال رخصۃ منی فی رفع الظواہر واعتقادا فی ابطالہا حتی اقول مثلا لم یکن مع موسی علیہ السلام نعلان ولم یسمع الخطاب بقولہ اخلع نعلیک حاشا للہ فان ابطال الظواہر رای الباطنیۃ الذین نظروا بالعین العوراء الی احد العالمین ولم یعرفوا الموازنۃ بینہما ولم یفہموا وجہہ کما ان ابطال الاسرار مذہب الحشویۃ فالذی یجرد الظاہر حشوی والذی یجرد الباطن باطنی والذی یجمع بینہما کامل ولذلک قال صلی اللہ علیہ وسلم ظاہر وباطن وحد ومطلع وربما نقل ہذا عن علی موقوفا بل اقول فہم موسی علیہ السلام من خلع النعلین اطراح الکونین فامتثل الامر ظاہرا بخلع نعلیہ باطراح العالمین فہذا ہو الاعتبار ای العبور من الشیٔ ۳۸
الی غیرہ ومن الظاہر الی السر وفرق بین من یسمع قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تدخل الملئکۃ بیتا فیہ کلب فیقتنی الکلب فی بیتہ ویقول لیس الظاہر مرادا بل المراد تخلیۃ بیت القلب عن کلب الغضب لانہ یمنع المعرفۃ التی ہی من انوار الملئکۃ اذ الغضب غول العقل وبین من یمتثل الامر فی الظاہر ثم یقول الکلب لیس کلبا لصورتہ بل لمعناہ وہی السبعیۃ والضراوۃ فاذا کان حفظ البیت الذی ہو القلب مقر الجوہر الحقیقی الخاص عن الکلبیۃ اولی فانا اجمع بین الظاہر والسر جمیعا فہذا ہو الکامل وہو المعنی بقولہم الکامل من لا یطفی نور معرفتہ نور ورعہ ولذلک تری الکامل لا تسمح نفسہ بترک شیٔ من حدود الشرع مع کمال البصیرۃ اھ (تحفۃ الاخوان فی التفرقۃ بین الکفر والایمان ملخصا) وقریب منہ فی روح المعانی واما کلام السادۃ الصوفیۃ من القرآن فہو من باب الاشارات الی دقائق تنکشف علی ارباب

السلوک ویمکن التطبیق بینہما وبین الظاہر المرادۃ وذلک من کمال الایمان ومحض العرفان لانہ اعتقد وان الظاہر غیر مراد اصلا وانما المراد الباطن فقط اذ ذاک اعتقاد الباطنیۃ الملاحدۃ توصلوا الی نفی الشریعۃ بالکلیۃ وحاشا ساداتنا من ذلک کیف وقد حضوا علی حفظ التفسیر الظاہر وقالوا لا بد منہ اولا اذ لا یطمع فی الوصول الی الباطن قبل احکام الظاہر ومن ادعی فہم اسرار القرآن قبل احکام التفسیر الظاہر فہو کمن ادعی البلوغ الی صدر البیت قبل ان یجاوز الباب اھ (ج اص ۱) وقد اتیت بہذا التقریر مع زیادۃ تحقیق حدیث ان لکل آیۃ ظہرا وبطنا مما لعلک لم تسمع من غیری فی الجلد الاول من کلید مثنوی (ص ۲۰۳) ان اشتقت الیہ فاطلع علیہ وبمجموع ما نقلنا ظہر بمجموع ما ادعینا سابقا من اعتبار فن الاعتبار مع بقاء الظاہر علی ما ہو علیہ۔

۳۹ خطبہ احکام الائتلاف

بعد الحمد و الصلوۃ مقصود اس تحریر سے ایک غلطی عظیم کا رفع کرنا ہے جس میں قریب قریب عام ابتلا ہو رہا ہے الا ماشاء اللہ اور وہ غلطی یہ ہے کہ عام طور پر علی الاطلاق اتفاق کو مطلوب اور اختلاف کو مذموم سمجھا جاتا ہے بالخصوص اگر علماء میں کسی قسم کا بھی اختلاف ہو جاوے اوس کے سبب انپر سخت طعن کیا جاتا ہے اور اس کا مدار دلائل مطلقہ سے اگر وہ کسی دلیل مستقل سے مقید ہی ہوں کثیرا و تحریرا استدلال کیا جاتا ہے اس خیال کے غلط ہونے پر احقر وقتا فوقتا تقریر و تحریر سے متنبہ بھی کرتا رہا ہے لیکن کسی داعی قوی کے پیش نہ آنے کے سبب سے مستقل تنبیہ کا کوئی خاص اہتمام نہیں کیا گیا۔ امسال بعض اسباب خاصہ کے سبب بعض مراکز تعلیمیہ کی جماعت کے آحاد میں کچھ اختلاف پیش آیا اور مستبد اور وحشت تدابیر کسیقدر معمول سے بڑھ بھی گیا اور اس کے متعلق بعض ایسے صاحبوں نے جن کا یہ منصب بھی نہ تھا بزعم خود خیر خواہی سے معترضانہ خیالات ظاہر کئے اور انمیں سے بعضوں نے مجھ سے خطاب خاص کیا تھا

اُن کو اصول صحیحہ کے موافق جواب بھی دیا گیا لیکن غالباً بوجہ اجمال اون جوابوں کا اُن اُصول پر انطباق واضح نہ تھا اس لئے توضیح کی بھی ضرورت تھی نیز آئندہ کے لئے ایسے شبہات کا انسداد بھی ضروری تھا یہ واقعہ اور یہ دُو ضرورتیں داعی قوی ہو گئیں کہ تحقیق مسئلہ اتفاق واختلاف کی کسی قدر تفصیل وتوضیح کے ساتھ قلمبند کر دی جاوے تاکہ شبہات واقعہ مفقود اور شبہات متوقعہ مسدود ہوجاویں اور نیز واعظین ومقررین ومضمون نویس بھی اپنی تقریرات وتحریرات میں ان حدود کی رعایت رکھ سکیں۔ ولقبتہ باحکام الایتلاف فی احکام الاختلاف[ع] واللہ ولی الاعانۃ والیہ التضرع والاستکانۃ۔

مقدمہ۔ جاننا چاہیے کہ اختلاف بتقسیم اولی دُو قسم پر ہے ایک حقیقی دوسرا غیر حقیقی اور اختلاف کے اقسام سے اتفاق کے اقسام بھی معلوم ہو جاویں گے اور چونکہ محل کلام اختلاف ہی کو سمجھا جاتا ہے اس لئے موضوع تقسیم کا اسی کو قرار دیا گیا تو اختلاف کی دو قسمیں ہیں حقیقی وغیر حقیقی حقیقی سے مراد یہ ہے کہ دو حکموں میں ایسا تعارض ہو کہ وہ دونوں حکم واقع میں معاً صحیح نہ ہو سکیں اگر ایک صحیح ہو تو دوسرا غلط
جیسے ایک شخص کہے کہ یہ فعل حلال یا حسن ہو دوسرا اسی فعل کو کہے کہ یہ حرام یا قبیح ہے تو ظاہر ہے کہ یہ ۴۰
ممکن نہیں کہ وہ واقع میں حلال بھی ہو اور حرام بھی ہو۔ پھر یہ تعارض خواہ درجہ تناقض میں ہو یعنی جیسے اُن دونوں حکموں کا اجتماع نہیں ہو سکتا اسی طرح دونوں کا ارتفاع بھی نہیں ہو سکتا جیسا مثال مذکور میں کہ جیسے یہ نہیں ہو سکتا کہ وہ فعل حلال بھی ہو اور حرام بھی ہو اسی طرح یہ نہیں ہو سکتا کہ نہ واقع میں حلال ہو اور نہ واقع میں حرام ہو اور خواہ درجہ تضاد میں ہو یعنی دونوں حکموں کا اجتماع تو نہیں ہو سکتا لیکن دونوں کا ارتفاع ہو سکتا ہے جیسے ایک شخص کہے کہ یہ فعل مباح ہے دوسرا کہے کہ مستحب ہے سو ظاہر ہے کہ یہ تو ممکن نہیں کہ مباح بھی ہو اور مستحب بھی مگر یہ ہو سکتا ہے کہ نہ مباح ہو نہ مستحب بلکہ مکروہ وبدعت ہو۔ اور غیر حقیقی سے مراد یہ ہے کہ ان دو مختلف حکموں میں تعارض نہ ہو بلکہ دونوں حکم صحیح ہو سکتے ہیں۔ مثلاً ایک پتھر سفید ہے ایک سیاہ ہے تو دونوں مختلف تو ہیں لیکن دونوں حکم صحت میں مجتمع ہیں کیونکہ

[ع] اس لقب میں اشارہ ہو کہ جب اختلاف کے صحیح احکام معلوم ہونگے انکے امتثال کے بعد جو اتفاق ہوگا وہ نہایت مستحکم ہوگا کیونکہ وہی مطلوب شرعی ہوگا جو مصلحت ہی مصلحت ہے اور ایسے امر کا استحکام یقینی ہو مزید تحقیق اسکی خاتمہ رسالہ میں ہوگی ۱۲

دونوں رنگ کا محل مختلف ہے ایک کو سفید کہنے سے دوسرے کے سیاہ ہونے کی نفی نہیں ہوتی یا ایک زمانہ میں شراب
حلال تھی دوسرے زمانہ میں حرام ہو گئی تو یہ دونوں حکم صحیح ہیں اور یہ اختلاف غیر حقیقی واقع میں اختلاف
نہیں ہے محض صورت اختلاف ہے اور حقیقت اسکی تعدد ہے پھر اختلاف حقیقی کی دو قسمیں ہیں ایک اختلاف
فی الامر الدنیوی ایک اختلاف فی الامر الدینی پھر اختلاف فی الامر الدنیوی کی دو قسمیں ہیں ایک اختلاف عن
منشأ صحیح اور ایک اختلاف لا عن منشأ صحیح اور اختلاف فی الامر الدینی کی دو قسمیں ہیں ایک اختلاف فی الفروع ایک اختلاف فی الاصول پھر
اختلاف فی الفروع کی دو قسمیں ہیں اختلاف عن دلیل اور اختلاف لا عن دلیل اور اختلاف فی الاصول کی دو قسمیں
ہیں اختلاف فی الکفر والایمان اور اختلاف فی البدعۃ والسنۃ یہ سب اقسام اختلاف حقیقی کے تھے اور اختلاف
غیر حقیقی کی دو قسمیں ہیں ایک بفعل العبد دوسرا بجعل الحق پھر اختلاف بجعل الحق کی دو قسمیں ہیں ایک اختلاف
طبائع دوسرا اختلاف شرائع پھر اختلاف شرائع کی دو قسمیں ہیں ایک اختلاف فی الشریعۃ الواحدۃ ایک
اختلاف فی الشرائع المتعددہ مجموعہ ان سب اقسام کا دس قسمیں ہیں چھ اختلاف حقیقی کی اور چار اختلاف
غیر حقیقی کی یعنی قسم اول اختلاف حقیقی فی الامر الدنیوی عن منشأ صحیح قسم دوم اختلاف حقیقی فی الامر الدنیوی
۴۱ لا عن منشأ صحیح قسم سوم اختلاف حقیقی فی الامر الدینی من الفروع عن دلیل قسم چہارم اختلاف حقیقی
فی الامر الدینی من الفروع لا عن دلیل قسم پنجم اختلاف حقیقی فی الامر الدینی من الاصول کفراً و اسلاماً
قسم ششم اختلاف حقیقی فی الامر الدینی من الاصول بدعۃً و سنۃً قسم ہفتم اختلاف غیر حقیقی بفعل العبد
قسم ہشتم اختلاف غیر حقیقی بجعل الحق باختلاف الطبائع قسم نہم اختلاف غیر حقیقی بجعل الحق فی الشریعۃ
الواحدۃ قسم دہم اختلاف غیر حقیقی بجعل الحق فی الشرائع المتعددہ

(وھذہ صورۃ الضبط بھیئۃ الجدول ذات الشعب)

<table dir="rtl">
<tr><th colspan="10">اختلاف</th></tr>
<tr><th colspan="6">حقیقی</th><th colspan="4">غیر حقیقی</th></tr>
<tr><th colspan="2">فی الدنیا</th><th colspan="4">فی الدین</th><th rowspan="3">بفعل العبد</th><th colspan="3">بجعل الحق</th></tr>
<tr><th rowspan="2">عن منشأ صحیح</th><th rowspan="2">لا عن منشأ صحیح</th><th colspan="2">فی الفروع</th><th colspan="2">فی الاصول</th><th rowspan="2">باختلاف الطبائع</th><th colspan="2">باختلاف الشرائع</th></tr>
<tr><th>عن دلیل</th><th>لا عن دلیل</th><th>کفراً و اسلاماً</th><th>بدعۃً و سنۃً</th><th>فی الشریعۃ الواحدۃ</th><th>فی الشرائع المتعددۃ</th></tr>
<tr><td>قسم اول</td><td>قسم ثانی</td><td>قسم ثالث</td><td>قسم رابع</td><td>قسم خامس</td><td>قسم سادس</td><td>قسم سابع</td><td>قسم ثامن</td><td>قسم تاسع</td><td>قسم عاشر</td></tr>
</table>

اور یہ سب اقسام واقعیہ ہیں ورنہ احتمالات عقلیہ تو اور بہت ہیں۔ مگر چونکہ وہ غیر واقع تھے اس لئے ان کا ذکر کرنا پھر ان کے وقوع کی نفی کرنا فضول سمجھا۔

مضمون احکام الایتلاف

جو دلائل مطلوبیت اتفاق کے ہیں، وہ مطلق نہیں بلکہ اون کے خاص محامل ہیں جیسے دلائل مطلوبیۃ اختلاف کے بھی خاص محامل ہیں ان سب کی تفصیل فصول رسالہ میں مذکور ہوئی ہے ان دلائل مطلوبیۃ اتفاق میں سے ایک خاص دلیل کے متعلق جو کہ کثیر الدور علی الالسنہ ہے ایک خاص غلطی عام ہو رہی ہے اوس کا مختصر دفع بطور تتمہ کے ضروری سمجھتا ہوں وہ دلیل یہ آیت ہے واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً ولا تفرقوا واذکروا نعمۃ اللہ علیکم اذ کنتم اعداء فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہ اخوانا الاٰیۃ اور وہ غلطی یہ ہے کہ اس آیت میں دو لفظ دیکھ لیتے ہیں ایک جمیعاً کہ اجتماع پر دال ہے دوسرا لاتفرقوا کہ افتراق سے نہی ہے ۴۲
اور اوسکی قید پر نظر نہیں کرتے اسلئے محل بے محل اسکو استدلال میں پیش کر دیتے ہیں یہ ہے وہ غلطی عام اور دفع اس غلطی کا اس قید میں نظر کرنا ہے اور وہ قید اعتصام بحبل اللہ کی ہے جسکی تفسیر احکام دینیہ کا التزام اعتقادی و عملی ہے تب یہ مدلول آیت کی بلحاظ قید یہ ہے کہ تم سب اعتصام اختیار کرو اور اس میں تفرق مت کرو کہ کوئی اعتصام اختیار کرے کوئی نہ کرے پس مقصود بالذات اعتصام ہے نہ کہ اجتماع اور منہی عنہ ترک اعتصام ہے نہ کہ تفرق پس اگر اعتصام میں تفرق ہوتا ہو اس طور سے کہ بعض اعتصام کیا بعض نے نہ کیا تو اس تفرق سے بچنے کے لئے اعتصام کو نہ چھوڑیں گے بلکہ اعتصام کے لیے تفرق کو گوارا کریں گے اور اگر ترک اعتصام سے اجتماع حاصل ہوتا ہو اس طور سے کہ سب نے اعتصام ترک کر دیا اور بے دینی پر مجتمع ہو گئے تو اجتماع کے لیے اعتصام کو ترک نہ کریں گے بلکہ اعتصام کے لئے اجتماع کو ترک کر دیں گے خوب سمجھ لو۔ یہ تو دفع ہے غلطی کا اور اس آیت میں ایک فائدہ علمیہ علمیہ وعملیہ متعلقہ اتفاق پر بھی دلالت ہے یعنی اس میں اتفاق و اجتماع

مطلب کے حاصل ہونیکا ایک سہل اور کامیاب طریقہ بھی بتلایا گیا ہے وہ طریقہ یہ ہے کہ سب ملکر احکام الہٰیہ کا اتباع کرنے لگیں اس سے خود بخود بلا کسی تدبیر مستقل کے لزوماً اتفاق پیدا ہوجاویگا۔ ورنہ بدون اس کے بڑی سے بڑی تدبیر بھی ناکام ہے اول تو حدوث ہی میں ورنہ بقا میں تو ضرور اور راز اوس کا یہ ہے کہ ایسا اتفاق اغراض پر مبنی ہوگا اور اغراض میں تبدل ہوتا رہتا ہے اوسکی ساتھ اتفاق بھی رخصت ہوجاوے گا اور جو اتفاق احکام الہٰیہ پر مبنی ہوگا چونکہ احکام بدلتے نہیں اسلئے وہ اتفاق بھی باقی رہتا ہے اور اسی امر کے غیر منفک ہونے کی طرف دوسری آیت میں اشارہ فرمایا گیا ہے ھو الذی ایدک بنصرہ وبالمؤمنین والف بین قلوبھم لو انفقت ما فی الارض جمیعا ما الفت بین قلوبھم ولکن اللہ الف بینھم یہ مجمل تقریر ہے آیت اعتصام کے دو مدلولوں کی ایک دفع غلطی متعلق اتفاق اور دوسری تعلیم تدبیر اتفاق اور مفصل تقریر مدلول اول کی احقر کے وعظ الاعتصام بحبل اللہ کے ثلث دوم میں جو اسی آیت کے بیان میں ہے اور
۴۳ مدلول ثانی کی وعظ الاتفاق کے ثلث دوم اور ورق اخیر میں جو ایک دوسری آیت کے بیان میں ہے شایع ہوچکی ہے اگر شوق ہو ملاحظہ فرمالیا جاوے۔

ملفوظ در تسہیل طریق سلوک ملقب بہ

السلسبیل لعابری السبیل

من مقالات شریفہ حضرت اشرف العلماء حکیم الامت مجدد الملت قطب الارشاد مولانا شاہ محمد اشرفعلی صاحب عم فیوضہم العالی ضبط کردہ احقر خواجہ عزیز الحسن غفی عنہ

مرقومہ ۷ محرم ۱۳۴۵ھ

عرض کیا گیا کہ حضرت جو فرمایا کرتے ہیں کہ اعمال مامور بہا سب اختیاری ہیں اور اختیاری امور میں کوتاہی کا علاج بجز ہمت اور استعمال اختیار کے اور کچھ نہیں۔ تو یہ تو بظاہر بہت معمولی سی بات معلوم ہوتی ہے۔ پھر طریق میں اہمیت ہی کیا رہی۔ فرمایا کہ ہے تو یہ معمولی اور موٹی بات

لیکن لوگوں کو اس کی جانب التفات نہیں حالانکہ اسی پر دارو مدار ہو تمام اصلاحات کا اور یہی ہے اصل علاج تمام کوتاہیوں کا۔ عرض کیا گیا۔ کہ جب آدمی باوجود کوشش کے اپنی اصلاح سے عاجز ہو جاتا ہے تب ہی تو اس کی تدابیر اور معالجہ پوچھتا ہے۔ تو اُس سے پھر بھی یہی کہدینا کہ ہمّت اور اختیار سے کام لو کیونکر کافی ہو سکتا ہے۔ کیونکہ ہمت اور استعمال اختیار کی اُسے توفیق ہی نہیں ہوتی۔ فرمایا کہ دیکھنا یہ ہے کہ وہ استعمال اختیار پر قادر ہے یا نہیں۔ ضرور قادر ہے ورنہ نصوص کی تکذیب لازم آتی ہے۔ جب استعمال اختیار پر قادر ہے تو ہمت کرکے اختیار کا استعمال کرے جب اختیار کا استعمال کرے گا تو کامیابی لازم ہے ناکامیابی کی کوئی صورت ہی نہیں البتہ دشواری اور کلفت ضرور ہے۔ عرض کیا گیا۔ کہ واقعی قدرت اور اختیار کا تو انکار نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن جب دشواری اور کلفت کی وجہ سے اُسکے استعمال ہی کی نوبت نہ آئی تو وہ اختیار مفید ہی کیا ہوا۔ کیونکہ نتیجہ تو وہی ہوا جو عدم اختیار کی صورت میں ہوتا یعنے عدم صدورِ اعمال۔ فرمایا کہ جب علاج پوچھا جائے گا تب تو وہی بتایا جائیگا جو اصل علاج ہو رہی خود اس علاج کے استعمال کی دشواری سو جب اس کے متعلق سوال کیا جائیگا اُسوقت ۴۴
اُس کا جواب دیا جائیگا۔ عرض کیا گیا کہ اب سوال کیا جاتا ہے۔ اس استفسار پر فرمایا کہ اختیاری امور میں کوتاہی کا علاج بجز ہمت اور استعمال اختیار کے اور کچھ نہیں۔ البتہ اس استعمال اختیار میں کلفت اور دشواری ضرور ہوتی ہے۔ سو اُس کا علاج بھی یہی ہے کہ باوجود کلفت کے ہمّت اور اختیار سے برابر تکلف اور بہ جبر کام لیتا رہے۔ رفتہ رفتہ وہ کلفت مبدل بہ سہولت ہو جائیگی ساری ریاضت اور سارے مجاہدے بس اسی لئے کئے جاتے ہیں۔ کہ اختیار اوامر اور اجتناب نواہی میں سہولت پیدا ہو جائے۔ میں تو کہا کرتا ہوں کہ خلوص اور ہمت بس یہ دو چیزیں حاصل ہیں سارے تصوف کا اور ساری پیری مریدی کا۔ کیونکہ اگر ہمت نہ ہوگی تو عمل ہی نہ ہوگا۔ اور اگر خلوص نہ ہوا تو عمل ناقص ہوا۔ اگر ان دو چیزوں کو جمع کر لیا جائے تو پھر شیخ کی بھی ضرورت نہیں۔ کیونکہ شیخ بھی بس انھیں دو چیزوں کی تعلیم کرتا ہے۔ دفع کلفت اور تحصیل سہولت کا جو یہ طریق ارشاد فرمایا کہ بہ تکلف ہمت اور اختیار سے کام لیتا رہے۔ رفتہ رفتہ سہولت ہونے لگے گی۔ اس کے ضمن میں یہ بھی فرمایا کہ ہر کام شروع میں مشکل ہوتا ہے۔ مگر کرتے کرتے مشق

(باقی آیندہ)

شرح شبیری

حس اسیر عقل باشد اے فلان   عقل اسیر روح باشد ہم بدان

یعنی اے شخص حس تو اسیر عقل کی ہوتی ہے اور عقل اسیر روح کی ہوتی ہے۔ اسکو یہی جان لو مطلب یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے حواس کو عقل کے تابع اور اوسکے محکوم اسلئے بنایا تہا تاکہ وہ ان حواس کو قید اور مغلوب رکہے اور عقل کو روح کا تابع اور محکوم اسلئے بنایا تہا تاکہ وہ اسکو رہا کرکے اور مطلق چہوڑکر اوس سے کام لے اسلئے کہ اسیر تو اپنے قبضہ میں ہوتا ہے خواہ اوسکو قید رکہو یا رہا کردو تو حواس اس قابل تہے کہ اونکو قید رکہا جاوے اور عقل
اس قابل تہی کہ اوسکو رہا کرکے اوس سے کام لیا جاوے۔ مگر دنیا میں پہنسکر نہ تو عقل نے ۲۴۱
اپنا کام کیا کہ حواس کو قید کرکے رکہتی۔ اور نہ روح نے اپنا کام کیا کہ عقل کو رہا کرکے اوس سے کام لیتی۔ بلکہ عقل نے تو حواس کو مطلق چہوڑ دیا۔ اور اونہوں نے خوب شرارت شروع کردی۔ اور روح نے عقل سے کام نہ لیا لہذا وہ امور غیبیہ جن کا انکشاف اوس وقت ہوتا جبکہ ہر ایک اپنے کام میں لگتا۔ اب نہ ہوئی لیکن اب جبکہ حواس کو مغلوب کردیا جیسا کہ شبرگ حس را او درخت الخ سے معلوم ہوتا ہے تو جب حواس مغلوب ہوگئے تو اب روح نے اپنا کام کیا وہ یہ کہ

دست بستہ عقل را جان باز کرد   کارہائے بستہ را ہم ساز کرد

یعنی روح نے عقل کے بندہے ہوئے ہاتہوں کو کہولدیا اور کارہائے بستہ کا بہی سامان کردیا مطلب یہ کہ عقل کے ہاتھ جو ہوا و ہوس میں بندہے ہوئے تہے جب روح نے اپنا کام کیا تو اونکو کہولدیا اور عقل کو رہا کردیا۔ اور جو امور کہ پہلے غائب تہے اب اونکو ظاہر کردیا۔

حس‌ها و اندیشه بر آب صفا — همچو خس بگرفته روی آب را

یعنی حواس اور اندیشوں نے آب صفا پر خس کیطرح روئے آب کو چھپا رکھا تھا۔ حواس سے مراد حواس ظاہری اور اندیشہ سے مراد حواس باطنہ آب صفا سے مراد عقل نیز روئے آب سے مراد بھی عقل ہے مطلب یہ کہ قبل اسکے کہ روح اپنا کام کرے حواس اور اندیشوں نے عقل کو مغلوب کر رکھا تھا اور جسطرح کہ سطح آب پر خس خاشاک آکر اوسکو چھپا دیتے ہیں اسیطرح حواس نے عقل کو مغلوب اور اُس کے کام کو پوشیدہ کر رکھا تھا اور امور غیبیہ ظاہر نہ ہوتے تھے۔ مگر جبکہ روح نے اپنا کام کیا کہ عقل کو رہا کر کے اوس سے کام لیا تو عقل نے یہ کیا کہ

دست عقل آن خس بیکسو می‌برد — آب پیدا می‌شود پیش خرد

یعنی عقل کا ہاتھ اوس خس کو ایک طرف لیجاتا ہے اور پانی عقل کے سامنے ظاہر ہو
۴۴۲ جاتا ہے۔ یہاں آب سے مراد امور غیبیہ ہیں مطلب یہ ہوگیا کہ جب روح نے عقل کو رہا کیا تو اوس نے اپنا کام کیا کہ جو اسکو مغلوب کیا جب حواس مغلوب ہوگئے تو وہ امور غیبیہ جو اب تک اس عقل سے پوشیدہ تھے اب ظاہر ہوگئے۔

خس بس انبه بود بر جو چون حباب — خس چو یکسو رفت پیدا گشت آب

یعنی حباب کی طرح ندی پر خس بے انتہا تھے۔ تو جب خس ایک طرف ہوئے پانی ظاہر ہوگیا جو سے مراد عقل اور آب سے مراد امور غیبیہ مطلب یہ ہوا کہ روح کے کام کرنے سے پہلے عقل میں حواس کے خس و خاشاک بھرے ہوئے تھے۔ لیکن جب عقل نے رہا ہوکر ان خس و خاشاک کو الگ کیا تو وہ امور غیبیہ ظاہر ہوگئے اور اس عقل نے اونکا ادراک لیا

چونکه دست عقل نگشاید خدا — خس فزاید از هوا بر آب ما

یعنی جبکہ دست عقل کو خدا نہ کھولے تو خس ہمارے پانی پر ہوا کی وجہ سے بڑھ جاویں خدا کے

دست عقل کھولنے سے مراد روح کا کھولنا ہی ہے۔ اِس لئے کہ بے اسکے کہ خدا کا حکم ہو روح کب کام کرسکتی ہے تو مطلب یہ ہوا کہ اگر روح دست عقل کو نہ کھولتی تو ہم پر وہ امور ظاہر ہو ہی نہ سکتے تھے مگر اب عقل نے رہا ہوکر خس و خاشاک کو ایک طرف کرکے اُن امور کو ہمارے سامنے ظاہر کردیا۔

آب را ہر دم کند پوشیدہ او — آں ہوا خنداں و گریاں عقل تو

یعنی آب کو وہ ہر دم پوشیدہ کررہی ہے تو وہ ہوا ہنستی ہے اور تمہاری عقل رو رہی ہے۔ آب سے مراد امور غیبیہ اور ہوا سے مراد ہوا و ہوس مطلب یہ کہ وہ ہوا و ہوس کی ہوس خس و خاشاک کو لاکر اُن امور غیبیہ پر جمع کردیتی ہے اور اُسکو چھپا دیتی ہے تو اُس وقت وہ تو خوش ہوتی ہے کہ اُس نے اپنا کام کرلیا۔ مگر عقل جب اپنا کام نہیں کرسکتی تو روتی ہے۔

۴۴۳ ## چونکہ تقوےٰ بست دو دست ہوا — حق کشاید ہر دو دست عقل را

یعنی جبکہ تقویٰ ہوا کے دونوں ہاتھ باندھ دیتا ہے تو حق تعالیٰ عقل کے ہاتھ دونوں کھول دیتا ہے۔ مطلب یہ کہ جب تقوے نے آکر ہوا و ہوس کو مغلوب کردیا تو اب وہ عقل اپنا کام کرتی ہے تو یہ ہوتا ہے کہ

پس حواس چیرہ محکوم تو شد — چوں خرد سالار و مخدوم تو شد

یعنی پھر حواس (جو کہ پہلے) غالب تھے وہ) تمہارے محکوم ہو جاتے ہیں جبکہ عقل تمہاری پیشرو اور مخدوم ہوتی ہے۔ مطلب یہ کہ جب عقل نے اپنا کام کیا اور وہ مخدوم اور پیشرو ہوئی تو اب جو حواس کہ پہلے غالب ہو رہے تھے اب مغلوب اور محکوم ہوگئے اور عقل کے تابع ہوگئے اب عقل یہ کرتی ہے کہ۔

حس را بیخواب خواب اندر کند   تا که غیبتہا ز جاں سر برزند

یعنی حس کو بیخواب کے خواب میں کر دیتی ہے یہاں تک غیوب جان سے سر نکالتے ہیں مطلب یہ کہ حواس تو اُس وقت ہی معطل ہوتے ہیں جبکہ انسان سو جاوے۔ مگر یہ عقل اُن پر غالب ہو کر بے اُن کے سوتے ہوئے اُن کو معطل کر دیتی ہے پس جب وہ معطل ہو گئے تو اب روح پر غیوب فائض ہوتے ہیں۔ اور وہ اُن امور غیبیہ کا مشاہدہ کر لیتی ہے۔ اور اُس وقت یہ ہوتا ہے کہ

ہم بہ بیداری بہ بیند خوابہا   ہم ز گردوں بر کشاید بابہا

یعنی بیداری ہی میں وہ بہت سے خواب دیکھتی ہے اور آسمان سے بہت سے ابواب کھول لیتی ہے۔ مطلب یہ کہ وہ بیداری ہی میں اُن حواس کو معطل کر کے اُن مغیبات کو دیکھ لیتی ہے اور آسمان سے ابواب کھل جاتے ہیں اور اُدھر سے اُس پر فیض ۲۴۴۳
ہونے لگتا ہے۔ تو بس اس ترکیب سے وہ صاحبزادوں کی زیارت فرماتے تھے۔ چونکہ بیان کیا ہے کہ ان حواس ظاہری کے باطل ہونیکے بعد امور غیبیہ کا ادراک ہوتا ہے۔ آگے ایک حکایت لاتے ہیں کہ ایک شیخ اندھا تھا مگر جب قرآن شریف پڑھتا تھا تو بینا ہو جاتا تھا تو دیکھو ان حواس کے زائل ہونیکے بعد دیکھ سکتا تھا اسی طرح ان حواس کے تعطل کے بعد انسان اون امور غیبیہ کا مشاہدہ کر سکتا ہے۔ اب حکایت سنو۔

شرح حبیبی

دید در ایام آں شیخ فقیر   مصحفے در خانۂ پیر ضریر

باقی آئندہ

واجها اليه اليهما او ارقها وفي سنده بقية بن وليد وهو مدلس لكنه صرح بالتحديث اھ **قلت** والآنية والبيت متقاربان معنى ويقدر في كل الذكر او المحبة ونحوهما لان الله تعالى يجل عن ان يحل في شئ **ف** وعليه يحمل ما وقع في كلام بعض العشاق ؎ پر تو حسنت نگنجد در زمین و آسمان در حریم سینہ حیرانم کہ چون جا کردہ ومثله ما سموا فيه القلب بيت الله او عرش الله او ارض الله او محل التجلي له وما في معناه۔

جو سب میں زیادہ نرم اور رقیق ہوں اور اس کی سند میں بقیہ بن ولید ہے جو مدلس ہے لیکن اس نے حدثنی یا حدثنا صریحا کہا ہی (پس تدلیس مضر نہیں) نیز میں کہتا ہوں کہ ظروف اور خانہ دونوں معنی قریب ہیں اور دونوں میں ذکر یا محبت وغیرہ مقدر کیا جاویگا (یعنی بیت محبۃ الرب و آنیۃ محبۃ اللہ) کیونکہ اللہ تعالیٰ اس سے بالاتر ہے کہ وہ کسی شے میں حلول فرماوے اور اسی پر محمول کیا جاویگا بعض عشاق کا یہ قول ؎ پر تو حسنت الخ یا اور کوئی قول جس میں انہوں نے کہیں ارض اللہ کہیں محل تجلی کہیں اس کا ہم معنی کہدیا ہے۔

الحديث كاد الفقران يكون كفرا احمد بن منيع من طريق يزيد الرقاشي عن الحسن او انس به مرفوعا وهو عند ابي نعيم في الحلية وابي مسلم الكشي في سننه وابي علي بن السكن في مصنفه والبيهقي في الشعب وابن عدي في الكامل من طريق يزيد

97

حدیث. محتاجی قریب ہے کہ کفر ہو جاوے اوسکو احمد بن منیع نے یزید رقاشی کے طریق سے روایت کیا ہے اور انہوں نے حسن سے یا انس سے مرفوعاً اور یہ حدیث ابونعیم کے حلیہ میں اور ابو مسلم کشی کے سنن میں اور ابو علی بن سکن کے مصنف میں اور بیہقی کے شعب میں اور ابو عدی کے کامل میں (اوسی) یزید کے طریق سے

عن انس بلا شك
وسنده ضعيف
وللنسائي وصححه ابن
حبان من جهة ابي الهيثم
عن ابي سعيد الخدري
مرفوعا انه كان صلى الله عليه وسلم
يقول اللهم اني
اعوذ بك من الكفر
والفقر فقال رجل
ويعتدلان قال
نعم وهذا اصحها ۹۸
وما قبله من المرفوع
ضعيف الاسناد
قلت فصح الحديث
معنى وهو اذا لم
يصبر لحرص ضنك
واعترض على ربه
وقلت لفظ
النسائي قال
صلى الله عليه
وسلم اعوذ بالله

حضرت انس سے مروی ہے بدون شک کے
(جیسے پہلے حسن کا بھی شک تھا) اور یہ
ضعیف ہے اور نسائی کے یہاں ابن حبان
نے تصحیح بھی کی ہے اور ابو الہیثم کی جہت سے
اور ابو سعید خدری سے مرفوعاً اس طرح روایت
کیا ہے کہ آپ فرماتے تھے اے اللہ میں
آپکی پناہ چاہتا ہوں کفر سے اور فقر سے
ایک شخص نے کہا اور یہ دونوں برابر ہیں
فرمایا ہاں اور یہ سب روایتوں میں صحیح
ہے اور اس کے قبل جو مرفوع روایت
تھی وہ ضعیف الاسناد ہے میں کہتا
ہوں کہ وہ ضعیف حدیث بھی معنیً صحیح
ہوگئی اور یہ (فقر کا کفر کے قریب ہونا)
اسوقت ہے جب یہ شخص صبر و رضا
اختیار نہ کرے اور حق تعالیٰ پہ اعتراض
کرے نیز میں کہتا ہوں کہ نسائی میں یہ لفظ
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ میں پناہ مانگتا ہوں کفر اور دین
سے ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ
کیا آپ دین کو کفر کی برابر کرتے ہیں
فرمایا ہاں اور یہ بھی ماقبل کے قریب ہے

من الكفر والدين قال رجل يارسول الله القول الدين بالكفر قال نعم الحديث وهو يقارب ما قبله فان الفقر يستتبع الدين عادة والدين يستتبع الكفر نصًّا لما فيه من بعض خصال النفاق من خلف الوعد وغيره فثبت معنى

[illegible]

اسلئے کہ فقر عادۃً دین کو مستلزم ہے اور دین (من وجہ) کفر کو نصًّا مستلزم ہے کیونکہ اوس میں بعض خصال نفاق کے پائے جاتے ہیں جیسے وعدہ خلافی وغیرہ پس فقر کے کفر تک پہونچانے کا مضمون ثابت ہوگیا (اور یہی مضمون تہا کاد الفقر الخ کا)

الحديث كنت كنزا لا اعرف فاحببت ان اعرف فخلقت خلقا فعرفتهم بي فعرفوني قال ابن تيمية انه ليس من كلام النبي صلى الله عليه وسلم ولا يعرف له سند صحيح ولا ضعيف وتبعه الزركشي وشيخنا

حدیث۔ میں ایک خزانہ تہا جسکو کوئی نہیں پہچانتا تہا میں نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں سو میں نے مخلوق کو پیدا کیا اور
۹۹ اونکو اپنی پہچان دی پہر اونہوں نے مجھکو پہچانا ابن تیمیہ کہتے ہیں کہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام نہیں ہے اور نہ اسکی کوئی سند معلوم ہوئی نہ صحیح نہ ضعیف اور زرکشی اور ہمارے شیخ (ابھی اسی حکم میں) ابن تیمیہ کے تابع ہوئے **ف** لیکن یہ مضمون صحیح ہے اور حدیث ان اللہ جمیل یحب الجمال سے مستنبط ہے جیسا کہ احقر نے اپنی بعض تالیفات میں بیان کیا ہے چنانچہ النکت الدقیقہ کے مضمون ہشتدہم میں بہی مذکور ہے۔

الحديث لبس الخرقة
الصوفية وكون الحسن البصري لبسها
من علي قال ابن دحية وابن الصلاح
انه باطل وكذا قال شيخنا
انه ليس في شيء من طرقها ما يثبت
ولم يرد في خبر صحيح ولا حسن
ولا ضعيف ان النبي صلى الله
عليه وسلم البس الخرقة على الصورة
المتعارفة بين الصوفية لاحد
من اصحابه ولا امر احدا من اصحابه
يفعل ذلك وكل ما يروى ١٠٠
في ذلك صريحا فباطل
ثم قال ولم يتفرد شيخنا
بهذا بل سبقه اليه جماعة
حتى من لبسها والبسها
كالدمياطي والذهبي
والهكاري وابي حيان
والعلائي ومغلطائي
والعراقي وابن الملقن
والابناسي والبرهان وابن
ناصر الدين الخ

حدیث۔ خرقہ صوفیہ کا پہننا اور حضرت
حسن بصری کا حضرت علی سے پہننا ابن
دحیہ اور ابن الصلاح نے کہا کہ بالکل ثابت
نہیں اور اسی طرح ہمارے شیخ نے کہا ہے
کہ اثبات خرقہ کے جتنے طریق ہیں انہیں
سے ایک بھی ثابت نہیں اور کسی خبر صحیح
یا حسن یا ضعیف میں وارد نہیں ہوا کہ نبی
صلی اللہ علیہ وسلم نے اس صورۃ متعارفہ
بین الصوفیہ پر اپنے کسی صحابی کو خرقہ
پہنایا ہو اور نہ کسی صحابی کو یہ حکم دیا کہ وہ ایسا
کریں اور جو کچھ اس باب میں صریح روایتیں
آئی ہیں سب بے اصل ہیں (صریح کی قید سے مفہوم ہوا کہ
کلیات سے استنباط ہو سکتا ہے) پھر کہا ہے
کہ اس دعوے میں ہمارے شیخ ہی متفرد
نہیں بلکہ ان سے پہلے ہی ایک جماعت
اس طرف گئی ہے حتی کہ جن بزرگوں نے
پہنا ہے اور پہنایا ہے (وہ بھی اس کو
روایت سے ثابت نہیں فرماتے) جیسے
دمیاطی اور ذہبی اور ہکاری اور ابو حیان
اور علائی اور مغلطائی اور عراقی اور ابن
الملقن اور ابناسی اور برہان حلبی اور ابن ناصر الدین الخ

(باقی آئندہ)

چنانچہ آپ نے دعا فرمادی اور وہ نہایت کامل دیندار ہوگیا تو حقیقت میں دنیاداروں میں کوئی بھی آرام سے نہیں ہے (وعظ ایضاً صہ۱۵ سطر۱)

(۴۸) **مثال** دیکھئے اگر کوئی محبوب اپنے پاس بیٹھنے کی اجازت دیدے اور اس کے درمیان میں کھانے کا وقت آجائے اور محبوب کہے کہ اگر بھوک لگی ہو تو جاکر کھانا کھالو کیا کوئی سمجھ سکتا ہے کہ عاشق اسوقت اٹھنے اور کھانا کھانے کو گوارا کرے گا۔ ہرگز نہیں تو جب محبت کی یہ حالت ہوتی ہے تو شیخ کے فاقہ پر کیا تعجب ہے۔ وہ حضرت حق محبوب حقیقی سے معیت رکھتے ہیں مولانا فرماتے ہیں ؎

گفت معشوقے بعاشق کاے فتا ۔۔۔ تو بغربت دیدہ بس شہرہا

پس کدامی شہر ازانہا خوشتر است ۔۔۔ گفت آں شہریکہ دروے دلبر است

آگے مولانا فرماتے ہیں ؎

ہرکجا دلبر بود خرم نشین ۔۔۔ فوق گردون ست نے قعر زمین

۲۵ ہرکجا یوسف رخے باشد چوں ماہ ۔۔۔ جنت ست آں گرچہ باشد قعر چاہ

تو اگر محبوب کنوئیں کے اندر ہو وہ بھی جنت ہے تو جب محبوب مجازی کی معیت کی یہ حالت ہوتی ہے تو محبوب حقیقی کی معیت اگر میسر ہوجاوے تو کیا حالت ہوگی (وعظ ایضاً صہ۱۹)

(۴۹) **حکایت** حضرت امام ترمذی رح جب نابینا ہوگئے تو ایک مرتبہ آپ کو سفر کا اتفاق ہوا۔ راستہ میں ایک مقام پر پہنچکر آپ نے اونٹ پر بیٹھے بیٹھے سر جھکالیا حمال نے اس کا سبب پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ یہاں ایک درخت ہے اس میں ٹکر لگتی۔ حمال نے کہا کہ یہاں تو کوئی درخت نہیں ہے۔ آپ نے اونٹ کو وہیں رکوادیا اور فرمایا کہ اگر میرا حافظہ اس قدر کمزور ہوگیا ہے تو میں آج سے حدیث بیان کرنا چھوڑ دونگا۔ اور قریب کے گاؤں میں آدمی بھیجکر دریافت کیا۔ اکثر لوگوں نے وہاں درخت ہونے سے انکار کیا لیکن گاؤں کے بعض بوڑہوں نے کہا کہ مدت گذری جب یہاں ایک درخت تھا اور تقریباً بارہ برس ہوئے کہ اسکو کاٹ دیا گیا ہے۔ جب اس کی تصدیق ہوگئی تو آپ آگے بڑہے۔ (وعظ

تعلیم البیان دعوات جلد ۵ صہ۱۲ سطر۴)

(۵۰) **حکایت** ابوداؤد میں قصہ ہے ایک راوی بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک راوی سے ایک حدیث سنی تھی، مدت کے بعد مجھے خیال ہوا کہ اس کے حافظہ کا امتحان کرنا چاہیئے ایسا نہو کہ اس نے غلط حدیث مجھ سے بیان کردی۔ چنانچہ راوی اس کے پاس گئے اور جاکر وہ حدیث پوچھی اس نے حدیث بتلائی اور کہا کہ تم میرا امتحان کرتے ہو۔ میرا حافظہ اس قدر قوی ہے کہ میں نے ستر حج کئے ہیں اور ہر سال نئے اونٹ پر حج کیا اور مجھکو یاد ہے کہ فلاں سال فلاں اونٹ پر حج کیا تھا (وعظ ایضا صہ۱۲ سہ۱۳)

(۵۱) **حکایت** امام بخاری کسی مقام پر تشریف لے گئے وہاں کے عالموں نے آپ کا امتحان کرنا چاہا اور سو حدیثیں الٹ پلٹ کر آپ کے سامنے پڑھیں۔ آپ ہر حدیث پر لا اعرف فرماتے رہے جب وہ لوگ ختم کرچکے تو آپ نے ان سب احادیث کو جو انہوں نے سنائیں تھیں اسی طرح نقل فرمایا اور ساتھ ساتھ تصحیح کرتے گئے کہ اما الحدیث الاول فھو کذا واما الثانی فھو کذا۔ مگر جب حدیثیں مدون ہوگئیں اور ضرورت اس قدر حافظہ کی نہ رہی تو قوت حافظہ کم ہونا شروع ہوگئی۔ غرض انقطاع اجتہاد بعد ظہور اکمال دین کے ہوا ہے اور اجتہاد سے اکمال کے ظہور کا یہی حاصل ہے کہ ان کا قیاس بھی مثل حدیث مبین قرآن و نیز مبین حدیث ہے (وعظ ایضاً صہ۱۲ سہ۱۸) ۲۶

(۵۲) مولوی محمد صدیق صاحب مرحوم گنگوہی کہتے تھے کہ میں دہلی میں جب مدرس ہوکر گیا تو ولایتی طالب علم میرے سپرد ہوئے اور سُلّم شروع ہوئی۔ میں نے ان سے پوچھا کہ تم لوگ تحقیق سے پڑھو گے یا سیدھا سادہ کہنے لگے کہ ہم تو تحقیق سے پڑھیں گے میں نے رات کو بہت سے حواشی اور شرح دیکھکر صبح کو نہایت تحقیق سے پڑھایا جب دوسرا دن ہوا اور پھر میں نے یہی سوال کیا۔ طلبہ نے پھر یہی کہا کہ ہم تو تحقیق سے پڑھیں گے میں نے کہا کہ اگر تحقیق سے پڑھو گے تو کل جو کچھ میں نے تمکو بتلایا تھا اس کا اعادہ کرو تا کہ مجھے یہ اندازہ ہو کہ تم میں قابلیت تحقیق سے پڑھنے کی ہے یا نہیں۔ یہ سن کے سب کے سب میرا منہ تکنے لگے اور ایک سے بھی اعادہ نہ ہوسکا اسوقت میں نے کہا کہ سنو تم نے باوجود دیکھ مجھ سے یہ تقریریں سنیں اور بیان نہ ہوسکا اور میں نے باوجود اس کے کہ استادوں سے ہیں

مقام پر مجھکو درس کے وقت یہ تقریریں نہیں بتلائیں اور میں نے بیان کر دیں۔ آخر اسکا سبب کیا ہے معلوم ہوا کہ استعداد کی ضرورت ہے جو کتاب سے پیدا ہوتی ہے۔ ان تقریروں سے کچھ نہیں ہوتا سو کتاب پڑھو تب وہ سمجھے اور حل کتاب پر کفایت کی۔ (وعظ ایضاً صـ۱۵ سـ۱۱)

(۳۵) **حکایت** میں نے ایک طالب علم کو دیکھا کہ وہ ایک مبتدی کو میزان پڑھا رہے تھے اور اس کے خطبہ میں **الف لام** تعریف کی قسمیں بیان کر رہے تھے۔ میں نے کہا کہ مولوی صاحب اس غریب کی کیوں راہ مار رہے ہو۔ یہ ان سب مضامین کو جزو میزان سمجھے گا۔ اور مشکل سمجھکر میزان ہی کو چھوڑ دیگا۔ میں نے اپنے پڑھانیکا طرز ہمیشہ یہی رکھا ہے کہ نفس کتاب کو حل کر دیا۔ اور زوائد بھی بیان نہیں کئے۔ اور حل بھی اس طرز سے کہ بڑے بڑے مشکل مقامات بھی کبھی طالب علموں کو مشکل نہیں معلوم ہوئے۔ صدرا میں مثناۃ بالتکریر کی بحث ایک مشہور بحث ہے۔ کانپور میں ایک مولوی فضل حق طالب علم مجھ سے صدرا پڑھتے تھے جس دن یہ مقام آیا ہے تو میں نے بلا اہتمام معمولی طور سے اس کی تقریر کر دی جب انہوں ۲۷
نے اسکو اچھی طرح سمجھ لیا تو میں نے کہا یہی مقام ہے جو مثناۃ بالتکریر کے لقب سے مشہور ہے۔ انکو بڑا تعجب ہوا اور کہنے لگے یہ تو کچھ بھی مشکل نہیں ہے۔ آخر سالانہ امتحان میں ممتحن نے یہی مقام سوال میں دیا۔ مولوی فضل حق صاحب مرحوم نے جو تقریر اس مقام کی لکھی تھی (وہ ابتک مدرسہ جامع علوم میں محفوظ ہے) ممتحنین بھی اسپر عش عش کرتے تھے بعض نے یہ کہا کہ ہمنے اس مقام کی تقریر ایسی کہیں نہیں دیکھی۔ تو بڑی کوشش اسکی ہونی چاہئے کہ کتاب کو پانی کر دے نہ یہ کہ اپنی فضیلت کا اظہار کرے (وعظ ایضاً صـ۱۱ سـ۱۲)

(۴۵) **حکایت** دوسری حکایت یاد آئی ایک میانجی تھے وہ لڑکوں کو بہت دق کرتے تھے لڑکوں نے آپس میں صلاح کی کہ جیسے یہ دق کرتے ہیں ان کو بھی دق کرنا چاہئے۔ چنانچہ ایک لڑکا مکتب میں آیا اور السلام علیکم کہہ کر میانجی سے کہا۔ میانجی کیا بات ہے آج کچھ چہرہ اُداس سا ہے۔ دوسرا آیا حافظ جی کیا کیفیت ہے۔ طبیعت تو اچھی ہے۔ تیسرا آیا خیر تو ہے کچھ بخار کا سا اثر چہرہ سے نمایاں ہے غرض حافظ جی کو اس کہنے سننے سے یقین ہو گیا

کہ میں یقیناً بیمار رہوں گھر آکر لیٹ گئے بیوی سے لڑائی شروع کی کہ تمام لڑکوں نے عیادت کی مگر تو نے نہیں کی غرض خوب لڑائی ہوئی یہ حکایت مولانا رح لکھکر فرماتے ہیں کہ سارے احمق تو لوگوں کی تعظیم و تکریم سے اوہام میں مبتلا ہو گیا ہے (وعظ تعظیم الشعائر دعوات جلد ۱ صفحہ ۲۰)

(۵۵) **حکایت** امام مالک رح کی حکایت ہے کہ ایک مجلس میں ان سے چالیس مسائل کسی نے پوچھے (اچھی طرح یاد نہیں رہا) چھتیس کا جواب دیدیا اور چار میں لا ادری کہدیا چار کا جواب دیا اور چھتیس میں عدم واقفیت ظاہر کی، آج کل ادنیٰ طالب علم سے پوچھ دیکھئے جو ہرگز بھی یہ کہے کہ میں نہیں جانتا مجھکو باوجود اس کے کہ اتنے دن کام کرتے ہو گئے مگر اب تک ایسی ضرورت پڑتی ہے کہ یہ لکھتا ہوں کہ اس مسئلہ میں مجھکو شرح صدر نہیں ہوا اور قواعد سے اگر جواب لکھتا ہوں تو اس میں یہ احتیاط کرتا ہوں اور یہ لکھدیتا ہوں کہ قواعد سے یہ جواب لکھا ہے جزئیہ نہیں ملا اور کبھی جواب لکھ دیتا ہوں اور بعد میں لغزش ثابت ہوتی ہے پس میں کہتا ہوں کہ جو لوگ لکھے پڑھے ہیں جب انکو لغزشیں ہوتی ہیں تو جو ان پڑھ ہیں وہ تو بطریق اولی غلطیوں میں مبتلا ہوتے ہونگے اور وہ شخص بھی ان پڑھ ہی ہے جو آمدنامہ دستور الصبیان بلکہ گلستاں سکندرنامہ پڑھا رہا ہو. یا انٹرنس پاس اور ایف اے پاس ہو بلکہ عربی پڑھنے والے بھی سب عالم نہیں ہیں. کیونکہ زبان اور چیز ہے اور علم اور چیز ہے (وعظ انجاز المجاز دعوات ۲ صفحہ ۱۲۴ اسطر ۵) ۲۸

(۵۶) **حکایت** ایک عالم نے وکیع محدث سے اپنے سوء حافظہ کی شکایت کی تھی کہ جو پڑھتا ہوں یاد نہیں رہتا انہوں نے ان کو تقویٰ کی تعلیم فرمائی چنانچہ اس مضمون کو ان عالم نے نظم فرمادیا ہے۔ طلبہ کو چاہیے کہ اسکو یاد کرلیں۔

شکوت الی وکیع سوء حفظی — فاوصنی الی ترک المعاصی

فان العلم فضل من الله — وفضل الله لا یعطی لعاصی

اور اگر تقویٰ ہوگا تو علوم حقہ قلب پر وارد ہونگے مولانا فرماتے ہیں۔ ؎

بینی اندر خود علوم انبیا — بے کتاب و بے معید و استا

مولانا محمد قاسم رح صاحب نے معاصرین سے کچھ زیادہ نہیں پڑھا تھا. بلکہ عجب نہیں

باقی آئندہ

(ح) اورؔ وقالوا لولا انزل علیہ اٰیۃ من ربہ (پارہ واذا سمعوا قریب نصف) ترجمہ کفار کہتے ہیں کہ (اگر یہ رسول ہیں) تو کوئی نشانی (معجزہ) ان پر کیوں نہیں اتارا گیا۔ اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی معجزہ نہیں صادر ہوا ورنہ کفار کو یہ کہنے کا موقعہ کیوں ملتا اورؔ واقسموا باللہ جھد ایمانھم لئن جاءتھم اٰیۃ لیؤمنن بھا (واذا سمعوا آخر) ترجمہ اور کفار نے بڑی قسمیں کھائیں کہ اگر کوئی معجزہ ان کے سامنے آوے تو ضرور ایمان لے آویں۔ جب کفار ایمان لانے کے لئے تیار تھے اور صرف معجزہ کا انتظار تھا اور ایمان لائے نہیں تو صاف ظاہر ہے کہ معجزہ ہی ظہور میں نہیں آیا اور خود آیت ہی میں آگے اس کے جواب میں یہ نہیں فرمایا گیا کہ فلاں معجزہ موجود تو ہے۔ اگر کوئی معجزہ ہوتا تو اسکو ضرور جتلایا جاتا۔ ثابت ہوا کہ کوئی معجزہ وقوع میں نہیں آیا۔ اورؔ ویقول الذین کفروا لولا انزل علیہ اٰیۃ من ربہ انما انت منذر ولکل قوم ھاد (سورہ رعد) ترجمہ اور کہتے ہیں کفار کہ اپنر کوئی معجزہ کیوں نہیں اتارا گیا۔ آپ تو صرف ڈرانے والے ہیں اور ہر قوم کے لئے ہدایت کرنے والا آیا ہے۔ ظاہر ہے کہ کفار کے جواب میں کسی معجزہ کا نام نہیں لیا گیا تو ثابت ہوا کہ معجزہ کوئی تھا ہی نہیں اور یہ بھی ظاہر ہے کہ اس آیت میں لفظ آیت سے آیت قرآنی مراد نہیں بلکہ معجزہ ہی مراد ہے۔ کیونکہ آیات قرآنی تو اترتی ہی تھیں تو معجزہ کی نفی ہوئی اور لفظ انما انت منذر سے یہ بھی ثابت ہوا کہ منذر (رسول) کے لئے معجزہ ہونا ضروری نہیں بلکہ معجزہ نہ ہونا چاہئے جیسا کہ ظاہر ہے۔ اور اسی سورہ رعد میں دوسری جگہ بھی یہی لفظ ہے ویقول الذین کفروا لولا انزل علیہ اٰیۃ من ربہ اس کے آگے بھی کسی معجزہ کو نہیں جتلایا اورؔ وقالوا لن نؤمن لک حتی تفجر لنا من الارض ینبوعا۔ او تکون لک جنۃ من نخیل وعنب فتفجر الانھر خلالھا تفجیرا۔ او تسقط السماء کما زعمت علینا کسفا او تأتی باللہ والملئکۃ قبیلا۔ او یکون لک بیت من زخرف او ترقی فی السماء۔ (پارہ سبحان الذی قریب نصف) ترجمہ اور کفار نے کہا ہے کہ ہم آپ پر ایمان نہیں لائیں گے تاوقتیکہ یہ معجزات آپ نہ دکھا دینگے کہ زمین میں سے ایک چشمہ جاری

(۴) کیجیے یا آپ کا ایک باغ ہو کھجور کا اور انگور کا جس میں نہریں خوب بہتی ہوں یا آسمان کا کوئی ٹکڑا ہمارے اوپر گرا دیجئے۔ جیسا آپ کا خیال ہے کہ آسمان بھی ٹوٹ پھوٹ سکتا ہے یا اللہ کو اور فرشتوں کو ہمارے سامنے لائیے یا آپ کا ایک بہت سجا ہوا محل ہو یا آپ آسمان میں چڑھ کر دکھائیے۔ یہ سب معجزات ہیں جن کا مطالبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا گیا لیکن ان میں سے کوئی بھی وقوع میں لاکر نہیں دکھایا گیا بلکہ جواب میں فرمایا گیا قل سبحان ربی هل كنت الا بشرا رسولا۔ ترجمہ۔ کہدیجئے سبحان اللہ میری کیا ہستی ہے میں تو صرف ایک انسان ہوں اور رسول ہوں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ نہ انسان سے یہ چیزیں ظاہر ہو سکتی ہیں نہ منصب رسالت کے لئے ضروری ہیں۔ یہ آیت نفی معجزات کے بارہ میں بالکل صریح ہے اور وقالوا لولا یاتینا بآية من ربه اولم تاتهم بينة ما في الصحف الاولی (سورہ طٰہٰ) ترجمہ اور کہا کفار نے کہ یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کوئی معجزہ ہمارے سامنے کیوں نہیں پیش کرتے ہیں۔ کیا ان کے پاس وہ دلیل نہیں آئی جو پہلے صحیفوں میں تھی۔ اس آیت سے بھی معجزہ کا مطالبہ ۲۱۸
ثابت ہے۔ مگر جواب میں کسی معجزہ کا نام نہیں لیا گیا۔ غرض یہ مضمون بہت سی آیتوں میں ہے اور بعض اہل فطرت نے اس سے معجزات کی نفی ثابت کی ہے۔ جس کی تقریر نیچے بہت صاف صاف کر دی اور کہدیا گیا ہے کہ جب ان آیتوں میں معجزات کی نفی کی گئی ہے تو ضرور ہے کہ جہاں کہیں قرآن میں معجزات کا ثبوت معلوم ہوتا ہے اوس کے کچھ ایسے مناسب معنے لے لئے جاویں کہ قرآن میں تعارض لازم نہ آوے۔ قرآن پاک میں تعارض کا کیا کام۔ ظاہرا ان حضرات نے کوئی بیجا کام نہیں کیا بلکہ قرآن کی بڑی خدمت کی۔ اسکو توجیہ یا تاویل کہتے ہیں۔ ان حضرات نے تمام ان مواقع پر اس سے کام لیا جن سے معجزات کا ثبوت ہوتا ہے۔ ایک چلتی ہوئی تاویل جس سے اکثر جگہ کام لیا ہے یہ ہے کہ قرآن میں اکثر ان موقعوں پر جن سے علما معجزہ کو ثابت کرتے ہیں لفظ آیۃ آیا ہے۔ گویا معجزہ کو قرآنی اصطلاح میں آیت کہتے ہیں۔ یہ حضرات اہل فطرت کہتے ہیں کہ یہ صرف دقیانوسی علمار کا اختراع ہے کہ لفظ آیۃ کو معنے معجزہ لے لیتے ہیں۔ آیۃ کتاب الٰہی کے ایک

(۴) جب کبھی تو کہتے ہیں تو ان موقعوں پر جہاں علماء آیۃ کو بمعنے معجزہ لیتے ہیں ہم اسکو بمعنے جملہ کلام الٰہی کیوں نہیں لے سکتے۔ جب ایک لفظ کے دو معنے ہیں تو کسی دلیل سے ایک معنی کو کیوں اختیار نہیں کرسکتے وہ دلیل وہی آیات ہیں جن سے معجزہ کی نفی ثابت ہوتی ہے لفظ آیۃ کا استعمال بمعنے آیت کتاب اللہ شائع و ذائع ہے۔ مثلاً یتلو علیھم اٰیٰتہ اور سورۃ انزلنٰھا وفرضنٰھا وانزلنا فیھا اٰیٰت بینٰت اور ھو الذی ینزل علیٰ عبدہ اٰیٰت بینٰت۔ وغیرہا من الآیات القرآنیہ۔ اس تاویل سے دونوں قسم کی آیتوں میں تطبیق ہو جاتی ہے۔

ہم کہتے ہیں کہ اس تاویل سے اس سے زیادہ کوئی فائدہ نہیں کہ سہ دل کے سمجھانے کو غالب یہ خیال اچھا ہے۔ لفظ آیۃ ہی میں سوائے دو چار جگہ کے یہ گنجایش نہیں کہ اسکو بمعنے کلام الٰہی لیا جاوے۔ ہم وہ موقعے گنائیں گے جہاں آیۃ کو بمعنے کلام الٰہی نہیں لے سکتے بلکہ وہاں بمعنے معجزہ ہی لے سکتے ہیں اس کے علاوہ ہر جگہ معجزات کو آیۃ ہی سے نہیں تعبیر کیا گیا بلکہ دوسرے ایسے صریح عنوانات سے بیان کیا گیا ہے۔ جن میں کسی تاویل کی گنجایش نہیں
۲۱۹
اُن میں تاویل کرنا مرادف ہے تحریف کا اور تحریف سے اسہل یہ ہے کہ صریح انکار کردیا جائے ہمارے جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ تاویل بیکار ہے۔ سوا چند مواقع کے کام نہیں دیتی۔ اور آیات مشتبہ معجزات موجود ہیں تو لفظ آیۃ کے دو معنوں میں سے ترجیح اسی معنی کو ہوسکتی ہے جو علمائے مراد لیا ہے۔ رہی وہ آیتیں جن کو نفی معجزات کے لئے پیش کیا گیا ہے اون کے صحیح معنی ہم بیان کرینگے جس سے کہیں تعارض لازم نہ آئے گا۔

ہم اس مضمون کو کسی قدر شرح و بسط کے ساتھ بیان کرتے ہیں اس طرح کہ اول بتاتے ہیں کہ لفظ آیت کا استعمال از روئے لغت کس معنی میں ہے اور قرآن پاک میں کن کن معنوں میں آیا ہے پھر مذکورہ ساتوں آیتوں کے متعلق بالتفصیل گفتگو کرینگے کہ ان سے معجزات کی نفی ثابت ہوتی ہے یا کیا غیاث اللغات میں ہے۔ آیت نشان و علامت۔ اور صراح میں ہے۔ آیۃ نشان و یک سخن تمام از قرآن و جماعت حروف از روے آیۃ الرجل[1]

---

[1] فی الصراح یقال ثانیہ علی تفاعلہ و تامیۃ علی تفعلیۃ اذا قصدت آیۃ و تعمدہ و خرج القوم بآیتہم ای بجماعتہ ۱۲ منہ۔

(تتمہ) یعنی آیت کے معنی ہیں علامت اور ایک جملہ قرآن کا۔ اور چند حروف قرآن کے۔ آیۃ مرد بمعنی کالبد مرد۔ اور منجد (کتاب ہے لغت کی) میں ہے الآیۃ العلامۃ من الکتاب کلام منہ منفصل بفصل لفظی۔ العبرۃ یعنی آیۃ کے تین معنی ہیں۔ علامت اور کتاب کا ایک جملہ جو دوسرے جملہ سے علیحدہ ہو کسی لفظی نشان کے ساتھ اور عبرت

قرآن وحدیث میں بھی لفظ آیۃ تینوں معنوں میں آیا ہے۔ مثلاً قال رب اجعل لی اٰیۃ قال اٰیتک ان لا تکلم الناس ثلٰثۃ ایام الا رمزا یعنی جب حضرت زکریا علیہ السلام کو بیٹا ہونے کی بشارت ملی تو عرض کیا کہ اس کی کوئی علامت مقرر کیجئے جس سے میں سمجھ لوں کہ بیٹا ہوگا تو وحی آئی کہ علامت یہ ہے کہ تمہاری زبان بند ہوجاوے اور بات نہ کر سکو۔ مگر اشارہ سے۔ یہاں آیت بمعنی علامت ہے۔ اور مثلاً یتلون اٰیات اللہ یعنی پڑھتے ہیں آیتیں اللہ کی۔ یہاں آیت بمعنے جملہ کتاب ہے اور مثلاً لتکون لمن خلفک اٰیۃ فرعون کے غرق کے قصہ میں ہے کہ ہم تیری لاش کو نکال کر لوگوں کو دکھلائیں گے تاکہ تو ان کے لئے عبرت ہو یہاں آیۃ بمعنی عبرت ہے۔ ۲۲۰

اب ہم کہتے ہیں کہ قرآن شریف میں لفظ آیۃ کہیں معجزہ کے لئے آیا ہے۔ اور کہیں جملہ ہائے قرآنی کے لئے ہمارے مخاطبین اہل فطرت نے یہ کیا کہ جہاں لفظ آیۃ نفی کے ساتھ آیا ہے اوس سے مراد معجزہ لیا ہے اور جہاں اثبات کے ساتھ آیا اس سے مراد آیات قرآنی لیں۔ ہم یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ یہ تصرف بیجا ہے اور کلام الہی کی تحریف ہے نہ اس کی اُن کے پاس کوئی دلیل ہے۔ نہ کلام الٰہی میں اس کی گنجائش ہے بلکہ کلام الٰہی ہی اس کو رد کرتا ہے نہ اس سے وہ تعارض اٹھتا ہے جس کی آڑ میں انہوں نے یہ تحریف کی ہے اور دلیل میں جو سات آیتیں انہوں نے پیش کی ہیں ان کے متعلق مفصل کلام آگے آتا ہے۔

بیان اس کا یہ ہے کہ قرآن میں لفظ آیۃ یا آیات چار طرح پر آیا ہے کہیں بمعنی معجزہ اور کہیں بمعنی کلام الٰہی جسکو عرف میں آیت کہتے ہیں اور کہیں اس طرح سے کہ معجزہ یا کلام الٰہی دونوں کو محتمل ہے اور کہیں بمعنے مطلق نشانی قدرت جو از قبیل معجزہ نہیں۔ جیسے

(باقی آئندہ)

یا کفر سے اسلام کی طرف بلکہ (مراد یہ ہے کہ) مسلمانوں کی ایک جماعت کو بذریعہ اس ارادہ کے جو صدیق اکبر (رضی اللہ عنہ) کے دل میں (کارکنان قضا و قدر نے) ڈالا جہاد کی طرف مائل کریگا اور ان سب کو ایک سلسلہ میں منسلک کردیگا (یعنی سب کے دل میں وہ ارادہ الٰہی موجزن ہو جائیگا) تاکہ وہ سب ایک صورت اجتماعیہ کے ساتھ حق تعالیٰ کے آگے دہ ہمچو جائیں (یعنی وہ ہیئت اجتماعیہ اللہ کی تدبیر سے اور اس کے الہام سے اور اس ہمت کے سبب جو اس نے ان سب کے دل میں ڈالی پیدا ہوئی ورنہ ایک آگ کا سب کے دل میں یکساں لگ جانا ممکن نہیں)

یحبھم و یحبونہ الخ یہاں چھ صفتیں (ان لوگوں کی) بیان ہوئیں دو تو وہ ہیں جن کا تعلق بندہ اور خدا کے درمیان میں ہے (خدا اُن کو دوست رکھتا ہے وہ خدا کو دوست رکھتے ہیں) اور دو وہ ہیں جن کا تعلق خود باہم بندوں کے درمیان ہے۔ جو مؤمن ہے اس کے ساتھ وہ برتاؤ رکھتے ہیں جو باپ کو بیٹے کے ساتھ رکھنا چاہئے اور جو کافر ہے اس کے حق میں مثل جبرئیل کے (کہ باوجود انبیاء و مؤمنین کے لئے رحمت ہونیکے) صیحۂ ثمود کے وقت (موجب ہلاکت بن گئے) خدا کی طرف سے ذریعہ تلف و ہلاکت بنجاتے ہیں اور دو وہ ہیں جو دینی خدمات کے متعلق ہیں۔ ایک فعل جہاد (جس کے لئے آیت تمکین میں) امر بالمعروف اور نہی عن المنکر (کا لفظ آیا) ہے اور دوسری قوت الہامیہ ان کی کہ لوگوں سے کہنے سے یا قرابت کے خیال یا اور ایسی ہی کسی بات سے انکا ارادہ الہامی زائل نہیں ہوتا ہے۔ ۱۳۹

ذالک فضل اللہ الخ یہ ایک خلاصہ (گذشتہ مضامین کا) ہے جو ان صفات مذکورہ کے ثابت کرنے میں اور عند اللہ ان صفات کی منزلت ظاہر کرنے میں اعلیٰ پیمانہ رکھتا ہے یہاں سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ غزوۂ بدر و حدیبیہ کے بعد قتال مرتدین ہی کا مرتبہ ہے اور یہ قتال بھی ان مشاہد عظیمہ کا ایک نمونہ تھا۔

انما ولیکم اللہ (لفظ) انما کلام عرب میں مضمون سابق کے مدلل کرنے اور اسکی حقیقت و واقعیت کے ثابت کرنے کے لئے آتا ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ اے مسلمانو! عرب کے مرتد ہوجانے اور ان کی مجتمع جماعتوں سے کیوں ڈرتے ہو؟ تحقیق تمہارا کارساز اور مددگار درحقیقت خدا ہے (خدا کی مدد کی یہ صورت ہے) کہ وہ الہام خیر کرتا ہے اور (بندہ

کے شروع کئے ہوئے) کاموں کو انجام تک پہونچاتا ہے اور (مددگار تمہارا) رسول اس کا ہے (رسول کی مدد کی ایک صورت یہ ہے) کہ ترغیب جہاد کا سلسلہ دنیا میں لایا ہوا انہیں کا ہے اور (دوسری صورت یہ ہے) کہ اپنی امت کی دعائے خیر سے دستگیری کرتے ہیں اور (ظاہر میں) وہ کامل الایمان لوگ (تمہارے مددگار ہیں) جو خشوع و خضوع کے ساتھ نماز قائم رکھتے ہیں۔ اور زکوٰۃ دینے کی صفت رکھتے ہیں اور ان کی مدد کی یہ صورت ہے کہ) وہ الہام الٰہی کو قبول کر لیتے ہیں اور خدا تعالیٰ ان کے ہاتھ سے نیک کاموں کو سرانجام دیتا ہے۔

اس آیت کے نزول کے سبب اور نیز اس کے مصداق صدیق اکبر (رضی اللہ عنہ) ہیں۔ گو الفاظ عام ہیں اور تمام کامل الایمان لوگوں کو (تاقیامت) شامل ہیں مگر (جو شخص سبب نزول (ہو اس) کا (آیت کے مصداق میں) داخل ہونا قطعی ہے۔ اسی عموم کی وجہ سے حضرت جابر بن عبداللہ (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا ہے کہ یہ آیت عبداللہ بن سلام کے حق میں نازل ہوئی تھی جبکہ ان کو انکی قوم یعنی یہودیوں نے (مسلمان ہو جانے کی وجہ سے) چھوڑ دیا تھا (اس موقع پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا نام لینا بھی اسی عموم کی وجہ سے ہے چنانچہ) بغوی نے ابوجعفر یعنی محمد ۱۴۰
ابن علی (معروف بہ) باقر سے روایت کی ہے کہ آیۂ انما ولیکم اللّٰہ سب ایمان داروں کے حق میں نازل ہوئی ہے ان سے کہا گیا کہ (بعض لوگ تو کہتے ہیں کہ) یہ علی کے حق میں نازل ہوئی ہے آپ نے کہا علی بھی مومنین میں سے ہیں (لہٰذا ان لوگوں کا قول بھی صحیح ہے) نہ جیسا شیعوں نے گمان کیا ہے اور ایک جھوٹا قصہ روایت کرتے ہیں اور (ترکیب نحوی میں) (راکعون کو یؤتون الزکوٰۃ کا حال بناتے ہیں اور حالت رکوع میں (حضرت علی کا) ایک فقیر کی جانب انگوٹھی پھینکنا بیان کرتے ہیں اور (اس آیت کو ماقبل اور مابعد سے بے تعلق کر کے) آیت کے سیاق و سباق کو برہم

ع سبب نزول اور مصداق کبھی جدا گانہ ہوتے ہیں کبھی دونوں متحد ہوتے ہیں جس شخص یا جس واقعہ کے سبب سے آیت نازل ہو وہ شخص یا وہ واقعہ سبب نزول کہلاتا ہے اب اگر الفاظ آیت اس شخص یا اس واقعہ پر صادق آجائیں تو وہی مصداق بھی ہے ورنہ نہیں جیسا مفسرین جب بولتے ہیں کہ یہ آیت فلاں کے حق میں نازل ہوئی ہے تو کبھی یہ مراد لیتے ہیں کہ وہ فلاں مصداق آیت کا ہے کبھی دونوں مراد لیتے ہیں ۱۲ منہ ع وہ جھوٹا قصہ یہ ہے کہ حضرت علی نماز پڑھ رہے تھے کہ سائل نے آکر سوال کیا حضرت علی نے نماز پڑھتے ہی میں حالت رکوع میں انگوٹھی اپنی انگلی سے نکال کر اسکو دی اس قصہ کو علاوہ مصنف کے دوسرے ائمہ فن نے بھی موضوع کہا ہے چنانچہ امام ابن کثیر اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں ولیس یصح شئی منہا للضعف اسانیدھا وجہالۃ رجالہا اس قصہ کی کوئی روایت صحیح نہیں بوجہ اسکے کہ سندیں اسکی کمزور اور راوی اس کے مجہول ہیں ۱۲ منہ

کر دیتے ہیں۔ خدا تعالیٰ ان کے اعضا کو ایک دوسرے سے جدا کر دے جس طرح انہوں نے آیتوں کو (جو ایک دوسرے سے مرتبط تھیں) جدا کر دیا۔

والذین اٰمنوا الخ اس کلام کا مفہوم یہ ہے کہ مسلمانوں کا ولی و کارساز ہونا (ہر معاملہ میں) خاصکر ان سے بڑے بڑے حادثوں میں (جیسے فتنۂ ارتداد تھا) انہیں سابق القدم لوگوں کو زیبا ہے جو صفات کمال کے ساتھ موصوف ہوں نہ کسی اور کو

ومن یتول اللہ الخ خدا اور رسول کی اور خلیفۂ رسول کی اطاعت کا حکم (دیا جا رہا ہے اور اس کی ترغیب (دیجا رہی) ہے اور اس بات کا بیان ہے کہ غلبۂ اسلام اسی (اطاعت) پر موقوف ہے۔ اور سعادت (دارین) اسی (اطاعت) میں منحصر ہے

جب یہ سب بیان ہو چکا تو جاننا چاہیے کہ خدا تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے۔ مگر اس وعدہ کا انجاز[عـــہ] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں نہیں ہوا کیونکہ اس زمانہ میں کوئی فوج جمع ہو کر مرتدوں سے لڑنے کے لئے نہیں نکلی اور شیخین کے بعد بھی اس تمام طویل مدت میں کبھی فوجوں کو جمع کر کے

۱۴۱ اور آلات حرب کو درست کر کے مرتدوں سے لڑائی نہیں ہوئی پس ضرور ہے کہ اس وعدہ کے مصداق حضرت صدیق (رضی اللہ عنہ) کی فوج (ظفر موج) ہے جو مرتدوں سے لڑنے کے لئے نکلی تھی جس نے اللہ کی مدد سے بہت جلد اور نہایت عمدہ طریقہ سے اتنے بڑے کام کو انجام دیدیا اور (چونکہ) فوج کا جمع کرنا اور مرتدوں سے لڑنا خلافت خاصہ کے لوازم سے ہے اس لئے کہ خلافت راشدہ اسی سرداری کو کہتے ہیں جو دین کے قائم رکھنے اور دشمنان خدا سے جہاد کرنے اور کلمہ خدا کے بلند کرنے کے لئے ہو اس طرح پر کہ وہ سب سردار اور اس کے پیرو سب اس دین کے قائم رکھنے میں ممد و معاون ہوں اور خدا کی تعریف اور خوشنودی ان کے شامل حال ہو اور یہ ظاہر ہے کہ مرتدوں سے جہاد کرنا دین قائم رکھنے کی اعلیٰ ترین قسم ہے۔ اور مرتدوں سے جہاد کرنے والے کی تعریف اور ان سے خوشنودی ان آیات میں دوپہر کے آفتاب سے بھی زیادہ روشن ہے (لہذا ثابت ہو گیا کہ حضرت صدیق سے خلافت خاصہ کی مسند کو زیب و زینت تھی۔)

عـــہ انجاز کسی کام کے پورا کرنے کو کہتے ہیں ۱۲۔

یہ بھی سمجھ لینا چاہیے کہ من یتول اللہ میں خلیفہ راشد کے محبت کرنے کی ترغیب ہے اور یہ ثابت ہو چکا کہ صدیق اکبر (رضی اللہ عنہ) اس آیت کے مصداق ہیں (لہذا اس آیت میں ان سے محبت رکھنے کا حکم نکلا۔) اور خلیفہ راشد سے محبت رکھنا اشارہ ہے اس طرف کہ اس کی اطاعت واجب ہے اور یہ بھی سمجھ لو کہ اس آیت میں بھی حضرت صدیق کی خلافت کے وقوع کی دلالت ہے اور یہ (مدعا اس تقریر سے بھی ثابت کیا جا سکتا ہے) جاننا چاہیے کہ حق سبحانہ تعالیٰ تاکید کے ساتھ گواہی دیتا ہے کہ وہ لوگ قتال مرتدین کے وقت (خدا کے محبوب اور محب) ایسے ایسے ہونگے اور یہ سب باتیں اعلیٰ درجہ کی خوبیاں ہیں لہذا اگر (بقول اہل باطل) حضرت صدیق (رضی اللہ عنہ) اپنی خلافت میں برحق نہ ہوتے تو وہ لوگ جنہوں نے ان کے حکم سے جہاد کیا اور ان سے بیعت کی اور ان کے خلیفہ بننے سے راضی تھے (خدا کے) محب اور محبوب اور اعلیٰ درجہ کی صفات کے ساتھ کیوں کر موصوف ہو سکتے ہیں اور ان کا ان صفات کے ساتھ موصوف نہ ہونا) اللہ تعالیٰ کی شہادت سے (باطل ہے اور یہ باطل) لازم آیا ہے حضرت صدیق کی خلافت برحق نہ ہونے سے لہذا ان کی خلافت کا برحق نہ ہونا محال ہوگا۔ ۱۴۲
کیونکہ جس چیز سے باطل لازم آئے وہ چیز محال ہوتی ہے۔

اور یہ جو فرمایا کہ عنقریب اللہ ایک ایسی قوم کو لائیگا۔ حالانکہ ظاہر میں مسلمانوں کو (جہاد مرتدین کے لئے) جمع کرنا حضرت صدیق کے ہاتھ سے ہوا بالکل ایسا ہی ہے جیسے فرمایا وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی۔ ان صفات کے ساتھ جمع کرنا درحقیقت حق سبحانہ تعالیٰ کا فعل تھا اور حضرت صدیق تو مثل جارحہ کے تھے (اب بتاؤ) حضرات انبیاء صلوات اللہ وسلامہ علیہم کے مرتبہ کے بعد کون مرتبہ اس سے بڑھکر ہوگا۔ اور کون کامل ومکمل حضرت صدیق کے مثل ہو سکتا ہے۔ یہ خدا کا فضل ہے جسکو چاہتا ہے دیتا ہے۔ اور اللہ بڑا فضل والا ہے۔ اور یہ بھی سمجھ لینا چاہیے کہ آیۃ انما ولیکم اللہ میں گو لفظ عام ہیں مگر (چونکہ) مصداق آیت کے صدیق اکبر (رضی اللہ عنہ) ہیں اور مصداق آیت کا حکم آیت میں داخل ہونا قطعی ہے لہذا صدیق اکبر (رضی اللہ عنہ) مسلمانوں کے ولی اور کارساز ہوئے اور خلافت راشدہ کے یہی معنی ہیں۔ اور (یہ بھی اس آیت سے ثابت ہو گیا کہ) صدیق اکبر

(رضی اللہ عنہ) خشوع اور خضوع سے نماز پڑھنے اور زکوۃ دینے کے ساتھ یا نوافل کی کثرت کے ساتھ موصوف تھے یہ بات بھی لوازم خلافت خاصہ سے ہے۔

اور یہ بھی سمجھ لینا چاہئیے کہ عرف عام میں قتال وجہاد (کا فعل) حکم دینے والے کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ بلکہ حکم دینے والے کو ان صفات کیساتھ زیادہ موصوف ہونا چاہئے تاکہ اس کے دل کا پرتو دوسروں پر اثر کرے لہذا یہ چھ صفتیں کل کی کل حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ میں بدرجہ کمال ہونگی یہ بات بھی لوازم خلافت خاصہ سے ہے بلکہ ممکن ہے کہ یہ صفتیں خاص حضرت صدیق ہی کی ہوں۔ یہاں بطور تعریض[عـــه] کے ذکر کی گئی ہوں جیسا کہ ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ولا یاتل اولوا الفضل منکم والسعۃ یہاں حضرت صدیق ہی مراد ہیں مگر یہاں لفظ جمع لائے گئے ہیں۔ جیسا کہ قاعدہ تعریض کا ہے حضرت صدیق کے ساتھ ان صفات کے خاص ہونیکا ایک قرینہ یہ بھی ہے کہ مرتدوں سے جہاد کرنے میں کسی مسلمان کو ملامت (سوا حضرت صدیق کے کسی کو) پیش نہیں آئی اور کافروں کی ملامت کا تو کچھ اعتبار ہی نہیں لہذا لا یخافون لومۃ لائم تو حضرت صدیق کے ساتھ (قطعا) خاص ۱۴۳
ہوگا۔ (پس) جب ایک جملہ حضرت صدیق کے ساتھ خاص ہوا تو اوپر کے جملوں کا بھی خاص ہونا بعید نہیں (جب مانعین زکوۃ سے لڑنے میں صحابہ نے اعتراض کیا اور ملامت کرنے لگے اور (چونکہ) حضرت صدیق کے نزدیک ان کا کفر وارتداد ثابت ہوچکا تھا لہذا صحابہ کے اعتراض وملامت سے ان کے دل مبارک میں کچھ بھی خیال پیدا نہوا۔ اور وہ اپنی رائے کی تنفیذ سے باز نہ آئے۔ ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈرنے کا یہی مطلب ہے

وہ احادیث جو خاص ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مناقب میں وارد ہوئی ہیں

حضرت صدیق اکبر کا اللہ تعالیٰ ورسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عشق ومحبت کا حال اور اسلام کے ساتھ بھی ہمدردی کی کیفیت جو کہ جنگ بدر وجنگ احد وجنگ حنین میں ظاہر ہوئی کتب احادیث وسیر میں مفصل ومشرح مذکور ہے۔ اس مقام پر چند احادیث صحیحہ

عـــه تعریض کسی بات کو اشارہ میں بیان کرنا صاف صاف نہ کہنا ۱۲

جو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی فضیلت کے بارہ میں وارد ہوئی ہیں۔ لکھی جاتی ہیں۔

(۱) حاکم نے عائشہ بنت طلحہ سے انہوں نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ آپ فرماتی تھیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کو کسی ایسے شخص کے دیکھنے کی خوشی ہو جو (دوزخ کی) آگ سے آزاد ہو تو اسے چاہئے کہ ابو بکر (رضی اللہ عنہ) کو دیکھے۔

(۲) ترمذی نے بروایت اسحق بن یحیی بن طلحہ ان کے چچا اسحق بن طلحہ سے انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا ہے کہ ابو بکر (ایک دن) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں حاضر ہوئے تو حضرت نے فرمایا کہ تم آتش (دوزخ) سے اللہ کے عتیق (یعنی آزاد کئے ہوئے) ہو اس دن سے ان کا لقب عتیق مشہور رہا۔

(۳) حاکم نے بروایت معمر زہری سے انہوں نے عروہ سے انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ وہ کہتی تھیں جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم معراج کی رات میں بیت المقدس تشریف لے گئے اور صبح کو آپ نے یہ واقعہ لوگوں سے بیان کیا تو کچھ ۱۴۴
لوگ جو آپ پر ایمان لا چکے تھے اور آپ کی تصدیق کر چکے تھے مرتد ہو گئے۔ اور اس واقعہ کو جا کر انہوں نے ابو بکر (رضی اللہ عنہ) سے بیان کیا اور کہا کہ اب آپ اپنے صاحب کو دیکھئے وہ کہتے ہیں کہ آج شب کو میں بیت المقدس گیا تھا۔ حضرت ابو بکر صدیق (رضی اللہ عنہ) نے دریافت کیا کہ کیا وہ درحقیقت ایسا فرماتے ہیں؟ ان لوگوں نے کہا کہ ہاں! (وہ ایسا ہی کہتے ہیں) تو ابو بکر صدیق (رضی اللہ عنہ) نے کہا کہ اگر انہوں نے ایسا کہا ہے تو سچ کہا۔ ان لوگوں نے کہا کہ کیا آپ ان کی اس بات کو سچ سمجھتے ہیں کہ وہ رات کو بیت المقدس گئے اور صبح ہونے سے پہلے واپس آ گئے حضرت ابو بکر (رضی اللہ عنہ) نے کہا ہاں (میں اس بات کو صحیح سمجھتا ہوں اس میں تعجب ہی کیا ہے) میں تو ان کی ان باتوں کو سچ سمجھتا ہوں جو اس سے زیادہ بھی دور از عقل ہیں۔ میں ان کو آسمان کی خبروں میں سچا سمجھتا ہوں (جو) صبح یا شام میں[1]

[1] یعنی معراج کے واقعہ میں اس قدر دور از عقل بات نہیں ہے جس قدر کہ جبرئیل کے آنے میں ہے۔ پس جب میں اس کی تصدیق کر چکا تو معراج کی بدرجہ اولی کروں گا۔ ۱۲

(ان کے پاس آجاتی ہیں) اسی وجہ سے ابو بکر (رضی اللہ عنہ) کا لقب صدیق ہوا۔

(۴) بخاری نے بروایت ایوب عکرمہ سے انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا اگر میں اپنی امت میں کسی کو خلیل بناتا تو یقیناً ابو بکر رضی اللہ عنہ کو بناتا۔ لیکن ابو بکر میرے بھائی اور میرے ہمنشین ہیں

(۵) امام احمد نے بروایت جریر یعلی ابن حکیم سے انہوں نے عکرمہ سے انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مرض وفات میں (ایک روز) اپنے سر کو کپڑا لپیٹ کر باہر تشریف لائے اور منبر پر رونق افروز ہوئے۔ پھر آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کی۔ اور فرمایا کوئی شخص ایسا نہیں ہے جس نے ابو بکر ابن ابی قحافہ سے زیادہ اپنی جان اور مال سے مجھ پر احسان کیا ہو۔ اور اگر میں کسی آدمی کو اپنا خلیل بناتا تو بے شک ابو بکر کو خلیل بناتا۔ مگر ابو بکر کے ساتھ مجھے اسلامی محبت دسب سے زیادہ ہے میری مسجد سے سب کی کھڑکیاں بند کر دو سوا ابو بکر کی کھڑکی کے۔

(۶) بخاری نے زہری سے انہوں نے حمید بن عبدالرحمن سے انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے تھے میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے کہ جو شخص کسی چیز کا ایک جوڑا اللہ کی راہ میں خرچ کرے گا وہ جنت کے کئی دروازوں سے بلایا جائیگا اور جو اہل جہاد سے ہوگا وہ جہاد کے دروازہ سے بلایا جائیگا اور جو اہل صدقہ سے ہوگا وہ صدقہ کے دروازہ سے بلایا جائے گا۔ اور جو اہل صیام سے ہوگا وہ صیام کے دروازوں سے بلایا جائیگا جس کا نام باب الریان ہے۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ جو شخص ان تمام دروازوں سے بلایا جائے اسکو تو پھر کسی قسم کی ضرورت نہ رہے گی۔ یا رسول اللہ! کیا ایسا بھی کوئی شخص ہوگا جو ان تمام دروازوں سے بلایا جائے گا حضرت نے فرمایا اے ابو بکر! میں امید رکھتا ہوں کہ تم انہی میں سے ہوگے۔ (جو ان سب دروازوں سے بلائے جائیں گے)

(۷) مسلم نے بروایت زہری عروہ سے انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا ہے کہ وہ کہتی تھیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مرض (وفات) میں فرمایا

دلے عائشہ) میرے پاس اپنے والد (یعنی ابوبکر) اور اپنے بھائی (یعنی عبدالرحمن) کو بلوا دو میں اندیشہ کرتا ہوں کہ کہیں کوئی تمنا کرنے والا تمنا نہ کرے اور کوئی کہنے والا یہ نہ کہے کہ میں مستحق خلافت ہوں) حالانکہ وہ (مستحق) نہ ہوگا اور یہ دیکھکر آپ نے فرمایا اچھا رہنے دو) اللہ اور مسلمان سوا ابوبکر کے کسی سے راضی نہ ہونگے۔

نیز حاکم نے بروایت ابن ابی ملیکہ عبدالرحمن بن ابی بکر سے اس طرح نقل کیا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے (اپنے مرض وفات میں) فرمایا میرے پاس قلم دوات اور شانہ کی ہڈی لاؤ۔ میں تمہیں ایسی تحریر لکھا دوں کہ پھر تم کبھی گمراہ نہ ہوگے اس کے بعد آپ نے ہماری طرف پیٹھ پھیر لی پھر ہماری طرف منہ کر کے فرمایا اللہ اور مسلمان کسی کو بجز ابوبکر کے نہ مانیں گے۔

(۸) ترمذی نے قاسم بن محمد سے انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ وہ کہتی تھیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس قوم میں ابوبکر (موجود) ہوں اس قوم کے لئے ابوبکر کے سوا کسی اور کا امام بننا زیبا نہیں ہے۔ ۱۴۶

(۹) بخاری نے ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میں ایک دن رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں بیٹھا ہوا تھا کہ اتنے میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آتے ہوئے نظر آئے اس حالت سے کہ اپنی چادر کا کونا پکڑے ہوئے اور اپنے گھٹنے کھولے ہوئے تھے (ان کو اس وضع سے) رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے (دیکھ کر صحابہ کی طرف متوجہ ہو کر) فرمایا معلوم ہوتا ہے کہ تمہارے صاحب (یعنی حضرت ابوبکر) ابھی کسی سے لڑ کر آرہے ہیں (غرضکہ ابوبکر آگئے) اور سلام کرنے کے بعد عرض کیا کہ میرے اور عمر بن خطاب کے درمیان باتوں باتوں میں کچھ رنجش ہوگئی ہے۔ مجھے جلدی سے اپنر غصہ آگیا پھر مجھے ندامت ہوئی اور میں نے ان سے معافی چاہی مگر انہوں نے اس سے انکار کردیا۔ لہذا اب میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ آپ نے تین مرتبہ فرمایا اے ابابکر! خدا تمہیں معاف کرے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نادم ہوئے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مکان پر جاکر دریافت کیا کہ کیا یہاں حضرت ابوبکر ہیں؟ گھر والوں نے

باقی آئندہ

حکیم الامت محی السنۃ حضرت مولٰنا شاہ محمد اشرف علی صاحب مدظلہ کی تازہ تالیف

خطبات الاحکام

اس میں جمعہ کے پچاس خطبہ ہیں تاکہ سال بھر تک ہر جمعہ کو نیا خطبہ پڑھا جا سکے اسکے علاوہ عیدین و نکاح و استسقاء کے بھی خطبے درج ہیں اور سب خطبے نہایت سلیس ہیں اور باوجود جامع ہونیکے نہایت مختصر ہیں موجودہ خطبوں میں محض ترغیبی مضامین ہیں حالانکہ ضرورت احکام کی بھی ہے اسلئے ان خطبوں میں خاص اہتمام کے ساتھ ترغیب و ترہیب کے علاوہ ضروری احکام بھی بیان کئے ہیں مثلاً علم کی فضیلت اور ضرورت عقائد کی درستی پاکی کی فضیلت۔ نماز کی تاکید اور فضیلت۔ قرآن شریف کا پڑھنا اور اسپر عمل کرنا۔ ذکر اللہ اور دعا کی فضیلت۔ نوافل کی فضیلت۔ کھانے پینے میں اعتدال کا حکم۔ نکاح کے حقوق کسب حرام سے پرہیز حقوق عام و خاص خلوت۔ سفر کے آداب۔ نیک کام کا امر کرنا اور برے کام کا روکنا۔ آداب المعاشرت باطن کی اصلاح تہذیب اخلاق شکم اور شرمگاہ کی حفاظت زبان کی حفاظت۔ مذمت غصہ کینہ حسد۔ مذمت دنیا بخل اور مال کی محبت حب جاہ اور ریاکاری کی برائی۔ تکبر اور خود پسندی کی مذمت دھوکہ کھانیکی مذمت توبہ کی فضیلت اور ضرورت۔ صبر اور شکر کی فضیلت۔ خوف و رجا۔ فقر و زہد۔ توحید اور توکل محبت اور شوق اور انس اور رضا۔ اخلاص اور صدق۔ مراقبہ اور محاسبہ تفکر اور سوچنا۔ موت اور بعد موت کا ذکر۔ یوم عاشورہ کے متعلق ہدایتیں صفر کے متعلق و ربیع الاول ربیع الثانی کی رسوم ماہ رجب کے متعلق ہدایت ماہ شعبان کے احکام ماہ رمضان کی فضیلت روزہ کی فضیلت تراویح کی فضیلت شب قدر اور اعتکاف کی فضیلت نیز عیدالفطر و الضحیٰ و استسقاء کی نماز منجملہ اور خوبیوں کے ایک خوبی یہ بھی ہے اسمیں تمام احکام قرآن و حدیث سے ثابت کئے ہیں چونکہ خطبہ عربی زبان میں ہونا ضروری ہے اور اسکے ساتھ غیر عربی میں مضمون بیان کرنا خلاف سنت ہے اسلئے خطبہ تو محض عربی ہی میں لکھا ہے مگر عوام کے مطالعہ کیواسطے اُسکی آیتوں اور حدیثوں کا ترجمہ بھی آخر میں شامل کر دیا گیا ہے۔ اگر اسکو نماز کے بعد وعظ کی جگہ سنا دیا جاوے تب بھی مفید ہوگا قیمت عام عہ رعایتی قیمت ۱۲؍

ملنے کا پتہ محمد عثمان تاجر کتب دریبہ کلاں۔ دہلی

حکیم الامۃ محی السنۃ حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب مدظلہ کے کمیاب مواعظ کا نیا رسالہ

الابقاء

ہزار ہزار شکر ہو کہ خداوند عالم نے اس زمانہ پر فتن میں عالی جناب فیض مآب عمدۃ العارفین زبدۃ الکاملین۔ جامع شریعت طریقت واقف اسرار حقیقت معرفت حضرت مولانا مولوی شاہ محمد اشرف علی صاحب مدظلہم العالی کو اصلاح امت کے واسطے پیدا فرما کر مسلمانان ہند کے لئے خصوصاً اور دیگر ممالک کیلئے عموماً ایک نعمت عظیمہ بنایا ہے۔ جو اس زمانہ میں جبکہ ہر چہار طرف سے گمراہی کی گھٹائیں امنڈ رہی ہیں تحریراً و تقریراً حق و باطل کو ممتاز کرنے کی خدمت میں یکتائے زمانہ ہیں ان کے فیض سے بیشمار مخلوق خدا علماً و عملاً فیض یاب ہو رہی ہے اور ان کی خدمت میں حاضر ہونا کیمیائے سعادت ہے خصوصاً آپ کے مواعظ سے جو فائدہ عوام و خواص کو ہو رہا ہے وہ کسی صاحب نظر پر پوشیدہ نہیں ہے مواعظ متفرقہ کا باوجود بار بار طبع ہونے کے پھر کمیاب ہونا قبولیت عامہ کی بین دلیل ہے ان نایاب مواعظ کی تلاش میں عامۃ المسلمین کی پریشانی کی اور سرگردانی کیوجہ سے احقر کو خیال ہو کہ اگر ان ختم شدہ اور کمیاب مواعظ کو ماہواری ایک رسالہ کی صورت میں شائع کر دیا جائے تو شائقین مواعظ کے واسطے از حد مفید ہوگا۔ باین خیال احقر نے ایک رسالہ موسومہ الابقاء بنام خدائے عز و جل رمضان المبارک ۱۳۴۳ھ سے جاری کر دیا ہے جسکی ضخامت مع ٹائیٹل ۳۶ صفحات ہیں اور انشاء اللہ یہی ہوا کرے گی اور ہر ماہ قمری کی پندرہ تاریخ کو شائع ہو جایا کرے گا جسکی سالانہ قیمت ۲ ہے حضرت مولانا موصوف مدظلہم العالی کے مواعظ کے قدردان خود اندازہ فرما سکتے ہیں کہ یہ صورت حضرات شائقین کے واسطے کس قدر امید افزا ہے۔ امید ہو کہ ان جواہر گم گشتہ کے متلاشی جلد از جلد رسالہ مذکورہ کے خریداران میں اپنا نام لکھوا کر حضرت والا کے علوم سے مستفید ہونیکی کوشش فرمائیں گے۔ نیز اپنے احباب کو بھی ترغیب دیکر الدال علی الخیر کفاعلہ کے مصداق بنیں گے۔

قیمت سالانہ معہ محصولڈاک ۲ ہے اور وی۔ پی۔ کی صورت میں ۲ر فیس رجسٹری اور ۲ر فیس منی آرڈر کا اضافہ ہو کر ۲ ادا کرنے پڑتے ہیں ::

المشتہر محمد عثمان کتب خانہ اشرفیہ دریبہ کلاں۔ دہلی

رجسٹر نمبر ایل ۱۷۷۵

قال الله تعالى وقرآنا فرقناه لتقرأه على الناس على مكث ونزلناه تنزيلا

چوں آیت معروضہ دال ست بنافعیت تعلیم تدریجی بجائے

عامۂ ناس حاضر باشد بالہادی و نیز بر ضرورت تعلیم علوم قرآنیہ یعنی تدریجیہ مشتمل ست

بر مقاصد ہادیہ پس اتباعاً للنص مزبور صحیفہ شہریہ کہ متدرج ست مدرج مشہور

مسمّٰی بہ

الہادی

نمبر ۸	بابت ماہ ذی الحجہ سنہ ۱۳۴۸ھ	جلد ۲

کہ جامع ست انواع علوم دینیہ را برائے ہر طالب ہادی و مذکر ست و رہبر مجلس و نادی

و مسکن ست برائے ہر جائع و صادی و بصورت تجزیہ رسالہ الانوار محمدی و تسہیل المواعظ

و حل اشتباہات کلید مثنوی و تشرف و حیٰوۃ المسلمین و ملفوظات و سیرۃ الصدیق کہ اکثر آں مستفاد ست

از درگاہ ارشادی یعنی خانقاہ اشرفی امدادی ، بادارۂ محمد عثمان عامی و رہبراہ اسلامی

در محبوب المطابع دہلی مطبوع گردید

از کتب خانہ اشرفیہ دریبہ کلاں دہلی بزند نور بر صدر می گردد

سلہ ہٰذا التفسیر العام ماخوذ من حدیث انقص مبیناً بکتاب الله فقضی بالرجم ۱۲

فہرست مضامین

رسالہ الہادی بابت ماہ ذی الحجہ ۱۳۴۲ھ ہجری نبوی صلعم

جو بہ برکت دعاء حکیم الامۃ محی السنۃ حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب مدظلہ العالی

کتب خانہ اشرفیہ دریبہ کلاں دہلی سے شائع ہوتا ہے

نمبر شمار	مضمون	فن	صاحب مضمون	صفحات
۱	الانوار المحمدیہ	حدیث	مولانا مولوی حافظ ظفر احمد صاحب سلمہٗ	۳–۶
۲	تسہیل المواعظ	وعظ	حکیم الامۃ حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب مدظلہٗ	۷–۱۴
۳	المنتخب من الخطب	مضامین مختلفہ	〃 〃 〃	۱۵–۲۶
۴	کلید مثنوی	تصوف	〃 〃 〃	۲۷–۳۰
۵	التشرف حصہ دوم	〃	〃 〃 〃	۳۱–۳۴
۶	امثال عبرت	مضامین مختلفہ	〃 〃 〃	۳۵–۳۸
۷	حل الاشتباہات	کلام	〃 〃 〃	۳۹–۴۲
۸	سیرۃ الصدیق	سیر	مولوی محمد صابر صاحب سلمہٗ	۴۳–۴۶

اکسیر فی اثبات التقدیر

از حکیم الامۃ محی السنۃ حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب مدظلہٗ

فی زماننا اکثر لوگ تحصیل دنیا پر اسقدر گرویدہ ہیں کہ حلال و حرام میں بھی تمیز نہیں کرتے اور امر و نواہی کی خبر نہیں رکھتے۔ تدبیر پر نظر ہے نہ حساب کی خبر ہے نہ عذاب کا خطرہ ہے۔ منشاء اس انہماک و استغراق کا یہی ہے کہ تقدیر پر اعتماد نہیں پھر انمیں بعض لوگ تو ایسے ہیں کہ مسئلہ تقدیر کو عقیدۃً حق جانتے ہیں مگر پست ہمتی سے ظاہر کو باطن کے موافق یعنی عمل کو اعتقاد کے موافق نہیں کر سکتے اور بعض ایسے ہیں کہ مسئلہ تقدیر ہی کو فسانہ بے معنی سمجھتے ہیں اور ایسے اعتقاد والوں پر ہنستے ہیں۔ ان غریقان بحر غفلت کو ساحل ہدایت پر لانے کے واسطے کتاب اکسیر فی اثبات التقدیر خوب ہے۔ جس کا ہر مضمون مدلل بدلائل عقلیہ و نقلیہ و کشفیہ ہونیکے سبب نہایت مؤثر ہے اس سے طلباء کو علم اور علماء کو عمل اور عابدوں کو معرفت اور عارفوں کو حال اور اہل حال کو مقام اور اہل مقام کو کمال اور اہل کمال کو دولت بے زوال نصیب ہوتی ہے قیمت بارہ آنہ (۱۲/)

المشتہر محمد عثمان تاجر کتب دریبہ کلاں دہلی

اور بزار و طبرانی نے سند حسن سے روایت کیا ہے اور ابن خزیمہ و ابن حبان نے بھی اپنی صحیح میں اسکو روایت کیا ہے۔ ابن خزیمہ کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ اللہ تعالےٰ اپنی رخصتوں پر عمل کرنے کو ایسا ہی پسند فرماتے ہیں جیسا معصیت کے ترک کو پسند فرماتے ہیں۔ اور طبرانی نے اوسط و کبیر میں عبداللہ بن یزید بن آدم سے روایت کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ مجھ سے ابوالدرداء و واثلہ بن اسقع و ابو امامہ و انس رضی اللہ عنہم نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنی رخصتوں کے قبول کرنے کو ایسا ہی پسند فرماتے ہیں جیسا بندہ اپنی مغفرت کو پسند کرتا ہے۔

(۱۰) عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنی رخصتوں پر عمل کرنے کو پسند فرماتے ہیں اسکو بزار نے سند حسن سے اور طبرانی نے اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے **ف** **عزیمت** اصلی حکم کو کہتے ہیں اور **رخصت** وہ حکم ہے جو عارض کیوجہ سے آسان صورت میں مقرر کیا جاتا ہے۔ مثلاً مقیم پر بحالت اقامت ظہر و عصر و عشاء میں چار رکعت فرض ہیں اور رمضان کا روزہ رکھنا فرض ہے یہ حکم عزیمت ہے۔ اور مسافر بسفر شرعی کو نماز میں چار رکعات کے بجائے دو رکعت پڑھنے کا حکم ہے اور روزہ کے افطار کی اجازت ہے یہ رخصت ہے پھر کبھی تو رخصت پر عمل کرنا واجب ہوتا ہے جیسا نماز میں مسافر کو ہر حالت میں دو رکعت پڑھنا واجب ہے اگر چار پڑھے گا گنہ ہوگا یا سفر میں روزہ رکھنے سے تکلیف و مشقت ہوتی ہو تو افطار واجب ہے روزہ سے گناہ ہوگا۔ جن احادیث میں سفر کے روزہ کو اچھا نہیں کہا گیا وہ ایسی حالت پر محمول ہیں جبکہ روزہ سے مشقت ہوتی ہو جیسا آئندہ روایات سے واضح ہو جائے گا۔ مگر نماز میں خواہ مشقت ہو یا نہ ہو ہر حالت میں مسافر کو دو ہی رکعت پڑھنے کا حکم ہے واللہ اعلم

(۱۱) حضرت انس رضہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے تو بعض لوگ ہمارے اندر روزہ دار تھے اور بعض روزہ سے نہتے ایک دن سخت گرمی میں ایک جگہ پڑاؤ کیا گیا تو سب سے زیادہ سایہ میں وہ شخص تھا

جنکے پاس کپڑا تہا ورنہ بعض لوگ تو ہاتہہ ہی کی آڑ کر کے دہوپ سے بچ رہے تہے اس لئے روزہ دار تو گر پڑے اور جن کا روزہ نہ تہا وہ کہڑے ہو کر خیمہ نصب کرنے اور سواریوں کو پانی پلانے میں مشغول ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آج سارا ثواب ان لوگوں نے لوٹ لیا جن کا روزہ نہ تہا اسکو مسلم نے روایت کیا ہے۔

(۱۳) ابو سعید خدری رضؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتہ رمضان کی ۱۶ ارکو غزوہ (فتح مکہ کے لئے کوچ) کیا تو بعض لوگ روزہ دار رہتے اور بعض نے افطار کر دیا تہا پہر نہ تو روزہ داروں نے افطار کرنیوالوں پر اعتراض کیا اور نہ افطار کرنیوالوں نے روزہ داروں پر اعتراض کیا۔ ایک روایت میں یہ ہے کہ سب یہ سمجہتے تہے جس میں قوت ہو وہ اگر روزہ رکہے تو اچہا ہے اور جس میں ضعف ہو وہ اگر افطار کر دے تو یہ بہی اچہا ہے۔ اسکو مسلم وغیرہ نے روایت کیا ہے۔ (حافظ) منذری فرماتے ہیں کہ علمار کا اسمیں اختلاف ہے کہ سفر میں روزہ رکہنا اچہا ہے یا افطار کرنا۔ حضرت انس بن مالک (صحابی رضی اللہ ۹۴
عنہ) کا قول تو یہ ہے کہ روزہ رکہنا افضل ہے اور حضرت عثمان بن ابی العاص سے بہی ایسا ہی منقول ہے اور ابراہیم نخعی وسعید بن جبیر وسفیان ثوری وابو ثور اور اصحاب الرائے (یعنی حنفیہ) بہی اسی طرف گئے ہیں اور مالک وفضیل بن عیاض اور شافعی رہ فرماتے ہیں کہ جو شخص روزہ کی طاقت رکہتا ہو اس کے لئے روزہ رکہنا ہمارے نزدیک اچہا ہے۔ اور عبد اللہ بن عمر وعبد اللہ بن عباس وسعید بن المسیب اور شعبی اور اوزاعی و احمد بن حنبل و اسحٰق بن راہویہ کا قول یہ ہے کہ مسافر کو (ہر حالت میں) افطار کرنا ہی افضل ہے اور عمر بن عبد العزیز وقتادہ ومجاہد رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ دونوں میں جو زیادہ آسان ہو وہی افضل ہے حافظ ابو بکر بن المنذر نے بہی اسی قول کو اختیار کیا ہے اور یہ قول عمدہ ہے واللہ اعلم

ف میں کہتا ہوں کہ حنفیہ کے نزدیک مسافر کے لئے روزہ رکہنا مطلقاً افضل نہیں بلکہ اسوقت افضل ہے جبکہ روزہ سے اوسپر یا اوس کے رفقار سفر پر

مشقت نہ ہو تو نہ افطار ہی افضل ہے قال فی الدر وینذب للمسافر الصوم الآیۃ وان تصوموا خیر لکم ان یضرہ فان شق علیہ او علی رفیقہ فالفطر افضل الموافقۃ الجماعۃ اھ (ص۱۸۱ ج۲) اور اس کے بعد غالباً سب اقوال کا حاصل ایک ہی ہے محض لفظی اختلاف باقی رہ جاتا ہے ۱۲ مترجم

سحور کی ترغیب
خصوصاً
چھوارہ کے ساتھ

(۱) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سحری کھایا کرو کیونکہ سحری میں برکت ہے اسکو بخاری ومسلم و ترمذی ونسائی وابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔ ۹۵

(۲) حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہمارے اور اہل کتاب کے روزہ میں فرق سحری کھانے سے ہے (کیونکہ اہل کتاب سحری نہیں کھاتے) اسکو مسلم وابوداؤد وترمذی ونسائی وابن خزیمہ نے روایت کیا ہے۔

(۳) حضرت سلمان (فارسی) رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا برکت تین چیزوں میں ہے (۱) جماعت میں (۲) ثرید میں (۳) سحری کھانے میں اسکو طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے اور اس کے سب راوی ثقہ ہیں مگر ایک راوی ابو عبداللہ بصری کا حال معلوم نہیں ہوا کہ وہ کون ہیں

ف جماعت میں برکت ہونیکا مطلب یہ ہے کہ جو کام مسلمانوں کی جماعت ملکر کرے اس میں برکت ہوگی اور ثرید سے مراد گوشت ہے جس میں روٹی کے ٹکڑے توڑ کر پکائے گئے ہوں۔

(۴) عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ اور فرشتے سحری کہانے والوں پر رحمت نازل فرماتے اور اُنکو دعا دیتے ہیں اسکو طبرانی نے اوسط میں اور ابن حبان نے صحیح میں روایت کیا ہے

ف اس حدیث سے سحری کی برکت کی تفسیر معلوم ہوگئی کہ وہ برکت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سحری کہانے والے پر رحمت خاصہ نازل فرماتے اور فرشتے اسکو دعا دیتے ہیں اور ظاہر ہے کہ جبپر اللہ تعالیٰ کی خاص عنایت ہو اور ملائکہ دعا دیں اُسکو دین و دنیا کی کیا کچھ نعمتیں حاصل ہونگی اور سحری سے نماز روزہ میں جو کچھ سہولت اور قوت حاصل ہوتی ہے وہ تو ظاہر ہے۔

(۵) حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان میں سحری کہانے کو بلایا اور فرمایا کہ آؤ برکت کا کھانا کھالو۔ اسکو ابوداؤد و نسائی نے وابن حبان وابن خزیمہ نے صحیح میں روایت کیا ہے (حافظ) فرماتے ہیں کہ سبنے اس حدیث کو حارث بن زیاد کے واسطے ابورہم سے حضرت عرباض سے روایت کیا ہے اور حارث سے بجز یونس بن سیف کے کسی نے روایت نہیں کی اور ابوعمر نمیری نے حارث کو مجہول بتلایا ہے اور کہاؤ ابورہم سے روایت کرتے ہیں اور اُنکی حدیث منکر ہے۔ 97

ف میں کہتا ہوں کہ ابن خزیمہ وابن حبان کا اپنی صحیح میں اس حدیث کو لانا اسکی دلیل ہے کہ اُن کے نزدیک حدیث صحیح ہے اور محدثین کا تصحیح میں اختلاف مضر نہیں پس حدیث حسن ہے +

(۶) ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (مجھ سے) فرمایا آؤ برکت کا کہانا کہالو یعنی سحری۔ اسکو ابن حبان نے صحیح میں روایت کیا ہے۔

(۷) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سحری کہاکر دن کو روزہ رکہنے کے لئے قوت حاصل کرو اور قیلولہ کرکے

سلسلہ تسہیل المواعظ کی جلد سوم کا دوسرا وعظ

مسمّی بہ

نیک کاموں کے درجے

منتخب از تفاضل الاعمال وعظ دوم حصہ چہارم دعوات عبدیت

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

خطبۂ ماثورہ اَمَّا بَعْدُ - اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
اَجَعَلْتُمْ سِقَایَةَ الْحَآجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ
وَجٰهَدَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ لَا یَسْتَوٗنَ عِنْدَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ۝

(ترجمہ) کیا تم حاجیوں کو پانی پلانے اور مسجد کی تعمیر کرنے کو اوس شخص کے کاموں کی برابر کرتے ہو جو خدا پر اور قیامت کے دن پر ایمان لایا ہو اور اوس نے اللہ کے رستہ میں جہاد کیا ہو یہ دونوں جماعتیں اللہ کے نزدیک ہرگز برابر نہیں

اِس آیت میں ایک ضروری مسئلہ کا ذکر کیا گیا ہے آج میں اوسکو آپ کے سامنے بیان کرتا ہوں اِس سے پہلے کبھی اوسکی طرف خیال بھی نہ گیا تھا اور شاید لوگوں کے خیال میں بھی یہ بات کم آئی ہوگی لیکن بات نہایت ضروری ہے اور قرآن میں صاف طور پر موجود ہے اور چونکہ مسئلہ کچھ بکھیڑے کا نہیں ہے اِس سے اسوقت بیان بھی کچھ زیادہ نہ ہوگا - اور آج اِس کے بیان کرنے کی ضرورت یہ ہوئی کہ اول تو خود مسئلہ ہی ضروری ہے پھر یہ کہ پہلے جمعے کو جو مضمون بیان کیا گیا تھا اِس سے ایک

شبہ پیدا ہو سکتا ہے اور اس مسئلہ کے سمجھ میں آجانے کے بعد وہ شبہ جاتا رہے گا تو اس لحاظ سے اس مضمون کا پہلے مضمون کے ساتھ بھی جوڑ ہو جائے گا اور مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پہلے اس مسئلہ کو بیان کر دوں تاکہ اچھی طرح سمجھ میں آجانے کے بعد آیت کے ترجمے ہی سے معلوم ہو جائے کہ وہ مسئلہ اس آیت میں بیان ہوا ہے۔ سنیئے یہ بات تو ہر چھوٹا بڑا جانتا ہے کہ جسقدر بھی نیک کام ہیں سب ایک درجے اور ایک مرتبہ کے نہیں بلکہ اون میں فرق ہے کسی کا مرتبہ زیادہ اور کسیکا مرتبہ کم ہے۔ مثال کے طور پر لیجئے جیسے نماز پڑھنا روزہ رکھنا مسجد بنوانا حج کرنا مظلوم کی مدد کرنا یہ سب نیک کام ہیں مگر سب کا مرتبہ برابر نہیں۔ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ جو ثواب نماز پڑھنے میں ملتا ہو اوسقدر مسجد بنوانے میں بھی ملتا ہے یا جو حج کا ثواب ہے ایک پیسہ خیرات کرنے میں بھی اوسکی برابر ہے۔ اسیطرح گناہ بھی سب برابر نہیں۔ چوری۔ ڈکیتی۔ زنا۔ شراب پینا کسیکو مار ڈالنا۔ بڑے گناہ ہیں لیکن ان کے اندر آپسمیں بھی فرق ہے اسیطرح بہت سے

نیک کام سب برابر نہیں اور سب گناہ بھی برابر نہیں

۴ چھوٹے گناہ ہیں لیکن کوئی بہت ہلکا ہے کوئی اوس سے زائد ہے۔ نیک کاموں کے متعلق حدیث میں ہے کہ ایمان کی ستر سے زیادہ شاخیں ہیں جن میں سب سے زیادہ کامل تو لا الہ الا اللہ ہے اور سب سے ادنے درجے کا کام یہ ہے کہ رستے سے تکلیف دینے والی چیزوں کو ہٹا دے جیسے رستہ میں کانٹے پڑے ہوں یا کوئی بڑی لکڑی پڑی ہو جیسے اکثر لوگوں کی عادت ہے کہ وہ سڑک پر ایسی چیزیں ڈالدیتے ہیں یا چھوڑ دیتے ہیں جن سے رستہ چلنے والوں کو تکلیف ہوتی ہے بعض لوگ بہلی یا چھکڑے رستے میں کھڑے کر دیتے ہیں بعض وقت ایسا ہوتا ہے کہ کوئی اندھا وہاں سے گذرتا ہے اور اس سے ٹکر کھا جاتا ہے۔ ہاں اگر کسی ایک کنارے پر ہو تو کوئی مضائقہ نہیں لوگوں کو اس کا خیال رکھنا چاہیئے اور یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ شرع نے ایسی باتوں کے متعلق کوئی قاعدہ قانون مقرر ہی نہیں کیا۔ صاحبو ہر کام کے لئے شرع میں ایک حکم موجود ہے دیکھئے جب ایسی چیزوں کو رستہ سے ہٹا دینا ایمان کی ایک شاخ قرار دیا گیا تو ان چیزوں کا رستہ میں ڈالنا یا چھوڑ دینا گناہ ہوگا یا نہیں سو اس حدیث میں

غور کرنے سے یہ مسئلہ نکلتا ہے کہ نیک کام سب ایک مرتبہ کے نہیں بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ صاف طور پر اس کا ذکر ہے دیکھئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلایا کہ ایمان سب سے زیادہ کامل ہے شرم وحیا اس سے کم ہے تکلیف دینے والی چیزوں کو راستہ سے ہٹانا اوس سے کم ہے بلکہ لوگوں کی حالت میں اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ لوگ بھی اپنے برتاؤ میں نیک کاموں کے اندر فرق مان رہے ہیں دیکھئے اگر کسی کے پاس دس روپیہ ہوں اور وہ ان کو کسی نیک کام میں لگانا چاہتا ہے تو وہ اول یہ معلوم کرتا ہے کہ کس کام میں لگانا بہتر ہے اور اگر خود معلوم نہیں ہوتا تو مولویوں سے دریافت کرتا ہے اور اون کے بتلانے کے موافق عمل کرتا ہے اگر وہ مدرسہ میں خرچ کرنے کو افضل بتاتے ہیں تو مدرسہ میں خرچ کرتا ہے اور مسجد میں خرچ کو بہتر بتاتے ہیں تو مسجد میں دیتا ہے پس اگر یہ نیک کاموں میں فرق نہیں سمجھتا تو اس کی چھان بین کیوں ہے سو ہر طرح سے یہ فرق یقینی ہے دلیل سے بھی اور لوگوں کے برتاؤ سے بھی اتنی بات میں تو کچھ شبہ نہیں کہ نیک کاموں میں فرق تو ضرور ہے اب رہی یہ بات کہ کون سا کام کس کام سے افضل ہے اور افضل ہونے کی کیا پہچان ہے تو اس کے اندر اکثر نے غلطی کی ہے عوام نے بھی اور علماء نے بھی اسلئے اوس کے معلوم کرنے کی ضرورت ہے وہ غلطی یہ ہے کہ لوگ افضل کی پہچان اپنی رائے سے کرتے ہیں۔ یا اگر بعض لوگ کسی شرعی دلیل سے کرتے ہیں تو وہ لوگ اوس دلیل میں پوری طرح غور نہیں کرتے کہ اس سے افضل ہونا ثابت ہوا یا نہیں تو عام لوگ جب نیک کاموں کے درجے مقرر کرتے ہیں تو اکثر اس کا فیصلہ اپنی رائے سے کرتے ہیں اور اسکی جانچ کا قاعدہ اور طریقہ بھی اپنی رائے سے مقرر کر لیا ہے کیونکہ جب ایک چیز کو کسی چیز پر فضیلت دی جائے تو اوس کی جانچ کے لئے کوئی کسوٹی اور پہچان تو ہونی چاہیئے۔ ایک چاندی کو دوسری چاندی پر یا ایک کپڑے کو دوسرے کپڑے پر اگر فضیلت دیں تو اسکی کوئی کسوٹی اور پہچان ضرور ہوگی۔ پس اسی طرح عام لوگوں نے بھی نیک کاموں میں فضیلت دینے کا ایک قاعدہ اور اوسکی پہچان مقرر کر لی ہے کہ جس کام کی صورت عبادت کی

کی ہوتی ہے یا اوسکو ظاہر میں عبادت سے زیادہ تعلق ہوتا ہے اوسکو افضل سمجھتے ہیں بیان اس کا یہ ہے کہ نیک کام دو قسم کے ہیں ایک وہ ہیں کہ جس طرح واقع میں وہ عبادت ہیں صورت بھی اون کی عبادت کی ہے یا عبادت سے ظاہری تعلق رکھتے ہیں جیسے نماز پڑھنا کہ یہ صورت اور حقیقت دونوں کے لحاظ سے عبادت ہے یا مسجد تیار کرانا کہ اسکو عبادت یعنی نماز سے ظاہری تعلق ہے دوسرے وہ کام ہیں کہ واقع میں وہ عبادت ہیں لیکن اون کی ظاہری صورت عبادت نہیں معلوم ہوتی اور نہ اونکو کسی عبادت سے ظاہری تعلق ہے کہ ہر شخص کی نظر میں آجائے جیسے کسی طالب علم کی مدد کرنا کھانے یا کپڑے سے (کوئی یہ نہ سمجھے کہ یہ میں اس لئے کہہ رہا ہوں کہ مجھے کسی طالب علم کا کھانا مقرر کرانا ہے ہرگز نہیں بلکہ یہ واقع میں ایک عبادت ہے لیکن) اس کا عبادت سے تعلق ہر ایک کی نظر میں نہیں آتا۔ کیونکہ طالب علم کا کھانا مقرر کرنا جو عبادت ہے تو اسلئے کہ یہ دین کی خدمت ہے اور اس کا دین کی خدمت ہونا اوس وقت سمجھ میں آسکتا ہے کہ جب طالب علم پڑھنے سے فارغ ہوکر دین کی خدمت میں مشغول ۳
ہو تو یہ دونوں قسم کے کام عبادت ہیں۔ لیکن دونوں میں فرق یہ ہے کہ مسجد بنوانے کا تعلق عبادت کے ساتھ ظاہر ہے کہ اوس میں لوگ نماز پڑھتے ہیں اور نماز ایسی ظاہر عبادت ہے کہ کسی کو اوس کے عبادت ہونے میں شبہ نہیں ہوسکتا ہر شخص جانتا ہے کہ نماز پڑھنا عبادت ہے تو جو چیزیں نماز سے ظاہری تعلق رکھتی ہیں اون کو بڑی عبادت سمجھتے ہیں اسی لئے مسجد بنوانا اوس میں تیل بتی دینا بڑے ثواب کا کام سمجھا جاتا ہے رہا طالب علم کا کھانا تو اوسکو ایسا نہیں سمجھتے کیونکہ اول تو عبادت کے ساتھ اس کا تعلق ظاہر نہیں پھر جس عبادت سے اس کا تعلق ہے وہ ایسی ظاہر عبادت نہیں کہ عام لوگ بھی فوراً سمجھ لیں اسلئے کہ طالب علموں کی خدمت میں علم کی مدد ہے اور اوس کا عبادت ہونا اتنا ظاہر نہیں دیکھئے اگر کوئی شخص پڑھنا شروع کرتا ہے اور کوئی کتاب پڑھتا ہے تو کوئی یہ نہیں سمجھتا کہ یہ عبادت کر رہا ہے کیونکہ اسکا عبادت ہونا انجام کے اعتبار سے ہے جب دس بارہ برس کے

اسی میں لگا رہے اور علم سے فراغت حاصل کرے تو وہ اس قابل ہوگا کہ دین کی خدمت کر سکے اور دین کی خدمت تمام عبادتوں سے افضل ہے یہی دین کی خدمت ہے جسکی بدولت حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ فاروق کو تمام صحابہ سے افضل کہا جاتا ہے ورنہ نماز روزہ کے اندر آپ کا دوسرے صحابہ سے زائد ہونا کسی کتاب سے ثابت نہیں مگر پھر بھی تمام اہل سنت والجماعت کا اتفاق ہے کہ یہ دونوں حضرات تمام صحابہ سے افضل ہیں۔ حدیثوں میں بھی اس کا صاف طور پہ ذکر ہے اور بزرگوں کو بھی کشفؑ وکرامت سے یہی معلوم ہوا ہے حدیثیں تو سب کے سامنے موجود ہیں ہاں بزرگوں کو جو کشف ہوئے ہیں ان میں سے میں ایک آپ کے سامنے بیان کرتا ہوں حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی لکھتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے تین باتوں کا حکم فرمایا اور یہ تینوں باتیں میری مرضی کے خلاف ہیں مگر حضورؐ کے حکم کے سامنے میں نے اپنی مرضی کو چھوڑ دیا ایک تو یہ کہ میرا خیال کچھ اس طرف تھا

5 کہ حضرت علی رضؓ تمام صحابہ سے افضل ہیں لیکن حضورؐ نے فرمایا کہ حضرت ابوبکرؓ وعمرؓ کو افضل سمجھو دوسرے یہ کہ میں چاہتا تھا کہ کسی امام کا مقلد نہوں حضورؐ کا حکم ہوا کہ چاروں اماموں کے مذہب سے باہر نہو۔ تیسرے یہ کہ میں خدا تعالیٰ پر بھروسہ کر کے تمام تدبیر اور اسباب کو چھوڑ دینا پسند کرتا تھا حضورؐ نے اس سے روک کر تدبیر اور اسباب کے اختیار کرنے کا حکم فرمایا۔ ان تینوں حکموں میں بہت سے راز ہیں لیکن یہ وقت ان کے بیان کرنے کا نہیں اس لئے اسکو یہیں چھوڑا جاتا ہے مقصود یہ ہے کہ کشف میں بھی حضورؐ کا یہی حکم معلوم ہوا کہ حضرت ابوبکرؓ وعمرؓ کو حضرت علی رضؓ سے افضل سمجھو خلاصہ یہ کہ حدیث سے کشف سے ہر طرح ان دونوں حضرات کی فضیلتؑ ثابت ہوتی ہے تو اس کا سبب یہ ہے کہ ان دونوں کے ہاتھ سے اسلام کی خدمت بہت زیادہ ہوئی غرض یہ کہ دین کی خدمت ایسی چیز

ؑ کشف یہ ہے کہ پوشیدہ بات خدا تعالیٰ کسی کے دل پہ کھول دیں ۱۲

ؑ اگر اس مسئلہ کی زیادہ تحقیق منظور ہو تو ازالۃ الخفا دیکھو ۱۲

کہ تمام عبادتوں میں فضل مگر پہر بہی اوسکی صورت عبادت کی نہیں اس لئے لوگوں کی سمجھ میں نہیں آتی پہر طالب علم کو کہانا کہلانے کا تعلق بہی دین کی خدمت کے ساتہ ظاہر نہیں کیونکہ وہ اسوقت تو دین کی خدمت کر نہیں رہا بلکہ فراغت کے بعد کریگا لیکن اگر غور کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ اس میں کس قدر ثواب ہے۔ اگر آپ نے ایک طالب علم کو کہانا کہلایا اور اس سے پڑہنے کی قوت اوسکو حاصل ہوئی اور اس قوت سے اوس نے کام لیکر ایک سبق یاد کیا اور اسیطرح برابر سات آٹہہ برس تک یہ کرتا رہا اور اسی مدت میں فراغت حاصل کر کے اس قابل ہو گیا کہ دین کی خدمت کرے اور اوس نے دین کی خدمت شروع کر دی۔ پس یہ خدمت دین کی اسی مدد اور کہانے کی بدولت ہے جو آٹہہ برس تک اوسکو پہونچتا رہا اور اس خدمت کا ثواب اُن سب لوگوں کو ملے گا جو اوسکی مدد میں شریک رہے لیکن عام لوگ اسکو نہیں سمجہتے اور اسیلئے اُن کے پاس جب کچہہ روپیہ جمع ہو جاتا ہے اور ان کو خدا کی راہ میں دینے کا کچہہ خیال پیدا ہوتا ہے تو مسجد بنواتے ہیں اکثر ایسے لوگ ہیں کہ ان کے پاس روپیہ بے شمار ہے اور اولاد ایک بہی نہیں یا اولاد ہی ہے لیکن روپیہ ضرورت سے زیادہ ہے تو اول تدبیر اُن کی سمجہہ میں یہی آتی ہے کہ اپنے گہر کی مسجد بنواؤ آخر مسجد بنوا کر اپنی زندگی بہر اس کے حجرے میں رہتے ہیں اور چہوڑ کر مر جاتے ہیں ایسے لوگ یہ نہیں سوچتے کہ اس نئی مسجد میں جو نمازی آئیں گے وہ دوسری پُرانی مسجد کے جانے والے اور وہاں کی جماعت کے پابند ہوں گے اور جب پُرانی مسجد کے لوگ یہاں آنے لگیں گے تو اس مسجد کی جماعت میں کمی ہو جائے گی ہمنے اسی قصبے میں دیکہا ہے کہ چار پانچ مسجدیں بالکل ہی قریب قریب بنی ہیں ایسی کہ اگر ایک وقت میں سب جگہ نماز شروع ہو تو ایک مسجد کا امام دوسری مسجد کے امام کی قرأت پوری طرح سن سکتا ہے بلکہ عجب نہیں کہ سب کی آوازیں ایک ساتہ آنے کی وجہ سے کسی کو بہول بہی ہو جاوے اس میں بعضے لوگوں کی نیت تو اپنا نام کرنے کی ہوتی ہے ایسے لوگ تو کسی گنتی میں نہیں لیکن بعض ایسے بہی

طالب علم کو کہانا کہلانے میں کس قدر ثواب ہے۔

۶ بلا ضرورت نئی مسجد بنوانے کی خرابیاں۔

ہوتے ہیں کہ اونکو دکھلاوہ مقصود نہیں ہوتا بلکہ وہ مخلص[ف] ہوتے ہیں اگرچہ ثواب میں مفلس ہی ہوتے ہیں **لطیفہ** عام لوگ ہمارے قصبات میں مفلس کو مخلص کہتے ہیں۔ ایک مرتبہ میرے پاس ایک دیہاتی دوست آئے میں نے کسی بات پر کہا کہ تم تو بہت مخلص ہو کہنے لگے نہیں تمہاری دعا سے میرے پاس سب کچھ ہے میں مخلص نہیں (یعنی مفلس نہیں)۔ غرض ایسے لوگوں کو نیت خالص ہونے پر بھی کچھ ثواب نہیں ملتا بلکہ اُلٹا گناہ ہوتا ہے تو عام لوگوں کو ایک تو مسجد بنوانے کا بہت شوق ہے جسکی وجہ یہ ہے کہ اوسکی صورت عبادت کی ہے اور اسی وجہ سے قرآن کو پڑھنے کے لئے دے دینا بہت ثواب کی بات سمجھتے ہیں **مسئلہ** مسائل کی کتاب دینے میں اتنا ثواب نہیں سمجھتے چاہے لینے والا قرآن کو پڑھے ہی نہیں کیونکہ قرآن اسقدر چھپ گئے ہیں کہ ہر شخص کے پاس کئی کئی موجود ہوتے ہیں تو جسکو قرآن دیا جاتا ہے وہ اوسکو پڑھتا ہی نہیں اسی طرح جب کوئی مرتا ہے تو اوس کے مال میں سے قرآن دیا جاتا ہے چاہے وہ اتنا غلط ہو کہ کوئی پڑھ ہی نہ سکے ایک مرتبہ ایک شخص بہت سے قرآن مسجد میں لایا کہ میں انکو پڑھنے کے لئے دینا چاہتا ہوں دیکھا تو سب غلط تھے آخر میں نے انکو دفن کرایا تو ایسے قرآن دینے سے کیا فائدہ۔ پس افضل ہونے کا ایک قاعدہ اور پہچان تو عام لوگوں کے ذہن میں یہ ہے۔ اور دوسری پہچان یہ ہے کہ جس کام کا نفع فوراً ظاہر ہو اسکو زیادہ ثواب سمجھتے ہیں اور جس کا نفع دیر میں ظاہر ہو اوس میں اتنا ثواب نہیں سمجھتے اسی وجہ سے پانی پلانے کا ثواب زیادہ سمجھا جاتا ہے دیکھئے اگر کسی شخص کا ارادہ کنواں بنوانے کا ہو اور اوس سے کہا جائے کہ مسجد کا ایک حجرہ ٹوٹا ہوا پڑا ہے اسکو بنوا دو تو وہ کنوئیں کو فضیلت دے گا۔ تیسری پہچان عام لوگوں کے نزدیک یہ ہے کہ جس چیز کا نفع عام ہو اور اوس سے بہت سے لوگوں کو فائدہ پہونچے اوس میں زیادہ ثواب ہوتا ہے۔ جیسے کنواں بنوانا یہ نمونہ کے طور پر عام لوگوں کے مقرر کئے ہوئے قاعدے اور پہچانیں تھیں جو ان کے حالات میں غور کرنے سے سمجھ میں آئیں کہ نفع جلدی

ف۔ مخلص وہ ہے جسکی نیت خالص ہو دکھلاوہ کی نہو ۱۲۔

ظاہر ہوا اور نفع عام ہو اور اس کام کی صورت عبادت کی ہو پھر اسی پر بس نہیں کہ کاملوں ہی کے جانچنے میں ان سے کام نہیں بلکہ بزرگوں میں بھی جب ایک کو دوسرے پر فضیلت دیتے ہیں تو انہی تینوں قاعدوں سے اونکو جانچتے ہیں اگر ایک شخص تمام رات جاگتا ہے کسی سے بات بھی بہت کم کرتا ہے اور ایک دوسرا شخص ہے جو کہ فرض واجب سنت سب ادا کرتا ہے رات کو گھنٹہ دو گھنٹہ جاگ لیتا ہے دماغ کی حفاظت کی تدبیر بھی کرتا ہے لوگوں کو وعظ و نصیحت بھی کرتا ہے مخلوق کا دل رکھنے کے لئے لوگوں سے ملتا بھی ہے بچوں سے ہنس بھی لیتا ہے تو عام لوگ اس کے مقابلہ میں پہلے شخص کو زیادہ کامل سمجھیں گے چنانچہ اکثر لوگ کہا کرتے ہیں کہ فلاں شخص بڑا عابد ہے اور دوسرے شخص کو دیکھتے ہیں کہ زیادہ عبادت نہیں کرتا اس لئے اوسکو زیادہ کامل نہیں سمجھتے حالانکہ زیادہ عابد یہی شخص ہے کیونکہ عبادت کہتے ہیں بندہ ہونے کو اور بندگی نام ہے حکم بجا لانے کا جس وقت بھی جو حکم ہو پس لوگوں سے ملنا جلنا بھی دینی غرض سے عبادت میں داخل ہے۔ عبادت کی حقیقت حضرت حاجی صاحب نے بڑی عجیب بیان فرمائی ہے وہ آپ کو سناتا ہوں فرمایا کہ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ یعنی ہم نے انسان اور جن کو صرف اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے تو اللہ تعالیٰ نے عبادت کے لئے انسان اور جن کو خاص فرمایا حالانکہ فرشتے اور جتنے جانور اور بے جان ہیں سب کے سب عبادت میں مشغول ہیں جیسا کہ آیتوں سے معلوم ہوتا ہے فرشتوں کے بارے میں ارشاد ہے کہ رات دن اللہ کی پاکی بیان کرتے ہیں تھکتے نہیں بے زبان چیزوں کے بارے میں فرماتے ہیں کہ ہر چیز اللہ کی پاکی بیان کرتی ہے ولیکن تم اوسکو نہیں سمجھتے جب ہر چیز عبادت میں مشغول ہے پھر انسان اور جن کی کیا خصوصیت ہے جو یہ فرمایا کہ ان دونوں کو اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے تو وجہ اسکی یہ ہے کہ ایک تو نوکر ہوتا ہے ایک غلام ہوتا ہے نوکر کے کام ہمیشہ مقرر ہوتے ہیں اگرچہ کتنے ہی کام نوکر سے لئے جائیں لیکن کوئی کام ایسا ضرور ہوتا ہے کہ جس میں نوکر عذر کر سکتا اور یہ کہہ سکتا ہے کہ میں اس کام کے لئے نہیں دیکھئے اگر کوئی شخص اپنے نوکر سے کہنے لگے کہ تو مہتر کا

(حاشیہ: عامل کی پہچان میں عام لوگوں کی غلطی)

(حاشیہ: عبادت کی حقیقت)

(باقی آئندہ)

ہو جاتی ہے اور پھر نہایت سہولت کے ساتھ ہونے لگتا ہے۔ جیسے سبق شروع میں دشوار ہوتا
ہے۔ مگر رٹتے رٹتے یاد ہو جاتا ہے۔ اگر شروع کی کلفت اور تعب کو دیکھ کر ہمت ہار دی تو پھر
کوئی صورت ہی کامیابی کی نہیں اور اگر برداشت کر لی تو چند روز کے بعد دیکھے گا کہ سہولت کے
ساتھ وہ عمل ہونے لگیگا۔ ع چند روزے جہد کن باقی بخند۔ جب حضرت یہ بیان فرما رہے تھے
کہ اخلاص وہمت خلاصۂ تصوف ہیں تو ایک صاحب نے عرض کیا کہ کیا اخلاص بھی اختیاری
ہے۔ فرمایا کہ جب مامور بہ ہے تو ضرور اختیاری ہے۔ کیونکہ غیر اختیاری امور کا شریعت نے
مکلف ہی نہیں فرمایا۔ اور اختیاری کیوں نہ ہوتا۔ کیا گھی کا خالص رکھنا اختیار میں نہیں۔ اس میں
چربی نہ ملائے۔ تیل نہ ملائے۔ بس وہ گھی بقول عوام (ظرافت کے لہجے میں) نخالص ہے یعنی
خالص ہے۔ اور عبادت کے خالص رکھنے ہی کو اخلاص کہتے ہیں۔ عرض کیا گیا کہ شیخ کی دعا
و برکت کو بھی تو بہت بڑا دخل ہے اصلاح میں فرمایا کہ برکت کا انکار نہیں۔ مگر اس کا درجہ
بھی تو متعین کرنا چاہیئے۔ اس کا مرتبہ صرف ایسا ہے جیسا عرق سونف کا مرتبہ مسہل میں۔ کہ اس سے
اعانت ضرور ہوتی ہے مسہل میں مگر کیا محض عرق سونف بغیر مسہل کے کارآمد ہو سکتا ہے۔ اور ۴۸۵
مسہل کا کام دے سکتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ عرض کیا گیا کہ اس کا تو مشاہدہ ہے کہ شیخ کی دعا و
توجہ کی برکت سے بہت کچھ تغیر اپنی حالت میں محسوس ہونے لگتا ہے۔ فرمایا کہ مسہل میں ادھر
عرق سونف پیا ادھر دھڑا دھڑ دست ہونے شروع ہو گئے۔ تو کیا اس سے یہ ثابت ہو گیا کہ اکیلا
عرق سونف کافی ہو گیا ہے۔ حضرت نری دعا و برکت سے کچھ نہیں ہوتا جب تک خود اپنے اختیار کو
کام میں نہ لائے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے تو بڑھکر نہ کوئی صاحب برکت ہو سکتا ہے
نہ مقبول الدعوات۔ حضرت کے چچا ابوطالب کیسے جاں نثار اور عاشق زار تھے۔ حضور نے دعا بھی
دل و جان سے کی کہ وہ راہ پر آجائیں۔ اصرار بھی فرمایا۔ مگر چونکہ خود انہوں نے نہ چاہا مقصود حاصل
نہ ہوا۔ بالکل طبیب اور مریض کی سی مثال ہے اگر مریض دوا نہ پیئے تو کیا محض طبیب کی شفقت
اور توجہ سے مریض اچھا ہو جائیگا صحت تو اُس کے نسخہ ہی سے ہوگی۔ اسی طرح اگر بچہ سبق یاد
نہ کرے تو سبق کیسے یاد ہو جائیگا محض اُستاد کی توجہ سے تو سبق یاد نہیں ہو سکتا۔ وہ تو یاد کرنے
ہی سے یاد ہوگا۔ عرض کیا گیا کہ شیخ کی برکت سے توفیق ہو جاتی ہے۔ فرمایا کہ یہ تو میں کہہ ہی چکا

ہوں کہ برکت معین ضرور ہے مگر کافی نہیں۔ اس کا دخل دخل اعانت ہو۔ دخل کفایت نہیں یہاں تک کہ محض شیخ کی برکت تو ہرگز کافی نہیں ہو سکتی مگر یہ ہو سکتا ہے کہ محض ہمت اور استعمال اختیار کافی ہو جائے۔ جیسا فوان باتوں کو علی الاعلان کہتا ہوں۔ خواہ مخواہ میں اپنے متعلقین کو اپنا مقید بنانا نہیں چاہتا۔ اگر کوئی شخص اپنی اصلاح خود کر سکے تو چشم ما روشن دل ما شاد۔ خوشی کا مقام ہے۔ کیونکہ ہمارا بوجھ ہلکا ہوا۔ عرض کیا گیا کہ یہ تقریر کہیں اس کے تو خلاف نہ ہو جائیگی۔

بے رفیقے ہر کہ شد در راہِ عشق　　عمر بگذشت و نشد آگاہِ عشق

فرمایا کہ خلاف کیوں ہوتی یہ تو اور ہماری مؤید ہے۔ آگاہِ عشق فرمایا ہے۔ یعنی بلا شیخ کے آگاہ نہ ہوگا۔ علم کا درجہ حاصل نہ ہوگا۔ سو اس سے ہمیں کب انکار ہے۔ شیخ راہ بتائیگا مگر اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ وہ گھسیٹ کر لے چلیگا۔ اندھے کو سوانکھا راہ بتاتا ہے۔ گود میں تو اٹھا کر نہیں لیجاتا۔ راستہ تو قطع خود اس کے چلنے ہی سے ہوگا۔ راستہ بتانا تو بے شک شیخ کا کام ہے۔ لیکن اس کا قطع کرنا تو سالک کے ذمہ ہے۔ جامع عرض کرتا ہے۔ کہ اس جگہ حضرت کا ایک پرانا ملفوظ
یاد آگیا۔ ایک صاحب کو بہت مفصل طور پر راہ سلوک کی حقیقت بیان فرما کر فرمایا کہ الحمد للہ ۴۷۹
میں تو طالب کو ایک جلسہ میں خدا تک پہونچا دیتا ہوں۔ کیونکہ مقصود کی حقیقت بتلا دینا گویا مقصود ہی تک پہونچا دینا ہے۔ اگر کوئی راستہ بتا دے اور دکھا دے کہ دیکھو وہ چراغ جل رہا ہے تو یہ اسکو گویا چراغ ہی تک پہونچا دینا ہے۔ اب صرف راستہ ہی چلنا باقی رہ جاتا ہے سو یہ طالب کے اختیار میں ہے۔ قدم اٹھاتا چلا جائے مقصود تک پہنچ جائے گا۔ اختیار کے متعلق استفسار پر فرمایا کہ اختیار تو بدیہیات بلکہ محسوسات میں سے ہے۔ اور بدیہیات محسوس کے لیے دلائل کی حاجت نہیں ہوا کرتی۔ اختیار کا ہونا تو اتنا ظاہر ہے کہ انسان تو انسان جانوروں تک کو اس کا ادراک ہے۔ دیکھئے اگر کسی کتے کو لکڑی سے مارا جائے تو وہ مارنے والے پر حملہ کرتا ہے نہ کہ لکڑی پر۔ اسکو بھی یہ امتیاز ہوتا ہے کہ کون مختار ہے کون مجبور ہے۔ ہر شخص اپنے وجدان کو ٹٹول کر دیکھ لے کہ جب وہ کوئی ناشائستہ حرکت کرتا ہے تو اسکو خجالت ہوتی ہے۔ اگر وہ اپنے کو مجبور سمجھتا تو پھر خجالت کیوں ہوتی۔ خجالت تو اپنے اختیاری فعل ہی پر ہو سکتی ہے۔ لہذا یقینی ہے کہ انسان مختار ہے اور یہ مسئلہ

اختیار اسقدر ظاہر ہے کہ ہر شخص اپنے اندر صفت اختیار کو وجداناً اور طبعاً محسوس کرتا ہے حتے کہ جو جبری ہیں وہ بھی محض قولاً جبری ہیں۔ وجداناً وہ بھی اختیار کے قائل ہیں کسیکو اس سے مجالِ انکار نہیں۔ یہ دوسری بات ہے کہ اس مسئلہ کی کنہ اور حقیقت کسیکو معلوم نہیں نہ معلوم ہوسکتی ہے۔ مگر کسی شئی کی حقیقت معلوم نہ ہونے سے اس کے وجود کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔ ضیاء اور روشنی کی حقیقت کسی کو معلوم نہیں لیکن اسکا وجود بالکل واضح اور مشاہد ہے کیا اس کے وجود کا کوئی انکار کرسکتا ہے۔ حضرت مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے نہایت سادہ اور سہل عنوان سے اس مسئلہ جبر و اختیار کو بیان فرمایا ہے۔ فرماتے ہیں۔

زاری ماشد دلیل اضطرار　　　　خجلت ماشد دلیل اختیار۔

اگر اضطرار نہیں تو یہ زاری کیوں ہے اور اگر اختیار نہیں تو اپنے کئے پر شرمساری کیوں ہے۔ غرض نہ خالص جبر ہے نہ خالص اختیار ہے اختیار خالص نہ ہونے کے یہ معنے ہیں کہ وہ ماتحت ہے اختیار حق کے مستقل اختیار نہیں ہے۔ بہرحال انسان میں صفت اختیار کا ہونا قطعی ہے۔ جب یہ ہے تو اپنی اصلاح کرنے میں بھی اس صفت اختیار کا ۴۷
استعمال کرنا چاہیے۔ جب تک یہ نہ کریگا اصلاح ممکن ہی نہ ہوگی۔ مثلاً کسی میں بخل ہے۔ تو کیا ذکر و شغل یا شیخ کی دعا و توجہ اور برکت سے یہ رذیلہ زائل ہوسکتا ہے ہرگز نہیں یہ رذیلہ تو نفس کی مقاومت ہی سے زائل ہوگا۔ البتہ ذکر و شغل وغیرہ معین ضرور ہوجائیں گے۔ مگر کافی ہرگز نہیں ہوسکتے۔ حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی قدس سرہ العزیز جابجا اپنے مکتوبات میں بھی فرماتے ہیں ؎

کار کن کار بگذر از گفتار　　　　کاندرین راہ کار باید کار۔

کام ہی کرنے سے کام چلتا ہے۔ نری تمناؤں یا نری دعاؤں سے کچھ نہیں ہوتا۔ عرض کیا گیا کہ بعض بزرگوں کی توجہ سے تو بڑے بڑے بدکاروں کی خود بخود اصلاح ہوگئی ہے فرمایا کہ یہ ایک قسم کا تصرف ہے۔ اور ایسا تصرف نہ اختیاری ہے نہ بزرگی کے لئے لازم ہے بہت سے بزرگوں میں تصرف بالکل ہی نہیں ہوتا۔ اور پھر تصرف کے اثر کو اکثر بقا بھی نہیں ہوتی۔ کچھ دن بعد پھر ویسے کے ویسے ہی بخلاف اس اثر کے جو کہ ہمت اور اعمال سے

واسطہ سے ہوتا ہے۔ وہ باقی رہتا ہے۔ توجہ کے اثر کی تو ایسی مثال ہے کہ کوئی شخص تنور کے پاس بیٹھ گیا۔ تو جب تک وہاں بیٹھا ہوا ہے تمام بدن گرم ہے مگر جیسے ہی وہاں سے ہٹا پھر ٹھنڈے کا ٹھنڈا۔ اور اعمال کے ذریعہ سے جو اثر ہوتا ہے وہ ایسا ہے کہ جیسے کسی نے کشتہ طلا کھا کر اپنے اندر حرارت غریزیہ پیدا کرلی۔ تو وہ اگر شملہ پہاڑ پر بھی چلا جائیگا تب بھی وہ حرارت بدستور باقی رہے گی اور اصل نفع وہی ہے جو باقی رہے۔ غرض نری دعا و توجہ پر بیٹھے رہنا اور خود اپنی اصلاح نہ کرنا محض خیال خام ہے۔ پھر ان شبہات کے پیش کرنے پر مزاحًا فرمایا کہ میں تو گویا یہ طب اکبر لوگوں کے لئے پیش کر رہا ہوں۔ مگر آپ چاہتے ہیں۔ کہ اس کے ورقوں پر کاغذ چپکا چپکا کر اس کے مضامین کو چھپائے رکھیں۔ عرض کیا گیا کہ جبلت تو کسی کی بدل نہیں سکتی پھر جبلی صفات رذیلہ کی اصلاح کیونکر اختیار میں ہوسکتی ہے۔ فرمایا کہ تعجب ہے۔ کہ آپ کے ابھی تک یہ شبہات ہیں یہ تو فرمایئے کہ مادہ جبلی ہوتا ہے یا فعل بھی جبلی ہوتا ہے۔ یہ تو مانا کہ مادہ اختیار میں نہیں ہے مگر فعل تو اختیار میں ہے وہ تو جبلی نہیں۔ مادہ بیشک زائل
نہیں ہوتا مگر اس کے مقتضا پر عمل کرنا نہ کرنا یہ تو اختیار میں ہے۔ اور اسی کا انسان مکلف ۴۸
ہے۔ اور بار بار اس مقتضا کی مخالفت کرنے سے وہ مادہ بھی ضعیف ہو جاتا ہے۔ پھر فرمایا کہ یہ بڑے کام کی باتیں ہیں اور در اصل تعلیم کے لائق یہی باتیں ہیں۔ مگر میں دیکھتا ہوں کہ آجکل ان باتوں کا کہیں تذکرہ نہیں نہ علماء کے ہاں نہ مشائخ کے یہاں تصوف کی ایک مبہم صورت بنا رکھی ہے اسی وجہ سے مدت سے اس کی حقیقت مستور چلی آتی تھی مگر الحمد للہ اس وقت ایسا وضوح ہوگیا ہے کہ کوئی خفا اور التباس کسی قسم کا اس میں باقی نہیں رہا۔ مجھے تو بحمد اللہ کسی مسئلہ تصوف میں مطلق شبہ یا خلجان نہیں ہوتا۔ نہ طالب کی کسی حالت کی حقیقت معلوم کرنے میں نہ اس کی اصلاح کی تدابیر تجویز کرنے میں خواہ کسی کی کیسی ہی الجھی ہوئی حالت ہو میں خیر خواہی سے عرض کرتا ہوں۔ کہ اس وضع کو اس زمانہ میں غنیمت سمجھ کر اس کی قدر کرنی چاہئے اور اس سے منتفع ہونا چاہئے

جامع عرض کرتا ہے کہ ایک زمانہ میں حضرت سے طریق اصلاح کا خلاصہ ایک طالب کو جنھوں نے اپنے اندر صدہا عیوب کا ہونا بیان کیا تھا اور اپنی اصلاح سے مایوسی

ظاہر کی تھی۔ صرف استحضار و ہمت تجویز کیا تھا اور اس سے ان کو بہت نفع ہوا تھا۔ اس تجویز کا اور اس تقریر کا حاصل ایک ہی ہے دونوں ایک ہی معنوں کے عنوان ہیں۔ اخلاص اور ہمت میں بھی اصل چیز ہمت ہے کیونکہ اخلاص پیدا کرنے کے لئے بھی ہمت ہی کی ضرورت ہوگی۔ اور ہمت کا معین استحضار ہے۔ اور استحضار کی صورتیں مختلف ہیں جو صورت شیخ تجویز کرے اس پر عمل کرے مثلاً ہر کوتاہی پر دس پانچ رکعتیں نفل بطور جرمانہ ادا کرنا۔ تاکہ جب دوسرا موقع کوتاہی کا پیش آئے۔ جرمانہ کے خوف سے استحضار کی کیفیت پیدا ہو جائے۔ اور جب استحضار ہو جائے فوراً ہمت سے کام لے اور تقاضائے نفس کو مغلوب کرے۔ اگر استحضار اور ہمت کا اہتمام رکھے گا انشاء اللہ تعالیٰ کوتاہیوں سے محفوظ رہے گا اور رفتہ رفتہ پوری اصلاح ہو جائے گی۔ طالب مذکور کے لئے علاوہ جرمانہ مذکورہ کے میں نے ہر روز مطالعہ نزہۃ البساتین بھی تجویز کیا تھا جس میں ایک ہزار حکایات اولیاء اللہ کی درج ہیں اس سے بھی علاوہ برکت کے بہت کچھ قوت استحضار اور ہمت کو پہنچتی ہے۔ نیز جامع عرض کرتا ہے
کہ احقر نے حضرت کی اس تجویز استحضار و ہمت کو بوجہ نہایت نافع ہونے کے ایک ۴۹
شعر میں محفوظ کر لیا تھا۔ وھو ھذا ؎

جو گُر حضرت نے فرمایا ہے استحضار و ہمت کا
سراسر نسخۂ اکسیر ہے اصلاح امت کا

بس اب اتمام حجت ہو چکا۔ وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ ۱۲

ضمیمۃ السلسبیل ملقب بہ البرق السم

جو ملفوظ بالا کا ہی خلاصہ ہے۔ اور یہ ایک خط کا جواب ہے جس میں ایسا وظیفہ یا طریقہ پوچھا گیا تھا جس سے طاعات میں ترقی اور معاصی سے اجتناب میسر ہو اس کا جواب حسب ذیل دیا گیا طاعت اور معصیت دونوں امر اختیاری ہیں جن میں وظیفہ کو کچھ دخل نہیں نہ طریقہ

ع۱ تتمۃ الضمیمہ ملقب بہ الیقظ فی الہمم در ماہیت اصلاح (جو ایک صاحب کو بطور خط لکھا گیا تھا) غیر اختیاری کے درپے نہ ہونا۔ اختیاری میں ہمت کرنا اس میں جو کوتاہی ہو جاوے اس پر استغفار اور دوسری مرتبہ تدارک اور توفیق کی دعا کرنا یہی اصلاح ہے۔ الیقظ فی الہمم ۱۲

سو طریقہ امور اختیاریہ کا بجز استعمال اختیار کے اور کچھ بھی نہیں۔ ہاں سہولت اختیار کے لئے ضرورت ہے مجاہدہ کی جس کی حقیقت ہے مخالفت (بمعنے مقاومت) نفس اسکو ہمیشہ عمل میں لانے سے بتدریج سہولت حاصل ہوجاتی ہے۔ میں نے تمام فن لکھدیا۔

(نوٹ) آگے شیخ کے دو کام رہ جاتے ہیں ایک بعض امراض نفسانیہ کی تشخیص دوسرے بعض طرق مجاہدہ کی تجویز جو کہ ان امراض کا علاج ہے۔

کتبہ اشرف علی۔

تمہید رفع الضیق عن اہل الطریق

بعد حمد و صلوۃ احقر اشرف علی عفی عنہ عرض رسا ہے کہ منجملہ موانع طریق سلوک کے
دو امر خاص ہیں جو اسقدر کثیر الوقوع ہیں کہ شاید ہی کوئی سالک اُن میں مبتلا ہونے سے بچا ہو بلکہ ۵۰
اہل علم بھی اکثر مبتلا ہیں اُنمیں سے ایک یہ ہے کہ بعض امور غیر اختیاریہ کی تحصیل کی فکر میں پڑ جاتے ہیں جیسے ذوق و شوق و استغراق و لذت و یکسوئی و دفع خطرات و سوزش و انجذاب و عشق طبعی وامثالہا اور ان امور کو ذکر و شغل و مجاہدہ کے ثمرات سمجھ جاتے ہیں اور ان کے حاصل ہونیکو مقصود سمجھتے ہیں اور دوسرا یہ ہے کہ بعض امور غیر اختیاریہ کے ازالہ کے اہتمام میں لگجاتے ہیں جیسے قبض و ہجوم خطرات اور دل نہ لگنا یا کسی آدمی یا مال کی طبعی محبت یا شہوت یا غضب طبعی کا غلبہ یا قلب میں رقت نہ ہونا یا رونا نہ آنا یا کسی دنیوی غم کا غلبہ یا کسی دنیوی خوف کا غلبہ وامثالہا اور ان امور کو طریق کے لئے مضر اور مقصود سے مانع سمجھتے ہیں اور ان کے زائل نہ ہونے کو موجب بعد عن اللہ سمجھتے ہیں یہ ہیں وہ امور جن میں عام طور پر اہل سلوک مبتلا ہیں۔ اور امر مشترک ان دونوں امر میں امر یہ ہے کہ امور غیر اختیاریہ کے درپے ہوتے ہیں تحصیلاً یا ازالۃً اور امور غیر اختیاریہ کے درپے ہونا مشتمل ہے متعدد مفاسد پر ایک مفسدہ یہ ہے اور یہ اعتقادی مفسدہ ہے کہ

دریردہ اس میں حق تعالیٰ کے ارشاد لا یکلف اللہ نفسا الا وسعہا کی مزاحمت ہے
کیونکہ جب یہ امور غیر اختیاریہ ہیں تو انسان کی وسع میں نہ ہوئے نہ تحصیلاً نہ ازالۃً کیونکہ قدرت
ضدین سے متعلق ہوتی ہے تو جس چیز کی تحصیل اختیار میں نہیں اس کا ازالہ بھی اختیار میں نہیں
اسی طرح جس چیز کا ازالہ اختیار میں نہیں اس کی تحصیل بھی اختیار میں نہیں پس جب یہ انسان
کی وسع میں نہ ہوئے اور سالک نے ان کی تحصیل یا ازالہ کو موقوف علیہ مقصود ماموربہ کا سمجھا
اور ظاہر ہے کہ ماموربہ کا موقوف علیہ ماموربہ ہوتا ہے تو اس نے ان امور کی تحصیل یا ازالہ
کو ماموربہ سمجھا اور ماموربہ کے لئے وسع کا شرط ہونا نص سے ثابت ہے اور یہ وسع میں ہے
نہیں تو گویا یہ معتقد ہوا اس امر کا کہ ماموربہ کے لئے وسع شرط نہیں تو صریح مزاحمت ہوئی
ارشاد لا یکلف اللہ نفسا الا وسعہا کی اور یہ کتنی بڑی غلطی ہے دوسرا مفسدہ یہ ہے
اور یہ عملی مفسدہ ہے کہ جب یہ امور اختیاری نہیں تو کوشش کرنے سے نہ حاصل ہوں گے
اور نہ زائل ہوں گے اور تحصیل و ازالہ کے لئے کوشش کرے گا جب کامیابی نہ ہو گی
تو روز بروز پریشانی ہی بڑھے گی پھر اس پریشانی کے بہ آثار محتمل ہیں اول ۵۱
پریشانی کے تواتر سے کبھی بیمار ہو جاتا ہے پھر بیماری میں بہت سے اوراد و طاعات
سے محروم رہ جاتا ہے۔ ثانی پریشانی و غم کے غلبہ سے بعض اوقات اخلاق میں
تنگی ہو جاتی ہے اور دوسروں کو اس سے اذیت پہنچتی ہے۔ ثالث غم و فکر کے
غلبہ سے بعض اوقات اہل و عیال یا دیگر اہل حقوق کے حقوق میں کوتاہی ہونے لگتی
ہے۔ اور معصیت تک نوبت پہونچ جاتی ہے رابع کبھی یہ پریشانی اس حد تک پہنچ
جاتی ہے کہ مقصود سے مایوس ہو کر خودکشی کر لیتا ہے اور خسر الدنیا والآخرۃ کا مصداق
بنتا ہے۔ خامس کبھی مایوس ہو کر اعمال و طاعات کو بیکار سمجھ کر سب چھوڑ
بیٹھتا ہے اور بطالت و تعطل محض کی نوبت پہونچ جاتی ہے سادس کبھی
شیخ سے بد اعتقاد ہو جاتا ہے کہ مقصود کا راستہ خود ان ہی کو معلوم نہیں۔
سابع کبھی حق تعالیٰ سے ناراض ہو جاتا ہے کہ ہم اتنی کوشش و مجاہدہ کر رہے
ہیں مگر کامیابی ہی نہیں ہوتی خدا رحمت نہیں فرماتے بالکل توجہ نہیں ہے

خدا جانے وہ تمام وعدے کہاں گئے جیسے والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا الآیۃ اور من تقرب الی شبرا تقربت الیہ ذراعا الحدیث تو نعوذ باللہ نصوص کی صریح تکذیب کرنے لگتا ہے نعوذ باللہ من الحور بعد الکور۔ غرض یہ نمونہ ہے ان مفاسد کا جن میں کوئی مضرت بدنی یا نفسی ہے کوئی مضرت دینی ہے معصیت یا کفر اسی وجہ سے میں نے تمہید کی سطر اول میں ان دونوں امر کو مانع طریق سلوک کہا ہے اور اہل طریق نے ہر زمانہ میں ان موانع کا معالجہ حسب استعداد طالبین فرمایا ہے ان ہی معالجات میں سے وہ معالجات بھی ہیں جو اس زمانہ کی حالت و استعداد کے موافق وقتاً فوقتاً تربیۃ السالک کا جزو بنتے رہتے ہیں چونکہ رسالہ مذکورہ ذرا طویل ہے اور ایسے اجزاء اس میں مختلف مقامات پر منتشر طور پر مذکور ہیں کہ بدون پورے رسالہ کے مطالعہ کے ان کا اجتماع ذہن میں نہیں ہو سکتا بلکہ اس وجہ سے کہ درمیان درمیان دوسرے مضامین متخلل و حائل ہو جاتے ہیں اس لئے ان کے اثر سے پہلے جزو کا اثر مضمحل ہو جانے کے سبب پورے مطالعہ میں بھی کافی اجتماع نہیں ہوتا
اور بعض مبتلا کے لئے ضرورت ہوتی ہے اس اجتماع کی اس لئے احقر نے مناسب سمجھا کہ ایسے ۵۲
خاص مضامین رسالہ مذکورہ میں سے منتخب ہو کر یکجا مجتمع ہو جائیں تاکہ ایسے طالب کو سہولت سے استفاع ہو سکے جیسا کہ رسالہ حسن العلاج میں ایک خاص قسم کے مضامین اسی مصلحت سے جمع کئے گئے ہیں چنانچہ احقر نے یہ کام مولوی عبد المجید صاحب بچھرایونی کے سپرد کیا اور یہ بھی رائے دی کہ اگر میرے دوسرے رسائل میں ایسے مضامین مل جاویں تو ان کو بھی اس کا تابع بنا کر منضم کر دیا جاوے چنانچہ یہ رسالہ حاضر ہے اور نام اس کا رفع الضیق عن اہل الطریق رکھا گیا واللہ ولی النفع وبیدہ ازمۃ الجلب والدفع۔

خطبہ حقیقۃ الطریقۃ

الحمد للہ الذی نور الارض والسماء وھو یھدی لنورہ من یشاء والصلوۃ والسلام الاتمان الاکملان علی سیدنا محمد سید الانبیاء من صدرہ مشکوۃ فیھا مصباح الاھتداء وعلی الذین امنوا معہ وشیعتہ

وعلی آلہ الاتقیاء وصحبہ الاصفیاء، وورثتہ من العلماء والاولیاء + الذین لا تلہیہم تجارۃ ولا بیع عن ذکر اللہ واقام الصلوٰۃ التی تنہی عن الفحشاء + وینفقون فی السراء والضراء، ویخافون یوما تتقلب فیہ القلوب والابصار لیجزیہم اللہ احسن الجزاء + ویزیدہم اللہ من فضلہ واللہ یرزق من یشاء بغیر احصاء + من احبہم واتبعہم کان مع الذین انعم اللہ علیہم من النبیین والصدیقین والشہداء والصلحاء + ومن ابغضہم وعاندہم کان من اہل الشقاء + من الذین اعمالہم للسمعۃ والریاء + کسراب بقیعۃ یحسبہ الظمآن کالماء + او لبعدہا عن الصفا والجلاء + والنور والضیاء کظلمات فی بحر لجی یغشہ موج من فوقہ موج من فوقہ سحاب وہباء + ظلماء فوق ظلماء +

بعد حمد وصلوٰۃ مدعائے ضروری یہ ہے کہ ہر مسلمان پر بعد تصحیح عقائد و اصلاح اعمال ظاہری فرض ہے کہ آپ نے اعمال باطنی کی اصلاح کرے قرآن مجید میں
۵۴ بے شمار آیات اور حدیث میں بے انتہا روایات اس کی فرضیت پر صراحۃً دال ہیں گو اکثر اہل ظاہر بسبب پابندی ہوا و ہوس اس دلالت سے غافل ہیں۔ کون نہیں جانتا کہ قرآن و حدیث میں زہد و قناعت و تواضع و اخلاص و صبر و شکر و حب الٰہی و رضا بالقضاء و توکل و تسلیم وغیرہ ذلک کی فضیلت اور ان کی تحصیل کی تاکید اور ان کے اضداد حب دنیا و حرص و تکبر و ریا و شہوت و غضب و حسد وغیرہا کی مذمت اور ان پر وعید وارد و مذکور ہے پھر ان کے مامور بہ اور ان کے منہی عنہ ہونے میں کیا شبہ رہا اور یہی معنی ہیں اصلاح اعمال باطنی کے اور یہی مقصود اصلی ہے طریقت میں جس کا فرض ہونا بلا اشتباہ ثابت ہے اور اسی کے ساتھ تجربہ اس کا بھی شاہد ہے کہ اس اصلاح کا مدار اعظم عادۃ اللہ میں صحبت و خدمت و اطاعت ان حضرات کی ہے جو اپنی اصلاح کر چکے ہیں اور جہاں صحبت ظاہری میسر نہ آوے تو صحبت معنوی یعنی ان حضرات کے حالات و حکایات کا مطالعہ قائم مقام صحبت ظاہری کے ہو کر کسی درجہ میں کفایت کر سکتا ہے اور یہی راز ہے کہ نصوص میں بکثرت صحبت نیک کی ترغیب اور صحبت بد سے ترہیب آئی ہے۔ اسی طرح آیات و احادیث میں مقبولان الٰہی کے قصص جا بجا آئے ہیں۔ اور یہی بھی اشباہ و

تجربہ ثابت ہوچکا ہے کہ یہ تاثیر صلحاء کی صحبت ظاہری یا معنوی کی موقوف ہے اسپر کہ اُن کے
ساتھ عقیدت ومحبت ہو ورنہ عمر بھر بھی کچھ نفع نہیں ہوتا اور جس طرح کہ اہلِ صلاح کی صحبت
نافع ومفید ہے۔ اسیطرح اہل فساد کا قرب اور تعلق خاطر مضر اور مہلک ہے اور اس زمانہ
میں بوجہ قلت علم ونیز غلبۂ ہوائے نفسانی اصلاح باطنی کی طرف اوّل تو اکثر کو التفات
ہی نہیں پھر اگر کسی کو خیال بھی ہوتا ہے۔ اور اس ضرورت سے کسی کی صحبت کا جویا ہوتا ہے تو
چونکہ اکثر طبائع میں اعتدال علمی وعملی بہت کم ہے یا تو تشدد وتعصب زیادہ ہے اور یا مداہنت
وضعف دینی بڑھا ہوا ہے۔ اسلئے دو امر قوی مانع طریق وسدراہ ہوجاتے ہیں متشددین
تو کاملین واہل حق کے بعض اقوال یا افعال یا احوال کی کنہ اور لم نہ سمجھنے سے اُن کو مخالف
سنت قرار دیکر ان سے کنارہ کش ہوجاتے ہیں اور اُن کی برکات سے محروم رہتے ہیں
بلکہ بعض اوقات گستاخی وبے ادبی کرکے اپنی عاقبت کو پُرخطر کرلیتے ہیں اور مداہنین
اور ضعیف الاعتقاد لوگ ناقصین واہل باطل کے تمام اقوال وافعال واحوال کو بلا تطبیق
شریعت دل وجان سے قبول کرکے اُن کی صحبت وخدمت اختیار کرکے اور اُن کے محب ۵۴
معتقد بنکر اپنا دین ضائع کر بیٹھتے ہیں اسلئے سخت ضرورت واقع ہوئی کہ قرآن وحدیث
سے طریقت کی حقیقت دکھلادی جاوے تاکہ اس کے بعد اہل کمال پر انکار نہو اور ناقصین
پر اعتقاد نہو متشددین کا افراط کہ بسبب اُن میں باوجود تحصیل علم کے کاملین کو ناقص اور
اون کی حالت کو خلاف شریعت اور یہ کہ دین میں اسکی کچھ اصل نہیں گمان کرتے
ہیں رفع ہوجاوے اور سست اعتقادوں کی تفریط کہ ناقصین ومبطلین کو کامل اور
اُنکی حالت کو باوجود خلاف شریعت ہونے کے عین حقیقت اور یہ کہ عین قرب ووصل
سمجھتے ہیں دفع ہوجاوے اور امر حق کہ اعتدال بین الافراط والتفریط ہے متعین ومتحقق ہوجاوے

مقدمہ

اوپر تمہید میں گذرچکا ہے کہ مقصود اصلی اس طریق باطن میں اصلاح اعمال باطنی ہے
اور ان اعمال کو اصطلاح میں اخلاق ومقامات کہتے ہیں لیکن جس طرح ظاہر مقصود

کے ساتھ اسکے کچھ متعلقات بھی ہوا کرتے ہیں اسیطرح اس اصلاح مذکور کے ساتھ بھی بہت سے امور
اسکے متعلق ہیں پھر ان متعلقات میں سے بعض امور وہ ہیں جو بمنزلہ ثمرات غیر اختیاریہ اصلاح
مذکور کے ہیں اُن کو اصطلاح میں احوال کہتے ہیں اور بعض امور ان ثمرات کے معین
و بمنزلہ اسباب حصول ہیں انکو اشغال کہتے ہیں۔ اور بعض امور کسی اشتباہ کا دفع
یا کسی مرض باطنی کا علاج یا کسی عمل کا طرز و طریق ہے اسکو تعلیمات سے تعبیر کرنا مناسب
ہے اور بعض امور اختیاری یا غیر اختیاری ان ثمرات کے آثار ظاہری ہیں انکو علامات سے
تعبیر کرنا زیبا ہے اور بعض امور از قبیل نصوص اُن اخلاق و صفات محمودہ پر بشارت دینے
والے ہیں انکو فضائل کہنا لایق ہے اور بعض امور از قسم افعال اختیاریہ بمنزلہ امور طبعیہ
اس قوم کے ہیں انکو عادات و آداب کہنا مناسب ہے۔ اور بعض افعال از قسم افعال
مباحہ مبنی بر بعض مصالح غیر ضروریہ ہیں انکو رسوم کہا جاوے تو بہتر ہے اور بعض امور
محض تحقیقات علمیہ ہیں انکو مسائل کہنا چاہئے۔ اور بعض امور از قسم عبارات ہیں
انکو اقوال کہنا چاہیئے اور بعض امور ظاہر نظر میں حدود جواز سے متجاوز معلوم ہوتے ۵۵
ہیں اگر واقع میں وہ داخل حدود ہیں تو اُن کی نسبت جو تاویل اور تطبیق کیجاوے اسکو
توجیہات کہنا خوب ہے اور اگر واقع میں بھی خارج حدود ہیں تو اس میں تنبیہ کی حاجت
ہے جسکو اصلاح کہنا چاہئے اور بہت کم ایسے امور رہ گئے ہوں گے کہ ان کلیات
میں سے کسی کی فرد ہوں انکو متفرقات کہا جاوے گا۔

مضمون تنبیہ الطربی

(متن) قال القاضی ثناء اللّٰہ رح فی
تفسیرہ تحت آیۃ کما ارسلنا فیکم رسولا منکم
یتلوا علیکم ایاتنا الایۃ من اراد ان
ینطق بتلک المعارف فلابد لہ من
ایراد مجازات و استعارات لا یھتدی

(ترجمہ) قاضی ثناء اللہ رح نے
اپنی تفسیر میں کہا ہے کہ جو شخص ان معارف
کے ساتھ تکلم کرنا چاہتا ہو اسکو مجاز ا
و استعارات لانا پڑتا ہے کہ اس کے مقصود
تک عوام کی رسائی نہیں ہوتی اسلئے وہ

الى مرادها العوام فيفسقونه ويكفرونه
فان قيل فاى ضرورة فى التكلم بها
وما بال القوم يصنفون فيها مجلدات
قلت ليس الغرض من تلك التصنيفات
اعطاء تلك العلوم ولا يحصل بمطالعة
تلك الكتب شئ من القرب والولاية
بل الغرض منها تنبيه العارفين المحصلين
لتلك العلوم بالجذب والسلوك على بعض
تفاصيلها وتطبيق احوال المريدين
ومواجيدهم على احوال الاكابر ومواجيدهم
كى يظهر صحة احوالهم وتطمئن به قلوبهم
۵۷ وكثيرا ما يتكلمون بتلك المعارف فى غلبة
الاحوال فالطريق السوى للعوام عند
مطالعة كتبهم وسماع كلامهم عدم
الانكار وحمله على ظاهر الشريعة مهما
امكن بالتاويلات فان كلامهم رموز
واشارات او تفويض علمه الى علام
الغيوب كما هو شان المتشابهات فان
فى كلامهم مجازات واستعارات
مصروفة عن الظاهر ليس شئ منها
مخالفا للشرع بل هى لب الكتاب
والسنة رزقنا الله سبحانه بفضله
والمنة (تفسير مظهری)

لوگ اسکو فاسق اور کافر بتاتے ہیں اگر کوئی
سوال کرے کہ پھر اس کے ساتھ تکلم کرنے
کی اور تصنیف کرنے کی کیا ضرورت ہے
جواب دوں گا کہ ان تصنیفات سے غرض
ان علوم کا افادہ نہیں ہے اور نہ ان کے
مطالعہ سے قرب اور ولایت حاصل ہوتی
ہے بلکہ مقصود اس سے ان عارفین کو جو کہ
ان علوم کو جذب اور سلوک سے حاصل کرتے
ہیں بعض تفصیلات پر تنبیہ کرنا ہوتا ہے
اور مریدین کے احوال مواجید کو اکابر کے
احوال و مواجید پر منطبق کرنا ہوتا ہے تاکہ
ان کے احوال کا صحیح ہونا ظاہر ہو جائے
اور اس سے ان کے قلوب کو اطمینان
ہو جاوے اور بسا اوقات ان معارف
کے ساتھ غلبہ احوال میں تکلم کرتے ہیں پس
طریق مستقیم عوام کے لئے ان حضرات کا
کلام سننے کے وقت اور ان کی کتابوں کو
مطالعہ کرنے کے وقت یہ ہے کہ اعتراض
نہ کریں اور ان کو بقدر امکان تاویلات
کرکے ظاہر شریعت پر محمول کریں کیونکہ
ان کا کلام رموز و اشارات ہوتے ہیں یا اگر
تاویل سمجھ میں نہ آوے تو علام الغیوب کے حوالہ کریں
جیسا کہ متشابہات کی شان ہوتی ہے۔

(باقی آئندہ)

پیش او مهمان شد او وقت تموز / هر دو زاهد جمع گشته چند روز

گفت اینجا ای عجب مصحف چراست / چونکه نابیناست این درویش راست

اندرین اندیشه تشویشش فزود / که جز او را نیست اینجا باش و بود

اوست تنها مصحفی آویخته / من نیم گستاخ یا آمیخته

تا بپرسم نی خمش صبری کنم / تا بصبری بر مرادی بر زنم

صبر کرد و بود چندی در حرج / کشف شد کالصبر مفتاح الفرج ۴۵

صبر گنج ست ای برادر صبر کن / تا شفا یابی تو زین رنج کهن

صبر سوی کشف بر مر رهبرست / صبر تلخ آمد بر او شکرست

رفت لقمان سوی داود از صفا / دید کو میکرد زآهن حلقها

جمله را با همدگر در مے فگند / زآهن پولاد آن شاه بلند

صنعت زرّاد او کم دیده بود / در عجب میماند وسواسش فزود

کاین چہ شاید بود وا پرسم ازو | کہ چہ می سازی ز حلقہ تو بتو
باز با خود گفت صبر اولی ترست | صبر با مقصود زوتر رہبرست
چون نپرسی زودتر کشفت شود | مرغ صبر از جملہ پران تر شود
ور بپرسی دیرتر حاصل شود | سہل از بی صبریت مشکل شود
چونکہ لقمان تن بزد اندر زمان | شد تمام از صنعت داؤد آن
پس زرہ سازید و درپوشید او | پیش لقمان حکیم صبر خو ۲
گفت این نیکو لباس است ای فتی | در مصاف و جنگ دفع زخم را
گفت لقمان صبر نیکو ہمدمیست | کو پناہ و دافع ہر جا غمیست
صبر را با حق قرین کرد ای فلان | آخر والعصر را آگہ بخوان
صد ہزاران کیمیا حق آفرید | کیمیائے ہمچو صبر آدم ندید
مرد مہمان صبر کرد و ناگہان | کشف گشتش حال مشکل در زمان

نیم شب آواز قرآن را شنید — جست از خواب آن عجائب را بدید

که ز مصحف کور میخواند درست — گشت بیصبر و ز کور آن حال جست

گفت چون در چشمهایت نیست نور — چون ہمی بینی ہمی خوانی سطور

آنچه میخوانی بر آن افتادهٔ — دست را بر حرف آن بنهادهٔ

اصبعت در سیر پیدا مے کند — که نظر بر حرف داری مستند

گفت اے گشته ز جہل تن جدا — این عجب مے داری از صنع خدا ۲۱۷۸

می ز حق درخواستم کای مستعان — بر قرأت من حریصم ہمچو جان

نیستم حافظ مرا نورے بده — در دو دیده وقت خواندن بے گره

باز ده دو دیده ام را آن زمان — که بگیرم مصحف و خوانم عیان

آمد از حضرت ندا کاے مرد کار — اے بہر رنجے بما امیدوار

حسن ظن است و امیدے خوش ترا — که ترا گویم بہر دم برترآ

هر زمان که قصد خواندن باشدت / باز مصحفها قرائت بایدت

من در آندم وادهم چشم ترا / تا فروخوانی معظم جوهرا

همچنان کرد و هر آنگاهی که من / واگشایم مصحف اندر خواندن

آن خبیرے که نشد غافل ز کار / آن گرامی پادشاه کردگار

باز بخشد بینشم آن شاه فرد / در زمان همچون چراغ شب نورد

زین سبب نبود ولی را اعتراض / هر چه بستاند فرستد اعتیاض ۸۴۹

گر بسوزد باغت انگورے دهد / در میان ماتمت سورے دهد

آن شل بے دست را دستے دهد / کان غمها را دل مستے دهد

لانسلّم و اعتراض از ما برفت / چون عوض می آید از مفقود زفت

چونکه بے آتش مرا گرمی رسد / راضیم گر آتشش ما را کشد

چونکه بے شمعت به بخشد دیدنے / این چنان کوریست چشم روشنی

(باقی آئندہ)

ف لكنه مع ذلك مباح اذا
لم يعتقد السنية بل هو اسم صالح
مبني على المصالح كتعميم المحصلين
الفارغين من العلوم الدرسية
هو رسم بين اصحاب الدرس۔

الحديث۔ لسعت
حية الهوى كبدي
الى اخر البيتين
وانهما انشدا بين
يدي النبي صلى الله
عليه وسلم وقال
ابن تيمية ما اشتهر ان
ابا محذورة انشد
بين يديه صلى الله
عليه وسلم وانه
تواجد حتى وقعت
البردة الشريفة
عن كتفه فتقاسمها
فقراء الصفة
وجعلوها رقعا
في ثيابهم فهو كذب

ف لیکن باوجود اس کے لبس خرقہ
مباح ہے جب اسکو مسنون نہ سمجھا جاوے
بلکہ وہ ایک رسم صالح ہے جو بہت سے
مصالح پر مبنی ہے جیسے فارغین علوم درسیہ
کو عمامہ باندھنا اہل مدارس میں ایک رسم ہے

حدیث قد لسعت حیۃ الہوی
کبدی دو شعروں کے ختم تک (اور
وہ دو شعر یہ ہیں

قد لسعت حیۃ الہوی کبدی
فلا طبیب لہا ولا راقی
الا الحبیب الذی شغفت بہ
فعندہ رقیتی وتریاقی

اور یہ کہ یہ اشعار نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے
روبرو پڑھے گئے (اس کے متعلق)
ابن تیمیہ نے کہا ہے کہ یہ جو مشہور ہے
کہ ابو محذورہ نے یہ اشعار حضور اقدس
صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو پڑھے
اور آپ نے وجد فرمایا حتی کہ آپ کی چادر مبارک
آپ کے شانہ سے گر گئی اور اسکو فقراء
صفہ نے باہم تقسیم کر لیا اور اپنے کپڑوں
میں اس کے پیوند لگا لئے سو یہ قصہ

باتفاق اهل العلم بالحديث
وما روي في ذلك فموضوع
ف قلت وهو ايضًا عند
علماء الصوفية امر مباح
في نفسه لاغراض
محمودة بشرائط
خاصة متعارفة
عندهم مضبوطة
في مقالاتهم منها ان لا
يترتب عليه فساد لا
ظاهر ولا باطن هذا الكلام ۱۰۲
في السماع والوجد والتواجد اما
تقاسم الخرقة للتبرك فهو كلبس
الخرقة الذي ذكرنا رسم ناشئ عن
اعتقاد البركة ولما كان تحصيل البركة
من الاغراض المحمودة لم يدخل هذا
التمزيق في الاسراف والاتلاف فعليك بالادب
والانصاف واياك والاعتراض والاعتساف
في امر الصوفية ولو لم يكونوا من الاسلاف
الحديث لولا
عباد الله ركع و

باتفاق محدثین غلط ہے اور جو کچھ اس باب
میں مروی ہے سب موضوع ہے **ف**
میں کہتا ہوں کہ یہ بھی علماء صوفیہ کے نزدیک
اغراض محمودہ کے لئے ایک امر فی نفسہ مباح
ہے مگر خاص شرائط کے ساتھ جو ان کے
نزدیک مقرر ہیں اور ان کے کلمات میں
منضبط ہیں انہیں سے ایک یہ بھی ہے
کہ اوس پر کوئی فساد ظاہری یا باطنی مرتب
نہو یہ کلام تھا سماع اور وجد اور تواجد میں
باقی خرقہ کا برکت کے لئے تقسیم کرلینا
پس وہ لبس خرقہ کی طرح جس کا ذکر ابھی
اوپر گذرا ہے ایک رسم ہے جو اعتقاد
برکت سے ناشی ہے اور چونکہ برکت
کا حاصل کرنا اغراض محمودہ سے ہے اسلئے
یہ خرقہ کا پارہ پارہ کردینا اسراف
اور اتلاف میں داخل نہیں سو تم صوفیہ
کے بارہ میں گو وہ متقدمین میں سے نہوں
ادب اور انصاف کا لحاظ رکھنا اور اعتراض
اور کجروی سے بچنا۔
حدیث اگر اللہ کے وہ بندے نہوتے
(جو بڑھاپے سے) جھک گئے ہیں اور

صبیة رضع وبهائم رتع
یصب علیکم البلاء
صبا الطیالسی و الطبرانی
وابن منده وابن
عدی واخرون
من حدیث مالك
ابن عبیدة وابن مسافع
الدیلمی عن ابیه
عن جده وابو یعلی
من حدیث
ابی هریرة
کلاهما به
مرفوعاً **ف** دل
علی کون الدنی
نافعا للشریف
ومن ثمرته
اهل الله یرون
انفسهم اخس
من کل احد
حتی من البهائم
ویقاس النفع

دودھ پینے والے بچے نہ ہوتے اور
چرنے والے بہائم نہ ہوتے تو تم لوگوں پر
(معاصی کی سزا میں) مینہ کی طرح عذاب
برستا روایت کیا اسکو طیالسی اور
طبرانی اور ابن مندہ اور ابن عدی اور
دوسرے محدثین نے مالک بن عبیدہ
ابن مسافع دیلمی کی روایت سے وہ
روایت کرتے ہیں اپنے باپ سے
اور وہ ان کے دادا سے اور ابو یعلیٰ
نے ابو ہریرہ کی حدیث سے دونوں
۱۰۴ نے اسی لفظ سے مرفوعاً روایت کیا
ہے **ف**۔ یہ حدیث اسپر دال ہے
کہ ادنیٰ سے اشرف کو نفع پہونچ جاتا
ہے (چنانچہ بہائم تک سے آدمی کو
یہ نفع پہونچا کہ اون کی بدولت نہ عذاب
سے محفوظ رہا) اور اسیوجہ سے
اہل اللہ کو دیکھتے ہو کہ وہ اپنے کو
ہر شخص سے کمتر سمجھتے ہیں حتے کہ بہائم
سے بھی اور نفع دنیوی پر نفع دینی کا
قیاس ہو سکتا ہے (کہ وہ بھی دنی سے
شریف کو بعض اوقات پہونچ جاتا ہے

الديني على النفع الدنيوي۔
الحديث لو انكم
توكلون على الله حق
توكله لرزقكم كما
يرزق الطير تغدو
خماصا وتروح بطانا
احمد والطيالسي في مسندهما
والترمذي وابن ماجة
من حديث ابي تميم
الجيشاني عن عمر مرفوعا و
صححه ابن خزيمة وابن حبان ۱۰۴
والحاكم وللعسكري من جهة
وهب بن منبه
قال سئل ابن
عباس عن المتوكل
فقال الذي
يحرث ويبذر
بذره بين المدر
ومن طريق
معوية بن قرة قال
لقي عمر بن الخطاب

چنانچہ بکثرت مشاہد ہے)
حدیث۔ اگر تم اللہ تعالیٰ پر توکل
رکھتے جیسا توکل کا حق ہے تو تم کو
اللہ تعالیٰ اس طرح رزق دیتا جیسا کہ
پرندوں کو رزق دیتا ہے کہ صبح کو
گھونسلوں سے بھوکے نکلتے ہیں
اور شام کو پیٹ بھر کر جاتے ہیں۔
روایت کیا اسکو احمد اور طیالسی نے
اپنے مسندوں میں اور ترمذی۔ اور
ابن ماجہ نے بھی ابو تمیم جیشانی کی
روایت سے اور وہ حضرت عمرؓ
سے اسی لفظ کے ساتھ مرفوعاً
روایت کرتے ہیں اور تصحیح کی اسکی
ابن خزیمہ اور ابن حبان اور حاکم
نے اور عسکری کی روایت وہب
ابن منبہ کی جہت سے یہ ہے کہ حضرت
ابن عباسؓ سے متوکل کے بارہ میں پوچھا گیا کہ
متوکل کون ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ جو شخص کھیتی کرے اور
مٹی میں اپنا تخم ڈالے (یعنی اسباب معاش
کو اختیار کرے) اور معویہ بن قرہ کی طرق
سے یہ ہے کہ حضرت عمرؓ اہل یمن کے

باقی آئندہ

کہ کم پڑھا ہوا اسلئے کہ مولانا کی طبیعت میں ہمیشہ سے ایک آزادی تھی مگر دیکھئے علوم کے ایسے دریا تھے کہ جس کے پانی نے تمام ہندوستان کو سیراب کر دیا اب بھی جس طالب علم کا جی چاہے تجربہ کر لے اور تقویٰ اختیار کر کے دیکھ لے کہ کیسے کیسے علوم حاصل ہوتے ہیں اگر خلوص سے تقویٰ کو اختیار کیا جائے تو اسکی برکت کی تو حد نہیں اگر خلوص نہ ہو تو امتحان ہی کیلئے کر کے دیکھ لو اسکی برکت بھی کچھ نہ کچھ دیکھ لو گے بقول مولانا روم

سالہا تو سنگ بودی دل خراش ‏ ‏ ‏ ‏ آزموں را یک زمانے خاک باش
در بہاراں کے شود سرسبز سنگ ‏ ‏ ‏ ‏ خاک شو تا گل بروید رنگ رنگ

(وعظ ایضاً ص۱۲۵ سنہ ۱)

(۵۷) **حکایت** حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے بچپن میں یہ آیت سنی وقودها الناس والحجارة تو بے انتہا روتے تھے ایک شخص نے کہا کہ آپ تو اہل بیت میں سے ہیں آپ اسقدر کیوں روتے ہیں فرمایا کہ کنعان نوح علیہ السلام کا بیٹا تھا دیکھئے اس کے لئے ارشاد ہے انہ لیس من اهلك اس شخص نے کہا کہ ۴۹
آپ تو بچے ہیں فرمایا میں نے اپنی ماں کو دیکھا ہے کہ جب چولہے میں آگ سلگاتی ہیں تو اول چھوٹی لکڑیوں میں آگ لگاتی ہیں پھر ان سے بڑی لکڑیوں میں۔ اسیطرح مجھکو ڈر ہے کہ وہاں بھی ویسی ترتیب نہ ہو اب اسوقت کے بچے جو ہیں کیا ان پر وحی نازل ہوتی ہے کہ ان کے ذمہ بجز لہو ولعب کے کوئی کام نہیں اور یاد رکھو جو طلبہ بالغ ہیں وہ تو بچے نہیں ہیں اونکو تو بیفکر نہ ہونا چاہئے (وعظ ایضاً ص۱۲۹ سنہ)

(۵۸) **حکایت** کسی پیر کی فاتحہ گرم کھیر پر دی تھی تو پیر نے کہا کہ میری زبان میں چھالا پڑ گیا۔ یہ بالکل غلط ہے (وعظ تعظیم الشعائر دعوات ص۱۹ سنہ)

(۵۹) **حکایت** مجھ سے ایک شخص نے دیوبند میں پوچھا تھا کہ میاں حضرت حاجی صاحبؒ کے پاس کیا ہے جو تم لوگ باوجود علماء و فضلاء ہونے کے ان کے پاس جاتے ہو میں نے کہا کہ ہمارے پاس تو الفاظ ہی الفاظ ہیں اور ان کے پاس معانی ہیں وہ ہمارے محتاج نہیں اس لئے کہ ان کو معنے اور

حقیقت حاصل ہے اور ہم ادن کے محتاج ہیں (وعظ التصدی للغیر دعوات جلد ۷ ص ۱۲۲ سطر ۱)

(۶۰) **حکایت** - میں جو دہیور گیا تھا وہاں وعظ ہوا وعظ سے پہلے ایک صاحب نے میرے کان میں کہا کہ یہاں بہت سے مقتدی لوگ ہیں تم لوگوں پر دو تہمتیں لگاتے ہیں ایک تو یہ کہ تم لوگ وہابی ہو اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے (نعوذ باللہ) فضائل کے منکر ہو اور دوسرے یہ کہ تم غیر مقلد ہو۔ اس لئے مناسب یہ ہے کہ وعظ میں حضور کے فضائل اور امام صاحب کے فضائل بیان کیے جائیں تاکہ شبہات جاتے رہیں لیکن الحمد للہ میری سمجھ میں آگیا کہ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ یہ لوگ ہم کو اچھا سمجھنے لگیں اس سے اُن غریبوں کا کیا فائدہ ہوا۔ میں نے کہا کہ وعظ طب ہے طبیب دوا وہ بتلاویگا جو مرض کے مناسب ہو کہ اس میں مریض کی مصلحت ہے اگر کوئی طبیب اس بات میں بدنام ہو جائے کہ یہ کڑوی دوا لکھتے ہیں تو اگر وہ اس عار کے دہونے کے واسطے حلوا لکھدے جس کی مریض کو ضرورت نہو وہ طبیب نہیں ہے کیونکہ اس نے اپنی مصلحت کو مریض کی مصلحت پر ترجیح دی اس لئے میں اس وقت فضائل نبوی اور ۵۰
فضائل امام کو بیان کرنے میں ان مخاطبین کی تو کوئی مصلحت نہیں دیکھتا اس لئے اس کا بیان نہ کروں گا کہ اس میں صرف میری مصلحت ہے کہ میری بدنامی جاتی رہے بلکہ میں وہ امراض بیان کروں گا جو ان لوگوں کے اندر ہیں کہ اس میں ان لوگوں کی مصلحت تو ہے صاحبو! غیر ضروری موقع پر مذمت تو درکنار مدح بھی زیبا نہیں۔ (التصدی للغیر دعوات جلد ۷ ص ۱۲۲ سطر ۱۲)

(۶۱) **حکایت** - ضلع اعظم گڈھ میں ایک شخص نے جماعت کیوقت بسم اللہ پڑھکر نماز کی اقامت کہی میں نے پوچھا کہ تم نے بسم اللہ کیوں پڑھی کہنے لگا کہ بسم اللہ پڑھنا تو اچھا ہی ہے میں نے کہا کہ بیشک بسم اللہ پڑھنا اچھا ہے لیکن یہ اوس کا موقع نہیں حضرت ابن عمرؓ کی حکایت ہے کہ ان کی مجلس میں کسی شخص کو چھینک آئی اس نے کہا السلام علیکم حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ علیک وعلی امک السلام اوسکو ماں کا ذکر کرنا ناگوار ہوا اور بُرا مانا حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ میاں سلام کرنا بہت

اچھی شے ہے لیکن ہمکو جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر یہ تعلیم فرمایا ہے کہ ہم الحمد للہ کہا کریں (وعظ ایضاً ص۱۳ سطر ۱)

(۶۲) **حکایت** حضرت حاجی صاحبؒ سے کسی نے پوچھا کہ حضرت میں اللہ کا نام لیتا ہوں مگر کچھ نفع نہیں حضرت نے فرمایا کہ یہ تھوڑا نفع ہے کہ نام لیتے ہو یہ تمہارا نام لینا ہی نفع ہے اور کیا چاہتے ہو ؎

گفت آں اللہ تو لبیک ماست   ویں نیاز و سوز و دردت پیک ماست

پس دنیا میں تو یہ رحمت کہ نام لینے کی اجازت دی اور آخرت میں اسپر قبول رضا و رحمت فرمائیں گے ؂

(۶۳) **مثال**۔ اب معلوم کرنا چاہئے کہ ہر نعمت کے کچھ حقوق ہوتے ہیں اس نعمت کا حق کیا ہے جو ہم کو ادا کرنا چاہئے اُن حقوق کو ایک مثال سے سمجھنا چاہئے وہ یہ ہے کہ دیکھو جو شخص کسی حاکم سے ہمکلام ہوتا ہے وہ کیا انداز اختیار کرتا ہے وہ یہ کرتا ہے کہ اس حاکم کے خلاف مزاج و طبیعت نہیں کرتا ہے بدن ۵۱ پر کپڑے ہر وقت صاف رکھتا ہے کہ ایسا نہو کہ حاکم کی طبیعت مجھ سے مکدر ہو جائے منہ کو صاف رکھتا ہے کہ بدبو نہ آنے لگے الفاظ کی رعایت رکھتا ہے کہ کوئی بے ادبی کا کلمہ نہ نکل جائے چنانچہ ان امور میں اگر کچھ فروگذاشت ہو جاتی ہے تو دھکے دیکر نکال دیا جاتا ہے اس لئے اسکو ہر وقت یہ خیال رہتا ہے کہ اس طور سے رہنا چاہئے کہ حاکم خفا نہ ہو جائے جبکہ آپ کو معلوم ہو گیا کہ قرآن پڑھنا دعا کرنا ذکر کرنا یہ سب اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہمکلامی ہے اور یہ ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نظر ظاہری صورت شکل اور لباس پر نہیں۔ اون کی نگاہ قلب پر ہے چنانچہ حدیث شریف میں ہے ان اللہ لا ینظر الی صورکم ولکن ینظر الی قلوبکم تو کیا یہ شرم کی بات نہیں اور کیا قابل ترک نہیں کہ قلب میں معصیت کی نجاست لیکر اللہ تعالیٰ سے باتیں کیا کرو۔ یہ بے حیائی نہیں ہے کہ جس منہ سے جھوٹ بولو غیبت کرو پھر اسی منہ سے اللہ کا ذکر کرو۔ اسکی تو ایسی مثال ہے کہ ایک ہی

چمچہ سے فیرنی اور اُسی سے گوہ نکالو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نعمت کی قدر نہیں جانی وما قدروا اللہ حق قدرہ۔

(۶۴) **حکایت**۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جسوقت حضور پر وحی کا نزول ہوتا تھا اونٹ کھڑا نہ ہوسکتا تھا اور آیا ہے کہ نزول وحی کے وقت حضور کا چہرہ مبارک پسینہ پسینہ ہوجاتا تھا اور سانس بڑھجاتا تھا اور ہوش اِس طرف کا نہ رہتا تھا اور فرماتے ہیں کہ کبھی مجھ پر وحی مثل صلصلة الجرس یعنی مثل جھنجھناہٹ جرس کے اور وہ مجھپر سخت تر ہے اور یہی داخل ہے اُس بارے میں کہ جس کے بارے میں فرمایا ہے۔ الم نشرح لك صدرك الخ یعنی کیا ہمنے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے لئے آپ کے سینہ کو نہیں کھولدیا اور جس بوجھ نے آپ کی کمر توڑ دی تھی ہم نے اسکو ہٹا دیا جب سید الاولین والآخرین کی بار کلام سے یہ حالت ہتی حالانکہ یہ بواسطہ ہمکلامی تھی تو کیا ہر بازاری کا منہ ہے جو اس کا حوصلہ کرے (وعظ تعلیم العلماء دعوات ص۱۲) ۵۷

(۶۵) **مثال**۔ علماء کی بے وقعتی کے متعلق بعضے یہ عذر کرتے ہیں کہ صاحب ہمنے وعظ سنا اور معتقد بھی ہوئے۔ مگر اخیر میں جو مولوی صاحب نے سوال کردیا تو سارا اعتقاد دُھلگیا مگر میں کہتا ہوں کہ آپ کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص حکیم عبد العزیز صاحب وغیرہ سب کو اس وجہ سے چھوڑ دے اور سب کی بُرائیاں شروع کرے کہ اس نے عطائیوں کو دھوکہ دیتے ہوئے دیکھا تھا تو آپ اسکو صائب الرائے سمجھیں گے اور کیا آپ نے بھی سب ہی حاذق اطبا کو چھوڑ دیا ہے تو جن کی حکایتیں آپ نے یاد کر رکھی ہیں وہ واقع میں اناڑی عطائی ہیں افسوس عطائیوں کے پھیل جانے سے آپ نے اطبا کو نہ چھوڑا۔ مگر چند مانگوں کی وجہ سے محقق مولویوں کو چھوڑا (وعظ ضرورت العلماء دعوات جلد ۵ ص۱۱ بصت ۱)

(۶۶) **مثال**۔ اسوقت مولوی کے ساتھ تمہارا جو خشک اعتقاد ہے اسکی ایسی مثال ہے

(۳) ان فی خلق السمٰوٰت والارض واختلاف اللیل والنہار لآیات لاولی الالباب (ترجمہ) بیشک آسمان وزمین کی پیدائش میں اور رات دن کی لوٹ پوٹ میں (قدرت کی) نشانیاں ہیں عقل والوں کے لئے۔ اور وفی الارض آیات للموقنین وفی انفسکم (ترجمہ) زمین میں نشانیاں ہیں یقین والوں کے لئے اور تمہارے وجود میں۔ اس معنے میں آیۃ کا استعمال قرآن میں بکثرت ہے مگر ہم ایسے موقعوں سے اسوقت بحث نہیں کرتے کیونکہ ہم کو مخاطبین سے اون موقعوں پر کچھ اختلاف نہیں نشانی ہی کے معنے وہ بھی لیتے ہیں اور نشانی ہی کے معنے ہم لیتے ہیں۔ اسوقت ہم صرف اون ہی مذکورہ تین قسم کے مواقع سے بحث کریں گے کیونکہ ہمارے مخاطبین نے اون ہی میں تصرف بیجا کیا ہے۔ اور اون تینوں میں سے بھی اون مواقع کو چھوڑے دیتے ہیں جنمیں لفظ آیت معجزہ اور کلام الٰہی دونوں کو محتمل ہے کیونکہ ایسے موقعوں پر ہمکو اور مخاطبین کو دونوں کو اپنے موافق معنے مراد لینے کی گنجایش ہے شلاً کذٰلک اتتک آیاتنا فنسیتہا۔ اور والذین ہم بآیات ربہم یؤمنون اب ہماری گفتگو

۲۲۱ صرف دو قسم کے موقعوں سے رہی ایک وہ جہاں لفظ آیت بمعنے معجزہ آیا ہے اور ایک وہ جہاں لفظ آیت بمعنے جملہ کلام الٰہی آیا ہے۔ مخاطبین اثبات کے موقعو نپر جملہ ہائے کلام الٰہی مراد لے لیتے ہیں اور نفی کے موقعو نپر معجزات۔ ہم یہ ثابت کرتے ہیں کہ اثبات کے ہر موقعہ پر جملہ ہائے کلام الٰہی نہیں مراد لے سکتے بہت سے موقعوں پر لفظ آیت سے معجزہ ہی مراد لینا پڑے گا تو معجزہ کا ثبوت ہوگا۔

جب معجزہ کا ثبوت ہوگا تو اون آیتوں سے جنسے مخاطبین نے بزعم خود معجزات کی نفی ثابت کی ہے تعارض بحال رہے گا اور اون کی تطبیق غلط ٹھیرے گی اور وہ تطبیق صحیح ہوگی جسکو ہم بیان کریں گے۔

عــہ (ترجمہ) اسیطرح تیرے پاس ہماری آیتیں آئی تہیں پر تو اونکو بھول گیا یعنی آیات قرآنی تیرے سامنے پڑہی گئی تہیں مگر تونے توجہ نہ کی یا یہ معنے ہوں کہ معجزات تجہے دکہلائے گئے مگر تونے اون کی تصدیق نہ کی۔ ۱۲

عــہ (ترجمہ) اور وہ لوگ جو اپنے پروردگار کی آیتوں پر ایمان لاتے ہیں یہاں بہی معجزات اور آیات قرآنی دونوں مراد لیجا سکتی ہیں ۱۲

(ج) وہ آیتیں جنمیں لفظ آیت سے مراد معجزہ ہی لینا پڑتا ہے یہ ہیں۔

(۱) او کالذی مر علی قریۃ وھی خاویۃ علی عروشہا۔ (پارہ تلک الرسل شروع) الی قولہ تعالیٰ ولنجعلک آیۃ للناس۔ الی آخر الآیۃ ان آیتوں میں حضرت عزیر علیہ السلام کا قصہ مذکور ہے۔ ترجمہ کا حاصل یہ ہے کہ وہ گذرے ایک بستی (بابل) پر جو (بخت نصر بادشاہ کے ظلم سے) بالکل ویران ہوگئی تھی تو انہوں نے کہا کہ اب یہ بستی کیا آباد ہو سکتی ہے تو حق تعالیٰ نے اون کی روح قبض کر لی اور سو برس کے بعد انکو پھر زندہ کیا اور پوچھا تم یہاں کتنے دن رہے عرض کیا ایک پورا دن یا دن کا کچھ حصہ رہا ہوں۔ فرمایا سو برس رہے ہو دیکھو کہ تمہارا گدھا سواری کا مر کر گل سڑ گیا مگر کھانا تمہارے ساتھ کا ویسا ہی موجود ہے اور دیکھو ہم گدھے کی ہڈیوں کو کس طرح کھڑا کرتے ہیں اور اوس کا گوشت پوست سب درست کئے دیتے ہیں چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اس قصہ میں لفظ آیۃ آیا ہے کہ ہم تمکو نشانی قدرت کی بنائیں گے۔ یہاں آیۃ سے کلام الٰہی کسی طرح مراد نہیں اس کے کیا معنے ہو سکتے ہیں کہ تم کو کلام الٰہی بنا دیں گے بلکہ یقیناً یہ معنے ہیں کہ تمہاری ان حالتوں کو جو تم پر گذریں ۲۲۲ اپنی قدرت کی نشانی بنا دیں گے اور یہ حالتیں کہ سال بھر تک مردہ رہیں پھر زندہ ہوں اور کھانا ذرا نہ بگڑے اور گدھا سڑ گل کر پھر زندہ ہو سب خرق عادت (معجزہ) ہیں۔

(۲) اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قصہ میں ہے ورسولا الی بنی اسرائیل انی قد جئتکم بآیۃ من ربکم انی اخلق لکم من الطین کھیئۃ الطیر الی قولہ وجئتکم بآیۃ من ربکم فاتقوا اللہ واطیعون۔ (ترجمہ) حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام رسول ہوں گے بنی اسرائیل کی طرف اور اون سے یوں کہیں گے کہ میں تمہارے پاس معجزے لیکر آیا ہوں کہ میں مٹی کی صورت پرند کی بناتا ہوں اور اوسمیں پھونک مارتا ہوں تو وہ جاندار پرند ہوتا ہے حق تعالیٰ کے حکم سے۔ اور اندھے مادرزاد کو اچھا کرتا ہوں اور کوڑھی کو اچھا کرتا (صرف ہاتھ لگا کر) اور مردہ کو زندہ کرتا ہوں حق تعالیٰ کے حکم سے۔ اور جو کچھ تم گھر سے کھا کر آؤ اور جو کچھ گھر میں چھوڑ کر آؤ بتا سکتا ہوں۔ یہاں آیت کا لفظ ہے جس کا ترجمہ جملہ کلام الٰہی ہرگز نہیں ہو سکتا

(۲) یقیناً معجزہ ہی کے معنے میں ہے کیونکہ فی اخلق ترکیب میں بدل ہے آیۃ سے یعنے بیان ہے آیۃ کا اور یہ سب معجزات ہیں۔

(۳) اور قصۂ نزول مائدہ میں ہے۔ تکون لنا عیدا لاولنا واخرنا وایۃ منک۔ یعنے عیسے علیہ السلام نے نزول مائدہ کے لئے دعا مانگتے ہوئے کہا کہ ہمارے اوپر مائدہ آناچاہیے کہ وہ ہمارے اولین وآخرین کے لئے خوشی کا باعث اور آپ کی طرف سے معجزہ ہوگا۔ یہاں بھی آیۃ بمعنے کلام الٰہی نہیں ہوسکتا جیسا کہ ظاہر ہے بلکہ یقیناً بمعنے معجزہ ہے۔

(۴) اور ھل ینظرون الا ان تاتیھم الملئکۃ او یاتی ربک او یاتی بعض آیات ربک یوم یاتی بعض آیات ربک لاینفع نفسا ایمانہا۔ ترجمہ کفار نہیں انتظار کرتے ہیں مگر اس کا کہ اون کے پاس فرشتے آویں یا حق تعالے خود آویں یا بعض نشانیاں حق تعالی کی آویں۔ ظاہر ہے کہ اس آیت میں آیات مراد آیات قرآنی نہیں ہیں کیونکہ قرآن کی آیتیں تو کفار کے سامنے اترتی ہی تھیں ۲۲۳ اور یہ آیت خود بعض آیات کا مصداق موجود ہے۔ بلکہ مراد کوئی خارق عادت (معجزہ) ہے جسکی تفسیر حدیث میں دابۃ الارض آئی ہے جو قیامت کے قریب نکلیگا

(۵) اور ھذہ ناقۃ اللہ لکم آیۃ۔ حضرت صالح علیہ السلام سے جب کفار نے مطالبہ کیا کہ فأت بآیۃ ان کنت من المرسلین۔ یعنی کوئی معجزہ دکھاؤ اگر تم پیغمبر ہو۔ ظاہر ہے کہ اس مطالبہ میں بھی آیۃ کا لفظ ہے اس سے بھی مراد معجزہ ہی ہے کیونکہ حضرت صالح علیہ السلام آیات کلام الٰہی تو اونکو سناتے ہی تھے اور جواب میں تو آیۃ سے مراد معجزہ ہے ہی کیونکہ ناقۃ اللہ کو آیت فرمایا ہے۔

(۶) اور قصہ فرعون میں ہے قال ان کنت جئت بآیۃ فأت بہا ان کنت من الصادقین فالقی عصاہ فاذا ھی ثعبان مبین ونزع یدہ فاذا ھی بیضاء للنظرین ط۔ یعنے کہا فرعون نے کہ اگر تم کوئی معجزہ لائے ہو تو پیش کرو تو موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا زمین پر ڈالدیا وہ فوراً اژدھا بن گیا

(ج) اور اپنے ہاتھ کو گریبان میں ڈال کر نکالا تو وہ نہایت درجہ روشن تھا کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہاں لفظ آیت سے مراد کلام الٰہی ہے اگر ایسا ہوتا تو جواب میں حضرت موسے علیہ السلام کوئی آیت پڑھتے عملی معجزہ کیوں دکھایا معلوم ہوا کہ عملی معجزہ ہی کا مطالبہ تھا اور وہی دکھایا گیا۔ دیگر مقامات پر خود حق تعالیٰ نے معجزات موسوی کی نسبت آیات کا لفظ اطلاق فرمایا ہے۔

(۷) بایاتنا انتما ومن اتبعکما الغالبون۔

(۸) فلما جاءتہم ایاتنا مبصرۃ قالوا ھذا سحر مبین۔

(۹) فارسلنا علیہم الطوفان والجراد والقمل والضفادع ایات مفصلت۔

(۱۰) ولقد ارسلنا موسی بایاتنا الی فرعون وملائہ۔

(۱۱) ولقد اتینا موسی تسع ایات بینات۔

۲۲۴ (۱۲) ولقد اریناہ ایاتنا کلہا فکذب وابی۔

(۱۳) ثم ارسلنا موسی بایاتنا الی فرعون وملائہ

(۱۴) فلما جاءھم موسی بایاتنا بینت۔

(۱۵) فلما جاءھم بایاتنا اذا ھم منہا یضحکون۔

(۱۶) وما نریہم من ایۃ الا ھی اکبر من اختہا ان میں کسی ایک جگہ بھی لفظ آیۃ سے مراد کلام الٰہی نہیں ہو سکتا بلکہ معجزات عملیہ موسویہ مراد ہیں جیسا کہ ظاہر ہے۔

(۱۷) اور قصہ فرعون میں ساحروں کا قول نقل فرمایا ہے۔ ھل تنقم منا الا ان امنا بایات ربنا لما جاءتنا۔

ترجمہ۔ جادوگروں نے فرعون کے جواب میں کہا کہ تجھے غصہ اسی بات پر تو آیا ہے کہ ہم اپنے پروردگار کی آیتوں پر ایمان لے آئے جب وہ ہمارے سامنے آ گئیں۔ یہاں آیات سے مراد سوائے معجزات موسوی کے کچھ نہیں ہو سکتا اور کلام الٰہی کسی طرح ذمہ نہیں ہو سکتا

(باقی آئندہ)

جواب دیا کہ نہیں پھر حضرت عمرؓ حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے ان کو دیکھتے ہی رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک غصہ سے تمتما اٹھا حتی کہ حضرت عمر فاروق پر حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کو بھی رحم آگیا اور اپنے دونوں زانو کے بل کھڑے ہو گئے اور دو مرتبہ عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میں ہی قصوروار ہوں (اور میری ہی طرف سے زیادتی ہوئی ہے) پھر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے مجھے تمہاری طرف بھیجا تو تم سب لوگوں نے کہا تم جھوٹے ہو اور ابوبکرؓ نے کہا کہ آپؐ سچ کہتے ہیں اور اپنے جان و مال کے ساتھ میری غمخواری اور مدد کی کیا آج تم میرے اس دوست کو چھوڑے دیتے ہو یہ کلمہ آپ نے دو مرتبہ فرمایا اس کے بعد پھر کسی نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو کوئی ایذا دینے والی بات نہیں کہی۔ ابن عدی نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح روایت کی ہے مگر اتنا اس میں اور زیادہ ہے کہ میرے دوست کی وجہ سے مجھے اذیت مت پہنچاؤ جس وقت خدائے تعالیٰ نے ہدایت اور دین حق پر مجھے مبعوث کیا تو تم سب نے میری تکذیب کی اور ابوبکرؓ نے میری تصدیق کی اگر اللہ تعالیٰ ان کو میرے صاحب کا خطاب نہ دیتے تو میں ان کو ۱۴۷
خلیل کہہ کر پکارتا۔ مگر اب اخوتِ اسلام ہے۔

(۱۰) ابن ماجہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے وہ کہتے تھے کسی نے عرض کیا کہ یا رسولؐ! سب سے زیادہ آپ کو کس سے محبت ہے آپؐ نے فرمایا عائشہ (رضی اللہ عنہا) پھر عرض کیا گیا کہ مردوں میں فرمایئے (کس سے زیادہ محبت ہے آپؐ نے فرمایا کہ) ان کے والد (ابوبکرؓ) سے۔

(۱۱) امام احمد نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے تھے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے (ایک دن) فرمایا کہ جنت میں ایک قسم کا پرندہ ہے (قد و قامت میں) مثل اونٹنی کے وہ جنت کے درختوں میں چرا کرتا ہے حضرت ابوبکر (رضی اللہ عنہ) نے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ! وہ پرندہ نہایت نفیس ہوگا حضرتؐ نے فرمایا اس کے کھانے والے اس سے زیادہ نفیس ہوں گے تین مرتبہ آپ نے اس کو فرمایا

ؔ اس کا مطلب یہ ہے کہ تم سب لوگ تکذیب کرنے کے بعد اسلام لائے اور ابوبکرؓ نے کبھی میری تکذیب بھی نہیں کی (مترجم)

اور فرمایا بے شک میں امید رکھتا ہوں کہ اے ابوبکر! تم بھی ان لوگوں میں سے ہو جو اس پرند کا گوشت کھائیں گے

(۱۴۱) حاکم نے محمد بن منکدر سے انہوں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے وہ کہتے تھے کہ ہم (ایک مرتبہ) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تھے آپ کے پاس قبیلہ عبد القیس کا وفد[1] آیا ان میں سے بعضوں نے کچھ گفتگو کی اور عمدہ تقریر کی پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر کی جانب متوجہ ہوئے اور فرمایا اے ابوبکر! جو کچھ انہوں نے کہا تم نے سنا حضرت ابوبکر نے جواب دیا کہ ہاں اے رسول اللہ! میں نے سنا سمجھ لیا پھر آپ نے فرمایا تو تم ان کو انکی بات کا جواب دو حضرت جابر (رضی اللہ عنہ) کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے وفد عبد القیس کی بات کا جواب دیا اور اچھا جواب دیا (ان کا جواب سنکر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہوئے) پھر فرمایا اے ابوبکر! اللہ تعالیٰ نے تمہیں رضوان اکبر عطا فرمائی کسی نے

۱۴۸ عرض کیا کہ یا رسول اللہ رضوان اکبر کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا کہ قیامت میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے لئے عام تجلی فرمائیگا اور ابوبکر کے لئے خاص تجلی۔

(بقیہ نوٹ صفحہ) بلکہ میرے دعوئ نبوت کو سنتے ہی حضرت باسلام مشرف ہوئے پس ابوبکر قدیم سابق الاسلام ہیں تم لوگ جس وقت میری تکذیب کر رہے تھے اسوقت وہ مسلمان ہو چکے تھے اور میری تصدیق کرتے تھے ۱۲

[1] وفد کے معنے جماعت کے ہیں سنہ ۹ھ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اطراف وجوانب سے وفود آئے ہر ہر قبیلہ نے اپنی اپنی جانب سے کچھ لوگوں کو درگاہ نبوی میں بھیجا تھا کہ وہ اپنے مسلمان ہونے سے حضرت کو آگاہ کریں اور فرائض اسلامی کی تعلیم آپ سے حاصل کریں قبیلۂ عبد القیس کے وفد میں بقول بعض چودہ اور بقول بعض چوبیس آدمی تھے ان لوگوں نے سب سے پہلے اپنا اشتیاق ظاہر کیا اور اپنا بعید المقام ہونا بیان کر کے بار بار حاضری سے اپنی معذوری عرض کی اور اس بات کی درخواست کی کہ آپ کوئی ایسی جامع اور مختصر تعلیم ہمکو کر دیجئے کہ لوٹ کر آسانی اپنی قوم کو بتا دیں اور اس پر عمل کر کے جنت کے مستحق ہو جائیں چنانچہ حضرت نے انکو ایسی ہی تعلیم فرمائی۔ صحابہ کرام فرماتے تھے کہ قبیلۂ عبد القیس کا وفد نہایت سمجھدار تھا اور اس کے سبب ہمیں نہایت مفید علوم حاصل ہوئے ۱۲۔

(۱۳) ابن عساکر نے سلیمان بن یسار سے روایت کی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ اچھی خصلتیں تین سو ساٹھ ہیں جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ کو جنت دینے کا ارادہ کرتے
ہیں تو ان میں سے ایک (خصلت) اس کے اندر ڈال دیتے ہیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ
نے عرض کیا کہ ان میں سے کوئی خصلت مجھ میں بھی ہے آپ نے فرمایا کہ تم سب خصلتوں
کے جامع ہو نیز ابن عساکر نے اسکو دوسرے طریقہ سے بھی بیان کیا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ نیک خصلتیں تین سو ساٹھ ہیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے
عرض کیا یا رسول اللہ! ان میں سے مجھ میں بھی کوئی ہے آپ نے فرمایا تمہیں مبارک ہو تم میں
تمام خصلتیں ہیں۔

(۱۴) امام احمد نے بروایت ابو عمران جونی ربیعہ اسلمی سے ایک طویل حدیث نقل کی ہے
جس کے اخیر میں یہ ہے کہ ربیعہ نے بیان کیا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بعد
مجھے ایک زمین عطا فرمائی اور حضرت ابوبکر کو بھی ایک زمین (اسی کے قریب) عطا فرمائی
(اس کے بعد) دنیا کی کیفیت پیدا ہوئی اور ہم دونوں میں چاہ نخلہ کے متعلق باہم اختلاف ہوا 149
میں نے کہا کہ (وہ کنواں) میری حد میں واقع ہے اور حضرت ابوبکر نے کہا وہ میری حد میں واقع
ہے اس پر میرے اور حضرت ابوبکر کے درمیان بحث بڑھ گئی اور حضرت ابوبکر نے مجھ سے
ایک ایسی بات کہی جسے خود انہوں نے برا جانا اور نادم ہوئے پھر مجھ سے کہا کہ اے ربیعہ تم
تم بھی مجھے ویسی ہی بات کہہ لو تاکہ بدلا ہو جائے میں نے کہا کہ میں تو نہ کہوں گا پھر حضرت ابوبکر نے
مجھ سے کہا کہ تمہیں ضرور کہنا ہوگا ورنہ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے تمہاری اسکی بابت
زبردستی دلاؤں گا میں نے کہا کہ میں ہرگز وہ بات نہ کہونگا حضرت ربیعہ کہتے ہیں کہ پھر میں اپنی زمین پر
ٹھیرا رہا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں روانہ ہوئے۔ ان کے
جانے کے بعد میں بھی ان کے پیچھے روانہ ہوا پھر مجھے چند اشخاص قبیلہ اسلم کے ملے تو انہوں نے
مجھ سے کہا حضرت ابوبکر پر خدا رحم فرمائے (ہم حیران ہیں کہ) وہ کس بناء پر تمہاری شکایت کرنے
رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جا رہے ہیں حالانکہ خود انہیں نے تم کو برا کہا ہے
میں نے ان کو جواب دیا کہ تم جانتے ہو یہ شخص کون ہے۔ یہ ابوبکر صدیق ہیں یہ ثانی اثنین ہیں

اور یہ مسلمانوں کے بوڑھے اور بزرگ ہیں تم لوگ مجھ سے الگ رہو (مبادا وہ پیچھے پھر کر اور) ادھر
متوجہ ہو کر نظر کریں اور تم کو دیکھیں کہ ان کے مقابلے پر میری مدد کر رہے ہو اور ان کو غصہ آجائے
اور (اسی حالت سے) رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہونچیں اور آپ (ان کو غضبناک
دیکھ کر) ان کے غصہ کے سبب سے مجھ پر غضبناک ہوں اور ان دونوں کے غضب کے سبب سے
اللہ عز وجل غضب فرمائیں اور ربیعہ ہلاک ہو جائے۔ ان لوگوں نے کہا تو اب تم ہمکو کیا حکم کرتے
ہو؟ میں نے کہا تم لوگ واپس جاؤ (اور میں تنہا خدمت نبوی میں جاتا ہوں) حضرت ابوبکرؓ رسول خدا
صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف چلے جاتے تھے۔ اور میں بھی تنہا ان کے پیچھے پیچھے تنہا یہاں تک
کہ حضرت ابوبکرؓ خدمت نبویؐ میں پہونچے (اور میں بھی ان کے ساتھ تھا) پھر حضرت ابوبکرؓ نے
آپکے سامنے سارا قصہ جو کچھ گذرا تھا بیان کیا پھر آپؐ نے سر مبارک اوٹھا کر مجھ سے
ارشاد فرمایا کہ اے ربیعہ! تمہارے اور صدیقؓ کے درمیان کیا نزاع ہے؟ میں نے عرض
کیا کہ یا رسول اللہ! دراصل معاملہ تو ایسا ہی تھا انہوں نے مجھے ایک ایسا کلمہ کہا کہ جسے خود
وہ برا سمجھے پھر مجھ سے کہا کہ تم بھی وہی کلمہ میرے حق میں کہدو تاکہ بدلا ادا ہو جائے۔ میں نے ۱۵۰
ازراہ ادب اس سے انکار کیا (اس پر یہ ناخوش ہو کر آپ کے پاس آئے ہیں یہ سنکر) رسول خدا
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں (تمہارا کہنا درست ہے) تم ان کو وہ کلمہ نہ کہو مگر ان سے یہ کہدو
کہ اے ابوبکرؓ! خدا تم کو بخشدے (موجب ارشاد نبویؐ) میں نے کہا اے ابوبکرؓ! خدا آپ کو
بخشدے حسن کہتے ہیں کہ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ وہاں سے پھرے اور وہ (فرط
مسرت سے) روتے تھے۔

(۱۵) بخاری نے جبیر بن مطعم سے روایت کی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک عورت آئی اور اس نے آپ سے کچھ کلام کیا آپؐ نے اسکو حکم دیا کہ پھر آنا اس عورت نے کہا اگر میں آؤں اور آپ کو نہ پاؤں (اس کا اشارہ موت کی طرف تھا) تو کیا کروں؟ آپؐ نے فرمایا کہ اگر مجھ کو نہ پاؤ تو ابوبکرؓ کے پاس آجانا۔

(۱۶) ابن عساکر نے مقدام سے روایت کی ہے کہ حضرت عقیلؓ بن ابو طالب اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے درمیان کچھ نزاع ہو گیا چونکہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نہایت

(باقی آئندہ)

(حکیم الامۃ محی السنۃ حضرت مولٰنا شاہ محمد اشرف علی صاحب ظلہ کی تازہ تالیف)

خطبات الاحکام

اس میں جمعہ کے پچاس خطبہ ہیں تاکہ سال بھر تک ہر جمعہ کو نیا خطبہ پڑھا جاسکے اسکے علاوہ عیدین و نکاح استسقاء کے بھی خطبے درج ہیں سب خطبے نہایت سلیس ہیں اور باوجود جامع ہونیکے نہایت مختصر ہیں موجودہ خطبوں میں محض ترغیبی مضامین ہیں حالانکہ ضرورت احکام کی بھی ہے اسواسطے ان خطبوں میں خاص اہتمام کے ساتھ ترغیب ترہیب کے علاوہ ضروری احکام بھی بیان کئے ہیں مثلاً علم کی فضیلت اور ضرورت عقائد کی درستی پاکی کی فضیلت۔ نماز کی تاکید اور فضیلت۔ قرآن شریف کا پڑھنا اور اسپر عمل کرنا ذکر اللہ اور دعا کی فضیلت۔ نوافل کی فضیلت۔ کھانے پینے میں اعتدال کا حکم نکاح کے حقوق کسب حرام سے پرہیز حقوق عام و خاص خلوت۔ سفر کے آداب۔ نیک کام کا امر کرنا اور بُرے کام کا روکنا۔ آداب المعاشرت باطن کی اصلاح تہذیب اخلاق شکم اور شرمگاہ کی حفاظت زبان کی حفاظت۔ مذمت غصہ۔ کینہ حسد۔ مذمت دنیا بخل اور مال کی محبت۔ حب جاہ اور ریاکاری کی برائی۔ تکبر اور خود پسندی کی مذمت۔ دھوکہ کھانے کی مذمت توبہ کی فضیلت اور ضرورت۔ صبر اور شکر کی فضیلت۔ خوف و رجا فقر و زہد۔ توحید اور توکل محبت اور شوق اور انس اور رضا اخلاص اور صدق۔ مراقبہ اور محاسبہ۔ تفکر اور سوچنا۔ موت اور بعد موت کا ذکر۔ یوم عاشورہ کے متعلق ہدایتیں صفر کے متعلق و ربیع الاول و ربیع الثانی کی رسوم ماہ رجب کے متعلق ہدایت ماہ شعبان کے احکام ماہ رمضان کی فضیلت روزہ کی فضیلت تراویح کی فضیلت شب قدر اور اعتکاف کی فضیلت۔ عیدالفطر کے احکام حج بیت اللہ اور زیارت مدینہ۔ ذی الحجہ کے احکام۔ عیدالفطر کی فضیلت نیز عید الضحی۔ استسقاء کی نماز۔ منجملہ اور خوبیوں کے ایک خوبی یہ بھی ہے اسمیں تمام احکام قرآن و احادیث سے ہی ثابت کئے ہیں چونکہ خطبہ عربی زبان میں ہونا ضروری ہے اور اس کے سوا غیر عربی میں مضمون بیان کرنا خلاف سنت ہے اسواسطے خطبہ تو محض عربی ہی میں لکھا ہے مگر عوام کے مطالعہ کیواسطے اسکی [illegible] ترجمہ بھی آخر میں شامل کردیا گیا ہے۔ اگر اسکو نماز کے بعد وعظ کی جگہ سنا دیا جاوے تب بھی مفید ہوگا قیمت عام [illegible]

ملنے کا پتہ محمد عثمان تاجر کتب دریبہ کلاں دہلی

حکیم الامۃ محی السنۃ حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب مدظلہ کے کمیاب مواعظ کا نیا رسالہ

الابقاء

ہزار ہزار شکر ہے کہ خداوند عالم نے اس زمانہ پرفتن میں عالی جناب فیض مآب عمدۃ العارفین زبدۃ الکاملین جامع شریعت و طریقت واقف اسرار حقیقت و معرفت حضرت مولانا مولوی شاہ محمد اشرف علی صاحب مدظلہم العالی کو اصلاح امت کے واسطے پیدا فرما کر مسلمانان ہند کیلئے خصوصاً اور دیگر ممالک کے لئے عموماً ایک نعمت عظیمہ بنایا ہے جو اس زمانہ میں جبکہ ہر چہار طرف سے گمراہی کی گھٹائیں امنڈ رہی ہیں تحریراً و تقریراً حق و باطل کو ممتاز کرنے کی خدمت میں یکتائے زمانہ ہیں ان کے فیض سے بیشمار مخلوق خدا علماً و عملاً فیض یاب ہو رہی ہے اور ان کی خدمت میں حاضر ہونا کیمیائے سعادت ہے خصوصاً آپکے مواعظ سے جو فائدہ عوام و خواص کو ہو رہا ہے وہ کسی صاحب نظر سے پوشیدہ نہیں ہے مواعظ متفرقہ کا باوجود بار بار طبع ہونے کے پھر کمیاب ہونا قبولیت عامہ کی بین دلیل ہے ان نایاب مواعظ کی تلاش میں عامۃ المسلمین کی پریشانی اور سرگردانی کی وجہ سے احقر کو خیال ہوا کہ اگر ان ختم شدہ اور کمیاب مواعظ کو ماہ بماہ ایک ”رسالہ“ کی صورت میں شائع کر دیا جائے تو شائقین مواعظ کیواسطے ازحد مفید ہوگا۔

بایں خیال احقر نے ایک رسالہ موسومہ الابقاء بنام خدائے عزوجل رمضان المبارک ۱۳۵۴ھ سے جاری کر دیا ہے جسکی ضخامت معہ ٹائٹل ۳۰-۴۰ صفحات ہیں اور انشاء اللہ یہی ہوا کرے گی اور ہر ماہ قمری کی پندرہ تاریخ کو شائع ہو جایا کریگا جسکی سالانہ قیمت عہ ہے حضرت مولانا موصوف مدظلہم العالی کے مواعظ کے قدردان خود اندازہ فرما سکتے ہیں کہ یہ صورت حضرات شائقین کے واسطے کس قدر امید افزا ہے امید ہے کہ ان جواہر گم گشتہ کے متلاشی جلد از جلد رسالہ مذکورہ کے خریداران میں اپنا نام لکھوا کر حضرت والا کے علوم سے مستفید ہونیکی کوشش فرمائیں گے۔ نیز اپنے احباب کو بھی ترغیب دیکر الدال علی الخیر کفاعلہ کے مصداق بنیں گے۔

قیمت سالانہ معہ محصولڈاک عہ ہے اور وی۔پی کی صورت میں ۲ر فیس رجسٹری اور ۲ر فیس منی آرڈر کا اضافہ ہو کر عہ ادا کرنے ہوں گے۔

المشتہر محمد عثمان کتب خانہ اشرفیہ دریبہ کلاں دہلی

رسالہ الہادی رجسٹرڈ نمبر ایل ۱۷۷۵

قال الله تعالی وقرآنا فرقناه لتقرأه علی الناس علی مکث ونزلناه تنزیلا

چون آیت ممدوحه دال است بر نافعیت تعلیم تدریجی برائے

مانان حاضر باشد یا بادی و نیز ضرورت تعلیم علوم قرآنیه یعنی دینیه مشتمل است

بر مقاصد مبادی و بس اتباعاً للنص المزبور صحیفهٔ شهریه که مستدرج است بدرج منشور

مسمی به

الهادی

جلد ۶ | بابت ماه محرم الحرام سنه ۱۳۴۹ھ | نمبر ۹

که جامع است انواع علوم دینیه را برائے هر طالب هادی و مذکر است برائے هر مجلس نادی

و مسکن است برائے هر رائح و غادی، بصورت تجربه رسالة الانوار المحمدی و تسهیل المواعظ

و حل اقتباسات کلید مثنوی و تشرف النخب و شمائل عبرت و سیرة الصدیق که تر آن مستفاد است

از درگاه ارشادی یعنی خانقاه اشرفی امدادی، باداره محمد عثمان بی ره براه اسلامی

در محبوب المطابع دهلی مطبوع گردید

از کتبخانه اشرفیه دریبه کلان دهلی بزر نقد آنرا بر صد فروش میگردد

فہرست مضامین

رسالہ الہادی بابت ماہ محرم الحرام سنہ ۱۳۴۹ ہجری نبوی صلعم
جو بہ برکت دعاء حکیم الامۃ محی السنۃ حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب مدظلہ العالی
کتب خانہ اشرفیہ دریبہ کلاں دہلی سے شائع ہوتا ہے

نمبر شمار	مضمون	فن	صاحب مضمون	صفحات
۱	الانوار المحمدیہ	حدیث	مولانا مولوی حافظ ظفر احمد صاحب سلمہ	۳ / ۱۸
۲	تسہیل المواعظ	وعظ	حکیم الامۃ حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب مدظلہ	۱۹ / ۲۶
۳	المنتخب من المخلب	مضامین متفرقہ	" " "	۲۷ / ۳۲
۴	التشرف حصہ دوم	"	" " "	۳۳ / ۳۶
۵	امثال عبرت	"	" " "	۳۷ / ۴۰
۶	حل الاشتباہات	کلام	مولانا مولوی حکیم محمد مصطفےٰ صاحب سلمہ	۴۱ / ۴۴
۷	سیرۃ الصدیق	سیر	مولوی محمد صابر صاحب سلمہ	۴۵ / ۴۸

تاریخ اسلامی کے شائقین کو مژدہ

وضوح الاصر ترجمہ جدید فتوح المصر

کے انتظار کی مدت ختم ہو گئی۔ انشاء اللہ تعالیٰ وسط محرم الحرام سنہ ۱۳۴۹ھ تک بالکل مکمل ہو کر ہدیہ ناظرین ہو جائے گی۔ جن حضرات نے فیوض الاسلام ترجمہ جدید فتوح الشام کا مطالع کیا ہے وہ اسکی قدر کریں گے کیونکہ اکثر حضرات نے اس کے مطالع کے بعد اس کا اشتیاق ظاہر کیا تھا اور ان حضرات کا اشتیاق ہی اس کا محرک ہوا۔

اس کے بعد انشاء اللہ فتوح العجم کا ترجمہ ہدیہ ناظرین ہوگا کیونکہ اب مولوی صاحب اس کا ترجمہ کر رہے ہیں
وضوح الاصر ترجمہ جدید فتوح المصر (۱۹۲) صفحات پر ختم ہوئی ہے قیمت آخر صفر المظفر سنہ ۴۹ھ تک ۱۲ر رہے گی اور بعد میں عہ مگر محصول ڈاک ہر حال میں بذمہ خریدار ہوگا۔

المشتہر محمد عثمان تاجر کتب دریبہ کلاں دہلی

رات کو اٹھنے کے لئے قوت حاصل کرو اسکو ابن ماجہ نے اور ابن خزیمہ نے صحیح میں اور بیہقی نے سب نے زمعہ بن صالح کے واسطہ سے سلمہ سے (جو وہرام کے بیٹے ہیں) عکرمہ سے ابن عباس سے روایت کیا ہے مگر ابن خزیمہ کی روایت میں لفظ قیلولۃ النہار آیا ہے (جس سے معنی میں کچھ تفاوت نہیں ہوتا ۱۲) **ف** مطلب یہ ہے کہ سحری کہا کر اس سے دن کو روزہ رکھنے میں سہولت و قوت ہوگی اور دوپہر کو سویا کرو اس سے رات کو اٹھنے میں آسانی ہوگی۔

(۸) عبد اللہ بن حارث ایک صحابی سے روایت کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایسے وقت حاضر ہوا کہ آپ سحری کہا رہے تھے تو آپ نے فرمایا کہ یہ ایک برکت کی چیز ہے جو اللہ تعالیٰ نے تم کو عطا فرمائی ہے اسکو مت چھوڑنا۔ اس حدیث کو نسائی نے سند حسن سے روایت کیا ہے۔

(۹) عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین شخص جتنا بہی کہالیں اُن سے انشاء اللہ تعالیٰ کچھ حساب (اور مواخذہ) نہ ہوگا۔ بشرطیکہ کہانا حلال ہو (حرام و مشتبہ نہو) (۱) روزہ دار (افطار کے وقت) (۲) سحری کہانے والا (۳) اللہ کے راستہ میں سرحد اسلام کی حفاظت کرنے والا اسکو بزار نے اور طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے **ف** بعض حضرات صوفیہ نے جن پر فلسفیت غالب ہے یہ لکھدیا ہے کہ روزہ کی روح تقلیل طعام ہے یعنی رمضان میں دوسرے دنوں سے غذا کم کہانا تو جو شخص رمضان میں اور دنوں کے برابر یا اُس سے بہی زیادہ کہاتا ہے اُس نے روزہ کی روح کو باطل کر دیا۔

حضرت حکیم الامۃ نے چند مواعظ میں اِس قول کو رد کیا ہے اور فرمایا ہے کہ افطار و سحری میں زیادہ کہانیسے روح صوم ہرگز باطل نہیں ہوتی اگر اس سے روح صوم کو کچھ بہی نقصان پہونچتا تو شارع علیہ السلام ضرور اس پر تنبیہ فرماتے جیسی آپ نے دوسری باتوں پر تنبیہ فرمائی ہے جن سے روح صوم کو نقصان پہونچتا تہا چنانچہ

ارشاد ہے کہ اگر روزہ دار کو کوئی گالی دے یا اس سے لڑنا چاہے تو اس سے یوں کہدے کہ میرا روزہ ہے (یعنی روزہ دار کو روزہ میں گالی دینا اور لڑنا جھگڑنا نہیں چاہیئے)۔

نیز ارشاد ہے کہ جو شخص روزہ میں بیہودہ باتیں اور بیہودہ کام نہ چھوڑے تو اللہ کو اس کے بھوکا پیاسا رہنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ مگر زیادہ کھانے سے کسی حدیث میں روزہ دار کو منع نہیں کیا گیا۔ پس اسکو مبطل روح صوم کہنا غلط ہے ۱۲ ف

میں کہتا ہوں بلکہ اس حدیث میں تو روزہ دار کو افطار و سحری میں زیادہ کھا لینے کی اجازت دی گئی ہے۔ بشرطیکہ غذا حلال ہو اگر اس سے روح صوم باطل ہوتی تو شارع علیہ السلام ہرگز اسکی اجازت نہ دیتے اور گو یہ حدیث ضعیف ہے مگر صوفیہ کی رائے سے اولیٰ و افضل ہے کیونکہ حدیث ضعیف انسانوں کی رائے سے مقدم ہے جبکہ موضوع نہو اور علامہ منذری نے ترغیب و ترہیب میں احادیث موضوعہ سے بچنے کا التزام فرمایا ہے جیسا کہ مقدمہ میں مذکور ہے ۱۲ ۹۸

(۱۰) ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سحری کا کھانا سب کا سب برکت ہی برکت ہے اسکو مت چھوڑنا چاہے ایک گھونٹ پانی ہی کا پی لیا جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ اور فرشتے سحری کھانے والوں پر خاص رحمت نازل فرماتے اور انکو دعا دیتے ہیں اسکو امام احمد نے روایت کیا ہے اور اسکی سند قوی ہے۔ **ف** اس سے معلوم ہوا کہ جس شخص کو سحری کے وقت بھوک نہو وہ پانی کا ایک گھونٹ ہی پی لے تو سحری کی فضیلت سے محروم نہ رہے گا اور پان کھا لینا بھی یا دودھ پی لینا بھی اسی کے حکم میں ہے۔

(۱۱) عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سحری کھایا کرو چاہے پانی کے ایک گھونٹ ہی سے ہو اسکو ابن حبان نے صحیح میں روایت کیا ہے۔

(۱۲) سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چھوارہ (ہی کھالینا) اچھی سحری ہے اللہ تعالیٰ سحری کھانے والوں پر رحمت نازل فرمائے اسکو طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے۔

(۱۳) ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چھوارہ (ہی) مسلمان کی عمدہ سحری ہے اسکو ابوداؤد نے اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے **ف** مطلب یہ ہے کہ زیادہ نہ کھا سکے تو چھوارہ کھالینا ہی کافی ہے یا مطلب یہ ہے کہ سحری میں چھوارہ کھانا بہت اچھا ہے کیونکہ اس سے قوت زیادہ آتی ہے **ف** سحر وہ کھانا ہے جو سدس لیل آخر میں کھایا جائے یعنی رات کے آخری چھٹے حصے میں پس جو لوگ عشاء کے بعد یا آدہی رات کو سحری کھالیتے ہیں اُن کو سحری کی فضیلت حاصل نہیں ہوتی پس جس زمانہ میں غروب شمس کے بعد سے طلوع صبح صادق تک بارہ گھنٹے ہوں اُس زمانہ میں سحری کا وقت وہ ہے جبکہ صبح صادق ہونے میں دو گھنٹے باقی ہوں اِسی پر سب زمانوں کا حساب کرلیا جائے۔ 99

ف۔ سوال۔ سحری کھانے کی اس قدر فضیلت کیوں ہے جبکہ پوری خوراک کھانا بھی شرط نہیں بلکہ ایک گھونٹ پانی اور ایک چھوارہ سے بھی یہ فضیلت حاصل ہوجاتی ہے۔

جواب۔ اسکی فضیلت کے جو وجوہ میری سمجھ میں آئے ہیں وہ عرض کرتا ہوں (۱) یہ کہ اس میں اہل کتاب کے روزہ سے امتیاز ہے کیونکہ اوپر معلوم ہوچکا کہ اہل کتاب روزہ کے ساتھ سحری نہیں کھاتے تھے اور اللہ تعالیٰ کو کفار کی مخالفت عبادت میں محبوب ہے (۲) یہ کہ اس سے روزہ میں اور نماز و تلاوت و ذکر اللہ میں سہولت و قوت حاصل ہوتی ہے اور طاعات کا شوق و دلجمعی سے ادا ہونا اللہ تعالیٰ کو محبوب ہے (۳) یہ کہ سحری کھانے والے کا روزہ ریا سے محفوظ رہتا ہے اور جو سحری نہ کھائے گا اُس کی صورت و حالت ہی سے ہر شخص پہچان لیگا

کہ اس کا آج روزہ ہے جبھی چہرہ پر ہوائیاں اُڑ رہی ہیں۔ (۴) یہ کہ سحری کہانے میں عبدیت کا اظہار ہے کہ روزہ کی حالت میں جو ہم کہانے پینے سے رکے ہوئے ہیں اِس کا یہ سبب نہیں ہے کہ ہمکو کہانے پینے سے استغنا ہے بلکہ محض حکم کی وجہ سے رکے ہوئے ہیں۔ اور اجازت کے وقت میں تو ہم بار بار کہانے پینے کے محتاج ہیں (۵) یہ کہ شروع اسلام میں بعد عشاء کے نیند آجانے کے بعد کہانا پینا اور بیوی کے پاس جانا حرام تہا جب مسلمانوں سے اس حکم کا نباہ نہو سکا تو اللہ تعالیٰ نے حکم سابق کو منسوخ فرما دیا اور صبح صادق تک کہانے پینے کی اجازت دیدی پس اب اسی اجازت پر عمل کرنا اللہ تعالیٰ کو محبوب ہے کیونکہ اوپر گذر چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو رخصت پر عمل کرنا ایسا ہی محبوب ہے جیسا گناہوں سے بچنا محبوب ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔ باسرار احکام دیکھا ۱۲ مترجم۔

افطار میں جلدی کرنے اور سحری میں تاخیر کرنے ۱۰۰
کی
ترغیب

(۱) سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگ اُسوقت تک ہمیشہ بہلائی میں رہیں گے جبتک افطار میں جلدی کرتے رہیں اسکو بخاری و مسلم و ترمذی نے روایت کیا ہے۔

(۲) سہل بن سعد رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت میری سنت پر اُسوقت تک ہمیشہ رہے گی جبتک افطار میں ستاروں (کے نکلنے) کا انتظار نہ کرے اسکو ابن حبان نے صحیح میں روایت کیا ہے۔

(۳) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرے بندوں میں مجھے زیادہ محبوب وہ ہے جو افطار میں زیادہ جلدی کرے اسکو امام احمد و ترمذی نے روایت کیا ہے اور ترمذی نے اسکو حسن کہا ہے اور ابن خزیمہ و ابن حبان نے بھی اپنی صحیح میں روایت کیا ہے

(۴) یعلی بن مرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین چیزوں کو اللہ تعالیٰ محبوب رکھتے ہیں (۱) افطار میں جلدی کرنا۔ (۲) سحری میں تاخیر کرنا (۳) نماز میں ایک ہاتھ دوسرے پر رکھ کر دونوں ہاتھوں کو باندھ لینا اسکو طبرانی نے اوسط میں روایت کیا ہے۔

(۵) ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دین اسوقت تک ہمیشہ غالب رہے گا جب تک افطار میں جلدی کرتے رہیں کیونکہ یہود و نصاریٰ (افطار میں) تاخیر کرتے ہیں اسکو ابوداؤد و ابن ماجہ نے اور ابن خزیمہ و ابن حبان نے صحیح میں روایت کیا ہے مگر ابن ماجہ کے الفاظ یہ ہیں کہ لوگ ہمیشہ اچھی حالت میں رہیں گے۔ ۱۰۱

ف۔ سوال۔ ابن ماجہ کے الفاظ پر تو زیادہ اشکال نہیں مگر دوسروں کی روایت میں جو یہ آیا ہے کہ دین اسوقت تک ہمیشہ غالب رہے گا جبتک لوگ افطار میں جلدی کرتے رہیں اسپر یہ اشکال ہے کہ اس فعل کو دین کے غلبہ میں کیا دخل ہے۔

جواب دین کا غلبہ یہ ہے کہ اس کے خاص امتیازات محفوظ رکھے جائیں اور کفار کی موافقت سے گو ادنیٰ درجہ ہی کی ہو احتراز کیا جائے۔ اور افطار میں جلدی کرنا بھی اسلام کا خاص امتیاز ہے کیونکہ اہل کتاب تاخیر کرتے ہیں تو جبتک مسلمان اس بات کا لحاظ رکھیں گے کہ دین اسلام کے امتیازات محفوظ رہیں اور کفار کی موافقت سے بچتے رہیں اسوقت تک ظاہر ہے کہ دین غالب رہیگا اور جب وہ اسلام کے خصوصی امتیازات کو مٹانے لگیں اور کفار سے موافقت کرنے لگیں اسوقت دین مغلوب ہوجائے گا گو اسلام کا نام لینے والے

کم نہوں مگر روح اسلام ان میں کم ہوگی اور احادیث کے تتبع سے معلوم ہوتا ہے کہ سیدنا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس طرح تعجیل افطار کے متعلق یہ بات ارشاد فرمائی ہے۔
اسی طرح اور بھی بہت سی باتوں کے متعلق یہ ارشاد فرمایا ہے جن کا حاصل یہی سمجھ میں آتا
ہے کہ جبتک مسلمان اسلامی خصوصیات و امتیازات کو ملحوظ رکھیں اور کفار کی موافقت
سے بچتے رہیں گے دین غالب رہے گا اور جب وہ اس میں کوتاہی کریں گے دین کا
غلبہ کم ہوجائے گا جیسا آجکل کا مشاہدہ ہے وفقنا اللہ وایاکم لاعزاز الدین و
احیاء سنن المرسلین دوسرے یہ کہ افطار میں جلدی کرنا انبیاء و مرسلین کی سنت
ہے تو جبتک مسلمان اسکے پابند رہیں گے اسوقت تک وہ حضرات انبیاء علیہم السلام
کے اخلاق و عادات پر قائم رہیں گے جو غلبۂ دین کا خاص نشان ہے۔

ف افطار میں جلدی کرنے کے معنی یہ ہیں کہ غروب شمس کا یقین ہوجانے
کے بعد دیر نہ کی جائے یہ معنی نہیں کہ غروب شمس کا یقین ہونے سے پہلے افطار
کر لیا جائے اسی طرح تاخیر سحور کے معنی یہ ہیں کہ ایسے وقت سحری سے فارغ ہوجائے ۱۰۴
کہ اس کے بعد بھی رات کے باقی رہنے کا پانچ دس منٹ تک یقین ہو کیونکہ
روزہ کو شبہ اور خطرہ میں ڈالنا اچھا نہیں۔ ۱۲ مترجم

(۶) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ
میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو افطار سے پہلے مغرب کی نماز پڑھتے
ہوئے کبھی نہیں دیکھا (بلکہ آپ پہلے افطار کرتے اس کے بعد مغرب کی
نماز پڑھتے ۱۲) چاہے پانی کا ایک گھونٹ ہی پی لیتے اسکو ابو یعلی نے
اور ابن خزیمہ و ابن حبان نے صحیح میں روایت کیا ہے۔

ف بعض صحابہ کے متعلق روایات میں آیا ہے کہ وہ مغرب کی نماز کے
بعد افطار کرتے تھے اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ کھانا نماز کے بعد کھاتے تھے اور
نماز سے پہلے پانی کا ایک گھونٹ یا چھوارہ کا ٹکڑا کھا لیتے تھے جس کی اطلاع
راوی کو نہیں ہوئی۔

چھوارے سے افطار کرنے کی ترغیب اور وہ نہ ملے تو پانی سے

(۱) حضرت سلمان بن عامر ضبی رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں حضور نے فرمایا کہ جب کوئی افطار کرے تو چھوارہ سے افطار کرے کیونکہ وہ برکت کی چیز ہے اگر وہ نہ ملے تو پانی سے کیونکہ وہ پاک ہے اور پاک کرنے والا ہے اسکو ابوداؤد و ترمذی و ابن ماجہ نے اور ابن حبان نے صحیح میں روایت کیا ہے اور ترمذی نے اِس حدیث کو حسن صحیح کہا ہے +

(۲) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز (مغرب) پڑھنے سے پہلے چند تازے چھواروں سے افطار فرماتے اگر تازے نہ ملتے تو خشک چھواروں سے اگر وہ بھی ۱۰۳
نہوتے تو پانی کے چند گھونٹ پی لیتے تھے اسکو ابوداؤد و ترمذی نے روایت کیا ہے اور ترمذی نے اس حدیث کو حسن کہا ہے۔ اور ابویعلی نے اسکو ان الفاظ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین چھواروں سے افطار کرنا پسند فرماتے تھے یا کسی ایسی چیز سے جو آگ سے نہ پکی ہو۔

(۳) حضرت انس رضہ سے ہی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جسکو چھوارہ مل جائے وہ اسی سے افطار کرے اور جسکو یہ نہ ملے وہ پانی سے افطار کرے کہ وہ پاک ہے اور پاک کرنے والا ہے اسکو ابن خزیمہ نے صحیح میں اور حاکم نے (مستدرک میں) روایت کیا ہے اور حاکم نے اسکو بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے۔

ف افطار کے وقت لطیف چیز کھانا چاہیئے جن میں سب سے افضل کھجور ہے اسکے بعد پانی اور جو چیزیں آگ سے پکی ہوں اُن سے افطار نہ کرنا چاہئے کیونکہ اُن میں لطافت کم ہو جاتی ہے اُنکو بعد میں کھانا چاہیئے ۱۲ مترجم

روزہ دار کو کھانا کھلانے کی ترغیب

(۱) زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نے فرمایا جو شخص روزہ دار کو افطار کرائے اُسکو روزہ دار کی برابر ثواب ملے گا مگر روزہ دار کے ثواب میں سے کچھہ کمی نہ کی جائے گی اسکو ترمذی و نسائی و ابن ماجہ نے اور ابن حبان و ابن خزیمہ نے صحیح میں روایت کیا ہے اور ترمذی نے بھی اسکو صحیح کہا ہے۔ ابن خزیمہ و نسائی کے الفاظ یہ ہیں کہ جو شخص نمازی کا یا حاجی کا سامان تیار کرنے یا ان کے گھر والوں کی ان کے پیچھے خبر گیری کرے یا روزہ دار کو افطار کرادے اُسکو ان کی برابر ہی ثواب ملے گا مگر اُن کے ثواب میں کچھہ ۱۰۴
کمی نہ کیجائے گی۔

(۲) حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص حلال کہانے پینے کی چیز سے روزہ دار کا روزہ افطار کرائے اُسکو ملائکہ رمضان کی ساعات میں دعا دیتے ہیں اور شب قدر میں جبریل علیہ السلام بھی اُسکو دعا دیتے ہیں۔ اسکو طبرانی نے کبیر میں اور ابو الشیخ بن حبان نے کتاب الثواب میں روایت کیا ہے اور اون کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ جبریل علیہ السلام شب قدر میں اُس سے مصافحہ کرتے ہیں اتنا اور زیادہ ہے کہ جس سے جبریل علیہ السلام مصافحہ کرتے ہیں اُس کے دل میں رقت پیدا ہوتی ہے اور اُس کے آنسو کثرت کے ساتھہ بہنے لگتے ہیں۔ حضرت سلمان کہتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ اگر کسی کے پاس (کہلانے پلانے کو) کچھہ نہو تو فرمایا کہ تہوڑا سا کہانا دیدے میں نے عرض کیا کہ اگر اس کے پاس روٹی کا ایک

لقمہ ہی ہو فرمایا ایک گھونٹ دودھ ہی کا پلادے میں نے عرض کیا اگر یہ بھی نہ ہو فرمایا
ایک گھونٹ پانی ہی پلادے۔

(۳) اور حضرت سلمان کی ایک روایت پہلے گذر چکی ہے جسکو ابن خزیمہ نے
اپنی صحیح میں ذکر کیا ہے اس میں یہ مضمون ہے کہ جو شخص رمضان میں کسی روزہ دار کو
افطار کرائے اُس کے گناہوں کی مغفرت ہوجائے گی اور ایک غلام آزاد کرنیکا
ثواب ہوگا۔ اور اسکو روزہ دار کی برابر ثواب ملے گا مگر اُس کے ثواب سے کچھ
کمی نہ کی جائے گی۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ہر شخص کو تو اتنی وسعت نہیں کہ روزہ دار
کو افطار کراسکے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ یہ ثواب تو اُس
شخص کو دیتے ہیں جو روزہ دار کو افطار کے وقت ایک چھوارہ کھلادے یا پانی
یا دودھ کا ایک گھونٹ پلادے۔ الحدیث (اور جو پیٹ بھر کر کھانا کھلاوے
اور اچھی طرح اسکو سیراب کردے اسکے ثواب کا کیا پوچھنا۔)

۱۰۵

روزہ دار کے ثواب کا بیان
جبکہ
اُس کے سامنے دوسرے لوگ کھاتے پیتے ہوں

(۱) ام عمارہ انصاریہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم (ایک دن) اُن کے پاس تشریف لائے تو اُنہوں نے آپ کے سامنے
کھانا پیش کیا حضور نے ان سے فرمایا کہ تم بھی کھاؤ اُنہوں نے عرض کیا کہ میں تو
آج روزہ سے ہوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ روزہ دار کے سامنے
جب دوسرے لوگ کھاتے پیتے ہیں تو فرشتے اسپر رحمت نازل کرتے رہتے ہیں
حتیٰ کہ وہ پیٹ بھر کر کھالیں اسکو ترمذی نے روایت کیا ہے اور الفاظ ان ہی
کے ہیں اور ابن ماجہ نے اور ابن خزیمہ و ابن حبان نے بھی صحیح میں روایت

کیا ہے اور ترمذی نے اِس حدیث کو حسن صحیح کہا ہے اور اُنکی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ روزہ دار کے سامنے جب روزہ خور کہاتے (پیتے) ہیں فرشتے اُسپر رحمتیں نازل کرتے ہیں۔

ف مدینہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد کی ننہیال تھی اسلئے بعض مستورات آپ کی خالہ اور نانی ہوتی تھیں جن سے شرعًا پردہ نہ تھا اور بعض واقعات مستورات کے سامنے آنے کے نزول حجاب سے پہلے کے ہیں پس یہاں دونوں احتمال ہیں یا تو واقعہ نزول حجاب سے پہلے کا ہے یا صحابیہ حضور سے ننہیالی قرابت رکھتی تھیں۔ حضرت ام عمارہ انصاریہ بڑے درجہ کی صحابیہ ہیں بیعت عقبہ میں شریک ہوئیں جنگ بدر میں بھی اسلامی لشکر کے ساتھ تھیں جنگ احد میں جب تک مسلمانوں کا غلبہ رہا لشکر اسلام کو پانی پلاتی رہیں جب جنگ کا نقشہ بدلا اور بہت سے مسلمانوں کے پیر اُکھڑ گئے تو یہ تلوار اور تیر کمان لیکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کرنے لگیں حضرت عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ۱۰۶
میں نے یہ فرماتے ہوئے سنا کہ غزوۂ احد میں دائیں بائیں جس طرف بھی میں نے نظر اُٹھائی ام عمارہ کو ہر طرف کفار سے لڑتا ہوا دیکھا وہ میری حفاظت کے لئے ہر طرف سے اُن کے حملہ کو روکتی تھیں جزاھا اللہ عنا وعن جمیع المسلمین خیرا وفدی لرسول اللہ امی وخالتی وعمی وابائی ونفسی ومالیہ۔

(۳) سلیمان بن بُریدہ اپنے باپ (حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ) سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن حضرت بلال رضہ سے فرمایا کہ اے بلال آؤ کہانا کہاؤ اُنہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں تو روزہ سے ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم تو اپنی روزی کہا رہے ہیں اور بلال کا رزق جنت میں جمع ہو رہا ہے اے بلال! تمکو خبر بھی ہے روزہ دار کے سامنے جب تک کوئی کہانا کہا تا رہتا ہے اُسکی ہڈیاں تسبیح کرتی رہتی اور فرشتے

له هذا كله من الاصابة فصل النساء ۱۲ مترجم۔

اُسکے لئے دعائے مغفرت کرتے رہتے ہیں اسکو ابن ماجہ اور بیہقی دونوں نے بقیہ سے روایت کیا ہے وہ محمد بن عبدالرحمن سے سماع بیان کرتے ہیں وہ سلیمان بن بریدہ سے روایت کرتے ہیں مگر محمد بن عبدالرحمن مجہول ہیں اور بقیہ مدلس ہیں اور مجہول شخص سے تصریح سماع کچھ مفید نہیں۔

ف- پس یہ روایت ضعیف ہے۔ مگر پہلی حدیث اس کے لئے شاہد صحیح ہے۔

روزہ دار کو غیبت اور بیحیائی کی باتیں اور جھوٹ بولنے وغیرہ پر دھمکی

(۱) ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص (روزہ میں) بیہودہ باتیں اور بیہودہ کام نہ چھوڑے تو اللہ تعالےٰ کو اُسکے بھوکے پیاسے رہنے کی کچھ پروا نہیں۔ اسکو بخاری۔ ابوداؤد۔ ترمذی ۱۰۷
نسائی۔ ابن ماجہ نے روایت کیا ہے اور ابن ماجہ کے الفاظ یہ ہیں جو شخص بیہودہ باتیں اور جہالت کی باتیں اور بیہودہ کام اور جہالت کے کام نہ چھوڑے یہی الفاظ نسائی کی ایک روایت میں بھی ہیں۔ اور طبرانی نے صغیر و اوسط میں حضرت انس سے بایں الفاظ روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص (روزہ میں) بیحیائی اور جھوٹ بولنا نہ چھوڑے تو اللہ تعالیٰ کو اسکی پروا نہیں کہ وہ کھانا پینا ہی نہ چھوڑے ؎

ف مقصود یہ ہو کہ غیبت اور جھوٹ وغیرہ سے روزہ کا ثواب اور نور کم ہو جاتا ہی اسلئے روزہ میں ان سے بہت اہتمام کی ساتھ بچنا چاہئے یہ مطلب نہیں کہ ان سے نہ بچ سکے تو روزہ ہی نہ رکھے کیونکہ اس صورت میں روزہ نہ رکھنے کا گناہ الگ ہوگا اور غیبت و کذب وغیرہ کا گناہ جدا لازم ہوگا پس شارع علیہ السلام کا مقصود یہ ہے کہ جو روزہ رکھے وہ ان امور سے بھی ضرور بچے یہ مقصود نہیں کہ جو ان امور سے نہ بچے

وہ روزہ بھی نہ رکھے خوب سمجھ لو ۱۲ مترجم۔

(۲) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں آدمی کا ہر عمل اُس کے لئے ہے بجز روزہ کے کہ وہ میرا ہے اور میں خود اُس کی جزا دوں گا۔ روزہ ڈھال ہے پس جب کسی دن کسی کا روزہ ہو تو بیحیائی اور شور وشغب نہ کرے اگر کوئی اس سے گالم گلوچ ہو یا لڑنے لگے تو اس سے کہدینا چاہئے کہ میں روزہ سے ہوں میں روزے سے ہوں (میں لڑنا جھگڑنا نہیں چاہتا) الحدیث اسکو امام بخاری نے روایت کیا ہے اور اُنہی کے الفاظ ہیں۔ اور مسلم۔ ابوداؤد وترمذی۔ نسائی۔ ابن ماجہ نے بھی اسکو روایت کیا ہے اور یہ حدیث تمام طرق کے ساتھ پہلے گذر چکی اور اس کے الفاظ کی شرح بھی بیان ہوچکی ہے۔

(۳) ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ روزہ ڈھال ہے جبتک اسکو پھاڑا نہ جائے اسکو نسائی نے سند حسن سے روایت کیا ہے اور ابن خزیمہ نے صحیح میں اور بیہقی نے (سنن میں) اور طبرانی نے اوسط میں حضرت ابوہریرہ سے اُس میں اتنا اور زیادہ ہے کہ حضور سے عرض کیا گیا کہ روزہ کو کس طرح پھاڑا جاتا ہے حضور نے فرمایا جھوٹ یا غیبت سے۔ ۱۰۸

ف اس میں اُس نقصان کی تصریح ہوگئی جس کا اوپر ذکر تھا کہ روزہ جو جہنم سے بچنے کے لئے مضبوط ڈھال ہے جھوٹ اور غیبت وغیرہ کرنے سے وہ مضبوط ڈھال نہیں رہتا بلکہ پھٹی ہوئی ڈھال کے مشابہ ہوجاتا ہے جو کسی درجہ میں تو کارآمد ہے مگر پوری کارآمد نہیں۔

(۴) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا روزہ فقط کھانے پینے سے (رک جانے کا نام) نہیں ہے بلکہ روزہ بیہودہ کام اور بیحیائی کے کاموں سے (رُکنے کا نام) ہے پس اگر

کوئی تم سے روزہ میں اگالم گلوچ یا تمہارے ساتھ جہالت سے پیش آئے تو اس سے کہدو میں روزہ سے ہوں میں روزہ سے ہوں اسکو ابن خزیمہ و ابن حبان نے صحیح میں اور حاکم نے مستدرک میں روایت کیا ہے اور شرط مسلم پر صحیح کہا ہے ابن خزیمہ کی ایک روایت میں حضرت ابوہریرہ ہی سے مرفوعاً اس طرح وارد ہے کہ روزہ میں تم کسیکو گالی نہ دیا کرو اور اگر کوئی دوسرا تمکو گالی دے تو اس سے کہدو میرا روزہ ہے اور اگر تم اسوقت کہڑے ہو تو بیٹھ جاؤ (تاکہ غصہ کم ہو جائے ۱۲)

(۵) حضرت ابوہریرہ ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بعض روزہ دار ایسے ہیں جنکو روزہ سے بجز بہوکا رہنے کے اور کچہہ نہیں ملتا اور بعض تہجد گذار ایسے ہیں جنکو تہجد سے بجز جاگنے کے کچہہ نہیں ملتا اسکو ابن ماجہ نے روایت کیا ہے اور یہ الفاظ اُن ہی کے ہیں اور نسائی نے اور ابن خزیمہ نے صحیح میں اور حاکم نے بہی مستدرک میں اسکو روایت کیا ہے اور شرط بخاری پر صحیح کہا ہے ابن خزیمہ و حاکم کے الفاظ یہ ہیں کہ بعض روزہ داروں کا حصہ روزہ میں بہوک اور پیاس کے سوا کچہہ نہیں ہوتا۔ اور بعضے تہجد گذاروں کا حصہ تہجد میں بجز بیداری کے کچہہ نہیں ہوتا بیہقی نے بہی انہی الفاظ سے اسکو روایت کیا ہے اور طبرانی نے کبیر میں عبداللہ بن عمر سے بہی مرفوعاً اسی مضمون کو روایت کیا ہے۔ ۱۰۹

ف۔ سوال۔ تہجد تو ہر تہجد پڑہنے والا تنہا ایسی حالت میں پڑہتا ہے جب دوسرے سوتے ہوتے ہیں اُسکو کسی کی غیبت و شکایت کا یا جہوٹ بولنے کا موقع ہی نہیں ملتا پہر اس کا تہجد کس طرح برباد ہوتا ہے۔

جواب۔ تہجد کی بربادی یہ ہے کہ تہجد پڑہکر اپنے کو بزرگ سمجھنے لگے یا دوسروں کو حقیر جاننے لگے۔ یا صبح کو لوگوں کے سامنے اپنے تہجد کا حال بیان کرنے لگے کہ رات میں بہت سویرے اٹہا تہا۔ پہر صبح تک نہیں سویا یا تہجد میں رات بہت مزہ آیا بڑے انوار نظر آئے سو ایسی باتیں بنانا ریاکاری ہے جس سے تہجد کا ثواب برباد ہو جاتا ہے اسیطرح اور بہی بعض اسباب ہیں جن پر صوفیہ نے متنبہ

فرمایا ہے ۱۲ مترجم

(۶) حضرت عبید سے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام ہیں روایت ہے کہ دو عورتوں نے روزہ رکھا اور ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہاں دو عورتیں روزہ سے ہیں جو پیاس کی وجہ سے مری جارہی ہیں حضور نے اس کے جواب سے اعراض کیا یا سکوت کیا پھر وہ دوبارہ آیا غالباً دوپہر کے وقت اور کہا یا رسول اللہ وہ تو مرگئی ہیں یا مرنے والی ہیں حضور نے فرمایا اُن کو یہاں بلاؤ چنانچہ وہ آئیں اور ایک بڑا پیالہ منگایا گیا پھر حضور نے ایک عورت سے فرمایا کہ قے کر تو اس کی قے میں راد لہو اور کچ لہو اور گوشت اتنا نکلا کہ آدھا پیالہ بھر گیا پھر دوسری عورت سے کہا کہ تو بھی قے کر اس نے قے کی تو راد اور لہو اور کچ لہو اور تازہ گوشت وغیرہ اتنا نکلا کہ پورا پیالہ بھر گیا۔ پھر حضور نے فرمایا کہ ان دونوں نے اُن چیزوں سے تو روزہ رکھا جو اللہ تعالیٰ نے (دوسرے وقت میں) ان کے لئے حلال کی ہیں اور اُن چیزوں سے افطار کیا جو
(ہر حالت میں) ان پر حرام کی گئیں ہیں (یعنی) دونوں نے باہم ملکر لوگوں کا گوشت ۱۱۰
کھانا شروع کیا (یعنی غیبت کی) اسکو امام احمد نے روایت کیا اور الفاظ انہی کے ہیں اور ابن ابی الدنیا اور ابو یعلی نے بھی روایت کیا ہے مگر سب سندوں میں ایک راوی کا نام نہیں بتایا گیا جو حضرت عبید سے روایت کرنیوالا ہے اور ابو داؤد طیالسی نے اور ابن ابی الدنیا نے ذم غیبت میں اور بیہقی نے حضرت انس سے بھی اسکو روایت کیا ہے جو غیبت کے بیان میں انشاء اللہ آئے گا۔

ف تعدد طرق سے ضعیف کو قوت ہو جاتی ہے اسلئے یہ حدیث زیادہ ضعیف نہ رہی خصوصاً جبکہ تابعی کا مجہول ہونا حنفیہ کے نزدیک مضر نہیں **ف** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ روزہ میں بھوک پیاس کی تکلیف زیادہ اُسی کو ہوتی ہے جو غیبت وجھوٹ وغیرہ سے پرہیز نہ کرے اور جو شخص گناہوں سے روزہ کی حفاظت رکھے

عہ قال المنذری العس بضم العين وتشديد السين المهملتين هو القدح العظيم والعبيط بفتح العين المهملة بعدها باء موحدة ثم ياء مثناة تحت ثم طاء مهملة هو الطري ۱۲ منہ

اسکو روزہ میں بھوک پیاس زیادہ نہیں ستاتی پس جو لوگ روزہ میں بھوک پیاس کا اندیشہ کرتے ہیں وہ اس نسخہ پر عمل کر کے دیکھیں انشاء اللہ روزہ بہت آسان ہوجائیگا

اعتکاف کی ترغیب

(۱) امام علی بن حسین (زین العابدین) رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ اپنے والد (ماجد امام حسین رضی اللہ عنہ) سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے رمضان شریف میں دس دن کا اعتکاف کیا اسکو دو حج اور دو عمرہ کا ثواب ملیگا اسکو بیہقی نے روایت کیا ہے۔

(۲) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں معتکف تھے کہ آپ کے پاس ایک شخص آیا اور سلام کر کے بیٹھ گیا ابن عباس نے فرمایا کہ اے شخص میں تجھے غمزدہ پریشان دیکھ رہا ہوں (کیا بات ہے) اس نے عرض کیا ہاں اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی فلانے کا میرے ذمہ حق ولا ہے اور اس قبر والے کی عزت کی قسم میں اس کے ادا پر قادر نہیں۔ ابن عباس نے فرمایا تو کیا میں اس سے تمہاری سفارش نہ کردوں۔؟ اس نے عرض کیا اگر آپ کا دل چاہے (تو کچھ فرما دیجئے) حضرت عبداللہ بن عباس نے یہ سنکر جوتے پہنے اور مسجد سے باہر نکل آئے تو وہ شخص کہنے لگا کہ کیا آپ اپنی وہ حالت بھول گئے جس میں آپ ابتک تھے (یعنی کیا آپ کو اپنا اعتکاف یاد نہیں رہا جو مسجد سے باہر چلے آئے۔ فرمایا میں بھولا نہیں بلکہ میں نے اس قبر والے سے سنا ہے صلی اللہ علیہ وسلم اور کچھ زیادہ زمانہ نہیں گذرا یہ کہہ کر حضرت ابن عباس کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے" آپ فرماتے تھے کہ جو شخص اپنے بھائی کے کسی کام میں چلے پھرے اور اس میں 111

لے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کی طرف اشارہ ہے ۱۲ مترجم

کوشش کرے تو یہ اس کے واسطے دس سال کے اعتکاف سے افضل ہے اور اعتکاف کی شان یہ ہے کہ) جو شخص اللہ کی رضا جوئی کے لئے ایک دن کا بھی اعتکاف کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے اور دوزخ کے درمیان تین خندقوں کی آڑ کر دیتے ہیں جو آسمان و زمین کی درمیانی مسافت سے بھی زیادہ دراز ہوں گی اسکو طبرانی نے اوسط میں اور بیہقی نے روایت کیا ہے اور یہ الفاظ بیہقی کے ہیں اور حاکم نے اسکو مختصراً روایت کیا اور اسکی سند کو صحیح بتلایا ہے کذا قال۔ حافظ منذری فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعتکاف کی حدیثیں تو صحاح وغیرہ میں مشہور و معلوم ہیں جو ہماری کتاب کے موضوع سے خارج ہیں (اسلئے یہاں ان کو بیان نہیں کیا کیونکہ ان میں ترغیبی و ترہیبی مضامین نہیں ہیں ۱۲ مترجم)

ف اس حدیث سے خدمت خلق اللہ کی جسقدر فضیلت ظاہر ہو رہی ہے محتاج بیان نہیں اسی لئے ابن عباس نے مسلمان کی حاجت روائی کے لئے
۱۱۲ اعتکاف کے ٹوٹ جانے کی بھی پرواہ نکی کیونکہ اعانت مسلم اس سے بھی افضل تھی ۱۲

صدقۃ الفطر کی ترغیب
اور اسکی
تاکید کا بیان

(۱) ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقۂ فطر کو فرض کیا ہے روزہ دار کی پاکی کے لئے لغویات اور بیحیائی کی باتوں سے (جو روزہ میں سرزد ہو گئی ہوں) اور مساکین کی امداد کے لئے تو جو شخص اسکو نماز (عید) سے پہلے ادا کر دے وہ تو مقبول صدقہ ہے اور

ف جس میں اس شخص کا آنا اور اپنا قصہ بیان کرنا اور عبداللہ بن عباس کا اسکی سفارش کیلئے جانا مذکور نہیں صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مذکور ہے ۱۲ منہ

(باقی آئندہ)

کام بھی کیا کرتو وہ ہرگز منظور نہ کرے گا اور عذر کرے گا اسی طرح اور بہت سے کام ایسے نکلیں گے جن میں نوکر کی جانب سے عذر ہوگا بلکہ اولاد بھی جتنی نوکر سے زیادہ تبعیت ہوتا ہے بعض کاموں میں انکار کر دیتی ہے۔ ہمارے ایک دوست کا واقعہ ہے جو خاندانی سید اور بڑے گھرانہ کے ہیں اونہوں نے ایک مرتبہ جبکہ سقوں نے کسی بات پر پانی بھرنا چھوڑ دیا اپنے لڑکے کو کہا کہ بھائی سقوں نے تو پانی بھرنے سے جواب دیدیا ہے محلہ والوں کو سخت تکلیف ہوتی ہے تم ہی لوگوں کے ہاں پانی بھر آیا کرو۔ وہ لڑکا اسپر بہت خفا ہوا تو دیکھو بعض کاموں سے اولاد بھی انکار کر دیتی ہے لیکن غلام کسی کام سے انکار نہیں کر سکتا کیونکہ اس کا کوئی خاص مقرر کام نہیں ہوتا بلکہ اوسکی یہ حالت ہوتی ہے کہ ایک وقت آقا کی جگہ پہ کام کرتا ہے اور زرق برق لباس میں ہوتا ہے اور دوسرے وقت آقا کے ناپاک کپڑوں کو صاف کرتا ہے ایک وقت بھنگی کا کام کرتا ہے تو دوسرے وقت سفیر[عہ] کا کام کرتا ہے پس غلام نوکر بھی ہے ہتر بھی ہے سفیر بھی ہے خلیفہ بھی ہے۔ پس انسان اور جن تو مثل
9 غلام کے ہیں اور دوسری مخلوق مثل نوکر کے ہے اور یہی وجہ ہے کہ دوسری مخلوق کی عبادت کو پالی بیان کرنے اور سجدہ کرنے کے نام سے یاد کیا اور انسان اور جن کے کام کو عبادت کا لقب دیا۔ اور جب انسان اور جن بندے اور غلام ہیں تو اونکی کوئی خاص خدمت نہ ہوگی بلکہ اُن کے لئے ایک وقت نماز روزہ کرنا عبادت ہوگا تو دوسرے وقت سونا اور حاجت پوری کرنا اور لوگوں سے ملنا اور اسیطرح کے کام عبادت ہوں گے۔ حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسوقت پیشاب پاخانہ کا دباؤ ہو اوسوقت نماز پڑھنے کی ممانعت ہے اور اس سے فراغت کرنا واجب ہے دیکھئے ایک وقت انسان کے لئے ایسا نکلا کہ اسکو مسجد میں جانا حرام اور پاخانہ میں جانا واجب ہوا اسیطرح اگر کوئی شخص اول وقت نماز پڑھنا چاہے اور اوسکو شدت سے بھوک لگی ہو تو شریعت حکم کرے گی کہ نماز بعد کو پڑھو اول کھانا کھاؤ اس کے راز کو امام ابوحنیفہؒ نہایت پاکیزہ الفاظ میں فرماتے ہیں کہ میرا سارا کھانا نماز ہو جائے یہ اس سے بہتر ہے کہ میری ساری نماز کھانا بنجائے مطلب یہ ہے کہ جب کھانا اول کھائے گا تو سارے

زیادہ بھوک کے وقت کھانے سے نماز سے پہلے فراغت کرنا واجب ہے

عہ ایلچی ۱۲

کھانے میں نماز کا دھیان رہے گا کہ اس سے جلد نمٹوں اور نماز کو جاؤں تو یہ سارا وقت نماز کے انتظار میں گذرا۔ اور نماز کے انتظار میں نماز ہی کا ثواب ملتا ہے تو کل کھانا نماز ہوگیا اور اگر ایسا نہ کیا جاتا بلکہ بھوک میں نماز شروع کر دی جاتی تو جسم تو نماز میں ہوتا اور دل کھانے میں پڑا ہوتا۔ تو ساری نماز کھانے کی نذر ہوجاتی اور اسی راز کی وجہ سے ہمارے حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ اگر جسم ہندوستان میں رہے اور دل مکہ میں تو یہ اس سے بہتر ہے کہ جسم مکہ میں رہے اور دل ہندوستان میں۔ غرض انسان کے لئے کوئی عبادت معتبر نہیں کیونکہ اوسکی شان غلام کی سی ہے اور جب یہ ہے تو ایک تو وہ شخص ہے کہ نماز پڑھکر کسی دیہاتی سے باتوں میں مشغول ہے اور کھیتی باڑی کا حال پوچھ رہا ہے اور دوسرا شخص لا الٰہ الا اللہ کی تسبیح میں مشغول ہے تو ظاہر میں یہ دوسرا شخص افضل معلوم ہوتا ہے۔ لیکن غور کریں تو معلوم ہو کہ اگر پہلے شخص کی نیت اچھی ہے کہ کسی مسافر یا مہمان کا دل خوش کرنا مقصود ہو یا کوئی دوسری ایسی ہی نیت ہو تو یہ باتیں زیادہ افضل اور مقبول ہیں کیونکہ ہر کام اپنے نتیجہ اور فائدہ کے ۱۰
لحاظ سے افضل ہوتا ہے۔ جس کام کا نتیجہ افضل ہے وہ کام ہی افضل ہے تو ہر کام کے نتیجہ اور غرض کو دیکھنا چاہیئے لیکن عام لوگ اسکو نہیں سمجھتے۔ حضرت مولانا فتح محمد صاحب حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ کی حکایت بیان فرماتے تھے کہ میں حضرتؒ کے پاس بیٹھا ہوا تھا بہت دیر تک بیٹھا باتیں کرتا رہا آخر جب بہت دیر ہوگئی تو میں اوٹھا اور عرض کیا کہ حضرت آج میں نے آپ کی عبادت میں بہت حرج کیا حضرتؒ فرمانے لگے کہ مولانا یہ کیا فرمایا کیا نماز روزہ ہی عبادت ہے اور دوستوں کا جی خوش کرنا عبادت نہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہؓ کے ساتھ بیٹھتے تھے اور جس قسم کی جائز باتیں صحابہ فرماتے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ساتھ شریک رہتے اگر صحابہ ہنستے تو اون کے ساتھ آپ بھی مُسکراتے تو یہ ہے کاملوں کی حالت۔ مگر عام لوگ اسکو کیا سمجھیں۔ عام لوگوں کی پسند پر مجھے ایک حکایت یاد آتی ہے حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ فرماتے تھے کہ جب شیخ نہال احمد صاحب رئیس دیوبند نے اپنے

افضلیت کا مدار نتیجہ پر ہے

حضرت حاجی صاحب کی حکایت

ایک حکایت

بیٹے کا نکاح کیا۔ تو چاروں کو ہی زردہ پلاؤ فیرینی کھلائی۔ اور کہا نے تو انہوں نے جس طرح ہُوسے کھائے مگر جب فیرینی سامنے آئی تو اُسکو چکھ کر اُن میں سے ایک شخص کیا کہتا ہے کہ یہ تھوک سا کیا ہے واقعی جس نے ہمیشہ گڑ اور شیرا کھایا ہو وہ کیا جانے کہ قند میں کیا مزہ ہے اور فیرینی کیا ہوتی ہے اسیطرح عام لوگ کاملوں کی حالت کیا جانیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ دستور تھا کہ کھانے پینے کی باتوں میں بلکہ اسلام سے پہلے کے قصوں میں بھی صحابہ کے ساتھ شامل رہتے تھے اور ان لوگوں کی باتوں کو سنکر آپ مسکراتے تھے۔ آپ کا ہنسنا مسکرانے سے زیادہ نہ ہوتا تھا کبھی کسی نے آپ کی ہنسی کی آواز نہیں سنی اور وجہ اسکی یہ ہے کہ جب غم کا غلبہ ہوتا ہے تو ہنسی کی آواز نہیں نکلتی چاہے مسکرانے کی حالت ہوجائے اور حضورؐ ہمیشہ غمگین اور فکر مند رہتے تھے۔ جس کی وجہ بھی خود ارشاد فرماتے ہیں کہ میں کیونکر چین سے رہوں جبکہ فرشتہ صور لئے طیار کھڑا ہے کہ اب حکم ہوا اور صور پھونک دوں تو بتلائے اس حالت میں ہنسی کیونکر آتی۔ ہنسی تو ان لوگوں کو آسکتی ہے جو بالکل بے فکر ہوں سو اللہ والوں کو بےفکری کہاں صرف دوسروں کی خاطر سے کبھی کچھ ہنس دیتے ہیں اس کے مناسب ایک اور حکایت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے حضرت یحییٰ علیہ السلام کی ملاقات ہوئی حضرت عیسیٰؑ اکثر مسکرایا کرتے تھے اور حضرت یحییٰؑ زیادہ رویا کرتے تھے حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا کہ اے یحییٰؑ کیا تم خداتعالیٰ کی رحمت سے بالکل ناامید ہوگئے ہو کہ کسی وقت تمہارا رونا ختم ہی نہیں ہوتا حضرت یحییٰؑ نے فرمایا کہ اے عیسیٰؑ کیا تم خدا کے قہر سے بالکل بے خوف ہو کہ تم کو ہر وقت ہنسی ہی آتی رہتی ہے آخر ایک فرشتہ آیا اور کہا کہ خداتعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ہم تم دونوں میں فیصلہ کرتے ہیں کہ اے عیسیٰؑ لوگوں کے سامنے تو ایسے ہی رہو جیسے اب رہتے ہو لیکن تنہائی میں یحییٰؑ کی طرح رویا کرو اور اے یحییٰ تنہائی میں تو ایسے ہی رہو جیسے اب ہو۔ لیکن لوگوں کے سامنے کچھ ہنس بھی لیا کرو تاکہ لوگوں کو میری رحمت سے مایوسی نہ ہوجائے کہ جب نبی کا یہ حال ہے تو ہمکو کیا

امید ہے اور یہ حکایت اسلئے بیان کی گئی کہ حضورؐ کا ہنسنا جو کچھ تھا وہ صرف دوسروں کی خاطر سے تھا اور اگر دوسروں کی رعایت نہ ہوتی تو شاید مسکرانے کی بھی نوبت نہ آتی۔ غرض جس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم باتوں میں یا ہنسی میں مشغول ہوتے تھے اسوقت حضور کے کمال کی عام لوگوں کو کیا خبر ہوتی ہوگی اسی لئے کافر کہتے تھے مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ یَاْکُلُ الطَّعَامَ وَیَمْشِیْ فِی الْاَسْوَاقِ کہ یہ کیسے رسول ہیں کہ کھانا کھاتے ہیں اور بازار میں پھرتے ہیں۔ مولانا روم صاحب اسی کو مثنوی میں بیان فرماتے ہیں کہ کافروں نے انبیاءؑ کے ساتھ برابری کی۔ اور اُن کو اپنی طرح سمجھا اور کہا کہ ہم بھی آدمی ہیں اور وہ بھی آدمی ہیں اور کہا کہ ہم بھی کھاتے پیتے ہیں اور وہ بھی کھاتے پیتے ہیں۔ پھر ہم میں اور اون میں کیا فرق ہے۔ مگر جہالت سے وہ یہ نہ سمجھے کہ انہیں اور اون میں بے انتہا فرق ہے یہ کھاتے ہیں تو اس سے پلیدی نکلتی ہے اور وہ کھاتے ہیں تو سب نورِ خدا بنجاتا ہے۔

میں جب حضرت حاجی صاحبؒ سے مثنوی مولانا روم پڑھا کرتا تو اس شعر میں مجھے یہ خیال ہوا کہ مولانا نے یہ فرق واقعی نہیں بیان کیا بلکہ ایک خیالی بات بیان کردی ہے جیسے شاعروں کی باتیں خیالی ہوا کرتی ہیں کیونکہ واقعی فرق تو اوسوقت ہوسکتا تھا جبکہ اللہ والوں کے پیٹ سے یہ پلیدی نہ نکلتی جب سبق شروع ہوا تو حضرت حاجی صاحبؒ نے کیا خوب فرمایا کہ پلیدی سے مراد بُری عادتیں ہیں اور نورِ خدا مراد اچھی عادتیں ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ والے کھاتے ہیں تو غذا سے انکو اچھی عادتوں میں مدد ملتی ہے اور دوسرے لوگ کھاتے ہیں تو اونکو بُری عادتوں میں مدد ملتی ہے تو کتنا بڑا فرق ہوتے ہوئے کفار نے کچھ نہ سمجھا اور انبیاء کو اپنا جیسا کہا کیونکہ ان میں کوئی انوکھی بات نہ تھی۔ کھانا بھی کھاتے تھے پانی بھی پیتے تھے آجکل بھی ایسے لوگوں کو جو کھانا چھوڑ دیں پانی چھوڑ دیں بہت بزرگ سمجھا جاتا ہے میں کہتا ہوں کہ اگر پانی

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہنسنے کی وجہ

۱۲ مثنوی کے ایک شعر کا مطلب

کھانا پینا چھوڑ دینا کمال نہیں

؎ شعر یہ ہے جس کا ترجمہ کردیا ہے

این خورد گردد پلیدی زو جدا وان خورد گردد ہمہ نورِ خدا۔ منہ

کے یا کہانے کے چھوڑنے پر بزرگی کا دارومدار ہے تو شُتر مُرغ اور سانڈا اور سمندر جو جانور ہیں بہت بزرگ ہیں کیونکہ شُتر مُرغ پانی بالکل نہیں پیتا اور سانڈا نہ کہانا کہاتا ہے نہ پانی پیتا ہے صرف ہوا اوسکی غذا ہے۔ صاحبو! بزرگی اللہ کے ساتھ تعلق کا نام ہے جسکی پوری حقیقت کا بعض دفعہ فرشتوں کو بھی پتہ نہیں لگتا ہاں اوسکی ظاہری پہچان یہ ہے کہ اسکی ہر حالت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ملتی ہو اور ہر بات میں آپ کے قدم بقدم ہو یعنی جس طرح نماز ادا کرنے میں حضورؐ کی پوری موافقت کی کوشش ہو اسی طرح آپکے برتاؤ اور روزمرہ کی باتوں میں سونے میں جاگنے میں غرض ہر ہر بات میں حضور کے طریقہ کی پابندی ہو۔ یہاں تک کہ اسکی ایسی عادت ہوجائے کہ بے تکلف سب کام سُنّت کے موافق ہونے لگیں تو یہ بزرگی کی پہچان ہے اور کم کھانے اور کم پینے کو اس میں کچھ دخل نہیں دوسرے کسی شخص کی نسبت یہ بھی نہیں کہا جاسکتا کہ یہ بہت کہاتا ہے یا کم کہاتا ہے کیونکہ کم کھانا یہ ہے کہ بھوک سے کم کہائے تو کیا خبر ہے کہ جسکو تم بہت کھانے والا سمجھے ہو اوسکی بھوک اِس خوراک سے دونی ہو تو وہ تو کم کہانے والا ہوا۔ ایک پیر سے اون کے مریدوں نے ایک دوسرے مرید کی شکایت کی کہ حضرت یہ بہت کھاتا ہے چالیس پچاس روٹیاں کہا جاتا ہے پیر نے اسکو بلا کر کہا کہ بھائی اتنا نہیں کہایا کرتے ہر کام میں اوسط درجہ ٹھیک ہوتا ہے۔ بہت زیادتی اچھی نہیں اس مرید نے کہا کہ حضرت ہر ایک کا اوسط درجہ الگ ہے یہ صحیح ہے کہ میں اتنی مقدار کہا جاتا ہوں لیکن یہ غلط ہے کہ میں زیادہ کھاتا ہوں کیونکہ اصلی خوراک میری اِس سے بہت زیادہ ہے۔ جبتک مرید نہوا تہا اس سے دُونی خوراک کہایا کرتا تہا تو اس حکایت سے معلوم ہوا ہوگا کہ بعض آدمیوں کی خوراک ہی بہت زیادہ ہوتی ہے اور اصلی خوراک کے اعتبار سے وہ بہت کم کہاتے ہیں تو یہ پہچان صحیح نہیں ہے کیونکہ اول تو کم یا زیادہ کہانا معلوم نہیں ہوسکتا۔ دوسرے کم کہانے پر بزرگی کا دارومدار نہیں ہے اگر کسیکو شبہ ہو کہ بزرگوں نے تو کم کہانے اور کم سونے کا حکم فرمایا ہے تو سمجھو کہ اول تو ہر ایک کا کم کھانا جدا ہے جیسا اِس حکایت سے

معلوم ہوا دوسرے ہر شخص کے لئے یہ حکم دیا ہی نہیں گیا بلکہ بعض لوگ ایسے ہی ہوتے ہیں کہ ان کے لئے کسی بڑی خرابی کے دور کرنے کے لئے کبھی ہلکی سی مکروہ بات کی اجازت دیدی جاتی ہے جبکہ اوس کے ذریعہ سے کسی بڑے گناہ سے بچانا منظور ہو جیسے ایک بزرگ کی حکایت ہے کہ ایک چور اون سے مرید ہوا اور چوری کرنے سے توبہ کی لیکن چونکہ مدت کی عادت پڑی ہوئی تھی اسلئے ہر رات چوری کرنے کا سخت تقاضہ طبیعت میں پیدا ہوتا اور اوسکو دبانے کے لئے وہ یہ کرتا کہ تمام مریدوں کے جوتے اُٹھا کر گڑبڑ کردیتا اس کے جوتے کی جگہ اوس کا اور اوس کے جوتے کی جگہ اس کا غرض کسی ایک کا جوتہ بھی اپنے ٹھکانے نہ ملتا آخر جب لوگ دق ہوگئے اور اس کا پتہ نہ چلا کہ یہ کس کا کام ہے تو اونہوں نے یہ کیا کہ تمام رات جاگے اور چھپکر دیکھا معلوم ہوا کہ یہ نئے مرید صاحب کے کرتوت ہیں۔ صبح ہوئی تو سب نے ملکر پیر سے شکایت کی۔ انہوں نے بلاکر اس سے دریافت کیا کہ یہ کیا حرکت ہے

۱۴ اس نے کہا کہ حضور میں بیشک ایسا کرتا ہوں لیکن اسکی وجہ یہ ہے کہ مدت سے مجھے چوری کرنے کی عادت تھی اب میں نے توبہ کرلی ہے لیکن رہ رہ کر طبیعت میں تقاضہ پیدا ہوتا ہے اوسکو میں اس طرح دباتا ہوں اب اگر آپ مجھے اس سے منع فرماویں گے تو میں مجبور ہوکر پھر چوری کروں گا۔ غرض میں نے چوری سے توبہ کی ہے ہیرا پھیری سے توبہ نہیں کی۔ پیر نے کہا کہ بھائی تجھکو اسکی اجازت ہے تو ہیرا پھیری کرلیا کر۔ مگر مرید کے ان حالات کا سمجھنا ہر ایک کا کام نہیں۔ یہ بڑے کامل کا کام ہے۔ ہمارے حضرت حاجی صاحبؒ سے اگر کوئی ملازمت چھوڑنے کی اجازت چاہتا تو آپ ہرگز اجازت نہ دیتے تھے۔ فرمایا کرتے تھے کہ اب تو صرف ایک ہی بلا میں پھنسا ہوا ہے۔ ملازمت چھوڑ دے گا تو خدا جانے کیا کچھ کرے گا اور کسی قسم کی آفتوں کا شکار ہوگا تو اتنی بلاؤں سے ایک ہی بلا اچھی ہے اب لوگ اس سے خوش ہوتے ہیں کہ پیر صاحب لنگوٹہ بند ہوادیں اور بیوی بچوں کو چھڑادیں ایسے لوگوں کو تنخواہ پیر صاحب تو دینے سے

ایک چور کی حکایت

[illegible]

رہے نتیجہ یہ ہوتا ہے اور ہونا ہی چاہئے کہ جب ضرورتیں پوری نہیں ہو سکتیں آمدنی کا کوئی ذریعہ نہیں رہتا تو حالت یہ ہوجاتی ہے کہ جھوٹی گواہی دینا جھوٹے مقدمے لڑانا قرض لیکر دبا لینا غرض کہ گذارہ کرنے کے لئے ہر قسم کے کام کر گذرتے ہیں۔

حضرت حاجی صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ ملازمت چھڑانے کی کیا ضرورت ہے خدا تعالےٰ کا نام جب دل میں جگہ کرے گا وہ خود ہی چھڑا دے گا مولانا روم فرماتے ہیں کہ عشق وہ چیز ہے کہ جب عشق کی آگ بھڑک اٹھتی ہے تو معشوق کے سوا دل میں جو کچھ ہوتا ہے سب کو جلا دیتی ہے۔ مشہور بات ہے کہ جب پانی آیا تیمم رخصت ہوا تو پانی کو تو آنے دو تیمم خود ہی جاتا رہے گا یہی راز تھا جس کے لئے حضرت فرمایا کرتے تھے کہ چھوڑانے کی کیا ضرورت ہے وقت پر خود ہی چھوٹ جائے گا۔

اور یہ حکم ایسے شخص کے لئے تھا جس کے کھانے پینے کا کوئی ذریعہ نہ ہوا وراگر کسی کے پاس کوئی ایسا ذریعہ موجود ہو تو اسکو یہی مناسب ہے کہ اوسی پر کفایت کرے اور خدا کی یاد میں مشغول ہو تو اس فرق کو دریافت کرنا اور لوگوں کی حالت اور طبیعت کا اندازہ کرنا یہ کامل ہی کا کام ہے اور پیر بھی وہی ہوسکتا ہے جس کی یہ شان ہو ورنہ تصوف کی باتیں رٹ لینے سے پیر نہیں ہوسکتا اگر ایک شخص کو بہت سی مٹھائیوں کے نام یاد ہوں اور نصیب ایک بھی نہو تو نام یاد ہونے سے کوئی فائدہ نہیں۔ لیکن اگر نام ایک کا بھی یاد نہو اور کھانے کو دونوں وقت ملتی ہوں تو سب کچھ حاصل ہے۔ آج یہ حالت ہے کہ دو چار تعویذ گنڈے یاد کر لئے کچھ جھاڑ پھونک سیکھ لی اور پیر بن گئے تو کہیں اس طرح پیر ہوسکتا ہے اول کسی کامل پیر کی خدمت میں رہ کر خود اپنی اصلاح کرلیں تب دوسروں کی اصلاح کریں اول کسی کے سامنے چھوٹا بن لیں تب بڑا بننے کی نوبت آئے گی۔ یہ تو پیروں کی حالت ہے۔ مریدوں کی یہ حالت ہے کہ انہوں نے کامل پیر کی عجیب عجیب پہچانیں گھڑ رکھی ہیں جس میں ذرا سا ڈھونگ پاتے ہیں اوسکو بزرگ سمجھنے لگتے ہیں ایک شخص حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ کے پاس آیا اور عرض کیا کہ حضرت میرا

15

دل جاری ہوگیا۔ آپ نے حاضرین سے فرمایا کہ دل کے دھڑکنے کو دل کا جاری ہونا نہیں کہتے
دل کا جاری ہونا یہ ہے کہ ہر وقت خدا تعالیٰ کی یاد دل پر حاضر رہے۔ اکثر لوگ کہا کرتے
ہیں کہ فلاں بزرگ کی بوٹیاں تھرکتی ہیں یہ بہت کامل ہیں اور جن لوگوں میں یہ بات
نہیں ہوتی اُن کی نسبت کہتے ہیں کہ نیک آدمی ہیں یعنی ان میں فقیری کے کمالات
نہیں مگر یہ نہیں جانتے کہ فقیری کے کمالات بالکل چھپے ہوئے ہوتے ہیں اور اونکو
بوٹیوں کے تھرکنے سے کچھ بھی تعلق نہیں۔ اور وہ کمالات یہ ہیں کہ تصوف
کے علم میں مہارت ہو اصلاح کرنے کا طریقہ خوب جانتا ہو شریعت کا پورا پابند ہو
یہ باتیں نہوں تو ہزار محنت مجاہدہ ہو کچھ نہیں ہاں انکو جفاکش کہیں گے محنتی کہیں گے
لیکن بزرگی سے کوئی علاقہ نہیں خلاصہ یہ کہ عام لوگ نیک کاموں کے اندر بھی فضل کی پہچان غلط طریقہ کرتے ہیں
اور بزرگوں کی جانچ میں بھی بے طریقے چلتے ہیں کہ اوسکی بدولت اکثر دوسروں کے حق بھی تلف اور ضائع ہو جاتے ہیں
مصر کے ایک عابد کی نسبت سُنا ہے کہ وہ آخر رات میں تہجد کی نماز ادا کرنیکے لئے مسجد میں
آئے اتفاق سے اِس روز مسجد میں کوئی مسافر بھی سو رہا تھا آپ نے نماز شروع ۱۶
کی۔ لیکن مسافر کے خراٹوں کے سبب خیال بٹنے لگا اور نماز میں اچھی طرح دل
نہ لگ سکا آخر آپ نے نماز توڑ دی اور مسافر کو سوتے سے جگا دیا کہ تمہارے خراٹوں سے
ہماری نماز میں خلل پڑتا ہے اوس کے بعد پھر آکر نیت باندھ لی مسافر چونکہ بہت
تھکا ہوا تھا تھوڑی دیر میں پھر سوگیا اور خراٹوں کی آواز پھر شروع ہوئی آپ نے
پھر نماز توڑ کر اوسے اٹھایا اور اوس کے بعد نماز شروع کی تیسری بار پھر ایسا ہی ہوا تو
آپ کو بہت غصہ آیا اور چھری لیکر اس غریب مسافر کو شہید کردیا۔ پھر فراغت
سے نماز پڑھی صبح کو نماز کے لئے لوگ جمع ہوئے تو مسجد میں لاش کو دیکھا تعجب
سے پوچھا کہ اِس شخص کو کس نے قتل کیا تو عابد صاحب فرماتے ہیں کہ اِس نے
ہماری نماز میں خلل ڈالا اِس لئے ہم نے قتل کردیا یہ تو کھلی ہوئی حماقت تھی اسلئے اِسکو
سب نے اوسے برا بھلا کہا ہوگا۔ لیکن آجکل بھی لوگ بہت بڑی بڑی حماقتیں کرتے
ہیں اور اونکی طرف ذرا توجہ نہیں ہوتی۔ کیونکہ وہ اِس سے زیادہ باریک ہوتی ہیں

عن ابی ہریرۃؓ

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اعطیت جوامع الکلم واختصارا

چون حدیث مزبور دال است بر تفضیل جوامع الکلم بر سائر کلم

نصًا از نبی وقیاسًا از امم ورسالہ

النخب من الخطب

کہ منتخب است از بعض تالیفات راس المحققین نبراس المدققین جامع شریعت

طریقت سراج الملۃ حکیم الامۃ حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب

سلمہ اللہ تعالی بالفیض الاتم + مصداقی ظاہر بود ازین حکم + بناءً علیہ

محمد عثمان

در مطبع محبوب المطابع طبع کنانید

سنہ ۱۳۴۹ھ

فہرست مضامین المنتخب من الخطب

نمبر شمار		صفحہ
۱	تمہید	۱
۲	مکتوب محبوب القلوب۔	۲
۳	مضمون وعظ سرور متعلقہ عید المیلاد۔	۷
۴	مضمون تشرف۔	۱۴
۵	خطبہ المصالح العقلیہ۔	۱۸
۶	خطبہ الصدق الرویا۔	۲۱
۷	خطبہ حیٰوۃ المسلمین۔	۲۲
۸	مقدمہ در تحقیق مسائل متعلقہ کرامت۔	۲۶
۹	خطبہ کرامات الصحابہ۔	۳۲
۱۰	خطبہ مسائل السلوک من کلام ملک الملوک	۳۵
۱۱	خطبہ احکام الائتلاف	۳۹
۱۲	مضمون احکام الائتلاف	۴۲
۱۳	ملفوظ در تسہیل طریق سلوک	۴۳
۱۴	ضمیمہ السلسبیل۔	۴۸
۱۵	تمہید رفع الضیق من اہل الطریق	۵۰
۱۶	خطبہ حقیقۃ الطریقۃ	۵۲
۱۷	مقدمہ حقیقۃ الطریقۃ	۵۴
۱۸	مضمون تنبیہ الطربی۔	۵۵
۱۹	خطبہ ظہور العدم	۵۷
۲۰	خاتمہ رسالہ۔	۶۰

کیونکہ اُن کے کلام میں مجازات و استعارات ہوتے ہیں جو ظاہر سے پھیرے جاتے ہیں ان میں کوئی بات شرع کے خلاف نہیں ہوتی بلکہ وہ کتاب و سنت کا مغز ہوتا ہے اللہ تعالیٰ ہمکو اپنے فضل و احسان سے نصیب فرما دے۔ **ف** ان عبارات مذکورہ فصل ہذا سے کتب تصوف و علماء تصوف کے ساتھ معاملہ رکھنے کا یہ خلاصہ ہوا کہ جن حضرات میں قبول کے علامات ظاہر ہیں اور منجملہ ان علامات کے علماء محققین کا حسن ظن بھی ہے اُن کے ساتھ حسن اعتقاد رکھے اور اُن کے کلام میں اگر کوئی امر ظاہراً خلاف سواد اعظم دیکھے تو اپنا تحقیق اُس کے موافق نہ رکھے نہ اسکو کسی کے سامنے نقل کرے نہ ایسی کتابوں کا مطالعہ خود کرے جب تک کسی شیخ سے نہ پڑھ لے کیونکہ اُن حضرات کا مقصود عوام کے لئے تدوین نہیں ہے بلکہ عوام سے وہ خود اخفاء فرماتے تھے بلکہ اعتقاد تو سواد اعظم کے موافق رکھے اور اس کلام میں اگر تاویل ممکن ہو تاویل کرے ورنہ یا غلبہ حال پر محمول کرلے یا الحاد کے لحق کر دینے کا احتمال کرے یا مثل متشابہات کے اُسکو مفوض بحق کرے اور بے ہیچ اعتراض اور گستاخی نہ کرے کیونکہ گو وہ معصوم نہ تھے لیکن شریعت کے بجد تبع تھے ۵۷
چنانچہ غیر معذور پر اُن سے خود نکیر منقول ہے اور اسی لئے احکام میں اُن سے کوئی ایسا امر منقول نہیں صرف بعض اسرار منقول ہیں جن کا بنی ذوق و کشف ہے اور تعبیر خاص اصطلاحات میں کیگئی ہے اور ان دونوں سے عوام و اہل ظاہر بے بہرہ ہیں اس لئے اس کلام کے معارض شریعت ہونے کا یہ لوگ فیصلہ نہیں کرسکتے گو رتبہ میں اُن سے بھی بڑے ہوئے ہوں اسلئے اُن کو اجمالاً تسلیم کر لینا چاہیئے ورنہ گستاخی سے سوء خاتمہ کا خوف ہے البتہ جو شخص ویسا ہی محقق ہو اسکو حق ہے کہ اُسپر مفصلاً رد کرے خواہ درجہ خطا اجتہادی تک خواہ ابطال تک ۔

خطبہ ظہور العدم

بعد الحمد و الصلوٰۃ احقر الخلیقۃ بل لا شئ فی الحقیقۃ مظہر مدعا ہے کہ مسئلہ وحدۃ الوجود کے باب میں اکثر قائلین کی خلاف حدود کشادہ زبانی اور اکثر منکرین کی

خلاف واقع بدگمانی کا منشا مجموعہ ہے دو امر کا۔ ایک اسکو محض مسئلہ کشفیہ سمجھنا اور دوسرا اس کا صرف ان اہل کشف کے کلام میں تتبع کرنا جو مغلوب الحال یا ضیق المقال ہیں اور اس مجموعہ کا اثر غلط فہمی ہونا ظاہر ہے پھر اس غلط فہمی کے ساتھ اگر صاحب کلام سے حسن ظن ہے تو مسئلہ کے متعلق اور اگر سوء ظن ہے تو صاحب مسئلہ کے متعلق مطلق العنانی لازم ہے اور ان ہی دونوں مفسدوں کی اصلاح و انسداد کے لئے علماء معتقدین اہل طریق اور عرفاء اصحاب تحقیق ہمیشہ ساعی رہے علماء کی غایت سعی کا حاصل تو یہ تھا کہ وحدۃ الوجود کو جس میں ملامت زیادہ ہے توجیہ و تاویل کرکے وحدۃ الشہود کی طرف کہ اس میں ملامت کم تھی اور دونوں مسئلے کے اختلاف کو نزاع لفظی کی طرف راجع کیا جاوے اور عرفاء کی تحقیق کا حاصل یہ تھا کہ غلط فہمی کے منشاء کو رفع فرمایا جو کہ مجموعہ امرین مذکورین فی السابق ہے یعنی اپنی تقریر سے اسکو واضح فرمادیا کہ دونوں مسئلے علمی اور کلامی ہیں اور دونوں میں اختلاف حقیقی ہے اور وجہ ان کے علمی و کلامی ہونے کی ظاہر ہے کیونکہ حاصل ان کا تحقیق ارتباط الحادث بالقدیم
۵۸ ہے اور اس کا مسئلہ علمیہ کلامیہ ہونا معلوم ہے البتہ یہ ضرور ہے کہ یہ ان مسائل کلامیہ میں سے نہیں جو عقلی محض ہیں کیونکہ مسائل اصولیہ کلامیہ دو قسم کے ہیں ایک عقلی محض یعنی عقل ان کے لزوم کے حکم کے لئے کافی ہو جیسے مسئلہ وجود صانع و حدوث عالم ونحوہما دوسرے عقلی غیر محض یعنی عقل محض ان کے امکان کا حکم کرتی ہے مگر ثبوت میں نقل کی بھی احتیاج ہوتی ہے جیسے مسئلہ رویت کا کہ عقل اس کے امکان کا حکم کرتی ہے اور جو فرقے اس کے امتناع کا حکم کرتے ہیں ان کے مقابلہ میں اس امتناع کی نفی کرتی ہے گو رویت کی کنہ کا ادراک نہ کرسکے کیونکہ امکان کا بلکہ اثبات کا حکم بھی ادراک کنہ پر موقوف نہیں جیسے علم باری تعالی کا مسئلہ کہ عقلاً ثابت مگر کنہ اس کی غیر معلوم بلکہ خود علم حادث کی کنہ آج تک قطعاً معلوم نہیں ہوئی کوئی اسکو مقولہ اضافت سے بتلا رہا ہے کوئی مقولہ انفعال سے کوئی مقولہ کیف سے بلکہ اقسام علم میں سے جو قسم سب سے اظہر و ابین ہے اسکی کنہ تک منقح نہیں ہوئی خود ابصار ہی کی حقیقت کا اختلاف مشہور ہے لیکن تاہم ان کا اثبات بلا نقل متفق علیہ بین العقلاء ہے جب حکم بالاثبات تک ادراک کنہ پر

موقوف نہیں تو حکم بالامکان تو بالاولیٰ ادراک کنہ پر موقوف نہ ہوگا پس مسئلہ رویت کا باوجود غیر مدرک بالکنہ ہونے کے عقلی کی وہ قسم ہے کہ امکان اس کا عقلی او ثبوت اس کا نقلی تو ایک قسم عقلی کی ایسی بھی ہوئی پس مسائل کلامیہ دو قسم کے ہوئے سو یہ مسئلہ وحدۃ الوجود وحدۃ الشہود کے باوجود مدخلیت کشف کے گو قسم اول میں سے تو نہیں لیکن قسم ثانی میں سے ہے چنانچہ عنقریب آتا ہے باقی یہ کہ کتب کلامیہ میں مذکور کیوں نہیں ہوا اسکی وجہ یہ ہے کہ متکلمین نے بالالتزام صرف ان مسائل کو لیا ہے جو اول تو قطعی ہوں اور دوسرے کسی فرقہ سے اسمیں کلام ظاہر ہوا ہو گو بعض مسائل غیر قطعیہ بھی تبعاً ذکر میں آگئے ہیں جیسے جزء لایتجزیٰ کا مسئلہ کہ تبعاً لمسئلہ حدوث العالم مذکور ہو گیا ہے لیکن التزام قطعیات ہی کا ہے اور یہ مسئلہ نہ قطعی ہیں نہ زمانہ تدوین کلام میں ان کا اس طرح ظہور ہوا تھا پس متکلمین کا ان دونوں مسئلوں کو اس عارض خاص سے ذکر نہ کرنا ہمارے اس دعوے کے یہ مسائل کلامیہ کی قسم ثانی سے ہیں معارض نہیں۔ رہا یہ کہ یہ قسم ثانی میں سے کس طرح ہیں مسئلہ وجود کو متکلمین نے تو قسم اول میں ذکر کیا ہے سو بات ۵۹
یہ ہے کہ اثبات الوجود للحوادث کی کیفیت متکلمین کے نزدیک تو عقلی محض ہے اور صوفیہ کے نزدیک مع الاختلاف بینھم امکاناً عقلی اور وقوعاً کشفی ہے کما یستنبط من تقاریرھا اس لئے مسئلہ وجود متکلمین کے نزدیک قسم اول سے اور صوفیہ کے نزدیک قسم ثانی سے ہے متکلمین کے مسائل قسم ثانی سے اسکو اتنا فرق ہے کہ انہوں نے نقل میں محض نصوص کو لیا ہے اور صوفیہ نے کشف کو بھی مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ مسئلہ عقلی نہ رہے جس طرح مسئلہ رویت باوجود مدخلیۃ نص کے عقلی ہے غایۃ مافی الباب بوجہ استناد الی الکشف کے ظنی ہوگا اور ظنیت بھی ظنیات اصولیہ سے متنزل لعدم کون الکشف فی شئی من درجات الحجیۃ لیکن احتمال کے ہوتے ہوئے بطلان مسئلہ کا حکم جزمی یا ضلال اصحاب مسئلہ کا حکم حتمی یہ تو یقیناً غلو اور معاداۃ اولیاء ہوگا جس میں ایذان بحرب اللہ کی وعید وارد ہے

عہ فائدہ قید کا یہ ہے کہ نقل در کرا شل دو سرے مسائل ظنیہ کے جائز ہے جیسا علماء اہل حق میں متداول ہے ۱۲ منہ

البتہ علماء ظاہر نے جو کیفیت ثبوت الوجود للحوادث کی بیان کی ہے اگر وہ قطعی ہوتی
تو بیشک صوفیہ پر حکم بالبطلان صحیح ہوتا لیکن وہ خود قطعی نہیں پس کیفیت ثبوت کے
اعتبار سے مسئلہ سب کے نزدیک ظنی رہا اہل ظاہر کے نزدیک قسم اول سے اور اہل
باطن کے نزدیک قسم ثانی سے بہرحال عرفاء نے ان اغلاط کی اس طرح اصلاح فرمائی
کہ دونوں مسئلوں کا اپنی تقریر سے کلامی ہونا ظاہر فرمادیا اور ان تقریرات میں
سب میں اوضح واقرب بیان حضرت مجدد صاحبؒ کا ہے جسکو اپنے مکتوبات میں ذکر
فرمایا ہے مگر چونکہ اسمیں بھی اصطلاحات فن کی ممزوج ہوگئی ہیں اسلئے وہ بیان پھر
غامض ہی رہا جس سے اہل ظاہر منتفع نہیں ہوسکتے اس لئے احقر کا دل چاہا کہ
اسکے انتفاع کے تام وعام ہونے کے لئے اُس کا ملخص جس کا اصل ماخذ مجدد
صاحب کے مکتوبات کی جلد دوم کا مکتوب اول ہے درسی اصطلاحات میں لکھدوں
کہ مسئلہ سے اجنبیت معتد بہ تو نہ ہے بلکہ اسکو بھی مثل دوسرے مسائل مسکوت
عنہا نقلاً ومحتملۃ الصحۃ عقلاً فی درجۃ الاجمال وغیر مدرکۃ الکنہ فی درجۃ التفصیل کے ٦٠
بلکہ بسبب تنا دالی الکشف کے احتیاطاً ان سے بھی ادنی درجہ میں قرار دیکر
اقل درجہ اولیاء کے حق میں بدزبانی وبدگمانی سے تو بچیں ؏

واللہ ولی الوقایۃ من کل غباوۃ وغوایۃ

خاتمہ

قد فرغت من جمع مجالۃ النخب من الخطب لرابع
ربیع الآخر ۱۳۴۸ھ ہجری یوم اتی علی ثمانیۃ و
ستون سنۃ کملاً وفقنی اللہ تعالیٰ فی
بقیۃ ایام عمری لی الباقیات الصالحات التی ھی
خیر عند ربنا ثواباً وخیر املاً

؏ یعنی للخواص ۱۲ منہ

ناسا من اهل اليمن فقال
ما انتم فقالوا متوكلون
فقال كذبتم انتم
متوكلون انما المتوكل
رجل القى حبة فى
الارض وتوكل
على الله عز وجل **ف**
دل على بركة التوكل
وان ترك الاسباب
ليس بشرط فى التوكل
وفى الحديث الاول
اشارة اليه لان الطير
لا يخلو عن نوع كسب
فان الخروج من الوكر
لطلب الرزق نوع
من الكسب وفى قول
ابن عباس وعمر تصريح
بذلك نعم ورد
الاذن بترك الاسباب
الظنية بشرائط خاصة
فى نصوص اُخر

بعض لوگوں سے ملے فرمایا تم کون ہو کہنے
لگے متوکل ہیں فرمایا تم (اس دعوی میں)
جھوٹے ہو کہ تم متوکل ہو متوکل تو صرف
وہ شخص ہے جو دانہ زمین میں ڈالے اور
(پھر) اللہ تعالیٰ پر توکل کرے (اپنی تدبیر
پر اعتماد نہ کرے) **ف** اس حدیث سے
توکل کی برکت معلوم ہوئی (کہ پرندوں کی
طرح روزی کیسی آسانی سے ملے گی اسی کا
گویا ترجمہ کیا ہے فرید عطار نے۔ ؎

بر توکل گر بود فیروزییت
حق دہد مانند مرغاں روزییت ۱۰۵

اور یہ بھی معلوم ہوا کہ توکل میں ترک اسباب
شرط نہیں اور حدیث اول میں اس طرف
اشارہ بھی ہے اس لئے کہ پرندہ بھی
ایک گونہ کسب سے خالی نہیں کیونکہ آشیانہ
سے طلب رزق کے لئے نکلنا ایک قسم کا
کسب ہی ہے اور ابن عباس اور حضرت
عمرؓ کے قول میں تو اسکی تصریح ہے ہاں ترک
اسباب ظنیہ کی بھی خاص شرائط کے
ساتھ دوسری نصوص میں اجازت
آئی ہے۔

اعطاء حق السائل و تقيده في الاعطاء

الحديث للسائل حق

وان جاء على فرس احمد
وابو داؤد عن الحسين
ابن علی به مرفوعا وسنده
جيد كما قاله العراقی
وتبعه غيره وسكت
عليه ابو داؤد لكن
قال ابن عبد البر انه
ليس بالقوی اه ثم قال
وعن ابن عباس وعن
زيد بن اسلم رفعه ۱۰۲
مرسلا بلفظ اعطوا
السائل ولو جاء على فرس
اخرجه مالك فی الموطا
هكذا ثم قال الدارقطنی فی
الافراد من جهة الحسن بن علی
الهاشمی عن الاعرج عن ابی هريرة
مرفوعا لا يمنع احد كم
السائل ان يعطيه ان كان فی
يده قلبان من ذهب وقال
تفرد به حسن عن الاعرج

حدیث سائل کے لئے حق ہے

اگرچہ گھوڑے ہی پر آیا ہو روایت کیا
اسکو احمد اور ابو داؤد نے حسین بن
علی ہاشمی سے مرفوعاً اور اسکی سند
جید ہے جیسا کہ عراقی نے کہا ہے اور
دوسروں نے بھی ان کا اتباع کیا ہے اور
ابو داؤد نے اسپر سکوت کیا ہے لیکن
ابن عبد البر نے کہا ہے کہ یہ حدیث قوی
نہیں ہے اسکے بعد (مقاصد میں) کہا ہے
کہ ابن عباس اور زید بن اسلم سے مروی ہے
جسکو مرسلاً مرفوع کیا ہے ان الفاظ سے
سائل کو دو اگرچہ گھوڑے پر آیا ہو اسکو
مالک نے موطا میں اسیطرح روایت کیا ہے
اسکے بعد (مقاصد میں) کہا ہے کہ دارقطنی
کے یہاں حسن بن علی ہاشمی کی جہت سے
اعرج سے اور وہ ابوہریرہ سے مرفوعاً
روایت کرتے ہیں یہ ہے ۔ کہ تم میں کوئی
شخص سائل کے دینے سے انکار نہ کرے
اگرچہ اس کے ہاتھ میں سونے کے کنگن
ہوں اور (دارقطنی نے) کہا ہے کہ اس
روایت میں حسن اعرج سے متفرد ہیں

وهو في مسند الفردوس الخ
ثم اورده عن ابن النجار
بسنده عن ابي عبد الله
قال اعطاني عمر بن عبد العزيز
مالا اقسمه بالرقة فقلت
يا امير المؤمنين
انك تبعثني الى قوم
لا اعرفهم وفيهم غني وفقيرا
فقال يا هذا كل من
مد يده اليك فاعطه
ف وفي ظاهر الروايات
تائيد لما عليه بعض اهل
القلوب من اعطاء كل
من سألهم اعم من
ان يكون فقيرا او غنيا
ومنع الفقهاء من اعطاء
السائل الغني لان سؤال
مثل هذا الرجل معصية
والاعطاء اعانة على
المعصية ويحملون الحديث
على ما اذا اشتغل

اور یہ مسند الفردوس میں بھی ہے اسکے
بعد (مقاصد میں) ابن النجار سے اون کی
سند سے ابو عبد اللہ سے وارد کیا ہے
وہ کہتے ہیں کہ مجکو عمر بن عبد العزیز نے
کچھ مال دیا کہ میں اوسکو مقام رقہ میں
تقسیم کر دوں میں نے عرض کیا یا امیر المؤمنین
آپ مجکو ایسی قوم کی طرف بھیج رہے ہیں
کہ میں پہچانتا نہیں اور ان میں غنی بھی
ہیں اور فقیر بھی ہیں (تو میں تقسیم کے وقت
کیسے امتیاز کروں گا) اونہوں نے
۱۰۷ فرمایا ارے بھائی جو شخص تیری طرف
ہاتھ پسارے تو اوسکو دیدے۔
ف ان روایات کے ظاہر الفاظ
میں تائید ہے بعض اہل دل کے اوس
معمول کی کہ وہ ہر اوس شخص کو دیدیتے
ہیں جو اون سے مانگے خواہ محتاج ہو یا
غنی ہو اور فقہا نے سائل غنی کے دینے
سے منع کیا ہے کیونکہ ایسے شخص کا سوال
کرنا معصیت ہے اور یہ دنیا اوس کی
اعانت کرنا ہے معصیت پر۔ اور وہ
حدیث کو اوس حالت پر محمول کرتے ہیں

الفرس وغيره بحاجته الاصلية
ويمكن للموسع الاعتذار
منه بان قصد المعطي ليس
اعانة على المعصية
وانما قصده انجاح ماموله
وان لزم منه المعصية
تسببا واللازم ليس كالملتزم
وبالجملة فالمسئلة
فيها مساغ للاجتهاد
فليس لاحد ان يلوم احدا

الحديث ماء زمزم لما
شرب له ابن ماجه من
حديث عبد الله بن المؤمل
انه سمع ابا الزبير يقول
سمعت جابرا يقول سمعت
رسول الله صلى الله عليه
وسلم فذكره وسنده
ضعيف ثم سرد
روايات فيه ثم
قال واحسن من هذا
كله ما اخرجه ۱۰۸ [ابن ماجہ فی الحج]

کہ گھوڑا وغیرہ اوسکی حاجت اصلی میں مشغول ہے اور جو شخص اسمیں توسع کرتا ہے وہ اس دلیل سے یہ عذر کر سکتا ہے کہ دینے والے کا قصد تو اعانت علی المعصیۃ کا نہیں ہے اوس کا قصد صرف اوس کی حاجت کا پورا کرنا ہے اگرچہ اوس سے بطور تسبب کے معصیت لازم آجاوے اور لازم کا حکم ملتزم کا سا نہیں ہوتا بہر حال مسئلہ میں گنجائش اجتہاد کی ہے سو کسیکو یہ حق نہیں کہ دوسرے کو ملامت کرے۔

حدیث آب زمزم اوسی چیز کے لئے نافع ہے جس کے لئے پیا جاوے روایت کیا اوسکو ابن ماجہ نے عبد اللہ بن المؤمل کی روایت سے کہ انہوں نے ابو الزبیر سے سنا وہ کہتے تھے کہ میں حضرت جابر سے سنا وہ کہتے تھے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا پھر اس حدیث کا ذکر کیا اور اسکی سند ضعیف ہے پھر چند روایات اس باب میں ذکر کرکے کہا) اور ان سب سے احسن وہ حدیث ہے جس کو

(باقی آئندہ)

جیسے مشہور ہے دو کنجوس تھے ایک نے دوسرے سے پوچھا کہ تم کہانا کیونکر کہاتے ہو اس نے کہا کہ بہائی ہر مہینے ایک پیسہ کا گہی لے آتے ہیں اور سامنے رکہہ کر اسکو خطاب کرتے ہیں کہ میں تجھکو کہا جاؤں گا پورا مہینہ یوں ہی کاٹ دیتے ہیں اخیر میں اسکو کہا لیتے ہیں وہ بولا تم بڑے فضول خرچ ہو ہم تو روٹی پکا کر جس گلی میں گوشت بہننے کی خوشبو آتی ہو وہاں کہڑے ہو جاتے ہیں اور روٹی کہاتے ہیں تو یہ دونوں گہی ہی کے معتقد تہے اور ایک گونہ تلبس بہی تہا لیکن انکو اس کا کیا نفع ہوا ایسے ہی آپ کو نرے اعتقاد سے اور محض ادب و تعظیم سے کیا نفع ہوگا (وعظ ایضاً صلا سنا)

(۶۷) **حکایت** عالمگیر کی ایک حکایت یاد آتی ہے (یہ حکایت زبانی ہے کتابی نہیں) ایک روز جامع مسجد میں انہوں نے طالب علموں کو دیکہا کہ سخت پریشان پہرتے ہیں اور خورونوش کی کوئی سبیل نہیں سمجہے کہ سبب اس کا بے رغبتی امراء کی ہے چاہا کہ اسکی اصلاح ہو پس وضو کرتے ہوئے وزیر اعظم سے ایک مسئلہ پوچہا کہ نماز میں فلاں شبہ ہو جاتے تو کیا کرے وزیر صاحب ۵۳ اس کا جواب نہ دے سکے عالمگیر نے ذرا غضبناک نظر سے وزیر کی طرف دیکہا اور کہا کہ تمکو یہ توفیق نہیں ہوتی کہ فقہ کے ضروری مسائل یاد کرو۔ وزراء وغیرہ سب تہرا گئے اور فوراً ہی طلبہ کی تلاش شروع ہو گئی اور روزانہ اون سے سیکہتے اور اسطرح سے وہ سب اطمینان کی حالت میں ہو گئے۔ پہر تو یہ حالت تہی کہ طالب علم ڈہونڈہے نہ ملتے تہے (وعظ ایضاً صد۱۶ سطر۱۵)

(۶۸) **حکایت** ہارون الرشید نے امام مالکؒ سے درخواست کی کہ شہزادوں کو حدیث پڑہا دیا کیجئے اونہوں نے فرمایا کہ آپ ہی کے خاندان سے علم دین کی عزت ہوئی ہے اور آپ ہی بے عزتی کرتے ہیں۔ ہارون نے کہا کہ اچھا شہزادے وہاں حاضر ہوں گے مگر اسوقت عام رعایا سے الگ کر دیئے جایا کریں (وعظ ایضاً صکا سطر)

(۶۹) ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے برسر منبر فرمایا کہ

اسمعوا واطیعوا سامعین میں سے ایک شخص نے کہا کہ لا نسمع ولا نطیع حضرت عمر رضؓ نے وجہ پوچھی تو اس شخص نے کہا کہ غنیمت کے چادرے جو آج تقسیم ہوئے ہیں سب کو تو ایک ایک ملا ہے اور آپ کے بدن پر دو ہیں معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے عدل نہیں کیا فرمایا بھائی تو نے اعتراض میں بہت جلدی کی۔ بات یہ ہے کہ میرے پاس کرتہ نہیں تھا تو میں نے اپنے چادرہ کو تو ازار کی جگہ باندھا اور ابن عمر رضؓ سے اون کا چادرہ مستعار لیکر اسکو کرتے کی جگہ اوڑھا ہے اِس واقعہ سے آپ کو یہ بھی معلوم ہو گیا ہوگا کہ اُن حضرات میں بڑے چھوٹے سب برابر حصے کے مستحق سمجھے جاتے تھے آج بڑوں کا دوہرا حصہ ہونا تو گویا لازمی امر ہے البتہ اگر مالک ہی دوہرا حصہ دے تو مضائقہ نہیں (وعظ ایضاً ص۱۷ س۱۷)

(۷۰) مثال۔ اگر کوئی شخص درد گردہ میں مبتلا ہو جائے تو اسکی کیا حالت ہوتی ہے اور اس کے ازالہ کی کتنی تدبیریں کرتا ہے حالانکہ درد گردہ کا مآل اس سے زیادہ کچھ نہیں کہ وہ زندگانی کا خاتمہ کر دے اس کے بعد پھر ابد الآباد تک اُس سے نجات خود بخود ہو جاتی ہے برخلاف اس تکلیف کے کہ اگر یہ شروع ہو گئی تو بالکل ختم نہو گی اور یا اگر شمہ ایمان کی وجہ سے ختم بھی ہوئی تو خدا جانے کتنی مدت کے بعد جہاں کا ایک ایک دن ہزار برس کی برابر ہے (وعظ ثمار المحبۃ دعوات ۵ ص۹ س۱۲) ۵۷

(۷۱) مثال۔ صاحبو ظاہر ہے کہ حسین وہ شخص کہلائیگا کہ اسکی آنکھ ناک چہرہ سب خوبصورت ہوں ورنہ اگر کسی کی آنکھیں تو نہایت اچھی ہوں اور ناک بالکل خراب چپٹی ہو یا برعکس ہو یا دانت باہر کو نکلے ہوئے ہوں تو وہ حسین نہ کہلائیگا۔ بس اسی طرح دین بھی ایک حسین معنوی ہے تو حسین معنوی یعنی دیندار بھی اسیکو کہیں گے جو تمام وجوہ دین وانواع عمل کا جامع ہو اور جس نے ایک کو لیا اور

عہ تم سنو (حکم خلیفہ) اور اطاعت کرو۔ ۱۲

عہ ہم نہیں سنتے اور نہ اطاعت کریں ۱۲

دوسرے کو چھوڑ دیا مثلاً اعمال جوارح کو تو لے لیا اور اعمال قلب کو اور اعمال لسان کو چھوڑ دیا یا اعمال قلب کو لے لیا اور دوسرے دونوں کو چھوڑ دیا یا اعمال لسان کو لے لیا اور بقیہ دونوں کو چھوڑ دیا۔ وہ شخص ہرگز اس حسن معنوی کے ساتھ متصف نہ سمجھا جائیگا
(عمل العلماء دعوات جلد ۵۔ صد ۱۲ سطر ۵)

(۷۲) **مثال** ۔ اگر عجب پیدا ہوتا ہے تو اس کا علاج کسی معصیت سے کیا جاتا ہے اور مصلحت یہ سمجھی جاتی ہے کہ ایسا کرنے سے ہم اپنی نظروں میں ذلیل رہیں گے اور اس سے عجب کی جڑ کٹ جائے گی صاحبو! یہ ایسا علاج ہے جیسا کہ کوئی شخص اپنے بدن سے پاخانہ کو بذریعہ پیشاب دہونے لگے (وعظ ایضاً صد ۱۶ سطر ۱)

(۷۳) **مثال** ۔ بچے کی پرورش کہ بدون ماں باپ کی مدد و اعانت کے وہ پرورش نہیں پاسکتا لیکن اسکو کچھ خبر نہیں ہوتی تو اگر وہ بچہ بڑا ہوکر کہنے لگے کہ میں بغیر کسی کی مدد کے اتنا بڑا قوی الجثہ ہوگیا ہوں تو جس طرح اس کا یہ قول غلط اور قابل مضحکہ ہے اسی طرح اس راہ کے قطع کرنے والے کا قول بھی بالکل غلط ہوگا بات یہ ہے کہ بعض مرتبہ ظاہرا ایک شخص کو کسی کے سپرد نہیں کیا جاتا لیکن واقع میں بہت سے حضرات بامر خداوندی اسکی طرف متوجہ رہتے ہیں اور وہ اسکو غلطیوں میں پھنسنے سے بچاتے ہیں اور قطع راہ میں مدد فرماتے ہیں بہرحال اس جزو کی بھی سخت ضرورت ہے۔ لیکن اوسپر اسی وقت عمل کرنا مناسب ہے کہ جب کتب درسیہ سے فراغ ہو چکے اور اساتذہ ادھر متوجہ ہونے کی اجازت دیدیں اور اگر اساتذہ ختم درسیات کے بعد بھی چندے درسیات ہی میں مشغول رہنے کا حکم فرمائیں تو ان کے ارشاد پر عمل کرے اور جب تک کافی مناسبت نہ ہو جائے اسوقت تک درسیات ہی میں مشغول رہے اور جب کافی مناسبت ہو جائے تو چند روز ان کے پاس رہ کر اصلاح باطن کرے اور پھر درس تدریس کا شغل بھی جاری کردے یہ ہے تدبیر خشوع کے پیدا ہونے کی چونکہ اس کا اہتمام بہت ضروری تہا۔ اسلئے اسوقت اسکو عرض کیا گیا۔
(وعظ ایضاً صد ۲۹ سطر ۱)

۵۵

(۷۴) **حکایت**۔ ایک مولوی صاحب مجھکو ملے کہ وہ گناہ میں مبتلا تھے۔ خیر گناہ تو انسان ہی سے ہوتا ہے لیکن زیادہ افسوسناک یہ امر تھا کہ انہوں نے مجھ سے بھی پوچھا کہ اگر نیت بخیر سے گناہ کریں تو کیا حرج ہے میں نے کہا توبہ کرو؟ توبہ کرو اور میں نے اونکو سمجھایا کہ اس کا حاصل تو یہ ہوا کہ خدا کا قرب حاصل کرنے کے لئے گناہ کیا جاتا ہے فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر حرام چیز پر بسم اللہ کہے تو کافر ہو جاتا ہے اسلئے کہ اس نے شریعت کا مقابلہ کیا مسئلہ مبحوثہ میں یہ تو نہ کہوں گا کہ کفر ہے لیکن ہاں اشد درجہ کا گناہ قریب بکفر اور بڑی شدید غلطی ہے جب اونکی سمجھ میں آگیا اور توبہ کی۔ اس روز سے معلوم ہوا کہ بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو اس غلطی میں مبتلا ہیں اور کاوش کیجائے گی تو ممکن ہے کہ اس غلطی میں ابتلا اکثر لوگوں کو ہو۔

(۷۵) **حکایت**۔ امام غزالیؒ نے ایک حکایت لکھی ہے کہ ایک عابد ایک جنگل میں رہتا تھا اور اس کے پاس ایک گدھا تھا بارش کی کمی سے گھاس جل گئی
دفعةً بارش ہوئی اور بارش سے تمام جنگل ہرا ہو گیا تھا وہ گدھا گھاس چرتا پھرتا ۵۶
تھا عابد کی نظر اس پر پڑی تو محبت کے جوش میں آکر حماقت سے کہنے لگا کہ (توبہ توبہ) اے اللہ تعالیٰ اگر آپ کے پاس کوئی گدھا ہوتا اور وہ اس جنگل میں چرنے آتا تو میں اسکو کبھی نہ روکتا یہ خبر اس زمانہ کے نبی کو ہوئی ان کو بہت برا معلوم ہوا اور اس عابد پر بددعا کرنے کا ارادہ کیا ارشاد ہوا کہ ہم ہر شخص سے اس کی عقل کے موافق معاملہ کرتے ہیں اسکی اتنی ہی عقل ہے تم بددعا مت کرنا۔

(۷۶) **مثال**۔ بہت لوگ براہ ہوس اسلئے ذکر و شغل کرتے ہیں کہ ہم خدا کے محبوب ہو جائیں ان کی تو ایسی مثال ہے کہ کوئی شخص اندھا گنجا لنجا بدصورت ہو اور وہ یوں چاہے کہ فلاں محبوب جو حور تمثال ہے مجھ پر عاشق ہو جائے ایسے شخص کو تو عاقل لوگ احمق کہیں گے ایسے ہی جو ذاکر یوں چاہے کہ میں بالمعنی المتعارف محبوب بنجاؤں ذرا وہ اپنے کو تو یہ دیکھے کہ مجھ میں اور حق تعالیٰ میں کیا نسبت ہے بلکہ اگر اپنی حالت منکشف ہو جاوے تو اسی پر تعجب ہو کہ مجھکو اس کی کسطرح اجازت ہوگئی

(باقی آئندہ)

(۱۷) کیونکہ ساحران فرعون کے سامنے توریت شریف کی آیتیں نہیں پڑہی گئی تہیں توریت شریف اوسوقت نازل ہی نہوئی تہی اسوقت سوائے اسکے کہ انہوں نے معجزہ موسوی دیکہا تہا کوئی دلیل اون کے سامنے نہ تہی اوسی کی نسبت آیات کا لفظ کہا۔

(۱۸) اور قالوا مہما تاتنا بہ من اٰیۃ لتسحرنا بہا فما نحن لک بمؤمنین یعنے فرعونیوں نے موسے علیہ السلام کہا کہ تم جو کوئی معجزہ ہی دکہاؤ گے تاکہ ہمپر جادو کرو ہم اوسپر ایمان نہیں لائیں گے۔ یہاں ہی آیۃ کا لفظ ہے جس کے معنے کلام الٰہی کے ہرگز نہیں ہوسکتے کیونکہ توریت شریف بعد غرق فرعون نازل ہوئی ضرور آیۃ یعنی معجزہ ہے

(۱۹) اور ما منعنا ان نرسل بالاٰیات الا ان کذب بہا الاولون واٰتینا ثمود الناقۃ مبصرۃ فظلموا بہا وما نرسل بالاٰیات الا تخویفا۔ ترجمہ نہیں روکا ہمکو آیات (معجزات) کے بہیجنے سے مگر اس نے کہ اون کو پہلے لوگوں نے جہٹلایا اور ہم نے قوم ثمود کو ناقہ کہلا ہوا معجزہ دیا تہا تو اونہوں نے اوسپر ظلم کیا اور نہیں بہیجتے ہیں ہم آیات (معجزات) کو مگر ڈرانے کے لئے۔ اس آیت قرآنی میں آیات سے ۲۲۵
مراد کلام الٰہی ہرگز نہیں لے سکتے جیسا کہ بندش الفاظ صاف بتاتی ہے ادنے مس رکہنے والا کلام سے سمجہ سکتا ہے۔

(۲۰) اور ولقد اٰتینا موسیٰ تسع اٰیات بینات فاسئل بنی اسرائیل اذ جاءہم فقال لہ فرعون انی لاظنک یا موسیٰ مسحورا۔ (ترجمہ) اور ہم نے دی موسیٰ کو نو آیتیں بہت کہلی ہوئی پس پوچہو بنی اسرائیل سے کہ موسے علیہ السلام (وہ آیتیں لیکر) اون کے پاس آئے تو فرعون نے کہا کہ اے موسیٰ میں سمجہتا ہوں کہ تمپر جادو کیا گیا ہے۔ یہاں ہی آیات سے مراد سوائے معجزات کے کچہ نہیں ہوسکتا کیونکہ اگر آیات کتاب اللہ مراد لیں تو توریت شریف فرعون کے سامنے نہیں اتری تہی جیسا کہ تاریخ شاہد ہے۔ اور یہ ہی ظاہر ہے کہ توریت شریف میں صرف نو آیتیں نہ تہیں۔ آیات سے مراد یقیناً نو معجزات ہیں جو حضرت موسے علیہ السلام کو دیئے گئے تہے جنکو حق تعالیٰ نے اوسیوقت جتا دیا تہا جبکہ موسے

(ح) علیہ السلام کو نبوت دی تھی جس کا بیان اس آیت میں ہے فی تسع آیات الی فرعون وملاۂ۔

(۲۱) اور ام حسبت ان اصحب الکہف والرقیم کانوا من ایاتنا عجبًا ترجمہ کیا تمہارا یہ خیال ہے کہ اصحاب کہف ہماری نشانیوں میں سے کچھ تعجب کے قابل تھے۔ یہاں بھی آیات سے مراد آیات کتاب اللہ نہیں ہیں کیونکہ اصحاب کہف کو آیات کتاب اللہ کہنا کیا معنے۔ اور مطلق نشانی قدرت بھی مراد نہیں کیونکہ اون کی حالت آگے خود بیان فرمائی ہے کہ وہ غار میں جاکر چھپے۔ اور تین سو برس تک مردوں کی طرح پڑے رہے اس کے بعد حق تعالیٰ نے اونکو اٹھایا اور اونکو یہ بھی اندازہ نہ ہوا کہ ہمکو یہاں کتنی دیر ہوئی حتی کہ آپس میں کہنے لگے کہ ہم کو یہاں ایک دن یا دن کا کچھ حصہ لگا ہوگا۔ پھر حق تعالےٰ نے اونکو وہیں پوشیدہ کر دیا۔ اور لوگوں نے اوس جگہ بطور یادگار ایک مسجد بنادی۔ آیت مذکورہ میں ان حالتوں کو آیات اللہ میں داخل کیا گیا۔ چنانچہ حق تعالےٰ نے خود ہی اُن کی حالتوں کو بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے ذلک من آیات اللہ یعنے یہ حالتیں اللہ تعالےٰ کی نشانیاں ہیں۔ اور یہ سب خارق عادت ہیں ورنہ ان کی کیا تخصیص ہے ہر شخص بلکہ ہر چیز آیت اللہ یعنی نشانی قدرت ہے۔ تو آیات سے مراد خارق عادت حالت ہوئی اسیکو معجزہ یا کرامت کہتے ہیں چونکہ اصحاب کہف نبی نہ تھے اسوجہ سے کرامت کہا جاوے گا۔ ۲۲۶

(۲۲) اور لنجعلہ آیۃ للناس۔ یہ سورۂ مریم کی آیت ہے جب مریم علیہا السلام کے پاس فرشتہ آیا۔ اور کہا کہ میں نفخ روح کروں گا جس سے تمہارے بچہ پیدا ہوگا تو انہوں نے تعجب کیا کہ میں کنواری ہوں میرے بچہ کیسے ہوگا تو فرشتہ نے کہا حق تعالےٰ کا اسیطرح حکم ہے فرمایا ہے کہ مجھے ایسا کرنا آسان ہے اور مجھے ان کو لوگوں کے لئے نشانی قدرت کی بنانا ہے۔ ظاہر ہے کہ لفظ آیۃ للناس سے

عہ یہاں سے معجزہ کی حقیقت کا ثبوت ہوتا ہے کہ وہ حق تعالیٰ کا فعل ہوتا ہے بلا واسطہ اسباب کے ۱۲ منہ

(ح) آیت کلام الٰہی مراد نہیں ہوسکتی بلکہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو آیۃ فرمایا گیا ہے بلحاظ ان حالات کے کہ وہ بلا باپ کے پیدا ہوئے اور پیدا ہوتے ہی بولنے لگے اور یہ سب خارق عادت (معجزات) ہیں۔

(۲۳) اور من غیر سوء آیۃ اخریٰ یہ سورہ طٰہٰ کی آیت ہے اور ید بیضا کے متعلق ہے۔ یہاں بھی آیت کلام الٰہی مراد نہیں جیسا کہ ظاہر ہے بلکہ معجزہ مراد ہے۔

(۲۴) اور موسےٰ علیہ السلام نے فرعون سے فرمایا قد جئناک بآیۃ من ربک۔ یعنی ہم دونوں (موسےٰ و ہارون علیہما السلام) تیرے پاس معجزہ لیکر آئے ہیں۔ یہاں بھی آیت کتاب اللہ مراد نہیں کیونکہ توریت اوسوقت نہیں اتری تھی بلکہ معجزہ عصا اور ید بیضا مراد ہے۔

(۲۵) اور وجعلنا ابن مریم وامہ آیۃ ترجمہ۔ کیا ہمنے ابن مریم کو آیت۔ یہاں بھی آیت کتاب اللہ مراد نہیں۔ کیونکہ اوس کا حکم مریمؑ اور ابن مریمؑ پر کیا ہے بلاشک وشبہ مریمؑ اور ابن مریمؑ مراد ہیں بلحاظ اس خارق عادت کے مریمؑ کو بلا مرد کے حمل ہوا۔ اور ابن مریمؑ بلا باپ کے پیدا ہوئے اور فوراً بولنے لگے۔ ۲۲۷

(۲۶) اور فانجیناہ واصحاب السفینۃ وجعلناھا آیۃ للعالمین یعنے نجات دی ہمنے نوح علیہ السلام کو اور کشتی والوں کو طوفان سے اور اوس کشتی کو ہمنے تمام جہان کے لئے آیت بنایا۔ یہاں بھی آیت بمعنے کلام الٰہی نہیں جیسا کہ ظاہر ہے۔

(۲۷) اور فانجاہ اللہ من النار ان فی ذلک لآیات لقوم یؤمنون یہ آیت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قصہ میں ہے کہ اونکو حق تعالیٰ نے آگ سے بچالیا اس کے متعلق فرماتے ہیں کہ اس میں نشانیاں ہیں۔ ایمان والوں کے لئے۔ یہاں آیۃ سے مراد کلام الٰہی نہیں بلکہ معجزہ آگ کے برداً و سلاماً ہونے کا مراد ہے۔

(۲۸) اور لقد رایٰ من آیات ربہ الکبریٰ۔ یعنے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے

(ح) شب معراج میں حق تعالیٰ کی بڑی بڑی نشانیاں دیکھیں۔ یہاں بھی آیات قرآنی مراد نہیں کیونکہ شب معراج میں کوئی آیت نہیں اتری تھی نیز آیات قرآنی سننے کی یا پڑھنے کی چیزیں ہیں دیکھنے کی چیزیں نہیں۔ بلکہ مراد وہ چیزیں ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج میں سدرۃ المنتہیٰ کے پاس دیکھیں جبریل علیہ السلام کو اصلی صورت میں اور دیگر فرشتوں کو اور بہت سے عجائبات قدرت کو اور یہ سب خارق عادت ہیں جسکو معجزہ کہتے ہیں۔

(۲۹) اور وان یروا آیۃ یعرضوا ویقولوا سحر مستمر ترجمہ اگر کفار کوئی معجزہ (مثل شق القمر وغیرہ) دیکھیں تو منہ پھیر لیں کہیں کہ ختم ہو جانے والا جادو ہے یہاں بھی لفظ آیۃ سے آیت قرآنی مراد نہیں کیونکہ آیت قرآنی سننے اور پڑھنے کی چیز ہے دیکھنے کی چیز نہیں

(۳۰) اور لقد ترکناھا آیۃ فھل من مدکر ترجمہ۔ چھوڑ دیا ہم نے اوسکو (کشتی نوح کو) آیت پس ہے کوئی سمجھنے والا۔ یہاں بھی آیت بمعنے کلام الٰہی نہیں ہو سکتی کیونکہ کشتی کا کلام الٰہی ہونا کیا معنے بلکہ بمعنے معجزہ ہے کہ پہلے سے طوفان عام کی خبر دی گئی اور کشتی تیار کی گئی اور ہر حیوان کا ایک جوڑا اوس میں رکھا گیا اور اتنے بڑے طوفان میں وہ محفوظ رہی یہ سب حضرت نوح علیہ السلام کا معجزہ تھا۔ قرآن شریف میں ایسے موقع اور بھی ملیں گے جن میں لفظ آیۃ بمعنے معجزہ ہے مگر ہم تیس کی تعداد کو کافی سمجھکر اسی پر بس کرتے ہیں۔ ۲۲۸

ان آیات قرآنی میں سے کسی میں بھی لفظ آیۃ بمعنے کلام الٰہی نہیں لے سکتے جیسا کہ ہم ہر ایک آیت کے تحت میں کہتے چلے آئے ہیں۔ بلکہ بلا شک و شبہ بمعنے معجزہ ہے اور بطریق اثبات معجزہ ہے نہ کہ بطریق نفی اب ہمارے مخاطبین کو کوئی مفر نہیں اسکے سوا کہ معجزات کو قرآن سے ثابت مانیں اور اپنے اوس قول سے رجوع کریں کہ قرآن سے معجزات کا ثبوت نہیں ہوتا ہے بلکہ نفی ہوتی ہے جس کی تائید میں اونھوں نے بزعم خود سات آیتیں پیش کی تھیں۔ جب ان تیس آیتوں سے معجزہ عملی کا ثبوت ہوا تو جو طریقہ تطبیق کا ہمارے مخاطبین نے آیات سبعہ نافیہ

(باقی آئندہ)

سمجھ دار اور عقیل تھے نیز عقیلؓ بن ابو طالب کی قرابت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتی تھی اسی لئے آپ خاموش ہو گئے اور یہ شکایت عقیلؓ بن ابی طالب کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں کھڑے ہو گئے اور فرمایا تم لوگ میرے دوست کو میرے لئے چھوڑ دو اور اپنی حیثیت اور ان کی شان پر غور کرو۔ واللہ تم میں سے کوئی ایسا نہیں جس کے دروازہ پر اندھیرا نہ ہو اور یہ ابوبکر کا ہی دروازہ ہے جس پر نور ہے۔ قسم ہے خدا کی تم سب نے میری تکذیب کی اور ابوبکر نے میری تصدیق کی تم نے میرے ساتھ بخل کیا۔ لیکن ابوبکر نے مجھ پر خرچ کیا تم نے مجھے بدنام کیا اور ابوبکر نے مجھے آرام دیا۔ اور تابعداری کی۔

(۱۷) بخاری نے عبداللہ بن ابی مُلیکہ سے روایت ہے کہ اہل کوفہ نے حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کو دادا کی میراث کے متعلق استفتا لکھ کر بھیجا تو انہوں نے جواب لکھا کہ اس شخص نے جس کی نسبت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اگر میں اپنی امت میں سے کسی کو خلیل بناتا تو انہیں بناتا یعنی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے دادا کا ہی حصہ قایم کیا ہے جو باپ کا ہے۔ ۱۵۱

(۱۸) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز پوچھا کہ آج تم سے کون شخص روزہ دار ہے حضرت ابوبکر (رضی اللہ عنہ) نے کہا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آج تم میں سے کس شخص نے صدقہ دیا حضرت ابوبکر نے کہا میں نے حضرت نے دریافت فرمایا کہ آج تم میں سے کون شخص جنازہ میں شریک ہوا حضرت ابوبکر (رضی اللہ عنہ) نے عرض کیا۔ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا آج تم میں سے کس نے مسکین کو کھلایا حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آج کس شخص نے مریض کی عیادت کی۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے عرض کیا کہ میں نے حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص یہ سب باتیں ایک دن میں جمع کرلے اس کے لئے جنت واجب ہے یا یہ فرمایا کہ وہ بخشدیا جائیگا اس حدیث کو انس اور عبدالرحمٰن بن ابی بکر نے بھی بیان کیا ہے

اور ان کی روایت میں اتنا اور زیادہ ہے کہ تمہارے لئے جنت واجب ہو گئی۔

(۱۹) ابوداؤد نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے پاس جبرائیل علیہ السلام آئے اور انہوں نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھ کو جنت کا دروازہ دکھلایا جس میں سے میری امت جائے گی اس پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میں اس بات کو دل سے دوست رکھتا ہوں کہ میں اس وقت آپ کے ساتھ ہوتا۔ تاکہ میں بھی اس دروازہ کو دیکھ لیتا۔ آنحضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابوبکرؓ! خاطر جمع رکھو سب سے اول تم جنت میں داخل ہو گے۔

(۲۰) حمید بن انسؓ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جبرئیل علیہ السلام اللہ عزوجل کی طرف سے وحی لیکر آئے اور کہا اے محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ تعالیٰ آپ کو سلام فرماتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ عتیق بن ابی قحافہ (ابوبکرؓ) سے کہدیجئے کہ میں ان سے راضی ہوں۔ ۱۵۲

(۲۱) ابن عساکر نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابوبکرؓ کی محبت اور ان کا شکر میری تمام امت پر واجب ہے سہل بن سعد سے بھی ایک حدیث اس طرح کی منقول ہے۔

(۲۲) ترمذی نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے فرمایا تم میرے ساتھی و رفیق غار میں رہے ہو حوض کوثر پر بھی میرے رفیق و ساتھی رہو گے۔ عبداللہ بن احمد نے اس طرح روایت کیا ہے کہ ابوبکرؓ غار میں میرے صاحب اور مونس تھے (اس حدیث کی اسناد صحیح ہیں)

(۲۳) دارقطنی اور حاکم اور ابن عساکر نے روایت کی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے میں نے درخواست کی کہ میں تم کو ثلاثہ پر[1] مقدم کروں سو اللہ تعالیٰ نے انکار فرمایا اور ابوبکرؓ کے مقدم کرنیکا حکم فرمایا۔

[1] یعنی ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم ۱۲

(۲۴) حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو نماز میں مقدم کیا اور ان کو امام بنایا حالانکہ اسوقت میں حاضر تھا غائب نہ تھا تندرست تھا مریض نہ تھا اگر چاہتے تو مجھے امام بناتے لیکن مجھ کو نہ بنایا لہذا میں اسی میں راضی ہوں جس میں خدائے تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم راضی ہیں۔

(۲۵) حاکم نے بروایت ربیعہ بن ابی عبد الرحمن سعید بن مسیب روایت کی ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں بجائے وزیر کے تھے اور آپ اپنے تمام کاموں میں ان سے مشورہ لیا کرتے تھے اور وہ آپ کے اسلام میں ثانی اور غار میں آپ کے ثانی، عریش بدر میں آپ کے ثانی اور قبر میں آپ کے ثانی ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی کو ان کے اوپر مقدم نہ کرتے تھے۔

(۲۶) ابو یعلی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شب معراج جب میں آسمانوں پر گیا تو میں نے آسمانوں میں جگہ جگہ ۱۵۳
اپنا نام اور اپنے بعد ابوبکرؓ کا نام لکھا ہوا دیکھا۔ اس حدیث کے اسناد گو ضعیف ہیں لیکن ابن عباس، ابن عمرؓ، انس، ابو سعید، ابو الدرداء کے اسناد کے ساتھ اسکو تقویت ہوگئی ہے اگرچہ یہ سب اسناد ضعیف ہیں مگر ایک اسناد دوسری اسناد کی تقویت ضرور کرتی ہے۔

(۲۷) ابو یعلی نے بروایت حماد بن ابی سلیمان (ابراہیم نخعی) سے انہوں نے علقمہ سے انہوں نے عمار بن یاسر سے نقل کیا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عمار! ابھی میرے پاس جبرائیل علیہ السلام آئے تھے میں نے اُن سے کہا اے جبرائیل عمر بن خطابؓ کے وہ فضائل جو آسمان میں (فرشتوں کے درمیان مشہور) ہیں بیان کرو۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے جواب دیا کہ اے محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر میں آپ سے عمرؓ کے فضائل اس مدت تک کہ حضرت نوح علیہ السلام اپنی امت میں رہے یعنی ساڑھے نو سو برس تک بیان کرتا رہوں پھر بھی اُن کے فضائل ختم

نہ ہوں گے باوجود اس کے حضرت ابوبکر وہ مرتبہ ہے کہ حضرت عمر حضرت ابوبکر کی نیکیوں میں سے ایک نیکی ہیں۔

(۲۸) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مرفوعاً روایت ہے کہ تمام آدمیوں سے محاسبہ کیا جائیگا۔ مگر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے نہیں کیا جائیگا۔

(۲۹) بخاری نے بروایت ابوعثمان عمرو بن العاص سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ ذات السلاسل میں مجھ کو سردار لشکر بناکر بھیجا پھر میں جب وہاں سے آیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گیا اور میں نے آپ سے عرض کیا کہ آپ کو سب سے زیادہ کون محبوب ہے فرمایا عائشہ پھر میں نے عرض کیا کہ مردوں میں فرمایا ان کے والد (یعنی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) پھر میں نے عرض کیا کہ ان کے بعد کون محبوب ہے آپ نے فرمایا کہ عمر رض

(۳۰) ابن عساکر نے یعقوب انصاری کے والد بزرگوار سے روایت کی ہے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس مبارک میں لوگ کثرت و ہجوم کی وجہ سے اڑ بھڑ کر بیٹھتے تھے کہ قلعہ کی دیوار کی مانند حلقہ ہوجاتا تھا مگر بایں ہمہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی نشست کی جگہ بافراغت اور کشادہ پڑی ہوتی تھی کوئی شخص طمع نہیں کرسکتا کہ آپ کی جگہ آکر بیٹھ جائے جسوقت آپ تشریف لاتے تو اپنی جگہ بیٹھ جاتے اور اپنا چہرہ۔ اور روئے سخن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پھیر لیتے اور لوگ سنا کرتے تھے۔ ۱۵۴

(۳۱) ترمذی نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی کا مجھپر احسان نہیں میں نے سب کا احسان اتار دیا۔ مگر ابوبکر کا اس کا بدلہ اللہ تعالیٰ ان کو قیامت کے روز دیں گے اور مجھے کسی کے مال نے اتنا نفع نہیں دیا جتنا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مال نے نفع دیا۔

(۳۲) ابن ماجہ نے سالم بن عبید سے روایت کی ہے وہ کہتے تھے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مرض (وفات) میں بیہوش ہو گئے تو جب کسی قدر افاقہ ہوا) آپنے دریافت کیا کہ نماز کا وقت آگیا؟ لوگوں نے عرض کیا ہاں آپنے فرمایا

(باقی آئندہ)

حکیم الامۃ محی السنۃ حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب مدظلہ کے کمیاب مواعظ کا نیا رسالہ

الابقاء

ہزار ہزار شکر ہو کہ خداوند عالم نے اس زمانہ پرفتن میں عالی جناب فیض مآب عمدۃ العارفین زبدۃ الکاملین۔ جامع شریعت و طریقت واقف اسرار حقیقت و معرفت حضرت مولانا مولوی شاہ محمد اشرف علی صاحب مدظلہم العالی کو اصلاح امت کے واسطے پیدا فرما کر مسلمانان ہند کے لئے خصوصاً اور دیگر ممالک کیلئے عموماً ایک نعمت عظیمہ بنایا ہو۔ جو اس زمانہ میں جبکہ ہر چہار طرف سے گمراہی کی گھٹائیں امنڈ رہی ہیں تحریراً و تقریراً حق و باطل کو ممتاز کرنے کی خدمت میں یکتائے زمانہ ہیں۔ ان کے فیض سے بیشمار مخلوق خدا علماً و عملاً فیض یاب ہو رہی ہے اور ان کی خدمت میں حاضر ہونا کیمیائے سعادت ہے خصوصاً آپ کے مواعظ سے جو فائدہ عوام و خواص کو ہو رہا ہے وہ کسی صاحب نظر سے پوشیدہ نہیں ہے مواعظ متفرقہ کا باوجود بار بار طبع ہونے کے پھر کمیاب ہونا قبولیت عامہ کی بین دلیل ہے ان نایاب مواعظ کی تلاش میں عامۃ المسلمین کی پریشانی کی اور سرگردانی کی وجہ سے احقر کو خیال ہوا کہ اگر ان ختم شدہ اور کمیاب مواعظ کو ماہ بماہ ایک رسالہ کی صورت میں شائع کر دیا جائے تو شائقین مواعظ کے واسطے از حد مفید ہوگا۔ بایں خیال احقر نے ایک رسالہ موسومہ الابقاء بنام خدائے عزوجل رمضان المبارک ۱۳۵۳ھ سے جاری کر دیا ہے جسکی ضخامت معہ ٹائٹل ۳۶ صفحات ہیں اور انشاءاللہ یہی ہوا کرے گی اور ہر ماہ قمری کی پندرہ تاریخ کو شائع ہو جایا کرے گا جسکی سالانہ قیمت عہ ہے حضرت مولانا موصوف مدظلہم العالی کے مواعظ کے قدردان خود اندازہ فرما سکتے ہیں کہ یہ صورت حضرات شائقین کے واسطے کس قدر امید افزا ہے۔ امید ہے کہ ان جواہر گم گشتہ کے متلاشی جلد از جلد رسالہ مذکورہ کے خریداران میں اپنا نام لکھوا کر حضرت والا کے علوم سے مستفید ہونے کی کوشش فرمائیں گے۔ نیز اپنے احباب کو بھی ترغیب دیکر الدال علی الخیر کفاعلہ کے مصداق بنیں گے۔

قیمت سالانہ معہ محصول ڈاک عہ ہے اور وی۔ پی۔ کی صورت میں ۲ فیس رجسٹری اور ۲ فیس منی آرڈر کا اضافہ ہو کر عہ ادا کرنے پڑتے ہیں ؛

المشتہر محمد عثمان کتب خانہ اشرفیہ دریبہ کلاں۔ دہلی

حکیم الامۃ محی السنۃ حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب مدظلہ کی تازہ تالیف

خطبات الاحکام

اس میں جمعہ کے پچاس خطبے ہیں تاکہ سال بھر تک ہر جمعہ کو نیا خطبہ پڑھا جا سکے اسکے علاوہ عیدین و نکاح و استسقاء کے بھی خطبے درج ہیں اور سب خطبے نہایت سلیس ہیں اور باوجود جامع ہونیکے نہایت مختصر ہیں موجودہ خطبوں میں محض ترغیبی مضامین ہیں حالانکہ ضرورت احکام کی بھی ہے اس واسطے ان خطبوں میں خاص اہتمام کے ساتھ ترغیب ترہیب کے علاوہ ضروری احکام بھی بیان کئے ہیں مثلاً علم کی فضیلت اور ضرورت عقائد کی درستی پاکی کی فضیلت۔ نماز کی تاکید اور فضیلت۔ قرآن شریف کا پڑھنا اور اوسپر عمل کرنا۔ ذکر اللہ اور دعا کی فضیلت۔ نوافل کی فضیلت۔ کھانے پینے میں اعتدال کا حکم نکاح کے حقوق کسب حرام سے پرہیز حقوق عام و خاص خلوت سفر کے آداب۔ نیک کام کا امر کرنا اور بُرے کام کا روکنا۔ آداب المعاشرت باطن کی اصلاح تہذیب اخلاق شکم اور شرمگاہ کی حفاظت زبان کی حفاظت۔ مذمت غصہ کینہ حسد۔ مذمت دنیا بخل اور مال کی محبت حب جاہ اور ریاکاری کی بُرائی۔ تکبر اور خودپسندی کی مذمت دہوکہ کھانیکی مذمت توبہ کی فضیلت اور ضرورت۔ صبر اور شکر کی فضیلت۔ خوف و رجا۔ فقر و زہد۔ توحید اور توکل محبت اور شوق اور انس اور رضا اخلاق اور صدق۔ مراقبہ اور محاسبہ تفکر اور سوچنا۔ موت اور بعد موت کا ذکر۔ یوم عاشورہ کے متعلق ہدایتیں صفر کے متعلق و ربیع الاول ربیع الثانی کی رسوم ماہ رجب کے متعلق ہدایت ماہ شعبان کے احکام ماہ رمضان کی فضیلت روزہ کی فضیلت تراویح کی فضیلت شب قدر اور اعتکاف کی فضیلت نیز عید الضحیٰ۔ استسقاء کی نماز منجملہ اور خوبیوں کے ایک خوبی یہ بھی ہے اسمیں تمام احکام قرآن و حدیث ہی کے ثابت کئے ہیں چونکہ خطبہ عربی زبان میں ہونا ضروری ہے اور اسکے ساتھ غیر عربی میں مضمون بیان کرنا خلاف سنت ہے اسواسطے خطبہ تو محض عربی ہی میں لکہا ہے مگر عوام کے مطالعہ کیواسطے اسکی آیتوں اور حدیثوں کا ترجمہ بھی آخر میں شامل کر دیا گیا ہے۔ اگر اسکو نماز کے بعد وعظ کی جگہ سنا دیا جاوے تب بھی مفید ہوگا قیمت عام عمر سعایتی قیمت ۱۲ اسر

ملنے کا پتہ محمد عثمان تاجر کتب دریبہ کلاں۔ دہلی

رسالہ الہادی رجسٹر نمبر ایل ۱۰۷۵

قال اللہ تعالیٰ وقرآنا فرقناہ لتقرأہ علی الناس علی مکث ونزلناہ تنزیلا

چوں آیت موصوفہ دال ست بر نافعیت تعلیم تدریجی برائے
عامۂ ناس حاضر باشد یا بادی و نیز بر ضرورت تعلیم علوم قرآنیہ یعنی دینیہ تدریجاً سہل ست
بر مقاصد مبادی و پس اتباعاً للنص المزبور صحیفہ شہریہ کہ مشتمل ست بتدریج مشہور

مسمی بہ

الہادی

جلد ۲ | بابت ماہ صفر المظفر سنہ ۱۳۴۹ھ | نمبر ۱۰

کہ جامع ست انواع علوم دینیہ را برائے ہر طالب ہادی و مذکر ست در ہر مجلس دنیا دی
و مسکن ست برائے ہر جائع و صادی و بصورت ضمیمہ رسالہ الانوار محمدی و تسہیل المواعظ
و حل متشابہات کلید مثنوی و تشریف تفسیر حل القرآن اکبر و سیرۃ الصدیق کہ اکثر آں مستفاد ست
از درگاہ ارشادی یعنی خانقاہ اشرفی امدادی و باہتمام محمد عثمان عاصی در ہر ماہ اسلامی
در محبوب المطابع دہلی مطبوع گردید

از کتبخانہ اشرفیہ دریبہ کلاں دہلی نزد نور بر صدر میگردد

۱؎ ہذا التفسیر المعاصر ماخوذ من حدیث اخرجہ [illegible] لکتاب [illegible] ۱۲

فہرست مضامین

رسالہ الہادی بابت ماہ صفر المظفر سنہ ۱۳۴۹ ہجری نبوی صلعم

جو بہ برکت و دعا حکیم الامۃ محی السنۃ حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب مد ظلہ العالی

کتب خانہ اشرفیہ دریبہ کلاں دہلی سے شائع ہوتا ہے

نمبر شمار	مضمون	فن	صاحب مضمون	صفحات
۱	تفسیر حل القرآن	تفسیر	مولانا مولوی حبیب احمد صاحب سلمہ	۱–۱۰
۲	الانوار المحمدیہ	حدیث	″ ″ حافظ ظفر احمد صاحب سلمہ	۱۱–۲۴
۳	تسہیل المواعظ	وعظ	حکیم الامۃ حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب مد ظلہ	۲۵–۲۸
۴	کلید مثنوی	تصوف	″ ″ ″ ″	۲۹–۳۲
۵	التشرف حصہ دوئم	″	″ ″ ″ ″	۳۳–۳۴
۶	امثال عبرت	″	″ ″ ″ ″	۳۵–۴۰
۷	حل الاشتباہات	کلام	مولانا مولوی حکیم محمد مصطفےٰ صاحب سلمہ	۴۱–۴۴
۸	سیرۃ الصدیق	سیر	مولوی محمد صابر صاحب سلمہ	۴۵–۴۸

تاریخ اسلامی کے شائقین کو مژدہ

وضوح الاصر ترجمہ جدید فتوح المصر

کا انتظار کی مدت ختم ہو کر ہدیہ ناظرین ہے جن حضرات نے فیوض الاسلام ترجمہ جدید فتوح الشام کا مطالعہ کیا ہے وہ اسکی قدر کریں گے کیونکہ اکثر حضرات نے اُس کے مطالعہ کے بعد اِس کا اشتیاق ظاہر کیا تھا اور ان حضرات کا اشتیاق ہی اس کا محرک ہوا۔

اسکے بعد انشاء اللہ فتوح العجم کا ترجمہ ہدیہ ناظرین ہوگا کیونکہ اب مولوی صاحب اس کا ترجمہ کر رہے ہیں

وضوح الاصر ترجمہ جدید فتوح المصر (۱۹۲) صفحات پر ختم ہوئی ہے قیمت آخر صفر المظفر سنہ ۱۳۴۹ھ تک ۱۲ / رہے گی اور بعد میں (عـہ) مگر محصول ڈاک ہر حال میں بذمہ خریدار ہوگا۔

المشتہر محمد عثمان تاجر کتب دریبہ کلاں دہلی

شانِ نزول سورۂ آلِ عمران

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اِس سورۃ کے ابتدائی حصہ کے نزول کا یہ واقعہ بیان کیا گیا ہے۔ کہ عیسائیوں کی ایک جماعت نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مناظرہ کیا تھا۔ اور عیسٰی علیہ السلام کی اُلوہیت یوں استدلال کیا تھا کہ وہ مردوں کو زندہ کرتے تھے اور بیماروں کو اچھا کرتے تھے۔ غیب کی باتیں بتاتے تھے۔ پرندوں کی مورتیں بنا کر ان میں پھونک مارتے تھے۔ تو وہ زندہ جانور بنجاتے 1
تھے اور اُن کے خدا کا بیٹا ہونے پر یوں استدلال کیا تھا۔ کہ وہ بلا باپ کے پیدا ہوئے۔ اور انہوں نے بچپن میں گہوارہ میں گفتگو کی جو کہ نہ ان سے پہلے کسی نے کی تھی نہ ان کے بعد کسی نے کی اور ان کے ثالث ثلثہ ہونے پر یوں استدلال کیا کہ خدا کہتا ہے کہ ہم نے کیا ہم نے حکم دیا وغیرہ وغیرہ۔ اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ تنہا نہیں۔ اور اس کے ساتھ عیسٰیؑ اور مریمؑ بھی ہیں۔ ورنہ وہ یوں کہتا کہ میں نے کیا میں نے حکم دیا وغیرہ۔ اِن کے ان لغو اور بیہودہ استدلالات کا جواب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں دیا کہ بیٹا باپ کے مشابہ ہوتا ہے۔ اُنہوں نے جواب دیا کہ ضرور۔ پھر آپ نے فرمایا کہ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ حق تعالیٰ زندہ ہیں اور مریں گے نہیں۔ اور عیسٰیؑ کسی نہ کسی وقت ضرور مریں گے انہوں نے جواب دیا کہ بیشک۔ پھر آپ نے فرمایا۔ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ حق تعالیٰ ہر چیز کا انتظام کرتا اسکی نگرانی کرتا اور اسکو رزق دیتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ بیشک آپ نے فرمایا کہ کیا عیسٰیؑ بھی ان میں سے کوئی کام کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ نہیں۔ پھر آپ نے فرمایا کہ تمہیں

معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز آسمان اور زمین کی مخفی نہیں ؟ ۔ انہوں نے کہا بیشک آپنے فرمایا کہ عیسےٰ بھی ان میں سے بجز اس کے جس کا علم انکو خدا نے دیدیا ہے کچھ جانتے ہیں انہوں نے کہا کہ نہیں۔ آپنے فرمایا کہ کیا تم نہیں جانتے کہ حق تعالیٰ نے مریمؑ کے رحم میں اپنی مرضی کے موافق عیسےٰ کی صورت بنائی اور خدا نہ کہاتا ہے نہ پیتا ہے اور نہ پاخانہ پیشاب کرتا ہے انہوں نے کہا بیشک۔ پھر آپنے فرمایا کہ کیا تمھیں معلوم نہیں کہ عیسےٰ کو ان کی ماں نے یونہی پیٹ میں رکھا جس طرح ایک عورت رکھتی ہے۔ اس کے بعد انکو یونہی جنا۔ جس طرح وہ جنتی ہے۔ اور ان کو یونہی غذا دی جاتی تھی جس طرح بچوں کو دی جاتی ہے اور بڑے ہوکر وہ کھانا کہاتے اور پانی وغیرہ پیتے۔ اور پاخانہ پیشاب بھی کرتے تھے۔ انہوں نے کہا بیشک۔ جب انہوں نے ان سب باتوں کا اقرار کیا تو آپنے فرمایا کہ پھر وہ خدا کے بیٹے اور خدا اور ثالث ثلثہ کیونکر ہو سکتے ہیں اس پر وہ سمجھ گئے مگر مانا نہیں یہ واقعہ ابن جریر میں بروایت محمد بن جعفر بن الزبیر عن ربیع مروی ہے۔ اس واقعہ سے چند مفید نتائج برآمد ہوئے۔۔ ۲

(۱) یہ کہ عیسائیوں کے وہ استدلالات جو آج وہ کرتے ہیں نئے نہیں بلکہ ان کے بزرگ بھی یہی بیہودہ استدلالات کرتے تھے ÷

(۲) یہ کہ مسلمانوں کے پاس ہمیشہ سے ان کے مسکت جواب موجود ہیں اور عیسائیوں کو جواب دینے کے لئے اسوقت کسی رسول کو بھیجنے کی ضرورت نہیں۔ جیسا کہ قادیانیوں کا مرزا کی نسبت دعویٰ ہے اور مرزا خود بھی اس کا مدعی تھا ÷

(۳) عیسائیوں کو جواب دینے کے لئے اسکی کوئی ضرورت نہیں کہ عیسےٰ علیہ السلام کے معجزات کا انکار کیا جاوے۔ اور انکو مردہ مانا جاوے۔ چنانچہ اس مناظرہ میں ان تمام واقعات کو تسلیم کرکے انکو مسکت جواب دیے گئے ہیں ÷

(۴) یہ کہ حیات عیسےٰ کا عقیدہ مسلمانوں کا پرانا عقیدہ ہے اور نیا نہیں۔ کیونکہ اگر یہ روایت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ تو اس میں صاف طور پر حضرت عیسےٰ کی حیات پر تصریح ہے۔ اور اگر یہ روایت ان سے ثابت نہیں تو

کم از کم ربیع اور محمد بن جعفر کے زمانہ میں اِس عقیدے کا وجود ضرور تسلیم کرنا پڑے گا اور ان کا زمانہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے کچھ دور نہیں کیونکہ یہ دونوں تابعی ہیں۔ یہ تو اس سورۃ کا شانِ نزول اور اس کے متعلق ضروری تنبیہات تھیں اب تفسیر سنو۔ حق تعالیٰ فرماتے ہیں۔

سُورَۃُ اٰلِ عِمْرٰنَ مَدَنِيَّۃٌ وَّھِيَ مِائَتَا اٰیَۃٍ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝
الٓمّٓ ۝ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ۝
نَزَّلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا
لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَاَنْزَلَ التَّوْرٰىةَ
وَالْاِنْجِيْلَ ۝ مِنْ قَبْلُ هُدًى
لِّلنَّاسِ وَاَنْزَلَ الْفُرْقَانَ ۝ اِنَّ
الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ لَهُمْ
عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۭ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ
ذُو انْتِقَامٍ ۝ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَخْفٰى
عَلَيْهِ شَيْءٌ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاۗءِ ۝
هُوَ الَّذِيْ يُصَوِّرُكُمْ فِي الْاَرْحَامِ
كَيْفَ يَشَاۗءُ ۭ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ
الْحَكِيْمُ ۝ هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلَيْكَ
الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ
اُمُّ الْكِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ ۭ
فَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ
فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ

سورۂ آل عمران مدنی ہے اور اسمیں کل دو سو آیتیں ہیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم ؁
خدا کی یہ شان ہے کہ بجز اس زندہ و برقرار
کے کوئی قابل پرستش نہیں (اور جو لوگ
عیسٰے کو خدا یا خدا کا بیٹا یا ثالث ثلثہ مانتے
ہیں یہ انکی جہالت اور نادانی ہے۔ کیونکہ وہ
٣ فانی ہیں اور فانی معبود نہیں ہوسکتا) یہ مضمون
کتاب اللہ کا ہے جسکی تصدیق اہل کتاب
کو واجب اور ضروری ہے
کیونکہ) اس نے تیر کتاب کو واقعیت کے
ساتھ اور ایسی حالت میں نازل کیا ہے
کہ وہ اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرتی
ہے (چنانچہ جو مضامین ایسے ہیں کہ بدل
نہیں سکتے جیسے مسائل متعلق ذات و صفات
و فرائض رسالت و حشر و نشر وغیرہ وہ
اسمیں بھی اسی طرح ہیں۔ نیز وہ ان کے
جملہ مضامین کے بجانب اللہ ہونے کو
تسلیم کرتی ہے بجز ان تحریفات کے جو لوگوں نے

ابْتِغَاۗءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاۗءَ تَاْوِيْلِهٖ
وَمَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ ڤ وَالرّٰسِخُوْنَ
فِي الْعِلْمِ يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ ۙ كُلٌّ
مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا ۚ وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ
اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝ رَبَّنَا لَا تُزِغْ
قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ ھَدَيْتَنَا وَھَبْ لَنَا
مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً ۚ اِنَّكَ اَنْتَ
الْوَھَّابُ ۝ رَبَّنَآ اِنَّكَ جَامِعُ
النَّاسِ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ
لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ۝ ع ۱ / ۹

ان میں شامل کر دی ہیں لہذا ان کے ماننے والوں کو اسکی بھی گنجایش نہیں کہ وہ اس نے اسکو رد کر دیں کہ وہ کتب الٰہیہ کے معارض ہے) اور (یہ تنزیل کوئی نئی بات بھی نہیں کیونکہ) اس سے پیشتر وہ لوگوں کو ہدایت کرنے کے لئے توراۃ و انجیل نازل کر چکا ہے (پس اسی قاعدہ سے اس نے اسے بھی نازل کیا ہے) اور اسی نے (اس کے منزل ہونے پر) دلائل (بھی) نازل کئے ہیں (چنانچہ اسکی ہر سورۃ اپنی معجز ہونے کے لحاظ سے ایک مستقل دلیل ہے اور دوسرے دلائل اس کے علاوہ ہیں پس ایسی حالت میں
۴ ان کے انکار کی کوئی وجہ نہیں ہوسکتی۔ لہذا) جو لوگ (اب بھی) خدا کی آیات کا انکار کریں (اور انہیں نہ مانیں) ان کے لئے سخت عذاب (مقرر) ہے اور (یہ کوئی قابل استبعاد بات نہیں کیونکہ) اللہ تعالےٰ غالب ہیں ہر چیز پر اور انتقام لینے والے ہیں (پس غلبہ کی وجہ سے ان کو عذاب پر قدرت ہے اور منتقم ہونے کی وجہ سے اس کا وقوع ہوگا۔ اگر یہ شبہ ہو کہ تحقیق عذاب کے لئے صرف قدرت اور منتقم ہونا کافی نہیں بلکہ جرم کے علم کی بھی ضرورت ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ) اللہ پر کوئی چیز نہ زمین میں مخفی ہے نہ آسمان میں (نیز) وہ وہ ہے جو رحموں میں تمہاری صورتیں جس طرح چاہتا ہے بناتا ہے (پس جبکہ وہ تمہارے حالات سے اس وقت بھی بے خبر نہیں ہے۔ جبکہ تم ماں کے پیٹ میں ہوتے ہو تو اسوقت ان سے کیسے بے خبر ہوگا۔ نیز اس خود مختارانہ تصرف سے یہ بھی ثابت ہوا کہ) کوئی قابل پرستش نہیں بجز اس غالب حکمت والے کے (کیونکہ تعدد الٰہ کی صورت میں خود مختارانہ تصرف نہیں ہوسکتا) وہ (عزیز و حکیم) ہی وہ ہے جس نے (اپنی کمال غلبہ و حکمت کی بنا پر) تم پر اس حالت میں کتاب نازل کی کہ اس میں کچھ آیتیں تو پکی ہیں۔

(جنہیں ان کے واضح المراد ہونے کی وجہ سے کسی چالاک کی چالاکی نہیں چل سکتی) یہ (آیتیں) اصل کتاب ہیں (اور اہنی پر اسکی تعلیم مبنی ہے جیسے آیات توحید وغیرہ) اور دوسری ایسی ہیں جن کے مراد میں (گونہ) خفا ہے۔ (جن میں چالاک لوگ چالاکی کرتے ہیں جیسے روح منہ وکلمۃ اللہ وغیرہ) سو جن کے دلوں میں کجی ہے وہ (واضح المراد آیات کو چھوڑکر) اس میں سے ان (آیات) کے پیچھے پڑتے ہیں جن کے مراد میں خفا ہے (کبھی) طلب شرک کی غرض سے (اور لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے) اور کبھی اس کے صحیح معنی معلوم کرنے کی خواہش سے حالانکہ ان کے صحیح معنی (یقینی طور پر) سوائے خدا کے کوئی نہیں جانتا۔ اور جو لوگ علم میں پختہ (اور محقق) ہیں وہ (اسوقت تک جب تک کہ انکو بیان شارع سے صحیح مراد نہ معلوم ہو جائے) کہتے ہیں (کہ ان کے معنی خواہ کچھ ہوں ہمیں اس سے بحث نہیں) ہم تو ان پر (اجمالاً) ایمان لاتے ہیں۔ (کیونکہ معلوم المراد اور خفی المراد) سب ہمارے رب کے پاس سے ہیں (اس سے ان کج طبعوں کو نصیحت حاصل کرنا چاہیے۔ مگر وہ ایسا کیوں کرنے لگے۔ کیونکہ وہ بے عقل ہیں) اور نصیحت وہی قبول کرتے ہیں جو عقلمند ہیں (یہ لوگ جو کہ علم میں پختہ ہیں یہ بھی کہتے ہیں کہ) ۵
اے ہمارے رب آپ بعد اس کے کہ آپ نے ہمکو ہدایت دی ہے (دوسرے کج طبعوں کی طرح) ہمارے دلونکو کج نہ کیجئے اور ہم کو اپنے پاس سے رحمت عطا فرمایئے بلاشبہ آپ بڑے دینے والے ہیں۔ اے ہمارے رب (ہم یہ درخواست اسلئے کرتے ہیں کہ) آپ اس دن کے لئے لوگونکو جمع کرنے والے ہیں جس (کے آنے) میں کوئی تردد نہیں (اور وہاں ان سب کے اعمال کا محاسبہ ہوگا پس اگر ہمارے دل کج ہوئے اور ہم نے آپ کی کتاب میں کجروی کی) اور آپ کی رحمت سے محروم رہے تو پھر ہمارا کیا ٹھکانا ہے اور یہ کہ اس کے آنے میں کوئی تردد نہیں اسلئے کہا گیا ہے کہ اس کے آنے کے متعلق حق تعالیٰ کا وعدہ ہے اور) اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کے خلاف نہیں کرتے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْئًا ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمْ وَقُوْدُ النَّارِ ۙ

چونکہ اس جگہ تمکو معلوم ہوا کہ قیامت ضرور آئیگی اور اسمیں لوگوں کے اعمال کی بازپرس ہوگی تو اب سمجھو کہ اس روز کفار کا کیا حال ہوگا

كَدَأْبِ آلِ فِرْعَوْنَ وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ
كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا فَأَخَذَهُمُ اللّٰهُ
بِذُنُوبِهِمْ وَاللّٰهُ شَدِيدُ الْعِقَابِ
قُلْ لِلَّذِينَ كَفَرُوا سَتُغْلَبُونَ وَ
تُحْشَرُونَ إِلَىٰ جَهَنَّمَ وَبِئْسَ الْمِهَادُ
قَدْ كَانَ لَكُمْ آيَةٌ فِي فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا
فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَأُخْرَىٰ
كَافِرَةٌ يَرَوْنَهُمْ مِثْلَيْهِمْ رَأْيَ الْعَيْنِ
وَاللّٰهُ يُؤَيِّدُ بِنَصْرِهِ مَنْ يَشَاءُ إِنَّ
فِي ذَٰلِكَ لَعِبْرَةً لِأُولِي الْأَبْصَارِ
زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ
النِّسَاءِ وَالْبَنِينَ وَالْقَنَاطِيرِ الْمُقَنْطَرَةِ ع
مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ
الْمُسَوَّمَةِ وَالْأَنْعَامِ وَالْحَرْثِ
ذَٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَاللّٰهُ
عِنْدَهُ حُسْنُ الْمَآبِ قُلْ أَؤُنَبِّئُكُمْ
بِخَيْرٍ مِنْ ذَٰلِكُمْ لِلَّذِينَ اتَّقَوْا عِنْدَ
رَبِّهِمْ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا
الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا وَأَزْوَاجٌ
مُطَهَّرَةٌ وَرِضْوَانٌ مِنَ اللّٰهِ وَ
اللّٰهُ بَصِيرٌ بِالْعِبَادِ الَّذِينَ يَقُولُونَ
رَبَّنَا إِنَّنَا آمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا
وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ الصَّابِرِينَ

سو جن لوگوں نے کفر کیا خدا کے مقابلہ میں
ان کے مال اور انکی اولاد کچھ کام نہ آئیں گے
اور وہ لوگ (دوزخ کی) آگ کا ایندھن ہونگے
(ان کا حال بھی ایسا ہی ہوگا) جیساکہ فرعون
اور ان سے پہلے لوگوں کا ہوا- کہ انہوں نے
ہماری آیتوں کو جھٹلایا- تو ان کے جرائم کے
سبب سے حق تعالیٰ نے انہیں پکڑ لیا (اور
سخت سزا دی کیونکہ) حق تعالیٰ سخت سزا
دینے والے ہیں آپ ان کفار سے کہہ دیجیے
کہ عنقریب تم لوگ (دنیا میں مسلمانوں سے)
مغلوب کئے جاؤ گے اور (قیامت میں)
اکٹھے کرکے دوزخ کو لے جائے جاؤ گے
(اور تمہیں خبر بھی ہے کہ دوزخ کیا شے ہے)
بہت برا ٹھکانا ہے (خدا بچاوے تم یہ
نہ سمجھنا کہ ہم ان کمزور مسلمانوں سے کس طرح
مغلوب ہو جائیں گے کیونکہ) تمہارے
لئے ان دو جماعتوں (کی جنگ) میں
جو ایک دوسرے کے مقابل ہوئیں تھیں
جن میں سے ایک جماعت خدا کی راہ میں
لڑتی تھی اور دوسری کافر تھی- جو کہ اس
جماعت کو (یعنی مسلمانوں کو) آنکھ سے
دیکھ کر (فریقین کی صحیح تعداد کے معلوم
نہونے کی وجہ سے تخمینی طور پر) اپنے کو

وَالصّٰدِقِيْنَ وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْمُنْفِقِيْنَ
وَالْمُسْتَغْفِرِيْنَ بِالْاَسْحَارِ ۝ شَهِدَ اللّٰهُ
اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَ
اُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ ؕ
لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ؕ
اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ ۫ وَمَا
اخْتَلَفَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ
اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ
بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ ؕ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ
فَاِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۝ فَاِنْ
حَآجُّوْكَ فَقُلْ اَسْلَمْتُ وَجْهِيَ
لِلّٰهِ وَمَنِ اتَّبَعَنِ ؕ وَقُلْ لِّلَّذِيْنَ ۷
اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَالْاُمِّيّٖنَ ءَاَسْلَمْتُمْ ؕ
فَاِنْ اَسْلَمُوْا فَقَدِ اهْتَدَوْا ۚ وَاِنْ
تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ ؕ وَاللّٰهُ
بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ۝ ع ۲/۱۰

مسلمانوں سے (کم از کم) دوگنا سمجھتے تھے (گو واقع میں ان سے تگنے کے قریب تھے اس مغلوبیت کا نمونہ موجود تھا اور تم نے دیکھ لیا کہ کافروں کی اتنی بڑی اور قوی جماعت ان مختصر سے اور کمزور مسلمانوں سے کس طرح مغلوب ہوگئی (اور اس جماعت قلیلہ کا یہ غلبہ کوئی بعید بات نہیں کیونکہ غلبہ کا مدار قلت وکثرت پر نہیں بلکہ تائید حق پر ہے) اور خدا جس کو چاہتا ہے اپنی مدد سے قوت پہونچاتا ہے (غرض) اس واقعہ میں ایک عبرت ہے اہل بینش کے لئے (اور وہ اپنے لئے اس سے ایک مفید سبق حاصل کرسکتے ہیں اور وہ یہ کہ کفر سے باز آئیں اور یہ غرور نہ کریں کہ ہم مسلمانوں کو پیس دینگے اور انہیں مٹا دیں گے وغیرہ وغیرہ۔ کیونکہ وہ صرف اپنی قوت سے نہیں لڑتے بلکہ خدائی قوت بھی ان کے ساتھ ہوتی ہے۔ اور خدا کا کوئی مقابلہ نہیں کرسکتا۔ ہاں اگر خود مسلمان اپنی حماقت سے خدا کو ناراض کرکے اسکی تائید کو منقطع کردیں تو اور بات ہے۔

ف یَرَوْنَهُمْ مِّثْلَيْهِمْ رَاْيَ الْعَيْنِ کی تفسیر کی گئی ہے اس سے اس شبہ کا دفع کرنا مقصود ہے۔ کہ اس آیت میں واقعہ بدر کی طرف اشارہ ہے اور اسمیں مسلمانوں کی تعداد تین سو دس اور تین سو تیرہ کے درمیان تھی۔ اور کفار کی نو سو اور ایک ہزار کے درمیان۔ پس اس لحاظ سے کفار تعداد میں مسلمانوں سے تگنے ہیں اور آیت میں انکی تعداد دوگنی ظاہر کی گئی ہے اور حاصل دفع یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے کانوا مثلیہم تعین فرمایا

بلکہ یرونہم مثلیہم فرمایا ہے جس کے معنے یہ ہیں۔ کہ وہ اپنے کو دوگنا سمجھتے تھے۔ سو یہ صحیح
ہے۔ کیونکہ یہ تو ظاہر ہے کہ انہوں نے دونوں جماعتوں کے آدمیوں کی تعداد کو گن کر معلوم
نہیں کیا تھا پس اس سمجھنے کا منشا تخمینہ ہی ہو سکتا ہے۔ اور تخمینہ سے پوری تعداد معلوم
نہیں ہو سکتی اس لئے اُنہوں نے تخمینہ کیا کہ ہم مسلمانوں سے کم از کم دوگنے ضرور
ہیں اسلئے حق تعالیٰ نے یرونہم مثلیہم فرمایا۔ فلا اشکال واللہ اعلم بمرادہ یہاں تک
کفار کا حال بیان کر کے اوس کے بعد کفر کا منشا بیان کرتے اور اوسکی غلطی کو ظاہر فرماتے
ہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ لوگوں کے لئے مرغوبات نفس یعنے عورتوں اور بیٹوں۔ اور
سونے چاندی کے اوپر تلے چنے ہوئے توڑوں۔ اور نمبری گھوڑوں اور دوسرے
جانوروں اور کھیتی (وغیرہ وغیرہ) کی محبت کو خوشنما بنا دیا گیا ہے (اور انکی محبت ان کے
لئے داعی الی الکفر اور مانع ایمان ہو جاتی ہے۔ مگر یہ انکی غلطی ہے۔ کیونکہ) یہ صرف دنیوی
زندگی میں فائدہ اُٹھانے کی چیزیں ہیں (اور مرنے کے بعد بالکل بیکار ہیں) اور اللہ
٨ کی یہ شان ہے کہ اس کے پاس (یعنے اس کے قبضہ میں) حسن مآل ہے (لہذا انکی طلب کو
چھوڑ کر حق تعالیٰ کو مطلوب بنانا چاہئے تاکہ وہ انجام بہتر کرے) آپ (ان کفار سے جو کہ
متاع دنیا کو مطلوب بنائے ہوئے ہیں) کہدیجئے کہ تم چاہو تو میں تمکو ان سے بہتر چیزیں
بتلا دوں (اچھا سنو) (جو لوگ (معاصی سے) بچتے ہیں۔ ان کو ان کے رب کے پاس ایسے
باغ ملیں گے جن کے نیچے سے نہریں جاری ہیں (اور دنیاوی باغوں کی طرح برائے چندے
نہیں بلکہ) یوں کہ وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ کو رہیں گے اور (انکو) پاک صاف بیبیاں (بھی
ملیں گی) اور حق تعالیٰ کی جانب سے (مزید انعام) خوشنودی بھی (عطا ہوگا) اور حق تعالیٰ
بندوں کو دیکھتے ہیں (اور ان سے انکی کوئی حالت پوشیدہ نہیں۔ اس لئے یہ چیزیں انہی
کو ملیں گی جو واقعی طور پر متقی ہیں۔ اور کوئی غیر متقی اپنے کو خدا کے سامنے متقی ثابت
کر کے ان سے یہ چیزیں نہیں حاصل کر سکتا) یعنے ان کو جو کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار
ہم ایمان لے آئے۔ پس آپ ہمارے گناہ معاف فرما دیجئے اور ہمیں آتش دوزخ سے
محفوظ رکھئے جو کہ صبر کرنے والے ہیں اور راستباز ہیں اور اللہ تعالیٰ کے سامنے فروتنی

(باقی آئندہ)

قَالَ اللّٰہُ تعالیٰ وَیَدْعُوْنَنَا رَغَباً وَّرَهَباً الآیۃ

چوں آیت بالا ناطق ست بمد خلیت رغبت و رہبت در تکمیل

عبادات + و رسالہ انوار محمدیہ ترجمہ کتاب ترغیب ترہیب

منذری کہ

انوار الصوم

جزویست ازاں مثل اصل خود بعدیل بود درباب

رغبات و رہبات + بناءً علیہ محمد عثمان رسالہ مذکورہ را

در صحیفہ شہریہ الہادی اندک اندک ثبت کنانید

از کتب خانہ اشرفیہ شائع گردانید

(صفر المظفر سنہ ۳۹ھ)

فہرست مضامین الانوار المحمدیۃ انوار الصوم

مضمون	صفحہ
تمہید کتاب ہذا۔	۱
فصل اول۔ روزہ کی فضیلت اور روزہ دار کی فضیلت	۵
رمضان کے روزہ کی ترغیب اور رمضان کی آمد میں خصوصاً شب قدر میں نماز پڑھنے کی ترغیب	۲۶
رمضان میں بدون کسی عذر کے روزہ ترک کرنے پر وعید	۵۱
ماہ شوال میں چھ روزہ رکھنے کی ترغیب	۵۳
عرفہ کے دن روزہ رکھنے کی ترغیب اور اس دن حج کرنے والے کو ممانعت	۵۵
ماہ محرم الحرام میں روزہ رکھنے کی ترغیب	۵۹
یوم عاشورا کے روزہ کی اور اوس دن میں اہل و عیال پر وسعت کرنیکی ترغیب	۶۰
شعبان کے روزہ کی ترغیب اور شعبان کی پندرہویں رات کی فضیلت اور یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شعبان میں نفلی روزے رکھتے تھے	۶۲
ہر مہینہ میں تین دن کے خصوصاً ایام بیض کے روزوں کی ترغیب۔	۷۰
پیر اور جمعرات کے روزہ کی ترغیب۔	۷۷
بدھ جمعرات اور جمعہ۔ بار و اتوار کے روزہ کی ترغیب اور ان احادیث کے بیان جن میں جمعہ بار کے دن کو روزہ کے لئے خاص کرنیکی ممانعت	۷۹
صوم داؤدی کی ترغیب	۸۵
عورت کو اس بات پر دھمکی کہ شوہر کی موجودگی میں بدون اوسکی اجازت کے نفلی روزہ رکھے۔	۸۸
مسافر کو روزہ سے ممانعت اور افطار کی ترغیب جبکہ روزہ گراں ہو۔	۸۹
سحور کی ترغیب خصوصاً چھوارہ کے ساتھ	۹۵
افطار میں جلدی کرنے اور سحری میں تاخیر کرنے کی ترغیب۔	۱۰۰
چھوارے سے افطار کرنیکی ترغیب اور وہ نہ ملے تو پانی سے	۱۰۳
روزہ دار کو کھانا کھلانے کی ترغیب	۱۰۴
روزہ دار کے ثواب کا بیان جبکہ اسکے سامنے دوسرے لوگ کہاتے پیتے ہوں	۱۰۵
روزہ دار کو غیبت اور بیحیائی کی باتیں اور جھوٹ بولنے وغیرہ پر دھمکی	۱۰۷
اعتکاف کی ترغیب	۱۱۱
صدقۃ الفطر کی ترغیب اور اسکی تاکید کا بیان	۱۱۲
کتاب العیدین والاضحیۃ۔ عید کی راتوں میں جاگنے کی ترغیب	۱۱۶
عید میں تکبیر کی ترغیب اور اوسکی فضیلت	۱۱۷
قربانی کی ترغیب اور جو شخص باوجود قدرت کے قربانی نہ کرے یا قربانی کی کھال بیچے اسکو وعید	۱۱۸
جانوروں کے کان، ناک، وغیرہ کاٹنے اور بے فائدہ مارنے پر دھمکی اور خوش اسلوبی کے ساتھ قتل و ذبح کی ترغیب	۱۲۲

اور جو نماز کے بعد ادا کرے وہ اور صدقات کی طرح ایک صدقہ ہے اسکو ابوداؤد وابن ماجہ وحاکم نے روایت کیا ہے اور حاکم نے بخاری کی شرط پر اسکو صحیح کہا ہے **ف** چونکہ فرضیت کے لئے دلیل قطعی ضروری ہے جو ثبوتاً بھی قطعی ہوا اور دلالۃً بھی اور یہ حدیث بوجہ خبر واحد ہونے کے ثبوتاً ظنی ہے اس لئے حنفیہ کے نزدیک صدقۂ فطر واجب ہے۔ اور فقرا و مساکین پر واجب نہیں بلکہ اس شخص پر واجب ہے جس کے پاس بقدر نصاب چاندی یا سونا یا اور سامان حاجتِ اصلیہ اور دین سے فارغ ہو خواہ اسپر سال گذرا ہو یا نہ گذرا ہو اور نصاب نامی ہو یا نہ ہو کیونکہ حولان حول تو زکوۃ میں شرط ہے صدقۂ فطر میں شرط نہیں۔ **ف** بعض علماء نے فقراء و مساکین پر بھی صدقہ فطر واجب کیا ہے جبکہ اسکی قوت سے فاضل مقدار صدقہ موجود ہو اور دلیل یہ بیان کی ہے کہ صدقۂ فطر کے واجب ہونے کی علت یہ ہے کہ اس سے روزہ دار اُن لغویات اور بیہودگیوں سے پاک ہو جاتا ہے جو روزہ میں اُس سے ہوئی ہوں اور اسکی حاجت ہر روزہ دار کو ہے خواہ غنی ہو یا فقیر پس سب پر فرض ہونا چاہیئے۔ اس دلیل کا جواب یہ ہے ۱۱۳

عہ قال المنذری قال الخطابی قولہ فرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زکاۃ الفطر فیہ بیان ان صدقۃ الفطر فرض واجب کافتراض الزکاۃ المالیۃ وفیہ بیان ان ما فرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ فھو کما فرض اللہ لان طاعتہ صادرۃ عن طاعۃ اللہ وقد قال بفرضیۃ زکاۃ الفطر ووجوبھا عامۃ اہل العلم وقد عللت بانھا طھرۃ للصائم من الرفث واللغو فھی واجبۃ علی کل صائم غنی ذی جدۃ او فقیر یجدھا فضلا عن قوتہ اذا کان وجوبھا لعلۃ التطھیر وکل الصائمین محتاج الیھا فاذا اشترکوا فی العلۃ اشترکوا فی الوجوب انتہی وقال الحافظ ابوبکر بن المنذر اجمع عوام اہل العلم علی ان صدقۃ الفطر فرض وممن حفظنا ذلک عنہ من اہل العلم محمد بن سیرین وابو العالیۃ والضحاک وعطاء ومالک وسفیان الثوری والشافعی وابو ثور واحمد واسحق واصحاب الرای وقال اسحق ھو کالاجماع من اہل العلم انتہی ۱۲ منہ

کہ آپ نے صرف ایک علت کو دیکھ لیا حالانکہ حدیث میں دو علتیں مذکور ہیں دوسری علت
یہ ہے کہ صدقۂ فطر مساکین کی امداد کے لئے فرض کیا گیا ہے اور ظاہر ہے کہ جس جماعت
کی امداد کے لئے کوئی کام فرض ہوتا ہے وہ دوسری جماعتوں پر فرض ہوتا ہے خود اس
جماعت پر فرض نہیں ہوتا لہذا لفظ امداد مساکین خود اس پر دال ہے کہ صدقۂ فطر اغنیا
پر فرض ہے تاکہ وہ اس کے ذریعہ سے مساکین کی امداد کریں خوب سمجھ لو پس فقرا اور
مساکین پر اس کا ادا کرنا فرض نہیں گو ان کے پاس صدقۂ فطر کی مقدار قوت سے فاضل
بھی ہو کیونکہ جس کے پاس دو تین سیر غلہ یا اسکی قیمت فاضل ہو اسکو اغنیا میں شمار
نہیں کیا جاتا اسکو سب مسکین و فقیر ہی کہتے ہیں ہاں اگر ایسے لوگ ثواب حاصل کرنے
اور روزہ کو پاک صاف کرنے کے لئے صدقہ فطر ادا کرنے کی ہمت کریں تو جائز ہونے
میں کلام نہیں بلکہ بڑی فضیلت کی بات ہے اور اس لئے حضور نے اس پہلی علت
کو بیان کرکے سب مسلمانوں کو صدقہ فطر ادا کرنے کی رغبت دلائی ہے کہ اغنیا فقرا
۱۱۴ کو دیں اور فقیر ان کو دیں جو ان سے بھی زیادہ محتاج ہیں مگر فقرا کے ذمہ ایسا کرنا
واجب نہیں اگر وہ کریں تو ثواب بہت ہوگا ۱۲ مترجم

(۲) عبد اللہ بن ثعلبہ یا ثعلبہ بن عبد اللہ بن ابی صعیر[عہ] اپنے باپ سے روایت
کرتے ہیں کہ ایک صاع گیہوں ہر شخص کے ذمہ ہے بچہ ہو یا بڑا آزاد ہو یا غلام مرد ہو
یا عورت غنی ہو یا فقیر۔ غنی کو تو اللہ تعالیٰ (صدقۂ فطر کی وجہ سے) پاک کر دیتے
ہیں (اسکی جان کو بھی اور مال کو بھی) اور فقیر کو اللہ تعالیٰ اس سے زیادہ واپس
کر دیتے ہیں جو اس نے (صدقہ میں) دیا ہے۔ اسکو احمد و ابو داؤد نے روایت
کیا ہے۔ **ف** اس حدیث کے متن میں اضطراب ہے کسی روایت میں یہ ہے کہ
ایک صاع گیہوں ہر شخص کے ذمہ ہے اور دوسری روایتوں میں یہ ہے کہ ایک صاع
گیہوں دو آدمیوں کے ذمہ ہے اور یہی صحیح ہے کیونکہ زیادہ روایتیں اسی کے
موافق ہیں کہ گیہوں کا نصف صاع ایک شخص کی طرف سے کافی ہے **ف** اس

عہ قال المنذری صعیر ھو بالعین المہملۃ مصغراً ۱۲ منہ

روایت میں غنی و فقیر کا لفظ صرف ایک راوی نے بڑھایا ہے اکثر راویوں نے یہ لفظ نہیں کہا اور اگر یہ صحیح بھی ہو تو فقیر سے مراد وہ ہے جو اغنیاء اور مالداروں کے مقابلہ میں فقیر معلوم ہوتا ہو وہ مراد نہیں جس کے پاس قدر نصاب بھی حوائج اصلیہ سے فاضل نہ ہو۔
ف بچہ اور غلام کی طرف سے صدقۂ فطر ادا کرنا اس کے باپ اور آقا کے ذمہ لازم ہے اور عورت کے ذمہ خود لازم ہے شوہر کے ذمہ بیوی کی طرف سے صدقۂ فطر ادا کرنا اور قربانی کرنا واجب نہیں۔

(۳) جریر (بن عبداللہ) رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ماہ رمضان کا روزہ آسمان و زمین کے درمیان معلق رہتا ہے اور بدون صدقۂ فطر کے اوپر نہیں اوٹھایا جاتا اسکو ابوحفص بن شاہین نے فضائل رمضان میں بیان کیا ہے اور کہا یہ حدیث غریب ہے جسکی سند عمدہ ہے۔

(۴) کثیر بن عبداللہ مزنی اپنے باپ سے وہ ان کے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اِس آیت کی تفسیر دریافت کی گئی قد افلح من تزکی و ذکر اسم ربہ فصلی (جس نے پاکی حاصل کی اور خدا کا نام لیا پھر نماز پڑھی وہ کامیاب ہوگیا۔) حضور نے فرمایا کہ یہ آیت صدقۂ فطر کے بارہ میں نازل ہوئی ہے اسکو ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔ حافظ منذری فرماتے ہیں کہ کثیر بن عبداللہ راوی ضعیف ہے **ف** میں کہتا ہوں کہ امام بخاری نے اسکی ایک حدیث کی تحسین کرتے ہوئے یہ فرمایا ہے کہ احمد بن حنبل کثیر بن عبداللہ کو ضعیف کہتے تھے اور یحیی بن سعید انصاری اس سے روایت کرتے تھے (تہذیب) اور امام ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں اسکی حدیث کو ذکر کیا ہے جس سے اُن کے نزدیک اس کا حسن الحدیث ہونا معلوم ہوتا ہے۔ پس حدیث زیادہ ضعیف نہیں **ف** حاصل حدیث کا یہ ہوا کہ تزکی سے مراد صدقۂ فطر ادا کرنا ہے کیونکہ اس سے بھی تزکیہ اور طہارت حاصل ہوتی ہے اور اللہ کا نام لینے سے مراد تکبیر تحریمہ اور وہ تکبیرات زوائد ہیں جو نماز عید میں پڑھائی جاتی ہیں اور نماز سے مراد نماز عید ہے۔

کتاب العیدین والاضحیۃ

عیدین کی راتوں میں جاگنے کی ترغیب

(۱) ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص دونوں عیدوں کی راتوں میں ثواب کا طالب ہو کر (عبادت کیلئے) جاگے اُس کا دل اُس دن نہ مرے گا جس دن سب دل مر جائیں گے (یعنی صور پھونکے جانے کے وقت اسکی روح بیہوش نہ ہوگی نیز فتنہ وفساد کے زمانہ میں جب تمام عالم کے قلوب پژمردہ اور مردہ ہوں گے اس کا دل زندہ اور شگفتہ ہوگا۔ واللہ اعلم ۱۲) اسکو ابن ماجہ نے روایت کیا ہے اور اسکے سب راوی ثقہ ہیں مگر بقیہ بن الولید مدلس ہیں اور سماع کی تصریح نہیں کی۔

(۲) معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۱۱۹
نے فرمایا جو شخص پانچ راتوں میں (عبادت کے لیے) جاگے اُس کے واسطے جنت واجب ہو جائے گی۔ لیلۃ الترویہ (۸ ذی الحجہ کی رات) لیلۃ عرفہ (۹ ذی الحجہ کی رات) لیلۃ النحر (۱۰ ذی الحجہ کی رات) لیلۃ الفطر (عید الفطر کی رات) اور شعبان کی ۱۵ کی رات اسکو اصبہانی نے روایت کیا ہے۔

(۳) عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص عید الفطر کی رات اور عید الضحیٰ کی رات میں (عبادت کے لئے) جاگے اُس کا دل اس دن نہ مرے گا جس دن سب دل مر جائیں گے اسکو طبرانی نے اوسط وکبیر میں روایت کیا ہے۔ **ف** افسوس آجکل مسلمانوں نے اس پر عمل کرنا بالکل ہی چھوڑ دیا اور اُنپر کچھ ایسی افسردگی چھائی ہے کہ اُن کے بچوں کو بھی تو اب عید یا بقرعید کے آنے کی وہ خوشی نہیں ہوتی جو پہلے کبھی ہوتی تھی اسکی وجہ افلاس ونا اتفاقی کے ساتھ ایک یہ بھی ہے کہ وہ شعائر اسلام کا اہتمام نہیں کرتے پہلے زمانہ میں مسلمانوں کو شعائر اسلام کا

ؔ شریعت میں ہر تاریخ کی رات اُس کے دن سے پہلے آتی ہے بعد میں نہیں آتی ۱۲

بہت اہتمام تہا وہ عیدین کی راتوں میں بہت کم سوتے تھے زیادہ حصہ بیداری میں گذارتے
اور اللہ کی عبادت کرتے تھے اس کا یہ اثر تہا کہ اُن کے قلوب مردہ نہ تھے بلکہ زندہ اور شگفتہ
تھے جس کا اثر بچوں کے اوپر اسقدر تہا کہ بچے بہی عیدین کی راتوں میں رات بہر جاگتے رہتے
اور خوشیاں مناتے تھے کہ کل کو عید ہے ہم یہ پہنیں گے اور وہ کہائیں گے مسلمانو!
اگر اپنے دلوں کو زندہ اور شگفتہ رکہنا چاہتے ہو تو اُن کاموں کو اختیار کرو جو رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم تمکو تبلا رہے ہیں ۱۲ - مترجم

عیدمیں تکبیر کی ترغیب
اور اسکی فضیلت کا بیان

117 (۱) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا اپنی عیدوں کو تکبیر سے زینت دیا کرو۔ اسکو طبرانی نے صغیر و اوسط
میں روایت کیا ہے اور اسمیں نکارت ہے **ف** مگر علامہ سیوطی نے اسکو حدیث
حسن کہا ہے (عزیزی) **ف** حدیث کا مطلب یہ ہے کہ عیدین میں اللہ اکبر
اللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد بکثرت کہا کرو
اسی لئے علماء نے فرمایا ہے کہ جب عید کی نماز کے لئے گہر سے نکلے تو رستہ میں تکبیر
کہتا ہوا جائے۔ اسمیں اختلاف ہے کہ دونوں عیدوں میں جہر کے ساتہ تکبیر کہے یا
عیدالفطر میں آہستہ کہے ۱۲ مترجم۔

(۲) سعد بن اوس انصاری اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں رضی اللہ عنہما کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب عیدالفطر کا دن آتا ہے فرشتے تمام رستوں کے دروازوں پر (یا کنارہ پر) کہڑے
ہوجاتے اور منادی کرتے ہیں کہ اے مسلمانو اپنے کریم پروردگار کی (بارگاہ کی) طرف چلو جو اپنے احسان سے
(بندوں کو) نیک کام کی توفیق دیتا ہے اور اسپر خیر عظیم عطا فرماتا ہے تمکو رمضان کی راتوں میں قیام کا حکم دیا گیا

تو تمنے (راتوں میں) قیام کیا (مراد تراویح کی نماز ہے) اور تمکو دن میں روزہ کا حکم دیا گیا تو تمنے روزہ رکھا اور اپنے پروردگار کی اطاعت کی پس (چلو اب) اپنا انعام لیلو۔ پھر جب مسلمان عید کی نماز سے فارغ ہو جاتے ہیں تو ایک فرشتہ منادی کرتا ہے سن لو کہ تمہارے پروردگار نے تمہاری مغفرت کردی۔ پس تم کامیاب ہو کر اپنے گھروں کو واپس جاؤ۔ یہ انعام کا دن ہے آسمان میں اس دن کا نام یوم الجائزہ بھی ہے (یعنی انعام و اکرام کا دن) اسکو طبرانی نے کبیر میں جابر جعفی کے واسطہ سے روایت کیا ہے اور روزہ کے بیان میں اور احادیث بھی گذر چکی ہیں جو اس حدیث کے لئے شاہد ہیں +

قربانی کی ترغیب

اور جو شخص باوجود قدرت کے قربانی نکرے یا قربانی کی کھال بیچے اُس کے لئے وعید ۱۱۸

(۱) حضرت عائشہ (ام المومنین) رضی اللہ عنہا سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی یوم النحر (یعنی ۱۰ ذی الحجہ) میں کوئی کام ایسا نہیں کرسکتا جو اللہ تعالیٰ کو خون بہانے سے زیادہ محبوب ہو اور قربانی کا جانور قیامت کے روز اپنے سینگوں اور بالوں اور سموں سمیت (صحیح سالم) آئے گا۔ اور (قربانی کے جانور کا) خون زمین پر گرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے یہاں درجۂ (قبول) کو پہونچ جاتا ہے پس دل کھولکر قربانی کیا کرو اسکو ابن ماجہ و ترمذی نے روایت کیا ہے اور ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث حسن غریب ہے اور حاکم نے اسکو روایت کرکے صحیح الاسناد کہا ہے۔

ﮯ اور دوسری روایت میں آتا ہے کہ اس شخص کے نامہ اعمال میں رکھا جائے گا اور ایک روایت میں ہے کہ پلصراط پر سواری کا کام دے گا ۱۲ مترجم۔

قال الحافظ رواہ من طریق ابی المثنیٰ واسمہ سلیمان بن یزید عن ھشام
ابن عروۃ عن ابیہ عنہا وسلیمان واہ وقد وثق اھ (قلت فالحدیث حسن)
ترمذی نے یہی کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ قربانی کرنے
والیکو قربانی کے ہر بال کے عوض ایک نیکی ملتی ہے اور ترمذی نے جس حدیث کی طرف
اشارہ کیا ہے اسکو ابن ماجہ اور حاکم وغیرہما نے بواسطہ عائذ اللہ کے ابوداؤد سے زید
ابن ارقم سے روایت کیا ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ قربانی کیا
چیز ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ یہ تمہارے باپ حضرت ابراہیم
علیہ السّلام کی سنت ہے صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم کو اس میں کیا (ثواب)
ملے گا حضور نے فرمایا کہ ہر بال کے عوض ایک نیکی۔ عرض کیا گیا کہ اون کا کیا حکم ہے
فرمایا کہ اون کے ہر بال کے عوض بھی ایک نیکی (ملے گی) حاکم نے اسکو صحیح الاسناد
کہا ہے حافظ منذری فرماتے ہیں بلکہ اسکی سند ضعیف ہے کیونکہ عائذ اللہ مجاشعی اور
119 ابوداؤد نفیع بن الحارث الاعمی دونوں (روایت میں) گرے ہوئے ہیں

(۲) ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے بقر عید کے دن فرمایا کہ آدمی کے لئے اس دن میں خون بہانے سے افضل کوئی عمل
نہیں ہاں صلہ رحمی افضل ہو تو ہو اسکو طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے اور اسکی
سند میں یحییٰ بن الحسن الخشنی ہے جس کا حال مجھے معلوم نہیں۔

(۳) ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا اے فاطمہ اپنی قربانی کے (جانور کے) پاس کھڑی ہوجاؤ اور (اسکو
ذبح ہوتا ہوا) دیکھو کیونکہ اس کے خون کا پہلا قطرہ جو نکلے گا اسکے ساتھ ہی تمہارے
تمام گذشتہ گناہ معاف کردیے جائیں گے حضرت فاطمہ رضؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ
یہ ثواب ہمارے ہی واسطے خاص ہے یا ہمارے اور سب مسلمانوں کے واسطے ہے

عہ سبحان اللہ اپنے باپ کی بیٹی تھیں کہ رحمت کو کس کسی وقت بھی نہ بھولتی تھیں رضی اللہ عنہا وصلی اللہ
علی ابیہا وسلم وحشرنی اللہ عنا نبینا واہل بیتہ بجاہہم امین ۱۲۔ مترجم۔

حضور نے فرمایا بلکہ ہمارے اور سب مسلمانوں کے واسطے ہے اسکو بزار نے اور ابو الشیخ نے
کتاب الضحایا میں اور اُن کے سوا دوسروں نے بھی روایت کیا ہے اور اسکی سند میں عطیہ
ابن قیس ہے جسکو بعض نے ثقہ کہا ہے اور بعض نے اُس میں کلام کیا ہے۔ **ف** پس حدیث
حسن ہے ۱۲ مترجم

اور ابو القاسم اصبہانی نے اسکو حضرت علیؓ سے بایں الفاظ روایت کیا ہے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے فاطمہ اٹھو اپنی قربانی (کے جانور) کو دیکھو کیونکہ اُس کے
پہلے ہی قطرہ کے ساتھ تمہارے سب گناہ معاف ہوجائیں گے اور (قیامت میں)
اُسکو خون اور گوشت سمیت لایا جائے گا۔ پھر ستر حصہ زیادہ کر کے تمہارے میزان (عمل)
میں رکھا جائے گا ابو سعید خدری نے (یہ سنکر) عرض کیا یا رسول اللہ یہ ثواب آل محمدؐ
کے لئے خاص ہے؟ کہ وہ جس خوبی کے ساتھ بھی مخصوص کر دیئے جائیں اُس کے لائق ہیں
یا آل محمد اور سب مسلمانوں کے لئے عام ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ
ثواب خصوصیت کے ساتھ آل محمدؐ کے لئے بھی ہے اور عام طور پر سب مسلمانوں کے 140
لئے بھی ہے۔ حافظ منذری فرماتے ہیں کہ ہمارے بعض مشائخ نے حضرت علیؓ کی اس
حدیث کو حسن کہا ہے۔ واللہ اعلم

(۴) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا۔ اے لوگو! قربانی کرو۔ اور اُس کے خون (بہانے) کو ثواب سمجھو کیونکہ خون اگرچہ
(بظاہر) زمین پر گرتا ہے مگر (درحقیقت) وہ اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں گرتا ہے
(یعنی وہ اُسکو نظر عنایت سے دیکھتے اور قبول فرماتے ہیں ۱۲ مترجم
اسکو طبرانی نے اوسط میں روایت کیا ہے۔

(۵) حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص دل کھولکر قربانی کرے اور ثواب سمجھکر کرے اُس کے لیئے
یہ قربانی دوزخ سے آڑ بن جائے گی اسکو طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے

(۶) ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا چاندی کا خرچ کرنا اللہ تعالیٰ کو کسی چیز میں قربانی میں خرچ کرنے سے زیادہ محبوب نہیں
جو عید کے دن ذبح کی جائے اسکو طبرانی نے کبیر میں اور اصبہانی نے روایت کیا ہے۔
ف افسوس ہم لوگ اپنی نفسانی خواہشوں میں تو بہت کچھ روپیہ خرچ کرتے ہیں قربانی
میں خرچ نہیں کرتے بہت لوگ تو قربانی کرتے ہی نہیں اور جو کرتے بھی ہیں وہ دُبلا کمزور
سستا جانور ذبح کرتے ہیں مسلمانو! قربانی دل کھول کر کیا کرو۔

(۸) ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
بہترین قربانی دنبہ کی ہے اور بہترین کفن چادر والے یمنی کا ایک جوڑہ ہے اسکو ابوداؤد
و ترمذی و ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔ مگر ابن ماجہ کی روایت میں بڑے سینگوں والا
دنبہ آیا ہے یہ سب نے اسکو عفیر بن معدان کے واسطے سے سلیم بن عامر سے ابو امامہ سے
روایت کیا ہے اور ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے (حافظ) منذری فرماتے
ہیں کہ عفیر بن معدان ضعیف ہے **ف** علامہ سیوطی نے فرمایا ہے کہ ابوداؤد و ابن ماجہ
وحاکم نے عبادہ بن صامت سے بھی اسکو روایت کیا ہے اور غیر ترمذی نے اِس حدیث کو صحیح بتلایا ہے۔ **ف** بعض ۱۲۱
لوگوں نے اِس حدیث سے یہ سمجھا ہے کہ دنبہ کی قربانی گائے۔ اونٹ کی قربانی سے بھی افضل
ہے مگر یہ صحیح نہیں کیونکہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ بھیڑ۔ بکری۔ کی جنس میں دنبہ افضل ہے
جیسا کہ احقر نے بعض رسائل میں طرق حدیث جمع کر کے اسکو ثابت کیا ہے۔ پس گائے سے
دنبہ کو افضل کہنا صحیح نہیں دوسرے اِس سے گاؤ کشی کے روکنے پر استدلال تو کسی طرح بھی
صحیح نہیں کیونکہ حدیث میں یہی تو ہے کہ دنبہ افضل ہے یہ تو نہیں کہ گائے کی قربانی نہ کرو
اور جب گائے کی قربانی جائز ہے تو ایک مباح سے مسلمانوں کو روکنے کا کس کو حق
ہے بخصوصاً جبکہ ہندوستان میں دنبہ دستیاب ہی نہیں ہوتا یہاں اگر گائے کی قربانی
نہ کی جائے گی تو بکرا بکری کی کی جائے گی اور بکری کا گائے سے افضل ہونا کسی دلیل سے
بھی ثابت نہیں خوب سمجھ لو۔

(۹) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا جسکو قربانی کرنے کی وسعت ہو پھر بھی قربانی نہ کرے تو وہ ہماری عیدگاہ میں نہ آئے۔

اسکو حاکم نے اسی طرح مرفوعاً روایت کیا اور صحیح کہا ہے اور موقوفاً بھی روایت کیا اور غالباً وہی ٹھیک ہے۔

(۱۰) ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے اپنی قربانی (کے جانور) کی کھال بیچ لی اُسکی قربانی نہیں ہوئی۔ اسکو حاکم نے روایت کیا اور صحیح الاسناد کہا ہے حافظ منذری فرماتے ہیں کہ اسکی سند میں عبداللہ بن عیاش قتبانی مصری مختلف فیہ ہے اور اس کے سوا اور حدیثوں میں بھی قربانی کی کھال فروخت کرنیکی ممانعت آئی ہے ف۔ پس حدیث حسن ہو ف قربانی کی کھال کا بیچنا مکروہ اور اسی عید اُسوقت ہے جبکہ قیمت کو اپنے تصرف میں لانے کی نیت سے بیچے اور اگر قیمت کو صدقہ کرنے کی نیت سے کھال بیچے تو جائز ہے۔ فقہا نے اسکی تصریح کی ہے واللہ اعلم ۱۲ مترجم

جانوروں کے کان ناک وغیرہ کاٹنے اور بیقاعدہ مارنے پر دھمکی اور خوش اسلوبی کے ساتھ قتل و ذبح کی ترغیب　۱۲۲

(۱) شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے ساتھ احسان اور سلوک کرنا فرض کیا ہے پس جب تم قتل کیا کرو تو خوش اسلوبی سے قتل کیا کرو اور جب ذبح کیا کرو تو خوش اسلوبی سے ذبح کیا کرو۔ تمکو چاہئے کہ چھری کو (پہلے) تیز کر لیا کرو اور ذبیحہ کو (جلدی سے) راحت دیدیا کرو۔ اسکو مسلم و ابوداؤد و ترمذی و نسائی و ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔

(۲) ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر ایک شخص پر ہوا جو بکری کے شانہ پر پیر رکھے ہوئے چھری کو تیز کر رہا تھا اور بکری چھری کی طرف دیکھ رہی تھی حضور نے فرمایا کہ چھری کو پہلے ہی کیوں نہ تیز کر لیا ؟ کیا تو اس (غریب) کو کئی موتوں کا مزہ چکھانا چاہتا ہے ؟ اسکو طبرانی نے کبیر و اوسط میں روایت کیا ہے اور اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں اور حاکم نے اسکو ان الفاظ سے

ف یعنی ناقص ہوئی گو واجب ادا ہو گیا ۱۲ مترجم

روایت کیا ہے کیا تو اسکو چند بار مارنا چاہتا ہے؟ چھری کو اسکے لٹانے سے پہلے کیوں نہ تیز کر لیا؟ حاکم نے اسکو بخاری کی شرط پر صحیح کہا ہے۔

(۳) عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چھری کے تیز کرنے اور اسکو جانوروں سے چھپا کر رکھنے کا حکم فرمایا (کہ چھری کو اس کے سامنے ذبح سے پہلے رکھو بھی نہیں اور تیز بھی نہ کرو ۱۲) اور آپ نے فرمایا ہے کہ جب تم ذبح کرو تو جلدی کام تمام کر دو اسکو ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔

(۴) عبداللہ بن عمر رضی ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص چڑیا کو یا اس سے چھوٹے (یا بڑے) جانور کو بے طریقہ مارے گا اللہ تعالیٰ اس سے باز پرس فرمائیں گے۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ اور طریقہ سے مارنے کی کیا صورت ہے فرمایا طریقہ یہ ہے کہ اسکو ذبح کرے پھر کھائے اور اس کا سر کاٹ کر نہ پھینکے (بلکہ سر کو بھی درست کر کے پکائے اور کھائے ۱۲) اسکو نسائی اور حاکم نے روایت کیا اور حاکم نے اسکو صحیح کہا ہے۔

(۵) شرید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص چڑیا کو بیفائدہ مارے گا وہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے فریاد کرے گی اور کہے گی اے پروردگار فلاں شخص نے مجھکو بیفائدہ مارا کسی نفع کے واسطے نہیں مارا اسکو نسائی و ابن حبان نے صحیح میں روایت کیا ہے۔ **ف** بعضے شکاری نشانہ درست کرنے کے لئے چڑیا وغیرہ کو مارا کرتے ہیں پھر نہ انکو ذبح کرتے ہیں نہ کھاتے ہیں وہ اسکا وعید کو سن لیں اور مظلوم کی فریاد سے ڈریں ؎

(۶) ابن سیرین رح سے روایت ہے کہ حضرت عمر رض نے ایک شخص کو دیکھا کہ بکری کو ذبح کرنے کے لئے ٹانگیں پکڑ کر گھسیٹ رہا ہے آپ نے فرمایا ارے تیرا ناس ہو اسکو موت کی طرف خوبی کے ساتھ لیجا (بیدردی کے ساتھ نہ لیجا) اسکو عبدالرزاق نے اپنی کتاب میں موقوفاً روایت کیا ہے اور محمد بن راشد کے واسطہ سے وضین بن عطاء سے

۴۲۳

عہ قال المنذری الشفار جمع شفرۃ وھی السکین وقولہ فلیجھز ھو بضم لیاء وسکون الجیم وکسر الھاء واخرہ زای ای فلیسرع ذبحھا ویتمہ ۱۲ منہ

مرفوعاً بھی روایت کیا ہے کہ ایک قصائی نے بکری کو ذبح کرنے کیلئے دروازہ کھولا وہ اُس کے ہاتھ سے چھوٹ کر نکل گئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ گئی قصائی بھی پیچھے پیچھے آیا اور اسکی ٹانگ پکڑ کر گھسیٹنے لگا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بکری سے فرمایا کہ خدا کے حکم پر صبر کر (اور اُسکے حکم کے سامنے گردن تسلیم خم کر دے) اور قصائی سے فرمایا کہ تو اسکو نرمی کے ساتھ ہانک کر لیجا۔ مگر یہ سند معضل ہے اور وضین میں کلام ہے ؎

(۷) ابو صالح حنفی ایک صحابی سے جنکو عبد اللہ بن عمر نے دیکھا ہے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ جو شخص کسی جاندار کے کان ناک وغیرہ کاٹ دیے اسے توبہ نہ کرے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسکے کان وغیرہ کاٹ دیں گے اسکو امام احمد نے روایت کیا اور اسکے سب راوی ثقہ اور مشہور ہیں

(۸) مالک بن نضلہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو آپ نے فرمایا کیا یہ بات صحیح ہے کہ تمہاری اونٹنیاں تو صحیح سالم پیدا ہوتی ہیں پھر تم استرہ لیکر اُن کے کان کاٹ دیتے اور کھال چیر دیتے ہو اور کہتے ہو کہ یہ آزاد ہیں پھر اسکو اپنے اور اپنے گھر والوں پر حرام کر دیتے ہو۔ میں نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ (میں ایسا کرتا ہوں) حضور نے فرمایا کہ اللہ نے تم کو جو کچھ دیا ہے وہ حلال ہے (حلال کو حرام کرنیکا تم کو کیا حق ہے اور) خدا کا ہاتھ تمہارے ہاتھ سے زیادہ مضبوط ہے اور اُس کا استرہ تمہارے استرہ سے زیادہ تیز ہے (پس زندہ جانور کے کان ناک وغیرہ نہ کاٹا کرو ورنہ خدا بھی تمہارے ساتھ یہی معاملہ کرے گا ۱۲) اسکو ابن حبان نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے اور انشاء اللہ باب شفقت و رحمت میں یہ حدیث مکرر آئے گی۔ ۱۲۴

ف الحمد للہ آج بروز دوشنبہ ۵ ذی الحجہ ۱۳۴۷ھ بعد ظہر کتاب انوار الصوم اختتام کو پہونچی اللہ تعالیٰ اسکو قبول فرمائیں اور مجھے اور سب مسلمانوں کو حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کرنے کی توفیق کامل عطا فرمائیں آمین۔ الحمد للہ رب العلمین وصلی اللہ تعالیٰ وسلم علی خیر خلقہ سیدنا و مولانا محمد و علی آلہ واصحابہ اجمعین۔

کتبہ بقلمہ عبدہ

ظفر احمد عفا اللہ عنہ ۔ و وفقہ لما یحب و یرضیٰ رحم اللہ عبداً قال آمینا

۱؎ قال المنذری الصرم بضم الصاد المھملۃ و سکون الراء جمع الصریم۔ و ھو الذی صرم منہ ای قطع اھ قلت و قد ترجمتہ بالحاصل ۱۲۔ مترجم

افسوس ہے کہ آجکل دین کی سمجھ بالکل نہیں رہی بے وقوفی سے بعض وقت وہ حالت ہوتی ہے جیسے ایک سرحدی کی نسبت سنا ہے کہ وہ ہندوستان میں آیا ہوا تہا اتفاق کی بات کہ چوروں نے کسی موقع پر اوسکو زخمی کردیا ایک شخص نے اوسپر رحم کہا کر اس کا علاج کرایا۔ چندروز میں اوسکو آرام ہوگیا جب اپنے وطن جانے لگا تو اوس شخص سے کہا کہ اگر تم کبہی ہمارے دیس میں آؤگے تو ہم تمہارے احسان کا بدلہ کریں گے چنانچہ ایک مرتبہ کسی وجہ سے وہ شخص اوس کے وطن گیا اور یاد آیا کہ اپنے دوست سے ملنا چاہیئے دریافت کرتا ہوا اسکے گہر پہونچا ملاقات ہوئی نہایت عزت سے پیش آیا اور اپنے گہر پر لے گیا۔ اور اس سے کہا کہ تم بیٹہو میں ابہی آتا ہوں اس کے جانے کے بعد گہر والوں نے اس شخص سے پوچھا کہ تم کون ہو کہاں سے آئے ہو اس نے سارا قصہ ان سے بیان کیا انہوں نے کہا کہ خدا کے لئے تم فوراً یہاں سے بہاگو ورنہ وہ تمکو ہلاک کرڈالے گا کیونکہ وہ کہا کرتا تہا کہ اگر کبہی ہمارا دوست ہمارے وطن آئے تو ہم اوس کے احسان کا بدلہ اس طرح دیں گے کہ اول اسکو اسی قدر زخمی کریں گے جتنے ہم ہوئے تہے پہر اوس کا علاج کر کے اوس کو ۱۷
تندرست کریں گے اسلئے وہ ابہی اپنا چہرا لیکر آئے گا۔ اور تمکو زخمی کرے گا۔ یہ غریب وہاں سے بہاگا اور اس طرح اسکی جان بچی تو بہت لوگوں کی عبادت ایسی ہی ہوتی ہے جیسے اس نے احسان کا بدلہ سوچا تہا لیکن لوگوں کی سمجھ میں نہیں آتا دیکہئے بعض لوگوں کو مراقبہ[ع] کا ایسا شوق ہوتا ہے کہ اگر مراقبہ کی حالت میں کوئی شخص ان کے پاس آکر نماز کا کوئی مسئلہ پوچہے اور نماز کا وقت نکلا جاتا ہو اور کوئی دوسرا آدمی مسئلہ تبلانے والا بہی نہو تو یہ ہرگز مراقبہ سے سر نہ اٹہائیں گے. حالانکہ ایسے وقت میں فرض ہے کہ مراقبہ چہوڑ کر مسئلہ تبلا دیں میں نے خود ایسے لوگ دیکہے ہیں کہ ہر وقت تسبیح ہاتہہ میں ہے لیکن بیوی کی خبر ہے نہ بچوں کی یوں سمجہتے ہیں کہ ہمیں خدا کے سوا کسی سے کچہہ واسطہ نہیں اور سبب اس غلطی کا یہ ہے کہ لوگ حالت اور کیفیت کو مقصود سمجہتے ہیں اور جوش و خروش مستی و بیہوشی اور اچہل کود کو بڑا کمال جانتے ہیں اور یہ سمجہتے ہیں کہ اگر ہم خدا کے مقبول نہ ہوتے تو ہم پر یہ کیفیتیں

[ع] مراقبہ خدا تعالیٰ کی طرف دہیان لگا کر بیٹہنا ۱۲۔

کیونکہ طاری ہوتیں اور اسکی خبر نہیں کہ یہ کیفیتیں کافروں پر بھی ہوتی ہیں یہ بات ایک واقعہ سے سمجھ میں آئے گی۔

ایک سجادہ صاحب نے عرس میں صاحب کلکٹر اور صاحب جج کو شرکت کرنے کے لئے بلایا وہ بڑے خوش اخلاق تھے شریک ہو گئے آخر تن تن شروع ہوئی اور قوالوں نے گانا شروع کیا کچھ ایسا سماں بندھا کہ صاحب جج کو غشی آنے لگی اور وہ بے اختیار ہو کر گرنے لگے۔ تھوڑی دیر تک تو اپنے کو سنبھالا جب نہ سنبھل سکے تو صاحب کلکٹر سے کہا کہ مجھکو کیا ہو گیا کہیں گرا جاتا ہوں صاحب کلکٹر نے کہا کہ میری بھی یہی حالت ہے آخر دونوں وہاں سے اٹھ گئے اور چلدئے تو صاحبو کیا یہ صاحب کلکٹر اور صاحب جج بھی بزرگ تھے پس معلوم ہوا کہ یہ کیفیت اور حالت بزرگی اور مقبول ہونے کا نشان نہیں وہ ایک اثر ہے جو کہ اکثر محنت اور مجاہدہ اور اللہ اللہ کرنے سے پیدا ہو جاتا ہے اور کبھی کسی اور سبب سے بھی پیدا ہونے لگتا ہے۔

۱۸ اسی طرح بعض شغل اور مجاہدے ایسے ہیں کہ ان سے عبادت میں یکسوئی زیادہ ہو جاتی ہے اور وسوسے کم ہونے لگتے ہیں کیونکہ شغل اور مجاہدہ سے دماغ کی رطوبت کم ہو جاتی ہے تو یہ حالت رطوبت کم ہو جانے سے پیدا ہو جاتی ہے نہ کہ بزرگی کی وجہ سے۔ ایک بزرگ کو دیکھا گیا کہ وہ اپنے بڑھاپے میں روتے تھے سبب پوچھا گیا تو کہنے لگے کہ جوانی میں نماز کے اندر لذت زیادہ ہوتی تھی میں سمجھتا تھا کہ اللہ کے ساتھ تعلق اور محبت کا یہ اثر ہے لیکن اب وہ حالت نہیں رہی معلوم ہوا کہ وہ سب جوانی کا جوش تھا اب چونکہ وہ نہیں رہا اس لئے وہ کیفیت بھی نہیں رہی لیکن محبت کی گرمی بڑھاپے میں جاکر اور بھی زیادہ ہو جاتی ہے۔

غرض کیفیتیں خود نہ اچھی چیز ہیں نہ بری چیز ہیں بلکہ اگر ذریعہ مقصود کا بن جائیں تو پھر یہ اچھی ہیں ورنہ بالکل بیکار تو چونکہ یہ کیفیتیں بیوی بچوں کو چھوڑ کر یا اور گناہ کرکے بھی باقی رہتی ہیں۔ اس لئے یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ ہم مقبول اور خاص بندے ہیں لیکن یاد رکھو کہ وہ مردود ہیں اور یہ عقیدہ یہودیوں کا تھا کہ گناہ کرکے بھی دعوے مقبول ہونے کا کرتے تھے جیسا کہ وہ کہا کرتے تھے نَحْنُ اَبْنَاءُ اللّٰہِ وَاَحِبَّاءُہٗ

یعنی ہم مثل بیٹے کے ہیں کہ جس طرح باپ اپنے بیٹے کو ہر حال میں چاہتا ہے۔ اسی طرح خداتعالی ہم کو ہر حال میں چاہتے ہیں خداتعالی ان کے اس خیال کو رد کرتے ہیں قُلْ فَلِمَ يُعَذِّبُكُمْ بِذُنُوبِكُمْ۔ یعنی اگر تم مثل بیٹے کے ہو تو پھر تمہارے اوپر عذاب کیوں نازل ہوتا ہے۔ غرض یہ عقیدہ یہود کا تھا مگر اب اس امت میں بھی بعض لوگ اس خیال کے موجود ہیں تو خوب سمجھ لینا چاہئے کہ قیامت میں ایسے لوگوں کی گردن ناپی جائے گی۔ اس شغل اور مجاہدہ کی وہاں کچھ بھی قدر نہ ہوگی کیونکہ مقصود عبادات ہیں محنت اور مجاہدہ مقصود نہیں لیکن چونکہ ہم لوگوں سے عبادت اچھے طور پر نہیں ہوتی اسلئے یہ محنت مجاہدے کئے جاتے ہیں تاکہ ہماری نمازوں اور دوسری عبادتوں میں صحابہ کی عبادت کی شان پیدا ہو جائے۔ پس یہ خود مقصود نہیں بلکہ عبادت کے درست کرنے کے لئے ہیں اصل مقصود عبادت ہیں۔

حضرت جنید کو کسی نے خواب میں دیکھا پوچھا کہ حضرت وہ فقیری کے رموز جو زندگی میں بیان کیا کرتے تھے یہاں بھی کچھ کام آئے۔ فرمایا کہ وہ سب گئے گذرے ہوئے۔ ہاں کچھ 19
نماز اخیر رات میں پڑھ لیتا تھا وہ ضرور کام آئی۔ لوگ خدا جانے ان بیفکریوں کو کیا کچھ سمجھے ہوئے ہیں حالانکہ اون کی یہ حقیقت ہے یہاں تک عام لوگوں کے جانچنے کے طریقوں کا بیان تھا اب مناسب ہے کہ جانچنے کا صحیح طریقہ بیان کر دیا جاوے تو سنئے خداتعالی فرماتے ہیں کہ کیا تم حاجیوں کو پانی پلانے اور مسجد بنوانے کو اس شخص کے کام کی برابر کرتے ہو جو خدا پر اور قیامت کے دن پر ایمان لایا ہو اور اوسنے دین کو نفع پہونچایا ہو یہ دونوں جماعتیں ہرگز برابر نہیں۔ اس آیت کے نازل ہونے کے کئی قصے حدیثوں میں آئے ہیں خلاصہ اون سب کا یہ ہے کہ حضور کے زمانہ میں بعض لوگوں میں بحث ہوگئی تھی کہ ایک جماعت اپنے کاموں کیوجہ سے اپنے کو افضل سمجھتی تھی دوسری جماعت اپنے کو خداتعالی اس آیت میں افضل ہونے کا فیصلہ کرتے ہیں اور بتلاتے ہیں کہ کونسی جماعت افضل ہے تو فرماتے ہیں کہ مسجد بنوانا اور حاجیوں کو پانی پلانا ایمان اور جہاد کی برابر نہیں مطلب یہ ہے کہ جو لوگ حاجیوں کے پانی پلانے اور مسجد بنوانے

ایمان اور جہاد سے افضل کہتے ہیں اون کا دعویٰ غلط ہے وجہ اس دعویٰ کی وہی تھی
جو آجکل عام لوگوں میں ہے یعنی کام کا نفع عام ہونا اور جلدی ہونا اور کام کی صورت
عبادت کی سی ہونا۔ حاجیوں کے پانی پلانے میں تو نفع فوراً تھا اور عام تھا اور مسجد
بنوانے کی صورت عبادت کی سی تھی اسوجہ سے وہ ان دونوں کو افضل سمجھتے تھے تو خدا
تعالیٰ نے اسکو رد کر دیا جس سے معلوم ہوا کہ یہ پہچان افضل ہونے کی صحیح نہیں پھر اس
دعویٰ کو غلط کر کے خدا تعالیٰ فرماتے ہیں کہ فضیلت ایمان اور جہاد میں ہے اب
اس میں یہ بات غور کرنے کی ہے کہ ایمان اور جہاد میں وجہ افضل ہونے کی کیا ہے
تو آیت میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کسوٹی افضل ہونے کی ایمان ہی جس کام
کو ایمان سے زیادہ تعلق ہوگا وہ زیادہ افضل ہوگا اسی وجہ سے ایمان کے ساتھ جہاد
کو بھی ذکر کر دیا کیونکہ وہ اسلام کے پھیلانے کا سبب ہے اور اس کا ذریعہ ہے
اور دلیل اسکی یہ ہے کہ ایمان ایسی چیز ہے کہ بغیر اوس کے دوسرے کام مقبول نہیں
ہوتے ایمان کے سوا اور کوئی کام ایسا نہیں جس کے بغیر دوسرے کام مقبول نہوتے
ہوں پس معلوم ہوا کہ دار و مدار افضل ہونے کا ایمان ہے اور یہیں سے ان لوگوں کی
غلطی بھی معلوم ہوگئی جو کہ دوسرے مذہب والوں کو ایمان والوں پر فضیلت دیا کرتے
ہیں اور کہا کرتے ہیں کہ مسلمانوں سے تو فلاں قوم اچھی ہے ہاں اگر ایسا کہنے سے
مسلمانوں کو غیرت دلانا مقصود ہو تو مضائقہ نہیں بعض لوگ بے دھڑک ہوکر کہتے
ہیں کہ فلاں شخص مسلمان ہوکر بھی فلاں عیب کو نہیں چھوڑتا اس سے تو مسلمان ہی
نہوتا تو بہتر تھا یہ بڑی جہالت اور غلطی کی بات ہے ایک شخص مجھ سے کہنے لگے
کہ رنڈیوں کو مسلمان نہ کرنا چاہئے اسلام کو ایسے مسلمانوں سے عیب لگتا ہے
میں نے کہا کہ اگر اسلام ایسے مسلمانوں کو نکالے تو تم کو اون سے پہلے نکالدیگا
تمہارے کام کہاں کے اچھے ہیں بعضے لوگ چمار بھنگی کے مسلمان ہونے کو
حقارت سے پسند نہیں کرتے مگر یاد رکھو جب قیامت کا دن ہوگا اوس روز معلوم
ہوجائے گا کہ ہم جنکو ذلیل سمجھتے تھے اون کی کیا حالت ہے اور ہماری کیا گت ہے

[illegible] ۴۰

کافروں کو مسلمانوں پر فضیلت دینے والوں کی غلطی کا بیان

بے چراغے چون دہد او روشنے گر چراغت شد چہ افغان میکنی

ایک وقت ایک بزرگ نے ایک نابینا بڑے میاں کے ہاں ایک قرآن دیکھا۔ یہ بزرگ
اُن کے ہاں گرمی کے زمانہ میں مہمان ہوئے تھے۔ خیر کچھ عرصہ تک دونوں بزرگ یکجا رہے
ایک روز اونکو خیال ہوا کہ بڑے تعجب کی بات ہے کہ یہاں یہ قرآن کیوں ہے اس لئے کہ
یہ فقیر تحقیقاً نابینا ہیں اس لئے یہ نہیں پڑھ سکتے۔ وہ یوں تسکین حاصل کر سکتے تھے کہ شاید
کوئی اور رہتا ہو اور وہ پڑھتا ہو لیکن جب یہ خیال ہوا کہ یہاں صرف وہی ہیں اور اُن کے
سوا اور کوئی رہتا بھی نہیں اور قرآن لٹکا ہوا ہے تو اون کی تشویش اور بھی بڑی
پھر سوچا کہ میں گستاخ یا بے تکلف بھی نہیں کہ پوچھ ہی لوں۔ اب مجھے کیا کرنا چاہئے
اسکے بعد سوچا کہ نہیں کچھ نہ کرنا چاہئے۔ بلکہ خاموش رہنا اور صبر کرنا چاہئے۔ تاکہ صبر کی
بدولت مجھے مقصود تک رسائی حاصل ہو۔ آخر کار اونہوں نے صبر کیا۔ چندروز تو اون کو
پریشانی رہی مگر آخر کو وہ راز اون پر منکشف ہو گیا۔ کیونکہ صبر فراخی کا ذریعہ ہے۔ اس لئے ۲۴۹
اوس کی بدولت اون کو فراخی حاصل ہونا ضرور تھا قبل اس کے کہ ہم تفصیل انکشاف
بیان کریں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ صبر کے متعلق نصیحت کریں سنو تمکو صبر کرنا چاہئے
کیونکہ صبر ایک عظیم الشان دولت ہے اس کے باعث تمکو اس تکلیف سے نجات اور اس پرانی بیماری
سے شفا حاصل ہوگی جس میں تم مبتلا ہو۔ نیز یاد رکھو کہ صبر کو ہر راز کے انکشاف میں بہت
بڑا دخل ہے۔ مگر بشرطیکہ کوئی اوس سے بڑی مصلحت مزاحم نہو اور صبر گو فی نفسہٖ ناگوار
ہے مگر اس کا نتیجہ نہایت خوشگوار ہے۔ اب ہم ایک واقعہ بیان کرتے ہیں جس سے اسکی
تصدیق ہو کہ صبر کو کشف راز میں دخل تام ہے۔ اور وہ کشف راز میں بالخاصیت مؤثر
ہے حضرت لقمان خلوص کے ساتھ حضرت داؤد علیہ السلام کی خدمت میں تشریف
لے گئے اور دیکھا کہ وہ لوہے کے حلقے بنا رہے ہیں۔ اور ان لوہے اور فولاد کے
حلقوں کو ایک دوسرے میں ڈال رہے ہیں تو چونکہ اونہوں نے زرہ سازی کا کام
کبھی دیکھا نہ تھا اسلئے وہ بہت متعجب ہوئے۔ اور اون کے دلمیں مختلف خیالات

پیچ و تاب کہانے لگے۔ اونہوں نے خیال کیا کہ یہ کیا ہوگا مجھے پوچھنا چاہیے کہ آپ حلقوں کو
اوپر تلے رکھہ کر کیا بنا رہے ہیں پھر اپنے دل میں کہا کہ پوچھنا مناسب نہیں۔ صبر ہی
بہتر ہے۔ کیونکہ صبر بہت جلد مقصود تک پہونچا دیتا ہے۔ جبکہ تم نہ پوچھوگے تو یہ راز
بہت جلد منکشف ہوجائیگا۔ کیونکہ پرندۂ صبر تمام پرندوں سے تیز اڑنے والا ہے
اور مقصود تک سب سے پہلے پہونچنے والا ہے اور اگر پوچھوگے تو مقصود دیر میں حاصل
ہوگا۔ کیونکہ بے صبری سے آسان کام بھی مشکل ہوجاتا ہے خیر تو جبکہ حضرت لقمان
اوسوقت خاموش رہے تو حضرت داؤد علیہ السلام نے اوسکو مکمل کر لیا۔ پس اونہوں نے
زرہ بناکر اوسکو حضرت لقمان صابر کے سامنے پہنا اور فرمایا کہ یہ لڑائی اور مقابلہ کے
وقت زخم کو دفع کرنے کے لئے بہتر لباس ہے جبکہ حضرت لقمان کو صبر کا پہل مل گیا
تو اونہوں نے فرمایا کہ واقعی صبر اچھا رفیق ہے کہ وہ ہر جگہ غم سے پناہ دینے والا اور
اوسکو دفع کرنے والا ہے تکو صبر کی عظمت اور مہتم بالشان ہونا اس سے معلوم ہوسکتا
۲۵۰ ہے کہ حق سبحانہ نے صبر کو حق کے ساتہ مقارن کیا ہے۔ سورۂ والعصر کو غور سے پڑہو
دیکھو اوس میں ہے وتواصوا بالحق وتواصوا بالصبر۔

(تنبیہ) مولانا کے انداز بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے حق سے
مراد حق سبحانہ سمجہا ہے۔ اوسوقت معنی یہ ہوں گے کہ تم کو حق سبحانہ کا لحاظ رکہنا چاہیے
کہ کوئی بات اوسکی مرضی کے خلاف نہو۔ اور صبر کا بھی لحاظ رکہنا چاہیے کہ وہ چھوٹنے
نہ پاوے۔ تو جس طرح حق سبحانہ نے اپنے خیال رکہنے کی بابت امر فرمایا یوں ہی صبر
کے لحاظ رکہنے کی بھی ہدایت کی ہے۔ اس سے اوس کا مہتم بالشان ہونا ظاہر ہے۔ اور
مفسرین نے حق سے ایمان یا مطلق امر شرعی مراد لیا ہے۔ پس اگر ایمان مراد ہو تو
حاصل یہ ہوگا کہ جس طرح ایمان کے لحاظ رکہنے کا امر فرمایا یوں ہی صبر کا خیال رکہنے کی بھی ہدایت
کی اس سے بھی اوسکی عظمت ظاہر ہے۔ اور اگر مراد مطلق امر شرعی ہو تو مطلب یہ ہوگا
کہ گو اولاً حق سبحانہ مطلق امر شرعی کا خیال رکہنے کی ہدایت فرما چکے تھے اور اوس میں
صبر بھی آگیا تھا مگر اسپر اکتفا نہیں کیا بلکہ استقلالاً اوس کے ساتھ اوسکو بیان کیا

اِس سے بھی اوسکی عظمت ظاہر ہے واللہ اعلم) خلاصہ کلام یہ کہ حق سبحانہ نے سیکڑوں
اعلیٰ اعلیٰ درجہ کی چیزیں اور قلب ماہیت کر دینے والی اشیاء بنائیں۔ لیکن انسان کو تو
صبر سے بڑھکر کوئی کیمیا ملی نہیں اس سے تم سمجھ سکتے ہو کہ صبر کتنی بڑی دولت ہے
جب یہ مضمون ختم ہوا تو ہم پھر اصل قصہ کی طرف لوٹتے ہیں اور کشف راز کی تفصیل بیان
کرتے ہیں سنو۔ اوس مہمان نے صبر کیا تو فوراً اوسپر وہ حال مشکل منکشف ہوگیا
صورت اسکی یہ ہوئی کہ اوس نے آدھی رات کے وقت قرآن کی آواز سنی اوسکو
سنکر وہ اوٹھ بیٹھا۔ اور اوسنے یہ عجیب بات دیکھی کہ وہ نابینا دیکھکر قرآن پڑھ رہا ہے
اور بالکل ٹھیک ٹھیک پڑھ رہا ہے یہ دیکھکر وہ بیتاب ہوگیا اور اس نابینا
بزرگ سے دریافت کیا کہ حضرت یہ کیا راز ہے جبکہ آپکی آنکھوں میں روشنی
نہیں ہے تو آپ دیکھتے کیونکر ہیں۔ اور سطریں کیونکر پڑھتے ہیں۔ میں دیکھتا ہوں
کہ جو آپ پڑھتے ہیں اوسی پر آپکی توجہ بھی ہے اور اسی لفظ پر ہاتھ رکھا ہے آپکی انگلی کی
حرکت بتلا رہی ہے کہ آپ بلاشبہ حروف کو دیکھتے ہیں۔ اونہوں نے جواب دیا کہ تم ۱۵۴
تو عارف اور جہل جسم سے الگ ہو تمکو حق سبحانہ کی اس صنعت میں تعجب کیوں ہے
بات یہ ہے کہ میں نے حق سبحانہ سے درخواست کی تھی کہ اے اللہ مجھے قرآن پڑھنے کا
نہایت شوق ہے اور وہ مجھے جان کی طرح عزیز ہے میں حافظ تو ہوں نہیں کہ حفظ
پڑھ لیا کروں۔ تو مجھے پڑھنے کے وقت روشنی عطا فرما دیا کر کہ مجھے پڑھنے میں دقت نہ ہو
اور جبکہ میں تلاوت کرنا چاہوں تو مجھے آنکھیں دیدیا کر تا کہ میں قرآن لیکر اور دیکھکر
پڑھ سکوں تو حضرت حق سبحانہ کی طرف سے جواب ملا کہ تم بڑے کام کے آدمی ہو اور
ہر مشکل کے حل کے ہمیں سے امیدوار رہتے ہو یہ تمہارا حسن ظن اور ہمارا امید ہی ہے
جسکی بنا پر میں تمکو ہر لحظہ مزید قرب سے مشرف کرتا ہوں۔ اچھا جب تم قرآن
پڑھنا چاہو یا یوں کہو کہ دیکھکر تلاوت کرنا چاہو (معطوف و معطوف علیہ میں
فرق عنوان تعبیری کا ہے ورنہ مقصود ایک ہے اور دلی محمد کا اول کو تلاوت
پر اور دوسرے کو اختلاف قرأت قرار جانے پر محمول کرنا مجھے تکلف معلوم

ہوتا ہے واللہ علم تمہیں وعدہ کرتا ہوں کہ تمکو آنکھیں پیدا کروں گا تاکہ اے عظیم اللذات تو قرآن پڑھ سکے چنانچہ اوس نے ایسا ہی کیا۔ کہ جب میں پڑھنے کے لئے قرآن کھولتا ہوں تو وہ دانائے راز جو کبھی کسی کام سے غافل نہیں ہوتا اور وہ معظم شہنشاہ اور صانع عالم اور شہنشاہ لاشریک ہے مجھے روشن آنکھیں عطا فرماتا ہے جو تاریکی عمی کو لپیٹ کر رکھدیتی ہیں جیسے چراغ تاریکی شب کو۔ یہ قصہ تو ہو چکا اب سنو کہ ولی جو حق سبحانہ کے فعل پر کوئی اعتراض نہیں ہوتا بلکہ وہ اوسکو بلا چون وچرا تسلیم کر لیتا ہے اوسکی وجہ ایک یہ بھی ہے کہ وہ جانتا ہے کہ حق سبحانہ جو چیز لیتے ہیں اوس کا معاوضہ دیتے ہیں چنانچہ اگر وہ تمہارا باغ جلا دیتا ہے تو اوس کے عوض تم کو انگور دیتا ہے اور بین غم میں تمکو خوشی عطا کرتا ہے اور لنجے کو ہاتھ عنایت کرتا ہے اور غم سے لبریز لوگوں کو دل مست عطا کرتا ہے۔ پس جبکہ ہم نے یہ دیکھا کہ ہمارے مطلوب سے بھی بڑا عوض ہمکو ملجاتا ہے تو ہم نے چون وچرا اور اعتراض چھوڑ دیا کیونکہ ایسی حالت میں نکتہ چینی محض فضول ہے۔ مثلاً اگر ہم کو بدون آگ کے گرمی ملجاوے ۲۵۲ تو ہم کو آگ کے بجھ جانیکا کیا غم اگر وہ ہماری آگ کو بجھاوے تو ہم رضا مند ہیں اور جبکہ وہ تمکو بلا آنکھ کے بینش عطا فرما دیں تو تم کو کیا غم یہ اندھا پن تو خود ایک چشم روشن ہے پھر رنج کی کونسی وجہ ہے علی ہذا اگر چراغ کے بدون وہ تم کو روشنی دیں تو اگر ایسی صورت میں تمہارے چراغ کو گل کر دیں تو تمہارے آہ و زاری کرنیکی کونسی وجہ ہے

شرح شبیری

ایک اندھے شیخ کا قصہ کہ وہ قرآن شریف کو

(باقی آیندہ)

الفاكهي من رواية ابن اسحٰق حدثني
يحيى بن عباد بن عبد الله بن
الزبير عن ابيه قال لما حج
معاوية فحججنا معه فلما طاف
بالبيت صلى عند المقام
ركعتين ثم مر بزمزم
وهو خارج الى الصفا
فقال انزع لي منها
دلوا يا غلام قال
فنزع له منه دلوا
فاتي به فشرب
وصب على وجهه
ورأسه وهو يقول زمزم
شفاء وهي لما شرب له
بل قال شيخنا انه
حسن مع كونه موقوفا
(وقال قبله في بعض
الروايات) لكن مثله
لا يقال بالرای (ثم قال)
ومرتبة هذا الحديث ثم
باجتماع هذه الطرق

فاکہی نے ابن اسحٰق کی روایت سے ذکر
کیا وہ کہتے ہیں کہ مجھ سے یحییٰ بن عبادؓ
ابن عبداللہ بن الزبیر نے اپنے باپ سے
حدیث بیان کی کہ حضرت معاویہ نے
حج کیا اور اون کے ساتھ ہم نے بھی
حج کیا سو جب بیت اللہ کا طواف
کر چکے تو مقام ابراہیم کے پاس دو رکعت
پڑھی پھر صفا کی طرف جاتے ہوئے زمزم کے
پاس گذرے اور فرمایا کہ اے لڑکے میرے لئے
اس میں سے ایک ڈول نکال اونہوں نے
ایک ڈول نکالا اور وہ حضرت معاویہ کے ١٠٩
پاس لائے اونہوں نے پیا بھی اور اپنے
چہرہ اور سر پر ڈالا بھی اور یہ کہتے جاتے
تھے کہ زمزم شفا ہے اور وہ اسی چیز کو نافع
ہے جس کے لئے بھی پیا جاوے۔ بلکہ
ہمارے شیخ نے فرمایا کہ یہ حدیث باوجود
موقوف ہونے کے حسن ہے (اور اس کے
قبل ایک روایۃ موقوفہ کے متعلق کہا ہے
کہ) لیکن ایسی بات رائے سے نہیں کہی
جاتی (پھر کہا ہے) اور مرتبہ اس حدیث
کا یہ ہے کہ ان طرق کے جمع ہو جانے سے

يصلح للاحتجاج به وقد جرّب
جماعة من الكبار **ف**
التبرك بماء زمزم كالمجمع
عليه للقوم والحامل لهم عليه
مع هذه الروايات الحب لله
والشعائره من البلد الحرام في البيت
الحرام ولاصفيائه من سيدنا
اسمعيل وسيدتنا
هاجرة عليهما السلام و
الحديث ما رأه المسلمون
حسنا فهو عند الله حسن ۱۱۰
احمد في كتاب السنة و
وهم من عزاه للمسند
من حديث ابي وائل
عن ابن مسعود قال ان
الله نظر في قلوب
العباد فاختار
محمدا صلى الله
عليه وآله وسلم
فبعثه برسالته ثم
نظر في قلوب العباد فاختار

وہ احتجاج کے قابل ہو سکتی ہے اور اس کا
تجربہ اکابر کی ایک (بڑی) جماعت نے
کیا ہے **ف** آب زمزم سے برکت
حاصل کرنا صوفیہ میں مثل امر اجماعی کے
ہے اور ان کے لئے داعی اس کا ان
روایات کے ساتھ حق تعالیٰ کی محبت ہے
اور اس کے شعائر کی یعنی مکہ کی اور بیت اللہ
کی اور اوس کے مقبولین کی محبت یعنی
حضرت اسمٰعیل علیہ السلام اور حضرت ہاجرہ کی
حدیث جس چیز کو مسلمان اچھا
سمجھیں وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اچھی
ہے روایت کیا اسکو احمد نے کتاب السنۃ
میں اور جس نے اوسکو مسند کی طرف منسوب
کیا اس نے غلطی کی (اور یہ روایت)
ابی وائل کی حدیث سے (ہے) وہ ابن
مسعود سے روایت کرتے ہیں انہوں نے
فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے (اپنے) بندوں کے
قلوب میں نظر فرمائی سو محمد صلی اللہ علیہ
وسلم کو منتخب فرمایا اور آپکو رسالت
کے ساتھ مبعوث فرمایا پھر بندوں کے
قلوب میں نظر فرمائی سو آپ کے لئے

له اصحابا فجعلهم انصار دينه
ووزراء نبيه فما راه المسلمين
حسنا فهو عند الله حسن
وما راه المسلمون
قبيحا فهو عند الله
قبيح وهو موقوف
حسن وكذا اخرجه
البزار والطيالسي
والطبراني وابو نعيم
في ترجمة ابن مسعود
من الحلية بل هو
عند البيهقي في الاعتقاد
من وجه آخر عن
ابن مسعود. ف الحديث
كالنص في تفسير المسلمين بالاصحاب
ثم ان حمل على الاستغراق
اختص بالاجماع وان حمل على
الجنس يتقيد بالاجتهاد
لدلائل فيفيد حجية القياس
فان قيل ان
حجية القياس

اصحاب کو منتخب فرمایا اور انکو اپنے
دین کا مددگار اور اپنے نبی کا وزیر بنایا
پس جس چیز کو (یہ) مسلمان (یعنی اصحاب)
اچھا سمجھیں وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک
اچھی ہے اور جس چیز کو (یہ) مسلمان
بری سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک بری ہے
اور یہ حدیث موقوف اور حسن ہے
اور اسیطرح اوسکو بزار اور طیالسی اور
طبرانی اور ابو نعیم نے حلیہ میں ابن مسعود
کے ترجمہ میں روایت کیا ہے. بلکہ یہ
حدیث بیہقی کے نزدیک اعتقاد میں 111
دوسرے طریق سے بھی ابن مسعود سے
مروی ہے ف یہ حدیث تقریباً
اس میں نص ہے کہ مراد مسلمین سے
حدیث میں اصحاب ہیں پر سب صحابہ
مراد لئے جاویں تو حدیث خاص ہوگی
اجماع کے ساتھ اور اگر مطلق صحابہ مراد
لئے جاویں تو دوسرے دلائل سے
اوسمیں اجتہاد کی بھی قید ہوگی پس حدیث
قیاس کے حجت ہونیکو مفید ہوگی اگر
اسپر یہ سوال کیا جاوے کہ قیاس کی حجت

لا يختص بالصحابة فما الوجه في هذا التخصيص قلنا التخصيص من حيث ان رايهم مقدم على راي غيرهم من القايسين وهذا الوجه يتمشى على قول ابي حنيفة رح ان تقليد الصحابي واجب ولما اتضح معنى الحديث سقط احتجاج الغلاة به في بدعاتهم ورسومهم۔

۱۲ **الحديث** مسح العينين بباطن انملتي السبابتين بعد تقبيلهما عن سماع قول المؤذن اشهد ان محمدا رسول الله مع قوله اشهد ان محمدا عبده ورسوله رضيت بالله ربا وبالاسلام دينا وبمحمد صلى الله عليه وسلم نبيا قلت اورد صاحب المقاصد في الباب عدة اقسام من الروايات

ہونا صحابہ کے ساتھ خاص نہیں پھر اس تخصیص کی کیا وجہ ہم جواب دیں گے کہ تخصیص اس اعتبار سے ہے کہ انکی رائے دوسرے مجتہدین کی رائے پر مقدم ہے اور یہ وجہ امام ابو حنیفہؒ کے مذہب پر چلتی ہے کہ صحابہ کی تقلید (مجتہد پر بھی) واجب ہے اور جب حدیث کے معنی واضح ہو گئے تو بدعات اور رسوم (کے استحسان) میں اہل غلو کا اس حدیث سے استدلال کرنا باطل ہو گیا۔

حدیث جب موذن اذان میں اشہد ان محمدا رسول اللہ کہے اوسکو سنکر زبان سے یہ کہے اشہد ان محمدا عبدہ ورسولہ رضیت باللہ ربا و بالاسلام دینا وبمحمد صلی اللہ علیہ وسلم نبینا۔ اور شہادت کی دونوں انگلیوں کے پوروں کے اندرونی حصہ کو چوم کر دونوں آنکھوں پر پھیر لے میں (اس کے متعلق) کہتا ہوں کہ صاحب مقاصد اس باب میں کئی قسم کی روایات لائے ہیں

(باقی آئندہ)

کریں اسکو نظر محبت سے دیکھوں جب محب ہونیکی بھی صلاحیت نہیں تو محبوب ہونے کے لئے تو ذرا منہ دہو رکھیے اپنے محب ہونے کے قابل ہی نہونے کے باب میں خوب کہا گیا ہے

بخدا کہ رشکم آید ز دو چشم روشن خود | کہ نظر دریغ باشد بچنیں لطیف روئے

اور ؎

غیرت از چشم برم روئے تو دیدن ندہم | گوش را نیز حدیث تو شنیدن ندہم

اس بدصورت کو تو محبوب اگر ایک نظر دیکھنے کی بھی اجازت دیدے تو اسی پر متعجب ہونا چاہئیے۔ کہ مجھ میں کونسی بات ہے کہ محبوب نے مجکو اپنے دیکھنے کی اجازت دیدی۔

(۷۷) **حکایت** مجھے ایک واقعہ یاد آیا ریاست رامپور سے ایک طالب علم نے میرے پاس خط بھیجا کہ مجکو فلاں تردد ہے اس کے لئے کوئی دعا بتلا دیجئے میں نے لکھا کہ لاحول پڑھا کرو چند روز کے بعد وہ مجھ سے ملے اور پھر شکایت کی میں نے پوچھا اس سے قبل میں نے کیا بتلایا تھا کہنے لگے کہ لاحول پڑھنے کو بتلایا تھا سو میں پڑھتا ہوں اتفاقاً میں نے یہ سوال کیا کہ کس طرح پڑھا کرتے ہو کہنے لگا کہ یوں پڑھا کرتا ہوں ۳۷ لاحول۔ لاحول۔ لاحول۔ وھلم جرا۔ تو جیسے یہ بزرگ لاحول پڑھنے کے یہ معنی سمجھے کہ صرف لفظ لاحول کو پڑھ لیا جائے حالانکہ لاحول اس پورے کلمہ کا لقب ہے۔ اسی طرح ان لوگوں نے بھی لا الہ الا اللہ سے صرف یہی جملہ سمجھا حالانکہ لا الہ الا اللہ سے وہی مراد ہے کہ جس کے ساتھ محمد رسول اللہ بھی ہو۔

(وعظ ضرورۃ الاعتنا بالدین۔ دعوات جلد ۳۔ صفحہ ۸ س ۶)

(۷۸) **حکایت**۔ ہمارے حضرت قبلہ حاجی امداد اللہ صاحب نور اللہ مرقدہٗ بیٹھے ہوئے تھے اور یہ مضمون بیان فرما رہے تھے کہ جس طرح راحت و آرام نعمت ہے اسی طرح بلا بھی نعمت ہے کہ اسیوقت ایک شخص آیا اور اس کا ہاتھ زخم کی وجہ سے خراب ہو رہا تھا اور سخت تکلیف میں مبتلا تھا اور کہا کہ میرے لئے دعا فرمایئے اسوقت میرے قلب میں یہ خطرہ گذرا کہ حضرت اس کے لئے کیا دعا کریں گے اگر صحت کی دعا کریں تب تو اپنی تحقیق سے رجوع لازم آتا ہے اور اگر دعا نہ کریں تو اس شخص کے مذاق کی

رعایت نہیں ہوتی۔ اور یہ شیخ کامل کے لئے ضروری ہے آپ نے فرمایا کہ سب لوگ دعا کریں کہ لے اللہ اگرچہ ہم کو معلوم ہے کہ یہ تکلیف بھی نعمت ہے۔ لیکن ہم لوگ اپنے ضعف کی وجہ سے اس نعمت کے متحمل نہیں ہوسکتے اس نعمت کو مبدل بہ نعمت صحت فرما دیجئے۔ (وعظ ایضاً صفحہ ۲۲ س ۱۴)

(۷۹) **حکایت**۔ ایک محقق کی حکایت یاد آئی کہ ان سے ایک شخص نے دریافت کیا کہ قبور سے فیض ہوتا ہے یا نہیں فرمایا کہ فیض لینے والا کون ہے اس شخص نے کہا کہ مثلاً میں ہوں فرمایا کہ نہیں ہوتا الحمد اکبر کتنا بڑا مسئلہ اور کس طرح دو جملوں میں حل کر دیا۔ یہ بات اہل علم یاد رکھنے کی ہے کہ ان کو جواب میں سائل کے تابع ہرگز نہ ہونا چاہئے کہ وہ جس طرح سے جواب چاہیں اس کو ضروری سمجھا جائے بلکہ اون کی مصلحت پر نظر کرنی چاہئے۔ (وعظ ضرورۃ العلم بالدین دعوات جلد ۳ صفحہ ۳ سطر ۱۳)

(۸۰) **مثال**۔ مجیبوں نے جب دیکھا کہ اون کی یہ حالت ہے تو جس چال وہ انہوں نے ۳۸
چلایا اوسی چال اونہوں نے چلنا اختیار کیا اس میں بڑی خرابی یہ ہوئی کہ سائلین کے امراض میں ترقی ہوتی گئی اور شبہات ترقی پذیر ہوتے گئے اس کی ایسی مثال ہے جیسے طبیب کے پاس کوئی مریض جائے کہ جس کو مرض دق بھی ہو اور زکام بھی اور جاکر حکیم سے فرمائش کرے کہ اول زکام کا علاج کر دیجئے تو اگر طبیب زکام کے علاج میں ایک مزید مدت صرف کر دے تو وہ خائن ہے اسکو چاہئے کہ مریض کو رائے دے کہ ہرگز ایسا نہ کرو۔ اول دق کی خبر لو۔ اگر مریض اس تجویز پر یہ کہے کہ حکیم صاحب کچھ نہیں جانتے تو طبیب اسوقت کیا کرے گا۔ ظاہر ہے کہ اس کے جہل پر رحم کرے گا اور پھر بھی اپنی ہی تجویز اور اسکی مصلحت پر عمل کرے گا اور اگر اس نے مریض کا اتباع کیا تو وہ خود غرض ہے (وعظ ایضاً صفحہ ۹ سطر ۳)

(۸۱) حکایت۔ مجھے ایک حکایت یاد آئی کہ ایک مدنی لکھنؤ میں آئے۔ اور اونہوں نے قرآن سنایا ہندوستانی ذہین تو ہوتے ہیں ایک لڑکے نے ان کی قرأت کی نقل اتاری لوگوں نے اوسکو خوب مشق کرائی اور جب اپنے نزدیک وہ قاری صاحب

افضل ہو گئے تو اپنا کمال ظاہر کرنے کے لئے قاری صاحب کے پاس اس لڑکے کو لے گئے اور کہا کہ اس نے کچھ تبرکا آپ کا اتباع کیا ہے اونہوں نے کہا کہ ہاں سنائیے چنانچہ لڑکے نے سنایا جب سنا چکا تو یہ لوگ داد کے منتظر رہے قاری صاحب نے کچھ نہ کہا تو انہوں نے خود ہی پوچھا کہ اس نے کیسا پڑھا قاری صاحب نے کہا کہ ایسا پڑھا جیسے ہم نے ایک لغات اردو بنایا ہے۔ اَلْجَیَّارُ (ککری) بفتحتین ۱۲ اَلْحَجَبُ (لکری) بفتحتین ۱۲ اَلْعَنْکَبُوْتُ (مکری) بفتحتین ۱۲ اسوقت حقیقت معلوم ہوئی۔ کہ کیسا قرآن صاحبزادے نے پڑھا ہے (وعظ ایضاً ص ۸ س ۱۲)

(۸۲) **حکایت**۔ مولانا محمد یعقوب صاحب ؒ دہلوی مہاجر مکی رح سے ایک عربی نے کہا کہ آپ لوگ اتنے دنوں سے عرب میں رہتے ہیں لیکن ابتک عرب جیسا قرآن نہیں پڑھ سکتے اونہوں نے کہا کہ غیر زبان میں اہل زبان کی سی مہارت نہیں ہو سکتی کہنے لگے کہ کیوں نہیں ہو سکتی آخر ہم اردو بولتے ہیں اونہوں نے کہا کہ آپ ہرگز اہل زبان کی برابر نہیں بول سکتے اور اگر بول سکتے ہیں تو کہئے ٹٹو۔ ٹھٹھا۔ اُن بیچارے نے کہا تو تتو۔ تتا ہی نکل سکا مگر یہ دفع الوقتی تھی وہ لوگ تو اس کے مکلف نہیں کہ اردو صحیح بولیں اور ہم تو مکلف ہیں۔ قرآن صحیح پڑھنے کے (ص ۹ س ۱۳) ٣٩

(۸۳) **حکایت**۔ ایک صاحب نے سورہ ناس میں مِنَ الْجِنَّاتِ وَالنَّاس پڑھا ایک صاحب نے سورہ اَبِیْ لَهَب میں تَبَّتْ یَدَآ اَبِیْ لَحَبٍ پڑھا ایک صاحب نے کہا کہ حضور اتنے بڑے عالم ہو کر غلط پڑھتے ہیں کہنے لگے کس طرح پڑھوں اُن صاحب نے آہستہ سے بتلایا کہ اَبِیْ لَهَبٍ۔ آہستہ اس لئے بتلایا کہ کوئی سنے نہیں ناحق کی رسوائی ہے۔ تو وہ بزرگ اس آہستگی ہی کو مقصود سمجھکر فرماتے ہیں یا ہاں زور سے نہ پڑھا کروں۔ ہلکے سے پڑھا کروں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون سمجھانے پر بھی نہ سمجھے بات یہ ہے کہ بلا حاصل کئے ہوئے کچھ نہیں آتا۔ (وعظ ایضاً ص ۹ س ۱۲)

(۸۴) **حکایت**) ایک منطقی صاحب کو شبہ ہو گیا کہ قرآن سے مسئلہ غلامی کا ابطال ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ قرآن میں ہے اِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَاِمَّا فِدَاءً اور یہ صیغہ حصر کا ہے پس غیر من و فدا منفی ہوگا ایک عالم مجھ سے کہتے تھے کہ میں نے اُن سے

کہا کہ یہ قضیہ کونسا ہے کہنے لگے کہ منفصلہ تیسرا اونہوں نے پوچھا کہ حقیقیہ یا مانعۃ الجمع یا مانعۃ الخلو اسکو سنکر ان منطقی مولوی صاحب کی آنکھیں کھلیں اور شبہ زائل ہوا اور بے انتہا خوش ہوئے وہ یہ سمجھے ہوئے تھے کہ یہ حقیقیہ ہے اونہوں نے متنبہ کردیا کہ ممکن ہے کہ مانعۃ الجمع ہو تو وہ تو چونکہ ذی علم تھے اس لئے ایک اشارہ کردینے سے ان کو حل ہوگیا۔ لیکن جس شخص کو معلوم ہی نہ ہو کہ حقیقیہ اور مانعۃ الخلو یا مانعۃ الجمع کس کو کہتے ہیں وہ تو اس کو گھبرا کر جواب ہی سمجھیگا۔ اگر ایک شخص سے کہا جائے کہ مثلث کے تین زاویے ملکر دو قائموں کی برابر ہوتے ہیں اور وہ فن اقلیدس سے واقف نہ ہو تو کسی طرح بھی آپ اسکو نہ سمجھا سکیں گے اگرچہ ہزار دفعہ ناپ دکھلا دیجئے جیسے ہمارے یہاں ایک شاعر تھے کہ وہ اپنے اشعار کے مصرعے دھاگے سے ناپ کر برابر کیا کرتے تھے ایک مرتبہ ان سے کسی نے کہا کہ آپ کا ایک مصرعہ چھوٹا اور ایک بڑا ہے۔ کہنے لگے کہ یہ تو اوپر ہی سے ہوتی آئی ہے۔ الٰہی غنچۂ امید بکشا ۔ اسکو تو کھینچ کھینچکر پڑھا۔ گلے از روضۂ امید بنما ۔ اسکو جلدی سے پڑھ دیا کہ دیکھو اس میں بھی ۴۰
مصرعہ ثانی چھوٹا ہے اب جو لوگ فن شعر سے واقف ہیں وہ اسکو سنکر داد دیں گے اور سمجھیں گے کہ اس شخص کو کسی طرح بھی نہیں سمجھایا جاسکتا ہے کہ یہ دونوں مصرعے برابر ہیں واللہ اے صاحبو! علماء کے نزدیک آجکل کی دلیلیں اس سے بھی بدتر ہیں جیسے یہ شاعر سمجھا تھا کہ میں نے بہت بڑی دلیل قائم کردی ہے ایسے ہی آجکل کے عقلاء اپنے دلائل کو نہایت مدلل سمجھتے ہیں۔ حالانکہ وہ علماء کے نزدیک اَوْهَنُ مِنْ بَيْتِ الْعَنْكَبُوْتِ ہوتے ہیں علماء فضلاء اُنپر ہنستے ہیں اور ان بیچاروں کو قابل رحم سمجھتے ہیں اور جس طرح وزن اور تقطیع نہ جاننے کی وجہ سے اس شاعر کو نہیں سمجھا سکتے تھے اسی طرح مانعۃ الجمع اور مانعۃ الخلو نہ جاننے کی وجہ سے ان لوگوں کو بھی نہیں سمجھا سکتے مگر جاننے والوں سے پوچھئے کہ ایک چھوٹا سا لفظ سنکر اون کی کیا حالت ہوئی کہ وجد آنے لگا۔ وعظ ایضاً (ص۱۵ سطر ۔)

(۸۵) حکایت۔ ایک واقعہ حضرت مولانا احمد حسن صاحب امروہی کا یاد آیا

(ح) معجزات کے اور آیات متشبہ معجزات کے درمیان میں اختیار کیا تھا کہ جن آیتوں
سے نفی ثابت ہوتی ہے مراد لفظ آیۃ سے معجزہ ہے اور جن آیات سے اثبات ہوتا ہے
اون میں لفظ آیۃ سے مراد آیات کتاب الٰہی ہیں یہ طریقہ صحیح نہ رہا کیونکہ ان تیس آیات
مذکورہ میں کسی طرح گنجایش نہیں کہ لفظ آیۃ سے مراد آیت کتاب الٰہی لیجاوے تو مدعا مکا
(یعنی نفی معجزات) ثابت نہوا اور تعارض بین الآیات بحال رہا۔ ایسے موقعوں پر ہم اونکو رائے
دیتے ہیں کہ قاعدہ مسلمہ بین العقلا لکل فن رجال پر عمل کیا کریں اور جو کام اون کے کرنیکا
نہیں ہے اوسمیں دخل نہ دیا کریں بلکہ اوسکو اوس فن کے جاننے والوں پر چھوڑ دیا کریں اگر
یہ عربی کا جملہ اون کی سمجھ میں نہ آوے تو اپنے تسلیم کردہ مسئلہ تقسیم عمل ہی پر عمل کر دیا کریں کیسی
ایک حاکم ادنی مجسٹریٹ سے لیکر اعلیٰ جج اور لفٹنٹ گورنر اور وایسرائے تک ایک معمولی ڈاکٹر
کے حکم میں دخل نہیں دیتا دیکھا ہوگا کہ بعض دفعہ ڈاکٹر نے ذرا دیر میں بڑے سے بڑے مجسٹریٹ
کو دماغ خراب ہو جانے کا حکم لگا کر نکلوا دیا تقسیم عمل کا مسئلہ آجکل بالکل مسلمہ مسئلہ ہے
ہم کہتے ہیں کہ اسکو صرف دنیا ہی تک محدود نہ کیجئے دین میں بھی اس سے کام لیجئے اور ۲۲۹
دنیا کے کام آپ کیجئے اور دین کے کام علماء پر چھوڑ دیجئے۔ جب علماء کو کوئی عدالتی کام
پیش آتا ہے تو وہ اوسکو جزءً و کلاً آپ لوگوں کے سپرد کر دیتے ہیں۔ اسی طرح آپ کو جو
دین کا کام پیش آوے آپ اوسکو جزءً و کلاً علماء کے سپرد کیجئے یا خود علماء کے زمرہ
میں آجایئے اور علم دین باقاعدہ حاصل کیجئے تو اوسوقت دینی حصہ میں آپ بھی شریک
ہو جاوینگے اور اس صورت میں رائے زنی تقسیم عمل کے خلاف نہوگی۔ مگر ہم پیشین گوئی
کرتے ہیں کہ اوسوقت آپ بھی علماء ہی کے ہمنوا ہوں گے اور معجزات سے انکار آپ کی طبیعت
سے نکل جائیگا یہ انکار جبھی تک ہے کہ دین سے جہل ہے باقاعدہ عالم دین بنئے تب دین
میں دخل دیجئے بدون باقاعدہ تحصیل علم دین کے دین میں دخل دینا اور خود کو اسکا
اہل سمجھنا جہل مرکب ہے۔
یہاں تک کی تقریر سے جواب الزامی ہوگیا خلاصہ اوس کا یہ ہے کہ اہل فطرت نے
لفظ آیۃ میں من گھڑت کرکے معجزات کی نفی قرآن سے ثابت کی اور سمجھا کہ اس سے

(ج) آیات نافیہ اور مثبتہ میں تطبیق ہوگئی ورنہ تعارض رہیگا۔ ہم نے ثابت کردیا کہ لفظ آیۃ میں یہ تصرف نہیں چل سکتا اور بیس آیتیں پیش کیں جن میں اس تصرف کی بالکل گنجائش نہیں جب ان میں اوس تصرف کی گنجائش نہیں تو ان سے معجزات کا ثبوت ہوا۔ جب ان سے معجزات کا ثبوت ہوا تو اون آیات سے جن سے اہل فطرت نے اپنے زعم میں معجزات کی نفی ثابت کی ہے تعارض بحال رہا۔ تو یہ تصرف تطویل لاطائل اور سعی بے فائدہ رہی اور اس کا مصداق ہوئی ؎

کردہ تاویل لفظ بکر را — خویش را تاویل کن نے ذکر را

غرض رفع تعارض کی آڑ پکڑ کر نوا نکار معجزات بالکل بے سود ہے۔ اونکو اونہی تاویلات کی طرف رجوع کرنا پڑے گا جو معجزات میں حضرات مخاطبین نے کی ہیں مثلاً اضرب بعصاک الحجر میں کہ اس کے معنے بیان کئے ہیں کہ لاٹھی ٹیک کر پہاڑ پر چڑھ جاؤ وغیرہ وغیرہ جنکو ہم اس باب کے شروع میں بقدر ضرورت بیان کر آئے ہیں وہ تاویلات جسقدر لغو ہیں الظہر من الشمس ہے اس کا بیان بھی ہم وہیں کر چکے ہیں۔ اون تاویلات کی حقیقت تحریف ہے جسکو تحریف قرآن گوارا ہے وہ اونکو اختیار کرے۔ الحاصل رفع تعارض والی تاویل بے سود رہی اور دیگر تاویلات بھی باطل ہیں تو ماننا پڑے گا کہ قرآن سے نفی معجزات نہیں ہوتی بلکہ اثبات معجزات ہوتا ہے۔ یہ سب جواب الزامی کا حاصل ہوا۔ ۲۴۰

اب ہم کہتے ہیں کہ جواب الزامی سے مخاطبین کے اس دعوے کا ابطال تو ہوگیا کہ (قرآن سے معجزات کی نفی ثابت ہے) لیکن ناظرین کو یہ الجھن پیدا ہوگئی ہوگی کہ جو تعارض مخاطبین نے آیات میں ثابت کیا تھا اور اوس کے رفع کرنے کے لئے لفظ آیۃ میں تصرف کیا تھا جسکو ہمنے تصرف بے محل اور تاویل القول بما لا یرضی بہ القائل کہا تھا اور اوسکو بے سود اور بے نتیجہ ثابت کیا یعنی یہ ثابت کردیا کہ اس سے وہ تعارض رفع نہیں ہوا آخر اس تعارض کا دفعیہ کس طرح ہے اسواسطے ہم جواب تحقیقی بھی دیتے ہیں جس سے وہ تعارض رفع ہو جاویگا اور کہیں تصرف بے محل لازم نہ آوے گا بلکہ بمصداق القرآن یفسر بعضہ بعضا

(۷) بہت سی آیتوں سے اوسکی تائید ہوگی اور اصل مسئلہ محقق ہوجاوے گا کہ معجزات کا وجود ہی حق ہے اور قرآن میں کہیں اِس کے خلاف نہیں آیا۔ اور چونکہ اوس میں کسیقدر طول ہوگا اسوجہ سے اول اوس کا خلاصہ عرض کئے دیتے ہیں پھر اوسکی شرح کریں گے تاکہ تفصیل بعد الاجمال کا لطف حاصل ہو۔ وہ خلاصہ یہ ہے۔ کہ جن آیتوں سے معجزات کی نفی ثابت کی گئی ہے مثلاً وہ سات آیتیں جنکو حضرات مخاطبین نے نفی معجزات کے لئے پیش کیا ہے۔ اونمیں مراد کفار کے فرمایشی معجزات ہیں اور جن آیات سے معجزات کا ثبوت ہوتا ہے مثلاً وہ تیس آیتیں جو ہمنے پیش کی ہیں اون میں مراد وہ معجزات ہیں جنکو حق تعالیٰ نے مناسب وقت ظاہر فرمایا۔ حاصل یہ ہوگا کہ معجزات عملیہ کا ہونا ممکن اور واقع ہے۔ لیکن یہ ضروری نہیں کہ ہر ہر شخص کے کہنے کے موافق ہر وقت دکہائے جایا کریں کیونکہ معجزہ حق تعالیٰ کا فعل ہے اور حق تعالیٰ علیم و حکیم ہیں اس کے موقع و محل کو اون سے بہتر کوئی نہیں جان سکتا۔ اب اوسکی تفصیل سنیو تفصیل سے پہلے چند مقدمات ذہن نشین کر لیجئے۔ ۲۳۱

(۱) معجزہ حق تعالیٰ کا فعل ہے جو کسی نبی کی تصدیق کے لئے ظاہر کیا جاتا ہے اسکی دلیل کہ معجزہ حق تعالیٰ کا فعل ہے یہ آیت ہے وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی (ترجمہ) کنکریاں آپنے نہیں ماریں بلکہ اللہ تعالیٰ نے ماریں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل کو حق تعالیٰ نے اپنا فعل فرمایا۔ نیز بعض تفاسیر پر یہ آیت ہے وجعلنا من بین ایدیہم سدا و من خلفہم سدا (ترجمہ) کردی ہمنے سامنے اون کے ایک دیوار اور پیچہے اون کے ایک دیوار۔ یہ ہجرت کے قصہ کے متعلق ہے کہ کفار نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مکان میں محصور کر رکہا تہا اور آمادۂ قتل تہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم بامر الٰہی اسی حالت میں اون کے بیچ میں سے نکل گئے اِس طرح کہ تہوڑی خاک لیکر اپنے دونوں طرف ڈالتے چلے گئے اوس سے بقدرت خداوندی دونوں طرف آڑ ہوتی چلی گئی اور حضور اون کو نظر نہ پڑے۔ اوسکی دلیل کہ معجزہ نبی کی تصدیق کے لئے ظاہر کیا جاتا ہے

(۲) یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو معجزات عطا فرماکر فرمایا بآیاتنا
انتما ومن اتبعکما الغلبون۔ یعنی ان ہمارے معجزات کے ذریعہ سے تم اور تمہارے
متبعین غالب ہوں گے۔ یہ مضمون اکثر معجزات کے ساتھ ساتھ وارد ہے۔ اور یہ بات
بہت ہی بدیہی اور ظاہر بھی ہے کہ معجزہ نبی کی صدق ظاہر کرنے کے لئے ہوتا ہے چنانچہ
کفار انبیاء علیہم السلام سے معجزات کا مطالبہ اسیواسطے کرتے تھے چنانچہ فرعون نے موسیٰ
علیہ السلام سے اول مطالبہ یہی کیا ان کنت جئت بآیۃ فأت بہا ان کنت
من الصدقین (ترجمہ) تم رسول بنکر آئے ہو تو کوئی معجزہ دکھاؤ اگر تم سچے ہو اور
قوم ثمود نے اپنے نبی حضرت صالح علیہ السلام سے مطالبہ کیا کہ ما انت الا بشر
مثلنا فأت بآیۃ ان کنت من الصادقین قال ھذہ ناقۃ لہا
شرب ولکم شرب یوم معلوم۔ (ترجمہ) نہیں ہو تم مگر ایک انسان ہمارے جیسے
بس کوئی معجزہ دکھاؤ اگر تم (دعوائے نبوت میں) سچے ہو۔ فرمایا (معجزہ یہ ہے) کہ یہ
۱۳۲ اونٹنی ہے (جو پتھر میں سے فوراً پیدا کی گئی) ایک دن کا پانی اوس کے واسطے ہے
اور ایک دن کا تمہارے لئے۔ معلوم ہوا کہ نبی کا صدق ظاہر ہونے کے لئے معجزہ ظاہر
کیا جاتا تھا اور اسیواسطے اوس کا مطالبہ ہوتا تھا۔

(۳) جبکہ معجزہ حق تعالیٰ کا فعل ہے اور ظاہر ہے اور تمام دنیا کے نزدیک مسلم ہے کہ حق تعالیٰ فاعل مختار مطلق ہیں تو کسیکو اون کے فعل میں دخل دینے کا کوئی حق نہیں حتیٰ کہ کسی نبی کو بھی حق نہیں۔ اور جبکہ یہ بھی مسلم ہے کہ حق تعالیٰ علیم وحکیم بھی ہیں تو اون کے کسی فعل کے کرنے میں یا نہ کرنے میں بے موقع ہونے کے شبہ کی بھی گنجائش نہیں نتیجہ یہ ہے کہ کسیکو کسی خاص قسم کے معجزہ کے مطالبہ کا بلکہ مطلق معجزہ کے مطالبہ کا حق نہیں حق تعالیٰ خود ظاہر فرمادیں تو اور بات ہے۔ اور اگر ظاہر نفرمادیں یا دیر میں ظاہر فرماویں تو کسیکو حق اعتراض کا یا شبہ کا موقع نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ نوح علیہ السلام نے ساڑھے نوسو برس تک تبلیغ کی اور کفار کے ہاتھ سے ایسی ایذائیں اٹھائیں کہ اون کے سننے سے پتھر بھی موم ہوجاوے لیکن اسپر بھی جب کفار نے طعنہ دیا

(باقی آئندہ)

بلال (رضی اللہ عنہ) سے کہدو کہ اذان دیں اور ابو بکر (رضی اللہ عنہ) سے کہدو وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں (یہ فرماکر) آپ پھر بیہوش ہوگئے جب کسیقدر افاقہ ہوا تو (پھر) فرمایا کیا نماز کا وقت آگیا لوگوں نے کہا ہاں آپنے فرمایا بلال (رضی اللہ عنہ) سے کہدو کہ اذان دیں اور ابو بکر (رضی اللہ عنہ) سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ (یارسول اللہ!) میرے والد نرم دل ہیں وہ جب آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو ضبط نہ کرسکیں گے اگر آپ بجائے ان کے دوسرے شخص کو حکم دیتے (تو بہتر تھا اس میں میاں) پھر آپ پر غشی طاری ہوئی اس کے بعد جب افاقہ ہوا تو فرمایا کہ بلال سے کہدو کہ اذان دیں اور ابو بکر سے کہدو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں (اور اے عورتو!) تم تو (حضرت) یوسف (علیہ السلام) کی ہمنشین عورتوں (کی طرح) ہو۔ راوی کا بیان ہے کہ پھر بلال نے حکم نبوی پاکر اذان دی اور (بموجب ارشاد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے) حضرت ابو بکر نے لوگوں کو نماز پڑھائی (ابھی نماز ہورہی تھی کہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض میں افاقہ دیکھکر فرمایا کہ کسی کو بلالو میں اس کے سہارے سے باہر جاؤں گا چنانچہ ۱۵۵
بریرہ اور ایک دوسرے شخص آئے اور آپ ان دونوں کے سہارے سے مسجد میں تشریف لائے جب حضرت ابو بکر نے آپکو دیکھا تو ارادہ کیا کہ اپنی جگہ سے پیچھے ہٹ جائیں (اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جگہ خالی کردیں) آپنے انہیں اشارہ سے فرمایا کہ تم اپنی جگہ پر قائم رہو پھر (یہ فرماکر) رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ابو بکر (رضی اللہ عنہ) کے پہلو میں بیٹھ گئے یہاں تک کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے نماز ختم کی اس کے بعد پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی

(۳۳) حدیث۔ بخاری نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص ازروئے تکبر اپنا کپڑا زمین پر لٹکائے گا اللہ تعالیٰ قیامت میں اسکو نظر عنایت نہ دیکھیں گے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اگر کوئی شخص میرا کپڑا زمین پر لٹکتا دیکھے تو میں عہد کرتا ہوں کہ وہ شخص اسکو فوراً پھاڑ دے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم یہ کام ازروئے تکبر نہیں کرتے ہو

(۳۴) ابوالقاسم بغوی نے ابن ابی ملیکہ سے روایت کی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کے ہمراہ ایک حوض پر تشریف لائے اور فرمایا ہر ایک شخص اپنے صاحب اور دوست کی طرف پیرے یہ سنکر ہر ایک شخص اپنے اپنے دوست کی طرف حوض میں پیرا (تیرا) حتی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ باقی رہ گئے ان سب کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف پیر کر تشریف لے گئے یہاں تک کہ آپ نے ان سے معانقہ کیا اور فرمایا اگر میں کسی کو اپنا خلیل اختتام زندگی تک کا بناتا تو ابوبکر کو بناتا لیکن یہ میرے صاحب ہیں۔

(۳۵) مسلم نے جندب بن عبداللہ سے روایت کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کی وفات کے پانچ دن پہلے سنا آپ فرماتے تھے میں خدا کے سامنے اس بات سے برأت ظاہر کرتا ہوں کہ میں نے تم میں سے کسی کو خلیل بنایا ہو اور بیشک اللہ نے مجھے خلیل بنایا ہے جس طرح ابراہیم (علیہ السلام) کو خلیل بنایا تھا اگر میں اپنی امت میں سے کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر کو خلیل بناتا آگاہ رہو جو لوگ تم سے پہلے تھے وہ اپنے پیغمبروں اور نیک لوگوں کی قبروں کو مسجد بنا لیتے تھے میں تمہیں اس بات سے منع کرتا ہوں۔ ۱۵۶

(۳۶) ابن ابی حاتم و ابونعیم نے سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یَا اَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ تلاوت کی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا اچھے الفاظ ہیں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ملائکہ موت کے وقت تم سے اسی طرح خطاب کریں گے۔

(۳۷) ابوعمر نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ذکر میں تعلیقاً لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص سے جو اہل بدر میں سے تھا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے آگے چل رہا تھا فرمایا کہ تم اس شخص کے آگے چل رہے ہو جو تم سے بہتر ہے۔

(۳۸) ابن ابی حاتم نے عامر بن عبداللہ بن زبیر سے روایت کی ہے کہ جس وقت یہ آیت شریفہ وَلَوْ اَنَّا كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ اَنِ اقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ نازل ہوئی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ! اگر آپ مجھ کو حکم فرماتے کہ میں اپنے آپ کو ہلاک کر ڈالوں تو میں ضرور ہلاک کر ڈالتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک تم سچ کہتے ہو۔

(۳۹) صحابہ میں سے ایک شخص نے جن کو محجن یا محجن بن فلاں کہا جاتا ہے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا میری امت میں سب سے زیادہ رحیم ابو بکر (رضی اللہ عنہ) ہیں الخ نیز حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت میں سب سے زیادہ رحیم ابو بکرؓ ہیں الخ ان دونوں حدیثوں کو ابو عمرؒ نے استیعاب میں لکھا ہے۔

(۴۰) غنیۃ الطالبین میں مذکور ہے بروایت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا جب مجھے معراج ہوئی تو میں نے اپنے پروردگار سے درخواست کی کہ میرے بعد علیؓ بن ابی طالب کو خلیفہ کر دیجئے فرشتوں نے کہا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ تعالیٰ جو چاہیں گے کریں گے (اور اللہ کی مشیت میں) آپ کے بعد خلیفہ ابو بکرؓ ہیں +

(۴۱) ابن سعد نے ابن شہاب رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے وہ کہتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خواب دیکھا اسکو ابو بکر (رضی اللہ عنہ) سے بیان کیا فرمایا کہ میں نے دیکھا ہے کہ گویا ہم اور تم دونوں ایک زینہ چڑھ رہے ہیں اور میں تم سے ڈھائی سیڑھیاں آگے ہوں انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! (اسکی تعبیر تو میری سمجھ میں یہ آتی ہے کہ) اللہ تعالیٰ جب آپ کو اپنی رحمت و مغفرت کی طرف اٹھا لیگا تو میں ڈھائی سال آپ کے بعد اور زندہ رہوں گا + ۱۵۷

وہ احادیث جو حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما دونوں کی شان میں وارد ہوئی ہیں

اگرچہ فضیلت شیخین کا مسئلہ تمام اہل حق کا مذہب ہے۔ مگر صحابہ میں کسی نے اس مسئلہ کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی طرح پوری تصریح اور مضبوطی کے ساتھ نہیں بیان کیا چنانچہ[۱]

[۱] حضرت علی مرتضیٰؓ نے شیخین کے افضل امت ہونے کو اسقدر تصریح اور مضبوطی سے بیان فرمایا کہ حضرات شیعہ باوجودیکہ حق پوشی میں بے نظیر مہارت رکھتے ہیں انکی تصریحات کو نہ چھپا سکے چنانچہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ایک خط کے جواب میں حضرت ممدوح نے تحریر فرمایا ہے۔

اس مسئلہ میں ان سے مرفوع اور موقوف دونوں قسم کی حدیثیں منقول ہیں مرفوع حدیث یہ ہے کہ ابوبکر و عمر (رضی اللہ عنہما) پیران اہل جنت کے سردار ہیں یہ حدیث متعدد سندوں کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے چنانچہ شعبی نے حارث سے انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے جسکو ترمذی اور ابن ماجہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابوبکر و عمر (رضی اللہ عنہما) انبیاء و مرسلین کے سوا باقی تمام اہل جنت کے کیا اگلے اور کیا پچھلے سب کے سردار ہیں اے علی! تم ان دونوں کو

(بقیہ نوٹ ۱۵۸) وکان افضلہم فی الاسلام کما زعمت	تمام صحابہ میں اسلام کے اعتبار سے فضل جیسا کہ تم نے
وانصحہم للہ ورسولہ الخلیفۃ الصدیق و	بیان کیا اور اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول کے سب سے زیادہ مخلص خلیفہ
خلیفۃ الخلیفۃ الفاروق ولعمری ان مکانہما	صدیق اور خلیفہ کے خلیفہ فاروق تھے اور اپنی جان کی قسم
فی الاسلام لعظیم ان المصاب بہما لجرح فی	ان دونوں کا اسلام میں بڑا مرتبہ ہے اور بیشک انکی موت سے
الاسلام یرحمہما اللہ وجزاہما باحسن	اسلام کو سخت زخم پہنچا اللہ تعالیٰ ان دونوں پر رحمت نازل
ما عملا (شرح میثم مطبوعہ طہران)	فرمائیں اور انکو ان کے بہترین کاموں کا بدلہ عنایت کریں ۱۵۸

نیز حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ایک خط کے جواب میں جس میں انہوں نے خلفائے ثلثہ رضی اللہ عنہم کے فضائل اور شیخین کا افضل امت ہونا لکھا تھا حضرت ممدوح نے تحریر فرمایا ہے۔

اما بعد فقد اتانی کتابک تذکر فیہ اصطفاء	اما بعد تمہارا خط مجھ کو ملا جس میں تم نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ
اللہ محمدا صلی اللہ علیہ وآلہ لدینہ وتاییدہ	نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے دین کیلئے برگزیدہ کیا اور ان کے
ایاہ بمن ایدہ من اصحابہ فلقد خبأ لنا	اصحاب سے ان کی مدد کی پس یقیناً ایک عجیب بات زمانے
الدہر منک عجبا اذ طفقت تخبرنا	نے تم سے ظاہر کرائی کہ تم خدا کے وہ احسانات جو ہم پر ہیں
ببلاء اللہ عندنا ونعمتہ علینا فی	اور وہ نعمتیں جو ہمارے نبی کے متعلق ہم پر ہوئی ہیں ہم سے بیان کرنے
نبینا فکنت فی ذلک کناقل التمر	لگے تم اس بارہ میں ایسے ہی ہو گئے جیسے کوئی شخص مقام
الی ہجر (نہج البلاغۃ قسم دوم مطبوعہ مصر)	ہجر میں چھوارے لیجائے۔

مطلب یہ ہے کہ خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم کے مناقب تو ہمارے ہی سے منقول ہیں اور ان کے فضائل تو بعینہ ہمارے فضائل ہیں اور ان کے مناقب ہم سے زیادہ تم کیا بیان کر سکو گے ہمارے سامنے ان کے مناقب بیان کرنا "گل آورد سعدی سوئے بوستان" کا مصداق بننا ہے ۱۲

دو ترجمہ والا قرآن شریف

ایک ترجمہ حضرت شاہ رفیع الدین صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے یہ لفظی ہے
اور دوسرا ترجمہ حکیم الامۃ حضرت مولنا شاہ محمد اشرف علی صاحب تہانوی مدظلہ کا ہے جو تقریبًا
تحت لفظ ہونے کے باوجود بامحاورہ اور نہایت سلیس ہے اور حاشیہ پر ایک عام تفسیر ہے جو
مفصل ذیل کتب کا خلاصہ ہے تفسیر کبیر۔ ابن جریر درمنثور۔ خازن۔ ابن کثیر مدارک موضح القرآن
فتح الباری۔ مسند حاکم۔ ابن مردویہ۔ ابن حاتم۔ مسند بزار۔ مسند امام احمد اور اسباب شان نزول
از علامہ جلال الدین سیوطی رہ ہے تقطیع متوسط یعنی طول دس انچہ اور عرض ساڑھے چھ انچہ
لکھائی نہایت پاکیزہ کاغذ ولایتی چھپائی دیدہ زیب ہدیہ بلا جلد۔ پانچ روپیہ (عہ) مجلد عہ

حمائل شریف مترجم

ترجمہ حضرت حکیم الامۃ مدظلہ تقطیع طول پونے آٹھ انچ۔ عرض پانچ انچ۔
خط نہایت پاکیزہ کاغذ وطباعت قابل دید ہدیہ ے رمجلد للعہ

دیگر عرض

قرآن شریف مترجم مندرجہ ذیل ہدیوں سے روانہ ہوسکتے ہیں ۱۲ ا ر عہ ر عہ ر عہ ر
عہ۔ عا ر۔ عا ر۔ عا۔ ے ر۔ ہیر۔ للعہ۔ للعہ
اور قرآن شریف مترجم بھی مختلف ہدیوں کے ہیں۔ مثلاً عا ر ے ر ہیر۔ عہ
ے ر ہیر ہیر۔ ہیر وغیرہ۔
جس انداز کا درکار ہو طلب فرمائیں انشاء اللہ جلد از جلد ارسال ہوگا اور ایسا ارسال ہوگا
جو انشاء اللہ ہدیہ کی مناسبت سے پسند آویگا۔ مگر محصول ڈاک ہر ایک بذمہ خریدار ہوگا۔ فقط

قرآن شریف منگانیکا پتہ کتب خانہ اشرفیہ دریبہ کلاں دہلی

(حکیم الامۃ محی السنۃ حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب ظلہ کی تازہ تالیف)

خطبات الاحکام

اس میں جمعہ کے باون خطبہ ہیں تاکہ سال بھر تک ہر جمعہ کو نیا خطبہ پڑھا جا سکے اسکے علاوہ عیدین ونکاح استسقاء کے بھی خطبے درج ہیں اور سب خطبے نہایت سلیس ہیں اور باوجود جامع ہونیکے نہایت مختصر ہیں جو خطبوں میں محض ترغیبی مضامین ہیں حالانکہ ضرورت احکام کی بھی ہے اسواسطے ان خطبوں میں خاص اہتمام کے ساتھ ترغیب وترہیب کے علاوہ ضروری احکام بھی بیان کیے ہیں مثلاً علم کی فضیلت اور ضرورت عقائد کی درستی پاکی کی فضیلت۔ نماز کی تاکید اور فضیلت۔ قرآن شریف کا پڑھنا پڑھانا اور اس پر عمل کرنا ذکر اللہ اور دعا کی فضیلت۔ نوافل کی فضیلت۔ کھانے پینے میں اعتدال کا حکم۔ نکاح کے حقوق۔ کسب حرام سے پرہیز حقوق عام وخاص۔ خلوت۔ سفر کے آداب۔ نیک کام کا امر کرنا اور بُرے کام سے روکنا۔ آداب المعاشرت باطن کی اصلاح تہذیب اخلاق شکم اور شرمگاہ کی حفاظت۔ زبان کی حفاظت۔ مذمت غصہ کینہ حسد۔ مذمت دنیا بخل اور مال کی محبت حب جاہ اور ریاکاری کی برائی۔ تکبر اور خود پسندی کی مذمت۔ دھوکہ کھانے کی مذمت۔ توبہ کی فضیلت اور ضرورت۔ صبر اور شکر کی فضیلت۔ خوف ورجا۔ فقر وزہد۔ توحید اور توکل۔ محبت اور شوق اور انس اور رضا۔ اخلاص اور صدق۔ مراقبہ اور محاسبہ۔ تفکر اور سوچنا۔ موت اور بعد موت کا ذکر۔ یوم عاشورہ کے متعلق ہدایتیں صفر کے متعلق و ربیع الاول و ربیع الثانی کی رسوم ماہ رجب کے متعلق ہدایت ماہ شعبان کے احکام ماہ رمضان کی فضیلت روزہ کی فضیلت تراویح کی فضیلت شب قدر اور اعتکاف کی فضیلت۔ عید الفطر کے احکام حج بیت اللہ اور زیارت مدینہ۔ ذی الحجہ کے احکام۔ عید الفطر کی فضیلت نیز عید الضحیٰ استسقاء کی نماز منجملہ دیگر خوبیوں کے ایک خوبی یہ بھی ہے کہ اس میں تمام احکام قرآن وحدیث ہی سے ثابت کیے ہیں اور چونکہ خطبہ عربی زبان میں ہونا ضروری ہے اور اس کے ساتھ غیر عربی میں مضمون بیان کرنا خلاف سنت ہے اسواسطے خطبہ تو محض عربی ہی میں لکھا ہے مگر عوام کے مطالعہ کے واسطے اسکی آیتوں اور حدیثوں کا ترجمہ بھی آخر میں شامل کردیا گیا ہے۔ اگر اسکو نماز کے بعد وعظ کی جگہ سنادیا جاوے تب بھی مفید ہو قیمت ۲/ علاوہ محصول ڈاک ۱۲

ملنے کا پتہ۔ محمد عثمان تاجر کتب دریبہ کلاں دہلی

قال اللہ تعالیٰ وقرآناً فرقناہ لتقرأہ علی الناس علی مکث ونزلناہ تنزیلا

چوں آیت معروضہ دال ست بر نافعیت تعلیم تدریجی برائے

عامۂ ناس حاضر باشد یا بادی و نیز بر ضرورت تعلیم علوم قرآنیہ یعنی دینیہ مشتمل ست

بر مقاصد و مبادی و پس اتباعاً للنص المزبور صحیفہ شہریہ کہ متدرج ہست بدرج شہور

مسمّٰی بہ

الہادی

جلد ۶	بابت ماہ ربیع الاول ۱۳۴۹ھ	نمبر ۱۱

کہ جامع ست انواع علوم دینیہ را برائے ہر طالب ہادی و مذکر ست در ہر مجلس و نادی

و مسکن ست برائے ہر رائح و غادی بصورت ترجمہ رسالۃ الانوار المحمدی و تسہیل المواعظ

و حل انتخابات کلید مثنوی و تشرف و تفسیر حل القرآن و مسائل ترمذی و سیرۃ الصدیق کہ اکثر آں مستفاد ست

از درگاہ ارشادی یعنی خانقاہ اشرفی امدادی و باہتمام محمد عثمان علی در ہر ماہ اسلامی

در محبوب المطابع دہلی مطبوع گردید

از کتب خانہ اشرفیہ دریبہ کلاں دہلی بہر جا بعد از ترسیل قیمت میرسد

ــہ التفسیر العام ماخوذ من حدیث انس فی مسند کتاب الصلوٰۃ فی باب الرحم ۱۲

فہرست مضامین

رسالہ الہادی بابت ماہ ربیع الاول سنہ ۱۳۴۹ ہجری نبوی صلعم

جو بہ برکت دعا حکیم الامۃ محی السنۃ حضرت مولٰنا شاہ محمد اشرف علی صاحب مدظلہ العالی کتب خانہ اشرفیہ دریبہ کلاں دہلی سے شائع ہوتا ہے

نمبر شمار	مضمون	فن	صاحب مضمون	صفحات
۱	تفسیر حل القرآن	تفسیر	مولانا مولوی حبیب احمد صاحب سلمہ	۳–۱۴
۲	تسہیل المواعظ	وعظ	حکیم الامۃ حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب مدظلہ	۱۵–۲۶
۳	کلید مثنوی	تصوف	” ” ” ”	۲۷–۳۰
۴	التشرف حصہ دوم	”	” ” ” ”	۳۱–۳۴
۵	امثال عبرت	”	” ” ” ”	۳۵–۳۸
۶	حل الاشتباہات	کلام	مولانا مولوی حکیم محمد مصطفٰے صاحب سلمہ	۳۹–۴۲
۷	سیرۃ الصدیق	سیر	مولوی محمد صابر صاحب سلمہ	۴۳–۴۶

تفسیر حل القرآن

(از مولانا مولوی حبیب احمد صاحب کیرانوی)

تفسیر مجمل کی ضروریات کے لحاظ سے نہایت کارآمد اور دلچسپ ہے جسکی خصوصیات یہ ہیں (۱) ترجمہ سلیس و شگفتہ ہے جسمیں لغت محاورہ دونوں کی کافی رعایت ہے زبان بازاری مبتذل نہ محض کتابی و مغلق (۲) تفسیر نہ اتنی مختصر کہ مقصود میں مخل ہو نہ ایسی طویل کہ ناظرین کے لئے اکتا دینے والی ہو (۳) تفسیر کی تقریر ایسے انداز سے کی گئی ہے کہ اکثر اجزاء قرآنیہ میں نہایت لطیف ارتباط بھی ظاہر ہو گیا ہے (۴) بعض جگہ حکیم الامت مجدد الملۃ حضرت تھانوی مدظلہ کے حواشی ملیں گے جنمیں بعض حواشی کو حضرت الاستاذ مدظلہ کا جوش وجد ظاہر ہوگا جو غایت استحسان سے ناشی ہوا (۵) بعض فرق باطلہ کے تمسکات کا موقع حاجت میں جواب بھی دیا گیا ہے اور جواب بھی بہت دلپذیر یہ مختصر نمونہ ہے خصوصیات کا باقی مطالعہ سے جو خصوصیات مشاہد ہونگی وہ ان کے علاوہ ہیں اسکی پہلی جلد یعنی سورہ بقر کی تفسیر کتابی صورت میں شائع ہوئی ہے جسکی قیمت (عمر) ہے۔ اور آل عمران سے الہادی میں شروع کر دی ہے جو ہدیہ ناظرین ہے اگر کسی صاحب کو سلسلہ کی ضرورت ہو تو سورہ بقر طلب فرماویں۔

ملنے کا پتہ محمد عثمان تاجر کتب دریبہ کلاں دہلی

کرنے والے ہیں اور (نیک کاموں میں) مال خرچ کرنے والے ہیں۔ اور تڑکوں میں گناہوں کی
معافی چاہتے ہیں (اسجگہ مومنین سے نعمتوں کا وعدہ فرمایا جس سے مقصود کفار کو ایمان کی
ترغیب دینا تھا۔ اب توحید کی تعلیم فرماتے ہیں جو کہ اصل ایمان ہے۔ اور فرماتے ہیں کہ) خدا
گواہی دیتا ہے کہ کوئی قابل پرستش نہیں ہے بجز اس کے اور فرشتے اور اہل علم بھی (گواہی دیتے
ہیں کہ وہ تنہا معبود ہے) اس شان سے کہ وہ انصاف پر قائم ہے (اور جب خدا اور فرشتے
اور اہل علم سب گواہ ہیں اور آنکی گواہی یقیناً صحیح ہے۔ تو یہ ایک حقیقت ثابتہ اور امر قطعی
ہے کہ) کوئی قابل پرستش نہیں بجز اس غالب اور حکمت والے کے (اور جو لوگ کسی اور کو اسمیں
شریک کرتے ہیں خواہ عیسیٰ ہوں۔ یا کوئی اور وہ بلاشبہ غلطی پر ہیں اور اسی سے یہ بھی
ثابت ہوا کہ) خدا کے نزدیک (مقبول) دین اسلام ہی ہے (کیونکہ توحید خالص اسی میں ہے
اور کسی دین میں نہیں ہے۔ اور یہ بات خود اہل کتاب بھی جانتے ہیں۔ اور ان کا اختلاف
جہل سے نہیں بلکہ وہ جان بوجھ کر ایسا کرتے ہیں کیونکہ) ان اہل کتاب نے اس میں اختلاف
ان کے پاس (اس کا) علم آجانے کے بعد ہی کیا ہے اور محض آپس کی مخالفت سے اور (یہ ۹
واضح ہو کہ) جو لوگ خدا کی آیتوں کو نہیں مانیں گے (جیسے یہ اہل کتاب ان کو بہت جلد سزا
ملے گی کیونکہ حق تعالیٰ بہت جلد (بندوں کا) حساب لینے والے ہیں (یہ باتیں ایسی ہیں
کہ ان کے بعد کسیکو منازعت کی گنجایش نہیں) پس اگر اب بھی یہ (کفار لوگ جیسے نصاریٰ
وغیرہ) تم سے حجت کریں (اور اپنی باطل پرستی پر جمے رہیں) تو آپ ان سے کہدیجئے۔ کہ
میں نے تو اپنے کو حق تعالیٰ کے حوالہ کر دیا ہے۔ اور انہوں نے بھی جو کہ میرے متبع ہیں
اور (اس کے) بعد جن لوگوں کو کتاب دی گئی ہے۔ ان سے بھی اور ناخواندہ لوگوں
(مشرکوں) سے بھی کہدیجئے۔ کہ کیا (میرے اور میرے متبعین کے ساتھ) تم بھی اطاعت
قبول کرتے ہو۔ اب اگر وہ بھی اطاعت قبول کرلیں تو (تمہاری طرح) وہ بھی ہدایت یافتہ
ہوگئے اور اگر وہ اس سے پیٹھ پھیریں (اور اطاعت سے انکار کریں) تو (آپ کا کچھ
نقصان نہیں کیونکہ) آپ پر صرف پیغام پہونچا دینا تھا (سو آپ کر چکے) اور اللہ تعالیٰ
بندوں (کے حال) سے واقف ہیں (اسلئے وہ ان کی شرارت کو جانتے ہیں۔ اور انکو

سزا دیں گے (اچھا)۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ
النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَّيَقْتُلُوْنَ الَّذِيْنَ
يَاْمُرُوْنَ بِالْقِسْطِ مِنَ النَّاسِ فَبَشِّرْهُمْ
بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ حَبِطَتْ
اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ
وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ۝ اَلَمْ تَرَ اِلَى
الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ
يُدْعَوْنَ اِلٰى كِتٰبِ اللّٰهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ
ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ وَهُمْ مُّعْرِضُوْنَ
ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّا
اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ وَّغَرَّهُمْ فِيْ دِيْنِهِمْ ۱۰
مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ۝ فَكَيْفَ اِذَا
جَمَعْنٰهُمْ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ وَوُفِّيَتْ
كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ
قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ
مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ
وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ
قَدِيْرٌ ۝ تُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَتُوْلِجُ النَّهَارَ
فِي الَّيْلِ وَتُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ
وَتُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَتَرْزُقُ
مَنْ تَشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝ لَا يَتَّخِذِ
الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ

جو لوگ خدا کی آیتوں کو نہیں مانتے اور انبیا کو ناحق قتل کرتے ہیں۔ اور انکو بھی قتل کرتے ہیں جو ان کو اچھی بات کا حکم کریں۔ (جیسا کہ آجکل کے یہود آپکے قتل کرنے میں دریغ نہیں کرتے۔ گو آپ ہماری تائید سے محفوظ ہیں اور صحابہ کو قتل کرتے ہی ہیں۔ اور ان سے پہلے ان کے سلف ایسا کرتے تھے) آپ انکو سخت تکلیف اور عذاب کی خوشخبری سنا دیجئے (کیونکہ) یہ وہ لوگ ہیں جن کے اعمال حسنہ دنیا و آخرت میں بیکار ہو چکے ہیں۔ (اور صرف گناہ رہ گئے ہیں جنکی اون کو سزا ملے گی)۔ اور ان کا کوئی مددگار نہوگا۔ (جو انکو خدا کے عذاب سے چھڑائے) کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جن کو کتاب کا ایک (کافی) حصہ دیا گیا تھا (جس کا مقتضیٰ یہ تھا کہ وہ اس پر عمل کرتے کہ ان کا کیا رویہ ہے۔ سو ان کی حالت یہ ہے کہ) ان کو اسی کتاب اللہ کی طرف اسی غرض سے بلایا جاتا ہے کہ وہ ان کے درمیان صحیح فیصلہ کرے پھر بھی وہ منہ موڑ کر چلدیتے ہیں (اور خود اپنی کتاب کے فیصلہ کو بھی نہیں مانتے۔ اب اس ہٹ دھرمی اور نافرمانی

الْمُؤْمِنِيْنَ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ
مِنَ اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ
تُقٰىةً ؕ وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ؕ
وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ۝ قُلْ اِنْ تُخْفُوْا
مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ اَوْ تُبْدُوْهُ يَعْلَمْهُ
اللّٰهُ ؕ وَيَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ
وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ يَوْمَ تَجِدُ
كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُّحْضَرًا ۚۖ
وَّمَا عَمِلَتْ مِنْ سُوْٓءٍ ۚۛ تَوَدُّ لَوْ اَنَّ
بَيْنَهَا وَبَيْنَهٗٓ اَمَدًۢا بَعِيْدًا ؕ وَيُحَذِّرُكُمُ
اللّٰهُ نَفْسَهٗ ؕ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ ۝ع

کی وجہ سنو) اس کا سبب یہ ہے کہ وہ لوگ
کہتے ہیں کہ بجز چند روز کے ہم کو آگ چھوئے
گی بھی نہیں (جلانا تو درکنار۔ اور ان چند
روز کی مقدار وہ صرف چالیس روز بیان
کرتے ہیں پس جبکہ ان کو دوزخ کیطرف
سے اطمینان ہے تو انہیں نیک کاموں کی
ضرورت کیا ہے۔ اور حق طلبی سے غرض
کیا۔ مگر یہ ان کی ایک من گھڑت بات ہے)
اور اسی من گھڑت خیال نے ان کو ان کے
دین کے معاملہ میں دھوکے میں ڈال رکھا
ع ۱۰/۱۱ ہے۔ (اور وہ اسی غلط خیال کی بنا پر دین

۱۱ حق کو چھوڑ کر۔ ایک باطل مذہب پر قناعت کئے ہوئے ہیں) پس (اگر وہ اسی خیال باطل پر جمے رہے اور دین حق کو چھوڑے رکھا تو نہ پوچھو کہ اسوقت ان کا) کیا (برا) حال ہوگا۔ جب کہ ہم انکو اس دن کے لیے جمع کریں گے جس کے آنے میں کچھ بھی تردد نہیں اور ہر شخص کو اوسکی کمائی کا پورا پورا بدلہ دیا جائیگا۔ اور ان پر (ذرا) بھی ظلم نہ کیا جاوے گا کہ اون کی نیکیوں کو نظر انداز کر دیا جاوے۔ یا تھوڑا بدلہ دیا جاوے۔ یا کسی کی برائیوں میں اضافہ کر دیا جاوے۔ یا مناسب سے زیادہ سزا دی جاوے۔ پس جبکہ ان کفار کی ضد اور ہٹ دھرمی کی یہ حالت ہے کہ ان پر نصیحت اثر نہیں کرتی تو اب آپ خدا سے سلطنت مانگئے۔ کیونکہ جو کام ہزار انبیا کی نصیحت سے نہیں نکلتا۔ وہ سلطنت اور حکومت سے نہایت آسانی سے نکل جاتا ہے گو حکومت کی طرف سے کوئی جبر و تعدی بھی نہ ہو۔ اور) کہئے اے اللہ اے تمام ملک کے مالک (آپ ہمیں حکومت دیجئے۔ اور گو ہم کمزور اور تعداد میں کم ہیں۔ مگر باوجود اس کے بھی آپ اسپر قادر ہیں کیونکہ) آپ (کی شان یہ ہے کہ) جسے چاہتے ہیں اسے سلطنت دیتے ہیں اور جس سے چاہتے ہیں حکومت چھین

لیتے ہیں۔ اور جسے چاہتے ہیں عزت دیتے ہیں۔ اور جسے چاہتے ہیں۔ ذلیل کرتے
ہیں۔ بھلائی آپ ہی کے اختیار میں ہے (اور آپ کی قدرت انہی چیزوں میں منحصر نہیں ہے
بلکہ) آپ ہر چیز پر قادر ہیں (چنانچہ) آپ رات (کے ایک حصہ) کو دن میں داخل
کرتے (اور اس طرح رات کو گھٹاتے اور دن کو بڑھاتے) ہیں اور دن (کے ایک حصہ)
کو رات میں داخل کرتے (اور اس طرح دن کو گھٹاتے اور رات کو بڑھاتے) ہیں اور
جاندار (یعنی جانوروں وغیرہ) کو بے جان (یعنی انڈے وغیرہ) سے نکالتے اور بے جان
(یعنی انڈے وغیرہ) سے جاندار (یعنی جانوروں وغیرہ) کو نکالتے ہیں اور جسکو چاہتے
ہیں ان گنت روزی دیتے ہیں (یہ نمونے ہیں آپ کی قدرت کاملہ کے جن سے معلوم ہوتا
ہے کہ آپ ہر چیز پر قادر ہیں۔ پس آپ ہم کو حکومت دیجئے۔ اس جگہ چند مفید۔ اور
ضروری باتوں پر تنبیہ کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ جن کی اس زمانہ میں نہایت سخت
ضرورت ہے۔ اوّل یہ کہ اسلام میں سلطنت ضرور مطلوب ہے۔ جیسا کہ اس دعا سے مفہوم
ہوتا ہے۔ مگر اس کا مقصد صرف اسلام کو قوت پہونچانا اور اسکی حفاظت کرنا ہے۔ نہ کہ ۱۲
تحصیل جاہ و مال۔ اور نہ دوسری قوموں پر رشک و حسد وغیرہ۔ کیونکہ یہ امور خود
منہی عنہ اور ناجائز ہیں پس ان کے لئے سلطنت کیونکر مطلوب شرعی ہوسکتی ہے
ہمارے زمانہ کے لوگوں نے اسلام کو پس پشت ڈال کر خود سلطنت کو مطلوب بنا رکھا
ہے اور اسکی تحصیل کے لئے ہر قسم کے ذرائع اختیار کئے جاتے ہیں خواہ وہ اسلام کے
اغراض کے کتنے ہی مخالف کیوں نہ ہوں۔ پھر غضب یہ ہے کہ اس طرح تحصیل سلطنت
کو فرض مذہبی بتایا جاتا ہے۔ یہ نہایت درجہ جہل یا بددینی ہے مسلمانوں کو متنبہ
ہونا چاہئے۔ ہم بیشک کہتے ہیں کہ اسلام میں سلطنت ضرور مطلوب ہے۔ مگر محض خدا کیلئے
اور اسلام کے نفع کے لئے۔ نہ اسلئے کہ اوس سے خود اسلام ہی کو صدمہ پہونچا جاوے
اور اس کے لئے وہ ذرائع اختیار کئے جائیں۔ جو خود اسلام ہی کی بیخ کنی کریں
پس اس طرح سلطنت حاصل کرنا ضرور ناجائز ہوگا۔ خدا مسلمانوں کو سمجھ دے۔ کہ وہ نیک و بد میں امتیاز
کریں (۲) یہ کہ اسوقت یہ بلا عالمگیر ہے۔ اور اس میں عوام و خواص قریب قریب سب مبتلا ہیں کہ جب غیر قوموں کی

طرف سے اعتراض کیا جاتا ہے کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا ہے تو وہ اس کا بالکل انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اسلام تلوار کے زور سے نہیں پھیلا۔ اور کوئی تفصیل نہیں کرتے ۔

اب ہم اسکی حقیقت جتلاتے ہیں۔ واضح ہو کہ اسلام کے تلوار کے زور سے پھیلنے کے دو معنے ہو سکتے ہیں۔ ایک یہ کہ مسلمانوں نے اپنی حکومت میں لوگوں کو مجبور کیا کہ وہ مسلمان ہو جائیں۔ اور وہ مجبوراً مسلمان ہوئے۔ تو یہ امر تو بالکل غلط ہے۔ اور نہ اسلام میں ایسا کوئی حکم ہے۔ کہ تم لوگوں کو مجبور کرو۔ اور نہ مسلمانوں نے ایسا کیا ہے۔ اور دوسرے معنے یہ ہیں۔ کہ حکومت کو دخل تھا۔ اسلام کے شیوع میں تو یہ ایک واقعہ ہے۔ اور اس کے انکار کی ضرورت نہیں کیونکہ سلطنت میں ایک قدرتی اثر ہے۔ جذب قلوب کا۔ اور جس قوم کے پاس سلطنت ہوتی ہے اس کے افعال و اقوال اسکی وضع قطع اسکی طرز معیشت وغیرہ سب لوگوں کو پیاری معلوم ہوتی ہے اور لوگ باختیار خود بلا جبر و اکراہ انکو قبول کرتے ہیں۔ اسکی ایک مثال تو آپ کے سامنے موجود ہے چنانچہ آپ کو معلوم ہے۔ کہ ہندوستان کے تمدن اور اس کے جذبات اور خیالات پر مغربی تمدن اور خیالات کا کسقدر گہرا اثر پڑا ہے۔ کہ علماء دین تک اس وبا سے محفوظ نہیں رہے۔ تو کیا ان کو اس کے اختیار کرنے پر حکومت نے مجبور کیا ہے۔ نہیں۔ بلکہ وہی قدرتی اثر ہے جو کہ سلطنت میں ہوتا ہے اور دوسری مثال یہ ہے کہ آپ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات میں غور کریں کہ آپ نے تیرہ برس مکہ میں رہ کر کتنے لوگوں کو مسلمان کیا۔ اور دس برس ۱۳ مدینہ منورہ میں رہ کر کتنے لوگوں کو۔ اور مدینہ میں بھی فتح مکہ سے پہلے کتنے لوگ مسلمان ہوئے اور بعد کو کس قدر۔ اس سے آپ سمجھ سکتے ہیں کہ حکومت کو شیوع اسلام میں دخل تھا۔ یا نہیں تھا اور ضرور تھا کیونکہ جب آپ مکہ میں تھے اسوقت آپ کے وعظ اور اخلاق و عادات میں تاثیر کم نہ تھی۔ اور مدینہ میں آکر وہ تاثیر کچھ بڑھ نہ گئی تھی۔ پھر یہ تفاوت کیوں تھا۔ اس کا منشا صرف یہ تھا کہ مکہ میں آپ کے پاس حکومت نہ تھی۔ اور مدینہ میں حکومت تھی پس یہ حقیقت ناقابل

انکار ہے کہ اسلام کی اشاعت میں حکومت کو دخل تھا۔ مگر یہ کوئی قابل اعتراض بات
نہیں ہے۔ کیونکہ اس پر اگر اعتراض کیا جاوے گا۔ تو اس کا حاصل یہ ہوگا کہ مسلمانوں
نے سلطنت کیوں حاصل کی۔ اس اعتراض کا لغو ہونا ظاہر ہے۔ کیونکہ مسلمانوں نے
اپنی کسی ذاتی غرض سے حکومت حاصل نہیں کی۔ بلکہ وہ اسمیں اپنے حاکم (خدائے تعالیٰ)
کی اطاعت کے لئے مجبور تھے۔

اب اگر یہ اعتراض ہو کہ خدا نے ایسا کیوں حکم دیا۔ تو یہ بھی محض بے معنی ہے کیونکہ
جب خدا کو دنیا میں اپنا قانون جاری کرنا ضروری تھا تو اس کے حفاظت کے لئے
قوت کی ضرورت تھی۔ سلاطین دنیا اپنی ذاتی اغراض کے لئے قانون بناتے
ہیں۔ اور قوت سے اسکی حفاظت کرتے ہیں۔ مگر ان کو کوئی ملزم نہیں ٹھیراتا۔ تو
کیا حق تعالیٰ کو اپنے ملک میں اپنی رعایا کی بہبودی کے لئے اپنے قانون کی قوت
سے حفاظت کرنے کا اتنا بھی حق نہیں۔ جتنا کہ سلاطین دنیا کو ہے جبکہ ہے تو پھر
اُسکے فعل پر کیوں اعتراض کیا جاتا ہے۔ پس ثابت ہوا کہ اسلام کا اِن معنی بزورِ شمشیر ۱۴
پھیلنا نہ واقع کے خلاف ہے اور نہ اس پر کچھ اعتراض ہو سکتا ہے۔ بلکہ اگر اسلام
پہلے معنی کی رو سے بھی بزورِ شمشیر پھیلایا جاتا۔ گو واقعہ ایسا نہیں ہے۔ تاہم قابل اعتراض
نہ تھا۔ کیونکہ یہ ظاہر ہے۔ کہ کفر خدائی حکومت کی بغاوت اور اُسکے قانون کی خلاف
ورزی ہے۔ اور بغاوت اور قانون کی خلاف ورزی کو قوت سے روکنا۔ اور ملک
میں بزورِ شمشیر بد امنی کا انسداد کرنا کوئی جرم نہیں۔ بلکہ یہ عین انصاف ہے چنانچہ تمام
دنیا کے سلاطین اور تمام دنیا کے عقلاء کا اسپر اتفاق ہے اور تمام سلطنتوں میں
اسی مقصد کے لئے پھانسیاں اور جیل خانہ اور توپ خانہ اور فوجیں وغیرہ موجود
رہتی ہیں تو جب سلاطین دنیا کا یہ جبری طور پر اپنی قانون کو اپنی رعایا سے منوانا
کسی عاقل کے نزدیک جرم نہیں ہے۔ تو حق تعالیٰ کا جو احکم الحاکمین ہے اپنی رعایا
کو اپنے قانون کے ماننے کے لئے مجبور کرنا کیسے جرم ہو سکتا ہے۔ پس
مقتضائے عقل یہی ہے۔ کہ اسکو تسلیم کیا جاوے کہ حق تعالیٰ کو حق اکراہ

کامل طور پر حاصل ہے۔ مگر چونکہ یہ جبر مصلحت امتحان کے خلاف تھا۔ اسلئے اُس نے اس حق سے کام نہیں لیا پس حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ ایسے لایعنی اعتراضات کرتے ہیں وہ خدا کے معنی ہی نہیں جانتے۔ اور ان سے زیادہ نادان وہ ہیں جو ایسے اعتراضات سے مغلوب ہو کر حقائق اسلامیہ کا انکار کر بیٹھتے ہیں پس مسلمانوں کو چاہیئے کہ وہ پرائے شگون کے لئے اپنی ناک نہ کٹایا کریں۔ اور مخالفین کے جواب میں حقائق اسلامیہ کا انکار نہ کیا کریں۔ وہ یہ نہیں سمجھتے کہ ایسے جوابات درحقیقت جواب نہیں ہوتے۔ بلکہ معترضین کی تائید اور انکی موافقت ہوتی ہے جس کا مطلب یہ ہوتا ہے۔ کہ اگر اسلام میں یہ بات ہو جو تم کہتے ہو۔ تو ہم بھی اسکو قابل اعتراض سمجھتے ہیں۔ مگر اسلام میں یہ بات ہی نہیں پس جب مقدمہ استثنائیہ غلط ہوگا تو اعتراض مسلم ہو جاوے گا۔ افسوس اسلام کے نادان دوست اسکو اسلام کی حمایت سمجھتے ہیں مگر حقیقت میں وہ اسلام پر حملہ ہوتا ہے۔

سوم یہ کہ حق تعالیٰ نے قرآن میں اس جگہ اور بہت سی جگہ ان اللہ علی کل شئ قدیر فرمایا ہے اسکے متعلق یہ سمجھ لینا ضروری ہے۔ کہ حق تعالیٰ کا مقصود اس سے اپنی کمال قدرت 15
کا اظہار ہے۔ اور وہ اس عموم سے یہ ذہن نشین کرنا چاہتے ہیں کہ ان کی قدرت میں کسی قسم کا نقص اور قصور نہیں کسی نوع کا عجز نہیں جو اس مضمون کے متعلق مسلمانوں نے اپنی عقل کے بھروسہ پر خبط کر رکھا ہے کہ اپنی عقل سے چند اصول قائم کر کے اشیاء کو حق تعالیٰ کی قدرت سے خارج کرنا شروع کیا۔ اور کہا کہ فلاں چیز پر خدا کو قدرت نہیں ہے فلاں بات پر حق تعالیٰ کو قدرت نہیں ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ اور اسکو انہوں نے خدا کا اعلیٰ درجہ کا کمال قرار دیا ہے۔ مگر یہ انکی سخت غلطی اور نہایت گستاخی ہے۔ کیونکہ اول تو یہی ممکن ہے۔ کہ جو اصول تنزیہ تم نے اپنی ناقص عقل سے تراشے ہیں۔ وہی غلط ہوں۔ پس ان کی بنا پر عمومات قرآنیہ کو باطل ٹھہرانا کسقدر جہل عظیم ہے۔ دوسرے خود یہ عنوان کہ حق تعالیٰ فلاں چیز پر قادر نہیں ہے۔ فلاں بات پر قادر نہیں ہے۔ یہی گستاخی ہے۔ کیونکہ اس سے حق تعالیٰ کا عجز مترشح ہوتا ہے۔ گو وہ درحقیقت عجز نہ ہو آپ غور کریں کہ قرآن و حدیث میں کہیں یہ مضمون نہیں ہے کہ خدا فلاں چیز پر

یا فلاں بات پر قادر نہیں ہے۔ اگر یہ کوئی تنزیہ کا اعلیٰ مرتبہ ہے۔ تو کیا حق تعالیٰ کو نعوذ باللہ
اپنی تنزیہ کا بھی سلیقہ نہ تھا۔ کہ وہ ایک جگہ بھی یہ عنوان اختیار نہیں کرتا۔ مثلاً اپنے سے
ظلم کی نفی کرتا ہے۔ تو کہتا ہے ان اللہ لا یظلم مثقال ذرۃ اور یہ نہیں کہتا۔ کہ ان اللہ
لا یقدر علی الظلم نیز وہ اپنے سے خلف وعدہ کی نفی کرتا ہے۔ تو کہتا ہے۔ ان اللہ لا یخلف
المیعاد۔ اور یہ نہیں کہتا۔ کہ ان اللہ لا یقدر علی اخلاف المیعاد۔ وغیرہ وغیرہ۔ پس اگر
نفی قدرت ہی کمال ہے۔ جیسا کہ ان مدعین کا دعویٰ ہے۔ تو حق تعالیٰ نے اس
عنوان کمال تنزیہ کو چھوڑ کر ادنیٰ تنزیہ پر کیوں قناعت کی پس ثابت ہوا۔ کہ
یہ تنزیہ کے عنوانات نہیں ہیں۔ بلکہ موہم عجز یا مثبت عجز ہونے کی وجہ سے واجب الترک
ہیں۔ میں سچ عرض کرتا ہوں۔ کہ جب میں ان اللہ علیٰ کل شئی قدیر کی ممکن کے ساتھ
تقیید دیکھتا ہوں۔ تو مجھے یہ بھی اچھا نہیں معلوم ہوتا۔ کیونکہ گو یہ قید واقع میں
ضرور ملحوظ ہے۔ مگر الفاظ میں اس کا وجود بظاہر حق تعالیٰ کی قدرت کو مقید اور محدود
کرتا ہے جو کہ حق تعالیٰ کے مقصود کے خلاف ہے۔ آخر کیا حق تعالیٰ نہیں جانتے ۱۶
تھے۔ کہ ممکنات ہی مقدور ہیں۔ اور کیا وہ علیٰ کل شئی ممکن بولنا نہیں جانتے تھے
ضرور جانتے تھے۔ تو پھر اس عنوان کو کیوں اختیار کیا محض ایہام عجز کے دفع کے
لئے۔ پس آپ اسکو مقید کر کے اس مقصود کو کیوں ضائع کرتے ہیں۔ پس مسلمانوں کا
فرض ہے کہ ان اللہ علیٰ کل شئی قدیر کے ظاہری اطلاق کو جو کہ ایک بڑی مصلحت
پر مبنی ہے لفظی تقیید سے باطل نہ کریں۔ اور یہ عنوان مطلقاً چھوڑ دیں کہ خدا فلاں
چیز پر قادر نہیں ہے۔ فلاں بات پر قادر نہیں ہے ہاں یہ کہنا کہ خدا ظلم نہیں کرتا
خدا وعدہ خلافی نہیں کرتا وغیرہ ضرور صحیح ہے۔ بس اسی پر اکتفا کرنا چاہئے
میرا روئے سخن اس جگہ خاص امکان کذب و امتناع کذب یا امکان و امتناع
نظیر کے مسائل کی طرف نہیں ہے۔ بلکہ میں اس وقت ایک عام گفتگو کر رہا ہوں۔ اور
جو چیزیں بالاجماع محالات سے ہیں۔ ان کی نسبت بھی میں اس عنوان کو نامناسب
سمجھتا ہوں کیا آپ کو معلوم نہیں۔ کہ بندر سور بھی حق تعالیٰ کے پیدا کئے ہوئے ہیں پھر

خداکو خالق القردۃ والخنازیر کہنے سے کیوں روکا جاتا ہے اوسکی وجہ محض یہ ہی ابہام سوء ادب ہے۔ پہر کیا یہ عنوانات کہ فلاں شئے خدا کی قدرت سے خارج ہے اور فلاں بات خداکو قدرت نہیں۔ موجب ابہام سوء ادب نہیں۔ ضرور ہیں۔ تو پہر انکی کیونکر اجازت ہوسکتی ہے۔

اب ہم اس استطرادی اور ضمنی مضمون کے بعد پہر تفسیر کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ اس تعلیم دعائے حصول سلطنت کے بعد کفار کے ساتہ برتاؤ کی تعلیم فرماتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں۔ کہ جب انکی سرکشی اور عناد کی یہ حالت ہے۔ کہ وہ کسیطرح حق تعالیٰ کی اطاعت قبول کرنے پر راضی نہیں ہیں۔ اور بغاوت ہی پر کمربستہ ہیں تو مسلمانوں کو چاہیئے کہ وہ مسلمانوں سے تجاوز کرکے کفار کو اپنا دوست نہ بناویں (نہ یوں کہ مسلمانوں سے دوستی نہ رکہیں اور کفار سے دوستی رکہیں اور نہ یوں کہ مسلمانوں سے بہی دوستی رکہیں اور کفار سے بہی۔ اور نہ یہ دوستی اور محبت دل سے ہونی چاہیئے۔ اور نہ ظاہری برتاؤ سے) اور جو کوئی ایسا کرے گا اسکو خدا سے کوئی واسطہ نہیں بجز اس صورت کے 17
کہ تم ان سے کسی قسم کا) بچاؤ کرو۔ (اور اپنے کو ان کے ضرر سے محفوظ رکہو بشرطیکہ اس سے بچنے کی کوئی اور صورت نہو۔ اور ضرر بہی معمولی نہ ہو اور احتمال ضرر بہی غالب ہو۔ اس صورت میں صرف اظہار دوستی کی اجازت ہے اور دلی دوستی کی اب بہی اجازت نہیں۔ اور جو معاملات دشمنی کے ساتہہ بہی جمع ہوسکتے ہیں۔ اور دوستی کے ساتہہ مخصوص نہیں۔ جیسے بدخلقی نہ برتنا یا مہمان کی خاطرداری۔ انسانی ہمدردی۔ یا بیع وشرا ولین دین وغیرہ یہ دوستی میں داخل نہیں ہیں۔ اور نہ یہ امور فی نفسہ ممنوع ہیں۔ جبتک کہ کوئی خارجی مانع نہ موجود ہو۔ عمو اسجگہ دشمنی سے مراد وہ دشمنی ہے جو مقتضی عقل ہو۔ اور وہ دشمنی مراد نہیں ہیں جو مقتضی عقل کے خلاف

عـه لیکن اگر کسی مبتدع کی بدعت کی رد کی ضرورت پڑے تو اس وقت اوسی تقیہ اور اس نفی کی بقدر ضرورت اجازت ہے ۱۲ حضرت مولانا۔ عـه فی ہذہ الترجمۃ اشارۃ الی ان لفظۃ من فی قولہ من اللہ اتصالیۃ کما فی قولہ فمن شرب منہ فلیس منی ولیست بیانیۃ والمعنی انہ لیس متصلا من اللہ ومتعلقا بہ فی شئ من الاشیاء وامر من الامور ولیس التعمیم الحقیقی بمقصود بل المقصود ہو المبالغۃ فی التہدید واظہار الکراہۃ بقرینۃ العرف واللہ اعلم

اس زمانہ میں موالات کے معنی میں بہت غلطی کی جا رہی ہے اسکو سمجھ لینا چاہئے)۔ اور یہ ضرور ہے۔ کہ خدا نے تمکو ضرر کفار سے بچنے کے لئے اظہار دوستی کی اجازت دی ہے مگر اس کے ساتھ ہی) خدا تمکو اپنے سے (بھی) ہوشیار کرتا ہے (سو تم ایسا نکرنا۔ کہ اون سے دلی دوستی یا بے قاعدہ اظہار دوستی کرکے خدا کی مخالفت کر بیٹھو اور دنیا ور ہے۔ کہ) خدا کی ہی طرف لوٹنا ہے۔ (اسلئے تمکو کوئی ایسا کام نکرنا چاہیئے جس سے تمہیں اس کے سامنے ندامت ہو) آپ (ان سے) کہدیجئے۔ کہ اگر تم اپنے مافی الضمیر کو (دل ہی میں) پوشیدہ رکھوگے۔ یا اسکو (زبان وغیرہ) سے ظاہر کروگے (ہر صورت میں) وہ (تمہارا مافی الضمیر) حق تعالیٰ کو معلوم ہوگا۔ اور (صرف مافی الضمیر ہی نہیں بلکہ) وہ ان تمام چیزوں کو بھی جانتے ہیں۔ جو آسمانوں اور زمین میں ہیں۔ اور (علم کے ساتھ) ان کو ہر چیز پر قدرت بھی ہے (ان وجوہ سے اگر تم کفار سے حقیقۃً یا ظاہرا دوستی رکھوگے۔ تو وہ تمکو اس پر سزا دے سکتے ہیں پس تم کو اس سے کامل احتیاط چاہئے۔ اسکی برائی کا گو آج تمہیں احساس نہ ہو مگر)
۱۸ جس روز ہر شخص اپنے اچھے کئے کو اور برے کئے کو (دونوں کو) اپنے سامنے موجود پائیگا اوس روز (اسکو اس کا احساس ہوگا اور) وہ (بیزار جان) چاہے گا۔ کہ کاش اوس (شخص) کے اور اس (دن) کے درمیان ایک مسافت بعیدہ ہوتی۔ (اور اسلئے اوسکو اپنے برے اعمال سے سابقہ نہ پڑتا۔ مگر اسوقت کی اس خواہش سے بجز حسرت کے اور کچھ نہ ہوگا جو کہ خود بھی تکلیف دہ ہے۔ پس وہ خواہش بجائے مفید ہونے کے الٹی مضر ہوگی)۔ اور (اسلئے) حق تعالیٰ (پھر) تمکو اپنے سے ہوشیار کرتا ہے (کہ تم اسکی مخالفت نکرو۔ اور اس طرح اس کے عذاب سے بچو) اور (حقیقت یہ ہے کہ) اللہ (اپنے) بندوں پر بہت مہربان ہے (کہ اونکو ضرر سے بچانیکا اسقدر اہتمام کرتا ہے۔ یہاں تک ضمنی مضامین بیان فرماکر پھر اہل کتاب کی اصلاح کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں۔)

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِىْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ

آپ (ان اہل کتاب سے) کہدیجئے۔ کہ اگر تم خدا سے محبت رکھتے ہو (جیسا کہ تمہارا دعویٰ ہے) تو میرا اتباع کرو۔ (کیونکہ محب کا

وَالرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا
يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ ۝ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰٓى
اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰهِيْمَ وَاٰلَ
عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ۙ ذُرِّيَّةً ۢ بَعْضُهَا
مِنْۢ بَعْضٍ ۗ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝ اِذْ
قَالَتِ امْرَاَتُ عِمْرٰنَ رَبِّ اِنِّىْ نَذَرْتُ
لَكَ مَا فِىْ بَطْنِىْ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّىْ ۚ
اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝ فَلَمَّا
وَضَعَتْهَا قَالَتْ رَبِّ اِنِّىْ وَضَعْتُهَآ
اُنْثٰى ۭ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْ ۭ
وَلَيْسَ الذَّكَرُ كَالْاُنْثٰى ۚ وَاِنِّىْ
سَمَّيْتُهَا مَرْيَمَ وَاِنِّىْٓ اُعِيْذُهَا
بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ
فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُوْلٍ حَسَنٍ وَّاَنْۢبَتَهَا
نَبَاتًا حَسَنًا ۙ وَّكَفَّلَهَا زَكَرِيَّا ۚ كُلَّمَا
دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ ۙ وَجَدَ
عِنْدَهَا رِزْقًا ۚ قَالَ يٰمَرْيَمُ اَنّٰى
لَكِ هٰذَا ۭ قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۭ
اِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَاۗءُ بِغَيْرِ
حِسَابٍ ۝ هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا
رَبَّهٗ ۚ قَالَ رَبِّ هَبْ لِىْ مِنْ لَّدُنْكَ
ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ۚ اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَاۗءِ ۝
فَنَادَتْهُ الْمَلٰۗىِٕكَةُ وَهُوَ قَاۗىِٕمٌ

کام محبوب کی رضا جوئی ہوتی ہے اور حق تعالیٰ
کی خوشنودی اسی میں ہے۔ کہ تم میرا اتباع
کرو۔ اگر تم ایسا کروگے۔ تو حق تعالیٰ بھی
تم سے محبت کریں گے اور تمہارے گناہوں کو
معاف کریں گے۔ اور (حق تو یہ ہے کہ)
حق تعالیٰ بڑے ہی معاف کرنے والے
اور رحمت والے ہیں (کہ ایسے ضدی اور
متمرد لوگوں کو بھی معاف کرنے کو تیار
ہیں۔ خلاصہ کلام یہ کہ) آپ کہدیجئے
کہ تم لوگ خدا اور رسول کی اطاعت کرو۔
اب اگر وہ (اس سے) پھریں۔ تو (خدا
19 کو ان سے کوئی محبت نہیں۔ کیونکہ)
خدا کافروں سے محبت نہیں کرتا۔ یہاں تک
حق تعالیٰ عام طور پر اہل کتاب سے خطاب
کرکے بعض گذشتہ واقعات بیان فرماتے
ہیں جن سے بہت مفید نتائج پیدا ہوتے
ہیں۔ مثلاً جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کی نبوت پر استدلال جو کہ اہل کتاب
اور مسلمانوں کے درمیان متنازع فیہ ہے
اور اسی لئے وہ اتبعونی اور اطیعوا الرسول
کے لئے بمنزلہ دلیل کے ہے۔ اور حق تعالیٰ
کی کمال قدرت پر استدلال۔ اور اس کے
ذریعے سے نصاریٰ کی تردید۔ اور یہود کی

تُصَلِّيْ فِي الْمِحْرَابِ اَنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰى مُصَدِّقًا بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَسَيِّدًا وَّحَصُوْرًا وَّنَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ○ قَالَ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّقَدْ بَلَغَنِيَ الْكِبَرُ وَامْرَاَتِيْ عَاقِرٌ ۭ قَالَ كَذٰلِكَ اللّٰهُ يَفْعَلُ مَا يَشَاۗءُ ○ قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّيْٓ اٰيَةً ۭ قَالَ اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ اِلَّا رَمْزًا ۭ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ كَثِيْرًا وَّسَبِّحْ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ ع

ع ۱۳
۲۰

مخالفت وعناد کا بیان۔ وغیرہ وغیرہ۔ اور فرماتے ہیں۔کہ) اللہ تعالیٰ نے آدم اور نوح کو اور ابراہیم کے گھرانے اور عمران کے گھرانے کو تمام جہان کے مقابلہ میں منتخب کیا۔ بحالیکہ وہ ایسی اولاد تھے۔ جو کہ ایک دوسرے سے (نسبی تعلق کے ساتھ روحانی تعلق بھی رکھتے) تھے (اور سب کے سب حق تعالیٰ کے مطیع اور فرمانبردار تھے جسکو انہوں نے ایک دوسرے سے حاصل کیا تھا۔پس وہ انکی نسبی اولاد ہونے کے ساتھ روحانی اولاد بھی تھی۔ گو حضرت آدم علیہ السلام کسی کی اولاد نہ تھے مگر ان کو ان میں تغلیبًا داخل کر لیا گیا ہے اور ذریۃ بعضہا من بعض کی قید کا فائدہ ایک تو اس اطلاق کی تقیید ہے جو کہ آل ابراہیم و آل عمران سے مستفاد ہے اور دوسرا یہ کہ اس میں علت اصطفا کی طرف اشارہ ہی اور اللہ سننے والے اور جاننے والے ہیں (اسلئے وہ ان کے اقوال و افعال حالات و حرکات عقائد و خیالات سے واقف تھے۔ اور انہوں نے انکو اس کا اہل پاکر یہ شرف اصطفا بخشا ہی اور چونکہ وہ برگزیدگان حق تعالیٰ تھے اسلئے حق تعالیٰ کو ان کا بہت پاس تھا۔ چنانچہ) تم اسوقت کو یاد کرو جسوقت عمران کی بیوی نے (بحالت حمل) کہا۔کہ اے میرے پروردگار میں نے آپکے لئے اوس بچہ کی منت مانی ہے۔ جو کہ میرے پیٹ میں ہے (کہ میں اوسکو آپکے گھر بیت المقدس کی خدمت کے لئے چھوڑ دوں گی) پس آپ اسکو میری جانب سے قبول فرمائیے۔ بیشک آپ ہی سننے اور جاننے والے ہیں (اسلئے آپ کو میری نذر بھی معلوم ہے اور اوسکی نیت بھی اور یہ درخواست بھی) پھر جبکہ انہوں نے اسکو جنا۔ (اور دیکھا کہ وہ لڑکی ہے اور لڑکی زنانہ کمزوری خیال ننگ و ناموس حیض و نفاس وغیرہ کی وجہ سے بیت المقدس کی خدمت کے لئے

زیبا نہیں) تو انہوں نے کہا کہ اے اللہ میں نے تو (خلاف توقع) اس (پیٹ کے بچے) کو لڑکی (کی شکل میں) جنا (خیر جیسی کچھ ہے۔ آپ کے لئے حاضر ہے غرض وہ اس لڑکی کے پیدا ہونے سے بددل ہوئی) اور (حقیقت یہ ہے۔ کہ اوسکو اس بددلی کی کوئی وجہ نہیں کیونکہ) حق تعالیٰ کو اس (بچہ) کی حالت خوب معلوم ہے جسکو اس نے جنا ہے اور (واقعہ یہ ہے۔ کہ) وہ لڑکا (جو ان کے ذہن میں تھا) اس لڑکی جیسا نہیں تھا (لہٰذا ہمیں یہ اس سے زیادہ پسند ہے) اور (اس نے یہ بھی کہا کہ) میں نے اس کا نام مریم رکھا ہے اور میں اسکو اور اسکی اولاد کو شیطان مردود سے تیری پناہ میں دیتی ہوں (واضح ہو کہ حدیث میں آیا ہے کہ جو بچہ بھی پیدا ہوتا ہے اوسکو شیطان چھیڑتا ہے اور وہ اس سے روتا ہے بجز مریم علیہا السلام اور ان کے بچہ عیسیٰ علیہ السلام کے۔ اس عموم سے گو یہ مستفاد ہوتا ہے کہ یہ ان کی خصوصیت ہے۔ اور نہ کسی نبی کو یہ بات حاصل ہے نہ غیر نبی کو۔ مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا۔ کہ عیسےٰ و مریم علیہما السلام تمام انبیاء سے افضل ہو جائیں کیونکہ یہ حقیقت ناقابل انکار ہے۔ کہ بحکم فضلنا بعضہم علی بعض دوسرے انبیاء کو وہ فضائل ۲۱
عطا ہوئے ہیں۔ جو کہ حضرت عیسےٰ کو نہیں ملے۔ مثلاً حضرت موسیٰ کو کوہ طور پر جا کر حق تعالیٰ سے براہ راست کلام کرنا۔ وغیرہ۔ پس یہ ممکن ہے کہ بعض انبیاء کے دوسرے فضائل مختصہ یا مشترکہ حضرت عیسےٰ و مریمؑ کے فضائل مختصہ یا مشترکہ سے بڑھے ہوئے ہوں۔ پس اس سے احتجاج بیکار ہے۔ دوسرے ولادت کیوقت میں شیطان سے محفوظ ہونا۔ یہ ایک گونہ امتیاز ضرور ہے۔ مگر فی نفسہ کوئی کمال کمالات نبوت میں نہیں ہے۔ اسلئے اوسکو کمالات نبوت کے مقابلہ میں پیش کرنا۔ اور تمام کمالات نبوت سے افضل قرار دینا محض جہالت ہے تیسری بات یہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ضرور منقول ہے۔ کہ عیسےٰ و مریم علیہما السلام کو ولادت کے بعد شیطان نے نہیں چھوا۔ مگر اس میں یہ مذکور نہیں ہے کہ وہ اثر تھا انکی ماں کی دعا کا جو انہوں نے کی تھی۔ کہ انی اعیذہا بک وذریتہا من الشیطان الرجیم۔ کیونکہ اس دعا کا صرف اتنا مطلب ہے کہ میری اولاد کو اپنا تابعدار رکھنا۔ ایسا نہ ہو کہ شیطان انہیں

گمراہ کردے - اور اسلئے اسکو مس بوقت ولادت سے کوئی تعلق نہ تہا - کیونکہ اوسکا اثر طاعت ومعصیت پر نہیں پڑتا - بلکہ وہ ایک قسم کی شرارت ہے - جوکہ شیطان اپنی عداوت کی بنا پر بچوں کے ساتھ کرتا ہے - اور ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ انھوں نے حدیث مذکور روایت کرکے اسکی تائید میں یہ آیت پڑھی - سو یہ ان کا اجتہاد ہے - والمجتہد یخطی ویصیب پس اگر اس حدیث پر کوئی یہ اشکال کرے - کہ دعا سے پہلے شیطان چھو سکتا تہا - تو یہ اشکال حدیث پر نہیں بلکہ ابو ہریرہؓ کے اجتہاد پر ہے - اور اگر حضرت ابو ہریرہؓ کے استدلال کی یوں توجیہ کی جاوے کہ حضرت مریم علیہا السلام کا مس شیطان سے محفوظ رہنا خواہ دعا سے پہلے ہو یا بعد مگر حضرت عیسےٰؑ کا محفوظ رہنا چونکہ دعا کے بعد تہا اسلئے غالب یہی ہے کہ وہ اس دعا کا اثر تہا - تو اس پر بھی اشکال نہیں - واللہ اعلم

الغرض مریم کی ماں ان کو اپنی منت اتارنے کے لئے بیت المقدس میں اس کے خدام کے سپرد کرنے کے لئے (آئیں) پس ان کے رب نے اونکو بقبول حسن قبول کیا (اور قمدہ کے ساتہ لیا) اور عمدہ طور پر انکو نشو ونما دیا - (اور وہ خوب پہولی پہلیں کہ خرق عادت کے طور پر غذا پائی - نیکی وطاعت میں زندگی بسر کی - بچہ ہوا وہ بہی (ا نسا عجیب) اور زکریا علیہ السلام (ان کے خالو) کو ان کا کفیل بنایا - (جنہوں نے اونکو ایک عمدہ مکان میں رکہا - جوکہ بالاخانہ تہا) زکریا علیہ السلام جب کبہی اس عمدہ مکان (بالاخانہ) میں ان کے پاس جاتے - تو ان کے پاس کہانے کی چیزیں دیکھتے - وہ پوچھتے - کہ اے مریم یہ تمہارے پاس کہاں سے آئیں - تو وہ کہتیں کہ وہ خدا کے پاس کی ہیں (اوس نے خرق عادت کے طور پر مجھے دی ہیں) واقعی بات ہے کہ اللہ جسکو چاہتے ہیں - ان گنت رزق دیتے ہیں (یہ رزق مریمؑ تو کس شمار میں ہے - کہ اوس پر تعجب کیا جاوے - اس واقعہ کو دیکھکر زکریا علیہ السلام کو حق تعالیٰ کی قدرت کاملہ کا استحضار ہوا - اور انہوں نے خیال کیا کہ جب حق تعالیٰ خلاف عادت بے تمرہ مریم کو رزق دیتے ہیں تو کیا عجب ہے کہ خلاف عادت مجھے بھی اولاد دیں اسلئے) زکریا نے وہیں اپنے پروردگار سے دعا کی (چنانچہ) کہا کہ اے میرے پروردگار مجہکو اپنے پاس سے (خلاف عادت) عمدہ اولاد ۲۲

دیجئے۔ آپ دعا کو سننے والے (اور قبول کرنے والے ہیں) پس فرشتوں نے ایسی حالت میں کہ وہ محراب میں کہڑے ہوئے۔ اور نماز پڑھ رہے تہے۔ ان کو آواز دی۔ کہ اللہ تعالےٰ آپ کو یحییٰ کی خوشخبری دیتے ہیں بحالیکہ وہ خدا کی ایک بات (عیسیٰ علیہ السلام) کی تصدیق کرنے والے۔ اور سردار۔ اور (نفس کو اتباع شہوات سے) بہت روکنے والے اور نبی ہوں گے۔ نیکوں میں سے (واضح ہو کہ اس جگہ عیسےٰ علیہ السلام کو خدا کی ایک بات کہا گیا ہے۔ اسکی وجہ یہ ہے۔ کہ جو کام یا جو چیز نہایت سہل اور آسان ہوتی ہے جس کے کرنے میں کچھہ بہی تکلف نہیں کرنا پڑتا۔ اوسکو محاورہ میں بات کہتے ہیں۔ چنانچہ روزمرہ لوگ خود اپنے محاورہ میں کہتے ہیں۔ کہ میاں اوسکی سخاوت کو کیا پوچھتے ہو۔ ہزار دو ہزار روپیہ تو اس کے نزدیک ایک بات ہیں۔ اسی طرح ایک شاعر کہتا ہے ؎

جہڑکی تو دلتوں سے مساوات ہوگئی گالی کبہی نہ دی تہی سو اب بات ہوگئی

یعنی نہایت معمولی اور نہایت سہل اور بے تکلف۔ اسیطرح مومن خاں کہتے ہیں ؎

کیا بات ہنسے بولے وہ بے طور کسی سے کچھہ بات ہے۔ وہ بات کرے اور کسی سے ۲۴۳

یعنی کوئی آسان اور سہل ہے۔ پس چونکہ حق تعالیٰ انکو بے باپ کے پیدا کرنے والے تہے جو کہ بادی النظر میں نہایت دشوار کام تہا۔ اور حق تعالیٰ کو یہ بہی معلوم تہا کہ یہ بے باپ کے پیدا ہونا۔ لوگوں کو عجیب معلوم ہوگا۔ اور اس بنا پر لوگ ان کے حق میں غلو کرینگے اور انہیں خدا کا بیٹا اور خدا کہیں گے۔ اسلئے حق تعالیٰ نے ان تمام استعجابات اور توہمات کو دور کرنے کے لئے انکو خدا کی ایک بات کہا۔ جس کے معنے یہ ہیں۔ کہ حق تعالیٰ کے نزدیک عیسےٰ تخلیق کے لحاظ سے نہایت معمولی ہیں۔ اور ان کا بے باپ کے پیدا کرنا اسکو کچھہ بہی دشوار نہیں جس پر تعجب کیا جاوے یا خواہ مخواہ انکو خدا کا بیٹا یا خدا کہا جائے پس خود حضرت عیسےٰ کو کلمۃ اللہ کہنے میں ہی عیسائیت کی تردید ہے۔ نہ کہ اوس کا ثبوت جیسا کہ نادان لوگ خیال کرتے ہیں یہ توجیہ جو میں نے کی ہے۔ نہ اصول شرعی کے خلاف ہے نہ لغت کے کیونکہ دوسرے مفسرین نے بہی قریب قریب یہی توجیہ کی ہے۔ صرف فرق استعارہ اور مجاز مرسل کا ہے۔ اور میں نے جو مجاز مرسل کے بجائے

استعارہ کو ترجیح دی ہے۔ تو اوس کی وجہ وہ نکتہ ہے جسکو میں بیان کر چکا ہوں۔ اور وہ
نکتہ مجاز مرسل سے حاصل نہیں ہو سکتا۔ نیز ایک حدیث میں آیا ہے کہ حق تعالیٰ فرماتے
ہیں افعل ما ارید عطائی کلام وعذابی کلام انما امری لشی اذا اردت ان
اقول لہ کن فیکون (مشکوۃ کتاب الدعا صـ۱۲) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بات بمعنی
سہل و آسان صرف اردو کا محاورہ نہیں، بلکہ یہ محاورہ عربی میں بھی ہے۔ کیونکہ اس کا
مطلب یہ ہے کہ میری دین بھی ایک بات ہے۔ اور میرا عذاب بھی ایک بات ہے
یعنی نہ میرے لئے انعام میں کوئی دشواری ہے۔ نہ تعذیب میں بلکہ دونوں میرے
لئے آسان اور سہل ہیں۔

الغرض جب فرشتوں نے انکو خدا کا یہ پیغام پہونچایا تو) اونہوں نے کہا کہ اے
میرے پروردگار میرے بچہ کیسے پیدا ہوگا۔ مجھے تو بڑھاپا آپہونچا۔ اور میری بیوی
بانجھ ہے۔ حق تعالیٰ نے فرمایا کہ یوں ہی ہوگا۔ اللہ تعالیٰ (اسباب کے پابند نہیں بلکہ وہ)
جو چاہتے ہیں۔ کرتے ہیں۔ (چنانچہ وہ اس کے لئے اسباب بھی پیدا کر دیتے ہیں ۴۴
اور بلا اسباب کے بھی کر سکتے ہیں۔ اس جگہ یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت زکریا نے
خود ہی سوال کیا تھا۔ کہ مجھے اولاد دیجئے۔ اور خود ہی کہتے ہیں کہ میرے کیسے بیٹا ہوگا
اگر وہ سمجھتے تھے کہ میرے اولاد نہیں ہو سکتی۔ تو پھر درخواست کیوں کی تھی۔ اور اگر سمجھتے تھے کہ
ہو سکتی ہے تو یہ کہنا کیسا کہ میرے بیٹا کیسے ہوگا۔ لیکن اس کا جواب یہ ہے کہ انبیاء بھی
انسان ہوتے ہیں۔ لوازم بشریت ان سے منفک نہیں ہوتے ذہول و نسیان ان کے
ساتھ بھی لگے ہوئے ہیں جسوقت انکو حضرت مریم کے پاس خلاف عادت رزق دیکھکر حق تعالیٰ
کے کمال قدرت کا ایسا استحضار ہوا کہ اسباب نظر سے غائب ہوگئے تو انہوں نے
دعا کی پھر جبکہ اس درجہ کا استحضار باقی نہ رہا۔ اور اسباب پر نظر گئی۔ تو انکو یہ واقعہ غیر
مقدور تو نہیں مگر بعید معلوم ہوا۔ گہی بر طارم اعلیٰ نشینم + گہی بر پشت پائے خود نہ بینم

سے والجواب بانہ سوال عن الکیفیۃ ولیس باستبعاد یاباہ قولہ وقد بلغنی الکبر وامراتی عاقر
ویاباہ الجواب ایضا فانہ لیس فیہ تعیین الکیفیۃ بل فیہ اظہار لکمال القدرۃ والاختیار فتدبر ۱۲

(باقی آئندہ)

غرض مسلمان چاہے کتنا ہی عیب دار ہو وہ کافر سے خواہ کتنی ہی خوبیاں رکھتا ہو ہزار درجہ افضل ہے۔ آپ دیکھیں گے کہ جو شخص صرف ایمان لایا تھا اور کوئی کام اوس نے اچھا نہیں کیا اوسکو ایک مدت کے بعد عذاب سے نجات ملے گی اور کہا جائے گا کہ جاؤ جنت میں چین کرو اور اسکے مقابلہ میں ایک ایسا شخص لیجئے جو کہ دنیا میں بڑا خوش اخلاق اور ہر طرح کی خوبی رکھتا تھا مگر ایمان کی دولت سے محروم تھا وہ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا اور کبھی اوسکو نکلنا نصیب نہ ہوگا۔ اسکی مثال یوں سمجھو کہ اگر گورنمنٹ کی رعایا میں دو مجرم پکڑے جائیں ایک پر تو چوری کا الزام تھا اور دوسرے پر بغاوت کا تو سزا تو دونوں کو دیجائے گی لیکن چور کی سزا ایک خاص مدت کیلئے ہوگی ایک نہ ایک دن ایسا ضرور ہوگا کہ وہ سزا بھگت کر پھر اپنے گھر آئے اور چین سے بسر کرے اور وہ باغی کبھی قید سے رہائی نہ پائے گا اور زندگی بھر سزا کی تکلیف میں رہے گا یا فوراً پھانسی کا حکم ہوگا کہ زندگی ہی کا خاتمہ ہو جائے چاہے وہ کتنا ہی لائق اور قابل ہو اور وہ چور بالکل جاہل نکما ہو۔ صاحبو ایمان ایک سورج ہے اگر ہزاروں بادل کے ٹکڑے اوسکو چھپالیں تب بھی اوس کا نور چمک کر رہیگا اور جھلک جھلک کر روشنی ڈالے گا اور کافر کی خوبیاں آئینہ کی سی چمک ہے جو بالکل عارضی ہے اور دوسری مثال لیجئے اگر ایک گلاب کی شاخیں کسی گملہ میں لگادی جائیں اور اوسکے مقابل کاغذ کے ویسے ہی پھول بنا کر رکھدیئے جائیں تو اسوقت تو بیشک کاغذ کے پھولوں میں زیادہ رونق اور تازگی ہے اور اصلی گلاب کی وہ حالت نہیں لیکن ایک چھینٹا بارش کا ہو جائے پھر دیکھئے کہ گلاب کیا رنگ لاتا ہے اور کاغذ کے پھول کیسے بدرنگ ہوتے ہیں پس مسلمان چاہے دنیا میں کسی حالت میں ہو لیکن قیامت میں جب رحمت کا ابر برسیگا تو دیکھنا اس کا اصلی رنگ کیسا کچھ نکھرتا ہے اور کافر کی زرق برق حالت پر کیا پانی پڑتا ہے۔ صاحبو غیرت آنی چاہیے کہ مسلمان ہو کر اسلام کی حقیقت جانکر اپنے منہ سے کافر کو مسلمان پر فضیلت دو اور مسلمان کی برائی اور کافر کی تعریف کرو۔ ۲۱

جب معلوم ہوا کہ ایمان ایسی بڑی چیز ہے تو اس کے ساتھ جن چیزوں کو زیادہ تعلق ہوگا وہ افضل ہونگی۔ لیکن ایمان کے ساتھ اس تعلق کا سمجھنا ذرا دشوار ہے۔ کیونکہ کام دو قسم کے ہیں بعض ایسے ہیں کہ اسلام کا وجود اون سے ہے اور بعض کام ایسے ہیں کہ اون کا

افضل کام وہی ہیں جن سے اسلام کو قوت اور مدد پہنچے

وجود اسلام سے ہے۔ تو افضل وہ کام ہیں جن سے اسلام کا وجود ہے اسیوجہ سے آیت میں ایمان کے ساتھ اسی کام کو ذکر کیا گیا ہے جس سے اسلام کو قوت پہونچتی ہے کیونکہ ظاہر ہے کہ جہاد سے کسقدر اسلام پھیلتا ہے اور کتنی مدد اسلام کو پہونچتی ہے۔ اور مسجد کی تعمیر خود اسلام پر موقوف ہے تو اسلام کی قوت اور شوکت جہاد سے ہے مسجد کی تعمیر سے نہیں بلکہ خود مسجد کا وجود اسلام سے ہے پس مسجد کی خدمت سے دین کی مدد اور اوسکو قوی بنانا افضل ہے۔ اسی طرح اور جسقدر کام ہیں اون میں اسیکو دیکھنا چاہئے جیسے علم کا پڑھنا پڑھانا وعظ و نصیحت کرنا یعنی لوگوں کی اصلاح کرنا کہ ان سے اسلام کی اشاعت ہوتی ہے اور قوت اور مدد پہونچتی ہے۔ پس یہ وظیفوں اور نفل نماز سے افضل ہیں۔ لیکن جبکہ ضرورت کے لائق یہ کام ہوجائیں تو بلاضرورت اوس میں مشغول رہنے سے یہ بہتر ہوگا کہ کچھ وقت عبادت کے لئے بھی نکالے اور کسیوقت اپنی ہی فکر کرے اور خدا کی یاد میں لگے اور اسی کی طرف اشارہ اس آیت میں ہے فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ وَاِلٰی رَبِّكَ فَارْغَبْ

۲۲ یعنی جب اصلاح کے کام سے آپ فارغ ہوجائیں تو اپنے رب کی عبادت کے لئے کھڑے ہوجائیں مطلب یہ ہے کہ ایک وقت ایسا بھی نکالئے کہ صرف خدا ہی کی یاد میں اوسوقت مشغول ہوں کوئی دوسرا کام نہو۔ یہاں سے اون لوگوں کی غلطی بھی معلوم ہوگئی جو کہ پیر ہوجانے کے بعد بالکل مریدوں کی فکر میں رہتے ہیں اور اپنا کام چھوڑ دیتے ہیں اسسے اونکی نسبت[عہ] کمزور ہوجاتی ہے اور فیض بند ہوجاتا ہے کیونکہ ہر چیز کے باقی رہنے کا ایک سبب ہوتا ہے اور نسبت کے باقی رہنے کا سبب ذکر و شغل اور اپنا کام کرتا ہے اور نسبت ہی کی وجہ سے وعظ میں تاثیر بھی ہوتی ہے جب نسبت نرہے گی توفیض بھی بند ہوجائیگا

خلاصہ یہ ہے کہ جو کام ایسے ہیں جن سے اسلام کو قوت اور مدد پہونچتی ہے وہ افضل ہیں اس قاعدے کو سامنے رکھ کر نیک کاموں کے اندر فیصلہ کرنا چاہئے اور جسکو اسقدر لیاقت نہو کہ خود فیصلہ کرسکے وہ کسی مولوی سے پوچھ لے کیونکہ ہر شخص کچھ نہ کچھ کام ضرور کرتا ہے البتہ اگر کوئی کام ایسا ہو کہ اوسکی ضرورت معلوم ہوتی ہے اور دوسرا

[عہ] نسبت کہتے ہیں اللہ کے ساتھ تعلق اور محبت کو ۱۲ منہ

کام اس وقت اس کے مقابلہ میں ضروری نہو تو جو ضروری ہو چاہے ادنیٰ درجہ ہی کا ہو اوسکو کرنا چاہئے جیسے ایک آباد مسجد گرگئی اور نمازی پریشان ہیں یا عیدگاہ گرگئی تو ایسے موقع پر اوس کا بنوانا زیادہ ضروری ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ جس جگہ کسی کام کی ضرورت خاص طور پر پائی جائے اور وہ معلوم بھی ہو جائے وہاں تو اوسکو کر لینا چاہئے خواہ وہ کم درجہ ہی کا ہو اور جہاں ضرورت نہ ہو وہاں اپنی رائے سے کسی کام کو فضیلت نہ دینا چاہئے۔ بلکہ کسی مولوی سے پوچھنا چاہئے جیسے بخاری شریف کا مدرسہ میں دینا یا کسی غریب کو کھانا کھلا دینا اب نیک کاموں کے مقابلہ میں یہ بھی بیان کر دینا مناسب ہے کہ جس طرح نیک کاموں کے اندر آپس میں فرق ہے۔ اسی طرح گناہوں میں بھی فرق ہے۔ لیکن جس طرح نیک کاموں میں دریافت کرنے کی ضرورت ہے کہ کس کام کو کیا جائے اور کسکو چھوڑا جائے اس طرح گناہوں میں دریافت کرنے کی ضرورت نہیں بلکہ گناہوں کو سب کو چھوڑ دینا چاہئے کیونکہ چھوٹے بڑے گناہ سب گناہ ہیں اور حرام ہیں۔ اکثر لوگ پوچھا کرتے ہیں کہ کیا فلاں کام بہت ہی بڑا گناہ ہے مطلب یہ ہوا کہ اگر چھوٹا گناہ ہو تو ہم کر لیں۔ یاد رکھو اسکی ایسی مثال ہے کہ جیسے کوئی ایک چنگاری کی نسبت پوچھے کہ کیا یہ چنگاری بہت بڑی ہے۔ تو صاحبو جس طرح ایک بڑا انگارا مکان بھر کو پھونک دے گا۔ اسی طرح ایک چنگاری بھی گھر بھر کو پھونک دے گی تو ایمان کے مکان کو ایک چھوٹا گناہ بھی ویسا ہی برباد کر دے گا جس طرح بہت بڑا گناہ تو سب سے بچنا چاہئے۔ بعض لوگ پوچھا کرتے ہیں کہ رشوت لینا زیادہ گناہ ہے یا سود کھانا۔ میں یہ کہتا ہوں کہ یہ کیوں نہیں پوچھتے کہ پیشاب زیادہ گندہ ہوتا ہے۔ یا پاخانہ تاکہ جو کم گندہ ہو اوسکو کھا لو۔ غرض یہ ہے کہ نیک کاموں میں تو فرق دریافت کرو اور گناہ سب چھوڑ دو۔ اب میں اس وعظ کا اگلا حصہ بیان کرتا ہوں کہ اس آیت خَيْرًا تُقَدِّمُوا لِأَنْفُسِكُمْ میں تو یہ حکم تھا کہ تم اپنی فکر کرو دوسروں کی فکر میں نہ پڑو۔ اس سے یہ شبہ ہوتا تھا کہ شاید دوسرے کو نفع پہونچانے کی اجازت نہیں تو آج کے بیان سے یہ شبہ جاتا رہا کیونکہ اس بیان سے دوسرے کو نفع پہونچا

کی بھی فضیلت معلوم ہوئی۔ پس وہ آیت نفع پہونچانے کی ممانعت نہیں کرتی ہاں کسی کے پیچھے نہ پڑو۔ حق بات کہہ کر ختم کر دو جیسا۔ سو وقت میں نے وعظ کہا ہے یہاں تک تو مناسب ہے اب اگر میں ایک ایک کے پیچھے پڑوں اور معلوم کرتا پھروں کہ کس نے اسپر عمل کیا اور کس نے نہیں کیا اور پھر اس کی فکر اور تدبیر میں لگوں اسکی ممانعت ہے کیونکہ اس سے بہت مرتبہ نقصان پہونچ جاتا ہے دیکھو حضورؐ کو ارشاد ہے وَذَكِّرْ فَاِنَّمَآ اَنْتَ مُذَكِّرٌ یعنے آپ نصیحت کر دیجئے آپ کا کام صرف نصیحت کرنا ہے۔ اور دوسرے موقع پر یہ بھی ارشاد ہے کہ اَمَّا مَنِ اسْتَغْنٰى فَاَنْتَ لَهٗ تَصَدّٰى یعنے جو بے پروائی کرتا ہے آپ اوس کے پیچھے کیوں پڑتے ہیں۔ غرض سمجھا دینے کا حکم ہے۔ پیچھے پڑنا بیکار ہے۔ ہاں جہاں اپنی پوری قدرت ہو وہاں ضرور ہے جیسے اپنی اولاد یا شاگرد۔ اگر کسی کو یہ اعتراض ہو کہ جب پہلے وعظ سے یہ شبہ ہوتا تھا تو اوسی وعظ میں یہ آیت بھی ذکر کرنا چاہئے تھی تو یہ کوئی اعتراض کی بات نہیں
کیونکہ غرض تو اس مضمون کے معلوم ہونے سے ہے اُس روز نہ معلوم ہوا تو سہی آج ۲۴
معلوم ہو گیا۔ یہ مضمون دس بارہ دن سے میرے ذہن میں تھا درمیان میں خیال نہ رہا اللہ کا شکر ہے کہ آج بیان ہو گیا۔ یہ بالکل نیا مضمون ہے اس سے اپنے کاموں میں افضل کے سمجھنے کا طریقہ معلوم ہو گیا اور اس طریقہ سے افضل کی پہچان آسان بھی ہے۔ اب خدا سے دعا کیجئے کہ وہ عمل کی توفیق دیں۔ آمین۔

سلسلہ تسہیل المواعظ کی تیسری جلد کا دوسرا وعظ مسمّٰی بہ
نیک کاموں کے درجے ختم ہوا اب انشاء اللہ ربیع الاول ہی سے
تیسرا وعظ شروع ہے

(تمّت)

سلسلہ تسہیل المواعظ کی جلد سوم کا تیسرا وعظ

مُسمّٰی بہ

دنیا سے رضامندی

(منتخب از وعظ سوم ملقب بہ الرضا بالدنیا حصہ چہارم دعوات عبدیت)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

خطبہ ماثورہ ۔ اَمَّا بَعْدُ ۔ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۱
اِنَّ الَّذِیْنَ لَا یَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا وَرَضُوْا بِالْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَاطْمَاَنُّوْا بِھَا وَالَّذِیْنَ
ھُمْ عَنْ اٰیٰتِنَا غٰفِلُوْنَ اُولٰٓئِکَ مَاْوٰھُمُ النَّارُ بِمَا کَانُوْا یَکْسِبُوْنَ ٥

(ترجمہ) بیشک وہ لوگ کہ ہمارے پاس آنے کا یقین نہیں رکھتے اور دنیا کی زندگی سے راضی ہیں اور اوس میں دل لگائے ہوئے ہیں اور وہ لوگ کہ ہمارے حکموں سے غافل ہیں ان کا ٹھکانا دوزخ ہے بسبب (اوس عمل کے) کہ وہ کرتے ہیں"

ان آیتوں میں اللہ پاک نے ایک خاص فرقہ کی بُرائی بیان فرمائی ہے۔ اور جس فرقہ کی بُرائی اِس آیت میں ہے خدا کا شکر ہے کہ اوس فرقہ کا یہاں پر ایک شخص بھی نہیں ہے لیکن اس وجہ سے اس بیان کو بے ضرورت اور اپنے سے بے تعلق نہ سمجھنا چاہیے بلکہ اسمیں غور کرنا چاہیے کہ جس کی بُرائی کیجاتی ہے تو اوس کی ذات کیوجہ سے نہیں کیجاتی کیونکہ ذات میں تو سب انسان ایک ہیں۔ بلکہ اوس کے اندر کوئی بات بُرائی کی ہوتی ہے کوئی کام اوس کا بُرا ہوتا ہے جسکی وجہ سے بُرائی کیجاتی ہے دیکھئے قرآن شریف میں

جہاں کہیں کسی کی بُرائی اور مذمت کی گئی ہے تو جو صفت بُرائی کی اوس کے اندر تھی وہ بھی بیان کردی ہے اسی طرح رضامندی اور تعریف بھی ذات کیوجہ سے نہیں ہوتی بلکہ کسی خوبی اور اچھی صفت پر ہوتی ہے۔ کہ یہ خوبی اسمیں پائی جاتی ہے اسلئے ہم اس سے خوش اور راضی ہیں تو جب یہ معلوم ہو گیا کہ مذمت اور تعریف کا دارومدار ذات پر نہیں بلکہ صفات پر ہے تو جس کے اندر بھی وہ صفات پائی جائیں گی وہ مستحق اس مذمت یا تعریف کا ہوگا خواہ وہ کوئی شخص بھی ہو اب یہ شبہ نہوگا کہ جس فرقہ کی ان آیتوں میں مذمت ہے جب اون میں سے ایک شخص بھی یہاں موجود نہیں ہے تو ان آیتوں کے بیان کرنے کی یہاں کیا ضرورت ہے غرض کہ یہ آیتیں چونکہ کافروں کے بارے میں ہیں اسلئے یہ شبہ ہوتا تھا لیکن اب یہ شبہ جاتا رہا کیونکہ جن باتوں پر کافروں کی مذمت کی گئی ہے دیکھنا یہ ہے کہ وہ ہم میں تو نہیں پائی جاتیں اگر ہمارے اندر بھی وہ باتیں موجود ہیں۔ تو ہم بھی اس مذمت سے بری نہیں آجکل لوگ یہ سنکر کہ فلاں آیت کافروں کے حق میں ہے بیفکر ہو جاتے ہیں کہ ہم سے اس کا کچھ تعلق نہیں لیکن اگر غور کیا جائے تو معلوم ہو کہ وہ آیت جو کافروں کے حق میں ہے وہ بیفکر کرنے کی چیز نہیں وہ تو مسلمانوں کے لئے بہت بڑا تازیانہ ہے اوس سے عبرت پکڑنی چاہئے مگر مسلمان اوسکو سنکر بے فکر ہو جاتے ہیں کہ یہ تو کافروں کے حق میں ہے ہم سے کیا مطلب۔ صاحبو یہ صحیح ہے کہ یہ کافروں کی مذمت ہے اور قرآن میں اکثر جگہ کافروں ہی کی مذمت کی گئی ہے مسلمانوں کی مذمت قرآن شریف میں بہت کم ہے مگر یہ تو غور کرنے کی بات ہے کہ کافروں کی بُرائی ہم مسلمانوں کو کیوں سنائی گئی ہے مطلب اس سے یہ ہے کہ ان باتوں کا مسلمانوں میں ہونا بہت زیادہ عجیب ہے یہ باتیں تو صرف کافروں میں ہوتیں مسلمانوں میں کبھی نہ ہوتیں۔ ظاہر ہے کہ خدا تعالیٰ کو نہ کسی کی ذات سے عداوت ہے اور نہ کسی کی ذات سے محبت ہے بلکہ جس کے اندر اچھی باتیں ہوں اوس سے وہ راضی اور خوش ہیں اور جس کے اندر بُری باتیں ہوں اوس سے وہ ناراض ہیں تو اگر وہی بُری باتیں جنپر کافروں کی مذمت کی گئی ہے مسلمانوں میں بھی ہوں جو تابعدار ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں تو اونکو اور بھی شرمانا چاہئے

جن آیتوں میں کافروں کی مذمت کیگئی ہے اوس سے مسلمانوں کو عبرت پکڑنی چاہیے

اور اسکی اصلاح کرنا چاہیئے۔ پس اب یہ دیکھنا ضروری ہوا کہ کافروں کو جن باتوں پر ستایا گیا ہے وہ ہمارے اندر ہیں یا نہیں اگر ہم میں وہی باتیں ہیں تو اون کی درستی بہت زیادہ کرنی چاہیئے۔ اسکی ایسی مثال ہے کہ ایک باغی کو بادشاہ برا بھلا کہے کہ تونے بغاوت کی تونے سرکار کا مقابلہ کیا تونے یہ کیا تونے وہ کیا تو اس خفگی کو سنکر دوسرے مجرموں کو بھی ڈرنا چاہیئے اور بے خوف نہونا چاہیئے اور نکو یہ دیکھنا چاہیئے کہ جو الزام باغی پر لگائے گئے ہیں اور جن باتوں پر خفگی اوسپر کی گئی ہے وہ تمام یا اون میں سے کچھ ہمارے اندر تو نہیں۔ یا ایک زبردست آدمی ظلم کرتا ہے اور رعایا کو ستاتا ہے یا ڈکیتی کرتا ہے لیکن باغی نہیں ہے ہاں فوجداری کی بہت سی دفعیں اوسپر قائم ہیں۔ اور اتفاق سے بادشاہ نے اسی کے سامنے ایک باغی پر خفگی اور غصہ کیا کہ تونے بغاوت کی تونے رعایا کو ستایا تونے ڈکیتی کی تو اس شخص کے بھی کان ہونے چاہئیں ہاں ایک فرق ضرور ہے کہ اگر جرائم کم ہوں گے تو ناخوشی کم ہوگی اور زائد ہوں گے تو ناخوشی زائد ہوگی سو مسلمان خواہ کیسا ہی بدین مجرم ہو مگر اوس کا جرم کافر کے برابر نہیں ہوسکتا تو یہ ماننا پڑے گا کہ مسلمان پر اتنی ناخوشی نہ ہوگی۔ لیکن اسپر تو تسلی نہ ہونی چاہیئے کہ ہم سے ناخوشی کم ہے دیکھو اگر کسی مجرم کو دس برس کی قید ہوا اور دوسرے کو پانچ برس کی تو کیا اس دوسرے کو بے فکری ہوگی میرے خیال میں کوئی عقلمند ایسا نہیں کہ وہ اسوجہ سے بے فکر ہوجائے کہ میری سزا فلاں شخص سے تو کم ہے بلکہ ایک باریک بات ہے کہ بعض وقت بڑی دفعہ اور بڑی سزا سنکر اتنی کلفت نہیں ہوتی جتنی چھوٹی دفعہ اور چھوٹی سزا سنکر ہوتی ہے۔ کیونکہ بڑی سزا سنکر تو مایوسی ہوجاتی ہے اور مشہور ہے کہ مایوسی بھی ایک قسم کی راحت ہے ایک شخص کا واقعہ ہے کہ اسکو ایک جرم میں جج نے سات برس کی قید کا حکم دیا اور اس سے کہا کہ دیکھو تم اپیل نہ کرنا ورنہ تم کو زیادہ سزا ہوجائے گی۔ میں نے تم کو بہت کم سزا دی ہے مگر اس شخص نے اپیل کی اس میں شاید ۲۸ برس کی سزا ہوئی۔ ۲۸۔ برس کا نام سنکر اوسکو بالکل مایوسی ہوگئی کہ اب زندہ بچکر نہیں نکل سکتا اور اس مایوسی سے

ایک قسم کی راحت اور اطمینان ہوگیا تو اس لحاظ سے تو مسلمان کو چھوٹی سزا سنکر
زیادہ فکر میں پڑنا چاہیئے کہ اسکو تو مایوسی ہی نہو گی۔ غرض اس لحاظ سے یہ فرق
ہے چاہے دوسرے لحاظ سے دوسرا فرق ہی ہو۔ مگر میں نے خاص اس فرق کو
اس لئے بیان کیا تاکہ بے فکری نہ رہے۔ کیونکہ یہ بات سنکر کہ ایک نہ ایکدن دوزخ سے
نکل آئینگے اکثر لوگ بیفکر ہیں سو یہ بڑی غلطی کی بات ہے کہ تھوڑی سزا کو سنکر
بے فکر ہو جائیں۔ غرض مسلمانوں اور کافروں کی سزا میں فرق ہونے کا انکار نہیں
لیکن وہ فرق بے فکر نہیں کر سکتا بلکہ زیادہ فکر ہونا چاہیئے یا برابر ہی ہو یا کم ہی فکر
ہو مگر ہو تو۔ ہم تو دیکھتے ہیں کہ بالکل ہی بے فکر بیٹھے ہیں جو بیخبر ہیں وہ تو بالکل ہی
خیال نہیں کرتے ان کی تو شکایت ہی کیا۔ مگر غضب تو یہ ہے کہ بعض خبردار بے فکر
ہیں کہتے ہیں کہ کافروں کی برابر سزا تھوڑا ہی ہوگی۔ میں اس بے فکری کے
دور کرنے کے لئے یہ تمام تقریر کر رہا ہوں کہ اس خیال کو کبھی دل میں نہ لاوے اور
اس اعتراض کا جواب دے رہا ہوں کہ یہ آیت تو کافروں کے حق میں ہے پھر ۴
ہمکو کیا فکر جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ جن باتوں پر کافروں کو یہ دھمکی دی گئی
ہے اگر آپ میں بھی وہ باتیں ہیں تو آپ کو ضرور فکر ہونی چاہئے۔ دیکھئے اگر چمار کو چمار
کہہ کر دس جوتیاں ماری جائیں تو اوسے کچھ زیادہ شرم نہیں لیکن اگر کسی بڑے آدمی
کو چمار کہدیا جاوے تو نہایت شرم کی بات ہے سو اسیطرح کافروں کو اگر یہ کہدیا جائے
کہ وہ آخرت کا انکار کرنے والے اور دنیا کے ساتھ راضی رہنے والے ہیں اور خدا تعالیٰ
کے حکموں سے غافل ہیں تو کچھ عجب نہیں۔ لیکن اگر مسلمان میں یہ باتیں پائی جائیں
اور اسوجہ سے وہ بھی اس مذمت میں آجائے تو زیادہ شرم کی بات ہے اور لیجئے
اگر کسی عزت دار کو بھنگی کے ساتھ قید کر دیں تو اوس کے لئے کتنی ننگ کی بات
ہے یاد رکھو کہ دوزخ خاص کافروں کے لئے ہے مگر مسلمان اپنے ہاتھوں وہ عادتیں
اختیار کر کے جو کافروں میں پائی جاتی ہیں اون میں شامل ہوتے ہیں اور اون کے
ساتھ قید ہونے کے کام کرتے ہیں اور دلیل اسکی یہ ہے کہ حدیث شریف میں آیا ہے

(باقی آئندہ)

دیکھکر پڑھتے تھے اور قرآن پڑھنے کے وقت وہ اللہ کے حکم سے بینا ہو جایا کرتے تھے

دید در بغداد یک شیخ فقیر مصحفے در خانۂ پیرِ ضریر

یعنی ایک درویش بزرگ نے بغداد میں ایک اندھے بڈھے کے یہاں قرآن شریف دیکھا

گشت ضیفش در تموزِ پر ز سوز ہر دو زاہد جمع گشتہ چند روز

یعنی یہ درویش اوس کے مہمان تموز گرم میں ہو گئے تھے تو دونوں زاہد چند روز تک جمع رہے یعنی یہ شیخ اون اندھے کے یہاں گرمی کے دنوں میں مہمان ہوئے تھے تب اونہوں نے اون کے یہاں قرآن شریف رکھا ہوا دیکھا ۲۵۳

گفت اینجا اے عجب مصحف چراست چونکہ نابیناست ایں درویش راست

یعنی اوس درویش نے کہا کہ تعجب ہے کہ یہ قرآن شریف یہاں کیوں ہے جبکہ یقیناً یہ درویش نابینا ہے (دیکھئے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے قرآن شریف کو فضول کوئی نہ رکھتا تھا جب تو ان شیخ کو تعجب ہوا کہ یہ تو ہے اندھا پھر قرآن فضول کیوں رکھا ہے ورنہ اس زمانہ میں تو چاہے عمر بھر کھول کبھی نہ دیکھے مگر گھر میں رکھے ہونے سے کوئی تعجب نہیں ہوتا اسلئے کہ پڑھنے کی عادت ہی نہیں رہی افسوس صد افسوس)

اندریں اندیشہ تشویشش فزود کہ جز او را نیست اینجا باش بود

یعنی اس فکر میں اونکو تشویش بڑھ گئی کہ اسجگہ اور کسی کی تو بود و باش ہی نہیں ہے (کہ یہ کہا جاوے کہ وہ دوسرا آدمی پڑھتا ہوگا پھر کیوں رکھا ہے)

او ست تنہا مصحف آویختہ　　من نیم گستاخ یا آمیختہ

یعنی یہ تو تنہا ہی ہے او مصحف لٹکا ہوا ہے اور میں بے تکلف یا ملا جلا نہیں ہوں۔

تا بپرسم خمش صبرے کنم　　تا بصبرے بر مرادے بر زنم

یعنی تا کہ پوچھ ہی لوں اور نہ خاموش ہی رہ سکتا ہوں۔ (اب خود فیصلہ کرتے ہیں کہ) میں صبر کرتا ہوں تا کہ صبر کی وجہ سے مراد پر پہونچ جاؤں۔

صبر کرد و بود چندے در حرج　　کشف شد کالصبر مفتاح الفرج

یعنی اونہوں نے صبر کیا اور چندے تنگی میں رہے تو (او نپر وہ راز جیسا کہ آگے معلوم ہوگا) کھل گیا اسلئے کہ صبر کشادگی کی کنجی ہے۔ آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

۲۵۴ صبر گنجست اے برادر صبر کن　　تا شفا یابے تو زیں رنج کہن

یعنی اے بھائی صبر ایک خزانہ ہے تو تم صبر کیا کرو تا کہ اس رنج کہنہ سے تم شفا پاؤ یعنی جسقدر افکار وغیرہ تم کو ہوں گے صبر سے سب حل ہو جائیں گے انشاء اللہ۔

صبر سوئے کشف ہر سر رہبر ست　　صبر تلخ آمد بر او شکر ست

یعنی صبر ہر بھید کے کشف کی طرف رہبر ہے اور صبر خود تلخ ہے مگر اوس کا پھل شیریں ہے اس صبر پر آگے حضرت لقمان علیہ السلام کی حکایت لاتے ہیں کہ اونہوں نے بھی صبر کیا تھا تو انپر بھی وہ بھید جس کے وہ طالب تھے ظاہر ہو گیا۔

لقمان علیہ السلام کا جسوقت کہ انہوں نے دیکھا کہ داؤد علیہ السلام

لوہے کی کڑیاں بنا رہے ہیں پوچھنے سے صبر کرنا اس سبب سے کہ صبر موجب راحت و فرح ہے

رفت لقمان سوئے داؤد از صفا　　دید کو مے کرد ز آہن حلقہا

یعنی لقمان علیہ السلام اور داؤد علیہ السلام کے پاس صفا حاصل کرنے) کے لئے گئے تو دیکھا کہ وہ لوہے کی کڑیاں بنا رہے ہیں۔

جملہ را با ہمدگر در مے فگند　　ز آہن و پولاد آن شاہ بلند

یعنے سب کو ایک دوسرے میں لوہے اور فولاد سے وہ شاہ بلند ڈال رہے تھے

۲۵۵ صنعت زراد او کم دیدہ بود　　در عجب مے ماند وسواسش فزود

یعنی زرہ بنانے والے کی صنعت کو لقمان علیہ السلام نے دیکھا نہ تھا تو وہ تعجب میں رہ گئے اور اون کا وسوسہ بڑھا۔

کایں چہ شاید بود واپرسم از و　　کہ چہ مے سازی ز حلقہ تو بتو

یعنی کہ اس کا کیا ہوگا میں اون سے پوچھوں کہ تم تو بتو حلقے کیا بنا رہے ہو۔

باز با خود گفت صبر اولےٰ ترست　　صبر با مقصود زو تر رہبر ست

یعنی پھر اپنے سے کہا کہ صبر زیادہ اولےٰ ہے اور صبر مقصود تک جلدی رہبر ہے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

چون نپرسی زودتر کشفت شود مرغ صبر از جملہ پران تر شود

یعنی اگر تم نہ پوچھو گے تو تمکو جلدی ہی ظاہر ہو جاویگا اسلئے کہ مرغ صبر سب سے زیادہ اُڑنے والا ہوتا ہے۔

ور بپرسی دیر تر حاصل شود سہل از بے صبریت مشکل شود

یعنی اور اگر پوچھو تو وہ دیر میں حاصل ہوگا اور سہل تمہاری بے صبری کی وجہ سے مشکل ہو جاوے گا۔ پوچھنے یا نہ پوچھنے سے مراد صبر کرنا یا صبر کرنا ہے مطلب یہ کہ اگر صبر کروگے تو وہ بات جلدی معلوم ہوگی اور بے صبری سے معلوم ہوتی ہوئی بھی مشکل ہو جاویگی

چونکہ لقمان تن بزد اندر زمان شد تمام از صنعت داود آن

یعنی جبکہ لقمان اوسوقت چپ ہو رہے تو وہ (زرہ) داود علیہ السلام کے بنانے سے پوری ہوگئی۔ ۲۵۶

پس زرہ سازید و در پوشید او پیش لقمان حکیم نیکخو

یعنی پھر داود علیہ السلام نے زرہ بنا کر اوسکو لقمان حکیم نیکخو کے سامنے پہنا۔

گفت این نیکو لباس است اے فتے در مصاف و جنگ دفع زخم را

یعنی داود علیہ السلام نے فرمایا کہ اے فتے یہ مصاف اور جنگ میں زخم کے دفع کرنے کے لیے اچھا لباس ہے۔

گفت لقمان صبر نیکو ہمدمے است کو پناہ و دافع ہر جا غمے است

یعنی لقمان نے فرمایا کہ صبر ایک اچھا ہمدم ہے کہ وہ ہر جگہ پناہ اور دافع غم کا ہی

(باقی آیندہ)

المرفوع من حديث ابي بكر
الصديق رض عن الديلمي ثم
قال لا يصح وقال ايضا ولا يصح
في المرفوع من كل هذا
الشئ والمنقول عن الخضر
عليه السلام عن كتاب
موجبات الرحمة وعزائم
المغفرة لابي العباس
احمد بن ابي بكر الرداد
اليماني المتصوف بسند فيه مجاهيل
مع انقطاعه (فلم يصح) والموقوف
على الحسن عن الفقيه محمد بن سعيد
الخولاني بسنده والمنقول عن
المشائخ كمحمد بن البابا والمجد
احد القدماء من المصريين
وبعض شيوخ العراق او العجم
وابن صالح ومحمد بن ابي
نصر البخاري اقوالهم
وورد في فضله في الاول
فمن حلت عليه
شفاعتي وفي سائرها

ایک مرفوع دیلمی سے وہ ابوبکر صدیق کی
حدیث سے اوسکو ذکر کر کے کہا ہے کہ
یہ صحیح نہیں اور (علی الاطلاق) یہ بھی کہا ہے
کہ مرفوع کے باب میں ان روایات میں سے
متعلق کوئی روایت بھی صحیح نہیں دوسری
قسم جو خضر علیہ السلام سے منقول ہے
ابوالعباس احمد بن ابی بکر رداد یمانی صوفی
کی کتاب موجبات الرحمۃ وعزائم المغفرۃ
سے ایسی سند سے جسمیں بہت سے
مجہول راوی ہیں اور اسکے ساتھ انقطاع
بھی ہے (پس یہ بھی صحیح نہ ہوئی) تیسری ۱۱۳
قسم جو حضرت حسن پر موقوف ہے فقیہ
محمد بن سعید خولانی سے اونکی سند کے
ساتھ چوتھی قسم جو مشائخ سے خود ادن کے
اقوال منقول ہیں جیسے محمد بن بابا اور
مجد جو ایک قدیم مصری ہیں اور بعض شیوخ
عراق یا عجم کے اور ابن صالح۔ اور
محمد بن ابی نصر بخاری ایہ چار قسمیں تھیں
انمیں سے) قسم اول (یعنی مرفوع میں تو
اس عمل کی فضیلت میں یہ وارد ہوا ہے
کہ میری شفاعت اوس کے لئے ثابت

حفظ العين عن الرمد والعمى
ودفع الالم عنها هذا ملخص
ما فى المقاصد اما حكم هذا
العمل فظاهر وهو انه
ان فعل باعتقاد الثواب الذى
لم يثبت دليله كان بدعة
وزيادة فى الدين واكثر
من يفعله فى زماننا
اعتقادهم كذلك فلا شك
فى كونه بدعة وان
فعل بنية الصحة ١١٤
البدن نية فهو
نوع من الطب فيجوز
فى نفسه لكن
لو افضى الى ايهام
القربة كما
هو المظنون من
العوام فى هذا
الزمان يمنع
منه مطلقاً
الحديث من اهدى له

ہو گی اور باقی روایات میں صرف یہ ہے
کہ اوسکی آنکھیں آشوب اور کوری سے
محفوظ رہیں گی اور اگر درد ہو تو جاتا رہیگا
یہ خلاصہ ہے مقاصد کے مضمون کا باقی
رہا اس کا حکم سو (قواعد شرعیہ سے) ظاہر
ہے وہ یہ کہ اگر یہ عمل باعتقاد ثواب (اور
دین کا کام سمجھکر) کیا جاوے جسکی کوئی
دلیل ثابت نہیں ہوئی تو بدعت اور زیادت
فی الدین ہے (کیونکہ غیر دین کو دین سمجھنا یہی
حکم ہے) اور اس زمانہ میں جو لوگ یہ عمل
کرتے ہیں انمیں اکثر کا (عام طور سے) یہی اعتقاد
ہے۔ سو اس کے بدعت ہونے میں کوئی
شک نہیں اور اگر صحت بدنیہ (یعنی حفاظت
چشم) کی نیت سے کیا جاوے۔ وہ ایک
قسم کی طبی تدبیر ہے سو وہ فی نفسہ جائز ہے
(کیونکہ یہ اعتقاد فاسد نہیں) لیکن اگر یہ
سبب ہو جاوے ایہام قربت کا جیسا
عوام زمانہ سے یہی احتمال غالب ہے
تو اس سے مطلقاً (بطور انتظام واجب
کے) منع کیا جاوے گا
حدیث۔ جسکو کوئی ہدیہ دیا جاوے

هدية وعنده قوم فهم شركاء
فيها عبد بن حميد في
مسنده وعبد الرزاق
والطبراني وابونعيم في الحلية
عن ابن عباس و الطبراني
فقط ولكن اسحق بن
راهويه وابوبكر الشافعي
في الغيلانيات من حديث
الحسن بن علي والعقيلي
من حديث عائشة كلهم
مرفوعًا فقال العقيلي
انه لا يصح في هذا الباب
عن النبي صلى الله عليه وسلم
شئ ولكن اقال البخاري
عقب ايراده له تعليقًا
فقال ويذكر عن ابن
عباس ان جلساءه
شركاءه انه لم يصح نحوه
ولكن هذه العبارة
عن مثله لا يقتضي
البطلان بخلافها

اور اسکے پاس کچھ لوگ بیٹھے ہوں وہ سب
اس میں شریک ہیں روایت کیا اسکو
عبد بن حمید نے اپنی مسند میں اور عبد الرزاق نے
اور طبرانی نے بھی اور ابونعیم نے حلیہ
میں ابن عباس اور انہیں سے صرف
طبرانی نے اور ایسے ہی اسحق بن راہویہ
نے اور ابوبکر شافعی نے غیلانیات
میں حسن بن علی کی حدیث سے اور
عقیلی نے حضرت عائشہ کی حدیث
سے ان سب نے اسی لفظ سے مرفوعًا
اور عقیلی کہتے ہیں کہ اس باب میں 115
نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی حدیث
صحت کو نہیں پہونچی اور ایسا ہی بخاری
نے اس حدیث کو تعلیقًا لاکر کہا ہے
یعنی اس طرح کہا ہے کہ ابن عباس سے
ذکر کیا جاتا ہے کہ اس کے ہم مجلس اسکے او
شریک ہوں گے (سو) صحت کو نہیں
پہونچا اھ لیکن یہ عبارت (الم الصحیح بخاری
جیسے شخص سے حدیث کے بے اصل ہونیکو
مقتضی نہیں (کیونکہ ان کے یہاں صحت
کی سخت شرطیں ہیں) بخلاف اس کے

من العقيلي وعلى كل حال
فقد قال شيخنا ان
الموقوف اصح -
ف قلت معنى الحديث
اذا كان قصد المهدي تشريك
القوم في الهدية كما هو
الغالب في ما يؤكل
ويشرب ومع ذلك فقد وضعها
بين يدي شيخ المجلس
ادبا ويعلم ذلك بالقرائن
اما اذا كان قصده ۱۱۶
الاهداء الى معين كما هو الغالب
في نحو الثياب والنقد
فلا وجه لشركة غيره معه فان
الملك من احكام التمليك
فاذا كان التمليك خاصا
كان الملك خاصا فافهم نعم
لو فرقها على اهل المجلس جميعهم
كان اقرب الى المروة وآداب الصحبة كما
هو المعتاد للقوم في اكثر
الاحوال الا لمقتض قوي ۔

کہ عقیلی (لم یصح) کہیں (کہ وہ مقتضی ہے اصل ہونیکو ہوگا) اور بہرحال ہمارے شیخ نے کہا ہے کہ حدیث موقوف زیادہ صحیح ہے

ف میں کہتا ہوں کہ حدیث کا یہ مضمون اوس صورت میں ہے جبکہ ہدیہ دینے والے کا مقصود سب لوگوں کے شریک کرنے کا ہو جیسا کھانے پینے کی چیزوں میں غالب ہے لیکن باوجود اس کے وہ ہدیہ ادب کی وجہ سے صدر مجلس کے سامنے رکھدیا اور یہ امر قرائن سے معلوم ہوجاتا ہے باقی جب اوس کا مقصود خاص ہی شخص کے دینے کا ہو جیسے نقد یا کپڑے وغیرہ میں غالب ہے اسوقت دوسروں کے شریک کرنیکی کوئی وجہ نہیں کیونکہ ملک احکام تملیک سے ہے جب تملیک خاص ہوگی ملک بھی خاص ہوگی خوب سمجھ لو البتہ اگر اس صورت میں بھی سب اہل مجلس پر تقسیم کردے تو یہ مروت اور حقوق صحبت سے زیادہ قریب ہے جیسا کہ ان بزرگوں کی اکثر احوال میں یہی عادت ہے بجز اس صورت کے کہ کوئی امر قوی اس کے خلاف کو مقتضی ہو ۔

(باقی آئندہ)

ایک مرتبہ وہ ریل میں انٹر میں سفر کر رہے تھے اور برابر کے درجے میں چند نوجوان آکر
بیٹھے جو وضع سے انگریزی طالب علم معلوم ہوتے تھے اُن کے قبل سے ایک معمر شخص
سوار تھے جو صورت سے مولوی معلوم ہوتے تھے اور کسی ضرورت سے اس وقت
اُتر گئے تھے اُن نوجوانوں نے اُن بیچارے کا اسباب منتشر کرکے اپنا سامان رکھدیا
وہ مولوی صاحب جو آئے اور معلوم ہوا تو اُن کو بہت ملامت کی کہ آپ لوگوں کو اس
تحکم کا کیا حق تھا غرض یہ سب شرمندہ ہوئے اور براہ شرارت یہ چاہا کہ ان مولوی صاحب
کو بھی کسی بات میں شرمندہ کریں اتنے میں مولوی صاحب نماز پڑھنے لگے تو اونکو
ایک بات ہاتھ آئی بعد فراغ انمیں سے بعض نے اُن مولوی صاحب سے کہا کہ کیا ہم
آپ سے کچھ دریافت کر سکتے ہیں آجکل کی تہذیب میں یہ بھی لازم ہے کہ اگر کچھ پوچھے تو اول
اجازت لے لے چنانچہ اُن مولوی صاحب نے اجازت دی اسپر اُن لڑکوں نے
یہ سوال کیا کہ مولوی صاحب نماز فرض ہے مولوی صاحب نے کہا کہ ہاں کہنے لگے
۴۱ کے وقت کی فرض ہے مولوی صاحب نے کہا پانچ وقت کی کہنے لگے کہ سب پر پانچ
وقت کی فرض ہے مولوی صاحب نے کہا ہاں ہر مکلف پر پانچ وقت کی فرض
ہے کہنے لگے کہ سب جگہ فرض ہے مولوی صاحب نے کہا ہاں اسپر کہنے لگے۔
کہ کیوں جس مقام میں چھ مہینے کا دن اور چھ مہینہ کی رات ہوتی ہے وہاں بھی
نماز پانچ ہی وقت فرض ہے اگر یہ ہے تو سال بھر میں پانچ ہی نماز فرض ہوئیں
مولوی صاحب نے ایک نہایت دانائی کا جواب دیا کہ تم لوگ وہاں سے آرہے ہو
یا وہاں جانیکا قصد ہے کہنے لگے کہ صاحب نہ آرہے ہیں نہ جانیکا قصد ہے
مولوی صاحب نے فرمایا کہ جب دونوں باتیں نہیں تو یہ سوال قبل از وقت ہے
جب اسکی ضرورت پڑے گی اس وقت پوچھنا لیکن اُن شریروں نے
اِس جواب کی قدر نہ کی بلکہ سب ہنس پڑے اور اُن مولوی صاحب کو شرمندہ
کرنا چاہا۔ اتفاق سے اُن میں ایک شخص پختہ عمر کے بھی بیٹھے تھے جو وضع سے
کوئی معزز اہلکار معلوم ہوتے تھے وہ بھی ہنسنے میں شریک تھے مولانا احمد حسن صاحب

اُن صاحب پر نہایت غصہ آیا کہ یہ تو لڑکا بھی نہیں ان کو کیا شامت سوار ہوئی غرض کوئی اسٹیشن آیا مولوی صاحب اپنے درجہ سے اُن کے درجہ میں پہونچے مگر وہ لڑکے تو اُتر گئے اور وہ صاحب موجود رہے اونہوں نے نماز کے لئے وضو کیا تب تو مولوی صاحب کو زیادہ غصہ آیا کہ ماشاء اللہ تعالیٰ نمازی ہوکر انکی یہ حالت ہے مولوی صاحب نے اُن سے عدہ اور فرائض عدہ دریافت کرکے پوچھا کہ آپکے ذمہ دن رات میں کے گھنٹہ کام کرنا ہے اونہوں نے مثلاً چھ گھنٹے بتلایا مولانا نے فرمایا کہ اگر ایسے مقام پر جہاں چھ مہینے کا دن چھ مہینے کی رات ہوتی ہے گورنمنٹ کی حکومت ہوجائے اور آپ کی وہاں بدلی ہو جائے تو کیا وہاں بھی چھ گھنٹہ کام کرنا ہوگا تو سال بھر میں چھ گھنٹہ کام کرنا پڑا اس کا حساب کس طرح ہوگا کہنے لگے کہ اندازہ کرلیں گے مولوی صاحب نے فرمایا کہ افسوس دنیوی حکومت کے قانون پر جو یہ اشکال وارد ہوا اسکی توجیہ تو اس طرح آسانی سے ہوسکتی ہے اور یہی توجیہ اس اشکال میں نہ ہوسکی بلکہ اسپر تمسخر کرتے ہو شرم نہیں آتی بہت شرمندہ ہوئے اور توبہ کی (وعظ ایضاً صفحہ ۲۰ سطر ۲) ۴۲

(۸۶) **حکایت مشتمل بر مثال**۔ ایک صاحب کہنے لگے کہ شب قدر میں فضیلت ہے تو کہاں کی شب قدر میں ہندوستان کی یا لندن کی کیونکہ غروب ہر جگہ کا مختلف ہے مولانا احمد حسن صاحبؒ نے خوب جواب فرمایا کہ بعض مواسم میں کچہری دس بجے ہوتی ہے تو کہاں کے دس بجے ہوتی ہے تو کہاں کے دس بجے مراد ہوتے ہیں ہندوستان کے یا لندن کے جو جواب اس کا ہے وہی اس کا ہے کہ ہر جگہ کی شب قدر میں فضیلت ہے خدا تعالیٰ کے یہاں کیا کمی ہے جب یہاں غروب ہو یہاں کے لئے جب وہاں غروب ہو وہاں کے لئے (وعظ ایضاً صفحہ ۲۱ سطر ۱۲)

(۸۷) **حکایت**۔ ایک صاحب کہنے لگے کہ اگر سود کو حلال نہ سمجھیں تو قوم ترقی نہیں کرسکتی۔ کیونکہ حرام سمجھنے کی صورت میں کم لوگ سود لیں گے دینے

کہا کہ اول تو آپ کو دوسروں کی کیا فکر دوسرے حلال کہہ کر بھی تمام قوم ترقی نہیں کر سکتی کیونکہ جو مسلمان قوت ایمان سے سود کو چھوڑ بیٹھے ہیں۔ وہ تمہارے یا مولویوں کے کہہ دینے سے بھی کبھی نہ لیں گے بلکہ یوں کہیں گے کہ علماء بگڑ گئے تو حلال کہہ کر بھی سود خواروں کی تعداد دس پانچ سے زیادہ نہ ہوگی (وعظ ایضاً صد ۲۱ سطر ۱۲)

(۸۸) **حکایت** ایک صاحب نے قربانی پر اعتراض کیا کہ اس سے کیا فائدہ کہ ذبح کر کے کھیتوں میں دبا دیا۔ اور وجہ اس فساد کی یہ ہے کہ اپنے خیال میں احکام کا ایک مبنی تراش لیا ہے مثلاً قربانی کا مبنی یہ تراش لیا ہے کہ مساکین کو نفع ہو اور چونکہ ذبح کر کے کھیتوں میں دبانے سے یہ مقصود حاصل نہیں ہوتا اسلئے اعتراض کیا جاتا ہے اس اعتراض کا جواب صرف اسقدر کافی ہے ؎ سخن شناس نہ دلبرا خطا اینجاست (وعظ ایضاً صد ۲۱ سطر ۱۶)

(۸۹) **حکایت** میں نے ایک استفتاء دیکھا کہ اسمیں ایک مولوی صاحب نے
ساس کو حلال کر دیا تھا اور کیونکہ چالاکی سے یعنی یہ لکھا کہ اس شخص کی بیوی بوجہ ۴۳
جہالت کلمات کفر و شرک میں ہمیشہ سے مبتلا ہے اس لیے اس کا نکاح اس مسلمان سے صحیح نہیں ہوا اور جب نکاح نہیں ہوا تو ساس۔ ساس نہ ہوئی اور حرمت مصاہرت حنفیہ کا مذہب ہے ہم پر حجت نہیں۔ پس بیوی کو چھوڑ کر ساس سے نکاح درست ہے خوب کہا ہے ؎

بدگہر را علم و فن آموختن   دادن تیغ ست دست راہزن

تو اگر اس مذاق کے لوگ مقتدا بنیں گے تو کیا کچھ خرابیاں ہونگی (وعظ ایضاً صد ۲۱ سطر ۶)

(۹۰) **حکایت** ایک حبشی وحشی ہندوستان میں آیا تھا کسی حلوائی کی دکان پر حلوا رکھا دیکھا قیمت پاس تھی نہیں آپ اسمیں سے بہت سا اٹھا کر کھا گئے حلوائی نے حاکم شہر کو اطلاع دی حاکم نے یہ سزا مقرر کی کہ ان کا منہ کالا کر کے جوتیوں کا ہار گلے میں ڈالا جائے اور گدھے پر سوار کر کے تمام شہر میں تشہیر کیا جاوے اور بہت سے لڑکے ساتھ کر دیئے جاویں کہ وہ ڈھول بجاتے پیچھے پیچھے چلیں چنانچہ ایسا کیا گیا جب

یہ حلوا خور صاحب اپنے گھر واپس گئے تو وہاں کے لوگوں نے پوچھا کہ آغا ہندوستان چگونہ ملک است کہنے لگے کہ ہندوستان خوب ملک ست۔ حلوا خوردن مفت است فرج طفلاں مفت ست۔ سواری خر مفت ست۔ دُم دُم مفت ست۔ پس دنیا داروں کا خوب ملک ست کہنا ایسا ہے جیسے اس آغا نے ہندوستان کو خوب ملک ست کہا اور دنیا کے حشم وخدم پر ناز کرنا ایسا ہی ہے جیسے اس نے سواری خر اور فرج طفلاں پر ناز کیا تھا۔

(۹۱) مثال۔ ہماری مثال عدم احاطہ حقیقت میں ایسی ہے جیسے کہ ایک پانی کا کیڑا انسان کی مصنوعات ریل اور تار۔ وغیرہ کو دیکھے اور اونکی تمام حقیقت دریافت کرکے اندازہ کرے کہ جس نے یہ بنایا ہوگا وہ کس قسم کا ہوگا کیا کوئی عاقل کہہ سکتا ہے کہ ہمارے ہاتھ پاؤں کی حقیقت کو دریافت کرسکتا ہے خداتعالیٰ اس مثال سے بھی بالاتر ہیں۔ لیکن تقریب فہم کے لئے اس مثال کے ضمن میں اس کو ظاہر کیا گیا ہے کسی نے خوب کہا ہے ؎ ۴۴

اے برتر از خیال و قیاس و گمان و وہم
وز ہر چہ گفتہ اند شنیدیم وخواندہ ایم
دفتر تمام گشت و بپایاں رسید عمر
ما ہمچناں در اول وصف تو ماندہ ایم

(وعظ طریق القرب دعوات عبدیت ص۸ ش۱۳)

(۹۲) مثال۔ آپ برائے طعن مولویوں سے کہتے ہیں کہ یہ لوگ اپاہج ہو جاتے ہیں صاحبو! بیشک اپاہج ہیں اور کیوں نہوں جب خدائے تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ان میں طاقت ہی نہیں کہ دوسرے کام کریں مگر طاقت سے مراد شرعی طاقت ہے کہ ان کو اجازت نہیں کہ یہ دوسرے کام میں لگیں۔ اس مسئلہ کو میں ایک مثال دیکر زیادہ واضح کرتا ہوں ہمارے اطراف میں ایک صاحب نے جو کہ سرکاری ملازم تھے ایک مطبع کرلیا شدہ شدہ حکام کو اسکی خبر ہوئی تو اون کے نام ایک پروانہ آیا کہ یا تو نوکری سے استعفا روید وورنہ مطبع بند کردو آخر اس حکم کی کیا وجہ۔ وجہ یہی ہے کہ مطبع کرنے کی صورت میں وہ نوکری کا کام

(ح) کہ یا نوح قد جادلتنا فاکثرت جدالنا فاتنا بما تعدنا ان کنت من الصدقین
یعنے اے نوح تمنے ہم سے جھگڑا کیا اور اوسکو بہت بڑھا دیا اگر تم سچے ہو تو وہ عذاب
لے آؤ جس سے ہمیں ڈراتے ہو۔ تو اس کے جواب میں حضرت نوح علیہ السلام نے اس کے
سوا کچھ نہیں فرمایا۔ قال انما یاتیکم به الله ان شاء وما انتم بمعجزین یعنے
عذاب کا لانا حق تعالیٰ کے اختیار میں ہے اگر چاہیگا لائیگا اور تم کچھ نہیں کر سکتے اس
قصہ میں معجزہ کا ذکر نہیں ہم کو صرف یہ دکہانا ہے کہ حق تعالیٰ کے افعال میں انبیاء علیہم السلام
کو بھی مجال دم زدن نہیں معجزہ کے متعلق لیجئے سورۂ ابراہیم میں بعض انبیاء
علیہم السلام کا قصہ مذکور ہے۔ انہوں نے قوم کو تبلیغ کی اور دلائل سے اپنی حقانیت
ثابت کر دی قوم نے کہا ان انتم الا بشر مثلنا تریدون ان تصدونا
عما کان یعبد اباؤنا فاتونا بسلطن مبین یعنے تم بھی ہم جیسے آدمی ہی ہو تم
چاہتے ہو کہ ہمکو ہمارے آباء کے معبودوں سے پھیر دو تو کوئی کھلا ہوا معجزہ دکھاؤ تو
حضرات انبیاء علیہم السلام فرماتے ہیں ما کان لنا ان ناتیکم بسلطن الا باذن الله ۲۴۳
یعنے ہم سے نہیں ہو سکتا کہ کوئی دلیل (معجزہ) تمکو دکھا دیں بلا حکم حق تعالیٰ کے
اس سے صاف ثابت ہے کہ معجزہ نبی کا بھی اختیاری فعل نہیں۔ اسکی تصریح خود
حق تعالیٰ نے سورہ رعد میں صاف الفاظ میں فرما دی ہے وما کان لرسول ان
یاتی بایة الا باذن الله یعنے کسی رسول سے یہ نہیں ہو سکتا کہ کوئی معجزہ دکھا
بلا اذن حق تعالیٰ کے سمجھ میں آگیا ہوگا کہ نبی کا کام صرف تبلیغ ہے یعنی احکام الٰہی
کا پہونچا دینا نہ وہ عذاب لا سکتا ہے اور نہ وہ کوئی معجزہ بلا اذن حق تعالیٰ کے دکھا
سکتا ہے نہ معجزہ سے علاوہ اوس کے کام لے سکتا ہے جس کے لئے حق تعالےٰ
نے اجازت دی ہو۔ دیکھو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو معجزہ عصا عطا ہوا تھا جو
اونکی حفاظت کرتا اور سوتے میں بھی کوئی آپ کو گزند نہیں پہونچا سکتا تھا حالانکہ
فرعون آپکی جان کا دشمن تھا جس نے کہا تھا ذرونی اقتل موسیٰ ولیدع ربه یعنے
ٹھہرو میں موسیٰ کو قتل کیے دیتا ہوں اس کے جواب میں آپنے فرمایا انی عذت بربی

(ح) در ہکم من کل متکبر لا یومن بیوم الحساب یعنے میں حق تعالیٰ کی پناہ میں ہو ہر متکبر کی شر سے۔ یہ لفظ کسقدر سخت ہے اس سے فرعون کو کیا کچھ طیش آیا ہوگا لیکن کر کچھ بھی نہیں سکا آپکی حفاظت کا ذریعہ وہی عصا تہا اگر آپ اوسکو حکم دیتے تو فرعون کو نگل جاتا جیسے ساحروں کے جادو کو نگل گیا۔ مگر ایسا نہیں کیا اور مدت دراز تک فرعون کی ایذائیں اپنی قوم پر دیکھتے رہے اور صبر ہی کرتے رہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ نبی کا کام صرف یہ ہے کہ حق تعالیٰ کے حکم سے کرے جو کچھ کرے۔

(۳) انبیاء علیہم السلام سے کفار معجزات کا مطالبہ کس غرض سے کرتے تھے اور کس کس قسم کے معجزات کا مطالبہ کرتے تھے اس کا جواب ہم قرآن ہی سے دینا چاہتے ہیں تاکہ کوئی صاحب یہ نہ کہدیں کہ تاریخ کا کیا اعتبار ہے۔ حضرت موسےٰ علیہ السلام کو فرعون کی طرف رسول بناکر بہیجا گیا تو ادر گفتگو کے بعد اوس نے کہا لئن اتخذت الہاً غیری لاجعلنک من المسجونین یعنے میرے سوا کسی اور کو تم خدا کہوگے تو میں تمکو
جیلخانہ بہیجدوں گا قال اولو جئتک بشیٔ مبین یعنے فرمایا کیا اگرچہ میں تیرے سامنے ۲۲۴
کوئی کھلی ہوئی دلیل پیش کروں قال فات بہ ان کنت من الصادقین یعنی کہا فرعون نے کہ لاؤ وہ دلیل اگر تم سچے ہو اس سے ظاہر یہ ہوتا ہے کہ فرعون ایمان لانے کو تیار تہا اگر معجزہ دکہایا جاتا لیکن یہ غلط ہے کیونکہ جب معجزہ عصا اور ید بیضا دکہایا گیا تو فرعون اور اوسکی قوم سب کے سب کہنے لگے ان ھذا لساحر علیم یرید ان یخرجکم من ارضکم بسحرہ یعنے یہ بڑا جادوگر ہے چاہتا ہے کہ تمکو تمہارے ملک سے اس جادو کے ذریعہ سے نکال دے اور خود مالک بن جاوے۔ حتیٰ کہ پہر جادوگروں سے مقابلہ کرایا اور حضرت موسےٰ علیہ السلام غالب ہے اور جادوگر ایمان لے آئے مگر فرعون اور اوس کے متبعین جب بہی ایمان نہ لائے جن کی نسبت ارشاد ہے وجحدوا بہا و استیقنتہا انفسہم یعنے انکار کیا انہوں نے معجزات کا حالانکہ اون کے دلوں نے یقین کرلیا تہا۔ اس سے معلوم ہوا کہ فرعون کو تحقیق حق منظور نہ تہی معجزہ کا مطالبہ اور یہ کہنا فات بہا ان کنت من الصادقین براے گفتن ہی تہا۔ علیٰ ہذا قوم ثمود نے

سہ سورہ شعراء ۔ ۱۲

ح) اپنے رسول سے معجزہ کا مطالبہ کیا اور حق تعالیٰ نے معجزہ ناقہ اونکو دکہا دیا مگر ایمان نہ لائے یہ قصہ قرآن میں جا بجا مذکور ہے سورہ شعراء میں ہے قالوا انما انت من المسحرین ما انت الا بشر مثلنا فأت بآیۃ ان کنت من الصادقین قال ہذہ ناقۃ لہا شرب ولکم شرب یوم معلوم ولا تمسوہا بسوء فیأخذکم عذاب یوم عظیم فعقروہا فاصبحوا نادمین فاخذہم العذاب۔ ترجمہ کہا قوم ثمود نے اپنے رسول سے نہیں ہو تم مگر جادو میں پہنسے ہوئے اور نہیں ہو تم مگر ایک انسان ہم جیسے پس لاؤ کوئی معجزہ اگر تم سچے ہو (اس سے بہی ظاہرا معلوم ہوتا ہے کہ معجزہ کا مطالبہ سچائی ثابت ہونے کے لئے کیا گیا اور سچے کی تصدیق اور اتباع امر طبعی ہے) فرمایا اون کے رسول نے معجزہ یہ ہے کہ یہ اونٹنی ہے (جو خلاف طرق متعارف پتہر میں سے پیدا ہوئی) ایک دن کا پانی اس کا ہوگا اور ایک دن کا تمہارا اور اسکو کسی قسم کی تکلیف مت دینا کہ تمپر عذاب آجاوے۔ ثم انہوں نے اوسکو مار ڈالا اور اونکو ندامت اٹہانی پڑی اور اونکو عذاب نے پکڑ لیا۔ اس قصہ سے بہی صاف ثابت ہے کہ معجزہ ۲۳۵
کے مطالبہ سے تحقیق حق مقصود تہی اور ان کنت من الصادقین کہنا برائے گفتن ہی نہ تہا علی ہذا دیگر انبیاء علیہم السلام کے قصوں سے بہی یہی ثابت ہوتا ہے کہ معجزات کا مطالبہ تحقیق حق کے لئے نہیں ہوتا تہا صرف رسول کو دق کرنے کے لئے یا بطریق استہزاء ہوتا تہا چنانچہ فرعون کی نسبت وارد ہے فلما جاءہم بآیاتنا اذا ہم منہا یضحکون یعنے جب موسےٰ علیہ السلام نے اونکو معجزات دکہائے تو وہ اون کے ساتہ مسخرا پن کرنے لگے۔ اب مطالبات سنیے قال اللہ تعالیٰ۔ واذ قلتم یموسےٰ لن نؤمن لک حتی نری اللہ جہرۃ فاخذتکم الصاعقۃ وانتم تنظرون ترجمہ اے بنی اسرائیل یاد کرو اوس وقت کو جب تمنے کہا اے موسےٰ ہم تمپر ہرگز ایمان نہیں لائیں گے۔ جب تک کہ اللہ تعالیٰ کو کہلم کہلا نہ دیکہہ لیں۔ پس پکڑ لیا تمکو کڑک نے اور تم دیکہہ رہے تہے۔ یہاں یہ بات بہی قابل غور ہے کہ یہ مطالبہ فرعونیوں نے نہیں کیا تہا جو صراحۃً حضرت موسےٰ علیہ السلام کے مخالف تہے بلکہ بنی اسرائیل کا

(ج) مطالبہ تہا جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتہ تہے اور اون ہی کی قوم کہلاتے تہے تا بکفار چہ رسد۔

وقال اللہ تعالیٰ لولا القی علیہ اسورۃ من ذہب او جاء معہ الملئکۃ مقترنین[1] یعنے فرعون نے کہا یہ (موسے علیہ السلام) نبی ہیں تو سونے کے کنگن ان کے پاس کیوں نہیں ہیں یا فرشتے پرے کے پرے ان کے ساتہ کیوں نہیں آئے وقال تعالیٰ فی قصۃ عاد وثمود قالوا لو شاء ربنا لانزل ملئکۃ فانا بما ارسلتم بہ کفرون[2]۔ یعنے عاد وثمود نے اپنے رسولوں سے کہا کہ اگر ہمارے پروردگار کو ہمارے پاس پیغام بہیجنا تہا تو فرشتوں کو بہیجدیتا۔ لہذا ہم تمہاری رسالت کو نہیں مانتے۔ وقال تعالیٰ فی قصۃ اہل مدین فاسقط علینا کسفا من السماء[3]۔ یعنے حضرت شعیب علیہ السلام سے اون کی قوم نے کہا کہ آسمان کا ایک ٹکڑا تو ہمارے اوپر گرا دیجیے اگر آپ سچے ہیں۔

اسی طرح ہر ایک قوم نے اپنے نبی سے ایسے ہی مطالبے کیے جنکو نہ نبوت کے 236
ثبوت میں کچہ دخل ہے نہ اون کا مقصود اون سے تحقیق تہی۔ ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہی ایسے ہی لغو مطالبات کیے گئے مثلاً لولا انزل علیہ کنز او جاء معہ ملک[4]۔ یعنے کیوں نہیں اتارا گیا آپ پر ایک خزانہ یا کیوں نہیں آیا آپ کے ساتہ فرشتہ۔ وقال تعالیٰ یسئلک اہل الکتاب ان تنزل علیہم کتبا من السماء فقد سئلوا موسیٰ اکبر من ذلک فقالوا ارنا اللہ جہرۃ فاخذتہم الصعقۃ بظلمہم[5]۔ یعنی مطالبہ کرتے ہیں آپ سے اہل کتاب کہ اتاریں آپ اون پر ایک کتاب (بحیثیت مجموعی) آسمان سے پس تحقیق مطالبہ کیا تہا انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اس سے بہی بڑا کہ کہا تہا کہ ہمیں حق تعالیٰ کو کہلم کہلا دکہا دو پس فوراً مار لیا اون کو کڑک نے اس جرم کی وجہ سے۔ اور وقالوا لن نؤمن لک حتی تفجر لنا من الارض ینبوعا الآیۃ[6] جس کا حاصل یہ ہے کہ کہا کفار نے کہ نہیں ایمان لائیں گے ہم آپ پر یہاں تک کہ آپ جاری کر دیں ہمارے سامنے

[1] سورۂ زخرف ۱۲ [2] سورۂ ہود ۱۲ [3] سورۂ [illegible] ۱۲ [4] سورۂ ہود ۱۲ [5] النساء [6] سورۂ بنی اسرائیل ۱۲

اسکی خبر نہ دینا۔ اولاد حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے بھی اس کو حضرت علیؓ سے روایت کیا ہے جسکو عبداللہ بن احمد نے زوائد میں حسن بن زید سے نقل کیا ہے کہ زید بن حسن (مثنیٰ) کہتے تھے مجھ سے میرے والد نے بیان کیا وہ اپنے والد (حضرت حسن) سے وہ حضرت علی (رضی اللہ عنہما) سے روایت کرتے تھے کہ انہوں نے فرمایا کہ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا کہ اتنے میں ابوبکر اور عمر (رضی اللہ عنہما) تشریف لائے تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے (مجھ سے خطاب کر کے) فرمایا کہ اے علیؓ! یہ دونوں انبیاء اور مرسلین کے بعد جملہ اہل جنت کے بوڑھوں کے اور جوانوں کے سردار ہیں اور اولاد حسین بن علی (رضی اللہ عنہما) نے بھی اسکو حضرت علی (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا ہے جسے ترمذی نے زہری سے انہوں نے علی بن حسین (زین العابدین) سے انہوں نے حضرت علیؓ بن ابی طالب سے روایت کی ہے آپ فرماتے تھے کہ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھا کہ ابوبکر و عمر (رضی اللہ عنہما) سامنے سے آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ دونوں پیران اہل جنت کے سردار ہیں اگلوں کے ۱۵۹
بھی اور پچھلوں کے بھی بجز انبیاء و مرسلین کے اے علیؓ! تم اسکی خبر ان کو نہ دینا۔

اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی اس روایت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی موافقت کی ہے چنانچہ ترمذی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر (رضی اللہ عنہما) کی شان میں فرمایا ہے کہ دونوں اہل جنت کے اگلے اور پچھلے لوگوں میں بوڑھوں کے سردار ہیں اے علیؓ! تم ان دونوں کو اسکی خبر نہ کرنا اور ابن ماجہ نے ابوجحیفہ سے روایت کی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بجز انبیاء و مرسلین کے جنت کے سب اگلے اور پچھلوں میں بوڑھوں کے سردار ابوبکر اور عمر (رضی اللہ عنہما) ہیں

اور اس مسئلہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی موقوف حدیث یہ ہے کہ اس امت کے سب لوگوں سے بہتر ابوبکر و عمر (رضی اللہ عنہما) ہیں اس حدیث کو علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے بہت زیادہ لوگوں نے

سلہ حضرت علی مرتضیٰؓ سے یہ قول اسی راویوں نے روایت کیا ہے اور ہر راوی سے متعدد سند تھا

لوگوں نے روایت کیا ہے منجملہ ان کے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بیٹے محمد بن حنفیہ کی روایت ہے جسکو امام بخاری اور ابوداؤد بروایت سفیان ثوری جامع بن راشد سے نقل کرتے ہیں کہ آپ فرماتے ہیں ہم سے ابویعلیٰ نے محمد بن حنفیہ سے روایت کرکے بیان کیا کہ وہ کہتے تھے کہ میں نے اپنے والد (حضرت علی) سے دریافت کیا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بہتر کون ہے آپ نے فرمایا ابوبکر پھر میں نے دریافت کیا کہ ان کے بعد کون ہے؟ فرمایا عمر (رضی اللہ عنہ) پھر میں نے خوف کیا کہ اس کے بعد عثمان کو ذکر نہ کریں لہذا میں نے کہا کہ پھر ان دونوں کے بعد آپ ہیں فرمایا نہیں میں تو مسلمانوں میں سے ایک شخص ہوں اور منجملہ ان کے عبداللہ بن سلمہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے جسکو ابن ماجہ نے عبداللہ بن سلمہ سے نقل کیا ہے کہ وہ کہتے تھے میں نے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۵۹) چلی ہیں چنانچہ شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ اپنی کتاب ازالۃ الخفاء کی مقصد اول کی آٹھویں فصل میں اور علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے منہاج السنہ میں ان کو ارقام فرمایا ہے منجملہ ان کثیر التعداد اسانید کے صرف تیرہ سندیں اس مقام میں ذکر کی گئی ہیں اس طرح کہ سات راوی حضرت علی مرتضیٰ ۱۶۰
سے اس کے ناقل اور ان میں دو راویوں سے چار چار شاخیں چلیں۔ پوری کیفیت شجرہ ذیل سے واضح ہے۔

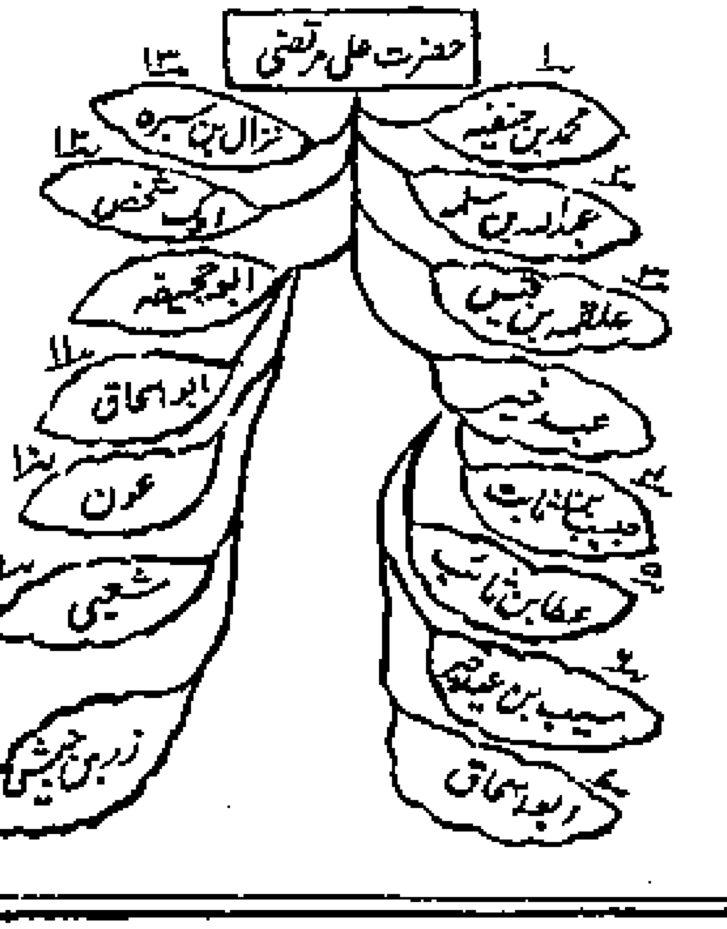

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سنا کہ فرماتے تھے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد
سب سے بہتر ابوبکر ہیں اور ابوبکر کے بعد سب سے بہتر عمر (رضی اللہ عنہ) ہیں اور منجملہ
ان کے علقمہ بن قیس نے حضرت علی (رضی اللہ عنہ) سے روایت کی ہے جسکو
امام احمد نے نقل کیا ہے اور منجملہ ان کے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے علم بردار نے
حضرت علی اللہ عنہ سے روایت کی ہے عبد خیر سے متعدد راویوں نے اسکو نقل کیا
ہے چنانچہ حبیب ابن ابی ثابت نے عبد خیر سے روایت کی ہے وہ کہتے تھے
کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سنا کہ آپ منبر پر فرماتے تھے اے لوگو!
کیا میں تم ہیں اس شخص کی جو امت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے بہتر ہے
نہ اطلاع دوں پھر انہوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ذکر کیا پھر فرمایا کیا میں
دوسرے شخص کو بھی نہ بتادوں جو آپ کے بعد سب سے بہتر ہیں پھر حضرت عمر رضی اللہ
عنہ کو ذکر کیا پھر فرمایا کہ اگر میں چاہوں تو تمہیں تیسرے[1] شخص کے نام سے بھی
آگاہ کردوں یہ فرما کر آپ نے سکوت کیا آپ کے سکوت کرنے سے ہم لوگوں نے سمجھا کہ آپ 161
اپنے کو مراد لیتے ہیں مگر اپنی زبان سے کہنا پسند نہیں کرتے سعید کہتے ہیں کہ میں نے
عبد خیر سے پوچھا کہ کیا خود تم نے حضرت علی کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے انہوں نے کہا
کہ ہاں! رب کعبہ میں نے سنا ہے اور اگر نہ سنا ہو تو (خدا کرے) میرے یہ دونوں کان
بہرے ہو جائیں اور عطاء بن سائب نے عبد خیر سے انہوں نے حضرت علی رضی اللہ
عنہ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کیا میں تمہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بہترین
امت سے آگاہ نہ کردوں (سنو وہ) ابوبکر ہیں اور بہترین امت ابوبکر کے بعد عمر ہیں۔ پھر
اللہ بہترین امت جسے چاہے بنائے نیز مسیب بن عبد خیر سے مروی ہے وہ اپنے والد

[1] یہ تیسرے شخص جن کا نام نہ بتایا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ہیں جیسا کہ حسن رضی اللہ عنہ کی روایات سے مروی
ہے کہ اگر حضرت علی تیسرے شخص کا نام بتاتے تو حضرت عثمان کا نام بتاتے غالباً نام نہ بتانے کا سبب
یہ ہو کہ حضرت علی کے لشکر میں بہت سے وہ بلوائی شریک تھے جو حضرت عثمان پر بغاوت کر چکے تھے حضرت
عثمان کے فضائل سنکر وہ کچھ فتنہ برپا کرتے۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم ۱۲۔

سے روایت کرتے تھے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر ہم لوگوں میں فرمایا
کہ اس امت میں سب سے بہتر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما ہیں
اور ہم نے تو ان کے بعد بہت سے نئے کام کئے ہیں اللہ جو چاہے ان کے متعلق
حکم دے نیز ابو اسحٰق نے عبد خیر سے انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت
کی ہے کہ اس امت میں نبیؐ کے بعد سب سے بہتر ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔ اور منجملہ
اون کے ابو جحیفہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے ابو جحیفہ سے
متعدد راویوں نے اسکو نقل کیا ہے چنانچہ ابن ابی النجود سے مروی ہے وہ زر بن
حبیش سے وہ ابو جحیفہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ کہتے تھے میں نے حضرت علی رضی اللہ
عنہ سے سنا آپ فرماتے تھے کیا میں تمہیں اس شخص سے آگاہ نہ کردوں جو امت میں
نبیؐ کے بعد سب سے بہتر ہو سنو وہ ابوبکرؓ ہیں پھر فرمایا کیا میں تمہیں اس شخص سے
آگاہ نہ کردوں جو ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بعد بہترین امت ہو سنو وہ عمر رضی اللہ عنہ
ہیں نیز امام شعبی سے روایت ہے کہ مجھ سے ابو جحیفہ نے جن کا نام حضرت علی رضی اللہ ۱۶۲
عنہ نے وہب خیر رکھا تھا بیان کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مجھ سے فرمایا اے
ابو جحیفہ کیا میں تمہیں ایسے شخص سے آگاہ نہ کردوں جو امت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم
کے بعد سب سے افضل ہے میں نے کہا ضرور آگاہ کیجئے ابو جحیفہ کہتے ہیں مجھے اس کا
گمان بھی نہ تھا کہ کوئی شخص حضرت علی رضی اللہ عنہ سے افضل ہوگا مگر میرے گمان کے
خلاف انہوں نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے افضل ابوبکر رضی اللہ عنہ
ہیں اور ابوبکرؓ کے بعد عمر رضی اللہ عنہ ہیں اور ان دونوں کے بعد ایک تیسرا شخص
ہے مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس تیسرے شخص کا نام نہیں بتایا۔ نیز ابو اسحاق
ابو جحیفہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس امت
میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے بہتر ابوبکرؓ اور ان کے بعد عمرؓ ہیں۔ اور اگر میں
چاہوں تمہیں تیسرے شخص کے نام سے آگاہ کردوں عون بن ابی جحیفہ کہتے ہیں
کہ میرے والد ابو جحیفہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سپاہیوں میں سے تھے۔

(باقی آئندہ)

(حکیم الامۃ محی السنۃ حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب مدظلہ کی تازہ تالیف)

خطبات الاحکام

اس میں جمعہ کے پچاس خطبہ ہیں تاکہ سال بھر تک ہر جمعہ کو نیا خطبہ پڑھا جاسکے اسکے علاوہ عیدین و نکاح استسقاء کے بھی خطبے درج ہیں اور خطبے نہایت سلیس ہیں اور باوجود جامع ہونیکے نہایت مختصر ہیں موجودہ خطبوں میں محض ترغیبی مضامین ہیں حالانکہ ضرورت احکام کی بھی ہے اسواسطے ان خطبوں میں خاص اہتمام کے ساتھ ترغیب و ترہیب کے علاوہ ضروری احکام بھی بیان کئے ہیں مثلاً علم کی فضیلت اور ضرورت عقائد کی درستی پاکی کی فضیلت۔ نماز کی تاکید اور فضیلت۔ قرآن شریف کا پڑھنا اور اسپر عمل کرنا ذکر اللہ اور دعا کی فضیلت۔ نوافل کی فضیلت۔ کھانے پینے میں اعتدال کا حکم نکاح کے حقوق کسب حرام سے پرہیز حقوق عام و خاص خلوت سفر کے آداب۔ نیک کام کا امر کرنا اور بُرے کام کا روکنا۔ آداب المعاشرت باطن کی اصلاح تہذیب اخلاق شکم اور شرمگاہ کی حفاظت زبان کی حفاظت۔ مذمت غصہ کینہ حسد۔ مذمت دنیا بخل اور مال کی محبت حب جاہ اور ریاکاری کی برائی تکبر اور خود پسندی کی مذمت دھوکہ کھانیکی مذمت توبہ کی فضیلت اور ضرورت صبر و شکر کی فضیلت خوف و رجا۔ فقر و زہد توحید اور توکل محبت اور شوق اور انس اور رضا۔ اخلاص و صدق مراقبہ اور محاسبہ تفکر اور سوچنا۔ موت اور بعد موت کا ذکر۔ یوم عاشورہ کے متعلق ہدایتیں صفر کے متعلق و ربیع الاول و ربیع الثانی کی رسوم۔ ماہ رجب کے متعلق ہدایات ماہ شعبان کے احکام ماہ رمضان کی فضیلت روزہ کی فضیلت تراویح کی فضیلت شب قدر اور اعتکاف کی فضیلت عید الفطر کے احکام حج بیت اللہ اور زیارت مدینہ۔ ذی الحجہ کے احکام عید الفطر کی فضیلت نیز عید الضحی استسقاء کی نماز منجملہ اور خوبیوں کے ایک خوبی یہ بھی ہے کہ اسمیں تمام احکام قرآن و حدیث ہی سے ثابت کیے ہیں اور چونکہ خطبہ عربی زبان میں ہی ناضروری ہے اور اس کے ساتھ غیر عربی میں مضمون بیان کرنا خلاف سنت ہے اسواسطے خطبہ تو محض عربی ہی میں لکھا ہے مگر عوام کے مطالعہ کیواسطے اسکی آیتوں اور حدیثوں کا ترجمہ بھی آخر میں شامل کردیا گیا ہے۔ اگر اسکو نماز کے بعد وعظ کی جگہ سنا دیا جاوے تب بھی مفید ہوگا قیمت عام ۱۲ خاص ۱/

ملنے کا پتہ محمد عثمان تاجر کتب دریبہ کلاں دہلی

حکیم الامۃ محی السنۃ حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب مدظلہ کی کمیاب مواعظ کا نیا رسالہ

الابقاء

ہزار ہزار شکر ہے کہ خداوند عالم نے اس زمانہ پرفتن میں عالی جناب فیض مآب عمدۃ العارفین زبدۃ الکاملین جامع شریعت و طریقت واقف اسرار حقیقت و معرفت حضرت مولانا مولوی شاہ محمد اشرف علی صاحب مدظلہم العالی کو اصلاح امت کے واسطے پیدا فرما کر مسلمانان ہند کے لئے خصوصاً اور دیگر ممالک کیلئے عموماً ایک نعمت عظمیٰ بنایا ہے جو اس زمانہ میں جبکہ ہر چہار طرف سے گمراہی کی گھٹائیں امنڈ رہی ہیں تحریراً و تقریراً احقاق حق و ابطال باطل کو ممتاز کرنے کی خدمت میں یکتائے زمانہ ہیں ان کے فیض سے بیشمار مخلوق خدا علماً و عملاً فیض یاب ہو رہی ہے اور ان کی خدمت میں حاضر ہونا کیمیائے سعادت ہے خصوصاً آپکے مواعظ سے جو فائدہ عوام و خواص کو ہو رہا ہے وہ کسی صاحب نظر پر پوشیدہ نہیں ہے مواعظ متفرقہ کا باوجود بار بار طبع ہونے کے پھر کمیاب ہونا قبولیت عامہ کی بین دلیل ہے ان نایاب مواعظ کی تلاش میں عامۃ المسلمین کی پریشانی اور سرگردانی کیوجہ سے احقر کیخیال ہوا کہ اگر ان ختم شدہ اور کمیاب مواعظ کو ماہ بماہ ایک "رسالہ" کی صورت میں شائع کر دیا جائے تو شائقین مواعظ کیواسطے از حد مفید ہوگا۔

بایں خیال احقر نے ایک رسالہ موسومہ **الابقاء** بنام خدائے عزوجل رمضان المبارک ۱۳۴۰ھ سے جاری کر دیا ہے جسکی ضخامت معہ ٹائیٹل ۲۴ صفحات ہیں اور انشاءاللہ یہی ہوا کرے گی اور ہر ماہ قمری کی پندرہ تاریخ کو شائع ہو جایا کریگا جسکی سالانہ قیمت عہ ہے حضرت مولانا موصوف مدظلہم العالی کے مواعظ کے قدردان خود اندازہ فرما سکتے ہیں کہ یہ صورت حضرات شائقین کے واسطے کس قدر امید افزا ہے امید ہے کہ ان جواہر گم گشتہ کے متلاشی جلد از جلد رسالہ مذکورہ کے خریداران میں اپنا نام لکھوا کر حضرت والا کے علوم سے مستفید ہونیکی کوشش فرمائیں گے۔ نیز اپنے احباب کو بھی ترغیب دیکر الدال علی الخیر کفاعلہ کے مصداق بنیں گے۔

قیمت سالانہ معہ محصولڈاک عہ ہے اور وی۔پی۔ کی صورت میں ۲ر فیس رجسٹری اور ۲ر فیس منی آرڈر کا اضافہ ہو کر عہ۸ ادا کرنے پڑتے ہیں۔

المشتہر محمد عثمان کتب خانہ اشرفیہ دریبہ کلاں دہلی

وضوح الاصر ترجمہ فتوح المصر کے انتظار کی مدت ختم ہو کر ہدیہ ناظرین ہے جن حضرات نے فیوض الاسلام کا مطالعہ کیا ہے وہ اسکی قدر کریں گے کیونکہ اکثر حضرات نے اسکو مطالعہ کر کے جلد اس کا اشتیاق ظاہر کیا تھا۔ اور شائقین کا اشتیاق ہی اس کا محرک ہوا۔ ضخامت (۱۹۲) صفحات قیمت عہ ملنے کا پتہ۔ محمد عثمان تاجر کتب دریبہ کلاں دہلی

رجسٹر نمبر ایل ۱۷۷۵

قال اللہ تعالیٰ ونزلنا علیک الکتاب تبیانا لکل شیء

چوں آیت موصوفہ دال است بر نافعیت تعلیم تدریجی بجائے

عادۂ ناس حاضر باشد یا بادی و نیز بر ضرورت تعلیم علوم قرآنیہ یعنی فقہ و تصوف مشتمل است

بر مقاصد مبادی، پس اتباعاً للنص المذکور صحیفۂ شہریہ کہ مشتمل است بر مدارج مشہورہ

مسمّی بہ

الہادی

جلد ۶ | بابت ماہ ربیع الثانی سنہ ۱۳۴۹ھ | نمبر ۱۲

کہ جامع است انواع علوم دینیہ را برائے ہر طالب ہادی و مذکر است و رہبر مجلس دنیا دی

و مسکن است برائے ہر طالبِ بیضاوی بصورت تجدید رسالۃ الانوار محمدی و تسہیل المواعظ

و حل انتخابات کلید مثنوی و تشریح انوار السہیلی و جلوۃ القرآن و اشاعت سیرۃ الصدیق و کائنات استفادات

از درگاہ ارشادی یعنی خانقاہ اشرفی امدادی، باہتمام محمد عثمان خان عامی رہبر راہ علامی

در محبوب المطابع دہلی مطبوع گردید

از کتبخانہ اشرفیہ دریبہ کلاں دہلی بر ہندوستان برسد می گردد

سنہ ہذا التفسیر للما ماخوذ من حدیث تفصیل سبحانہ لکتاب اللہ ... باب ۱۲

فہرست مضامین

رسالہ الہادی بابت ماہ ربیع الثانی ۱۳۴۹ ہجری نبوی صلعم
جو بکت دعا حکیم الامۃ محی السنۃ حضرت مولٰنا شاہ محمد اشرف علی صاحب مدظلہ العالی
کتب خانہ اشرفیہ دریبہ کلاں دہلی سے شائع ہوتا ہے

نمبر شمار	مضمون	فن	صاحب مضمون	صفحات
۱	تفسیر حل القرآن	تفسیر	مولانا مولوی حبیب احمد صاحب سلمہ	۳ / ۱۰
۲	الانوار المبح	حدیث	مولانا مولوی حافظ ظفر احمد صاحب سلمہ	۱۱ / ۱۸
۳	تسہیل المواعظ	وعظ	حکیم الامۃ حضرت مولٰنا شاہ محمد اشرف علی صاحب مدظلہ	۱۹ / ۲۶
۴	کلید مثنوی	تصوف	" " " " "	۲۷ / ۳۰
۵	التشرف حصہ دوم	"	" " " " "	۳۱ / ۳۴
۶	امثال عبرت	"	" " " " "	۳۵ / ۴۲
۷	سیرۃ الصدیق	سیر	مولوی محمد صابر صاحب سلمہ	۴۳ / ۴۶

تفسیر حل القرآن

(از مولانا مولوی حبیب احمد صاحب کیرانوی سلمہ)

یہ تفسیر آجکل کی ضروریات کے لحاظ سے نہایت کارآمد اور دلچسپ ہے جسکی خصوصیات یہ ہیں (۱) ترجمہ سلیس شگفتہ ہے جس میں لغت اور محاورہ دونوں کی کافی رعایت ہے زبان بازاری یا مبتذل نہیں نہ محض کتابی و مغلق (۲) تفسیر اتنی مختصر کہ مقصود میں مخل ہو نہ ایسی طویل کہ ناظرین کیلئے اکتا دینے والی ہو (۳) تفسیر کی تقریر ایسے انداز سے کیگئی ہے کہ رسم سے اجزاء قرآنیہ میں نہایت لطیف ارتباط بھی ظاہر ہوگیا ہے (۴) بعض جگہ حکیم الامۃ مجدد الملۃ حضرت تھانوی مدظلہ کے حواشی ہیں جنمیں بعض حواشی سے حضرت مدظلہ کا جوش وجد ظاہر ہوتا ہے جو نہایت استحسان کے ناشی ہوا (۵) بعض فرق باطلہ کے تمسکات کا مواقع حاجت میں جواب بھی دیا گیا ہے اور جواب بھی بہت پسندیدہ یہ مختصر نمونہ ہے خصوصیات کا باقی مطالعہ سے جو خصوصیات مشاہد ہونگی وہ ان کے علاوہ ہیں اسکی پہلی جلد یعنی سورۂ بقر کی تفسیر کتابی صورت میں شائع ہوئی ہے جسکی قیمت (عہ) ہے۔ اور آل عمران سے الہادی میں شروع کردی ہے جو ہدیہ ناظرین ہے اگر کسی صاحب

(کو سلسلہ کی ضرورت ہو تو سورہ بقر طلب فرماویں)

ملنے کا پتہ محمد عثمان تاجر کتب دریبہ کلاں دہلی

اور جبکہ اللہ جل شانہ کی بشارت نے پھر کمال قدرت کو اونکی آنکھوں کے سامنے لا کھڑا کیا تو وہ استبعاد بھی ختم ہوگیا۔ اور) انہوں نے کہا کہ اے میرے پروردگار (پھر) آپ میرے لئے کوئی نشانی مقرر فرما دیجئے (جس سے میں سمجھ لوں۔ کہ اب میری بیوی کو حمل رہ گیا ہے حق تعالیٰ نے) فرمایا کہ تمہاری نشانی یہ ہے کہ تم تین دن لوگوں سے بات نہ کرو گے ہاں اشارہ سے (گفتگو کرو گے) اور تم کو چاہئے کہ حق تعالیٰ کی خوب یاد کرو۔ اور صبح و شام اوسکی تسبیح کرو۔ (دیکھو لڑکے کی خوشی میں اسمیں کمی نہ آوے۔ اس واقعہ سے حق تعالیٰ کی آل عمران و آل ابراہیم پر کمال عنایت و توجہ ظاہر ہوئی۔ اب دوسرا قصہ سنو۔ حق تعالیٰ فرماتے ہیں ایک قصہ تو یہ تھا)

وَإِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ إِنَّ اللّٰهَ
اصْطَفٰىكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفٰىكِ
عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ ۞ يٰمَرْيَمُ
اقْنُتِيْ لِرَبِّكِ وَاسْجُدِيْ وَارْكَعِيْ
مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ۞ ذٰلِكَ مِنْ أَنْبَآءِ
الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ إِلَيْكَ ۚ وَمَا كُنْتَ
لَدَيْهِمْ إِذْ يُلْقُوْنَ أَقْلٰمَهُمْ
أَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ ۖ وَمَا كُنْتَ
لَدَيْهِمْ إِذْ يَخْتَصِمُوْنَ ۞ إِذْ
قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ إِنَّ اللّٰهَ
يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ اسْمُهُ
الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَجِيْهًا
فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمِنَ
الْمُقَرَّبِيْنَ ۞ وَيُكَلِّمُ النَّاسَ
فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَّمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۞

اور (دوسرا قصہ یہ ہے) جسوقت فرشتوں
نے کہا تھا کہ اے مریم اللہ تعالیٰ نے
تمہیں برگزیدہ بنایا ہے۔ اور تمکو
25 (برائیوں سے) پاک (صاف) کیا ہے
اور تمام جہان کی عورتوں کے مقابلہ
میں تمہیں منتخب کیا ہے (لہذا) اے
مریم تم اپنے پروردگار کی اطاعت
کرتی رہو۔ اور سجدہ کرتی رہو۔ اور رکوع
کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرتی رہو
(ساتھ سے مراد یہ نہیں کہ تم جماعت
میں شریک ہوکر ایسا کرو بلکہ مطلب یہ ہے
کہ اور جو لوگ مسلمان ہیں۔ اور خدا کے
لئے نمازیں پڑھتے ہیں تم بھی ان کی
موافقت کرو۔ اور ان کی طرح تم بھی
نماز ادا کرتی رہو۔ نماز کے اجزا میں سے

قَالَتْ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ وَلَدٌ
وَّلَمْ يَمْسَسْنِيْ بَشَرٌ ۭ قَالَ كَذٰلِكِ
اللّٰهُ يَخْلُقُ مَا يَشَاۗءُ ۭ اِذَا قَضٰٓى
اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ؀
وَيُعَلِّمُهُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ
وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ ؀ وَرَسُوْلًا
اِلٰى بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ ۥ اَنِّىْ
قَدْ جِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۙ
اَنِّىْٓ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّيْنِ كَهَيْــــَٔــةِ
الطَّيْرِ فَاَنْفُخُ فِيْهِ فَيَكُوْنُ طَيْرًۢا
بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَاُبْرِئُ الْاَكْمَهَ
۴۹ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْىِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ
وَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَمَا
تَدَّخِرُوْنَ ۙ فِيْ بُيُوْتِكُمْ ۭ اِنَّ
فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ
مُّؤْمِنِيْنَ ؀ وَمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ
يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَلِاُحِلَّ
لَكُمْ بَعْضَ الَّذِيْ حُرِّمَ عَلَيْكُمْ
وَجِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۣ
فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ؀
اِنَّ اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ۭ
ھٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ؀
فَلَمَّآ اَحَسَّ عِيْسٰى مِنْهُمُ

ان دو جزوں کو اسلئے اختیار کیا ہے کہ ان میں عاجزی زیادہ ہے اور اسلئے گویا کہ یہی نماز کے اصلی اجزا ہیں مع الراکعین میں ترغیب اور تسہیل ہے نماز کی یعنی یہ کام کچھ دشوار نہیں۔ کیونکہ اور بھی تو کرتے ہیں یوں ہی تم بھی کرو۔ اب حق تعالیٰ ان مضامین کے ضمن میں ایک مقصود نتیجہ بیان فرماتے ہیں جو کہ ان سے پیدا ہوتا ہے یعنی ثبوت نبوت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو کہ مبنی ہے۔ امر بالاطاعت والاتباع کا۔ اور فرماتے ہیں کہ یہ (باتیں جواب تک تم سے بیان کی گئیں ہیں) غیب کی خبروں میں سے ہیں۔ جن کو ہم نے تمھاری طرف وحی کیا ہے (اور یہ دلیل ہے تمھارے نبی برحق ہونے کی کیونکہ نہ آپ ان واقعات کے وقت موجود تھے) اور نہ آپ اسوقت ان کے پاس موجود تھے جبکہ وہ اپنے قلم (قرعہ کے طور پر اس غرض سے) ڈال رہے تھے کہ (دیکھیں) مریم کا

الکفر قال من انصاری الی اللہ
قال الحواریون نحن انصار اللہ
امنا باللہ واشہد بانا مسلمون
ربنا امنا بما انزلت واتبعنا
الرسول فاکتبنا مع الشاہدین
ومکروا ومکر اللہ واللہ خیر
الماکرین ۵۴

کفیل کون ہو (اور کسکی قسمت میں یہ سعادت
ہے) اور آپ اسوقت بھی ان کے
پاس نہ تھے۔ جبکہ وہ (کفالت کے
باب میں) جھگڑ رہے تھے (جس کے
بعد قرعہ اندازی کے ذریعہ سے
فیصلہ طے پایا تھا اور انہوں نے
قرعہ اندازی کی تھی جس کا ابھی ذکر ع ۵ ۱۳ ۱۴

آیا ہے۔ یہ تمام باتیں دلیل ہیں کہ آپ صاحب وحی ہیں۔ اور سچے نبی ہیں
اور اگر کوئی دعوے کرے کہ یہ باتیں آپ کو وحی کے سوا کسی اور ذریعہ سے
معلوم ہوئی ہیں۔ تو اس کا ثبوت دے۔ آپ کا صرف اتنا کہدینا کافی ہے
کہ مجھے یہ باتیں وحی سے معلوم ہوئی ہیں۔ کیونکہ میرے پاس ان کے
۴۷ علم کا اور کوئی ذریعہ نہیں۔ جیسا کہ تم لوگوں پر میرے حالات سے ظاہر ہے
اس ضمنی مضمون کے بعد پھر اصل قصہ کیطرف انتقال فرماتے ہیں اور فرماتے
ہیں) یعنی اوسوقت[1] جبکہ فرشتوں نے مریم سے کہا کہ اللہ تعالے تم کو
اپنی ایک بات کی خوشخبری دیتے ہیں۔ جن کا نام مسیح عیسیٰ بن مریم ہے۔
بحالیکہ وہ دنیا میں بھی ذی وجاہت ہوں گے اور آخرت میں بھی +
اور خدا کے مقربوں میں سے ہوں گے۔ اور لوگوں سے گہوارہ میں (بھی)
اور ادھیڑ ہونے کی حالت میں (بھی) کلام کریں گے اور نیک لوگوں میں
سے ہوں گے تو مریم نے کہا۔ کہ اے میرے رب میرے لڑکا کیسے ہوگا
مجھے تو کسی مرد نے ہاتھ بھی نہیں لگایا۔ حق تعالیٰ نے فرمایا۔ کہ یوں ہی ہوگا
اللہ تعالیٰ (کو اسباب کی ضرورت نہیں۔ وہ بغیر اسباب کے بھی اور
اسباب سے بھی) جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے (چنانچہ) جب وہ کسی بات کو

[1] فیہ اشارۃ الی ان اذا الثانیۃ بدل من الاولی وما بینہما اعتراض ۱۲۔

طے کرچکتا ہے (کہ یوں ہو) تو اس سے صرف یہ کہدیتا ہے کہ ہوجا سو وہ ہوجاتی ہے (یعنی کسی کام کے ہونے میں صرف حکم کی دیر ہے۔ جہاں حکم ہوا۔ اور ہوگیا الغرض وہ اسے ضرور پیدا کرے گا) اور اسکو آسمانی کتابیں اور حکمت اور (خاصکر) توریت و انجیل سکھائیگا اور بنی اسرائیل کے پاس خدا کا پیغام لانیوالا (بنائے گا) کہ میں تمہارے پاس تمہارے رب کیطرف سے (اپنی رسالت پر) یہ نشانی لیکر آیا ہوں کہ میں تمہارے لئے مٹی کی ایک مورت پرندہ کی شکل کی بناؤں گا۔ پھر اس میں پھونک ماروں گا (میرا کام صرف اتنا ہوگا) اس کے بعد وہ خدا کے حکم سے (نہ کہ میری قدرت و اختیار سے) سچ مچ پرندہ ہوجائیگا۔ اور میں بحکم خداوندی (نہ کہ اپنے قدرت و اختیار سے کیونکہ میں بندہ اور عاجز اور مخلوق ہوں)۔ مادرزاد اندھوں۔ اور برص کے مریضوں کو اچھا کروں گا۔ اور مردوں کو زندہ کروں گا۔ اور میں تمہیں (خدا کی وحی سے) ان چیزوں کی خبردوں گا۔ جو کہ تم کھاتے ہو اور اپنے گھروں میں جمع رکھتے ہو۔ انمیں تمہارے لئے (میری رسالت کی) ایک (بڑی) دلیل ہے۔ اگر تم مانو۔ اور (میں تمہارے پاس) ایسی حالت میں (آیا ہوں) کہ اپنے سے پہلے کتاب توراۃ کی تصدیق کرتا (اور مانتا) ہوں (اسلئے کسیکو یہ بھی گنجائیش نہیں کہ وہ یہ کہے۔ کہ یہ کیسا رسول ہے۔ جو کہ خدا کی کتاب کو جھٹلاتا ہے) اور (میں) اس لئے (آیا ہوں) کہ (تمہارے لئے کسی قدر آسانی کردوں۔ اور) تمہارے لئے بعض وہ باتیں حلال کردوں۔ جو تمہارے اوپر حرام کردی گئی تھیں (اس لئے میرے ماننے میں تمہارا فائدہ بھی ہے) اور (یہ میں اپنی طرف سے نہ کروں گا۔ بلکہ سب خدا کے حکم سے کرونگا اور) اسکی دلیل میں تمہارے پاس لایا ہوں۔ (جیسا کہ پیشتر کہا جاچکا ہے) پس تم خدا سے ڈرو۔ اور میرا کہا مانو۔ اللہ میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی پس (جس طرح میں اسکی پرستش کرتا ہوں) تم (بھی)

۲۸

اسکی پرستش کرو یہ سیدھا رستہ ہے۔(اس پیغام کا پہنچانا تھا۔کہ بنی اسرائیل میں مخالفت کی آگ بھڑک اٹھی اور رفتہ رفتہ یہاں تک نوبت پہنچی۔کہ ایذا رسانی سے گذر کر ان کے قتل کے درپے ہو گئے) پس جبکہ انہوں نے ان کا کفر (ارادہ قتل) معلوم کیا تو کہا کہ کون لوگ مددگار ہیں۔میرے خدا کے ساتھ ملاکر (یعنی کون مددگار ہیں خدا کے اور اس کے ساتھ میرے۔پس تقدیر من انصاری الی اللہ کی من انصاری منضما الی اللہ ہوگی۔و ہذا اقرب التوجیہات عندی واللہ اعلم) ان کے حواریوں نے کہا کہ ہم مددگار ہیں اللہ کے (اور ان کے ساتھ آپ کے بھی۔کیونکہ) ہم خدا پر ایمان لائے ہیں۔(اور اس لئے خدا کی نصرت ہمارا فرض ہے) اور آپ گواہ رہیں۔کہ ہم مسلمان ہیں اے ہمارے رب ہم اس (کتاب) پر ایمان لائے جبکو آپ نے نازل فرمایا۔اور ہم نے آپ کے رسول کا اتباع کیا۔پس آپ ہمیں ان لوگوں کے ساتھ لکھ لیجئے۔(جو آپ کی توحید وغیرہ پر) گواہ ہیں۔اور (انجام اس مخالفت 29
بنی اسرائیل کا یہ ہوا کہ) انہوں نے (اون کے قتل کی) تدبیر کی۔اور (اس کے مقابلہ میں حق تعالےٰ نے (ان کے بچاؤ کی) تدبیر کی۔اور اللہ سب مدبرین میں بہتر (مدبر) ہیں (اسلئے ان کی تدبیر غالب رہی۔اور بنی اسرائیل ان کا کچھ نہ بگاڑ سکے **ف** مسلمانو تم حق تعالیٰ کی کتاب پڑھ رہے ہو۔اور تم نے دیکھ لیا کہ حق تعالیٰ نے حضرت عیسےٰ علیہ السلام کا کس عزت کے ساتھ ذکر کیا ہے۔چنانچہ فرمایا کہ وہ دنیا و آخرت میں ذی وجاہت ہیں۔خدا کے مقربین میں سے ہیں۔صالحین میں سے ہیں۔خدا نے ان کو توریت و انجیل حکمت اور دیگر آسمانی کتابوں کی تعلیم دی ہے۔اور ان کو بنی اسرائیل کی طرف رسول بنا کر بھیجا ہے۔اور ان کو پرندہ بنانے۔مُردوں کو زندہ کرنے۔اندھوں اور برص کے بیماروں کو اچھا کرنے غیب کی خبریں دینے کے معجزات عطا کئے گئے ہیں۔جو کہ اون کی رسالت کے ثبوت ہیں اور پرندہ بنانے اور مردوں کے زندہ کرنے وغیرہ کی نسبت یہ بھی صاف صاف کہدیا ہے۔کہ یہ کام حضرت

عیسےٰ کی قدرت واختیار سے نہ ہوتے تھے۔ بلکہ قادر مطلق کے اختیار سے ہوتے تھے۔ مگر باوجود ان تمام باتوں کے مرزا غلام احمد۔ اپنے کو ان سے تمام شان میں بڑھ کر بتلاتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ جو فطری طاقتیں مجھے دی گئیں اگر وہ میری جگہ ہوتے تو اپنی فطرت کیوجہ سے وہ کام انجام نہ دے سکتے۔ جو خدا کی عنایت نے مجھے انجام دینے کی قوت دی ہے۔ مجھے خدا نے اور اس کے رسول نے اور تمام نبیوں سے میرے کارناموں کی وجہ سے افضل تر قرار دیا ہے اھ۔
اور حضرت عیسےٰ کے تمام معجزات کا انکار کرتا ہے۔ اور کہتا ہے۔ کہ مسلمانوں کا یہ اعتقاد کہ وہ مردوں کو زندہ کرتے تھے۔ اور اندھوں کو اچھا کرتے تھے۔ وغیرہ وغیرہ یہ سب شرک ہے اور اس میں عیسےٰ کو خدا مانتا ہے۔ وغیرہ وغیرہ
اب تم یہ بتلاؤ۔ کہ یہ خدا کی کھلے لفظوں میں تکذیب اور خدا پر افترا اور قرآن کو شرک وکفر کی تعلیم دینے والا اور خدا کو مسیح کی الوہیت کا تسلیم کرنے والا قرار دیتا ہے یا نہیں۔ اور کیا ایسے شخص سے بڑھ کر کوئی کافر ہو سکتا ہے ۳۰
اور کیا ایسے شخص کو خدا کا نبی یا مجدد کہا جا سکتا ہے۔ ہرگز نہیں۔

صاحبو! اگر خدا کی تکذیب اور خدا پر افترا کرنے کے یہ ہی معنی ہیں کہ وہ مکذب اور مفتری زبان سے بھی اقرار کرلے۔ کہ خدا جھوٹا ہے۔ اور میں اسپر افترا کرتا ہوں۔ تو پھر دنیا میں نہ کوئی خدا کا تکذیب کرنے والا ملیگا۔ اور نہ کوئی مفتری۔ کیونکہ یہود نصارےٰ اور مشرکین بھی زبان سے یہ نہیں کہتے ہیں۔ کہ خدا نے جھوٹ کہا۔ یا ہم خدا پر افترا کرتے ہیں حالانکہ خدا ان کو مکذب اور مفتری کہتا ہے تو ثابت ہوا۔ کہ خدا کی تکذیب کے یہ معنے ہیں۔ کہ جو بات قطعی طور پر اس نے کہی ہے۔ اس کا انکار کیا جاوے خواہ تحریف کے ساتھ یا بلا تحریف کے۔ اور یہ بات مرزا میں موجود ہے کہ وہ آیات الٰہی میں تحریف کرکے انکا انکار کرتا ہے۔ پس مرزا ضرور خدا کی آیات کا انکار کرنے والا۔ اور خدا کو جھٹلانیوالا۔ اور تحریف کرکے اسپر

افترار کرنے والا۔ اور خدا کو الوہیت مسیح کا تسلیم کرنے والا۔ اور اسلام کو باطل ٹھہرانیوالا۔ اور عیسائیت کو سچا جاننے والا ہے۔ مسلمانو۔ تم مرزا کے فتنہ کو معمولی نہ سمجھو اور ان کے مسلمانوں کے ساتھ اختلاف کو مسلمانوں کا فرعی اختلاف نہ جانو۔ میں تمکو یقین دلاتا ہوں۔ کہ ان کا مسلمانوں کے ساتھ اختلاف اسلام و کفر کا اختلاف ہے۔ نہ کہ حنفیوں اور شافعیوں۔ یا ان اہل اہوا کا سا جو حد کفر تک پہنچے ہوئے نہیں ہیں۔ لہذا تمکو ان سے اپنا ایمان بچانا چاہیئے۔ اور ان کے دہوکہ میں نہ آنا چاہیے اس کے بعد ہم تفسیر کیطرف متوجہ ہوتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ آگے حق تعالیٰ اس تدبیر کو بیان فرماتے ہیں۔ جو انہوں نے حضرت عیسٰے کے بچانے کے لئے کی۔ چنانچہ فرماتے ہیں

اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰۤى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ
وَرَافِعُكَ اِلَىَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ
كَفَرُوْا وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ
كَفَرُوْۤا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ثُمَّ اِلَىَّ مَرْجِعُكُمْ
فَاَحْكُمُ بَيْنَكُمْ فِيْمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ۝ فَاَمَّا
الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَاُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا
فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمَا لَهُمْ
مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ۝ وَاَمَّا الَّذِيْنَ
اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُوَفِّيْهِمْ
اُجُوْرَهُمْ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ۝
ذٰلِكَ نَتْلُوْهُ عَلَيْكَ مِنَ الْاٰيٰتِ
وَالذِّكْرِ الْحَكِيْمِ ۝ اِنَّ مَثَلَ عِيْسٰى
عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ خَلَقَهٗ
مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ۝

جبکہ اللہ تعالیٰ نے (یہود کو آمادہ قتل پاکر عیسیٰ علیہ السلام کو اطمینان دلانے کے لئے) فرمایا کہ اے عیسٰے (تم گھبراؤ ۳۱
نہیں تمکو یہود نہ مار سکیں گے۔ بلکہ) میں تم کو (طبعی موت سے) وفات دوں گا (جسوقت بھی دوں خواہ دو ہزار برس بعد ہی ہو) اور (انکے پنجے سے نکالنے کی یہ تدبیر کرونگا کہ) تمکو اپنی طرف (آسمان پر بجسد عنصری) اٹھالوں گا (جہاں تم دوبارہ نزول کے وقت تک زندہ رہوگے۔ اور اس کے بعد دوبارہ دنیا میں بھیجے جاؤگے اور اسوقت وہ وعدہ انی متوفیک پورا ہوگا۔ پس اس سے معلوم ہوا۔

اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْمُمْتَرِيْنَ ۝ فَمَنْ حَاجَّكَ فِيْهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ ۝ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْقَصَصُ الْحَقُّ وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِالْمُفْسِدِيْنَ ۝

کہ وفات عیسے علیہ السلام ذکر میں رفع سے مقدم ہے۔ اور تحقق میں رفع سے مؤخر۔ اور اس تقدیم ذکری کیوجہ یہ ہے۔ کہ انی متوفیک بمنزلہ دعوے کے ہے۔ اور رافعک الی بمنزلہ دلیل کے اور دعویٰ دلیل پر مقدم ہوتا ہے اسلئے انی متوفیک رافعک پر مقدم ہے۔ پس یہ بے ترتیبی نہیں ہے جیسا کہ قادیانی لوگ اپنی جہل سے کہا کرتے ہیں۔ بلکہ عین ترتیب ہے خوب سمجھ لو۔ قادیانی اس آیت کے

رکوع ۳۲

متعلق دعوے کرتے ہیں۔ کہ اس سے وفات عیسیٰؑ ثابت ہوتی ہے۔ کیونکہ یہاں رفع سے مراد تقرب الی اللہ ہے نہ کہ آسمان پر جانا۔ مگر اول تو یہ ہی غلط ہے۔ کہ رفع کے معنی مقرب بنانا ہیں۔ کیونکہ نہ لغت میں یہ معنی ہیں۔ اور نہ محاورہ میں۔ اور جو ثبوت قادیانی لوگ کتابوں سے پیش کرتے ہیں۔ وہ محض غلط ہیں جن کا مبنیٰ جہل ہے۔ اور بالفرض اگر یہ ہی معنی ہوں۔ تو یہ فقرہ ہی بیکار رہا جاتا ہے۔ کیونکہ حضرت عیسےٰ کو خدا کا تقرب پہلے سے حاصل تھا۔ چنانچہ حق تعالےٰ نے اون کے پیدا ہونے سے پہلے من المقربین فرمایا تھا۔ پس وہ نیا کونسا تقرب تھا۔ جو مرنے پر موقوف تھا جس کا خدا ان سے وعدہ کرتا ہے۔ اور اس وعدہ کی خاص ضرورت کیا پیش آئی تھی۔ اسکو بھی جانے دو اب ہم کہتے ہیں کہ اچھا رفع کے معنی مقرب بنانے کے ہیں پس آیت کے یہ معنی ہوئے۔ کہ اے عیسےٰ میں تجھے وفات دونگا۔ اور مرنے کے بعد تجھے اپنا مقرب بناؤں گا لیکن اس سے یہ نہیں معلوم ہوتا۔ کہ وفات دینے کا کونسا وقت ہے۔ اسلئے

(باقی آئندہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

انوارُ الحج

حامداً ومصلیاً ومسلماً۔ الحمد للہ کہ الانوار المحمدیہ کا حصہ اول الانوار الصوم تمام ہوجانے کے بعد اب دوسرا حصہ انوار الحج شروع ہوتا ہے جہاں تک مجھے علم ہوا ہے احباب وناظرین نے حصہ اول کو نظر قبول سے دیکھا اور پسند فرمایا ہے اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ باقی حصے بھی اسیطرح قبول عام حاصل کرکے میرے لئے وسیلہ آخرت بنیں گے۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور ناظرین اور سب مسلمانوں کو اس کتاب پر عمل کی اور اس کے مضامین کے تبلیغ کی توفیق عطا فرمائیں اور ہم سب کو قیامت میں سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سرخرو بناکر شفاعت خاصہ سے نوازیں آمین ثم آمین۔ کہ زیادہ غرض اس تالیف سے یہی ہے کہ سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک حدیث نبوی کی اس خدمت سے خرم وشاد ہو سے

نہ بنقش بستہ مشوشم نہ بحرف ساختہ سرخوشم
نفسے بیاد تو می کشم چہ عبارت و چہ معانیم

حج وعمرہ کی ترغیب

اور

اُس شخص کی فضیلت کا بیان جو ان کے ارادہ سے چلا اور رستہ میں مرگیا

نمبر ۱۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ تمام اعمال میں افضل کون سا عمل ہے فرمایا اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لانا۔ عرض کیا گیا۔ اس کے بعد پھر کون سا عمل ہے؟ فرمایا اللہ کے راستہ میں جہاد کرنا (یعنی اللہ کا بول بالا کرنے کے لئے) عرض کیا گیا اس کے بعد پھر کونسا عمل ہے؟ فرمایا حج مبرور[1]۔ (جسکی تفسیر آگے آتی ہے) اسکو بخاری ومسلم نے روایت کیا ہے اور ابن حبان نے صحیح میں ان لفظوں سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمام اعمال میں افضل وہ ایمان ہے جس کے ساتھ کسی قسم کا شک نہو۔ اور وہ جہاد ہے جس میں (مال غنیمت کے اندر) خیانت نہ کی گئی ہو اور حج مبرور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک حج مبرور سال بھر کے گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے۔ (حافظ منذری) فرماتے ہیں کہ حج مبرور وہ ہے جس میں کوئی گناہ صادر نہ ہوا ہو۔ اور حضرت جابر کی حدیث میں مرفوعاً یہ وارد ہے کہ حج کی مقبولیت (کی علامت) کھانا کھلانا۔ اور خوبی کے ساتھ بات چیت کرنا ہے اور ۲
بعض روایات میں کھانا کھلانا اور کثرت سے سلام کرنا آیا ہے اور یہ حدیث عنقریب آئے گی ؎

(۲)۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص حج کرے پھر اس میں نہ تو بیہودہ[2] باتیں کرے نہ گناہ کرے وہ اپنے گناہوں سے پاک ہو کر اس طرح واپس ہوگا۔

[1] قال المنذری المبرور قیل ھو الذی لا یقع فیہ معصیۃ وقد جاء من حدیث جابر مرفوعا ان بر الحج اطعام الطعام وطیب الکلام وعن بعضہم اطعام الطعام وافشاء السلام وسیاتی ۱۲

[2] بیہودہ بات عام ہے گالی گلوچ کو بھی اور بیحیائی کی بات کو بھی اور بیحیائی بیجابی کی باتیں اپنی بیوی کے ساتھ دوسرے اوقات میں تو جائز ہیں مگر حالت احرام میں جائز نہیں اور جب بیوی کیساتھ یہ حکم ہے تو اجنبی عورتوں کے ساتھ حج میں ایسی باتیں کرنا تو سخت جرم ہوگا۔ خوب سمجھ لو ۱۲

جیسے آج ہی اسکی ماں نے اسکو جنا ہے اسکو بخاری و مسلم ونسائی و ترمذی نے روایت کیا ہے. مگر ترمذی کے الفاظ یہ ہیں کہ اُس کے گذشتہ گناہ معاف کر دیئے جائیں گے[۱]

(۳) ابوہریرہ ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک عمرہ دوسرے عمرہ تک درمیانی گناہوں کا کفارہ ہے اور حج مبرور کی جزا (اور اُس کا بدلہ) جنت کے سوا کچھ نہیں اُسکو امام مالک و بخاری و مسلم و ترمذی و نسائی و ابن ماجہ و اصبہانی نے روایت کیا ہے اصبہانی نے اتنا اور زیادہ کیا ہے کہ حاجی کی زبان سے جو تسبیح[۲] اور جو تہلیل اور جو تکبیر بھی نکلتی ہے ہر اک کے عوض اُسکو بشارت و خوشخبری دی جاتی ہے. **ف** یعنی حاجی کی ہر تسبیح و تہلیل و تکبیر کے جواب میں اللہ تعالیٰ یا فرشتے البشر فرماتے ہیں کہ خوش رہو اور خوشخبری حاصل کرو۔ جسکو بعض اہل کشف سن بھی لیتے ہیں اور اکثر لوگ نہیں سنتے مگر قیامت میں اس خوشخبری کا نتیجہ سب کے سامنے آجائے گا ٭ ۳

(۴) ابن شماسہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم حضرت عمرو ابن العاص رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور وہ اُسوقت نزع کی حالت میں تھے تو دیر تک وہ روتے رہے اور فرمایا کہ جب اللہ تعالے نے میرے دل میں اسلام (کا خیال) ڈالا تو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کیا یا رسول اللہ اپنا ہاتھ بڑھائیے۔

[۱] الرفث بفتح الراء والفاء جمیعًا روی عن ابن عباس انہ قال الرفث ما روجع بہ النساء وقال الازھری الرفث کلمۃ جامعۃ لکل ما یریدہ الرجل من المرأۃ قال الحافظ الرفث یطلق ویراد بہ الجماع ویطلق ویراد بہ الفحش ویطلق ویراد بہ خطاب الرجل المرأۃ فیما یتعلق بالجماع وقد نقل فی معنی الحدیث کل واحد من ھذہ الثلاثۃ عن جماعۃ من العلماء واللہ اعلم ۱۲ منہ

[۲] تسبیح سبحان اللہ کہنا تہلیل لا الہ الا اللہ کہنا تکبیر اللہ اکبر کہنا۔ ۱۲

تاکہ میں آپ سے بیعت کروں حضور نے اپنا ہاتھ بڑھایا تو میں نے اپنا ہاتھ سمیٹ لیا حضور نے فرمایا اے عمرو کیا بات ہے۔ میں نے عرض کیا کہ میں کچھ شرط کرنا چاہتا ہوں۔ فرمایا کیا شرط کرنا چاہتے ہو؟ میں نے عرض کیا کہ (اس شرط سے بیعت ہوں گا کہ) میری مغفرت کر دی جائے فرمایا اے عمرو! کیا تم کو معلوم نہیں کہ اسلام گذشتہ گناہوں کو گرا دیتا (اور مٹا دیتا) ہے اور ہجرت بھی گذشتہ گناہوں کو گرا دیتی (اور مٹا دیتی) ہے اور حج بھی گذشتہ گناہوں کو گرا دیتا (اور مٹا دیتا) ہے۔ اسکو ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں اسیطرح مختصراً روایت کیا ہے اور مسلم وغیرہ نے اس سے بھی زیادہ طول کے ساتھ روایت کیا ہے

ف۔ گناہ۔ اور ہیں حقوق اور ہیں پس حج سے گناہ تو سب معاف ہوجاتے ہیں مگر حقوق معاف نہیں ہوتے۔ مثلاً کسی نے نمازیں قضا کی ہوں یا کسی کا قرض لیکر دبا لیا ہو تو حج سے نماز قضا کرنے اور قرض دباتے کا گناہ تو معاف ہوجائے گا۔ مگر وہ نمازیں اور قرض معاف نہوگا۔ نمازوں کی قضا واجب اور قرض کا ادا کرنا لازم ہوگا۔ خوب سمجھ لو ۱۲۔ ۴

(۵) حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا یا رسول اللہ میں بزدل اور کمزور ہوں (مطلب یہ تھا کہ میں جہاد نہیں کر سکتا) فرمایا آؤ تم کو ایسا جہاد بتلاؤں جس میں کوئی کانٹا ہی نہیں یعنی حج اسکو طبرانی نے کبیر و اوسط میں روایت کیا ہے اور اس کے راوی سب ثقہ ہیں اور عبدالرزاق نے بھی اسکو روایت کیا ہے۔

(۶) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم جہاد کو سب اعمال سے افضل پاتے ہیں تو کیا ہم بھی جہاد نہ کریں حضور نے فرمایا کہ تمہارے واسطے بہترین جہاد حج مبرور ہے اسکو بخاری وغیرہ نے روایت کیا ہے اور ابن خزیمہ کے الفاظ صحیح میں یہ ہیں کہ حضرت

عائشہ نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا عورتوں کے ذمہ بھی جہاد ہے فرمایا اُن کے ذمہ ایسا جہاد ہے جس میں لڑائی (اور مقابلہ) نہیں یعنی حج وعمرہ

(۷) حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بوڑھوں اور کمزوروں اور عورتوں کا جہاد حج وعمرہ ہے اسکو نسائی نے اسناد حسن سے روایت کیا ہے **ف** ان احادیث سے معلوم ہوا کہ عورتوں کے ذمہ جہاد فرض نہیں بشرطیکہ ایسی صورت نہو جس میں ہر مسلمان پر جہاد پر فرض عین ہو جاتا ہے۔ اور حضرات صحابہ کے ساتھ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جو بعض غزوات میں عورتیں ہوتی تھیں وہ لڑنے کے واسطے نہوتی تھیں بلکہ اپنے عزیز مجاہدین کی خدمت اور مرہم پٹی کے لئے ساتھ ہوتی تھیں اور چونکہ ابتدائے اسلام میں پردہ کرنا عورتوں کے ذمہ لازم نہوا تھا اسلئے ابتدا میں اس خدمت کے لئے عورتوں کو ساتھ لینا دشوار نہتھا اور اب پردہ لازم ہو چکا ہے اسلئے اگر پردہ کا اہتمام ہو سکے تو ساتھ لیا جائے ۵
ورنہ نہیں واللہ اعلم ۱۲۔

(۸)۔ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما حدیث جبریل کو روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جبریل علیہ السلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسلام کے متعلق سوال کیا (کہ اسلام کسے کہتے ہیں) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسلام یہ ہے کہ تم اس بات کی گواہی دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اور محمد اللہ کے رسول ہیں۔ (صلی اللہ علیہ وسلم) اور نماز کی پابندی کرو۔ زکوۃ ادا کرو۔ اور حج وعمرہ بجا لاؤ۔ اور جنابت کے بعد غسل کرو۔ اور وضو کامل طریقہ سے کرو۔ اور رمضان کا روزہ رکھو۔ جبریل علیہ السلام نے دریافت کیا کہ اگر میں ایسا کر لوں تو میں مسلمان ہوں گا۔ حضور نے فرمایا بیشک جبریل علیہ السلام نے کہا آپ سچ فرماتے ہیں۔ اسکو ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔ اور یہ حدیث صحیحین میں بھی ہے مگر اس عنوان سے نہیں (بلکہ الفاظ میں تفاوت ہے)

اور کتاب الصلوٰۃ وکتاب الزکوٰۃ میں بہت سی احادیث گذر چکی ہیں جو حج کی فضیلت پر دلالت کرتی اور اُسکی رغبت دلاتی اور اوسکی فرضیت کو مؤکد بتلاتی ہیں ہم نے خوف طوالت کی وجہ سے اُن کا اعادہ نہیں کیا جسکو اُن کا دیکھنا منظور ہو وہ کتاب الصلوٰۃ وکتاب الزکوٰۃ کا دوبارہ مطالعہ کرے۔

ف - اس حدیث میں اسلام کی علامات میں حج کے ساتھ عمرہ کا بھی ذکر ہے جس سے بظاہر عمرہ کا واجب ہونا معلوم ہوتا ہے اور بعض علماء کا یہ مذہب بھی ہے مگر حنفیہ کے نزدیک عمرہ واجب نہیں۔ بلکہ سنت ہے جس کی دلیل ترمذی کی وہ حدیث ہے جو اُنہوں نے بسند حسن صحیح حضرت جابرؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عمرہ کی بابت سوال کیا گیا کہ کیا وہ واجب ہے حضور نے فرمایا نہیں اور عمرہ کر لینا افضل ہے۔ اور ابن خزیمہ کی روایت میں جو حج کے ساتھ عمرہ کا ذکر ہے اول تو یہ روایت شاذ ہے کیونکہ حدیث جبریل میں اصحاب صحاح نے عمرہ کا ذکر نہیں کیا دوسرے اس حدیث میں اسباغ وضو (تکمیل وضو) کا بھی ذکر ہے جو سب کے نزدیک سنت ہے فرض نہیں فرض تو وضو ہے اور اُس کی تکمیل سُنت ہے پس اسیطرح عمرہ کا ذکر بھی تکمیل حج کے لئے کر دیا گیا۔ کیونکہ حج کا افضل طریقہ قران ہے کہ عمرہ کا احرام بھی حج کے احرام کے ساتھ باندھا جائے ۱۲ مترجم

(۹) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کمزور آدمی کا جہاد حج ہے اسکو ابن ماجہ نے بواسطہ ابو جعفر کے حضرت ام سلمہ سے روایت کیا ہے۔

(۱۰) حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ اسلام (کی حقیقت) کیا ہے فرمایا یہ کہ تیرا دل اللہ تعالیٰ کے لئے منقاد ہو جائے اور سب مسلمان تیرے ہاتھ اور زبان سے محفوظ ہو جائیں کہا اسلام کا کونسا درجہ افضل ہے

فرمایا ایمان۔ کہا ایمان (کی حقیقت) کیا ہے فرمایا یہ کہ تم اللہ پر اور فرشتوں پر اور اللہ کی کتابوں اور اُس کے رسولوں پر اور مرنے کے بعد زندہ ہونے پر یقین رکھو۔ کہا ایمان کا کونسا درجہ افضل ہے؟ فرمایا ہجرت! کہا ہجرت (کی حقیقت) کیا ہے؟ فرمایا یہ کہ تم بُرے کاموں کو چھوڑ دو۔ کہا پھر ہجرت کا کونسا درجہ افضل ہے۔ فرمایا جہاد۔ کہا جہاد (کی حقیقت) کیا ہے فرمایا یہ کہ جب کفار کا مقابلہ ہو تو اُن سے (جی کھول کے) لڑو کہا پھر جہاد کا کونسا درجہ افضل ہے فرمایا کہ مجاہد کے گھوڑے کے ہاتھ پیر کاٹ دیے جائیں اور اُس کا خون بہا دیا جائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کے بعد دو عمل ایسے ہیں جو تمام اعمال سے افضل ہیں (اور ان کا کرنے والا ہی سب سے افضل ہے) مگر یہ کہ دوسرا بھی یہی عمل کرے (تو وہ پہلے کے برابر ہو جائے گا) اور وہ دو
عمل یہ ہیں حج مبرور اور عمرۂ مبرورہ اسکو امام احمد نے صحیح سند سے روایت ۷
کیا ہے اور اس کے راویوں سے صحیح میں احتجاج کیا گیا ہے طبرانی وغیرہ نے بھی اسکو روایت کیا ہے اور بیہقی نے اسکو ابو قلابہ سے بواسطہ ایک شامی کے اُسکے باپ سے روایت کیا ہے **ف** اس حدیث میں جو اسلام و ایمان کا فرق ظاہر کیا گیا ہے یہ فرق سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھا جبکہ وحی سے یہ معلوم ہو جاتا تھا کہ کس کا اسلام محض ظاہری ہے اور کس کا دل سے ہے کہ اُس وقت اسلام ظاہری احکام کے ماننے کو کہتے تھے اور ایمان دل کی تصدیق کو مگر اب چونکہ وحی بند ہو چکی ہے اسلئے اب اسلام و ایمان میں فرق نہیں کیا جا سکتا۔ اب کسی کو یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہ مسلم ہے مؤمن نہیں۔ بلکہ ہر مسلم مؤمن ہے اور ہر مؤمن مسلم ہے خوب سمجھ لو۔۱۲

(۱۱) ماعز رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

دریافت کیا گیا کہ کون سا عمل سب سے افضل ہے فرمایا اللہ وحدہ پر ایمان لانا۔ پھر جہاد کرنا پھر (ان کے بعد) حج مبرور تمام اعمال سے اسقدر بڑھا ہوا ہے جیسے آفتاب کے طلوع ہونے کی جگہ کو غروب ہونے کی جگہ سے بعد ہے (یعنی زمین و آسمان کا فرق ہے) اسکو امام احمد و طبرانی نے روایت کیا ہے اور احمد کے راوی ماعز تک سب صحیح کے راوی ہیں۔ اور یہ ماعز مشہور صحابی ہیں مگر ان کا نسب معلوم نہیں ہے

(۱۲) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حج مبرور کا بدلہ جنت کے سوا کچھ نہیں۔ عرض کیا گیا کہ حج کی خوبی کیا ہے (جس سے وہ حج مبرور بن جائے) فرمایا کھانا کھلانا اور اچھی باتیں کرنا اسکو امام احمد و طبرانی نے اوسط میں سند حسن سے روایت کیا ہے اور ابن خزیمہ نے صحیح میں اور بیہقی و حاکم نے بھی روایت کیا ہے اور حاکم نے اسکی سند کو صحیح کہا ہے اور بیہقی و احمد کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کھانا
8 کھلانا اور (مسلمانوں کو) کثرت سے سلام کرنا +

(۱۳) عبد اللہ یعنی ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حج و عمرہ پے در پے (یکے بعد دیگرے) کیا کرو کیونکہ یہ دونوں فقر کو اور گناہوں کو ایسا دور کرتے ہیں جیسا کہ بھٹی۔ لوہے اور سونے چاندی کے میل کچیل کو دور کردیتی ہے اور حج مبرور کا عوض جنت کے سوا کچھ نہیں اسکو ترمذی نے و ابن خزیمہ و ابن حبان نے صحیح میں روایت کیا ہے۔ اور ترمذی نے اسکو حسن صحیح کہا ہے۔ نیز اسکو ابن ماجہ و بیہقی نے بھی روایت کیا ہے۔ مگر انہوں نے سونا چاندی اور اس کے بعد کا مضمون ذکر نہیں کیا ہاں بیہقی نے اتنا زیادہ کیا ہے کہ پے در پے حج و عمرہ کرنا عمر کو بڑھاتا اور فقر و گناہوں کو ایسا دور کرتا ہے جیسا بھٹی میل کو دور کرتی ہے +ع

ع مترجم عفا اللہ عنہ کہتا ہے کہ مجھے خود اس کا تجربہ ہوچکا ہے۔ بحمداللہ حج و عمرہ سے فقر ڈھل گیا امید قوی ہے کہ انشاء اللہ گناہ بھی ڈھل گئے ہوں گے ۱۲ منہ

(باقی آئندہ)

کہ مَنْ تَشَبَّہَ بِقَوْمٍ فَھُوَ مِنْھُمْ یعنی جو شخص کسی فرقہ کے ساتھ مشابہ اور موافق بنے اور اُس کا طرز و طریقہ اختیار کرے پس وہ اُسی فرقہ میں سے ہے۔ اِس حدیث کو اول تو لوگوں نے اڑا ہی دیا اور اگر لیا بھی ہے تو صرف لباس اور وضع میں بہت سے دیندار بھی اس غلطی میں ہیں کہ صورت دینداروں کی بنا کر اپنے کو دینداروں اور پرہیزگاروں میں شمار کرنے لگے چاہے کام کیسے ہی ہوں اُن کے اس خیال کی ایسی مثال ہے جیسے میرے وطن میں ایک بہروپیا میرے پاس انعام لینے کی غرض سے کسی بڈھے کی شکل بنا کر آیا۔ میرے پاس جو لوگ بیٹھے تھے اُن میں سے ایک شخص نے کہا کہ خدا کے ہاں اِن بہروپیوں کی کیا حالت ہو گی کہ کبھی عورت بنتے ہیں کبھی اور کوئی مکر کی شکل بناتے ہیں تو وہ کہتا ہے کہ ہم وہاں اس طرح تھوڑا ہی جائیں گے۔ مولویوں کا لباس پہن کر جائیں گے۔ بس فوراً بخشش ہو جائے گی میں نے ڈانٹا کہ کیا واہیات ہے کیا خدا تعالیٰ کو کوئی دھوکہ دے سکتا ہے یہی حالت ہماری ہے کہ شکل تو بنا لیتے ہیں مولویوں اور صوفیوں کی لیکن دل کے اندر سینکڑوں خباثتیں
۵ بھری پڑی ہیں۔ ظاہری صورت تو ایسی کہ بایزیدؒ[۵] بھی شرما جائیں اور دل کی یہ حالت کہ یزید کو بھی اس سے عار آئے۔ ہم میں صورت کے دیندار تو بہت ہیں مگر سیرت کے دیندار کم ہیں غرض یہ حدیث صورت اور لباس ہی کے ساتھ خاص نہیں بلکہ ہر حالت کو عام ہے اور لوگ اس حدیث میں خواہ مخواہ شبہ کرتے ہیں یہ بات تو بالکل ظاہر ہے ہر شخص کی عقل میں آتی ہے اور ہر شخص اُس کو سمجھتا ہے دیکھو اگر کوئی شخص بیہودہ باتیں کرنے لگے اور گالیاں دینے لگے تو اُس کو کہتے ہیں کہ تو چمار ہو گیا یا اگر ایک شخص ہر وقت ہیجڑوں میں رہنے لگے تو انھیں میں شمار ہونے لگے گا جب یہ بات ہے تو اگر ہم کافروں کی عادتیں اختیار کریں گے تو ہم بھی اُن ہی جیسے ہو جائیں گے۔ پس اُن کے ساتھ دوزخ میں بھی جائیں گے۔ اگر یہ بات نہ ہو تو مسلمان کو دوزخ سے کیا کام۔ کیونکہ جس طرح جنت خاص دینداروں اور پرہیزگاروں کے واسطے ہے اسی طرح دوزخ خاص کافروں کے واسطے ہے

[۵] ایک بڑے بزرگ کا نام ہے ۱۲

رہے بیچ کے لوگ تو چونکہ وہ نہ کافر ہیں نہ پرہیزگار اِس لئے ہمیشہ کو دوزخ میں بھی نہ جائینگے اور شروع ہی سے جنت میں بھی نہ جائیں گے۔ مگر چونکہ ایمان کی وجہ سے دینداروں کے مشابہ ہیں اِس لئے ایک مدت کے بعد جنت میں چلے جائیں گے۔ تو جنت میں جانے کے قابل وہ ہے کہ یا تو خود دیندار ہو یا دیندار کیساتھ مشابہ ہو اِن کے سوا اور کوئی جنت کے قابل نہیں تو یہ لوگ بھی ایمان کے اندر دینداروں کے ساتھ مشابہ ہیں اِسلئے جب گناہوں سے پاک صاف ہو جائیں گے اُس وقت جنت میں جانے کے قابل ہونگے جیسے چراغ کہ اُس پر اگر بہت سی کیٹ جمع ہو جاوے تو اُسکو آگ میں ڈالکر صاف کیا جاتا ہے اور اُس وقت وہ کسی نفیس مکان کے اندر رکھنے کے قابل ہوتا ہے، اسیطرح اِن لوگوں کو دوزخ کے چولھے میں ڈالکر صاف کیا جائیگا یا دوسری مثال میں یوں سمجھو کہ بچہ اگر ناپاکی میں لتھڑا ہوا آئے تو کہا جائیگا کہ اِس کو حمام میں لیجاؤ اور خوب رگڑو اور اِسپر سے پلیدی کو کھرچو تو دوزخ بھی حمام ہے لیکن اُس کی برداشت ہرگز نہ ہو سکے گی۔ غرض مسلمانوں کا دوزخ میں جانا کافروں کے طور وطریقہ اختیار کرنے کی وجہ سے ہے فرق اتنا ہے کہ کافروں کو عذاب دینے کے لئے بھیجا جائیگا اور مسلمانوں کو گناہوں سے پاک کرنے کے لئے مگر تکلیف تو ضرور ہی ہوگی۔ ۶

دیکھو جب حمام میں جھانوے سے رگڑا جاتا ہے تو کیسی تکلیف ہوتی ہے تو پاک کرنے کے لئے جلانے سے اُنکا کیا نفع ہوا تکلیف تو ہوئی، دوزخ میں تو گئے دیکھو اگر ایک شخص کے چھریاں بھونکی جائیں اور دوسرے کے بدن میں سوئیاں کوچی جائیں تو کیا دوسرے کو اطمینان ہو سکتا ہے ہرگز نہیں اور ہم لوگ اِس سزا کو تو کیا برداشت کر سکتے ہیں ہم سے نشتر کی تکلیف تو برداشت نہیں کی جاتی تو اِس فرق سے ہرگز تسلّی نہ ہونی چاہیئے۔ حضور صلعم کے چچا ابوطالب کے لئے حدیث میں آیا ہے کہ چونکہ اُنہوں نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی تھی۔ اِس لئے اُن کو ایسا عذاب نہ ہوگا۔ جیسا اور کافروں کو ہوگا۔ بلکہ صرف دو جوتیاں آگ کی اُنہیں

ابوطالب کا عذاب

پہنا دی جائیں گی مگر حالت یہ ہوگی کہ یوں سمجھیں گے کہ مجھ سے زیادہ کسی کو عذاب نہیں۔ خدا تعالیٰ کی حکمت کے قربان ہو جایئے۔ دیکھئے وہ حضور سے ایسی محبت کرنے والے مگر اِن کو کلمہ نصیب نہ ہوا موت کے وقت کلمہ پڑھنے پر راضی ہو گئے تھے۔ مگر خدا ناس کرے ابوجہل کا کہ اُس نے اُس وقت بھی بہکایا آخر اُسی حالت پر خاتمہ ہو گیا۔ بیان کرنے کو جی تو نہیں چاہتا تھا مگر اِس ضرورت سے بیان کرنا پڑا کہ اِس سے ایک ضروری مسئلہ کو سمجھانا ہے وہ یہ کہ اِس سے یہ معلوم ہو گیا ہوگا کہ آجکل جو لوگ صرف مجلس کر لینے کو یا مولود شریف کر لینے کو نجات کے لئے کافی سمجھتے ہیں اور اُس پر اُن کو ناز ہوتا ہے کہ ہم کو حضورؐ سے بہت محبت ہے وہ اپنے لئے نہ روزہ کی ضرورت سمجھتے ہیں نہ نماز کی نہ حج کی نہ زکوٰۃ کی نہ گناہوں سے توبہ و استغفار کی یہ لوگ بڑی غلطی میں ہیں اِس میں زیادہ خطا پڑھے لکھے لوگوں کی ہے اُنہوں نے اپنی طمع اور لالچ کی وجہ سے عام لوگوں کو راضی کرنے کے لئے ایسی باتیں سُنائیں ایسی مجلسیں کیں وعظ میں یہ بیان کیا کہ صاحبو ڈاڑھی مُنڈاؤ زنا کرو ناچ کراؤ سب معاف ہو جائیگا۔ مگر حضورؐ سے محبت رکھو اور ان وہابیوں کے پاس نہ بیٹھو۔ اور وہابی نام رکھا ہے اہل سنت کا چاہے وہ مقلد اور حنفی ہی ہوں

غرض یہ کہ وعظ کی مجلس میں بھی اور ویسے بھی یہ کہا جاتا ہے کہ جو چاہو کرو صرف حضورؐ سے محبت رکھو۔ اِس کا اثر لوگوں پر یہ ہوا کہ اُنہوں نے تمام کاموں کو غیر ضروری سمجھ لیا تو ایسے لوگوں کو اِس حدیث سے سمجھ لینا چاہیئے۔ کہ ابوطالب کی برابر کوئی بھی اِنہیں یہ حضور کیساتھ محبت رکھنے والا نہیں۔ ابوطالب وہ تھے کہ سب نے حضور کو چھوڑ دیا لیکن ابوطالب نے ساتھ دیا اور بہت سی تکلیفیں اُٹھائیں۔ آج تو وہ حالت ہے کہ اگر ایک پیسہ کا نفع ہو تو حضورؐ کے حکم کے خلاف کرنے پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔ ایک مجلس میں یزید کے ذکر پر ایک شخص کہہ رہا تھا کہ افسوس میں نہ ہوا ورنہ یوں کرتا اور یوں کرتا یہ سنکر ایک دیہاتی شخص کو جوش آگیا کہنے لگا کہ میں کہتا ہوں کہ میں یزید ہوں اور میں نے ایسا ایسا کیا ہے اگر کچھ ہمت ہے تو آجاؤ۔ یہ سنکر اُن بہادر صاحب کے حواس درست نہ رہے اور ہوش اُڑ گئے۔ یہی حالت آجکل حضور کے ساتھ

محبت کا دعوے کرنے والوں کی ہے۔ تو دیکھئے ابوطالب جن کو اس قدر محبت حضورؐ سے تھی اُن کو بھی بڑی محبت نے دوزخ سے نہ بچا لیا کیونکہ اطاعت اور فرمانبرداری نہ تھی اور آج تو کس کا منہ ہے کہ اتنی محبت کا دعوے بھی کرے اور اگر کرے بھی تو اُس کا عمل اور برتاؤ اُسکو جھٹلا دیگا۔ میں کہتا ہوں کہ محبت سے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا ذکر ضرور کرو مگر جس طرح ذکر کا طریقہ ہے اُس طرح کرو۔ صحابہ نے بھی حضور کا ذکر کیا ہے لیکن وہاں کیا کوئی تاریخ مقرر ہوئی تھی ہرگز نہیں وہ تو ہروقت زبان پر رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم ہی کا ذکر رکھتے تھے۔ جیسا کہ مولانا فضل الرحمن صاحبؒ فرماتے ہیں کہ ہم تو ہروقت مولود شریف کرتے ہیں جب لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہتے ہیں اُس وقت بھی آپ ہی کا ذکر ہوتا ہے۔ حضور ہمارے تو ہروقت دل میں بسے ہیں زبان سے ہاتھ سے ہروقت حضورؐ کی یاد میں ہیں۔ سبحان اللہ کیا پتہ کی بات کہی ہے تو صحابہ تو ہروقت ذکر کیا کرتے تھے اور نرا ذکر نہیں بلکہ ویسا بننے کی کوشش کرتے
تھے یہ بکھیڑے جو اب ہیں صحابہ کرام میں کہیں نام کو بھی نہ تھے۔ کسی صحابی نے کبھی ۸
مٹھائی نہیں تقسیم کی کبھی ذکر مولد کی تاریخ مقرر نہیں کی اور اگر کوئی کہے کہ ہم تو خوشی میں مٹھائی تقسیم کرتے ہیں تو میں کہتا ہوں کہ روز کیوں نہیں تقسیم کرتے۔ اس کی کیا وجہ کہ خاص مولود شریف میں ہی تقسیم کی جاتی ہے۔ اسی طرح ولادت شریف کے ذکر کے وقت کھڑا ہونا اس کی بابت بھی یہی ہے کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ جب مولود شریف کی مجلس ہوتی ہو تو کھڑے ہوتے ہو اور پھر اوّل سے لیکر اخیر تک نہیں کھڑے ہوتے بلکہ ایک خاص وقت میں کھڑے ہوتے ہو لیکن اس کے سوا اور کبھی اگر حضورؐ کا ذکر ہوتا ہے جیسے وعظ میں تو نہیں کھڑے ہوتے۔ دیکھو اس وقت جو حضورؐ کا ذکر ہو رہا ہے۔ اس کی کیا وجہ کہ اسوقت کوئی نہیں اُٹھتا۔ یاد رکھو کہ یہ سب کمانے والوں کی منگھڑت ہے کہ ہر چیز کو خاص طور سے گھڑا ہے کہ لوگ ہر کام میں اُن کے محتاج رہیں اور جب اُن سے وہ کام لیں تو کچھ دیں بھی اور جب وعظ کہنے والے یا مولود پڑھنے والے کے لئے کچھ ہوا تو آنے والوں کے لئے بھی کچھ چاہیے

اس لئے مٹھائی کی رسم نکالی گئی۔ لوگ عرب کے فعل سے سند پکڑتے ہیں اور کہتے ہیں کہ عرب والے بھی تو مولود شریف کرتے ہیں لیکن افسوس ہے کہ لوگوں کو خبر نہیں ہے کہ عرب میں کس طرح کا مولود شریف ہوتا ہے۔ یہ مانا کہ وہاں بھی مٹھائی ہوتی ہے۔ مگر پھر بھی یہاں کی نسبت بہت سادگی ہے۔ مٹھائی تقسیم کرتے ہیں لیکن اگر تقسیم میں مٹھائی پوری نہ پڑے بلکہ کچھ لوگ باقی رہ جاویں تو بلا تامل کہدیں گے کہ خلاص یعنی اب ختم ہوگئی۔ یہ ہے خلوص " بھلا یہاں تو کوئی ایسا کر کے دکھلا دے۔ یہاں تو ڈرتے ہیں کہ اس سے بڑی بدنامی ہوگی۔

خدا کی قسم یہاں جو کچھ ہوتا ہے سب نام کے لئے ہوتا ہے۔ صاحبو! محبت کے طریقے ہی دوسرے ہوتے ہیں۔ شاہ عبدالرحیم صاحب دہلوی ربیع الاول میں کچھ کھانا پکا کر تقسیم کیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ کو کچھ میسر نہ ہوا تو آپ نے پیسے دو پیسے کے چنے بھنوا کر تقسیم کر دیئے۔ خواب میں دیکھا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم اُن چنوں کو تناول فرما رہے ہیں۔ دیکھو محبت اللہ والوں ہی میں ہوتی ہے۔ اِن سے سیکھو اور اُن کے طرز پر چلو۔ میں اُس کا بہت آسان طریقہ بتلاتا ہوں مگر وہ طریقہ نفس کو گوارا نہ ہوگا۔ وہ یہ کہ خفیہ خرچ کیا کرو اگر ربیع الاول کے مہینے میں پچاس روپے خرچ کرو مگر ظاہر نہ کرو اور ایک ایک روپیہ ایک ایک مسکین کو دیدو تو حضورؐ کو اس سے زیادہ خوشی ہوگی۔ اگر واقعی حضور سے محبت ہے تو اس طریقے پر عمل کرو مگر میں پیشینگوئی کرتا ہوں کہ کبھی نہ ہو سکے گا نفس کہے گا کہ میاں پچاس روپے بھی خرچ ہوئے اور کسی کو خبر تک بھی نہ ہوئی۔ آجکل تو یہ حالت ہے کہ میں کانپور میں تھا ایک شخص حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے ذکر کے لئے مجھے بلا کر لے گئے۔ میں چلا گیا۔ اگلے دن معلوم ہوا کہ اُسی جگہ جہاں حضورؐ کا ذکر ہوا تھا آج رنڈی کا ناچ ہوا ہے۔ مجھے سُنکر بیحد صدمہ ہوا۔ دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ اُس کے یہاں شادی تھی اور اصل مقصود ناچ کرانا تھا لیکن اُسکے بعض دوست جو دیندار بھی تھے اُن کی خاطر سے حضورؐ کا ذکر بھی کرا دیا تھا تو یہ ذکر حضور کی محبت کی وجہ سے نہیں ہوا بلکہ

9

دیندار دوستوں کے لئے ہوا اور اس سے بڑھکر یہ کہ اُس کا ناچ کے ساتھ مقابلہ کیا گیا اور اُسی جگہ ناچ ہوا۔ خدا کی پناہ پھر لوگ کہتے ہیں کہ ہم کو حضورؐ سے محبت ہے۔ اور میں کانپور میں سُنا کرتا تھا کہ آج فلاں رنڈی کے ہاں مولود شریف ہے۔ آج فلاں رنڈی کے ہاں حضورؐ کا ذکر ہوگا۔ افسوس ہے کہ جب وہاں ضروری باتیں زنا کی مذمت اور گانے بجانے کی بُرائی کو کوئی بیان نہیں کرتا تو نرے حضورؐ کے ذکر سے کیا فائدہ کی توقع ہے۔

دیکھو اگر دستر خوان پر نری چٹنی ہو تو کیا کسی کا اِس دستر خوان سے پیٹ بھر سکتا ہے۔ کبھی نہیں۔ ہاں اگر نرا کھانا ہو اور چٹنی نہ ہو تو اس سے کام چل سکتا ہے، اور اگر دونوں چیزیں ہوں تو پھر کیا ہی کہنا۔ یہ اُس پر یاد آگیا کہ لوگ محبت کا دعوے کرتے ہیں تو دیکھ لیں کہ ابوطالب کی کیا حالت ہے کہ اگرچہ حضورؐ کی بدولت صرف دو جوتے آگ کے اُن کے پیروں میں ہوں گے۔ مگر حالت یہ ہوگی کہ یوں سمجھیں گے کہ مجھے زیادہ کسی کو تکلیف نہیں۔

دنیا ہی میں دیکھ لو کہ اگر ببول کا کانٹا بھی لگ جاتا ہے تو کیا حالت ہوتی ہے، 10
تو اگر کوئی کہے کہ مجھے تو ہلکا عذاب ہوگا وہ خوب سمجھ لے کہ وہاں کا ہلکا بھی برداشت نہ ہو سکے گا۔ اس گھمنڈ میں ہرگز نہ رہنا چاہئے کہ مجھے تو تھوڑی سزا ہوگی۔ یہ شبہے تو دفع ہو گئے۔

اب وہ باتیں بھی سُن لیجئے جن پر اس آیت میں لتاڑا گیا ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں کہ جو لوگ ایسے ہیں کہ ہمارے پاس آنے کا یقین نہیں رکھتے۔ یہ پہلی بات ہے سو اس سے تو ہم بری ہیں۔ لیکن اس سے بری ہوکر بےفکری نہیں ہو سکتی کیونکہ اگلی باتیں ہمارے اندر موجود ہیں چنانچہ دوسری بات یہ فرمائی کہ جو دنیا کی زندگی پر راضی نہیں اور اُس میں دل لگائے ہوئے ہیں۔ اور جو ہمارے حکموں سے غافل ہیں یہ کل چار چیزیں ہیں اُن پر اس سزا کو مرتب فرماتے ہیں کہ اِن لوگوں کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔ آیت کے ترجمہ سے معلوم ہوا ہوگا کہ کافروں پر چار دفعیں لگائی گئی ہیں اور یہ سزا ان چاروں باتوں پر ہے تو اِن چاروں کی مذمت ثابت ہوئی۔ اِن میں سے پہلی بات تو کسی طرح ہم

ابوطالب سے عذاب ہلکا ہونے پر بھی تکلیف ہوگی

آیت میں چار باتوں پر عذاب کا ذکر ہے

میں نہیں۔ اِس دفعہ سے تو بیشک ہم پاک صاف ہیں اور آخر کی بات یعنی اُن کے حکموں سے غافل ہونا اُس کی بابت شبہ ہے کہ ہم میں ہے یا نہیں کیونکہ اسکی تفسیریں دو ہیں۔ ایک تو یہ کہ اُن کے حکموں کو مانتے نہیں اُن کا اعتقاد نہیں اس لئے غفلت ہے سو اِس بات سے تو ہم بچے ہیں۔ دوسری تفسیر یہ ہے کہ اُن کے حکموں سے بے فکر ہیں خواہ اعتقاد اُنکا ہو یا نہ ہو تو یہ جرم ہمارے اندر بھی ہے ہمیں بھی اُن پر عمل کرنیکی فکر نہیں۔ رہے بیچ کے دو جرم کہ دنیا سے راضی ہونا اور دنیا میں دل لگانا۔ اِن میں یقینی بات ہے کہ ہم بھی پھنسے ہوئے ہیں۔ اور وہ دونوں ایک ہیں مگر تھوڑا سا فرق ہے، راضی ہونا تو یہ ہے کہ عقل سے اُس کو پسند کریں اور اچھا سمجھیں اور دل لگنا یہ ایک طبعی بات ہے کہ طبیعت کو ایک چیز کی طرف رغبت اور خواہش ہو بعض مرتبہ رغبت اور خواہش ہوتی ہے۔ مگر اچھا نہیں سمجھتے۔ جیسے چوری، حرام کاری وغیرہ اور کبھی اچھا سمجھتے ہیں مگر رغبت نہیں ہوتی۔ جیسے کڑوی دوا یا شہادت کے لئے سفر کرنا کہ عقل تو اچھا سمجھتی ہے مگر اُس کے ساتھ رغبت نہیں ہوتی غرض کہ اِن دونوں میں یہ فرق ہے کہ کبھی اِن میں سے ایک بات ہوتی ہے اور ایک نہیں ہوتی تو اگر دنیا کے ساتھ رغبت بھی ہو اور اُسکو پسند بھی کرتا ہو تو یہ حالت بہت سخت ہے۔ کافروں کی تو عام طور پر یہی حالت ہے۔ مگر اکثر مسلمانوں میں بھی یہ بات ہے۔ اِس کی کھلی دلیل یہ ہے کہ اگر دنیا اور دین میں مقابلہ ہوتا ہے تو دنیا کو اختیار کرتے ہیں اور اُس سے دل بُرا نہیں ہوتا۔ جیسے جھوٹے مقدموں میں جانا، یا رشوت لینے میں جرأت کرنا، یا جیسے بعضوں کے پاس زمینیں دبی ہوئی ہیں سب جانتے ہیں کہ یہ سب باتیں گناہ کی ہیں۔ مگر دل سے پسند ہیں کہ کبھی اپنی حالت پر افسوس نہیں ہوتا بلکہ جب نصیحت کی جاتی ہے اور اُس کی اصلاح کی رائے دیجاتی ہے تو یوں کہا جاتا ہے کہ یہ تو ریاست کے معاملے ہیں اِن کو ہم ہی جانتے ہیں۔ دوسرے کیا جانیں۔ غرض اکثر لوگ دین کے مقابلہ میں دنیا کو اختیار کرتے ہیں اور عقل سے اُسکو پسند کرتے ہیں۔ اگرچہ عقیدہ ایسا نہیں ہے۔ اسی طرح یہ جانتے ہیں کہ بچوں کو اگر شروع میں انگریزی پڑھائی جائے

تو وہ دین سے بے خبر رہتے ہیں۔ مگر کہتے ہیں کہ ایسا نہ کریں تو ترقی کیونکر کریں۔ جان لو کہ یہ سب باتیں دنیا کو پسند کرنے کی وجہ سے ہیں۔ بلکہ اب تو وہ حالت ہو گئی ہے کہ مولویوں اور فقیروں میں بھی یہ مرض موجود ہے۔ بہت ہی کم اس سے بچے ہوئے ہیں حالانکہ اُن کو بہت زیادہ احتیاط کرنی چاہئے تھی۔

میں دیکھتا ہوں کہ کثرت سے ایسے مولوی اور فقیر ہیں کہ دنیا کی حرص سے انکا یہ مذہب ہو گیا ہے کہ مردہ جنت میں جائے یا دوزخ میں ہمارے چار پیسے سیدھے ہو جائیں۔ اور یہی وہ لوگ ہیں جن کی حالت دیکھکر دنیا داروں کو دین کے علم ہی سے نفرت ہو گئی ہے۔ صاحبو دین کے علم کو ہم نے خود ذلیل کیا ورنہ وہ تو ایسی چیز ہے کہ اُس کے سامنے سب کی گردنیں جُھک جاتی ہیں دربار دہلی میں جب بادشاہ کے سامنے علماء گئے ہیں تو اُن کو دیکھکر بادشاہ خود جُھک گیا۔ افسوس ہے۔ کہ دوسرے مذہب کے لوگ تو عزت کریں۔ دیکھو بادشاہ جس نے نوابوں اور راجاؤں کی طرف سر اُٹھا کر بھی نہیں دیکھا اُس نے مولویوں کو دیکھکر جھک کر اُن سب کی تعظیم کی اب بتلائیے کہ اُن کے پاس کیا چیز تھی کونسا ملک تھا صرف یہ بات تھی کہ مولوی ہیں دین کے پیشوا ہیں لیکن اگر ہم خود ہی علم کی بیقدری کرائیں تو اس میں کسی کا کیا قصور ہے۔ پیروں کی بھی حرص اور لالچ سے بہت بیقدری ہو گئی ہے،

مجھے ایک گنوار کا واقعہ یاد آیا کہ فصل پر جب کمینوں کا اناج نکالنے بیٹھا تو گھر والوں نے سب کو شمار کیا دھوبی کو بھی، بھنگی کو بھی اور یہ بیٹھا سنتا رہا جب سارے کمینوں کا نام سُن چکا تو کہنے لگا کہ اس سُسرے پیر کا بھی تو حق نکالدو، مگر یہ پیر بھی ایسے ہوتے ہیں کہ موضع ستاوی[1] کے بعضے لوگ قاضی صاحب منگلوری کے مُرید ہو گئے تھے۔ خاندانی پیر صاحب کو جب خبر ہوئی تو کہنے لگے۔ اچھی بات ہے، دیکھو میں بھی تمہیں پلصراط پر سے دھکا دوں گا۔ تو ایسے پیر اسی قابل ہیں۔ اُن کی ایسی ہی قدر ہونی چاہئے۔ جیسے اِس گنوار نے کی۔ اِسی طرح بعضے مولوی بھی ایسے ہونے لگے ہیں۔

مولویوں اور فقیروں میں بھی یہ مرض ہے۔ ۱۲

پیروں کی بیقدری لالچ کی وجہ سے ہوئی۔

[1] ایک گاؤں کا نام ہے ۱۲

(باقی آئندہ)

مولانا فرماتے ہیں۔

صبر را باحق قرین کرد اے فلان آخر والعصر را آگہ بخوان

یعنی حق تعالیٰ نے صبر کو حق کے ساتھ قرین کیا ہے اے شخص۔ تو اوس وقت والعصر کے آخر کو پڑھ۔ والعصر میں ہے کہ وتواصوا بالحق وتواصوا بالصبر حق سے مراد عقائد ہیں مولانا کا مطلب یہ ہے کہ صبر وہ ہے کہ حق تعالے نے اوسکو عقائد کے ساتھ بیان فرمایا ہے تو کس درجہ کی شے ہوگی۔

صد ہزاران کیمیا حق آفرید کیمیائے ہمچو صبر آدم ندید

یعنی حق تعالے نے لاکھوں کیمیائیں پیدا فرمائیں مگر (بنی) آدم نے صبر جیسی کوئی کیمیا نہیں دیکھی مطلب یہ ہوا کہ صبر بہت ہی عمدہ اور حصول مقصود میں امداد دینے والی شے ہے آگے اون شیخ نابینا کا بقیہ قصہ فرماتے ہیں کہ۔ ۲۵۷

اون نابینا کا باقی قصہ اور اون کا دیکھکر قرآن پڑھنا

مرد مہمان صبر کرد و ناگہان کشف گشتش حال مشکل در زمان

یعنی اوس مرد مہمان نے صبر کیا تو ناگاہ اوسی زمانہ میں وہ حال مشکل اوسپر کھل گیا (اس طرح کہ)

نیم شب آواز قرآن را شنید جست از خواب آن عجائب را بدید

یعنی اوس مہمان نے آدہی رات کو قرآن کی آواز سُنی تو نیند سے اوٹھ بیٹھا اور یہ عجائب دیکھا کہ :۔

که بمصحف کور میخواند درست گشت بی‌صبر و ز کور آن حال جُست

یعنی کہ قرآن شریف سے وہ اندھا ٹھیک پڑھ رہا ہے تو یہ مہمان بے صبر ہوگیا۔ اور اندھے سے اس حال کی جستجو کی۔

گفت چون کوری عجب بی چشم و نور چون ہمی خوانی و می‌بینی سطور

یعنی اوس نے کہا کہ تو کیا عجیب اندھا بے چشم و نور کے ہے اور تو کس طرح پڑھ رہا ہے اور کس طرح سطروں کو دیکھ رہا ہے۔

آنچه میخوانی بر آن اُفتادهٔ دست را بر حرف آن بنهادهٔ

یعنی جو کچھ تو پڑھتا ہے اوسی پر پڑا ہوا ہے اور تو نے ہاتھ کو اوسی حرف
۲۵۸ پر رکھا ہے۔

اصبعت در سیر پیدا میکند که نظر بر حرف داری مستند

یعنی تیری اُنگلی چلنے میں ظاہر کر رہی ہے کہ تو یقیناً حرف پر نظر رکھتا ہے۔

گفت ای گشته ز جهل تن جُدا این عجب میداری از صنع خدا

یعنی اوس اندھے نے کہا کہ اے شخص جو جہل تن سے جُدا ہے کیا تو قدرت خدا سے یہ عجب بات سمجھا ہے۔ چونکہ یہ دوسرے بھی بزرگ ہیں اس لئے اوس نے کہا کہ آپ جہل باتوں سے جُدا ہیں اور آپکو اوس عالم کا انکشاف ہے پھر آپ اس سے تعجب کیوں کرتے ہیں۔ یہ تو قدرت حق ہے اور اسکی وجہ ظاہری یہ ہوئی ہے کہ

من ز حق درخواستم کای مستعان بر قرات من حریصم همچو جان

یعنی میں نے حق تعالے سے درخواست کی تھی کہ اے مستعان میں قرآن پڑھنے پر جان کی طرح حریص ہوں۔ یعنی جس طرح کہ مجھے اپنی جان سے محبت ہے اسی طرح قرآن خوانی سے اُنس ہے۔

نیستم حافظ مرا نورے بدہ　　در دو دیدہ وقت خواندن بے گرہ

یعنی میں حافظ ہوں نہیں تو آپ میری دونوں آنکھوں میں قرآن پڑھنے کے وقت ایک نور بے رکاوٹ کے عطا فرما دیجئے۔

باز دہ دو دیدہ ام را آن زمان　　کہ بگیرم مصحف و خوانم عیان

یعنی وہ نور میری دونوں آنکھوں کو واپس دیدیا کیجئے جبکہ میں مصحف لوں اور عیاناً پڑھوں ؛

آمد از حضرت ندا کاے مرد کار　　اے بہر رنجے بما امید وار ۲۵۹

یعنی حضرت حق سے ندا آئی کہ اے مرد کار اور اے وہ شخص جو کہ ہر تکلیف میں ہمارا اُمیدوار ہے

حسن ظن ست و امید خوش ترا　　کہ ترا گویم بہر دم بر ترا

یعنی تجھے حسن ظن اور امید خوش یہ ہے کہ میں تجھے ہر دم کہونگا کہ ترقی کر مطلب یہ کہ تجھے امید ہے کہ ہم تجھے ہر دم ترقی دیں گے اسی لئے تو ایسی باتیں ہم سے مانگتا ہے تو حسن رکھہ کہ

ہر زمان کہ قصد خواندن باشدت　　یا ز مصحفہا قرارت بایدت

یعنی جس وقت کہ تیرا قصد قرآن پڑھنے کا ہو یا قرآن سے تجھے کچھہ پڑھنے کی

ضرورت ہو۔

من دہم آن دم دادہم چشم ترا۔ تا فروخوانے معظم جوہرا

یعنی میں اوس وقت وہ نور تیری آنکھ کو دیا کروں گا تاکہ تم پڑھ لیا کرو۔ اسے معظم ذات۔ تو حق تعالے نے یہ وعدہ فرمایا تھا۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

ہمچنان کرد وہم آنگاہے کہ من واکشایم مصحف اندر خواندن

یعنی حق تعالے نے ایسا ہی کیا کہ جس وقت میں قرآن شریف پڑھنے کے لئے کھولتا ہوں۔

آن خبیرے کہ نشد غافل ز کار آن گرامی بادشاہ کردگار

یعنی وہ خبیر جو کہ کسی کام سے غافل نہیں ہے اور وہ معظم بادشاہ حق تعالے۔ ۲۶۰

باز بخشیم بینشم آن شاہ فرد در زمان ہمچون چراغ شب نورد

یعنی وہ شاہ یکتا ہی بینش کو پھر اوسی وقت عطا فرما دیتا ہے۔ مثل چراغ شب نورد کے یعنی جس طرح کہ چراغ تاریکی کو زائل کر دیتا ہے اسی طرح وہ روشنی تاریکی کو زائل کر دیتی ہے۔ چونکہ مولانا نے یہاں ایک حکایت اون شیخ اقطع کی بیان کی ہے کہ دونے ہاتھ کے زنبیل بُن رہے تھے دوسری حکایت ان شیخ ضریر کی کہ بے آنکھوں کے قرآن خوانی میں مشغول تھے اسلئے آگے فرماتے ہیں کہ۔

زین سبب نبود ولی را اعتراض ہرچہ بستاند فرستد اعتیاض

یعنی اسی لئے ولی کو اعتراض نہیں ہوتا کہ حق تعالیٰ جو کچھ لیتے ہیں اوس کا عوض بھیج دیتے ہیں۔ جیسا کہ ان دونوں قصوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک کے

(باقی آیندہ)

الحدیث من ابتلی ببلیتین فلیختر اسھلھما یستانس لہ بقول عائشۃؓ ما خیر النبی صلی اللہ علیہ وسلم بین امرین الا اختار ایسرھما مالم یکن اثما (وھذا حدیث معروف) **ف** وھذا داب المربین المحققین لاسیما فی التربیۃ یراعون حال الطالب ویسھلون علیہ الخطب کیلا یشق علیہ الطریق۔

الحدیث من تشبع بما لم یعط فھو کلابس

حدیث۔ جو شخص دو بلاؤں میں مبتلا ہو جاوے اوسکو چاہیئے کہ دونوں میں جو سہل ہو اوسکو اختیار کرے (یہ الفاظ حدیث کے نہیں۔ لیکن مضمون حدیث کے موافق ہے چنانچہ) اس مضمون کے لئے حضرت عائشہؓ کے قول سے مناسبت نکال سکتے ہیں کہ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دو امر میں اختیار دیا گیا ہو۔ مگر ہمیشہ آپنے
۱۱۷ آسان ہی صورت کو اختیار فرمایا اور یہ حدیث معروف ہے (اور مناسبت ظاہر ہے) **ف** اور یہی طریقہ ہے محققین اہل تربیت کا خصوصیت سے کہ اس میں طالب کی حالت کی رعایت کرتے ہیں اور دشوار کام کو اوسپر سہل کر دیتے ہیں تاکہ طریق اوسپر دشوار نہ ہو۔

حدیث۔ جو شخص ایسی چیز کے ہونے کو جتلاوے جو اوسکو عطا نہیں کی گئی (خواہ مال ہو یا کمال ہو)

التحرز عن القرب من الدعوی

ثوبی زور متفق علیه
ف اکمل العاملین
بهذا الحدیث
هم المشائخ حیث
یتوقون الدعوی
ولو ایهاما ویقون
اصحابهم۔
الحدیث من حمل سلعته
فقد بری من الکبر
القضاعی والدیلمی
فی مسندیهما من ۱۱۸
حدیث سفیان عن
محمد بن المنکدر عن جابر به
مرفوعًا ف وهو اوضح ما فی
لاشال ما یعالج به
المشائخ مریدیه فی الکبر
الحدیث من دعا علی
من ظلمه فقد انتصر الترمذی
وابو یعلی وغیرهما
من حدیث ابراهیم عن
الاسود عن عائشة به مرفوعا

علاج الکبر

وہ شخص ایسا ہے جیسے تمام لباس جھوٹ کا
پہن لیا۔ روایت کیا اسکو بخاری ومسلم نے
ف سب سے زیادہ عمل کرنے والے
اس حدیث کے مشائخ ہیں کہ دعوے
کے ایہام تک سے خود بھی بچتے ہیں اور
اپنے متعلقین کو بھی بچاتے ہیں اور اوس
ایہام تک دوسروں کی نظر بھی نہیں جاتی +
حدیث۔ جو شخص اپنا اسباب اٹھا کر
خود لے آوے وہ کبر سے مبرا ہو گیا۔ اسکو
قضاعی اور دیلمی نے اپنی مسندوں میں
سفیان کی روایت سے ذکر کیا ہے اونہوں
نے محمد بن المنکدر سے اونہوں نے جابر سے
مرفوعًا روایت کیا ہے ف یہ حدیث
واضح تر ماخذ ہے ایسے علاجوں کا جنکو
مشائخ اپنے مریدوں کے لئے کبر کے
متعلق تجویز کرتے ہیں +
حدیث۔ جو شخص ایسے شخص پر جس نے
اوسپر ظلم کیا ہو بد دعا کرے اوس نے اپنا بدلہ
لے لیا۔ روایت کیا اسکو ترمذی وابو یعلی
وغیرہما نے ابراہیم کی روایت سے وہ اسود
سے اور وہ عائشہ سے مرفوعًا روایت

ف وكان هذا الحديث
عمادما عليه اكثر اهل
الطريق من العفو عن
من ظلمهم وهو ظاهر كما ان
هو مستند لما عليه بعضهم من
الدعاء عليه بشيء هين من المكروه
كيلا يلحقه ضرر اشد لو صبروا
فالصابر منهم وغير الصابر
كلاهما يقصدون
الرحمة به لكن اللون
مختلف -
الحديث من رفع كتابًا
عن الطريق الدارقطني
في الافراد من حديث
سليمان بن الربيع عن همام
ابن يحيى عن عمرو بن عبد الله
ابن ابي خثعم عن يحيى
ابن ابي كثير عن ابي امامة
عن ابي هريرة به مرفوعًا
ولابي الشيخ عن انس
رفعه من رفع

کرتے ہیں۔ **ف**۔ اور جس طرح یہ حدیث
اوس عادت کی بنا ہے جیپر اکثر اہل طریق
ہیں کہ ظلم کرنے والیکو معاف کردیتے ہیں۔
اسیطرح اوس عادت کی بھی سند ہے جیپر
بعض اہل طریق ہیں کہ کچھ خفیف ضرر کی بددعا
کردیتے ہیں تاکہ صبر کرنے کی وجہ سے
اسکو کوئی بڑا ضرر لاحق نہ ہوجاوے غرض
صابر اور غیر صابر دونوں کا قصد
یہی ہے کہ ظالم کے ساتھ
رحمت کا برتاؤ ہو۔ لیکن رنگ رحمت کا
مختلف ہے ؀

119 **حدیث**۔ جو شخص کوئی لکھا ہوا کاغذ
رستہ سے اوٹھالے روایت کیا اسکو
دارقطنی نے افراد میں سلیمان بن ربیع
کی روایت سے اونھوں نے ہمام بن
یحییٰ سے اونھوں نے عمرو بن عبداللہ بن
ابی خثعم سے اونھوں نے یحییٰ بن کثیر سے
اونھوں نے ابوامامہ سے اونھوں نے
حضرت ابوہریرہ سے اسی لفظ سے مرفوعًا
اور ابوالشیخ کی روایت حضرت انس سے
جسکو مرفوع کیا ہے یہ ہے کہ جس شخص نے

رفع الکاغذ عن الطریق

قرطاس من الارض
فيه بسم الله
اجلالا كتب
من الصديقين
ف وعليه
عمل المتادبين
قدر استطاعتهم
وعدى اهل
الدراية منهم
هذا الحكم
الى ما فيه ١٢٠
مادة الاذكار
من الحروف
بدون الهيئة
ثم منه الى محل
هذه المادة
من الكاغذ
الساذج بتفاوت
المراتب۔
الحديث مرسلك
سالك التهم اتهم

زمین سے کوئی کاغذ اوٹھا لیا جس میں
بسم اللہ تھی ادب و تعظیم کے سبب وہ صدیقین
سے لکھا جاوے گا۔ **ف**۔ اور اسی پر
عمل ہے اہل ادب کا جہاں تک اونکے
بس میں ہے اور اونہیں جو اہل درایت
ہیں اونہوں نے اس حکم کو ایسے کاغذات
کی طرف بھی متعدی کیا ہے جن میں حروف
ہوں جو مادہ ہے اذکار کا گو ہیئت
نہ ہو (یعنی بسم اللہ وغیرہ لکھی ہوئی نہ ہو اور
کوئی عبارت ہو۔ مگر اوس عبارت کے
حروف تو وہی ہیں جن سے اسماء الٰہیہ
وکلام الٰہی مرکب ہے) پھر اوس سے
آگے متعدی کیا اون حروف کے محل یعنے
سادہ کاغذ تک (اگرچہ اوسمیں کچھ لکھا
نہ ہو) مگر ان سب مراتب میں تفاوت
ہے (یعنی جسپر بسم اللہ وغیرہ لکھی ہو اوسکا
سب سے زیادہ ادب ہے پھر اوس کا جس میں
کوئی دوسری عبارت لکھی ہو پھر خالی
کاغذ کا)۔

حدیث۔ جو شخص تہمت (وشبہ) کے
رستوں میں چلیگا اوسکو تہمت لگائی جاویگی

(باقی آیندہ)

پورے طور سے انجام نہیں دیسکتے تھے۔ اب تو غالباً تسکین ہوگئی ہوگی۔ (وعظ فضائل العلم والخشیۃ دعوات جلد ۳۔ ص۳۱ سطر ۲)

(۹۳) **حکایت**۔ دیوبند میں ایک مسلمان جن پر اس نئی تہذیب کا اثر پڑا تھا کہنے لگے کہ قیامت کوئی چیز نہیں ہے ایک ناصح نے اُن سے کہا کہ میاں قیامت کے قائل ہونے میں کیا حرج ہے اگر بالفرض تمہارے خیال کے مطابق قیامت نہوئی اور تم اُس کے وجود کے معتقد رہے تو تمہارے اس غلط عقیدہ کا تم پر کوئی ضرر نہ ہوگا کیونکہ کوئی بازپرس ہی کرنے والا نہیں اور اگر ہمارے خیال کے مطابق قیامت ہوئی اور تم اس کے منکر ہوئے تو یاد رکھنا بہت جوتیاں لگیں گی یہ جواب اصل میں حضرت علیؓ سے منقول ہے جو اُنہوں نے کسی دہریے کو دیا تھا۔ اسکو کسی نے نظم بھی کیا ہے۔

قال المنجم والطبیب کلاھما لا تحشر الاجساد قلت الیکما
ان صح قولکما فلست بخاسر او صح قولی فالخسار علیکما ۴۵

(وعظ ایضاً ص۳۲ سطر ۲)

(۹۴) **حکایت مشتمل بر مثال**۔ ایک بزرگ نے ایک بادشاہ سے پوچھا کہ اگر تم اتفاقاً شکار میں نکلجاؤ اور تن تنہا رہ جاؤ اور اسوقت تم کو شدت سے پیاس لگے کہ تمہارا دم نکلنے لگے اسوقت اگر کوئی شخص تمہارے پاس ایک پیالہ پانی لائے اور نصف سلطنت اسکی قیمت بتلائے تو تم اس کو خریدلو گے کہ نہیں اس نے کہا کہ میں ضرور خریدلوں گا۔ پھر اُن بزرگ نے کہا کہ اور اگر اتفاق سے تمہارا پیشاب بند ہوجائے اور کسی طرح اُدرار نہ ہو اور ایک شخص اس شرط پر کہ بقیہ نصف سلطنت اسکو دیدو پیشاب اُتار دینے کا وعدہ کرے تو تم کیا کرو۔ اس نے کہا میں بقیہ نصف بھی اسکو دیدوں تو اُن بزرگ نے کہا کہ آپ کی سلطنت کی یہ قیمت ہے کہ ایک پیالہ پانی اور ایک پیالہ پیشاب جس کے لئے آپ اسقدر منہمک ہیں (وعظ ایضاً ص۳۵ سطر ۱)

(۹۵) حکایت۔ ایک شخص مدت سے مجھ سے خط وکتابت رکھتے تھے لیکن جب ان کا خط آتا تھا کسی نہ کسی دنیاوی غرض کے لئے آتا تھا میں نے ان کو لکھا کہ تم جب لکھتے ہو دنیا ہی کی باتیں لکھتے ہو کیا تم کو دین کی باتوں میں کبھی کوئی ضرورت نہیں ہوتی تو وہ جواب میں لکھتے ہیں کہ میرے پاس بہشتی زیور موجود ہے۔ مجکو جو دین کی ضرورت پیش آتی ہے اس میں دیکھ لیتا ہوں گویا اُن کے نزدیک سارا دین بہشتی زیور ہی کے اندر آگیا ہے یا اُن کو بجز اُن مسائل کے جو اُس میں ہیں اور کسی مسئلہ کی ضرورت ہی نہیں پڑتی۔ اس میں شک نہیں کہ بہشتی زیور میں ایک کافی تعداد مسائل کی موجود ہے۔ لیکن اول تو اس میں زیادہ تر وہ مسائل ہیں جو عورتوں کے ساتھ خاص ہیں یا مشترک ہیں عورتوں اور مردوں میں اور قطع نظر اس سے اس میں مسائل اسقدر نہیں کہ اون کے بعد ضرورت دریافت ہی کی نہ ہو نیز یہ بھی ممکن نہیں کہ اوس کے سارے مسائل مطالعہ سے حل ہی ہو جائیں۔ اور کسی مسئلہ میں شبہ ہی پیدا نہ ہو۔ (تفصیل الحق دعوات جلد ۲ صد ۱۳۰ سط) ۴۶

(۹۶) مثال طبعی گرانی کی ہی وجہ سے اللہ تعالےٰ نے اول دلائل حضور کی اطاعت کے واجب ہونے کے بیان فرما دیے۔ اسکی ایسی مثال ہے کہ ایک شخص کے یہاں مثلاً کوئی مہمان آرہا ہو اور کسیکو قرینہ سے معلوم ہو کہ اگر اسکو خبر ہوگی تو گراں گذرے گا تو اسکی گرانی دفع کرنے کے لئے کہتے ہیں کہ تم کو خبر بھی ہے تمہارے یہاں کون آرہا ہے تمہارے یہاں وہ شخص آرہا ہے جو تمکو روپیہ بھیجتا ہے اور رفیع القدر ہے۔ اور تم اسپر عاشق ہو۔ (وعظ شروط الایمان دعوات جلد ۶ صد ۱۲۱ سط ۲)

(۹۷) مثال۔ ایک مرتبہ انجمن نعمانیہ لاہور کے وعظ میں کہا کہ اگر تمکو سود کھانا ہی ہے تو کھاؤ۔ لیکن اسکو حرام تو سمجھو گناہ کو حلال سمجھنے سے تو یہ بہتر ہے اور جو تم فقہی روایت کے اتباع کا اس باب میں دعوے کرتے ہو تو یہ اتباع شریعت کا نہیں اتباع ہوا بلکہ نفسانی ہے۔ ہم تو متبع جب سمجھتے کہ

کہ تمام امور میں فقہ کا اتباع کامل ہوتا کیا تمام فقہ میں سے آپکو یہی مسئلہ عمل کرنیکے
لئے ملا تھا یہ تو ایسا ہی ہے کہ کسی نے کسی آزاد سے پوچھا تھا کہ میاں روزہ رکھوگے
کہا بھائی ہمت نہیں ہے جب دن ختم ہوا پوچھا کہ افطاری کھاؤ گے کہنے لگے کہ
بھائی افطاری بھی نہ کھائیں تو کیا بالکل کافر ہو جائیں اور جیسے کسی طفیلی سے پوچھا
تھا کہ قرآن مجید میں تم کو کونسی آیت پسند آئی کہا کلوا واشربوا پھر کہا کہ دعاؤں
میں سے کونسی دعا تم کو اچھی معلوم ہوتی ہے کہا ربنا انزل علینا مائدۃ
من السماء۔ صاحبو! یہ فقہ پر عمل نہیں ہے یہ ہوائے نفسانی پر عمل ہے (وعظ ایضاً ص۹)

(۹۸) **حکایت**۔ ایک لڑکے نے یہ کہا تھا کہ کیا اس گرانی میں بھی ڈیڑھ سیر
ہی گیہوں واجب ہیں پہلے تو اناج ارزاں تھا اس وقت کم قیمت میں آتا تھا۔
اب اس قدر واجب ہونا چاہئے جتنا اس قیمت میں آجائے غضب ہے
احکام سلطنت میں کوئی شخص معارضہ نہیں کرتا اور احکام شرعیہ میں ہر شخص
جسارت کرتا ہے۔ (وعظ ایضاً ص۲۲۵ سطر۱۵) ۴۷

(۹۹) **حکایت**۔ ایک مسئلہ فرائض کا میرے پاس آیا اسمیں ایک
بیوی ایک بیٹی ایک عصبہ تھا مسئلہ کا جواب سنکر بیوی اور بیٹی کہتی ہیں کہ
اللہ میاں نے (توبہ توبہ) یہ عصبہ کی کہاں شاخ لگادی اون کی رائے یہ تھی
کہ عصبہ نہ ہونا چاہئے۔ میں نے ان سے پوچھا کہ اگر تم خود عصبہ ہو تو اسوقت کیا
رائے دو اسوقت تو یہ کہنے لگیں کہ سبحان اللہ شریعت میں کیا عدل اور حق رسانی
ہے کہ دور دور کے رشتہ کی بھی رعایت رکھی ہے (وعظ ایضاً ص۲۲۵ سطر۱۹)

(۱۰۰) ایک اور قصبہ کا واقعہ ہے کہ ایک شخص کی ہمشیرہ کا نکاح کسی شیعی
سے ہوا۔ وہ ہمشیرہ مرگئی اور اس نے خاوند اور دو بھائی وارث چھوڑے۔
بھائی نے چاہا کہ خاوند کو حصہ نہ دوں چنانچہ ایک استفتا تیار کیا کہ شیعہ مرد کا نکاح
سنیہ عورت سے ہوتا ہے یا نہیں یہ مگر اس لئے کیا کہ نکاح جائز نہ ہوگا تو
شوہر شوہر نہ ہوگا تو تمام جائداد میرے ہی پاس رہے گی اور اس کی کچھ پرواہ

نہیں ہوئی اور نہ غیرت آئی کہ اتنے دنوں تک بہن بلا نکاح ایک غیر مرد کے پاس رہی۔ شریعت کو لوگوں نے موم کی ناک سمجھ رکھا ہے جس طرح چاہا موڑ لیا۔ غرض اخیر فیصلہ ہوائے نفسانی پر کرتے ہیں۔ اگر شریعت سے ملے تو شریعت کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ اور اگر شریعت سے حصہ نہ ملے تو عدالت میں جاتے ہیں کہ بھائی ہم تو گنہگار ہیں۔ بال بچے والے ہیں ہم سے شریعت پر کیسے عمل ہو سکتا ہے شریعت پر تو وہ عمل کرے جس کے نہ جورو نہ اولاد دم نقد ہو جس طرح چاہے کرے۔ اور دنیا دار کو تو ہر قسم کی ضرورتیں پیچھے لگی ہیں۔ (وعظ ایضاً ص ۲۲ ۔ ۳۰)

(۱۰۱) مثال اگر ایک شخص کے یہاں مال و دولت حشمت و شوکت سب کچھ ہو اور اسکو پھانسی کا حکم ہو جائے اور اس کے مقابلہ میں ایک شخص فرض کیا جائے کہ جسکے پاس ایک پیسہ نہیں ہے اور مزدوری کر کے اطمینان کے ساتھ اپنا پیٹ پالتا ہے اس سے اگر یہ کہا جائے کہ فلاں شخص کی تمام دولت تم کو ملگی اگر بجائے اس کے تم پھانسی پر چڑھ جاؤ۔ اور یہ اقرار کر لو کہ قاتل میں ہوں وہ ہرگز ۴۸
منظور نہ کرے گا۔ اور کہیگا کہ میں دولت کو لیکر کیا چولھے میں ڈالوں گا جب میری جان ہی نہ ہوگی تو ایسی دولت کو کیا کروں گا اور اس دولتمند سے اگر پوچھا جائے کہ تم کو خلاصی ہو جائے گی۔ مگر اس شرط سے کہ اس شخص کا فقر و فاقہ تمکو ملیگا تو وہ خوشی سے راضی ہو جائے گا۔ معلوم ہوا کامیابی کی حقیقت مال و جاہ و صحت نہیں ہے بلکہ حقیقت اوسکی اطمینان اور راحت قلب ہے ہم دعوے سے کہتے ہیں کہ اگر اہل اللہ پر فقر و فاقہ اور مصائب خواہ کسی قدر ہوں اون کا قلب پریشان نہیں ہوتا۔ اور نافرمان کو کتنی ہی عیش و عشرت ہو لیکن اس کا قلب ہمیشہ پریشان ہے (وعظ ایضاً ص ۲۲ ۔ ۱۴)

(۱۰۲) حکایت مشتمل مثال۔ میں ایک قصہ عرض کرتا ہوں کہ اس سے آپ کو کلام اللہ کی شوکت و صولت کا اندازہ ہوگا کہ جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبلیغ و دعوت اسلام شروع فرمائی اور بتوں کی مذمت کی

اور لوگ مسلمان ہوتے لگے تو ایک روز روسا مکہ جمع ہوئے۔ اور آپس میں مشورہ کیا کہ انہوں نے ہمارے مجمع کو پریشان کر دیا اور ہمارے معبودوں کی توہین کی کیا تدبیر کیجائے کہ یہ باز آجائیں اور اس فتنہ کو سکون ہو ایک شخص نے بیڑا اٹھایا کہ میں ان کو کسی طرح لالچ دیکر راضی کر دوں گا۔ آیندہ سے وہ رک جائیں گے وہ احمق یہ سمجھا تھا کہ جیسے لوگ طالب زر یا دنیا ہوتے ہیں ایسے ہی یہ بھی ہوں گے آجکل بھی لوگ بزرگوں کو ایسا ہی سمجھتے ہیں اور بعض لوگ بزرگوں سے اس لئے تعلق پیدا کرتے ہیں کہ انکے ذریعہ سے روپیہ ہاتھ آجائے گا۔ یا کوئی عورت مل جائے گی اور یہ غور نہیں کرتے کہ جب اس شخص نے دنیا کو اپنے لئے پسند نہیں کیا تو دوسروں کے واسطے کہاں سے لائیں گے واللہ بڑا ظلم وستم ہے کہ اہل اللہ کے سامنے دنیوی اغراض پیش کی جائیں اہل اللہ کی خدمت میں دنیوی مقاصد لیجانیکی ایسی مثال ہے جیسے کسی جوہری کے پاس چارپائی بننے کے لئے جائیں یا سنار کے پاس کھرپا لیجائیں
۳۹ کہ اسکو سان پر رکھدے اہل اللہ طبیب روحانی ہیں وہ امراض باطنی کے معالجہ کے لئے ہیں ان سے یہی کام لینا چاہئے آجکل یہ حالت ہے کہ کوئی نمک پڑھواتا ہے کہ میرا فلاں عورت سے نکاح ہو جائے کوئی تعویذ لکھواتا ہے کہ میرا مقدمہ فتح ہو جائے انا للہ الخ حدیث میں ہے ارحموا ثلثۃ۔ تین آدمیوں پر رحم کرو یعنی تین آدمی رحم کے قابل ہیں انمیں ایک یہ بھی ہے عالم یلعب بہ الجہال یعنی وہ آدمی جسکے ساتھ جہلا تمسخر کرتے ہوں اور یہ بھی تمسخر ہے کہ اس سے دوسرا کام لیا جائے جوہری کے پاس کھرپا درست کرانے کیلئے لیجانا اسکے ساتھ ظاہر ہے کہ تمسخر کرنا ہے۔ اسی طرح اس شخص نے بھی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہی سمجھا چنانچہ حضور کی خدمت میں آیا اور عرض کیا کہ آپکا مقصد کیا ہے اگر مال مطلوب ہے تو ہم چندہ جمع کر کے آپ کو بہت سا مال جمع کر دیں۔ اور اگر جاہ مقصود ہے تو ہم سب ملکر آپ کو سردار بنالیں اور اگر عورتیں مرغوب ہیں تو قریش کی خوبصورت عورتیں آپ کے لئے حاضر ہیں مگر کیا ٹھکانا تحمل کا کہ آپ یہ سب سنکر ساکت رہے جب وہ سب

تقریر ختم کرچکا تو آپ نے جواب میں بجز اس کے کچھ نہیں فرمایا کہ اعوذ اور بسم اللہ پڑھ کر یہ آیتیں تلاوت فرمائیں۔

حٰمٓ ۝ تَنْزِیْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ کِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰیٰتُهٗ الخ جب آپ پڑھتے پڑھتے اس آیت پر پہونچے فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَقُلْ اَنْذَرْتُكُمْ صٰعِقَةً مِّثْلَ صٰعِقَةِ عَادٍ وَّثَمُوْدَ (یعنی اگر یہ لوگ اعراض کریں تو آپ فرما دیجئے کہ میں تمکو ایسی کڑک سے ڈراتا ہوں جو مثل کڑک عاد و ثمود کے ہے اس کلام کی شوکت و دبدبہ نے وہ اثر کیا کہ گھبرا گیا اور کہا میں سن نہیں سکتا اور وہاں سے بھاگا اور آکر رؤسا مکہ سے کہا کہ میری حالت تو اس شخص کے پاس جاکر عجیب ہوئی اور تمام قصہ بیان کیا اور کہا کہ جب آپ نے فان اعرضوا الخ آیت پڑھی تو مجھے یقین ہوگیا تھا کہ مجھ پر اب بجلی گری اور اگر تھوڑی دیر بیٹھا رہتا تو میں اپنے دین کو جواب دے چکا تھا فرمائیے یہ کیا اثر تھا کلام الٰہی کی تو قوت تھی ہی لیکن پڑھنے
والے چونکہ خود عامل تھے زیادہ اثر اس کا بھی تھا پس نری اپنی تربیت کو کافی سمجھنا ۵۰
نادانی ہے۔ (وعظ اختیار خلیل دعوات جلد ۲ ص ۱۹۵ سے)

(۱۰۳) **حکایت**۔ ابھی میرے پاس ایک کتاب آئی ہے اس میں ایک میرے دوست نے شعب ایمانیہ کی تفصیل لکھی ہے کہ ایمان کی کچھ اوپر ستر شاخیں ہیں یہ مضمون حدیث کا ہے ان شعب کی انہوں نے تفصیل لکھدی ہے اور میرے پاس لکھا ہے کہ میں نے یہ کتاب اپنے ایک عزیز یا دوست کے پاس جو وکیل ہیں بھیجی تھی انہوں نے اس کے جواب میں لکھا ہے کہ تم نے ایمان کو بہت طویل کردیا۔ ایمان کیا ہے شیطان کی آنت ہے زمانہ کا اقتضا تو یہ ہے کہ ایمان کو مختصر کرو۔ (توبہ توبہ) استغفر اللہ بتلائیے ایسے شخص کو کیونکر مومن کہا جائے۔ دیکھئے یہ تحریر اس شخص کی بتلا رہی ہے کہ یہ شخص یا تو دین سے بالکل بے خبر ہے اور یا اعلیٰ درجہ کا بے ادب ہے (شروط الایمان ص ۱۹۲ سے)

(۱۰۴) **مثال**۔ اختصار کی ایسی مثال ہوگی جیسے شاہی باز م ڈکر ایک ٹ چیا

کے گھر چلا گیا بڑھیا نے اسکو پکڑ لیا اس کی چونچ دیکھی تو بہت بڑی ہے بہت افسوس کیا کہ ہائے یہ کیسے کھاتا ہوگا قینچی لیکر اس کی چونچ کتر دی پنجے دیکھے تو وہ بھی لمبے لمبے تھے کہنے لگی کہ ہائے یہ چلتا کیسے ہوگا پنجے بھی کتر دیئے غرض جو چیزیں اسمیں کمال کی تھیں وہ سب اڑا دیں اسلام میں اگر اختصار کیا جائیگا تو اس باز ہی کی سی حالت ہوگی وہ اسلام ہی کیا رہے گا (وعظ ایضاً ص۱۹۳ سط)

(۱۰۵) **حکایت**۔ بابری میں ایک بزرگ مجذوب ہیں سٹے والوں نے انکو تنگ کر دیا ہے۔ وہ بیچارے پریشان ہیں وہ کچھ بڑبڑا کر دیتے ہیں یہ لوگ اسمیں سے کچھ الفاظ نکالکر ان سے کچھ استنباط کر لیتے ہیں یاد رکھو مجاذیب سے تعلق اس شخص کو ہوگا جو دنیا دار ہو اس لئے کہ مجذوب سے دین کا تو کچھ فائدہ کسیکو ہوتا نہیں اور دنیا کا فائدہ بھی صرف لوگوں کے زعم میں ہے واقعی وہ بھی نہیں لوگ یوں سمجھتے ہیں کہ ان کے کہنے سے یوں ہو گیا حالانکہ ان کے کہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ بلکہ ان کے منہ سے وہی باتیں نکلتی ہیں جو ہونیوالی ہیں اگر وہ نہ بھی کہتے جب بھی وہ باتیں ہوتی۔ (وعظ ایضاً ص۱۹۶ سط) ۵۱

(۱۰۶) **حکایت**۔ ایک گاؤں کی نسبت جبرئیل علیہ السلام کو حکم ہوا کہ اسکو الٹ دو جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ اس گاؤں میں ایک شخص ہے کہ اس نے کبھی نافرمانی نہیں کی فرمایا کہ مع اس کے الٹ دو۔ اسلئے کہ ہماری نافرمانی دیکھتا تھا اور کبھی اسکو تغیر تک نہیں ہوا۔ (اختیار خلیل دعوات ص۱۹۵ سطر ۶)

(۱۰۷) **حکایت**۔ ایک لڑکے سے میں نے کہا کہ تم نماز کیوں نہیں پڑھتے کہنے لگا کہ نماز کس کی پڑھوں مجھے تو خدا کے وجود ہی میں شک ہے مجھے سخت صدمہ ہوا۔ اس کے بعد وہ لڑکا بھی چشم نم ہوا۔ اور اس نے کہا کہ اس کا وبال میرے ماں باپ کی گردن پر ہے کہ انہوں نے مجھے ایسی جگہ

تعلیم کے لئے بھیجا اپنے ہاتھوں اپنی اولاد کو بگاڑتے ہیں (وعظ ایضاً ۱۹۹/۱۱)

(۱۰۸) چوپانوں اور بیٹھکوں کی صحبت بہت زیادہ قابل انسداد ہے۔ اور وہ شے جو انجن ہے ان سب کے کھینچنے کا جو گھروں سے اونکو نکال نکال کر یہاں بٹھلاتا ہے وہ حقہ ہے وہ تو قابل جلا ہی دینے کے ہے میری سمجھ میں اس اختلاط کا زیادہ سبب یہی آیا اسی واسطے میں نے اسکی تخصیص کی (وعظ ایضاً ص۲۰ س۱۱)

(۱۰۹) **لطیفہ**۔ ایک لطیفہ یاد آیا حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب سے ایک شخص نے عرض کیا کہ حضرت ذکر میں پہلا سا مزا نہیں آتا۔ فرمایا کہ میاں پُرانی جورو اماں ہوجاتی ہے یعنی مزہ تو نئی شے میں ہوتا ہے اور پُرانی شے میں مزہ اور حال وشوق نہیں ہوتا البتہ اس سے انس بڑھ جاتا ہے (وعظ اطا نۃ الاحکام دعوات ملا ص۵۲ س۱)

(۱۱۰) **حکایت**۔ ایک ڈوم نے سنا تھا کہ چاند دیکھکر روزہ فرض ہوجاتا ہے اُس نے کہا کہ ہم چاند ہی نہ دیکھیں گے جو روزہ فرض ہو جس گز چاند رات ہوئی گھر میں چھپ کر بیٹھ گیا کھانا پینا بول وبراز سب گھر ہی میں کرتا کئی روز بعد بیوی نے ملامت کی کہ کمبخت کیا آفت ونحوست ہے کہ گھر میں موتنے ہگنے ہی لگا ہے جا باہر نکل ڈرتے ڈرتے آنکھیں بند کرکے منہ کو ہاتھ اور کپڑے سے ڈھانک کر باہر نکلا کہ کبھی چاند کہیں نظر نہ پڑ جائے اور جنگل میں جاکر رفع حاجت کی اور طہارت کے لئے ایک تالاب پر آیا اور ڈرتے ڈرتے اپنی نگاہ نیچے کرکے آنکھیں کھولیں تو پانی میں چاند کا عکس نظر آیا تو آپ فرماتے ہیں کہ بڑ جا آنکھوں ماں۔ کرئے روجہ پھرج (یعنی آنکھوں میں گھس جا اور روزہ فرض کردے) ۵۲

تو صاحبو! جیسے یہ ڈوم حماقت میں مبتلا تھا کہ روزہ کی فرضیت سے ڈرتا تھا حالانکہ روزہ اسپر فرض ہوچکا تھا۔ ایسے ہی بعض حضرات جو اصلاح کے نام

(باقی آئندہ)

اور وہ منبر کے قریب ہی تھے وہ بیان کرتے تھے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ منبر پر رونق افروز ہوئے اور اُنہوں نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا پھر فرمایا کہ بہترین امت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں اور دوسرے درجہ میں عمر رضی اللہ عنہ ہیں اور فرمایا کہ ان کے بعد اللہ تعالیٰ جس کو چاہیگا بہترین اُمت بنائے گا۔ سفیان[۱] ثوری سے اسود بن قیس سے اُنہوں نے ایک شخص سے اُنہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو روایت کی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جنگ جمل کے دن فرمایا کہ امارت وخلافت کے بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمکو کچھ وصیت نہیں فرمائی کہ ہم اس کے مطابق عمل کرتے بلکہ وہ ایسی بات تھی جس کو ہم سب نے اپنی ذاتی رائے سے ضروری سمجھا چنانچہ ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ کئے گئے خدا ان پر رحمت نازل فرمائے اُنہوں نے کما حقہ اقامت دین فرمائی اور خود بھی راہِ مستقیم پر رہے پھر عمر خلیفہ بنائے گئے اللہ اُنپر رحم کرے اُنہوں نے بھی کما حقہ دین کی اقامت فرمائی اور خود بھی مستقیم رہے۔ یہاں تک دین اسلام نے زمین پر اپنا جران[۱] رکھدیا (یعنی کمال قوت کو پہنچ گیا) ان سب روایتوں کو امام احمد نے نقل کیا ہے بمشاہیر کرام نے عبدالملک بن میسرہ سے اُنہوں نے نزال بن سبرہ ۱۶۳
سے اُنہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آپنے فرمایا بہترین اُمت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما ہیں۔ اس حدیث کو ابوعمر نے اپنی کتاب استیعاب میں روایت کیا ہے (ازالۃ الخفاء)

[۱] اس قسم کا کلام حضرت علی رضی اللہ عنہ کا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی مدح میں کتب شیعہ میں بھی موجود ہے چنانچہ علی مرتضیٰ فرماتے ہیں ؎ -

وولیھم وال فاقام واستقام حتی ضرب الدین بجرانہ (نہج البلاغۃ قسم دوم صفحہ ۳۳۰ مطبوعہ مصر)

اور ان کا ایک حاکم ہوا جس نے دین کو قائم کیا اور خود مستقیم رہا یہاں تک کہ دین نے اپنا جران رکھدیا۔

اس عبارت کے پہلے فقرہ کا ترجمہ ملا فتح اللہ کاشانی نے اس طرح لکھا ہے کہ "والی ایشاں شد والی کہ آں عمر خطاب ست" اور دوسرے فقرہ کا ترجمہ اس طرح کیا ہے "تا آنکہ بزد دین پیش سینہ خود بر زمین و ایں کنایت ست از استقرار و تمکین اہل اسلام" **ترجمہ** حاکم ہوا ان کا ایک حاکم یعنی عمر بن خطاب پس انہوں نے دین کو قائم کیا اور خود بھی مستقیم رہے یہاں تک کہ دین نے اپنا جران رکھدیا جران بکسر جیم اونٹ کے سینہ کے اس کنارہ کو کہتے ہیں جو گردن سے ملا ہوتا ہے اونٹ جب زمین پر بیٹھ کر اپنا سینہ زمین پر رکھدیتا ہے تو اُسکی نہایت اطمینان وراحت کی حالت ہوتی ہے حضرت علی مرتضیٰ نے اپنے اس قول میں دین کو اونٹ کے ساتھ تشبیہ دیکر فرمایا کہ دین نے سینہ رکھدیا یعنی دین کو کمال اطمینان وراحت حاصل ہوئی جس سے تقویت اور تمکین دین مراد ہے ۱۲

بخاری نے ابن شہاب سے انھوں نے سعید اور ابو سلمہ سے روایت کی ہے کہ وہ دونوں حضرات فرماتے تھے کہ ہم نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سُنا کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک چرواہا اپنی بکریوں کے گلہ میں تھا کہ اچانک ایک بھیڑیے نے بکریوں پر حملہ کیا اور اُس گلہ میں سے ایک بکری اُٹھا لی چرواہا اُس کے پیچھے دوڑا یہاں تک کہ اُسنے بکری کو بھیڑیے سے چھڑا لیا اُس وقت بھیڑیے نے چرواہے کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ یوم السبع[1] میں بکری کو کون بچائے گا جس دن سوا میرے کوئی اُن کا چرواہا نہ ہوگا۔ لوگوں نے کہا سبحان اللہ (بھیڑیا باتیں کر رہا ہے) نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اس واقعہ کو بیان کر کے فرمایا کہ اس پر میں ایمان لاتا ہوں اور ابوبکر و عمر (رضی اللہ عنہما) بھی حالانکہ ابوبکر و عمر (رضی اللہ عنہما) وہاں موجود نہ تھے اور بخاری کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک شخص ایک بیل کو ہانک رہا تھا اور اس نے اسپر بوجھ لادا تھا یکایک بیل اُسکی طرف متوجہ ہوا اور اس سے کہنے لگا کہ میں بوجھ لادنے کے لئے نہیں پیدا کیا گیا بلکہ کھیت جوتنے
۱۶۴ کے لئے پیدا کیا گیا ہوں لوگ اس واقعہ سے متعجب ہوتے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اور ابوبکر اس واقعہ پر ایمان لاتے ہیں۔

ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما اس وقت وہاں موجود نہ تھے مگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ان حضرات کی تکمیل ایمان کی وجہ سے اور ایمان کامل کے اعتماد پر یہ فرمایا کیونکہ آپ جانتے تھے یہ دونوں حضرات بھی میری ضرور ہی تصدیق کرینگے۔

ترمذی نے حکم بن عطیہ سے انھوں نے ثابت سے انھوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے اصحاب یعنی مہاجرین و انصار کے پاس تشریف لاتے اور اُن میں ابوبکر و عمر (رضی اللہ عنہما) بھی ہوتے تو یہ کیفیت ہوتی کہ کوئی شخص ہیبت سے آپ کی طرف نظر اُٹھا کر نہ دیکھتا تھا بجز ابوبکر و عمر (رضی اللہ عنہما) کے یہ دونوں حضرات آپ کی طرف دیکھتے تھے اور آپ ان کی طرف دیکھتے تھے وہ آپ کو دیکھکر مسکراتے تھے اور آپ اُن کو دیکھکر مسکراتے تھے۔

[1] سبع کے معنی درندہ کے ہیں یوم السبع سے مراد قرب قیامت کا زمانہ ہو جب اذا الوحوش حشرت کا ظہور ہوگا۔ منہ

ترمذی نے بروایت سالم بن ابی حفصہ اور اعمش ونیز بہت سے لوگوں سے نقل کیا ہے یہ سب لوگ عطیہ سے وہ حضرت ابوسعید خدری سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت میں اوپر کے درجہ والوں کو نیچے کے درجہ والے ایسا روشن دیکھیں گے جیسے تم اس ستارہ کو روشن دیکھتے ہو جو آسمان کے کنارہ پر ہو اور بیشک ابوبکر و عمر بھی انھیں اوپر کے درجہ والوں میں سے ہیں بلکہ ان سے بھی اچھے ہیں۔

حاکم نے بروایت عبد الملک بن عمیر نقل کیا ہے وہ ربعی بن حراش سے وہ حضرت حذیفہ ابن یمان سے روایت کرتے تھے وہ کہتے تھے کہ میں نے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے کہ میں نے ارادہ کیا کہ اطراف ممالک میں چند اشخاص بھیجدوں جو لوگوں کو دین کے فرائض اور سنتیں سکھلائیں جس طرح حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نے اپنے حواری بھیجے تھے اور وہ اُن کے دین کی اشاعت کرتے تھے کسی نے کہا کہ آپ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر (رضی اللہ عنہما) کو اس کام کے لئے کیوں نہیں بھیجدیتے آپ نے فرمایا کہ ان سے تو مجھے ١٦٥
ہر وقت کام رہتا ہے اور بے شک وہ دونوں دین اسلام کے لئے مثل کان اور آنکھ کے ہیں پھر وہ کس طرح مجھ سے جدا ہو سکتے ہیں۔

امام احمد بروایت عبد الحمید بن بہرام نقل کرتے ہیں وہ شہر بن حوشب سے وہ عبد الرحمٰن بن غنم سے روایت کرتے تھے وہ کہتے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر و عمر (رضی اللہ عنہما) سے فرمایا کہ اگر تم دونوں کسی مشورہ میں متفق ہو جاؤ گے تو میں تمہاری مخالفت نہ کروں گا۔

حاکم بروایت سہیل بن ابی صالح اور محمد بن ابراہیم نقل کرتے ہیں وہ عبد الرحمٰن سے وہ ابی سلمہ بن عبد الرحمٰن سے وہ ابواروی دوسی سے روایت کرتے تھے وہ کہتے تھے کہ میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھا تھا اتنے میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما

لہ یہ حدیث کتب شیعہ میں بھی ہے چنانچہ کتاب معانی الاخبار میں امام موسےٰ رضا رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ عن الحسن بن علی قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ان ابابکر منی بمنزلۃ السمع وان عمر منی بمنزلۃ البصر وان عثمان منی بمنزلۃ الفواد (ترجمہ) حضرت حسن بن علی فرماتے ہیں کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تحقیق ابوبکر مثل میرے کان کے ہیں اور عمر مثل میری آنکھ کے اور عثمان مثل میرے دل کے ہیں ۱۲ منہ

آئے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے اُنھیں دیکھکر فرمایا سب تعریف اللہ کے لئے ہے جس نے ان دونوں سے مجھے قوت دی۔

ترمذی نے بروایت ابوحجاف عطیہ سے اُنھوں نے حضرت ابوسعید خدری سے نقل کیا ہے کہ وہ کہتے تھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی نبی ایسا نہیں ہوا جس کے دو وزیر آسمان والوں میں سے اور دو وزیر زمین والوں میں سے نہ ہوں چنانچہ میرے دو وزیر آسمان والوں میں سے جبرئیل ومیکائیل ہیں اور میرے دو وزیر زمین والوں میں سے ابوبکر وعمر ہیں۔

حاکم نے ابواسحٰق سے اُنھوں نے زید بن تبیع سے اُنھوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے تھے لوگوں نے کہا یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم آپ کے بعد کس کو سردار بنائیں آپ نے فرمایا اگر تم ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کو سردار بناؤگے تو تم انھیں ہدایت کرنیوالا امانت دار دُنیا سے بے پروا آخرت کی جانب رغبت کرنیوالا پاؤگے اور اگر عمر کو سردار بنالوگے تو تم انھیں ایک ایسا قوی امانت دار پاؤگے کہ جو اللہ تعالیٰ کے حقوق بجالانے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈرتا اور اگر تم علی کو سردار بناؤگے اور میں نہیں جانتا کہ ۱۷۶
تم ان دونوں کی موجودگی میں ایسا کروسلہ تو ان کو بھی ایک شخص ہدایت کرنیوالا ہدایت یافتہ پاؤگے تم سب کو راہِ مستقیم پر چلائیں گے۔

ترمذی نے بروایت ابی حیان تیمی ان کے والد سے اُنھوں نے حضرت علی (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا ہے وہ کہتے تھے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ رحم کرے ابوبکر پر اُنھوں نے بڑے بڑے کام کئے) مجھے اپنی بیٹی بیاہ دی اور مجھے دار ہجرت (یعنی مدینہ) تک سلہ سوار کرلائے اور بلال کو اپنے مال سے خرید کرکے آزاد کیا اللہ رحم فرمائے عمر پر یہ سچ کہتے ہیں اگرچہ وہ تلخ ہو ان کو حق بات بولنے نے اس حال پر پہونچا دیا ہے کہ حق بولنے کے سبب ان کا کوئی دوست نہ رہا اللہ رحم فرمائے عثمان پر وہ ایسے باحیا ہیں کہ جن سے فرشتے حیا کرتے ہیں اللہ رحم فرمائے علی پر خداوندا جس طرف وہ پھریں ان کے ساتھ حق کو بھی اُسی جانب پھیردے۔

سلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ وحی معلوم ہوچکا تھا کہ مسلمانوں کا اتفاق شیخین کے ہوتے ہوئے کسی اور کی خلافت پر نہ ہوگا جیسا کہ صحیحین کی ایک دوسری حدیث سے یہ مضمون واضح ہے اس لئے آپ نے ایسا فرمایا۔

سلہ بوقت سفر ہجرت سواری کا بندوبست حضرت صدیق ہی کے انتظام واہتمام سے ہوا تھا ۱۲ منہ

شائقین مثنوی معنوی کو مژدہ

آجکل تقریباً ہر تعلیم یافتہ شخص کو مثنوی مولانا روم سے ایک خاص دلچسپی ہے۔ مگر ناواقفی فن کی وجہ سے اُسکے مطالب کے سمجھنے میں بڑی دقت اور خرابیاں واقع ہوتی ہیں۔ چنانچہ اکثر شریعت وطریقت کو علیحدہ سمجھنے لگے یہ غلطی ایسی عام ہو رہی ہے کہ اس میں بہت کثرت سے لوگ مبتلا ہیں۔ اسکی وجہ کچھ تو مکار اور شکم پرور صوفیوں اور سجادہ نشینوں کی بہتات ہے جنہوں نے مثنوی کے اشعار میں اپنے خود ساختہ مطالب کا اضافہ کرکے خواہشات نفسانی کے پورا کرنے کا ذریعہ بنایا۔ اور متدین مولویوں کو کوچۂ طریقت سے نابلد بنا کر عوام کو الحاد و زندقہ کی سرحد تک پہونچا دیا۔ دوسری وجہ زمانہ حال کی مروجہ اور غیر معتبر یا قدیم ادق اور نا آشنا شرحوں کی تدوین ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ مثنوی مولانا روم کی جتنی قدیم شرحیں یا حواشی ہیں۔ وہ اسقدر ادق اور طویل ہیں۔ کہ عام لیاقت کے لوگ اُن کے مطالب سمجھنے سے بالکل قاصر ہیں اور جو شرحیں عام فہم مروج الوقت ہیں۔ اُنمیں اس کثرت سے غیر متعلق باتیں اور رطب و یابس اقوال جمع کردیئے گئے ہیں جس سے خلط مبحث ہونے کے ساتھ ساتھ مطالب بالکل خبط ہو جاتے ہیں بلکہ اکثر مقامات شرعی حدود سے اس قدر بیجا دور ہو گئے ہیں کہ نعوذ باللہ کفر و زندقہ تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔

اگر آپ چاہتے ہیں کہ مذکورہ دقتوں سے محفوظ ہو جائیں اور ایمان کی غارتگریوں سے مامون رہیں تو حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب مدظلہ کی نہایت عام فہم مختصر مگر جامع اردو شرح کلید مثنوی کا مطالعہ کریں۔

کلید مثنوی کی سب سے بڑی اور ممتاز خوبی یہ ہے کہ تمام ایسے مسائل جن کے مطالب کے سمجھنے میں غلطیوں کی وجہ سے نعوذ باللہ لوگ کفر و شرک میں مبتلا ہو گئے۔ اور اپنی کوتاہ نظری کی وجہ سے شریعت اور تصوف دو الگ چیز سمجھنے لگے ہیں۔ اُن تمام مسائل کو نہایت درست اور واضح عبارت میں قرآن و احادیث سے ثابت کیا ہے اُن احادیث کے دیکھنے کے بعد تمام شبہات رفع ہو جاتے ہیں۔ اور وہی مسئلہ جو شریعت کے خلاف معلوم ہوتا تھا۔ خالص شرعی مسئلہ معلوم ہوتا ہے۔

الغرض اسی شرح میں تمام مسائل تصوف نہایت عجیب و غریب انداز سے قرآن و حدیث کے دلائل و براہین سے بیان کئے گئے ہیں۔ جو دیکھنے سے تعلق رکھتے ہیں۔ قیمت دفتر اول [illegible] مجلد [illegible] ایضاً دفتر ششم [illegible])

المشتہر محمد عثمان۔ تاجر کتب پیسہ کلاں دہلی

الرہبانیۃ فی الاسلام

مترجمہ چشتیہ — خلاصہ تربیت السالک

اسلام میں رہبانیت نہیں ہے۔

اسلامی دین حنیف اسکی اجازت نہیں دیتا کہ انسان دنیا اور دنیاوی تعلقات سے قطع تعلق کرکے تجرد کی زندگی بسر کرے کیونکہ تمام علائق سے قطع تعلق کرنیکے بعد خدا کا ذکر کرنا بشریت اور انسانیت کے مقاصد سے بعید ہے یہی وجہ ہے کہ سالکان راہ حقیقت اور مرشدان طریقت نے عرفان حق اور معرفت الٰہی کے دو طریقوں میں سے یعنے جذب و سلوک میں سے سلوک کے درجے کو بالاتر بتلایا ہے ان کے نزدیک انسانی کشمکش حیات کا مقابلہ کرکے خوشنودی خالق کو ملحوظ رکھنا اور نفس لوامہ کی تمام خواہشات کا مجاہدہ نہایت خوشگوار اور لذیذ ہے۔ اُن کا اعتقاد ہے کہ انسان کے اشرف المخلوقات حتی کہ ملائکہ مقربین سے فائق ہونے کی توجیہ صرف یہ ہے کہ انسان ضعیف البنیان کو بہت سے قطاع الطریق اور رہزنان راہ کا مقابلہ کرنا پڑتا ہے سادلسانی معاشرت کی کشمکش کا مقابلہ کرنا اور نفس و شیطان سے مجاہدہ کرنا ہوتا ہے۔

بہرحال یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ سالک کو جن دشوارگزار گھاٹیوں اور سنگلاخ میدانوں سے گزرنا پڑتا ہے۔ اور جن مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ وہ محتاج تعارف نہیں یہی وجہ ہے کہ اکثر اور بیشتر سالکین بڑی مہلک غلطیوں میں مبتلا ہوجاتے ہیں اسلئے ضرورت تھی کہ ان روحانی امراض کے چند مجرب نسخے مختلف احوال و کیفیات کے مناسب وقتاً فوقتاً بتائے جائیں تاکہ گمشدگان راہ کی ہدایت و فلاح کا ذریعہ ہو۔ اس مقصد کیلئے حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب مدظلہ العالی نے یہ سلسلہ قائم کیا کہ اپنے تمام حلقہ بگوشوں کے فرداً فرداً حال جو کچھ انہوں نے اپنی حالت بیان کی اس کا علاج بتلایا اور پھر اس نفع کو عام کرنیکے لیے۔ الامداد کے پرچہ میں تربیۃ السالک کے نام سے مسلسل شائع کرانا شروع کردیا۔ چنانچہ اب وہ طب روحانی کی ایک مستقل کتاب ہوگئی ہے۔ چونکہ اس کتاب میں سے اپنے حالات کا صحیح اندازہ کرکے اپنے مزاج کے مطابق نسخہ تجویز کرنا ہر طالب سے کتاب بڑی ہونے یا طبیعت بٹنے کی وجہ سے ممکن نہ تھا اسلئے اسی حکیم کے ایک کہنہ مشق اور پختہ کار عطار یعنی حضرت مولانا عبدالحی صاحب استاد دلکلیہ جامعہ عثمانیہ جبل الجنۃ مستواد ذی اسکا ملخص کرکے ایک ایسا نوشدارو تیار کردیا۔ جو ہر قسم کے روحانی یعنی زمانی امراض کے لیئے مفید ہے۔ یہ خلاصہ جو آئینہ تربیت کے نام سے معروف ہے ایک ایسی بہترین میانی اور اتنا کامل مجموعہ ہے کہ اگر اس کے مشورہ پر عمل کیا جاتا اور ہر اٹھو وقتوں میں اس کا مطالعہ کیجائے تو انشاء اللہ تعالیٰ منزل مقصود تک پہنچنے میں کوئی رکاوٹ نہیں ہوسکتی اور بہت جلد وصول یار کی سعادت نصیب ہوگی۔ دسویں بار شائع ہوگا

قیمت صرف چھ آنے (۶؍) المشتہر محمد عثمان تاجر کتب دریبہ کلاں دہلی